

# جدید فقہی مباحث

## طبی اخلاقیات

دائرے اور ضابطے فقہ اسلامی کی روشنی میں

ترتیب

حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی مدظلہ

جلد ۱۰

ناشر

ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ

کلیں اقبال کراچی فون 34965877

## جملہ حقوق محفوظ ہیں

Islamic Fiqh Academy (India)

مجمع الفقه الاسلامي (الهند)

اجازت نامہ سلسلہ مطبوعات اسلامی فقہ اکیڈمی

محترمی نعیم اشرف نور، نعیم اشرف نور سلمہم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دعائے عافیت دارین اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی دینی و علمی خدمات کو قبول فرمائے اور دینی و دنیاوی ترقیات سے نوازیں، آمین۔

اسلامی فقہ اکیڈمی کی جملہ مطبوعات کی پاکستان میں اشاعت و طباعت و تقسیم کے لیے آپ کے ادارے ”ادارۃ القرآن والعلوم

الاسلامیہ“ کو اجازت دی جاتی ہے، اور پاکستان میں یہ حق صرف آپ کے ادارے کو حاصل رہے گا۔ تمام پرسان احوال کو میرا سلام

والسلام، مجاہد الاسلام قاسمی

پیشادین۔

صدر اسلامی فقہ اکیڈمی

نعیم اشرف نور

باہتمام

ادارۃ القرآن گلشن اقبال

ناشر

کراچی، فون: 021-34965877

۲۰۰۹ء

اشاعت

ڈسٹری بیوٹرز

ہیلا مکتبۃ القرآن، بنوری ٹاؤن کراچی 021-34856701

مرکز القرآن اردو بازار کراچی 021-32624608

ملنے کے پتے

ہیلا ادارۃ اسلامیات ۹۰ انارکلی لاہور 042-37353255

ہیلا ادارۃ اشاعت اردو بازار کراچی 021-32631861

ہیلا بیت العلوم، پھر روڈ پرانی انارکلی لاہور 042-37352483

ہیلا بیت القرآن اردو بازار کراچی 021-32630744

ہیلا مکتبہ رحمانیہ لاہور 042-37334228

ہیلا ادارۃ المعارف دارالعلوم کورنگی 021-35032020

ہیلا مکتبہ شیعہ، سہیل روڈ کونڈ 2668657

ہیلا مکتبہ معارف القرآن دارالعلوم 6-35031565-021

جلد: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ H-8/1 اسلام آباد

۳۰  
باسمہ سبحانہ  
فہرست

۷	مجاہد الاسلام قاسمی	انتخابیہ
۹	مجاہد الاسلام قاسمی	سوالنامہ بابت طبی اخلاقیات
۱۵	محمد فہیم اختر ندوی	مختص مقالات
۱۶		بغیر اجازت آپریشن

۱۹	عرض مسائل طبی اخلاقیات
۲۰	محور اول عرض مسئلہ (کمل) شمس پیرزادہ صاحب
	محور دوم عرض مسئلہ (۲-۱) مولانا مجید عالم ندوی قاسمی صاحب
۲۵	محور دوم عرض مسئلہ (۷-۳-۷) مولانا جمیل احمد ندیری صاحب
۲۹	محور دوم عرض مسئلہ (۱۱-۱۰) مولانا صدر الحسن ندوی صاحب
۳۲	محور دوم عرض مسئلہ (۳) مولانا حبیب اللہ قاسمی صاحب
۳۳	محور دوم عرض مسئلہ (۵) مولانا محمد زید مظاہری صاحب
	محور دوم عرض مسئلہ (۹) مولانا آل مصطفیٰ مصباحی صاحب
۳۱	محور سوم عرض مسئلہ (کمل) مولانا نعیم الرحمن قاسمی صاحب

مختصر جوابات  
طبی امور و مسائل

۳۵	مفتی نظام الدین صاحب
۳۵	مولانا محمد ہان الدین سنبھلی صاحب
۳۷	مفتی فضیل الرحمن ہلال عثمانی صاحب
۳۸	مفتی عبدالرحمن صاحب
۵۰	ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی صاحب

۵۲	مقالات
۵۳	طبی اخلاقیات شرع اسلام کی روشنی میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب
۵۴	طیب جاہل و حاذق
۵۶	اگر مریض کو نقصان پہنچ جائے
۵۷	ڈاکٹر کی کوتاہی سے نقصان
۵۹	بلا اجازت آپریشن
۶۱	کیا بیماریاں متعدی ہوتی ہیں
۶۲	مریض ایڈز کا فریضہ، ڈاکٹر کی ذمہ داری

- ۶۴ ..... قصد مرض منتقل کرے
- ۶۵ ..... ایڈز کی وجہ سے نسخ نکاح
- ۶۶ ..... ایڈز کی بناء پر حمل کا اسقاط
- ۶۷ ..... ایڈز کے مریض بچوں کی تعلیم کا مسئلہ
- ۶۸ ..... طاعون زدہ علاقہ میں آمد و رفت پر پابندی
- ۷۰ ..... شرعی مصلحتوں کی بناء پر نفیت
- ۷۱ ..... جب ڈاکٹر کے لئے مریض کا عیب ظاہر کرنا جائز ہے
- ۷۲ ..... ناجائز بچہ کی بابت اطلاع
- ۷۳ ..... علاج بذریعہ شراب
- ۷۳ ..... بحرین کی بابت اطلاع
- ۷۵ ..... جواب سوالنامہ متعلقہ طبی اخلاقیات مولانا عبید اللہ الاسعدی صاحب
- ۸۱ ..... جوابات سوالنامہ طبی اخلاقیات مولانا عقیق احمد قاسمی صاحب
- ۸۵ ..... احکام الطب مفتی زید مظاہری صاحب
- ۸۵ ..... علاج معالجہ کی اجازت کس ڈاکٹر کو ہے؟ اور کس کو نہیں؟
- ۹۹ ..... نکاح کے بعد شوہر کو ایڈز یا اس جیسا مرض ہو تو عورت کو نسخ نکاح کا حق؟
- ۱۰۰ ..... مالکیہ کے مسلک میں گنجائش ہے یا نہیں
- ۱۰۳ ..... حکومت کی طرف سے آمد و رفت کی پابندی
- ۱۰۸ ..... شراب چھڑانے کے لئے شراب سے علاج
- ۱۰۹ ..... سوالات بابت طبی اخلاقیات کے جوابات مولانا زبیر احمد قاسمی صاحب
- ۱۱۷ ..... طبی اخلاقیات مولانا شمس پیر زادہ صاحب
- ۱۱۸ ..... ایڈز کے بارے میں طبی تحقیقات
- ۱۲۲ ..... طبی اخلاقیات۔ مسائل و احکام مولانا اختر امام عادل صاحب
- ۱۲۳ ..... تفصیلات کا ڈاکٹر ذمہ وار نہیں! ائمہ اربعہ کا مسلک
- ۱۲۳ ..... طبابت کے اصول و شرائط
- ۱۲۳ ..... طبی اہلیت، مہارت
- ۱۲۵ ..... حسن نیت اور سچی دیکھ بھال
- ۱۲۵ ..... طبی اصولوں کی مصلحت و رعایت
- ۱۲۶ ..... مریض یا اس کے اہل و عیال کی طرف سے اجازت
- ۱۲۷ ..... غیر قانونی علاج
- ۱۲۷ ..... طبی بے احتیاطی
- ۱۳۱ ..... مریض کی بے احتیاطی کے وقت ڈاکٹر کا رویہ
- ۱۳۲ ..... ایڈز کے مریض کے لئے خاتمہ ان کا رویہ
- ۱۳۵ ..... لکھنؤیوں میں ایڈز کے مریض بچوں کا داخلہ
- ۱۳۲ ..... مریض چشم ڈرائیور کے لئے ڈاکٹر کا رویہ
- ۱۳۲ ..... منشیات کا مریض ڈرائیور
- ۱۳۳ ..... منشیات کے مریض کا نفسیاتی علاج



- جرائم پیشہ افراد کے بارے میں ڈاکٹر کارویہ ..... ۱۴۳
- طبی اخلاقیات ..... ڈاکٹر سید کمال اشرف صاحب پٹنہ ..... ۱۴۴
- طبی اخلاقیات ..... ڈاکٹر عبدالوہاب صاحب درہنگہ ..... ۱۴۹
- طبی اخلاقیات شریعت کی روشنی میں ..... مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب ..... ۱۵۳
- طبی اخلاقیات سے متعلق جدید مسائل ..... مفتی محمد جعفر علی صاحب ..... ۱۵۶
- طبی اخلاقیات ..... مفتی عزیز الرحمن فتحپوری صاحب ..... ۱۶۲
- طبی اخلاقیات، علاج و معالجہ کے شرعی احکام ..... مفتی جمیل احمد ندیری صاحب ..... ۱۶۹
- معالج اور خلیفہ کے لئے معیار مطلوب ..... ۱۶۹
- طریقہ علاج میں طبی کوتاہی ..... ۱۷۱
- ضمان کب عائد ہوگا ..... ۱۷۳
- تعدی اور ضمان کی کچھ صورتیں ..... ۱۷۵
- طبی اخلاقیات، علاج، معالجہ اور بیماریاں ..... مفتی عزیز الرحمن مدنی صاحب ..... ۱۸۵
- اطباء اور ڈاکٹروں اور دیگر ذمہ داروں کو ہدایت ..... ۱۸۸
- جواب نامہ بابت طبی اخلاقیات ..... مولانا نعیم الدین صاحب (آسام) ..... ۱۸۹
- طبی اخلاقیات، حدیث و فقہ کی روشنی میں ..... مولانا ابو بکر قاسمی صاحب ..... ۱۹۹
- چند اہم طبی مسائل، شرعی نقطہ نظر ..... مولانا محمد اسلم صاحب ..... ۲۰۹
- طبی اخلاقیات فقہ اسلامی کی روشنی میں ..... مولانا خلاق الرحمن قاسمی صاحب ..... ۲۱۵
- غیر قانونی نیم ڈاکٹر کا شرعی حکم ..... ۲۱۵
- ایڈز کیسز وغیرہ کیا مرض الوقت ہیں؟ ..... ۲۲۰
- طبی اخلاقیات ..... ڈاکٹر بہاء الدین محمد ندوی صاحب ..... ۲۲۳
- طبی اخلاقیات ..... مولانا فضل الرحمن رشادی صاحب ..... ۲۲۸
- جوابات سوالنامہ بابت طبی اخلاقیات ..... مفتی محمد معزالدین صاحب ..... ۲۳۶
- طبی مسائل اور فقہ حنفی ..... مولانا ریاست علی قاسمی صاحب ..... ۲۴۰
- ڈاکٹروں سے آپریشن کروانا اور نقصان کی صورت میں ضمان کا حکم ..... ۲۴۰
- طبی تدابیر کا لحاظ کئے بغیر آپریشن کرنا اور نقصان کی صورت میں ضمان کا حکم ..... ۲۴۸
- ڈرائیور پائلٹ وغیرہ کے عیوب کو اقصاء کرنے کا حکم ..... ۲۴۵
- طبی اخلاقیات ..... مولانا نذر توہید مظاہری صاحب ..... ۲۴۷
- اسلام کا نظریہ طب و علاج ..... مولانا ولی اللہ مجید قاسمی صاحب ..... ۲۵۰
- جوابات بابت طبی اخلاقیات ..... مولوی محمد نور القاسمی صاحب ..... ۲۶۳
- جدید طبی مسائل اور ان کا حل ..... مولوی سید امیر الحق سبیلی صاحب ..... ۲۷۵
- طبی اخلاقیات ..... مولوی نعیم اختر قاسمی صاحب ..... ۲۸۳
- مریض یا اس کے اولیاء کی اجازت کے بغیر علاج کرنا ..... ۲۸۵

### اقتباسات

- مولوی عارف مظہری صاحب ..... ۲۹۶
- مولوی عتیق الرحمن سیوانی صاحب ..... ۲۹۸

۳۰۱	مولوی سعید الرحمن قاسمی صاحب
۳۰۹	مولوی محمد نہال الدین قاسمی صاحب
۳۱۳	مولوی محمد نعیم رشیدی صاحب
۳۱۵	مولوی محمد ہارون قاسمی صاحب
۳۱۹	مولوی محمد حذوق قاسمی صاحب
۳۲۱	مولوی محمد نظام الدین قاسمی صاحب
۳۲۳	مولوی محمد مجتبیٰ مظاہری صاحب
۳۲۷	مولوی شہباز عالم ندوی صاحب
۳۳۱	مولوی شمشاد احمد قادری صاحب
۳۳۷	مولوی مجاہد الاسلام قاسمی صاحب

## ایڈز۔ ایک تعارف

۳۵۳	HIV/ایڈز۔ عام معلومات
۳۵۳	ایڈز کی ابتداء کب اور کہاں ہوئی
۳۵۳	انفیکشن زدہ اور ایڈز کے مریض میں کیا فرق ہے
۳۵۳	سرویا مورت میں کس کو انفیکشن کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے
۳۵۳	جسمانی عداوتی نظام پر ایڈز وائرس کس طرح حملہ کرتا ہے
۳۵۵	انفیکشن کو ایڈز میں تبدیل ہونے میں کتنا عرصہ درکار ہوتا ہے
۳۵۵	وائرس کی منتقلی
۳۵۶	کیا ڈاکٹروں یا طبی عملوں کو انفیکشن کا خطرہ زیادہ رہتا ہے
۳۵۶	کیا خون کا عطیہ دینے سے انفیکشن ہو سکتا ہے
۳۵۷	کیا دوسرے فرد کا ستر استعمال کرنے سے ہتاک کان چھدوانے
۳۵۸	ایڈز کی علامات
۳۵۹	کیا کینسر اور ایڈز کے درمیان کوئی تعلق ہے
۳۶۰	علاج اور معالجت
۱۶۱	جنسی امراض اور HIV
۳۶۳	ایڈز مسائل اور اعداد و شمار کے آئینہ میں
۳۶۸	ایڈز پر سرسری نظر
۳۸۳	مباحثہ
۳۰۳	فیصلے
۳۰۶	ایڈز
۳۰۷	اہلباء کے لئے مجوزہ اسلامی ضابطہ اخلاق
۳۱۱	چند دیگر طبی اخلاقیات
۳۱۱	مسلم ڈاکٹر کا حلف نامہ

## افتتاحیہ

ہوا اور پانی کے ہر جیسے خدا انسان کے لئے سب سے بڑی ضرورت ہے۔ اسی طرح خدا کے بعد شاید دوا سے بڑھ کر کوئی انسانی ضرورت نہ ہو۔ بچہ ہو یا جوان یا بوڑھا مرد ہو یا عورت، مادر ہو یا غریب اور طاقت ور ہو یا کمزور، سرخ کی گرفت سے کوئی باہر نہیں، بیماری انسان کو اس کے عزیز و ناچاری کی یاد دلاتی ہے۔ اور رب قدیر کی طرف اس کو متوجہ کرتی ہے کہ وہی خدا ہے جس کے حکم سے بیماری بھی آتی ہے، اور وہی صحت و شفاء بھی عطا کرتا ہے۔ واذا مرضت فهو يشفين۔

اسلام مریض کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امتحان تصور کرتا ہے اور اسی لئے مریض کے حین ہمدردی کا رویہ رکھتا ہے۔ اسلام کا تصور یہ ہے کہ انسان کے پاس اس کا جسم اللہ کی لمانت ہے، اور اس کی حفاظت و صیانت ہر انسان کا شرعی فریضہ ہے۔ اسی لئے آپ نے علاج کی حوصلہ افزائی فرمائی، اور خود انبیاء کرام نے علاج کا راستہ اختیار کیا، اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ مطلق توکل اور دیر و تقویٰ کے خلاف نہیں ہے۔

آپ نے اس حقیقت کی طرف بھی متوجہ فرمایا کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں انسان کی دوسری ضروریات کا سرو سامان کیا ہے، اسی طرح کوئی بیماری نہیں جس کی دوا پیدا نہ کی ہو، یہ گویا میڈیکل تحقیق کی دعوت ہے کہ طبی سائنس پر کام کرنے والے لوگ کبھی حوصلہ نہ ہاریں، اور گو کتنا بھی مشکل مرحلہ سامنے آجائے، ستر تحقیق جاری رکھیں، کہ اللہ تعالیٰ ضرور ان کو منزل سے ہٹا کر فرمائے گا۔

پھر اسلام نے جیسے زندگی کے دوسرے شعبوں میں حقوق و فرائض کی تعین کی اور ان کو پوری وضاحت سے بیان کیا، اسی طرح مریض اور مریض کے باہمی تعلق اور حقوق و واجبات کے گوشے کو بھی شریعت اسلامی نے کھنڈ نہیں رکھا، اور اس باب میں بھی ایسی اصولی ہدایات سے سرفراز فرمایا، کہ اعتدال و توازن اور انسانی ضروریات سے ہم آہنگی میں اس سے بسر و اصول نہیں ہو سکتے۔

ہمارے صد میں جہاں معاشی نظام اور سماجی اقدار میں تبدیلی کی وجہ سے بعض نئے مسائل پیدا ہوئے ہیں، وہیں جدید اکتشافات اور نئے نئے وسائل کی ایجاد نے بھی بے شمار ایسے مسائل کو جنم دیا ہے، جو اس صد کے فقہاء کی توجہ کے متقاضی ہیں، میڈیکل سائنس چوں کہ براہ راست انسان کے وجود سے متعلق ہے، اس لئے اس شعبہ میں جب کوئی چیز مریض ایجاد میں آتی ہے، یا کسی ایسی حقیقت سے پردہ اٹھتا



ہے جس سے لب تک بھی دنیا ناواقف تھی۔ تو اس کا اثر دوسری بھی ہوتا ہے اور خودی مل طلب بھی۔

اسلام فقہ اکیڈمی کے قیام کا مثلاً یہی ہے کہ علماء اجتماعی خود و فکر اور تبادول خیال کے ذریعہ ایسے قویہ مسائل کا حل پیش کریں، اکیڈمی کی عمر کو زیادہ نہیں، لیکن اس مختصر مدت میں اس نے امت کے عوام و خواص اور علماء و ارباب افتاء کا جو تعاون اور اعتماد حاصل کیا ہے وہی اس کا سب سے بڑا سرمایہ ہے اور یہ شخص اللہ ہی کا فضل ہے کہ اس نے اپنے مابین بندوں سے دین حسین اور شرع حسین کی یہ حیرت انگیز متالی ہے واللہ خدا اولاد افزا۔

چنانچہ اکیڈمی نے اپنے آئینوں سمیت منصفہ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ (مورد) میں جن مسائل کو بحث و تحقیق کا موضوع بنایا، ان میں ایک اہم مسئلہ، طبی اختلاقیات کا تھا اس موضوع کے تحت بعض امراض کی نسبت سے پیدا ہونے والے سماجی اور معاشرتی مسائل کے علاوہ مریضوں سے متعلق علاج کے فرائض و اختیارات پر بھی تبادول خیال اور خود و فکر کی دعوت دی گئی تھی، اس سمینار میں جہاں ملک کے طول و عرض سے اصحاب تحقیق علماء نے اپنے مقالہ اور فکر کا نچوڑ پیش کیا اور ہر دن ملک سے بعض سرورف و مستبر ترین فقہاء (جن میں ڈاکٹر وحیدہ حلی حفظہ اللہ کا نام خصوصیت سے قابل ذکر ہے) نے بھارتی لئے استفادہ کا موقع بہم پہنچایا، وہیں ملکی سائنس کے ماہرین نے بھی تصویر مسئلہ میں ہماری مدد کی، ہم ان سبھوں کے شکر گزار ہیں اور دعا گو ہیں کہ علم و تحقیق کا یہ بکھروں اپنا سفر جاری رکھے اور نگاہ بد سے محفوظ رہے۔

اس وقت یہ جگہ اسی موضوع پر آنے والے مقالات اور تحریروں کا مجموعہ ہے، جگہ کی ضخامت کو کم کرنے کی غرض سے حذف و اختصار سے بھی کام لیا گیا ہے بعض دفع مہربان عبادتوں کی جگہ صرف ان کے ترجمے رکھے گئے ہیں، البتہ اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ مقالہ نگار کا مقصد و مثلاً پوری طرح ادا ہو جائے۔ اس بات کی وضاحت بھی مناسب ہوگی کہ مقالہ نگار پر اپنی رائے کے اظہار میں کوئی پابندی نہیں، کتاب و سنت اور سلف صالحین کے اجتہاد و امت کی روشنی میں اس کی جو رائے قائم ہوتی ہے، وہ اس میں امین ہیں اور یہی دیا تدارانہ اور خدا ترانہ حریت رائے علمی مشکلات کی عقد کشائی کے لئے اکسیر ثابت ہوتی ہے، لیکن اس کی حیثیت ہر عمل انفرادی رائے کی ہے، مابین رائے وہ ہے جو تجاویز کی حیثیت سے مذکور ہے، تھوہین اس فرق کو ضرور ملحوظ رکھیں۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیڈمی کی اس علمی و فنی خدمت کو قبول فرمائے، اس کو ہمیشہ حق و صواب کی راہ پر قائم رکھے اور اس علمی تحفہ سے اصحاب ذوق اور اہل علم کو نفع پہنچے۔ و بسماعیل منا اللہ انت الصبیح الطیوم۔

مجاہد الاسلام قاسمی

(اسکرپٹری جنرل اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا)



## سوال نمبر ۱۰ بہت طبعی اور اہم مسائل

### مکمل اور

امراض اور حوادث کی کثرت کی وجہ سے دن بدن ڈاکٹرس کی ضرورت بڑھتی جا رہی ہے ہر گھر بلکہ ہر فرد کو ڈاکٹر یا طبی اداروں سے علاج و معالجہ کی مرضی سے رابطہ رکھنا پڑتا ہے۔ مکومستطی طبی اداروں کو ترقی دینے میں جدید ترین آلات اور مشینیں سیار کرنے۔ مختلف امراض کے باہر ترین ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہیں، علاج و معالجہ کی روز افزوں ضرورت کی وجہ سے طب اور میڈیکل سائنس سے بے بہرہ لوگ بھی کسب زر کے لئے اس میدان میں داخل ہو گئے ہیں اور ایسے افراد کی تعداد بڑھتی ہی جا رہی ہے، ایسے جاہل اور نیم جلیب قسم کے لوگوں کو علاج و معالجہ سے روکنے کے لئے حکومت نے بہت سے قوانین وضع کئے ہیں اور مختلف امراض کے علاج کے لئے مخصوص طبی تعلیم اور تجربہ کی شرط لگادی گئی ہے۔ مستند میڈیکل اداروں میں تعلیم حاصل کر کے سند حاصل کرنے والے افراد ہی علاج معالجہ کے مجاز ہوتے ہیں۔

مختلف امراض کے علاج میں سرسری اور آپریشن کا عمل بھی کثرت سے ہونے لگا ہے۔ آپریشن کے مرحلہ میں ڈاکٹر کے آپریشن کا قانون مجاز ہونے اور مریض یا اس کے اولیاء کی طرف سے آپریشن کی اجازت حاصل ہونے کا مسئلہ بھی سامنے آتا ہے۔ اگر قلعہ علاج کرنے یا آپریشن کی وجہ سے مریض کا انتقال ہو گیا یا اسے سخت ضرر لاحق ہو گیا تو ڈاکٹر یا طبیب کو حاسبان قہر دینے یا نہ دینے کا سوال بھی کھڑا ہوتا ہے، اس طرح کے مختلف مسائل میں اسلامی شریعت کی رہنمائی حاصل کرنے کے لئے درج ذیل سوالات قائم کئے جا رہے ہیں، امید ہے کہ کتب و سنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں ان سوالات کے جوابات تحریر کئے جائیں گے۔

(۱) ایسا کوئی شخص جو قانوناً کسی مرض کا علاج کرنے کا مجاز نہیں ہے لیکن اپنے ذاتی، ملالہ اور تجربہ کی بنا پر دواؤں اور امراض کے بدلے میں واقعیت رکھتا ہے، اگر اس شخص نے کسی مریض کے کہنے پر اس کا علاج کیا تو ضرر اس کا یہ علاج کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر اس کے علاج سے مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچا یا اس کا انتقال ہو گیا تو اس پر کوئی قصبان یا تادیب لازم ہو گی یا نہیں؟ کیا اس کا عمل شرعاً قابل تہریر جرم شدہ ہو گا؟

(۲) جس ڈاکٹر کو قانوناً علاج و معالجہ کی اجازت ہے، اس نے اگر کسی مریض کا علاج کیا لیکن اس نے طبی احتیاطیں ملحوظ نہیں رکھیں، مثلاً بعض ضروری جانچیں نہیں کروائیں یا مریض کی پوسے طود پر دیکھ دیکھ نہیں کی، اگر اس کے علاج کے باوجود مریض فوت ہو گیا یا اس کا کوئی عضو (مثلاً آنکھ) ضائع ہو گیا تو یہ ڈاکٹر کیا مریض کو پہنچنے والے قصبان کا یا اس کی جان کے تادیب کا حاسبان ہو گا؟

(۳) اگر ڈاکٹر کی رائے میں زیر علاج مریض کا آپریشن ضروری ہے، اور ڈاکٹر نے مریض یا اس کے قریبی امرو سے اجازت لئے بغیر آپریشن کر ڈالا تو آپریشن کا سیب ہونے کے بجائے صک ثابت ہوا، مریض فوت ہو گیا، یا اس کا آپریشن شدہ عضو بیکار ہو گیا، تو ایسی صورت میں کیا ڈاکٹر اس

مریض کو سچنے والے نقصان کا شفا ہوگا۔ جب کہ وہ آپریشن کا مجلہ ہے اور تجربہ رکھتا ہے۔

(۳) بعض اوقات مریض پر بے ہوشی طاری ہوتی ہے، وہ اجازت دینے کے لائق نہیں ہوتا ہے اور اس کے اعزہ و اہل خانہ مقام سے بہت دور ہوتے ہیں۔ ان سے فی الفور رابطہ قائم نہیں کیا جاسکتا ہے، ایسی صورت میں اگر ڈاکٹر کی رائے میں آپریشن قوی طور پر ضروری ہے، اور تاخیر ہونے میں اس کے نزدیک مریض کی جان یا عضو کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے، اس لئے اس نے مریض اور اس کے قریبی اعزہ سے اجازت حاصل کئے بغیر مریض کا آپریشن کر دیا، اور یہ آپریشن ناکام رہا۔ مریض کی جان چلی گئی، یا اس کا کوئی عضو ضائع ہو گیا، تو کیا اس صورت میں ڈاکٹر کو ضامن قرار دیا جائے گا، اور مریض کو سچنے والے نقصان کا تہوان اس پر شرمالہ لگے ہوگا؟

### مختار دوم

ایڈ کا خوف پوری دنیا پر مسلط ہے، یہ مرض جسم انسانی کے دفاعی نظام کو تباہ کر دیتا ہے۔ اس کے بعد انسان مدی تیزی کے ساتھ مختلف موادی اور مسک امراض میں گرفتار ہو کر دم توڑ دیتا ہے، اس مرض کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ یہ مرض مدی تیزی کے ساتھ پھیلتا ہے، اگر کسی جگہ ایڈ کا مرض کسی شخص کو لاحق ہو گیا، تو ضروری احتیاطیں ملحوظ رکھنے پر بہت تھوڑے وقت میں بے شمار افراد کو یہ مرض لاحق ہو جاتا ہے، یہ مرض خاص طور سے جنسی عمل اور ایڈ کے مریض کا خون پھولے سے منتقل ہوتا ہے، یا ماں سے اس کے بچے کی طرف دورانِ حمل یا شیر خوارگی سے منتقل ہوتا ہے، بیل عام احتمال سے منتقل نہیں ہوتا۔

ایڈ کے اس مسک مرض نے مریض، مریض کے متعلقین اور سماج کے لئے بہت سے مسائل پیدا کر دیے ہیں، ان کے بدلے میں شریعت کی رہنمائی دیکھو۔

(۱) جس مریض میں ایڈ کے جراثیم پائے گئے ہیں، کیا اس کے لئے جائز ہے کہ اپنے گھر والوں یا متعلقین سے اس خوف سے اس مرض کو چھپائے کہ اس مرض کا اہل خاندان کے بعد وہ اپنے گھر اور سماج میں اچھوت بن کر رہ جائے گا، یا اس کے لئے اپنے اہل خاندان اور متعلقین کو اس مرض سے مطلع کر دینا ضروری ہے۔

(۲) اگر ایڈ کا مریض اپنے اہل خاندان اور متعلقین سے اپنے مرض کو چھپا رہا ہے، اور ڈاکٹر سے بھی اصرار کر رہا ہے کہ وہ اس کے مرض کو کسی پر ظاہر نہ کرے تو ایسی صورت میں شرفاء ڈاکٹر کی کیا ذمہ داری ہے، وہ اس مرض کو روز میں رکھے یا اللہ، کہے؟

(۳) ایڈ اور دوسرے خطرناک متعدی امراض مثلاً مائون و خیر کے مریض کے بدلے میں اس کے اہل خاندان، متعلقین اور سماج کی شرفاء کیا ذمہ داری ہے؟

(۴) ایڈ کا ایسا مریض جو کہ اپنے مرض اور اس کی نوعیت سے بخوبی واقف ہے، اگر وہ کسی دوسرے شخص اپنے مرض کو منتقل کرنے کی غرض سے کوئی ایسا کام کرے مثلاً اس نے بیوی سے جماعت کی، جس کی وجہ سے ایڈ کے وائرس (جراثیم) بیوی میں منتقل ہو گئے، یا کسی مریض کو خون کی ضرورت ہے، ایڈ کے اس مریض نے اپنا خون اس کے لئے پیش کیا، اور مریض کو وہ خون پڑھایا گیا جس کے نتیجے میں اس مریض کو بھی ایڈ کا مرض لاحق ہو گیا تو کیا ایڈ کا یہ مریض جو دوسرے شخص تک اس قاتل مرض کی منتقلی کا سبب بنا ہے، قاتل مزار قرار پائے گا؟ اور اسے سزا دی جائے گی؟

اور اگر اس نے اپنے مرض کو منتقل کرنے کا ارادہ تو نہیں کیا، مگر مرض کو اور اس کے منتقل ہونے کی بات کو جاننے کے باوجود جماعت کر، اور خون دیا تو وہ گنہگار مجرم ہوگا یا نہیں؟

(۵) اگر کسی مسلمان خاتون کا شوہر ایڈ کے مرض میں گرفتار ہو گیا تو کیا اس عورت کو شوہر کے اس مرض کی بناء پر طلاق کا مطالبہ کرنے کا اختیار



ہے اسی طرح اگر ایڈ کے کسی مریض نے لہذا مرض مچھا کر کسی عورت سے نکاح کر لیا، تو کیا عورت فسخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے ؟

(۶) جو خاتون ایڈ کے مرض میں گرفتار ہو، اگر اسے حمل قرار پائے تو اس کا مرض دوران حمل یا دوران ولادت یا دوران رجعت بچے کی طرف منتقل ہونے کا طبی لحاظ سے پورا اندیشہ ہے۔ ایسی عورت کیا بچے تک اس مرض کی منتقلی کے خوف سے سقطا حمل کر سکتی ہے ؟ اور اگر عورت اس کے لئے تیار نہ ہو تو کیا اس کا شوہر یا حکومت کا فکر صحت اسے سقطا حمل پر مجبور کر سکتا ہے ؟ کیوں کہ ایڈ کا مریض بچہ صلیح کے لئے خطرہ ہوگا اور حکومت کے لئے مایہ دہ ہوگا ؟

(۷) جو بچے یا بچیاں ایڈ کے مرض میں مبتلا ہیں، کیا انہیں مدارس اور اسکولوں میں داخلے سے محروم کرنا درست ہوگا ؟ جب کہ یہ مرض مریض کو چھوٹے یا اس کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے شغل نہیں ہوتا، بلکہ مریض سے جنسی تعلق پیدا کرنے یا اس کا خون چھونے سے شغل ہوتا ہے۔ اگر ایڈ کا مریض بچہ کسی اسکول میں داخل ہے تو عام حالات میں اس سے دوسرے بچوں میں مرض منتقل ہونے کا خطرہ نہیں ہے۔ لیکن اس بات کا اندیشہ ضرور ہے کہ مریض بچہ کو چٹ لگ جائے، بچوں کی آپس کی لڑائی میں اس کے جسم سے خون نکل جائے، اور وہ خون دوسرے بچوں کو لگ جائے۔ یا دوسرے بچے اس کا خون چھولیں، یا جنسی بے راہروی میں مبتلا ہو کر یہ مرض دوسروں تک پہنچ جائے۔

(۸) اگر کوئی بچہ یا بچی ایڈ کے مرض میں گرفتار ہے، تو اسلامی تعلیمات کی رو سے اس بچے یا بچی کے بارے میں اس کے والدین، اہل خانہ اور صلیح کی کیا ذمہ داریاں ہیں ؟

(۹) ایڈ نزع طعمون و کینسر جیسے امراض جب طبی لحاظ سے ناقابل علاج مرحلہ میں پہنچ جائیں، تو کیا ان کے لئے مرض الموت کا حکم ہوگا ؟ اور ایسے مریض کے لئے مرض الموت و وفات کے احکام جاری ہوں گے ؟

(۱۰) طعمون یا اس جیسے مسلک مرض کے پھیلنے کی صورت میں اگر کسی علاقہ کے اندر حکومت کی طرف سے آمدورفت کی پابندی لگتی ہے، تو شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے ؟

(۱۱) اگر ایسی جگہ سے کچھ لوگ اپنی ضروریات سے باہر گئے ہوتے ہیں، اور پھر یہ صورتحال پیدا ہوگئی، اور ان کے قیام کی نہ سب ضرورت ہے نہ ممکن ہے۔ پھر ان کا گھر، اہل و عیال سب اس طعمون زدہ علاقہ میں ہیں، اہل و عیال کو ان کی ضرورت ہے، نزع گھر و کاروبار کو بھی ان کی نگہداشت کی ضرورت ہے۔ تو ایسے لوگ کیا کریں ؟

اس کے برعکس باہر سے آئے ہوئے لوگ جن کا کام ختم ہو چکا ہے، یا اب نہیں ہو رہا ہے، وہ کیا کریں ؟ اسی طرح وہ شخص جس کی مناسب نگہداشت اور علاج و تیمارداری کا یہاں انتظام نہیں ہو رہا ہے، یا کسی وجہ سے اس کی دوسری جگہ ضرورت ہے، ان کے لئے کیا حکم ہے ؟

### محور سوم

اسلام نے امانت پر بستہ زور دیا ہے اور امانت کے بارے میں اسلام کا تصور بہت وسیع ہے کہ اگر کسی مجلس میں چند لوگ پھم بیٹھ کر باتیں کر رہے ہیں، ان باتوں کو امانت قرار دیا گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "الجماعی بلامانۃ" ڈاکٹر اپنے مریضوں کا راز دار ہوتا ہے، اس کی شرعی، اخلاقی اور قانونی ذمہ داری ہے کہ اپنے زیر علاج یا زیر تجربہ مریضوں کا راز افشاء نہ کرے، جس سے ان مریضوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، یا علاج میں ان کی بدنامی یا سبکی ہو، لیکن بعض حالات میں مریض کا راز کاہر نہ کرنے سے اس سے متعلق دوسرے شخص یا اشخاص کے شدید نقصان کا خطرہ ہوتا ہے، اور بعض دفعہ مریض کی پروردگاری بے شرم لوگوں کی جانبی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے، ایسی حالت میں ایک مسلمان مذہبی کشمکش میں گرفتار ہوتا ہے، اگر افشاء نہ کرنا ہے تو مریض کے علاوہ دوسرے اشخاص کا نقصان ہوتا ہے، اور اگر افشاء نہ کرنا ہے

ہے تو اسے مریض کے سامنے شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ جس نے اسے ڈاکٹر سمجھ کر اپنا راز دلایا تھا اس طرح کی چند صورتیں ذیل میں پیش کی جا رہی ہیں۔ ان مسائل کے بارے میں حکم شرع کی وضاحت مطلوب ہے۔ تاکہ جو مسلمان ڈاکٹرس اور اطباء اس طرح کے حالات سے دوچار ہوتے ہیں وہ شریعت کی رہنمائی میں اپنا طریقہ کار طے کریں۔

(۱) ایک ماہر امراض چشم (Eye Specialist) مسلمان ڈاکٹر نے ایک نوجوان کی آنکھ کا علاج کیا۔ اس نوجوان کی ایک آنکھ کی بصریت ختم ہو چکی ہے۔ لیکن ڈاکٹر کی کوششوں سے اس مریض کی وہ آنکھ دیکھنے میں بالکل صحیح و سالم معلوم ہوتی ہے۔ اس نوجوان کا رشتہ کسی خاتون سے طے پدا ہے۔ ڈاکٹر کو یقین ہے کہ اگر خاتون کو نوجوان کے اس عیب کا علم ہو جائے تو ہرگز یہ رشتہ کرنے کو راضی نہیں ہوگی۔ نوجوان یہ عیب چھپا کر اس خاتون سے رشتہ نکال کر رہا ہے۔ ایسی صورت میں کیا اس مسلمان ڈاکٹر کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ اس خاتون یا اس کے گھر والوں کو نوجوان کے اس عیب کی اطلاع کر دے؟ یا اس کے لئے نوجوان کے اس عیب کو راز رکھنا مندرجہ ہوگا؟ اگر لڑکی کے گھر والوں کو یہ پتہ چل گئی ہے کہ وہ نوجوان نکل ڈاکٹر سے آنکھ کا علاج کروا رہا ہے اور لڑکی یا اس کے گھر والے معلومات کرنے کے لئے اس ڈاکٹر کے پاس آئیں تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کا کیا رویہ ہونا چاہئے؟ وہ لڑکی اور اس کے گھر والوں کو نوجوان کے اس عیب سے باخبر کر دے یا نوجوان کا راز افشاء کرے؟

(۲) ایک مرد اور ایک عورت جن کے درمیان رشتہ نکاح کی بات چل رہی ہے۔ کسی ڈاکٹر کے پاس طبی جانچ کے لئے آتے ہیں۔ طبی جانچ کے نتیجہ میں ڈاکٹر کو کسی ایک یا کوئی ایسا مرض معلوم ہو جاتا ہے جس کے نتیجہ میں اس بات کا پورا اندیشہ ہے کہ ناقص الاعضاء بچے پیدا ہوں گے یا یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرد یا عورت کے مادہ منویہ میں جراثیم تولید نہیں ہیں۔ ایسی صورت میں کیا ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ دوسرے فریق کو پہلے فریق کے عیب یا مرض سے باخبر کرے یا اس طبی جانچ کو راز سمجھ کر دوسرے فریق کو اس سے باخبر نہ کرے؟

(۳) ایک شخص کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے۔ ڈاکٹر کو طبی جانچ کے نتیجہ میں یہ بات معلوم ہے کہ یہ شخص نامرد ہے یا اس میں کوئی ایسا عیب پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کا نکاح باہر آزاد نہیں ہو سکتا۔ ڈاکٹر کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ شخص کسی عورت سے نکاح کی بات چیت کر رہا ہے اور اپنے اس عیب کو چھپا کر اس عورت سے نکاح کر لینا چاہتا ہے۔ یا کوئی خاتون کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے۔ وہ کسی ایسے اندرونی مرض یا عیب میں مبتلا ہے جس پر مطلع ہونے کے بعد اس کا رشتہ نکاح کس ہونا بہت مشکل ہے۔ اور وہ خاتون اپنے اس اندرونی مرض یا عیب کو چھپا کر کسی مرد سے نکاح کی بات چیت کر رہی ہے۔ رشتہ نکاح کی بات ڈاکٹر کے علم میں آ چکی ہے۔ ان دو صورتوں میں کیا ڈاکٹر کے لئے جائز یا واجب ہے کہ وہ دوسرے فریق کو اپنے عیب یا مرض کے بارے میں اطلاع کر دے؟ اور اگر دوسرا فریق اس مریض یا مریضہ کے بارے میں معلومات کرنے کے لئے ڈاکٹر سے رابطہ قائم کرتا ہے تو ڈاکٹر کا رویہ کیا ہونا چاہئے؟

(۴) ایک شخص کے پاس ڈرائیونگ لائسنس ہے۔ اس کی بینائی بری طرح متاثر ہو چکی ہے۔ ڈاکٹر کی رائے میں اس کا گھڑی چلانا اس کے اور دوسروں کے لئے مشکل ہو سکتا ہے۔ ایسا شخص اگر ڈاکٹر کے معائنہ کرنے کے باوجود گھڑی چلتا ہے، تو کیا ڈاکٹر کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس کی بینائی کے بارے میں اطلاع کرے؟ اور ڈرائیونگ لائسنس منسوخ کرنے کی سفارش کرے؟ یا وہ ذمہ داری بہت کر خاموشی اختیار کر سکتا ہے؟ یہ سوال اس وقت اور اہمیت حاصل کر لیتا ہے جب کہ یہ شخص گھڑی چلانے کی خدمت کرتا ہو۔ بس وغیرہ چلتا ہو۔ اس میں اگر ڈاکٹر متعلقہ محکمہ کو اطلاع نہیں کرتا ہے تو بہت سے لوگوں کی جان متاثر ہونے کا پورا خطرہ ہوتا ہے۔ اور اگر اطلاع کر دیتا ہے تو اس ڈرائیور کی ملامت خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔ وہ اور اس کے گھر والے بے پناہ معاشی پریشانیوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔

(۵) کوئی شخص کسی ایسی ملامت پر ہے جس سے بہت سے لوگوں کی زندگیوں کا تحفظ وابستہ ہے مثلاً ہوائی جہاز کا پائلٹ یا ٹرین یا بس و مخبر کا ڈرائیور۔ یہ شخص شراب یا دوسری نشہ آور چیزوں کا بری طرح عادی ہے اور کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے۔ نشہ کو ترک نہیں کرتا اور اسی حال میں



ملازمت کے فرائض انجام دیتا ہے۔ تو کیا ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ محفلہ محکمہ کو اس مریض کے بارے میں خبر کرے کہ یہ شخص کثرت سے شراب یا نشہ آور چیزوں کا استعمال کرتا ہے۔ یا مریض کی رازداری کرے؟

(۱) اگر کسی عورت کو ناجائز حمل تھا۔ اس عورت سے بچہ پیدا ہوا اور وہ اس نو مولود کو کسی شاہراہ یا پبلک یا کسی اور مقام پر زندہ حالت میں چھوڑ کر چلی آئی تاکہ علاج میں بدنامی سے بچ جائے۔ اس نے ڈاکٹر سے رابطہ قائم کیا اور ڈاکٹر کو اس صورتحال کی خبر دی تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کی کیا ذمہ داری ہے کیا وہ اس عورت کی رازداری کرے۔ اور اس کے غلط اقدام کے بارے میں کسی کو خبر دے۔ یا اس کا یہ فریضہ بتاتا ہے کہ نہ اس معصوم زندہ بچے کے بارے میں حکومت کے محفلہ محکمہ کو باخبر کر دے؟

(۲) ایک شخص شراب کا یا کسی اور نشہ آور چیز کا بست مری طرح مادی ہے۔ اور اپنی اس مری عادت کو خواہش کے باوجود چھوڑ نہیں پاتا ہے۔ اس شخص نے یا اس کے گھر والوں نے ایک ماہر نفسیات ڈاکٹر سے اس مریض کا علاج کرائے کے لئے رابطہ قائم کیا۔ ڈاکٹر نفسیاتی علاج کے مختلف طریقے مریض پر کھینچا۔ لیکن اسے کامیابی نہیں مل سکی۔ اور یہ شخص مدام شراب یا نشیات کا رسیا رہا۔ اس ماہر نفسیات ڈاکٹر کے پاس ایک ہی

طریقہ علاج باقی بچا ہے۔ وہ یہ کہ مریض کو وقفہ وقفہ سے وہی شراب یا نشہ آور چیز استعمال کرنے کی تجویز کرے جس کا وہ مادی ہے۔ لیکن مریض کے علم میں لائے بغیر اس میں کوئی دلیلی دوا شامل کر دے جو شراب یا نشہ آور چیز کے استعمال کے بعد وہ مریض کافی دیر تک حسی یا قننے وغیرہ کی شکایت میں گرفتار رہے۔ اس طرح مریض کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے گی کہ میں شراب یا نشہ آور چیز کا استعمال کروں گا تو حسی اور قننے میں گرفتار ہو جائوں گا۔ یہ طریقہ علاج بست سے مریضوں پر کھانا ثابت ہوتا ہے۔ کیا مختلف نفسیاتی طریقہ علاج کے ناکام ہونے کے بعد ایک سلیبن ڈاکٹر اپنے مریض پر یہ طریقہ علاج استعمال کر سکتا ہے۔ حالانکہ اس میں مریض کو ایک ناجائز اور مہرہ چیز کے استعمال کا مشورہ دیا جاتا ہے۔

(۳) بست سے جرائم پیشہ افراد ماہر نفسیات ڈاکٹر کے زیر علاج ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے جرائم پیشہ ہونے کا مدد درجہ اعطاء کرتے ہیں کہ کسی کو اس کی غیرت ہونے کے۔ مثلاً ایک شخص جاسوسی کرتا ہے اور لوگوں کے راز مختلف درجے سے حاصل کر کے دوسرے افراد یا پلیوں تک پہنچاتا ہے۔ اس کی جاسوسی سے بست سے لوگوں کا خیر عمومی نقصان ہوتا ہے۔ ایسا جاسوس بسا اوقات نفسیاتی الجھن میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس کا خیر اسے بھت کرتا ہے۔ نفسیاتی الجھن کی وجہ سے بسا اوقات اسے بے خوابی اور دوسری شکایتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور وہ ڈاکٹر سے رابطہ قائم کرتا ہے۔ اسے اپنے پیشہ اور جرائم کی خبر دیتا ہے۔ ایسے بعض لوگ اپنے پیشوں اور جرائم کو استثنائی غلط سمجھتے ہیں۔ لیکن چوں کہ ان کے حاشی معاملات ان پیشہ یا جرم سے وابستہ ہو گئے ہیں۔ اس لئے اسے ترک کرنے کا فیصلہ نہیں کر سکتے ہیں۔ ڈاکٹر کو اس مریض کے مسئلے سے اس کے تلبیاز پیشہ اور جرم کی خبر ہو چکی ہے۔

ایسی صورت میں اس مریض کے بارے میں ڈاکٹر کا رویہ کیا ہونا چاہئے؟ کیا وہ رازداری سے کام لے اور کسی کو اس کے بارے میں باخبر نہ کرے یا اس کے بارے میں لوگوں کو اور حکومت کے محفلہ محکمہ کو باخبر کر دے تاکہ اس کے ضرر سے لوگ محفوظ رہیں؟

(۴) کسی مریض (مثلاً نفسیاتی مریض) نے کسی جرم کا ارتکاب کیا۔ مثلاً کسی کو قتل کیا یا اس طرح کی کوئی اور سنگین و عورت کی ہے۔ اور ڈاکٹر کے پاس اس جرم کا اقرار کیا ہے۔ اسی جرم پر شبہ کی بنیاد پر دوسرا شخص مانتا ہو گیا ہے۔ اس کے غریب مقدمہ چل رہا ہے۔ اس بابت کا پورا اندازہ ہے کہ وہ دوسرا شخص جو دراصل جرم سے مری ہے عادت میں مجرم قرار دے دیا جائے اور سزا دی جائے۔ ایسی صورت میں کیا ڈاکٹر اس مجرم مریض کے بارے میں رازداری سے کام لے یا اس کا راز افشا کرتے ہوئے عادت میں جا کر بیان دے تاکہ بے گناہ شخص کی رہائی ہو سکے؟

(۵) اگر کوئی شخص کسی حسی مریض (مثلاً اینڈ یا کھون وغیرہ) میں مبتلا ہے اور کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے۔ مریض کا اصرار ہے کہ ڈاکٹر اس کے

اس مرض کی اطلاع کسی سے حتیٰ کہ اس کے گھر والوں سے بھی نہ کرے ورنہ وہ گھر اور سماج میں اچھوت بن کر رہ جائے گا، کوئی بھی اس سے ملنا جلنا اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا گوبرہ نہیں کرے گا، ایسی صورت میں اس مریض کے تیس ڈاکٹر کاروبہ کیا ہونا چاہئے۔ کیا وہ اس کے مرض کو دیکھیں رکھے تاکہ مریض کو ضرر سے بچاسکے، یا اس کے گھر والوں اور دوسرے لوگوں کو اس کے مرض کی خبر کر دے تاکہ یہ مرض دوسروں کو لاحق نہ ہو جائے۔

(مجاہد الاسلام قاسمی)

سکرٹری جنرل اسٹاک ہولڈ انٹیلی

## مقالات طبی اعانتات کی روشنی میں

مولانا نعیم اختر، وی  
(رہنما اسٹاک ہولڈنگ کمپنی)

محور اول

اس محور کے تحت آنے والے سوالات ضمنی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے متعدد حضرات نے طبابت کے اصول و شرائط پر بھی ہلکی سی روشنی ڈالی ہے۔ کسی نقصان پر ڈاکٹر کو مٹا دینے یا نہ دینے کے سلسلہ میں مختلف اندر کے یہاں طبعیہ طبعیہ کچھ شرائط و حدود ہیں۔ مولانا اختر امام عادل نے انہیں یکجا کرتے ہوئے ایسی چار شرطیں بتائی ہیں جن کی رعایت کے بعد مریض کو بچنے والے نقصان کی ذمہ داری ڈاکٹر پر نہیں آتی۔

۱۔ وہ شخص بالاصلاح ڈاکٹر ہو۔

”من تعطب ولم یعلم منه طب فهو ضائع“ (منکوحہ)

۲۔ نیک نیتی اور دلچسپی کے ساتھ مریض کا علاج کیا ہو۔

۳۔ دوران علاج تمام طبی رعایتیں ملحوظ رکھی گئی ہوں۔

۴۔ مریض یا اس کے اولیاء کی طرف سے اجازت حاصل ہو۔

مولانا خالد سیف اللہ کا خیال ہے کہ فی زمانہ میڈیکل سائنس کا فن بیک در بیک اور شلغ در شلغ ہو چکا ہے اور فن طب بہت ترقی کر چکا ہے اس لئے طبیب ماذق کمال کے مستحق وہی اشخاص ہوں گے جن کو طبی دانش گاہیں اور گورنمنٹ کا ٹھکر صحت علاج کا مجوزہ قرار دیتا ہو۔

۱۔ ناواقفیت کے باوجود علاج

بیشتر حضرات کی رائے میں ایسا شخص علاج کا مجوزہ ہی نہیں ہے۔ اگر مریض کو کوئی نقصان پہنچ جائے تو اس پر ضمنی واجب ہوگا۔ حکومت اس کی سرزنش بھی کرے گی۔

دوسری رائے ہے کہ اگر اے فن طب میں سادت و صداقت ہو تو خواہ کتنا وہ علاج کا مجوزہ ہو، لیکن فیما بین زمین و آسمان وہ مجوزہ ہے۔ اور مریض کے کہنے کے بعد علاج کی حیثیت ساجیر کی ہے اور حقد ابدہ کے سبب علاج کرنا تھا، اس پر لازم ہے اور اگر نقصان ہو جائے تو ضمنی، تو ان علاج پر نہیں ہوگا خدا، لکھتے ہیں۔

اما العاکم والحجام والخنازیر والبیاض فلا یتعید فطعم بشرط السلاخۃ ۷۴ جبر (در لکھنؤ ص ۵ / ۳۳)

(تفصیل کے لئے دیکھئے مقالہ مولانا زبیر قاسمی اور مولانا محمد زبیر)

۲۔ ڈاکٹر کی کوتاہی سے نقصان

ڈاکٹر کی کوتاہی کی وجہ سے مریض کو نقصان پہنچا ہے تو بالاتفاق اس کا تو ان ڈاکٹر پر لازم آنے گا۔



### ۳۔ بغیر اجازت آپریشن

مریض یا اس کے ولیا کی اجازت کے بغیر اگر ڈاکٹر آپریشن کرتا ہے اور آپریشن ممکن ثابت ہوتا ہے تو بیشتر حضرات کی رائے میں اس پر ضمان لازم آئے گا۔ علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

وبستاد بمجموع الروايتين اشتراط عدم التجاوز والاذن لعدم وجوب الضمان حتى اذا عدم احداهما او كلاهما بجبر  
الضمان (البر الوفاق ۸/۲۹)

چند حضرات کے نزدیک "ضرر یزال" کے اصول پر ضمان لازم نہیں آئے گا (ملکی جیبٹھ، مولانا محمد بلوچ)

### ۳۔ ضرورت کی بناء پر آپریشن بلا اجازت

ایک رائے جسے اکثر حضرات نے اختیار کیا ہے یہ ہے کہ ممکن مد تک نفس انسانی کو بچانے کی کوشش خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب ہے لہذا اگر وہ انسان کی طرف سے ملاؤں نہیں لیکن شلج کی طرف سے اجازت یافتہ مقصود ہوگا اور اس کی کتابی کے بغیر موت واقع ہوگئی تو اس کا ضمان بھی نہ ہوگا۔

دوسری رائے مولانا زبیر احمد اور مولانا زید نے اختیار کی ہے کہ اپنے اس عمل تک اور جبہ نرم کی وجہ سے وہ تو خدا اللہ ماجد ہوگا لیکن عدم اذن کی صحت میں مطلق اس کے لئے مصلح کا درجہ رکھتا ہے۔ اور "الہلج حقیقہ بشر" کے تحت نقصان کی صورت میں وہ ضمان ہوگا۔

### محور دوم

#### ۱۔ مریض ایڈز کا فریضہ

اس سلسلہ میں دو نقطہ نظر ہیں:

ایک نقطہ نظر یہ ہے کہ مریض کا اپنے مرض کی گہرا پائال ٹائڈن اور حلقہ کے لئے ضرر کا باعث ہو سکتا ہے۔ خود اس کا ضرر ضروری اور خاندان کا ضرر اجتماعی ہے۔ اس لئے علامہ "ینصل الضرر للخص للضرر العام" کے تحت مریض پر واجب ہے کہ گھگ صحت حال سے لیل خانہ کو آگاہ کرے۔ جسم سے خون نکلنے کے محدود امکانات کے تحت دوسروں کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہے (مولانا حسنی حامد، مولانا خالد وغیرہ)

دوسری رائے والوں کا کہنا ہے چوں کہ یہ مرض جنسی تعلقات یا خون کی منتقلی سے دوسروں تک منتقل ہوتا ہے، صرف ساتھ دھننے بیٹھنے سے نہیں ہوتا ہے۔ دوسری جانب اگر وہ اپنے مرض کی اطلاع دیتا ہے تو اچھوت بن کر رہ جانے کا خطرہ ہے، اس لئے وہ ضروری احتیاطیں تو ملحوظ رکھتا ہے۔ لیکن لیل خانہ کو اطلاع دینا ضروری نہیں ہے (مولانا مجید احمد، مولانا زبیر)

#### ۲۔ ڈاکٹر کی ذمہ داری

اس سوال کا جواب دینے والے علماء کرام کی فرق اسلوب و انداز کے ساتھ بنیادی رائے یہ ہے کہ اگر دوسروں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو انہیں اطلاع کر دی جائے۔ بصورت دیگر اطلاع دینا ڈاکٹر کی ذمہ داری نہیں ہے مریض کو احتیاطی تدابیر ملحوظ رکھنی چاہئے اور ڈاکٹر بھی مریض کو اسی سلسلے میں ہدایت دے۔



### ۳۔ سماج کی ذمہ داری

تمام حضرات کا خیال ہے کہ ایسے شخص کو ذہنی اذیت اور تنہائی میں نہ ڈالا جائے۔ بلکہ اس کی دیکھ رکھ، علاج معالجہ اور احتیاطی تدابیر میں تعاون کیا جائے۔ اس کے ساتھ رحم دلی کا برتاؤ کیا جائے۔

### ۴۔ قصداً مرض منتقل کرنا

اگر قصداً مرض منتقل کرنے کی نیت سے مریض کوئی عمل کرتا ہے تو اگر حضرات کی رائے میں وہ گناہ گار ہونے کے ساتھ تاوان کا ضامن بھی ہوگا۔

بعض حضرات کے نزدیک مجرم و گناہ گار تو ہوگا لیکن چوں کہ ایڈز کے براہیم کی منتقلی کے عمل میں خود بیوی یا خون لینے والے کے عمل کا بھی دخل ہے، اور غلط کا اصول ہے کہ اگر قتل یا ہلاک ہونے والے شخص کا بھی اس میں عمل دخل ہو تو سبب بننے والا ضامن نہیں ہوتا، اس لئے مریض پر ضمان نہیں ہوتا۔ (مولانا خضر امام، مولانا زبیر)

مولانا یحیٰی اللہ اسعدی اور مولانا زبیر کا خیال ہے کہ اگر تعدی کی نیت نہ ہو بلکہ جذبہ ہمدردی کے تحت ہو تو اسے معذور قرار دیا جائے گا۔

### ۵۔ فحش نکاح کا حق

تمام مقالہ نگار علماء کرام نے ائمہ ثلاثہ اور امام محمد کے قول کو راجح قرار دیتے ہوئے عورت کو فحش نکاح کے مطالبہ کا حق حاصل ہونے کی رائے دی ہے۔

### ۶۔ استقاط حمل

تمام شرکاء کا تقریباً متفقہ خیال ہے کہ جب تک جنین کے اندر جان نہیں آئی ہے عورت استقاط حمل کر سکتی ہے، جان آ جانے کے بعد استقاط حمل کی اجازت نہیں ہوگی، کہ نفع رواج کے بعد استقاط حمل کی حرمت پر اجماع و اتفاق ہے۔ اگر عورت خود اس کے لئے تیار نہ ہو تو بعض کے خیال میں شوہر یا حکومت کا محکمہ صحت اسے استقاط حمل پر مجبور کر سکتا ہے۔

(مولانا خالد سیف اللہ، مولانا زبیر)

مولانا حقیق احمد اور مولانا زبیر احمد قاسمی صاحبان کے خیال میں اسے استقاط حمل پر مجبور نہیں کیا جاسکتا ہے۔ مولانا شمس پیرزادہ صاحب کی رائے میں جب ماں کو جان کا خطرہ ہو جنہی استقاط حمل کی اجازت ہوگی ورنہ نہیں۔

### ۷۔ ایڈز کے مریض بچوں کا اسکول میں داخلہ

تقریباً تمام حضرات کی رائے ہے کہ ایسے بچوں کو تعلیم سے محروم کرنا درست نہیں ہے، ضروری احتیاطی تدابیر ملحوظ رکھی جائیں، اگر ممکن ہو تو ان کے لئے علیحدہ مخصوص ادارے قائم کئے جائیں، لیکن تعلیم ان کا بنیادی حق ہے۔

بعض حضرات نے احتیاطاً ایسے بچوں کو اسکول میں داخل نہ کرنے ہی کو بہتر سمجھا ہے (مولانا جعفر علی، مولانا انصاری الرحمن)

### ۸۔ سوال نمبر تین کے جواب میں اس سوال کا جواب آچکا ہے۔

### ۹۔ کیا ایڈز جیسی بیماریاں مرض موت ہیں؟

مرض موت کی تعریف کے سلسلے میں فقہاء سے مختلف اقوال مستقول ہیں، البتہ ایسے امراض جو طویل المدت ہوا کرتے ہیں، متعدد مقالہ

انہر حضرات نے یہ رائے نقل کی ہے کہ اگر مرض میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہو جب تو اسے مرض موت میں شمار کریں گے لیکن اگر ایک سال کی مدت تک ایک ہی حالت پر مرض رکھا رہے تو وہ مرض موت میں داخل نہیں۔

مولانا عبید اللہ صاحب کی رائے میں طاعون اگر شدید ہو اور مولانا حقیق صاحب کی رائے میں اینڈو طاعون اور کیفیر جب طبی لحاظ سے ناقابل علاج سرطے میں پہنچ جائیں تو مرض موت کے احکام جاری ہوں گے۔

### ۱۰۔ طاعون زدہ علاقے میں آمد و رفت پر پابندی

تمام حضرات کے نزدیک ایسی پابندی نہ صرف درست بلکہ مستحسن اور فرمان نبوی کے مطابق ہوگی۔

### ۱۱۔ ضرورت کی بناء پر طاعون زدہ شہر میں آنا یا وہاں سے جانا

تمام شرکا کے خیال میں ضرورت و مجبوری کے حالات مذکورہ پابندی سے مستثنیٰ ہوں گے اور وہاں آنا یا وہاں سے جانا یا مناسب علاج کے لئے جانا سب درست ہیں۔

۱۔ بیشتر حضرات کی رائے ہے کہ ڈاکٹر از خود افشاء راز نہ کرے لیکن جب اس سے دریافت کیا جائے تو "المستشار مؤمنین" کی ہدایت کے پیش نظر صحیح صورت حال بتا دے۔

بعض حضرات کے خیال میں دونوں صورت میں ڈاکٹر کو چاہئے کہ وہ لٹکی کے اہل خانہ کو اس راز سے آگاہ کر دے۔

(مولانا حقیق صاحب، مولانا خالد سیف اللہ صاحب)

۲۔ تقریباً تمام حضرات کی رائے ہے کہ طبی جانچ کے نتیجے میں پائے جانے والے عیب یا مرض سے دوسرے فریق کو ڈاکٹر یا خبر کر دے۔

بعض حضرات نے یہ تفصیل بھی کی ہے کہ چوں کہ دونوں فرق طبی جانچ ہی کی مرض سے آئے ہیں اس لئے ڈاکٹر کے لئے اصل حقیقت کو پوشیدہ رکھنا جائز نہیں ہے اور مرض سے باخبر کرنا ضروری ہے۔

۳۔ تمام حضرات نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اگر ڈاکٹر سے دریافت کیا جائے تو اس کے لئے بتانا ضروری ہے۔ اگر دریافت نہ کیا جائے تو بعض حضرات کے خیال میں از خود افشاء راز کرنا جائز نہیں ہوگا۔ (مولانا ذبیر احمد، مولانا زید)

اور دوسرے حضرات کی رائے میں اس صورت میں بھی جائز ہوگا۔ (مولانا خالد سیف اللہ، مولانا حقیق)

۵۱۳۔ تمام حضرات کے خیال میں ڈاکٹر کے لئے ضروری ہے کہ متعلقہ محکمہ کو باخبر کرے۔

۹۔ تقریباً تمام حضرات کا نقطہ نظر یہی ہے کہ ایک جانب محکمہ حد تک ستر اور پردہ داری افضل ہے اور دوسری جانب حیات انسانی کا تحفظ و بقا، انتہائی اہم ہے اس لئے اگر بچہ کی ماں کی شناخت اور اظہار کے بغیر بچے کے متعلق اطلاق دینا اور اس کی جان بچانا ممکن ہو جب تو ایسا ہی کرے۔ لیکن اگر ایسا ممکن نہ ہو تو بچے کی جان کی حفاظت مقدم ہوگی اور عورت کا راز فاش کیا جائے گا۔

۱۰۔ حرام اشیاء سے علاج کے اس مسئلہ میں فقہاء متقدمین کے درمیان اختلاف رائے ہے لیکن متاخرین اور معاصرین فقہاء نے اس کے جواز کی رائے دی ہے۔ تقریباً تمام مقالہ نگار حضرات نے اسی رائے کو راجح قرار دیتے ہوئے جواز بتایا ہے۔

بعض حضرات کے خیال میں خنہ کی عادت دوسرے طریقے سے چھڑانی جاسکتی ہے اس لئے شراب استعمال کرنے کی ضرورت ہی

نہیں ہے۔ (مولانا شمس پیرزادہ، مفتی جمیل احمد ندوی، مفتی حبیب اللہ قاسمی)

۸۔ تمام حضرات کی رائے ہے کہ ضرر عام کے ازالہ کے لئے ایسے مجرم کے بارے میں متعلقہ محکمہ کو اطلاع دی جائے۔

۹۔ اس جواب پر بھی تمام حضرات متفق ہیں کہ بے گناہ شخص کی برائت کے لئے ڈاکٹر پر حقیقت حال کا اظہار ضروری ہے، رازداری سے کام لینا جائز نہیں ہوگا۔





## طبی اخلاقیات۔ محور اول

جناب شمس پیر زادہ (بھتی)

### عرض مسئلہ

”طبی اخلاقیات“ سے متعلق جو سوالنامہ مقالہ نگاروں کو بھیج دیا گیا تھا وہ تین محوروں پر مشتمل تھا۔ یہاں محور اول سے تعلق رکھنے والے سوالات کے جوابات عرض مسئلہ کی شکل میں پیش کئے جا رہے ہیں:

(۱) پہلے سوال کے دو جز تھے۔

(الف) ایسا کوئی شخص جو قانوناً کسی مرض کا علاج کرنے کا مجاز نہیں ہے لیکن اپنے ذاتی مطالعہ اور تجربہ کی بناء پر دونوں اور اسراض کے بارے میں واقفیت رکھتا ہے، اگر اس شخص نے کسی مریض کے کہنے پر اس کا علاج کیا تو شرعاً اس کا علاج کرنا جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب ۲۹ حضرات نے دیا ہے جن میں ۲۰ حضرات کی رائے یہ ہے کہ ایسے شخص کا علاج کرنا جائز نہیں اور ۹ حضرات اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ عدم جواز کے قائل ہیں: مولانا محمد عبید اللہ الاسعدی، ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، مولانا حکیم عل الرحمن، مولانا اختر امام عادل، مفتی محمد جعفر ملی، مولانا ولی اللہ قاسمی، شمس پیر زادہ، مولانا خالد سیف اللہ، مفتی فضیل الرحمن عثمانی، مولانا نظام الدین قاسمی، مولانا محمد شہباز عالم ندوی، مولانا محمد ہارون قاسمی، مولانا مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا شمس الدین احمد قاسمی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا عزیز الرحمن مدنی، مولانا شفیق احمد، مولانا سعید الرحمن قاسمی، مولانا سید اسرار الحق سبیلی اور مولانا محمد عارف مظہری۔

اور جو جواز کے قائل ہیں:

مولانا اخلاق الرحمن قاسمی، مولانا زاہر احمد قاسمی (سیٹا مڑھی)، مولانا محمد فضل الرحمن رشادی، مولانا محمد زبیر، مفتی جس احمد نذیری، مولانا محمد صاوی قاسمی، مولانا محمد نور قاسمی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا محمد نعیم رشیدی۔

عدم جواز کے قائلین کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے جسے ابو داؤد، ابن ماجہ اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ:

من طبیب ولم یعلم منه طب فهو ضامن،

”جو شخص بہ تکلف اپنے کو طبیب ظاہر کرے حالانکہ طبابت کی لیاقت اس سے ظاہر نہیں ہوئی وہ نقصان کا ضامن ہے۔“

لہذا جس نے باقاعدہ و آکڑنی کی تعلیم حاصلت کی ہو وہ طبیب جاہل ہے۔

امام مالک حاکم وقت سے قانونی اجازت لینے کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ اور مفتی فقہ میں جاہل طبیب پر جہر (پابندی) کا حکم ہے۔

اس کو آپ نے ذاتی مطالعہ و تجربہ کی بناء پر عدالت کی اجازت دینا مصلحت عامہ کے خلاف ہے کیونکہ اس سے ضرر پہنچنے کا قوی اندیشہ ہے اور فتنہ بگڑنے کا ام نے سد ذرائع کی بحث میں اس کی صراحت کی ہے کہ جو اسباب و طریقے عمومی حالات میں فساد و ضرر کا ذریعہ بنتے ہیں ان پر بندش لگانا ضروری ہے۔ فقہ اسلامی میں تسمیر اور احتکار کی شکل میں بھی قانونی پابندیوں کی مثالیں ملتی ہیں۔

قانونی اجازت دراصل موجودہ زمانہ کا وہ ”معروف“ ہے جس کے خلاف خود طریقے اختیار کرنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ رہے ان دعووں کے دلائل جو جواز کے قائل ہیں تو وہ کہتے ہیں:



اصول یہ ہے کہ الصور بزال (ضرر کو زائل کیا جائے) اس لئے مریض کے ضرر کو اس کی اجازت سے ختم کرنے کی کوشش کرنا صحیح ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ علاج میں اصل چیز حفاظت و تجربہ ہے نہ کہ قانونی طور پر علاج کرنے کا مجاز ہونا۔ شریعت میں ایسی کوئی قید نہیں ہے، اس لئے جس شخص کو قانوناً اجازت نہیں ہے وہ اگر علاج میں مہارت اور تجربہ رکھتا ہے تو اس کا علاج کرنا جائز ہے۔

ان دور ایوں میں پہلی رائے ہی رائج ہے یعنی جس نے باضابطہ طور پر کسی میڈیکل انسٹی ٹیوٹ سے ڈاکٹری کی تعلیم حاصل نہیں کی ہے اور قانون نے اس کو علاج معالجہ کا مجاز نہیں قرار دیا ہے اس کا علاج کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ موجودہ زمانہ میں امراض کی بھی کثرت ہو گئی ہے اور مریضوں کی بھی اور دوائیں بہ کثرت اور بہت خطرناک ایجاد ہوئی ہیں جن کے استعمال میں اگر غلطی ہوئی تو بعض مرتبہ مریض کو شدید نقصان پہنچ جاتا ہے اور کبھی کبھی تو دونوں کی غلطی جان لیوا ثابت ہوتی ہے۔ دواؤں کی ایکشن (Reaction) بھی ایک عام بات ہے جس کی وجہ سے احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ بیوسپوٹھک دوائیں بھی بعض مرتبہ مضر ثابت ہوتی ہیں اور خاص طور سے اونچی قوت (High Potency) کی دوائیں مرض میں اضافہ (Aggravate) کرتی ہیں۔ علاوہ ازیں آپریشن بھی اب عام ہو گیا ہے اور اس کے لئے بڑی مہارت اور تجربہ کی ضرورت ہے ورنہ مریض کے اعضاء تلف ہونے اور جان کے ضائع ہو جانے کا سخت اندیشہ ہوتا ہے۔ ان حالات میں غیر سند یافتہ طبیب یا ڈاکٹر یا سر جن کے بارے میں یہ اطمینان کر لینا آسان نہیں ہے کہ وہ اس کام کا اہل ہے۔ البتہ حکومت کا قانون جن کو (Practice) کی اجازت دیتا ہے ان کے بارے میں یہ اطمینان حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ صحیح علاج کریں گے۔ گویا قانونی جواز اس زمانہ کا ایک ”معروف“ ہے اور یہ ”معروف“ مصلحت عامہ پر مبنی ہے۔ اگر حادثات سے بچنے کے لئے ٹریفک کے قوانین کی پابندی ضروری ہے خواہ ہو کسی غیر اسلامی حکومت ہی کے نافذ کردہ ہوں تو مریضوں کے تحفظ کے لئے ڈاکٹروں پر نافذ قوانین کی پابندی کیوں ضروری نہیں؟ لہذا اند کو رد لائل کی روشنی میں ان قوانین کی پابندی شرعاً ضروری قرار پاتی ہے اور ان کو نظر انداز کرنا صحیح نہیں۔

(ب) سوال کا دوسرا جز یہ تھا کہ اگر ایسے شخص کے علاج سے جو قانوناً علاج کرنے کا مجاز نہیں ہے مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچا دیا اس کا انتقال ہو گیا تو اس پر کوئی ضمان یا تاوان لازم ہو گا یا نہیں؟ اور کیا اس کا عمل شرعاً قابل تعزیر جرم شمار ہو گا؟

اس کے جواب میں ۱۳ حضرات کی رائے یہ ہے کہ ایسی صورت میں ضمان واجب ہو گا یعنی ایسے شخص کو نقصان کا نقد ہر جانہ و تاوان ادا کرنا ہو گا۔ اور ان میں اکثر حضرات کی رائے یہ بھی ہے کہ وہ تعزیر کا بھی مستحق ہے۔ ۱۰ حضرات کی رائے یہ ہے کہ ایسا شخص نہ ضامن ہو گا اور نہ لائق تعزیر اور ۵ حضرات کی رائے یہ ہے کہ ایسا شخص ضامن نہ ہو گا البتہ لائق تعزیر ہے۔

جو حضرات ضامن قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ طبیب جاہل شریعت کی ٹکڑ میں مجبور سمجھا گیا ہے اور مجبور سے کوئی چیز تلف ہو جاتی ہے تو اس پر ضمان لازم ہوتا ہے۔ جو لوگ ضمان کے قائل نہیں ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ اس میں تعدی (زیادتی) نہیں پائی گئی اور ضمان تعدی کی صورت میں ہوتا ہے یا اس صورت میں جب کہ مریض یا اسکے ولی کی اجازت کے بغیر علاج کرے۔ اور یہ دوسری صورت بھی پائی نہیں گئی اسلئے ضمان لازم نہیں آئے گا۔ ان میں قابل ترجیح ان لوگوں کی رائے ہے جو ضمان کو واجب اور ایسے شخص کو لائق تعزیر قرار دیتے ہیں کیونکہ دلیل کے اعتبار سے ان کی رائے زیادہ دوزنی ہے۔

(۲) دوسرا سوال تھا جس ڈاکٹر کو قانوناً علاج و معالجہ کی اجازت ہے اس نے اگر کسی مریض کا علاج کیا لیکن اس نے طبی احتیاطیں ملحوظ نہیں رکھیں مثلاً بعض ضروری چانچیں نہیں کروائیں یا مریض کی پوری طور پر دیکھ رکھے نہیں کی، اگر اس کے علاج کے باوجود مریض فوت ہو گیا یا اس کا کوئی عضو (مثلاً آنکھ) ضائع ہو گیا تو ڈاکٹر کیا مریض کو پہنچنے والے نقصان کا یا اس کی جان کے تاوان کا ضامن ہو گا؟

اس کے جواب میں تمام حضرات کی متفقہ رائے یہ ہے کہ اس صورت میں ڈاکٹر پر ضمان ہو گا۔ ان حضرات کے اسمائے گرامی ہیں: مولانا عبید اللہ الاسعدی، مولانا اخلاق الرحمن اولیادی، مولانا زبیر احمد قاسمی (سیٹاڑھی)، ڈاکٹر قدرت اللہ ہاقوی، مولانا حکیم علی الرحمن، مولانا عزیز الرحمن مدنی، مولانا فیصل الرحمن عثمانی، مولانا اختر امام عادل، مولانا محمد جعفر علی، مولانا ولی اللہ قاسمی، شمس پیر زادہ، مولانا خالد سیف۔

اللہ، مولانا محمد فضل الرحمن رشادی، مولانا محمد زید، مولانا عتیق احمد، مفتی جمیل احمد ندوی، مولانا سعید الرحمن قاسمی، مولانا محمد حاذق قاسمی، مولانا محمد نور قاسمی، مولانا سید اسرار الحق سہیلی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا محمد نعیم رشیدی، مولانا نظام الدین قاسمی، مولانا محمد شہباز عالم ندوی، مولانا محمد ہارون قاسمی، مولانا مجاہد اسلام قاسمی، مولانا شمشاد احمد قاسمی، مولانا محمد عارف مظہری۔

دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ تعدی (زیادتی) کی صورت ہے اور تعدی کی صورت میں طبیب پر ضمان ہوتا ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ طبیب کی حیثیت اجیر مشترک کی سی ہے اور حفظ مال میں اجیر مشترک کے بد احتیاطی اور کوتاہی کی وجہ سے مال تلف ہو گیا تو اس پر ضمان لازم ہوتا ہے۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ قاعدہ فقہیہ ہے کہ ضرر عام کو رفع کرنے کے لئے ضرر خاص کو برداشت کیا جائے، لہذا عام مریضوں کو ضرر سے بچانے کے لئے ڈاکٹر پر تاوان عائد کرنا ضروری ہے۔

یہ دلائل نہایت قوی ہیں اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ طبیب یا ڈاکٹر نے جب اپنی ذمہ داری کو پورا نہیں کیا اور اس سے مریض کو نقصان پہنچا تو مریض کو پہنچنے والے نقصان پر وہ مریض کو ہر جان ادا کرے اور اگر مریض کی جان چلی گئی تو وہ اس کی وصیت ادا کرے۔

(۳) تیسرا سوال یہ تھا کہ اگر ڈاکٹر کی رائے میں زیر علاج مریض کا آپریشن ضروری ہے اور ڈاکٹر نے مریض یا اس کے قریبی اعزہ سے اجازت لئے بغیر آپریشن کر ڈالا۔ آپریشن کامیاب ہونے کے بجائے مہلک ثابت ہوا، مریض فوت ہو گیا یا اس کا آپریشن شدہ عضو بیکار ہو گیا تو ایسی صورت میں کیا ڈاکٹر اس مریض کو پہنچنے والے نقصان کا ضامن ہو گا جبکہ وہ ڈاکٹر اس آپریشن کا مجاز ہے اور تجربہ رکھتا ہے۔

اسکے جواب میں ۲۲ حضرات نے اپنی اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ ایسی صورت میں ڈاکٹر ضامن ہو گا۔ ان حضرات کے اسمائے گرامی ہیں: مولانا محمد عبید اللہ الاسعدی، مولانا اخلاق الرحمن اولیادی، مولانا زبیر احمد قاسمی (سیٹماڑھی)، ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، مولانا اختر امام عادل، مولانا محمد جعفر ملی، مولانا ولی اللہ قاسمی، شمس پیر زاوہ، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا محمد فضل الرحمن رشادی، مولانا محمد زید، مولانا عتیق احمد، مفتی جمیل احمد ندوی، مولانا سعید الرحمن قاسمی، مولانا محمد حاذق قاسمی، مولانا محمد نور قاسمی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا محمد نعیم رشیدی، مولانا نظام الدین قاسمی، مولانا مجاہد اسلام قاسمی، مولانا شمشاد احمد قاسمی، مولانا محمد عارف مظہری۔

مفتی فضیل الرحمن عثمانی نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر بغیر اجازت ایسا کرتا ہے تو وہ قانون کے خلاف کرتا ہے۔ اس کے برعکس ۵ حضرات کی رائے یہ ہے کہ ڈاکٹر ضامن نہیں ہو گا۔ یہ رائے مولانا حکیم گل الرحمن، مولانا حبیب اللہ قاسمی، مولانا سید اسرار الحق سہیلی، مولانا محمد شہباز عالم ندوی اور مولانا محمد ہارون قاسمی کی ہے۔ جو حضرات ڈاکٹر کو ضامن قرار دیتے ہیں ان کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ اولاً مریض کے جسم میں قطع و برید کے لئے مریض کی اجازت اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو اسکے متعلقین کی اجازت ضروری ہے۔ اگر ایسے کے نزدیک اس کو کافی نصیحت حاصل ہے، لہذا اجازت لئے بغیر آپریشن کرنے کی صورت میں ڈاکٹر نقصان کا ضامن ہو گا۔ مگر مریض یا اسکے قریبی اعزہ سے اجازت لئے بغیر آپریشن کرنا ایک جرم ہے لہذا علاج معالجہ کا اختیار خود مریض کو یا اسکے اعزہ کو حاصل ہے۔ رابعا آپریشن کے لئے اجازت شرط ہے اور چونکہ ڈاکٹر کی حیثیت اجیر مشترک کی سی ہے اسلئے بوقت تعدی و جبر ضمان لازم آتا ہے۔

اور جن حضرات کی رائے میں ڈاکٹر ضامن نہیں ہو گا ان کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ شریعت نے ضمان کے معاملہ میں تعدی (زیادتی) اور عدم تعدی کا اعتبار کیا ہے نہ کہ اجازت اور عدم اجازت کا نیز وہ کہتے ہیں کہ ڈاکٹر نے نیک نیتی سے مریض کو بچانے کا عمل کیا ہے اور اس کی خیر خواہی کی ہے۔ اس کو ضرر پہنچانے کا ارادہ نہیں کیا ہے بالفاظ دیگر ڈاکٹر نے اس پر احسان کیا ہے اسلئے اس پر ضمان عائد کرنا صحیح نہیں۔

ان دو راہوں میں ان حضرات ہی کی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے جو ڈاکٹر کو نہ کورہ صورت میں ضامن قرار دیتے ہیں۔ ان کے دلائل نسبتاً زیادہ قوی ہیں مگر موجودہ حالات میں ضمان کی صورت شاذ علی پیش آتی سکتی ہے کیونکہ اسپتالوں میں جو طریقہ رائج ہے وہ یہ ہے کہ جب کوئی مریض آپریشن کے لئے آتا ہے تو اسکے متعلقین سے باقاعدہ اجازت حاصل کی جاتی ہے اور اسکے بعد مریض کا آپریشن کیا جاتا ہے۔ اس طرح کوئی ڈاکٹر بھی بلا اجازت آپریشن کرنے کا خطرہ (Risk) مول نہیں لیتا۔



(۳) چونکہ سوال یہ تھا کہ بعض اوقات مریض پر بے ہوشی طاری ہوتی ہے، وہ اجازت دینے کے لائق نہیں ہوتا اور اس کے اعزہ و برہم علاج مقام سے بہت دور ہوتے ہیں، ان سے فی الفور رابطہ قائم نہیں کیا جاسکتا۔ ایسی صورت میں اگر ڈاکٹر کی رائے سے آپریشن فوری طور پر ضروری ہے اور تاخیر ہونے میں اس کے نزدیک مریض کی جان یا عضو کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے اس لئے اس نے مریض اور اس کے قریبی اعزہ سے اجازت حاصل کئے بغیر مریض کا آپریشن کر دیا اور یہ آپریشن ناکام رہا، مریض کی جان چلی گئی یا اس کا کوئی عضو ضائع ہو گیا تو کیا اس

صورت میں ڈاکٹر کو ضامن قرار دیا جائے گا اور مریض کو پہنچنے والے نقصان کا تاوان اس پر شرعاً لازم ہوگا؟

اس کا جواب ۴۶ حضرات نے یہ دیا کہ ایسی صورت میں ڈاکٹر پر ضمان نہیں ہوگا اور ۴۷ حضرات کہتے ہیں کہ ڈاکٹر تاوان کا ضامن ہوگا۔

جن حضرات کی رائے یہ کہ ڈاکٹر پر ضمان نہیں ہوگا ان کے اٹھائے گرامی ہیں:

مولانا عبید اللہ الاسعدی، مولانا اخلاق الرحمن لولایاوی، ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، مولانا حکیم علی الرحمن، مولانا اختر امام عادل، مفتی فضیل الرحمن عثمانی، مولانا محمد جعفر علی، مولانا ولی اللہ قاسمی، شمس پیر زادہ، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا محمد فضل الرحمن رشادی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا شعیب احمد، مفتی جمیل احمد ندیری، مولانا سعید الرحمن قاسمی، مولانا محمد حاذق قاسمی، مولانا محمد نور قاسمی، مولانا سید اسرار الحق سہیلی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا نعیم رشیدی، مولانا نظام الدین قاسمی، مولانا محمد شہباز عالم ندوی، مولانا محمد بارون قسبی، مولانا مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا شمس الدین احمد قاسمی اور مولانا محمد عارف مظہری۔

اور جو حضرات ڈاکٹر کو ضامن قرار دیتے ہیں ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مولانا مزید احمد قاسمی (سیٹامڑھی)، مولانا محمد زید۔

جن حضرات کی رائے میں ضمان عائد نہیں ہوتا ان کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ:

اولاً: کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالی گئی ہے "لا یكلف الله نفلاً الا وسعها" اور

قاعدہ فقہیہ ہے "الامر اذا ضاق اتسع"

ثانیاً: ڈاکٹر کا یہ عمل انسان کی جان یا اس کے عضو کے تحفظ کے لئے وجود میں آیا جو مصلحت شرع ہے۔ نفس کو بچانے کی کوشش خود

اللہ کی طرف سے واجب ہے لہذا ڈاکٹر شارع کی طرف سے اجازت یافتہ تصور ہوگا۔

ثالثاً: اجازت دلالت ثابت ہے اس لئے کہ عاقل تصرف نافع کی اجازت دیتا ہے۔ اور مذکورہ صورت میں سمجھا جائے گا کہ ڈاکٹر کو

سرپرست کی طرف سے دلالت اجازت ہے۔

رابعاً: مذکورہ صورت میں ڈاکٹر امین ہے اور امین پر کوئی ضمان عائد نہیں ہوتا۔

خامساً: ڈاکٹر کی طرف سے کوئی تعدی (زیادتی) یا بدعتی یا تقصیر اور لاپرواہی نہیں پائی گئی کہ اس پر ضمان عائد کیا جائے۔

سادساً: ایسے موقع پر حکومت کی طرف سے قانوناً علاج و معالجہ کی اجازت ہوتی ہے اور حدیث میں ہے "السلطان ولی من لا ولی له"

سابعاً: جان یا عضو کا بچانا زیادہ اہمیت رکھتا ہے اجازت حاصل کرنے کے مقابلہ میں اور قاعدہ فقہیہ ہے الضرر یزال۔

ثامناً: اگر کسی نمازی کے سامنے کسی ائمہ سے شخص کا گذر ہو اور سامنے کنواں ہے اگر روکا نہ جائے تو وہ کنویں میں گر سکتا ہے۔ ایسی

صورت میں نمازی پر نماز کو توڑ کر اسے بچانا واجب ہے۔ یہ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ہے اور ڈاکٹر کے آپریشن کو انسانی ہمدردی پر محمول کیا

جائے گا۔

تاسعاً: اگر نقطہ ضائع ہونے کے کنارے پر ہو جب کہ اٹھانہ لیا جائے تو اس صورت میں اس کا اٹھانا واجب ہے اسی طرح مذکورہ صورت

میں مریض کو بلاکت سے بچانے کے لئے اس کا آپریشن کرنا ڈاکٹر پر واجب ہے۔

اس کے برخلاف جو حضرات مذکورہ صورت میں ڈاکٹر کو تاوان کا ضامن قرار دیتے ہیں ان کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ علاج معالجہ



اسباب معطوہ میں سے نہیں بلکہ اسباب مظنونہ میں سے ہے اس لئے اس کے اختیار نہ کرنے کی صورت میں مریض ہلاک ہوتا ہے تو وہ "تہکار نہ ہو گا، لہذا ڈاکٹر پر بھی علاج معالجہ کرنا واجب نہیں ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ آپریشن کرنا مباح ہے اور قاعدہ ہے "المباح یتقید بالسلامۃ" لہذا ڈاکٹر وجوب ضمان کا سبب پائے جانے کی صورت میں یعنی مریض کی ہلاکت کی صورت میں ضامن ہو گا کیونکہ ہر مستحق ثواب کے لئے ضمان سے بری ہو نا ضروری نہیں۔

ضمان کے ان قائلین کے دلائل کی کمزوری بالکل واضح ہے۔ علاج معالجہ اسباب مظنونہ میں سے ہو تب بھی بعض حالات میں آپریشن مریض کی جان بچانے کے لئے ناگزیر ہو جاتا ہے مثلاً زچگی میں جب کہ بچہ کا رخ الٹا ہو یا وہ پیٹ میں مر گیا ہو تو زچہ کی جان بچانے کے لئے آپریشن ایک قطعی سبب بن جاتا ہے۔ اسی طرح حادثات میں جب کہ ہڈیاں ٹوٹ گئی ہوں مریض کو ہلاکت سے بچانے کے لئے آپریشن ناگزیر ہوتا ہے اس لئے اس کو اجازت کے درجہ میں نہیں رکھا جاسکتا۔ لہذا جو حضرات مذکورہ صورت میں ڈاکٹر پر ضمان کے قائل نہیں ہیں ان کے دلائل ہی قوی ہیں لیکن یہ باتیں اس مفروضہ پر مبنی ہیں کہ ڈاکٹر بعض صورتوں میں بلا اجازت آپریشن کرنے کا قانوناً مجاز ہے حالانکہ واقعہ یہ نہیں ہے۔ جہاں تک پرائیوٹ اسپتالوں کا تعلق ہے کوئی ڈاکٹر اس بات کا مجاز نہیں ہے کہ وہ مریض یا اس کے اعزہ کی اجازت کے بغیر آپریشن کرے۔ رہے سرکاری اسپتال تو وہاں قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی حادثہ میں زخمی ہو کر آیا ہے اور اس کا فوری طور سے آپریشن ضروری ہے مگر مریض بے ہوش ہے اور اس کے اعزہ معلوم نہیں ہیں تو اس صورت میں ڈاکٹر کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپریشن سے پہلے اس کی اطلاع پولیس کو دے۔ گویا یہ حکومت کی طرف سے اجازت کی صورت ہے۔ اس صورت میں پولیس کیس ہو جاتا ہے اور آپریشن کی ناکامی کی صورت میں عدالت میں ڈاکٹر کے خلاف مقدمہ دائر کیا جاسکتا ہے۔ جب یہ قانونی صورت موجود ہے جو معقول بھی ہے اور خلاف شرع بھی نہیں تو پھر مفروضوں پر بحث کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

# طبی اخلاقیات

## عرض مسئلہ

سوال ۸۰۴۰۶۰۳

جمیل احمد زیری

باجوہ مرید عین الاسلام نواحہ مبارک پور

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

مرض مسئلہ کے لئے طبی اخلاقیات محور دوم کے سوال ۸۰۴۰۶۰۳ کا جو موضوع مجھے دیا گیا ہے اس سے متعلق ۲۸ مقالات میرے پیش نظر ہیں۔

سوال ۳ کے تحت پوچھا گیا تھا کہ ایڈ اور دوسرے خطرناک متعدی امراض مثلاً طاعون وغیرہ کے مریض کے بارے میں اس کے اہل خانہ متعلقین اور سماج کی شرعا کیا ذمہ داری ہے ؟

اس کے جواب میں تقریباً سبھی مقالہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ ایسے مریضوں کے علاج و معالجہ کا پورا انتظام کیا جائے ان کی بھرپور دیکھ بھال اور تیمارداری کی جائے انہیں اچھوت بنا کر بے یار و مددگار نہ چھوڑا جائے۔

کچھ حضرات نے جواب میں مزید تفصیل کی ہے وہ یہ کہ دیکھ بھال کرنے والے اسباب متعلی سے بچنے کے لئے احتیاط بھی کریں۔ اور غالباً ضروری احتیاطی تدابیر سے کسی کو الگ نہ ہوگا۔

اگر حضرات کی دلیل یہ ہے کہ امراض طاعون سے فرار کی ضمانت والی حدیث کی ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ مریض بے یار و مددگار رہ جائیں گے اور مرنے والوں کی تجسّز و تکفین نہ ہو سکے گی۔ احقر کے مقالہ میں یہ دلیل آتی ہے کہ ان امراض کا دوسروں تک پہنچنا امر موہوم ہے اور عیادت و تیمارداری فرض ہے۔ ایک فرض کو ایک امر موہوم کی وجہ سے چھوڑا نہیں جاسکتا۔

کچھ حضرات نے جو تفصیلات پیش کی ہیں وہ خاص توجہ کی مستقاضی ہیں۔ مثلاً

انہیں اختلاف سے روکا جائے۔ اگر ایسے مریضوں کی تعداد زیادہ ہو تو حکومت ان کے لئے عہدہ جگہ بنادے۔ (مولانا نظام الدین قاسمی)

اگر سماج میں ایسے مریضوں کے تھیں نفرت عام ہو جائے اور ان کا سماج میں رہنا دو بھر ہو جائے تو ان کے لئے الگ ہوشل تعمیر کرا دیا جائے

(مولانا خالد سیف اللہ رحمانی)

اگر اس طرح کے مریض اکا دکا ہوں تو انہیں اختلاف سے نہیں روکا جاسکتا اور زیادہ ہو جائیں تو روکا جاسکتا ہے بشرطیکہ ان کے عہدہ رہنے

سنے کا بندوبست کر دیا گیا ہو۔ (مولانا محمد زید صاحب)

مولانا خالد سیف اللہ اور مولانا نظام الدین قاسمی کی دلیل

(۱) اذهب مالکبة والشافیة والحنابلة الى منع الجذوم بتأذی به عن مخالطة الاصحاء والاجتماع بالناس

(دلم زہنفیہ نصائی السیاط المسموۃ بالفتویٰ ۷/ ۷۸)

(۲) واذا اکثر عدد الجذمی حال الاکثرون یؤمرون ان ینفردوا فی مواضع عن الناس ولا یمنعون عن التصرف فی حوائجهم

(الموسوۃ ۱۵/ ۳۰)

(۳) يتخذ لهم مكان متفرّد عن الاصحاء (الموسم ۸/۷۸)

مولانا محمد زید کی دلیل وہم یختلفوا فی القلیل منهم فی انہم لا یصنعون قال ولا یصنعون من صلوة الجمعة مع الناس ویصنعون من غیر حال  
(شرح مسلم للنووی ص ۲۳۳/۲ باب اجتناب المجزوم)  
ان حضرات نے فتح الباری ۲/۲۵۲ باب العین حق سے یہ دلیل بھی پیش کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے جذائی کو لوگوں کے ساتھ اختلاط رکھنے سے منع فرمایا تھا۔

احقر کے نزدیک یہی رائے قابل ترجیح ہے کہ اس قسم کے ایک دو مریضوں کو اختلاط سے نہ روکا جائے اور تعداد بڑھ جانے کی صورت میں حکومت و سماج کا فرض ہے کہ ان کے لئے کوئی ایسا رہائشی بندوبست کرے جس سے اختلاط کی نوبت نہ آئے تاکہ کسی کو ایک دوسرے سے کیمیدگی یا نفرت و دل شکنی نہ ہو، لیکن اگر حکومت و سماج ایسا انتظام نہ کر سکیں تو اختلاط سے روک کر ان کی ضروریات زندگی نہ پوری ہونے و بنا انصاف کے خلاف ہے۔ اوپر جو دلائل دیئے گئے ہیں وہ بلاشبہ وزن رکھتے ہیں۔

سوال ۶۔ یہ تھا جو خاتون ایڈز کے مرض میں گرفتار ہو۔ اگر اسے حمل قرار پا گیا تو اس کا مرض دوران حمل یا دوران ولادت یا دوران رضاعت سے کی طرف منتقل ہو جانے کا طبی لحاظ سے پورا اندیشہ ہے۔ ایسی عورت کیا بچے تک اس مرض کی منتقلی کے خوف سے اسقاط کرا سکتی ہے؟ اور اگر عورت اس کے لئے تیار نہ ہو تو کیا اس کا شوہر یا حکومت کا محکمہ صحت اسے اسقاط حمل پر مجبور کر سکتا ہے؟ کیوں کہ ایڈز کا مریض بچہ سماج کے لئے خطرہ ہو گا اور حکومت کے لئے بڑا بار ہو گا۔

اس سوال کے جواب میں بہت اختلاف ملا۔

۱۔ اسقاط کی اجازت نہیں ہے، کوئی اسے شرعاً مجبور بھی نہیں کر سکتا۔ (مفتی حبیب اللہ قاسمی، حکیم ظل الرحمن صاحب، مولانا سعید الرحمن قاسمی، شمس پیرزادہ صاحب، جمیل احمد ندیری)

ان حضرات کا استدلال یہ ہے کہ منتقلی محض طبی اندیشہ اور امر موبہوم ہے یقین نہیں ہے اور امر موبہوم پر مسائل کا مدار نہیں ہوتا۔

۲۔ اسقاط جائز ہے۔ (مولانا محمد ہارون قاسمی، مولانا شمشاد احمد نادر قاسمی، محمد نعیم رشیدی، مولانا نور القاسمی)

۳۔ اسقاط پر مجبور کرنا درست نہیں۔ (ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی، مولانا زبیر احمد قاسمی سیار مری)

۴۔ جان پڑنے سے قبل اسقاط جائز ہے۔ (مولانا شباز عالم ندوی، مولانا نسیم اختر قاسمی، مولانا مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا جمید اللہ سعیدی، مولانا ولی اللہ قاسمی)

۵۔ جان پڑنے سے قبل اسقاط جائز ہے، شوہر اور محکمہ صحت مجبور بھی کر سکتا ہے۔ (مفتی فضل الرحمن بلال عثمانی، مولانا محمد حاذق القاسمی، مولانا

اخلاق الرحمن ارریاوی، محمد فضل الرحمن رشادی، مولانا اختر امام عادل، مولانا خالد سیف اللہ، مولانا محمد زید۔ لیکن مولانا محمد زید صاحب نے یہ بھی

لکھا ہے کہ سدا للباب اس کا فتویٰ نہ دیا جائے، نہ اس کی قانون سازی کرائی جائے بلکہ حسب موقع و محصلت علماء ربانین کا فتویٰ معتبر ہو گا۔

۶۔ ظن غالب کی صورت میں جان پڑنے سے قبل عورت کے لئے اسقاط جائز ہے، لیکن اس کی مرضی کے خلاف شوہر یا محکمہ صحت مجبور نہیں

کر سکتا۔ جان پڑنے کے بعد اس وقت جائز ہو گا جب کہ خود عورت کی جان کو خطرہ ہو۔ (مولانا حقیق احمد صاحب، مفتی محمد جعفر علی)

اسقاط کے مجوزین نے عام طور پر یہ دلیل دی ہے امراة مرضة ظہر لها حمل وانقطع لبنها وتختلف علی ولدھا الهلاک ولیس لامی هذا

الولدعة حتی یستاجر الظئر یباح لها ان تعالج فی استئزال الدم مادام نطفة او مضغة او علقة ولم یخلق له عضو (الفتاویٰ الحدیہ ۵/۲۵۶)

مولانا محمد زید کے مقالہ میں ہے کہ بعض امراض زمانہ حمل، ولادت اور رضاعت میں بچہ کی طرف منتقلی ہو سکتے ہیں ابن قتیبہ اور ابن القیم

نے اس کی تصریح کی ہے۔ مولانا اختر امام عادل لکھتے ہیں کہ اسقاط حمل کے اعدا میں فقہاء کرام نے ولد سوہ کی تخلیق کا اندیشہ بھی بیان کیا ہے۔ ایڈز

زردہ بچہ سے زیادہ ولد سوہ کا مصداق آج کے دور میں کون ہو سکتا ہے۔



جوابات کا تجزیہ کرنے سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ مجوزین اور مانعین میں کوئی خاص اختلاف نہیں ہے کیوں کہ جن لوگوں نے جواز کی بات کہی ہے انہوں نے بھی طیب مائع اور غن غالب وغیرہ کی قید لگائی ہے اور جن لوگوں نے ناجائز کہا ہے انہوں نے بھی محض اندیشہ اور امر موبہوم کی وجہ سے ناجائز کہا ہے۔

استطاحل کے اضرار کی صورت میں بھی استطاحل کی اجازت نفع روح اور تعلق احتیاء سے قبل ہی ثابت ہے نہ کہ اس کے بعد۔ البتہ عورت کی ہلاکت کے خوف کا مسئلہ دوسرا ہے۔

رہی جبر کی بات تو شوہر کی حاکم و راسی ہونے اور حکام کی ولایت عامہ والی حیثیت سے اس کی گنجائش بھی نظر آتی ہے۔ احقر کے خیال میں جب متعدد مائع اطباء یہ کہیں کہ اس حاملہ کے مرض کا بچے کی طرف منتقل ہونے کا خطرہ غن غالب اور حقین کے درجہ کو پہنچ چکا ہے ایسی صورت میں استطاحل جائز ہو گا اور عورت راسی نہ ہو تو جبر بھی کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ استطاحل جان پڑنے سے قبل ہونا چاہئے۔ جان پڑنے کے بعد اسی وقت اجازت ہوگی جب خود عورت کی جان کا خطرہ حقین بن گیا ہو۔ لیکن اس کا عام فتویٰ نہ دیا جائے جس کو ضرورت پڑ جائے وہ صورت حال بتا کر معین کرام سے شرعی حکم معلوم کرے اور اس پر عمل کرے۔

ساتواں سوال تھا۔ جو بچے یا بچیاں ایڈز کے مرض میں مبتلا ہیں کیا انہیں مدارس اور اسکولوں میں داخلہ سے محروم کرنا درست ہو گا؟ جب کہ یہ مرض مریض کو چھونے یا اس کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے منتقل نہیں ہوتا بلکہ مریض سے جنسی تعلق پیدا کرنے یا اس کا خون چھونے سے منتقل ہوتا ہے۔ اگر ایڈز کا مریض بچہ کسی اسکول میں داخل ہے تو عام حالت میں اس سے دوسرے بچوں میں مرض منتقل ہونے کا خطرہ نہیں ہے لیکن اس بات کا اندیشہ ضرور ہے کہ مریض بچہ کو چوٹ لگ جائے بچوں کی آپس کی لڑائی میں اس کے جسم میں خون نکل جائے اور وہ خون دوسرے بچوں کو لگ جائے یا دوسرے بچے اس کا خون چھولیں یا جنسی بے راہ روی میں مبتلا ہو کر یہ مرض دوسروں تک پہنچ جائے۔ ایک مقالہ نگار محمد فضل الرحمن صاحب رشادی لکھتے ہیں کہ خون کو مس کرنے سے ایڈز نہیں پھیلتا ہاں ایک کا خون دوسرے کے خون سے مل جائے تو متعدی ہو سکتا ہے موصوف کی تحقیق کے مطابق ڈاکٹروں نے سوال کے اس حصہ کو نادرست قرار دیا ہے۔ سوال کے جواب میں اگر حضرات نے لکھا ہے کہ مذکورہ بالا اندیشوں کے پیش نظر داخلوں سے محروم کرنا جائز نہیں۔ کیوں کہ مذکورہ اندیشے سامنے آنے کے باوجود ضروری نہیں کہ مرض متعدی ہو ہی جائے۔ لہذا یہ منس ایک واہمہ ہے جو شرعاً نہ معتبر ہے البتہ محتاط طریقہ اختیار کرتے ہوئے انہیں تعلیمی استفادہ کا موقع دیا جائے۔

ایک ضرر حقین ہے ایک ضرر محتمل تو ضرر محتمل کا احتیاط کر کے ضرر حقین گوارہ نہیں کیا جاسکتا۔ (مولانا محمد زید) اگر ایسے طلبہ زیادہ ہوں تو ان کے لئے تعلیم و تربیت کا جدا لگتا انتظام کیا جائے۔ (مولانا اختر امام عادل، مولانا جمید الدین احمدی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا شہیق احمد قاسمی، مولانا مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا محمد زید صاحب) کچھ حضرات نے بغیر اس تفصیل کے کہ تعداد کم ہو یا زیادہ ان کے لئے الگ مخصوص تعلیمی نظام بنانے کی رائے دی ہے مثلاً ملٹی جیم جعفر علی، مولانا محمد نعیم رشیدی، مولانا افتخار الرحمن اور یاوی۔

مولانا محمد بارون قاسمی لکھتے ہیں کہ انہیں داخلہ سے محروم کیا جائے اقواء البیمات کے تحت اور فرد واحد کے ضرر کو برداشت کر کے عام ضرر کو رفع کیا جائے۔ مولانا سعید الرحمن قاسمی کا کہنا ہے کہ داخلوں سے محروم بھی نہیں کیا جاسکتا، الگ رکھنے کا بھی حکم نہیں دیا جاسکتا کیوں کہ لوگوں کا عقیدہ طراب ہو گا اس مرض کو بڑا متعدی سمجھیں گے۔

احقر کے خیال میں یہ مسئلہ بھی اختلاف ہی کا ہے۔ ایک دو بچوں کو داخلہ سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ تعداد بڑھ جائے تو حکومت و سماج کا فرض ہے کہ ان کی تعلیم جیسی بنیادی انسانی ضرورت کے لئے جداگانہ مخصوص انتظام کرے۔ جب تک حکومت و سماج اپنا فرض ادا نہیں کرتے ہیں، انھیں داخلوں سے محروم نہیں رکھ سکتے۔

چنانچہ جن حضرات نے تعداد زیادہ ہونے پر تعلیم و تربیت کا جداگانہ نظام قائم کرنے کی بات لکھی ہے انھوں نے فتح الباری، الموسوعۃ الفتحیہ اور شرح مسلم للنووی کی انھیں عبارتوں کا حوالہ دیا ہے جو سوال ۴ کے جواب کے تحت گزریں۔

سوال ۸ اگر کوئی بچہ یا بچی ایڈز کے مرض میں گرفتار ہے تو اسلامی تعلیمات کی رو سے اس بچے یا بچی کے بارے میں اس کے والدین، اہل خانہ اور سماج کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟

یہ سوال اور سوال ۴ دونوں ایک ہی ہیں۔ اسی لئے کچھ حضرات نے اس کا جواب چھوڑ دیا ہے۔ ۴۰ پر اکتفاء کرتے ہوئے کچھ حضرات نے ۴ والے جواب کا حوالہ دیا ہے، کچھ حضرات نے وہی باتیں دہرا دی ہیں۔ یعنی یہ کہ ان کے ساتھ شفقت و محبت کا معاملہ کیا جائے۔ علاج و معالجہ اور نگہداشت کا پورا خیال رکھا جائے، طبی احتیاط کے ساتھ تعلیم و تربیت وغیرہ۔

علاج وغیرہ کی جو ذمہ داریاں والدین برداشت نہ کر سکیں وہ حکومت وقت اور بیت المال پر عائد ہوں گی۔ اختلاف وغیرہ سے متعلق امور بھی ملحوظ رہیں گے۔

# طبی اخلاقیات

## عروضی مسئلہ

مولانا محمد صدر الحسن ندوی

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على محمد سيد عبد الله الامية وعلى اله وصحبه اجمعين ومن تبعهم باحسان الى

يوم الدين. اعابعد

محترم صدر اجلاس و معزز علماء کرام

طبی اخلاقیات کے محمود دوم کے سوال ۱۰ اور سوال ۱۱ کے عرض کی ذمہ داری مجھے سونپی گئی ہے۔ اس موضوع پر لکھے گئے تمام مقالات کے مطالعہ کے بعد میں نے مقالہ نگار حضرات کی رائے اور ان کے پیش کردہ دلائل کی تہنیں کی ہے جو پیش خدمت ہے۔  
محمود دوم سوال ۲۰ یہ ہے کہ:

طاعون یا اس جیسے مسلک مرض کے پھیلنے کی صورت میں اگر کسی علاقہ کے اندر حکومت کی طرف سے آمدورفت کی پابندی لگتی ہے تو شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟

اس سوال کے جواب میں بلا کسی اختلاف رائے کے تمام مقالہ نگار حضرات نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ طاعون یا اس جیسے مسلک مرض سے متاثرہ علاقہ میں حکومت کی طرف سے آمدورفت پر پابندی لگانا شرعاً درست ہے اور اس کی تعمیل واجب ہے البتہ ضرورت اور حاجت کے موقع اس سے مستثنیٰ رہیں گے۔ اس کے قائلین میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا محمد زید، مولانا حقیق احمد قاسمی، مولانا اختر نظام عادل، مولانا محمد صدر الحسن ندوی، مولانا عبید اللہ اسعدی، مولانا محمد عارف مظہری، مولانا شمساد احمد قاسمی، مولانا مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا محمد ہارون قاسمی، مولانا محمد شہباز عالم ندوی، مولانا نظام الدین قاسمی، مولانا محمد نعیم رشیدی، مولانا نعیم اختر قاسمی، سید اسرار الحق سیہلی، مولانا محمد نور قاسمی، مولانا محمد حاذق قاسمی، مولانا سعید الرحمن قاسمی، مولانا جمیل احمد ندیری، مولانا محمد فضل الرحمن رشادی، مولانا زہیر قاسمی، جناب شمس پیرزادہ، مولانا ولی اللہ قاسمی، مولانا محمد جعفر ملی رحمانی، مولانا فضیل الرحمن ہلال عثمانی، مولانا افتخار الرحمن، مولانا عزیز الرحمن، جناب حکیم قل الرحمن۔

تقریباً تمام مقالہ نگار حضرات نے اپنا مسئلہ گھن کی اس روایت کو بنایا ہے۔ اذاسعتم بالطاعون بارض فلا تدخلوها و اذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا منها بخاری، اور دوسری روایت ہے کہ۔ اذاسعتم به بارض فلا تدعوا عليه و اذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا منها بخاری۔

(بخاری و مسلم)

مولانا جمیل احمد ندیری نے فتح الباری ۱۰/ ۱۸۷ کی یہ عبارت نقل کی ہے: وفي هذا الحديث جواز رجوع من اراد الدخول لعلم اعدية

الطاعون واعد ذلك ليس من الطيرة وانما هي من منع الالتقاء الى التهلكة او سد الذريعة۔ (فتح الباری ۱۰/ ۱۸۷)

اسی طرح حضرت عمر کے سفر شام کے واقعہ کو بھی مسئلہ بنایا گیا ہے کہ سفر شام کے دوران جب حضرت عمر کو مقام ممواس میں یہ اطلاع ملی کہ اس علاقہ میں طاعون پھیلا ہوا ہے تو آپ نے اکابر صحابہ سے مشورہ کے بعد سفر ملتوی فرمایا جس پر حضرت ابو عبیدہ کو اعتراض ہوا اور انھوں نے کہا کہ کیا آپ اللہ کی تقدیر سے بھاگتے ہیں تو حضرت عمر نے یہ تدبیر جملہ فرمایا نعم اور من قدر الله الي قدر الله۔ (مسلم ۲۲۸/ ۲۲۹) حضرت



عبدالرحمن بن عوف نے جب حدیث طاعون بیان کی تو صحابہ کرام کو اطمینان ہوا۔

مولانا اختر امام عادل صاحب نے ابو داؤد شریف کی ایک روایت نقل کی ہے روایت کے الفاظ یہ ہیں: عن یحییٰ بن عبد اللہ بن بحیر قال اخبرنی عن سمع مروه عن سبک یقول قلت یارسول اللہ عندنا ارض یقال لها ابید وھی ارض ریغنا ومیرتنا (زراعت اور غلہ کی زمین) وان ونا ما تندید ظال دعنا تک فانه عن الخرف (ترب) التلف (ہلاک) [مشکوٰۃ شریف ۳۹۱-۳۹۲]

مولانا مفتی زید صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ:

حکومت کی طرف سے پابندی عائد کرنے کے بعد کیا رعایا کے لئے اس کی اطاعت ضروری ہے یا اس پابندی کی خلاف ورزی بھی درست ہے۔ سوال قائم کرنے کے بعد خود ہی جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: احتیاط و اجتناب کا حکم وجوبی نہیں بلکہ استحبائی ہے اور قاعدہ ہے کہ امر مندوب بھی اگر حکومت کا قانون بن جائے تو اس کی اطاعت ضروری ہوتی ہے۔ خصوصاً وہ قانون جس میں عام لوگوں کی مصلحت ہو ایسے قانون کے مطابق عمل کرنا ضروری ہوتا ہے ظاہر بھی اور باطن بھی یعنی اس حکم کی خلاف ورزی کرنے میں ضرر کا احتمال ہے دین و دنیا دونوں کا دنیا کا تو اس طرح ممکن ہے کہ واقعی مرض متعدی ہو جائے اور دین کا اس طرح کہ شیطان بد اعتقادی پیدا کر دے گا کہ اگر تم نہ جاتے تو یہ بیماری نہ لگتی، الغرض حکم کی خلاف ورزی میں ضرر کا احتمال ہے اور جس قانون کی خلاف ورزی میں ضرر کا احتمال ہو اس کی اطاعت و پابندی باطن بھی واجب ہوتی ہے یعنی حکومت کو اطلاع نہ ہو جب بھی اس قانون کی خلاف ورزی درست نہیں [امداد الفتاویٰ ۳/۳۲۹] و [۲/۳۱۳]

### مخوردوم سوال ۱۱:

اگر ایسی جگہ سے کچھ لوگ اپنی ضروریات سے باہر گئے ہوئے ہیں اور پھر یہ صورت حال پیدا ہو گئی اور ان کے قیام کی اب نہ ضرورت ہے نہ ممکن ہے پھر ان کا گھر، اہل و عیال سب اس طاعون زدہ علاقہ میں ہیں، اہل و عیال کو ان کی ضرورت ہے نیز گھر و کلوں کو بھی ان کی نگہداشت کی ضرورت ہے تو ایسے لوگ کیا کریں، اس کے برعکس باہر سے کسی ضرورت سے آئے ہوئے لوگ جن کا کام ختم ہو چکا ہے یا اب نہیں ہو رہا ہے وہ کیا کریں۔ اسی طرح وہ شخص جس کی مناسب نگہداشت اور علاج و تیمارداری کا یہاں انتظام نہیں ہو رہا ہے یا کسی وجہ سے اس کی دوسری جگہ ضرورت ہے۔ ان کے لئے کیا حکم ہے۔

اس کے جواب میں تمام مقالہ نگار حضرات نے یہ لکھا ہے طاعون زدہ علاقہ سے باہر جانا اگر ازراہ فرار نہ ہو بلکہ کسی ضرورت اور مصلحت

کے تحت ہو تو جائز ہے۔ اسی طرح جو لوگ باہر ہوں اور کسی خاص ضرورت و مصلحت کی بنا پر طاعون زدہ علاقہ میں داخل ہونا چاہیں تو ان کے لئے بھی اجازت ہے۔ یہ رائے درج ذیل حضرات نے دی ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا مفتی محمد زید، مولانا حقیق احمد قاسمی، مولانا اختر امام عادل، مولانا عبید اللہ اسعدی، مولانا محمد عارف مظہری، مولانا شمشاد احمد قاسمی، مولانا مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا محمد ہارون قاسمی، مولانا محمد شباز عالم ندوی، مولانا نظام الدین قاسمی، مولانا محمد صدر الحسن ندوی، مولانا محمد نعیم رشیدی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا سید اسرار الحق سبیلی، مولانا محمد نور قاسمی، مولانا محمد حافظ قاسمی، مولانا سعید الرحمن قاسمی، مولانا جمیل احمد ندیری، مولانا محمد فضل الرحمن رشادی، مولانا زبیر قاسمی، جناب شمس پیرزادہ، مولانا ولی اللہ قاسمی، مولانا محمد جعفر علی، مولانا فضل الرحمن بلال عثمانی، مولانا سید قدرت اللہ باقوی، مولانا اخلاق الرحمن ادریادی، حکیم ظل الرحمن، مفتی عزیز الرحمن مدنی۔

## دلیل:

مولانا حقیق احمد قاسمی، جناب شمس پیرزادہ، مولانا فضل الرحمن رشادی، مولانا زبیر قاسمی وغیرہم کی دلیل یہ ہے کہ وبائی علاقہ میں دخول اور وہاں سے خروج کی پابندی عام حالات میں ہے ضرورت کے موقع اس سے مستثنیٰ ہیں۔ مولانا جعفر ملی نے امداد الفتاویٰ ۲/ ۲۸۳ کی یہ عبارت نقل کی ہے۔ لاں الضرورة مستثناة بمطلق الدلائل مولانا اولی اللہ قاسمی نے شرح نووی علی مسلم ۲/ ۲۹۹ کی عبارت نقل کی ہے: انتصوا علی جواز الخروج بمثل و غرض غیر الضرر و دلیلہ صریح الاحادیث۔ مولانا جمیل احمد ندیری نے امداد الفتاویٰ ۲/ ۲۹۶ کی عبارت نقل کی ہے جو خروج کسی عارض کی وجہ سے ہو وہ فرار من الظالمین نہیں ہے اگر وہ عارض قوی و معتبر ہے تو خروج جائز ہے۔ درمقدمہ میں ہے: اذا خرج من بلدة بها الطاعون فانه علم ان كل شيء بمقدور الله تعالى فلا بأس بانه يخرج ويدخل وان كان طعنه انه لو خرج نحلوهو دخل اجتلبى به كره ذلك فلا يدخل ولا يخرج صيانة لاغتقاده و عليه حمل النهي في الحديث الشريف [درمقدمہ ۵/ ۵۳۳] مولانا سعید الرحمن قاسمی نے زاد المعاد ۳/ ۳۲ کی عبارت نقل کی ہے۔ قیامہ الدخول فی الارض التي حویها تعرضا للبلاء۔ مولانا مفتی زید صاحب نے احکام القرآن قرطبی ۳/ ۲۳۳ کی عبارت نقل کی ہے: اذا ايقن ان دخوله لا یجلب الیه قدر الم یکن الله قدره له یباح له الدخول والخروج منه علی هذا الحد الذي ذكرناه۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی احیاء علوم الدین کی عبارت نقل کی ہے: لا ینھی عن الدخول لانه تعرض لضرر موحوم علی رجاء دفع ضرر عن مکتبہ المسلمین [احیاء علوم الدین ۲/ ۲۸۰] طاعون زدہ شہر میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا جائے گا کہ عام مسلمان جس ضرر میں مبتلا ہیں ان کو بچالے کی امید پر اپنے لئے ایک موحوم نقصان کے خطرہ کو گوارا کرنا ہے۔ مولانا اختر امام عادل صاحب نے معارف القرآن کی عبارت نقل کی ہے۔ مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حدیث کے الفاظ میں فلا ینخرجوا منه فرار آیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص موت سے فرار کے لئے نہیں بلکہ اپنی کسی دوسری ضرورت سے دوسری جگہ چلا جائے تو وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کا عقیدہ اپنی جگہ پختہ ہو کہ یہاں سے دوسری جگہ چلا جانا موت سے نجات نہیں دے سکتا یہ عقیدہ پختہ رکھتے ہوئے محض آپ و ہوا کی تبدیلی کے لئے یہاں سے چلا جائے تو وہ بھی ممانعت سے مستثنیٰ ہے اسی طرح کوئی آدمی کسی ضرورت سے اس جگہ میں داخل ہو جہاں وبا پھیلی ہوئی ہے اور عقیدہ اس کا پختہ ہو کہ یہاں آنے سے موت نہیں آئے گی وہ اللہ کی مشیت کے تابع ہے تو ایسی حالت میں اس کے لئے وہاں جانا بھی جائز ہوگا۔ [سند القرآن ۱/ ۵۹۸۔ ۵۹۹] اس عبارت کی طرف مولانا مفتی زید صاحب نے بھی اپنے مقالہ میں اشارہ کیا ہے۔

# طبی اخلاقیات

## مرض مسئلہ

مولانا حبیب اللہ قاسمی

محور دوم

الحمد للہ والصلوٰۃ علیٰ آلہہ اجمعین

راقم السطور کو طبی اخلاقیات کے محور دوم سوال ۳ کے مرض مسئلہ کا مکلف بنایا گیا ہے لہذا پہلے سوال ۴ سپرد قلم ہے اس کے بعد مقالہ نگار اصل قلم کی آراء و دلائل سپرد قلم کے ہائیں گے۔

سوال ۳ ایڈز کا ایسا مریض جو کہ اپنے مرض اور اس کی نوعیت سے بخوبی واقف ہے اگر وہ کسی دوسرے تک اپنے مرض کو منتقل کرنے کی مرض سے ایسا کام کرے مثلاً اس نے اپنی بیوی سے مجامعت کی جس کی وجہ سے ایڈز کے وائرس (جراثیم) بیوی میں منتقل ہو گئے یا کسی مریض کو خون کی ضرورت ہے ایڈز کے اس مریض نے اپنا خون اس کے لئے پیش کیا اور مریض کو وہ خون چڑھایا گیا جس کے نتیجہ میں اس مریض کو بھی ایڈز کا مرض لاحق ہو گیا تو کیا ایڈز کا یہ مریض جو دانستہ دوسرے شخص تک اس قاتل مرض کی منتقلی کا سبب بنا ہے قابل سزا قرار پائے گا اور اسے سزا دی جائے گی؟ اور اگر اس نے اپنے مرض کو منتقل کرنے کا ارادہ تو نہیں کیا مگر مرض کو اور اس کے منتقل ہونے کی بات کو جاننے کے باوجود مجامعت کی اور خون دیا تو وہ گنہگار و مجرم ہو گا یا نہیں؟

اس سوال کے جواب پر مشتمل ان تیس مقالات راقم السطور کو موصول ہوئے ان سارے مقالات کے مطالعہ کے بعد قدر مشترک امر متفق علیہ جو چیز ملی وہ ایڈز کے مریض کا مجرم و گنہگار ہونا ہے سارے ہی مقالہ نگار حضرات نے ایسے شخص کو گنہگار قرار دیا ہے البتہ اکثر حضرات نے عموماً غیر مد کا فرق کیا ہے مد کی صورت میں تقریباً سارے ہی مقالہ نگار گنہگار و مجرم قرار دیتے ہیں البتہ شمس پیرزادہ صاحب نے عامہ معذور و کمزور کو گناہ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے اور غیر عامہ یعنی ایسا شخص جس کو جماع یا اعطاء دم سے انتقال مرض کا علم نہ ہو اس کو عدم علم و عدم مد کی وجہ سے معذور قرار دیا ہے۔ لیکن مولانا محمد عارف مظہری، ولی اللہ قاسمی، مجاہد الاسلام قاسمی، محمد نور قاسمی، محمد نعیم رشیدی صاحبان نے غیر عامہ کو عامہ پر قیاس کرتے ہوئے گنہگار و مجرم قرار دیا ہے۔

بصورت جماع یا اعطاء دم مرض کے یقینی طور پر منتقل ہو جانے کی صورت میں ایسے مریض کا یہ عمل موجب ضمان ہے یا نہیں؟ اکثر مقالہ نگاروں کی رائے یہ ہے کہ ایسا شخص ضمان ہو گا قابل تہذیر ہو گا۔ تقریباً اکثر مقالہ نگاروں نے ایسے شخص کو متنبہ قرار دیتے ہوئے ضمان کی بات لکھی ہے لیکن مفتی زید احمد باندوی نے اس کو مباشر تسلیم کیا ہے جن حضرات نے متنبہ قرار دیا ہے انہوں نے تہذیر اور تعدی کی شرط کو ملحوظ رکھتے ہوئے ضمان قرار دیا ہے اکثر حضرات کے مقالات میں بطور دلیل تین طرح کی عید تین مذکور ہیں۔

۱۔ اذا ملی انسانا شراباً سوما فعات فطیہ التہذیر۔ (حاشی)

۲۔ لو املی للعائن شیئاً صمہ۔ (قرطبی)

۳۔ لا یورد ولا یوارد فی الاسلام۔ (الدریث)



البتہ مولانا اختر امام عادل صاحب نے مقتول محمد و غیر محمد کا فرق کیا ہے یعنی مقتول نے اپنی رضا سے مریض کے مرض کو جاتے ہوئے جہاں کروایا یا خون، لیا تو قاتل پر ضمان نہیں آئے گا مریض کی رضا کو مسقط سبب قرار دیا ہے۔  
لیکن مولانا زبیر احمد قاسمی اور مفتی جمیل احمد تیزی اور مولانا سعید الرحمن قاسمی جہاں کی صورت میں شوہر کے ضمان کے قاتل نہیں مولانا زبیر احمد اور مولانا سعید الرحمن قاسمی کا استدلال عالم گیری کے اس جزئیہ سے ہے۔

عن محمد و جل جامع امراته و مثلها بجامع فعاتت من ذات فلاشیء علیہ۔

لیکن مولانا نظام الدین قاسمی اور مولانا ولی اللہ قاسمی نے جہاں کو صفت سلامتی کے ساتھ مشروط قرار دیا ہے۔  
مفتی جمیل احمد تیزی کی دلیل یہ ہے کہ وطنی یا خون کے دینے سے انتقال مرض یقینی نہیں بلکہ ظنی امر ہے لہذا امر مظنون پر ضمان کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔

موت کی صورت میں ایڈز کا مریض جو قتل کا سبب بنا ہے اس پر دیت واجب ہوگی یا نہیں؟ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب و وجوب دیت کے قاتل ہیں لیکن مولانا زبیر احمد صاحب و وجوب دیت کے قاتل نہیں۔ ان کا استدلال غانیہ کی اس عبارت سے ہے۔ لو سعی انسانا شربا

فعات لا قصاص ولا دية لانه شرب منه باختیاره الا ان المدفع خدعة فلا يلزم الا التعزير والاستنطار۔



عمل کا وقوع ہو سکتا ہے۔

(۶) مولانا محمد ہارون صاحب قاسمی نے مذکورہ بالا شرائط (بجزہ کے) نیز قضاء قاضی کی شرط کے ساتھ عورت کو فسخ نکاح کا اختیار دیا ہے۔

چوتھی رائے: ان حضرات کی ہے جنہوں نے مسئلہ میں تفصیل کی ہے وہ یہ کہ نکاح سے پہلے شوہر میں یہ مرض موجود تھا اور مرض پھپکا کر اس نے نکاح کر لیا جب تو عورت کو فسخ نکاح کا حق ہے ورنہ بعد میں مرض لاحق ہو جانے کی وجہ سے عورت فسخ نکاح کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔ ان حضرات کے نام یہ ہیں۔ (۱) مولانا محمد عارف صاحب مظہری حیدر آباد (۲) مولانا نعیم اختر صاحب قاسمی حیدر آباد (۳) اراقم المروف محمد زید حمود آباد

### جملہ آراء کا تجزیہ اور مستحق علیہ آراء

(۱) تمام مقالہ نگار حضرات اس پر متفق ہیں کہ اگر ایڈز کے مریض نے اپنا مرض پھپکا کر کسی عورت سے نکاح کر لیا تو عورت کے علم میں آ جانے کے بعد اس کو فسخ نکاح (گو شیخین کے مسلک کے مطابق نہیں ہے لیکن) امام محمد کے مسلک کے مطابق ہے۔ تمام مقالہ نگار حضرات نے امام محمد کے قول کو اختیار فرما کر فسخ نکاح کا حق دیا ہے۔ البتہ مولانا عارف صاحب مظہری کی تحریر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں بھی عورت کو اختیار نہ ہونا چاہئے۔ ان کے نزدیک شیخین کا قول راجح ہے۔ اور مولانا جعفر صاحب فرماتے ہیں کہ اس صورت میں بھی اختیار اس وقت ہوگا جب کہ زوجین عمر کے اس مرحلہ میں ہوں جس میں جنسی عمل کا وقوع ہو سکتا ہے ورنہ نہیں علت انتقال مرض پانے جانے کی وجہ سے۔ (۲) نیز تمام مقالہ نگار حضرات اس پر بھی متفق ہیں کہ علم میں آ جانے کے بعد بھی اگر عورت نے شوہر کو اختیار کر لیا تو اب عورت کا یہ اختیار باطل ہو جائے گا۔

(۳) جملہ مقالہ نگار کی آراء سے مجموعی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی رائے (جس کے تحت تین حضرات کے نام ہیں) ان کے علاوہ بقسم تمام مقالہ نگار حضرات اس پر متفق ہیں کہ نکاح کے بعد بھی ایڈز کا مرض لاحق ہو جانے کی صورت میں عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا۔ جن حضرات نے شرائط کا ذکر کیا ہے واضح ہونے کی وجہ سے دوسرے حضرات نے اس کے ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی۔ نیز جملہ مقالہ نگار حضرات نے فقہ حنفی کے دائرہ میں رہ کر امام محمد کے قول کو اختیار کرتے ہوئے فسخ نکاح کا اختیار دیا ہے علاوہ مولانا حقیق احمد صاحب کے کہ انہوں نے مالکی مذہب کی بناء پر عورت کو فسخ نکاح کا حق دیا ہے۔

جملہ مقالہ نگار حضرات نے اپنے دعی کے اثبات کے جو دلائل ذکر فرمائے ہیں ان میں اہم دلائل یہ ہیں۔

(۱) حدیث سعید بن السیب (۲) علاء کاسانی، علاء ابن نعیم اور مالگیری کی عبارت نیز فتح الباری کی عبارت۔

دلائل پر گنگو سے قبل یہ بات ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ زیر بحث مسئلہ اب صرف یہ ہے کہ تکمیل نکاح کے بعد شوہر کو مرض ایڈز لاحق ہو جانے کی وجہ سے عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا یا نہیں اور امام محمد کے مسلک کے مطابق اس صورت میں فسخ نکاح کی اجازت ہے یا نہیں۔ اس کے بعد اہم دلائل میں سے بعض دلائل کا جائزہ لینا چاہئے۔

### دلائل کا مختصر جائزہ

جملہ مقالہ نگار حضرات نے جتنے بھی دلائل تحریر فرمائے ہیں ان میں کسی بھی حدیث یا فقہی عبارت میں اس کی تصریح نہیں ہے کہ نکاح کے بعد بھی امراض لاحق ہو جانے کی صورت میں عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوگا۔

(۱) اس سلسلہ میں حضرت سعید بن السیب کی روایت جس کو امام محمد نے موطاء میں نقل فرمایا ہے ذکر کی جاتی ہے وہ یہ ہے۔



عن سعيد بن العيص انه قال ايما رجل تزوج امرأة وبه جنون او ضرر فانها تخيرت ان شاء فرت وان شاء فارقت.

(موطا، امام محمد ص ۲۳۲)

امام محمد نے اس سلسلہ میں جس توسع کے قول کو اختیار فرمایا ہے اور مرض کی تحدید کے بغیر ہر نوع کے ناقابل برداشت امراض کی صورت میں عورت کو فسخ نکاح کا اختیار دیا ہے اس کا ماخذ یہی حدیث بالا ہے۔ چنانچہ حدیث نقل کرنے کے بعد امام محمد فرماتے ہیں۔

قال محمد اذا كان امر الا يحتمل خيوت فان شاء فرت وان شاء فارقت (ص ۲۳۲)

حدیث بالا کے الفاظ میں غور کیجئے جو امام محمد کا مسلک ہے کہ اس میں جنون یا کسی نوع کا مرض نکاح کے وقت موجود ہونے کی تصریح ہے یا نکاح کے بعد پیدا ہونے کی؟ بالکل واضح الفاظ ہیں۔ "تزوج امرأة وبه جنون او ضرر" یعنی نکاح کے وقت مرد میں یہ مرض موجود تھا۔ اسی وجہ سے امام محمد نے موطا میں جو عنوان مقرر کیا ہے وہ بھی اسی کے موافق ہے۔ "باب الرجل يسهل العراة ولا يسهل البهالة بالعراة او بالرجل" اور اس سے زیادہ واضح عبارت امام محمد نے کتاب اللہ میں نقل فرمائی ہے۔

"باب الرجل يتزوج وبه العيب والعراة" آگے فرماتے ہیں "ومثل ذلك اذا وجدته جنونا موسوسا يخاف عليه قتله او وجدته مجنونا منقطعاً" (کتاب اللہ ص ۲۵۳ کراچی)

یعنی اس بات کا بیان کہ مرد نکاح کرے حالانکہ اس میں عیب موجود ہو۔ اس طرح (عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا) جب کہ عورت نے شوہر کو مجنون یا جذام کے مرض میں مبتلا پایا۔

ان سب تصریحات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد کے نزدیک عورت کو فسخ نکاح کا حق اسی وقت ہے جب کہ نکاح کے وقت بھی مرد میں وہ عیب موجود ہو۔ باقی بعد میں مرض لاحق ہو جانے کی صورت میں اختیار نہ ہوگا۔

الحیة الناجزة میں ہے۔ جو جنون عقد نکاح کے بعد پیدا ہو گیا ہو اس کے متعلق امام محمد سے کوئی تصریح نہیں ملی۔ (ص ۲۶)

اس کے بعد ختماء کرام نے امام محمد کے اسی مسلک کو نقل فرمایا ہے۔ علاء کاسانی، زلیلی، طحاوی، قسستانی، عالمگیری کی عبارتیں موجود ہیں لیکن کسی ایک عبارت سے اس پر دلالت نہیں ہوتی کہ نکاح کے بعد مرض لاحق ہو جانے کی صورت میں بھی عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا۔ (۲) بعض حضرات نے علاء کاسانی کی یہ عبارت دلیل میں نقل فرمائی ہے۔

قال محمد خلو من كل عيب لا يمكنها النكاح مع الا بضرر كالجنون والجذام والبرص شرط لزوم النكاح حتى يفسخ به

النكاح وجه قول محمد ان الخيار في الصوب الخمسة انما تثبت لدفع الضرر عن المرأة وهذه الصوب في الحق المرد فوق

نقد (برائے ۲/۳۲۵)

لیکن علاء کاسانی کی اس عبارت سے اس پر استدلال کرنا کہ نکاح کے بعد بھی شوہر کے کسی مسلک مرض میں گرفتار ہو جانے کی وجہ سے عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا محل غور ہے۔ کیوں کہ امام محمد نے اس قسم کے عیوب و امراض سے خالی ہونے کی شرط نکاح لازم ہونے کے لئے لگائی ہے۔ لیکن نکاح لازم ہو جانے کے بعد بقاء نکاح و دوام نکاح کے لئے بھی شوہر کا ان امراض سے خالی ہونا ضروری اور شرط ہے یا نہیں عبارت میں اس سے تصریح ہی نہیں۔ کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بقاء نکاح کے لئے شوہر کا امراض سے خالی ہونا ضروری نہیں۔

اور بالفرض اگر علاء کاسانی کی مذکورہ عبارت کا یہی مطلب ہے کہ نکاح کے بعد جو امراض مرد کو لاحق ہوں ان کی بناء پر بھی عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا تو اس سے لازم آتا ہے شوہر ہمبستر کی بعد بھی اگر محبوب یا عین ہو جائے حب بھی عورت کو فسخ نکاح کا حق ہونا چاہئے کیوں کہ عبادت بالا میں عیوب خسر اور دیگر امراض سے خالی ہونا شرط قرار دیا ہے اور عیوب خسر میں جب عنت بھی ہے تو کیا کوئی اس کا بھی قائل ہے

کہ شوہر کے بعد میں عین ہو جانے کی وجہ سے اس کی عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا؟ حالانکہ علامہ کا سانی خود فرماتے ہیں لو وصل النکاح فلا خيار لها۔ (بدائع ص ۲۲۵/۲) ایک مرتبہ صحبت کے بعد عورت کو خيار فسخ باقی نہیں رہتا۔

(۲) اصل بات یہی ہے کہ لزوم نکاح سے پہلے تو عورت کو (عیوب و امراض معتبرہ کی وجہ سے) نکاح کو رد کرنے کا اختیار رہتا ہے لزوم نکاح کے بعد نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ زلیلی وغیرہ نے جو عبارت نقل فرمائی ہے اس میں لفظ تودہ؟ رد احد الزوجین فرمایا اور وہ کا کاہری مسموم یہی ہے ابھی نکاح لازم اور مکمل نہ ہوا ہو ایسی حالت میں رد نکاح ہوگا۔ تکمیل نکاح کے بعد رد نہیں بلکہ فسخ نکاح ہوگا۔ یعنی لفظ رد خاص ہے تکمیل اور لزوم نکاح سے پہلے کے لئے اور فسخ دونوں کو عام ہے واللہ اعلم لکذا قال استادنا۔ البتہ فسخ نکاح دونوں صورتوں کو عام ہے اسی سے مندرجہ ذیل عبارات کا مطلب بھی واضح ہو گیا جس کو بعض حضرات نے بطور استدلال کے ذکر فرمایا ہے۔

”تود المرأة اذا كان بالرجل عيب فاحش لا تطبق الطام معه“ (زلیلی ۲۵/۲)

”ان العاضی لو قضی ببرد احد الزوجین بعيب نفذ قضاؤه“ (نکر ۱۲۷/۲)

مفسر فرماتے کیا اس عبارت میں اس کی صراحت ہے کہ مرض لاحق ہو جانے کی وجہ سے عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا؟ اور صاحب بحر سے قضاء قاضی کی جو صراحت فرمائی ہے وہ اس وجہ سے کہ یہ شخصین کے مسلک کے خلاف ہے لیکن قضاء قاضی کے بعد اس کا نفاذ ہو جانے کا اور

شخصین کے نزدیک (جب وعظمت) کے علاوہ دیگر امراض و عیوب جو نکاح سے پہلے شوہر میں موجود تھے ان کی وجہ سے بھی فسخ نکاح نہیں ہو سکتا۔ اس کے متعلق صاحب بحر فرماتے ہیں کہ اگر قاضی نے سابقہ عیوب کی بناء پر نکاح رد کر دیا تو وہ نافذ ہو جائے گا۔ عیوب حادثہ سے اس عبارت کا تعلق نہیں واللہ اعلم۔

(۳) اس سلسلہ میں سب سے اہم عالمگیری کی مندرجہ ذیل عبارت سمجھی جاتی ہے جس کو متعدد حضرات نے نقل فرمایا ہے وہ یہ ہے

قال محمد ان كان الجنون حادثاً يوجب سنة كالمثمة وان كان معطلا فهو كالحب وبه نأخذ

(عالمگیری ۵۵۲/۲۔ مجمع الزمخ ۳۶۳/۱)

امام طحاوی نے امام محمد کا مسلک نقل کرتے ہوئے تحریر فرمایا

اذا كان بالرجل من الجنون ما يمنعه من الوصول الى زوجته او من البرص - وكان الجنون جنونا حادثا كان ذلك كالعينين

ينتظر برونه منه حولا - وان كان مابا من الجنون جنونا اطلاقا - خیرت بین الطام معه وبين فراقه۔ (مختصر الطحاوی ص ۱۸۲)

اس عبارت میں جنون حادث کا مطلب عام طور پر یہ سمجھا گیا ہے کہ وہ جنون جو بعد نکاح پیدا ہو جائے اس میں ایک سال کی مسلت دی جائے گی اور صحت نہ ہونے کی صورت میں عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا۔ لیکن جنون حادث کا یہ مطلب یہاں پر ہرگز مراد نہیں ہو سکتا جس کے وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

اولاً تو اس وجہ سے کہ یہ مسئلہ امام محمد سے مستقل ہے اور امام محمد نے موطاء نیز کتاب اللہ میں خود تصریح فرمائی ہے کہ عورت کو اختیار اس وقت ہوگا جب کہ نکاح کے وقت مرد کو جنون لاحق ہو۔

دوسرے علامہ کا سانی کی عبارت کے تحت جو کچھ عرض کیا گیا اس کا تقاضا بھی یہ ہے کہ جنون حادث کا یہ مسموم نہیں کیوں کہ لزوم نکاح کے بعد عورت کو اختیار نہیں رہتا۔ جس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی۔

تیسرے خود عبارت میں خود کیجئے جنون حادث کو جنون مطبق کے بالمقابل ذکر فرمایا ہے اور جنون مطبق کی تعریف متعین ہے کہ جو

مسکون یا سال کے اکثر حصہ میں مجنون رہتا ہو۔ ”ان كان حاصله في اكثر السنة فمطلق وعادونها غير مطبقة۔“ (کتب الترمذی للرحا ص ۱۲۵)



اس سے جنون حادث کی تعریف بھی متعین ہو جاتی ہے کہ وہ جنون جس میں کبھی افادہ ہوتا ہو اور کبھی جنون ہوتا ہو امام طحاوی کی عبارت میں غور فرمائیے کہ اگر جنون حادث کا یہی مطلب ہوتا کہ وہ جنون جو بعد نکاح شوہر کو لاحق ہو جائے تو اس کے مقابلہ میں جنون الطبیعی نہ فرماتے بلکہ جنون حادث کے مقابلہ میں جنون قدیم فرماتے کہ وہ جنون جو نکاح سے پیشتر شوہر میں موجود ہو۔ ورنہ اگر حادث کے یہی معنی ہیں کہ جو جنون بعد میں پیدا ہو۔ تو لازم آتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں مطبق کو جنون قدیم کے معنی میں مراد لیا جائے حالانکہ فقہاء کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنون مطبق کو قدیم کے معنی میں برگز مراد نہیں لے سکتے ونبطل الوکالة بموت المؤکل و جنونه جنونا مطبقا (حدیث ۱۹۹/۲ - مکر ۱۸۹)

الغرض چوں کہ جنون حادث کو جنون مطبق کے مقابلہ میں فرمایا ہے اور مطبق کی تعریف متعین ہے جس سے حادث کی تعریف بھی مسمی ہو گئی۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے جدید فقہی مسائل دوم ص ۱۰۰ میں عالمگیری کی مذکورہ بالا عبارت کی ترجمانی ان الفاظ سے فرمائی ہے۔ "فقہاء نے جنون کی دو قسمیں کی ہیں۔ جنون مطبق اور جنون غیر مطبق (جنون حادث کو جنون غیر مطبق سے تعبیر فرمایا ہے) آگے اس کا حکم بیان فرماتے ہیں جنون غیر مطبق یہ ہے کہ وقفہ وقفہ سے جنون کا دورہ پڑتا ہو ایسے مریض کو ایک سال کی مسلت دی جائے گی اگر اس کے باوجود صحت مند نہ ہوا تو پھر نکاح فسخ کر دیا جائے گا۔ (جدید فقہی مسائل ص ۱۰۰ بحوالہ عالمگیری ۱۳۳/۲)

اس سے معلوم ہوا کہ علامہ موصوف کے نزدیک جنون حادث کا مصداق اور اس کی تعبیر جنون غیر مطبق ہے نہ کہ وہ جنون جو نکاح کے بعد لاحق ہو جائے۔

نیز علامہ موصوف نے مقالہ میں ایڈز کے مریض کو عین کے حکم میں قرار دیا ہے اور عین کا حکم متعین ہے کہ ایک مرتبہ صحبت کے بعد حق تفریق ختم ہو جاتا ہے اور جو بعد میں عین ہو گیا ہو اس کی عورت کو فسخ نکاح کا حق نہیں ہوتا اس حکم کی روشنی میں علامہ موصوف کی تصریح کے مطابق ایڈز کے مریض کی عورت کو بھی فسخ نکاح کا حق نہ ہونا چاہئے۔ واللہ اعلم

### احقر کی رائے کا مستدل

اس سلسلہ میں احقر کی رائے یہ ہے کہ نکاح سے پہلے ایڈز اور اس جیسے مسلک امراض اگر مرد میں پائے جائیں تو عورت کو فسخ نکاح کا حق امام محمد کے مسلک کے مطابق ہوگا اور وہ جنون اور مسلک امراض جو بعد میں شوہر کو لاحق ہو جائیں فقہاء احناف میں سے کسی امام کے نزدیک عورت کو فسخ نکاح کا حق نہیں ہوگا۔ جس کے مختصر دلائل یہ ہیں۔

(۱) مصنف عبدالرزاق کی روایت ہے عبدالرزاق عن الثوری فی رجل یحدث بہ بلاء لا یفرق بینہما ہو بمنزلة المرأة لا یورد الرجل ولا یورد المرأة و ذکرہ عن حماد عن ابراہیم (مصنف عبدالرزاق ۲۳۹/۶)

اس میں صراحت ہے کہ نکاح کے بعد پیدا ہونے والی مصیبت اور مرض کی بناء پر زوجین میں تفریق نہ کی جائے گی نہ مرد عورت کو رد کر سکتا ہے نہ عورت مرد کو۔ حماد نے ابراہیم سے اس طرح نقل فرمایا ہے۔

(۲) عبدالرزاق عن ابی جریج قال قلت لطاء قال رجل ان کان بہ بعض الاربع جذام او جنون او برص او علق۔ قال لیس لہ شیء و هو احق بها (مصنف عبدالرزاق ۲۳۹/۶ حدیث ۱۰۰۱)

اس میں تصریح ہے کہ جذام، جنون، برص، علق کی بناء پر بھی عورت کو فسخ نکاح کا حق نہیں مریض شوہر ہی عورت کا زیادہ مستحق ہے۔

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہے حدثنا ابریکو قال نا عبد الوہاب الثعلبی عن ایوب قال کتبت الی ابی قلابہ فی امرأة زوجہا



مجنون لانرجوان يبراء يطلق عنه وليه فكتب الي انما امرأة ابلاها الله بالبلاء فلتصبر - (مصنف ابن أبي شيبة ۳۳/۵)

(۳) وذكر عن عطاء فبين تزوج فلما دخل بدامنه برص او جذام قال عطاء لا تنزع عنه قال وهو قول ابی الزناد وابن ابی لیلی وداؤد

والتوری وابی حنیفہ وابی یوسف - (الموہر النقی علی سنن نسفی ص ۲۱۵)

ان روایات میں تصریح ہے کہ برص، جذام، جنون کی بناء پر بھی نکاح فسخ نہیں کیا گیا اور عورت کو صبر کرنے کی تاکید کی گئی۔

(۵) امام نسفی نے سنن کبریٰ میں اور امام محمد موطاء میں روایت نقل کی ہے - "عن معبد بن الصیب انه قال ايعاز رجل تزوج امرأة وبه جنون

او ضرر فانها تخير فان شاء تفرقه وان شاء تفرقت" (سنن نسفی ۲۱۵/۴)

اس روایت میں تصریح ہے کہ نکاح کے وقت اگر شوہر کو جنون یا مرض لاحق ہو تو عورت کو فسخ نکاح کا بھی اختیار ہے۔ اس طرح بعد نکاح

دخل سے پہلے مرض لاحق ہو جائے تب بھی عورت کو اختیار ہے مصنف عبدالرزاق میں اس سلسلہ کی کئی روایات موجود ہیں۔

(روایت ص ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱)

الحکلی میں بھی اسی کو اختیار کیا ہے کہ نکاح کے بعد برص، جذام، جنون وغیرہ پیدا ہو جانے کی صورت میں فسخ نکاح نہیں ہو سکتا۔ لا ینسخ

النکاح بعد صحته بجذام حادث ولا ببرص كذلك ولا بجنون كذلك۔ (الحکلی ۱۰۹/۱۰)

احناف کا بھی اصل مسلک یہی ہے اور امام محمد سے جو کچھ توسع مستول ہے وہ صرف اس صورت میں ہے جب کہ نکاح سے پہلے مرد میں وہ

عیب موجود ہو۔

فقہاء احناف کا استدلال مندرجہ بالا روایات میں۔ احقر نے بھی اسی رائے کو مرض کیا ہے۔

## مالکیہ کے مسلک پر فتویٰ

البتہ دوسرے مذاہب فقہاء مالکیہ وغیرہ کے یہاں اس کی گنجائش ہے کہ نکاح کے بعد بھی جو جنون پیدا ہو جائے اس میں بھی عورت کو فسخ

نکاح کا حق ہوگا۔

مدونہ میں ہے قال لی مالک فی المجنون اذا اصابه الجنون بعد تزويجه المرأة انها تعزل ويعطرب له اجل في علاجه فان برأ والا فرق بينهما

(مدونہ ۲۹۹/۲)

شدید ضرورت کی بناء پر اکابر علماء ہند نے اس صورت میں مالکیہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے یعنی نکاح کے بعد شوہر کو جنون لاحق ہو جائے تو

عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا۔ (المیلۃ النابزہ ص ۲۱)

لیکن مجنون کی طرح دیگر عیوب و امراض مثلاً ایڈز، کینسر وغیرہ جو بعد میں شوہر کو لاحق ہو جائیں ان میں بھی شوہر کو ایک سال کے مہلک کی

مہلت دی جائے گی اور صحت نہ ہونے کی صورت میں فسخ نکاح کا اختیار ہوگا یا یہ حکم صرف مجنون کے ساتھ خاص ہے؟ اس سلسلہ میں مدونہ وغیرہ

کی تصریحات زیادہ واضح نہیں۔ السنن اور الشرح الکبیر میں تصریح ہے کہ بعد نکاح جو عیب پیدا ہو جائیں تو دو قول ہیں۔

ان حدث العیب باحدہما بعد الطء نظیہ وجہان احدثہما یشبہ الخیار والثانی۔ لا یشبہت وهو قول ابی بکر وابن حامد و

مذہب مالک وقال اصحاب الشافعي ان حدث بالزوج ينبت الخبار (المنن ۹/ ۱۵۳)

پہلے قول کی بنیاد پر اور شوق کے مسلک کے مطابق بعد عقد پیدا ہونے والے امراض کی بناء پر اگر اختیار مان بھی لیا جائے تب ہی یہ بات غور کرنے کی ہے کہ ہر مذہب والوں کے نزدیک محدود اور متعین امراض و عیوب ہیں جن کی بناء پر عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوتا ہے اور ابن قدام نے لکھا ہے کہ ان امراض و عیوب کے علاوہ دوسرے عیوب کی بناء پر فسخ نکاح کا حق نہیں اور نہ ہی ان امراض پر دوسرے عیوب کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔

المصل الثالث انه لا ينبت الخبار لغیر ما ذكرناه.. ولا يصح قياسها على هذه العيوب لما بينهما من الفرق (المنن ۹/ ۱۵۲)

اس لئے اگر دوسرے مذاہب کی بنیاد پر ایڈز کی وجہ سے اس کی بیوی کو فسخ نکاح کا حق دیا جائے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اس مذہب کے کبار علماء و ارباب افتاء سے رجوع کیا جائے کہ ان کے مذہب کے مطابق ایڈز کے مریض کی بیوی کو فسخ نکاح کا حق ہوگا یا نہیں۔ اس کے بعد غور کرنا چاہئے کہ اس مسئلہ میں بھی مجنون کی طرح دوسرے مذہب کو اختیار کرنا مناسب ہے یا نہیں۔ اس میں مصلح زیادہ ہیں یا مفاسد۔ کسی ایسا تو نہیں کہ اس بڑھتے اور پھیلنے والے ایڈز کے مریض کی بیویاں ذرا سارا پا کر معمولی بات پر جھٹ ایڈز کا دعویٰ کر کے ڈاکٹری رپورٹ لکھوا کر فسخ نکاح کا دعویٰ شروع کرنے لگیں اور اس طرح ایک نئے فتنے کا دروازہ کھل جائے۔ اہل علم ارباب افتاء کو تمام پہلوؤں پر غور کر کے کوئی فیصلہ کرنا چاہئے۔

احقر کی رائے یہی ہے کہ وہ خواتین جن کے شوہر ایڈز کے مرض میں مبتلا ہو جائیں ان کو نہایت وقاداری کا ثبوت دینا چاہئے اور ایسی حالت میں حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کا نمونہ پیش کرنا چاہئے کہ ان کے شوہر کی حالت اس درجہ کی ہو گئی تھی کہ بدن سرگیا گوشت گل گیا۔ کیزے پڑ گئے، بدبو کی وجہ سے لوگوں نے بستی سے باہر کر دیا۔ جذام، یس، ۱۰ ایڈز سے بدتر حالت تھی لیکن ایسی حالت میں ایوب علیہ السلام کی اہلیہ نے صبر و استقامت کا ثبوت دیا۔ اخیر تک تیمارداری، خدمت گزاری میں کسر نہ اٹھا رکھی۔ مزدوری کرتیں اور خدمت کرتیں یہی طریقہ آج بھی اپنانا

چاہئے۔ (ابن کثیر ۲/ ۱۸۸، درمنثور ۳/ ۲۲۸، قرطبی ۱۱/ ۲۲۳، معارف القرآن سورہ انبیاء ۶/ ۲۱۵)

## مرحمن مسئلہ

مولانا انیس الرحمن قاسمی

طبی اخلاقیات سے متعلق سوانح نامہ کا ایک اہم حصہ مریضوں کے عیوب کو دوسروں کے سامنے افشاء کرنے یا نہ کرنے سے متعلق ہے۔ اس عنوان کے تحت محور سوم میں نو قسم کے سوالات کئے گئے جن پر علماء نے دلائل کی روشنی میں اپنی رائے ظاہر کی ہیں، اس موضوع پر کئی مقالات میں اظہار خیال کیا گیا ہے، تقریباً تمام مقالہ نگاروں نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ڈاکٹر اپنے مریضوں کا راز دار اور امین ہوتا ہے اس لئے عام حالات میں اس کی اخلاقی و شرعی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے زیر علاج یا زیر تجربہ مریضوں کا راز افشاء نہ کرے، اس لئے کہ افشاء راز غیبت ہے اور غیبت حرام ہے۔ بعض علماء نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم "المجالس بالامانة" سے بھی استدلال کیا ہے۔ مفتی محمد زید صاحب نے مشہور مالکی عالم علامہ ابن الحاج المالکی کا قول "المدخل" سے نقل کیا ہے لکھتے ہیں:

"وینبغي ان يكون الطبيب امينا على اسرار المرضى لا يعطلع احدا على ما ذكره المريض اذ انه لم ياذن له في اطلاع غيره

على ذلك، ولو اذن ينبغي ان لا يعفل ذلك به"

طبيب کو مریضوں کی اسرار (خفیہ امور اور عیوب) کا امین ہونا چاہئے مریض نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کو کسی سے بھی ظاہر نہ کرے، کیوں کہ مریض نے دوسرے کو ظاہر کرنے کی اجازت تو دی نہیں اور اگر اجازت دے بھی دے تب بھی طبیب کو یہی چاہئے کہ کسی سے اس کے عیوب اور اسرار کو ظاہر نہ کرے۔

(۱) لیکن یہ تسلیم کرنے کے باوجود کہ ڈاکٹر اپنے مریضوں کے عیوب و راز کا امین ہوتا ہے اور عام حالات میں اس کے لئے افشاء راز جائز نہیں یہ سوال کیا گیا کہ خاص حالات میں اس کا عمل کیا ہونا چاہئے۔ جیسے کسی ڈاکٹر نے کسی نوجوان کا علاج کیا۔ اس کی ایک آنکھ کی بصارت زائل ہو گئی ہے۔ اب اس سے رشتہ نکاح کرنے والی خاتون یا اس کا ولی ڈاکٹر سے یہ معلوم کرے کہ اس کی بصارت ہے یا نہیں تو ڈاکٹر کی کیا ذمہ داری ہے۔ کیا اس عیب کو ظاہر کر دینا واجب ہے یا جائز ہے، یا جائز نہیں ہے۔

مولانا حقیق احمد قاسمی صاحب، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب، مولانا زبیر احمد قاسمی صاحب، مفتی محمد زید صاحب، مولانا جعفر علی صاحب، مولانا ولی اللہ قاسمی صاحب اور مولانا اخلاق الرحمن صاحب کی رائے یہ ہے کہ ڈاکٹر کے لئے صحیح صورت حال کو بتانا واجب ہے اسی طرف مفتی عبید اللہ صاحب اور جناب شمس پرزادہ کا دتھان ہے ان میں سے بعض حضرات نے حدیث رسول "الدين النصيحة" اور المستشار مؤتمن سے استدلال کیا ہے، مولانا خالد سیف اللہ صاحب نے امام نووی کا یہ قول نقل کیا ہے۔

ويجب على المشاور ان لا يخفي حالة بل يذكر المساوي التي فيه بنية النصيحة.

مفتی عزیز الرحمن بجنوری، مولانا اختر امام عادل کا دتھان یہ ہے کہ ڈاکٹر کے لئے استفسار پر جواب دینا جائز ہے مفتی ریاست علی کا خیال یہ

فریق کو دانستہ غلط و فریب دے کر ضرر میں ڈالنا ہوگا یہ شرعاً ممنوع ہے۔

مولانا حقیق احمد صاحب، مولانا خالد سیف اللہ صاحب، مفتی عزیز الرحمن صاحب، مفتی ریاست علی صاحب، مفتی حبیب اللہ صاحب وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ اظہار حقیقت کی اجازت ہے۔

اس سلسلہ کا تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر کوئی مرد کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے اور اس کے بارے میں ڈاکٹر کو یہ علم ہے کہ وہ نامرد ہے اسی طرح اگر کوئی خاتون اس کے زیر علاج ہے اور وہ کسی ایسے اندرونی مرض یا عیب میں مبتلا ہے جس پر مطلع ہونے کے بعد اس کا نکاح کہیں پر ہونا۔



بست مشکل ہے اور یہ دونوں اپنا عیب یا مرض چھپا کر اپنا رشتہ طے کر رہے ہیں تو کیا ڈاکٹر کے لئے رشتہ نکلنے کے علم کے بعد ان دونوں میں رشتہ نہیں ہو سکتا؟  
 میں ان کے عیب کو دوسرے فریق تک پہنچانا جائز ہے یا واجب؟ اسی طرح دوسرا فریق اس مریض یا مریضہ کے بارے میں معلومات کے لئے ڈاکٹر سے رابطہ قائم کرتا ہے تو ڈاکٹر کا رویہ کیا ہونا چاہئے۔

مولانا زبیر احمد صاحب، مولانا اختر امام عادل، مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب، مفتی فضیل الرحمن بلال عثمانی صاحب، مفتی عزیز الرحمن، بجنوری صاحب کی رائے یہ ہے کہ ڈاکٹر کے لئے استفسار کی صورت میں حقیقت حال کو بلا کم و کاست بیان کر دینا چاہئے لیکن استفسار کے بغیر از خود ڈاکٹر کو ایک دوسرے کا عیب بتانا مولانا زبیر احمد صاحب کے نزدیک فعل مذموم قرار پائے گا کیوں کہ ائمہ عیب اور رازداری برحق دونوں ہی عمل کسی نہ کسی فریق کے لئے ضرر خاص کو مستلزم ہے جب کہ دیگر علماء نے اس صورت میں بھی افشاء راز کی اجازت دی ہے ان کی دلیل الدین النصیحہ کی حدیث ہے۔

**سوال ۳** کا تعلق ایسے شخص کے متعلق ہے جس کے پاس ڈرائیوری لائسنس ہے اور یہ شخص گاڑی چلانے کی ملازمت کرتا ہے مگر اس کی بینائی بری طرح متاثر ہے ڈاکٹر کی رائے میں اس کا گاڑی چلانا اس کے اور دوسروں کے لئے مسلک ہو سکتا ہے کیا ڈاکٹر کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس کی بینائی کے بارے میں اطلاع دے اور ڈرائیوری لائسنس منسوخ کرنے کی سفارش کرے گا اگر اطلاع کر دیتا ہے تو وہ اور اس کے گھروالے ملازمت ختم ہونے کی وجہ سے معاشی دشواریوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں اور اگر مطلع نہیں کرتا تو حادثہ کا امکان ہے اور بہت سے لوگوں کی جان جانے کا خطرہ ہے اس بارے میں ڈاکٹر مقالہ نگاروں کی رائے ہے کہ ڈاکٹر خاموشی اختیار کرنے کے بجائے متعلقہ محکمہ کو اطلاع دے دے اس کی دلیل بعض مقالہ نگاروں نے الدین والنصیحہ کی حدیث اور قاعدہ ضمیمہ بتحمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام کو پیش کیا ہے۔

میری جواب سوال ۵ کے سلسلہ میں دیا گیا ہے جس میں ہوائی جہاز کا پائلٹ یا ٹرین اور بس وغیرہ کا ڈرائیور شراب یا دوسری نشا آور چیزوں کا بری طرح عادی ہے اور کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے تو ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس مریض کے بارے میں خبر کرے کہ یہ کمزرت سے شراب اور نشہ آور چیزوں کا استعمال کرتا ہے تقریباً تمام مقالہ نگاروں نے یہی رائے ظاہر کی ہے۔

اس محمور کے ۶ کا تعلق ناجائز حمل سے پیدا ہونے والے بچے سے ہے اگر کوئی عودت ایسے نو مولود کو کسی جگہ زندہ چھوڑ کر چلی آئے مگر

ہے کہ اس طرح کے امراض کے بارے میں ڈاکٹر کو اختیار ہے کہ اطلاع دے یا نہ دے مولانا اختر امام عادل نے حدیث رسول ﷺ غنظر البیہان فی اعیان الانصار شنبہ کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس طرح کے عیوب شادی بیاہ کے وقت بتائے جاسکتے ہیں۔  
 لیکن مفتی فضیل الرحمن بلال عثمانی صاحب کی رائے یہ ہے کہ ڈاکٹر استفسار پر بھی افشاء نہ کرے۔ مولانا نذر توحید کے نزدیک افشاء راز بستر نہیں ہے۔

سوال کی دوسری جہت یہ ہے کہ ڈاکٹر سے استفسار تو نہیں کیا گیا لیکن ڈاکٹر کو معلوم ہے کہ اس ایک آنکھ کی بصارت زائل ہونے والے نوجوان کا رشتہ فلان لڑکی سے طے ہو رہا ہے اور ان لوگوں کو اس کی آنکھ کے بارے میں علم نہیں ہے کہ یہ عیب ہے، حالانکہ علم ہونے پر وہ رشتہ نہیں رہیں گے، تو کیا ڈاکٹر کے لئے ان لوگوں تک اس نوجوان کے عیب کو ظاہر کر دینا جائز ہے یا واجب ہے، یا جائز نہیں؟

مولانا ولی اللہ صاحب، مولانا حقیق احمد بستی، مولانا اخلاق الرحمن کی رائے میں از خود اطلاع دینا ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے۔ مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب، مولانا خالد سیف اللہ صاحب، مولانا محمد زید صاحب، مولانا جعفر علی کی رائے میں اطلاع دینا جائز ہے۔

۲۔ جب کہ مولانا جمیل احمد ندوی، مولانا زبیر احمد صاحب، جناب شمس پیرزادہ صاحب اور مولانا اختر امام عادل کی رائے یہ ہے کہ از خود اطلاع نہیں دینا چاہئے۔

۳۔ مولانا حقیق صاحب کی دلیل یہ ہے کہ چوں کہ شادی کرنے والا شخص اپنے عیب چھپا کر خاتون کو دھوکہ دینا چاہتا ہے کہ جس شخص کو جیسے ڈاکٹر جسے اس عیب کی اطلاع ہے کہ اس کی شرعی ذمہ داری ہے کہ متعلقہ فرد کو اس عیب سے مطلع کر دے لیکن مولانا زبیر احمد صاحب کا کہنا یہ ہے کہ بظاہر ڈاکٹر کی رازداری مستحکم سے عورت کا ضرر خاص ہوگا تو اعتماد عیب سے مرد کا ضرر خاص ہوگا تو یہ دونوں برابر ہیں اس لئے ڈاکٹر اپنا فریضہ خاموش ہی کو گنجے۔ اور مولانا اختر امام عادل صاحب کہتے ہیں کہ عیب سے خبردار کرنا واجب نہیں بلکہ محض جائز ہے اور یہ کوئی ایسا عیب نہیں ہے جس سے عورت اور اس کے گھر والوں کو مضرت پہنچے اس لئے بلا طلب و مشورہ ڈاکٹر کو افشاء راز کی ضرورت نہیں ہے۔

سوال ۲: محرم سوم کا دوسرا سوال ایسے عیب سے ہے جس کی وجہ سے بچوں کے ناقص الاعضاء پیدا ہونے کا ظن غالب ہے ایسی صورت میں ایک مرد اور عورت جن کے درمیان رشتہ نکاح کی بات چل رہی ہے کسی ڈاکٹر کے پاس طبی جانچ کے لئے آتے ہیں طبی جانچ کے نتیجے میں ڈاکٹر کو کسی ایک کا کوئی ایسا مرض معلوم ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں اس بات کا پورا اندیشہ ہے کہ ناقص الاعضاء بچے پیدا ہوں کہ یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مرد یا عورت کے مادہ میں جراثیم تولید نہیں ہے کہ ایسی صورت میں کیا ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے فریق کے عیب یا مرض سے دوسرے کو باخبر کرے یا اس راز کو ظاہر نہ کرے۔

مولانا زبیر احمد صاحب، مولانا اختر امام عادل صاحب، مولانا زبیر صاحب، مولانا ابوبکر صاحب، مولانا سہاء الدین ندوی صاحب، مولانا نذر توحید صاحب، مولانا محمد جعفر علی صاحب کی رائے یہ ہے کہ ڈاکٹر پر واجب ہے کہ حقیقت کو ظاہر کر دے ان کی دلیل یہ ہے کہ فریقین کا ڈاکٹر کے پاس آنا دراصل عقد نکاح کے متعلق مشورہ لینا ہے اس لئے المستطاع المؤمنین کی حدیث کے مطابق کتمان حقیقت جائز نہیں ہے یہ خیانت ہوگی اور کسی ایک

سماع میں بچ جائے۔ اس لئے ڈاکٹر سے رابطہ قائم کیا اور اس کو اطلاع دی ایسی صورت میں ڈاکٹر کی کیا ذمہ داری ہوگی کہ اس عورت کے راز کی حفاظت کرے اور حکومت کے متعلق محکمہ کو بچے کے بارے میں اطلاع کر دے۔

مقالہ نگاروں نے اس صورت میں عام حالات میں عورت کے راز کی حفاظت کرنے اور منصب طریقہ پر حکومت کے متعلق محکمہ کو اطلاع دینے کی رائے ظاہر کی ہے اس لئے کہ معصوم جان کی حفاظت بھی ضروری ہے اور اس عیب کا افشاء کرنا بھی شریعت میں مطلوب نہیں ہے۔

سوال ۳: کا تعلق نشہ کے عادی شخص کا علاج اس نشہ سے باز رکھنے کے لئے کسی ماہر نفسیات ڈاکٹر سے علاج کرنے سے متعلق ہے جس میں ڈاکٹر اپنے مریض کو شراب یا دیگر مشیات کے استعمال کو اگر آہستہ آہستہ اس نشہ سے باز رکھتا ہے سوال یہ ہے کہ ایک مسلمان ڈاکٹر اپنے مریض پر یہ طریقہ علاج استعمال کر سکتا ہے۔

مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب، شمس پیرزادہ کی رائے یہ ہے کہ کوئی دوسرا علاج تجویز کرے۔ اس لئے کہ حرام اشیاء استعمال کی جو شرطیں ہیں اس میں مغنود ہیں جب کہ مفتی عبید اللہ اسعدی، مولانا ابوبکر، مفتی ریاست علی، مولانا اختر امام عادل صاحب، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مفتی فضیل الرحمن عثمانی، مولانا حقیق احمد قاسمی کی رائے یہ ہے کہ ڈاکٹر یہ طریقہ علاج اختیار کر سکتا ہے مولانا زبیر احمد صاحب نے بھی حوازی کی رائے دی ہے۔

# مختصر جوابات



## طبی امور و مسائل

حضرت مولانا محمد نظام الدین صاحب مدظلہ  
(مدرسہ مفتی و نذر العلوم دیوبند)

اس کا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امراض میں طبی مشورہ لینا اور اس کا علاج کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور اس کے کیا مسائل ہیں، تو مرض ہے کہ اس سلسلہ میں کئی نصوص وارد ہیں مثلاً

(۱) کل داء دواء الا الموت او كما قال عليه الصلوة والسلام۔ یعنی موت کے علاوہ ہر بیماری کی دوا ہے اس میں اشارہ ہے کہ ہر بیماری کی دوا، مدد شرع میں رہتے ہوئے ہو سکتی ہے۔

(۲) لا تاتى المخلوق في معصية الخالق۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس علاج میں خالق کائنات کا گناہ لازم آئے وہ علاج جائز نہیں۔

(۳) لن تموت نفس حتى تستكمل رزقها۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی انسان جب تک اپنا رزق پورا نہ کرے گا اس پر موت نہیں آئے گی۔

(۴) لا يكلف الله نفسا الا وسعها۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی انسان کو اپنی استطاعت و قوت سے زیادہ علاج کرنے کا حکم نہیں ہے۔

(۵) اذا جاء اجلهم فلا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون۔ اس نص سے معلوم ہوا کہ موت کا وقت اس طرح مقرر و متیقن ہے کہ جب یہ وقت

موجود پہنچ جائے گا تو ایک سکنہ بھی مؤخر نہیں ہوگا اور دن رات اس واقعہ کا تحقق مشاہد و متحقق ہے، دن رات دیکھا جاتا ہے کہ یہ

معاملہ اسی طرح غریب کے ساتھ بھی پیش آتا ہے اور اسی طرح بڑے سے بڑے مال دار کے ساتھ بھی پیش آتا ہے حتیٰ کہ گھر کتنا ہی

زیر دست طاقت و مال والا ہو بلکہ بادشاہ وقت بھی ہو، جب بھی اس سے پھر پھر انہیں پاتا، ہزار تدبیر کرو گھر وقت موعود سے کوئی بھی

نہیں بچتا اور نہ اپنے کو بچا سکتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ واقعہ بالکل حق و صحیح و بدیسی ہے لہذا یہ معاملہ بالکل عقلی اور واقعی بھی ہو گیا۔ اگر

کوئی شخص آخرت کا قائل نہ بھی ہو جب بھی اس سے مقرر نہیں، لہذا اس مشاہد کا عقلی و واقعی تھانا ہے کہ حرام روزی کی جانب آنکھ

اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔ اور اگر وہ مسلمان ہو جب تو اس پر اور بھی عقائد و طبعا و شرعا لازم و ضروری رہے گا کہ حرام روزی کی طلب نہ کرے

اور آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے، واضح ہو گیا کہ اس سے متعلق جو احکام شرع ہیں وہ سب اسی طبی امور کے شرعاً مسائل بھی شمار ہوں گے اور

وہ مسائل اس قدر طویل و عریض ہیں کہ ان کا احاطہ ہر سے بڑی کتاب بھی نہیں کر سکتی، اس لئے بجائے تفصیل کرنے کے اس کے

لئے یہ اصل درج کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ جن مسائل کا علم نہ ہو اس کو کسی ذی استعداد معتمد عالم سے یا کسی معتمد مفتی سے معلوم

کر کے عمل کریں خود راہی ہرگز نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) قانوناً مجاز ہونے نہ ہونے پر مدار نہ ہونا چاہئے بلکہ واقعہ صلاحیت و اہلیت پر ہونا چاہئے جس میں کوئی شخص مفتی ہونے کی سند نہ رکھتا ہو مگر اس نے اہلیت و صلاحیت افتاً پیدا کر لی ہو تو فتویٰ دے سکتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ مدعی نے جان بوجھ کر ضرر پہنچانے کی کوشش نہ کی ہو۔ اس لئے اس کا دیانت دار ہونے کی صورت میں تو قول معتبر ہوگا ورنہ نہیں۔

(۲) ہوگا۔

(۳) نہیں، بشرطیکہ اس نے کسی قسم کی کوتاہی نہ کی ہو۔

(۴) اگر کوئی کوتاہی ڈاکٹر کی طرف سے سرزد نہیں ہوتی تو وہ منام نہ ہوگا۔

### محور دوم

(۱) ضروری نہیں ہے۔

(۲) جب افتاً کرنا ضروری مریض کے لئے نہیں تو ڈاکٹر کے لئے بھی نہیں ہوگا۔

(۳) مثلاً یہ کہ وہ فرار اختیار نہ کریں اور علل و معالج و تیمارداری میں کوتاہی نہ کریں۔

(۴) نہیں۔ کیوں کہ تعدیہ بلکہ علل و معالج اسباب غیر یقینیہ میں ہے (اس پر سینکڑوں مسائل ص ۱۰۶ بحوالہ مالگیری)

(۵) امام محمد وغیرہ کے قول کے مطابق جذائی پر قیاس کرتے ہوئے کر سکتی ہے۔

(۶) قبل تبین خلقت اسقاط کرایا جاسکتا ہے اسی کے بعد نہیں۔ (موجودہ مسائل ص ۱۰۶ بحوالہ کتب فقہ کثیرہ)

(۷) ایسے بعید احتمالات کی وجہ سے ضروری تعلیم سے محروم کرنا درست نہیں۔ کیوں کہ حصول علم ضروری واجب ہے اور تعدیہ سبب غیر یقینی بلکہ وہی ہے بلکہ شرعاً گویا غیر معتبر ہے۔

(۸) جو دوسرے متعدی امراض کے سلسلہ میں ہیں۔

(۹) فی بی (سل) جیسے مزمن امراض میں مبتلا کے جو احکام ہیں وہ ان کے بھی ہوں گے۔

(۱۰) وہاں سے نکلنا درست نہیں وہاں جانے پر پابندی عین مقتضائے شریعت ہے۔

(۱۱) باہر جانے کی ممانعت کی حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ یہ لوگ گھر واپس آجائیں، نکل کر دوسری جگہ جاسکتا ہے۔

### محور سوم

(۱) ایسے عیب سے باخبر کرنا عین مقتضائے سنت ہے، جس میں دوسرے عیوب کی اطلاع دینا، مقولہ امام معاویہ فرجل معلوک۔

(۲) ایسے عیوب کو چھپانا غالباً ممنوع نہ ہوگا۔

(۳) اگر جواب ہی اس میں بھی درست ہے۔

(۴) اس میں ضرر عام کا خطرہ ہے، اس لئے ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ متعلقہ محکمہ کو مطلع کر کے اسے موثر پہلانے سے رکوائے۔

(۵) پہلی صورت سے زیادہ اس میں ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ مطلع کرے۔

(۶) ایسی صورت اختیار کرے کہ عورت کی پردہ داری بھی نہ ہو اور بچہ کی جان بچ جائے، جان بچانا ہر حال مقدم و ضروری ہے۔

(۷) مثال کو دیکھتے ہوئے اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

(۸) مفاد عام کا پسلو طوطا رکھنا چاہئے۔

(۹) شہادت دے، کیوں کہ یہ یقینی ذریعہ ہے، بے قصور مظلوم کو سزا سے بچانے کا۔

(۱۰) اس لئے کہ تعدیہ اسباب تعینہ میں نہیں ہے، اس لئے ڈاکٹر از داری برتے تو مضائقہ نہیں۔

\*\*\*\*\*

ملتی فضیل الرحمن بلال عثمانی  
(جامعہ دار السلام، مالیر کوٹہ، پنجاب)

## محمور اول

(۱) طب ایک مستقل فن ہے جس کے کچھ اصول ہیں، باقاعدہ فن اور اصول کی تعلیم کے بغیر ذاتی مطالعے اور تجربے کی بنیاد پر علاج کرنا درست نہیں ہے، اور مریض کو اگر اس کے علاج سے غیر معمولی ضرر پہنچے تو اس کے نقصان کی تلافی معالج کے ذمہ ہوگی۔ تعزیر یا تاوان کیا ہو گھیر عدالت معاملے کی نوعیت دیکھ کر فیصلہ کرے گی۔

(۲) اگر قانوناً مجاز ڈاکٹر نے بے احتیاطی برتی اور اس کی بے احتیاطی کی وجہ سے مریض فوت ہو گیا یا اس کو نقصان پہنچا تو معالج اس کے لئے ذمہ دار ہوگا۔

(۳) طبی اخلاقیات میں یہ اصول اور قانون ہے کہ قرعی امروہ سے اجازت لی جاتی ہے اور اس کے بغیر مسلک آپریشن نہیں کیا جاتا۔ ڈاکٹر اگر بغیر اجازت ایسا کرتا ہے تو وہ قانون کے خلاف کرتا ہے۔

(۴) اگر ڈاکٹر اس صورت میں کہ مریض اجازت دینے کے قابل نہیں ہے اور امروہ سے بھی رابطہ کی صورت نہیں ہے اور وہ مریض کی جان بچانے کے لئے آپریشن کرتا ہے تو آپریشن کی ناکامی کی صورت میں ڈاکٹر ذمہ دار قرار نہیں دیا جائے گا، اس لئے کہ اس نے ہر حال مریض کی جان بچانے کے لئے ایسا کیا ہے، جان نہیں پہنچی یہ الگ بات ہے۔

## محمور دوم

(۱) ایڈز کے مریض کے لئے اپنے مرض کو چھپانا درست نہیں ہے، صحیح بھوت بن جانے کی بات تو سماج کہ اس کی تربیت دیتا ہے کہ ایڈز کے مریض سے احتیاط نقصان دہ نہیں ہے۔

(۲) ڈاکٹر کو ظاہر کر دینا چاہئے۔

(۳) متعدی امراض کے سلسلہ میں اہل خانہ اور سماج کی ذمہ داری ہے کہ وہ بلا خوف انسانی ہمدردی اور اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے مریض کی تیمارداری کریں۔

(۴) ایڈز کا مریض اس صورت میں مخطاوار ہے، جاننے کے باوجود ایسا کرتا ہے جب بھی گنگار ہے۔ اس لئے کہ وہ باعث ضرر بنا ہے۔



(۵) یقیناً اختیار ہے، اور اگر چھپا کر نکاح کیا تو مظلوم ہونے پر مطالبہ طلاق کرنا درست ہے۔

(۶) اس صورت میں اسقاطِ حمل درست ہے۔

(۷) دافعہ سے محروم کرنا تو درست نہ ہوگا مگر احتیاطی تدبیر اختیار کی جائے گی۔

(۸) اس بیماری کی وجہ سے اس سے نفرت نہ کریں بلکہ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر برتاؤ کریں۔

(۹) برگز نہیں۔

(۱۰) شرعاً ایسی پابندی میں کوئی جرم نہیں ہے۔

(۱۱) اس صورت میں ان کا واپس آنا درست ہوگا۔

دوسری صورت میں ایسے لوگوں کو واپس بھیجنا درست ہوگا۔ ان دونوں صورتوں میں پابندی نرم ہونی چاہئے۔

### محور سوم

(۱) اس صورت میں راز افشا نہ کرے کیوں کہ ایک آنکھ کی بصارت نہ ہونے کی صورت میں عورت کا کوئی ضرر نہیں ہے۔

(۲) دوسری صورت میں افشا کرنا مناسب ہے کیوں کہ اولاد کا نہ ہونا عورت کے حق میں نہیں ہے۔

(۳) اس صورت میں ظاہر کر دینا ہی درست ہے۔

(۴) متعلقہ محکمہ کو مطلع کرنا درست ہوگا۔ کیوں کہ شرع عام کے دفعیہ کے لئے ضرر خاص قابل برداشت ہوگا۔

(۵) ظاہر کرنا چاہئے۔

(۶) مسموم زندہ بچے کے بارے میں باخبر کر دے تاکہ بچے کی جان ضائع نہ ہو۔ مگر یہ ظاہر کرنا ضروری نہیں کہ فلان عورت اس کی ماں ہے۔

(۷) ایسا کرنا درست ہوگا کیوں کہ یہ شخص آئندہ مستقل حرام کے استعمال سے بچ جائے گا۔

(۸) باخبر کر دے۔

(۹) عدالت کو مطلع کرنا بے گناہ کی جان بچانے کے لئے درست ہوگا۔

(۱۰) اگر مریض اس کا وعدہ کرے کہ وہ اس مرض کی وجہ سے کسی کو نقصان نہ پہنچائے گا تو ڈاکٹر اس کو راز رکھ سکتا ہے۔

منشی عبدالرحمن عابد

(مدرسہ امینیہ ۱۰/۱۱)

### محور اول

(۱) ایسا شخص جو قانوناً کسی مرض کا علاج کرنے کا مجاز نہیں ہے اور کسی مرض کے متعلق بھی اسے مہارت اور مذاقت حاصل نہیں ہے۔

دواؤں کی خصوصیات اور ان کی مضرتوں اور مضرتوں سے اسے واقفیت حاصل نہیں ہے تو ایسے شخص کے لئے محض اپنے ذاتی مطالعہ

اور کسی قدر تجربہ سے کسی بھی مرض کا علاج کرنا قانوناً درست ہے اور نہ ہی شرعاً درست ہے۔ اور اگر وہ علاج کرتا ہے اور اس

سے مریض ہلاک ہو جاتا ہے یا مریض کا کوئی عضو تلف ہو جاتا ہے تو وہ بے شک ضامن ہوگا۔

(۲) بے شک اس صورت میں غفلت و لاپرواہی کی بنا پر ایسا شخص ضامن ہوگا۔

(۴) مجاز ہونے کے باوجود بغیر اذن آپریشن جائز نہیں۔ لہذا اس صورت میں بھی یہ شخص سزا میں ہوگا۔

(۵) آپریشن کے لئے اذن ہونا ضروری ہے۔ اگر بغیر اذن آپریشن کیا اور کوئی عضو تلف ہو گیا تو تادیب لازم آئے گا۔

وإذا قصد المضاد أو بزع البراغ ولم يتجاوز الموضع المعتاد فلا ضرر. عليه فيما عطف من ذلك فإن تجاوز الموضع ضمن وهذا إذا كان البراغ باذن صاحب الدابة أما إذا كان بغیر اذنه فهو ضامن سواء كان تجاوز الموضع المعتاد أو لم يتجاوز. كذا في السراج الوهاج. (۲۰۲۶ ن ۸۳۴)

## محور دوم

(۱) خود اس شخص پر لازم ہوگا کہ اپنے مرض کو نہ چھپائے اور اگر وہ ڈاکٹر کو منع کرتا ہے تو ڈاکٹر کے لئے لازم ہوگا کہ وہ اس کی بات نہ مانے اور اس کے اس مرض کو اس کے اہل خانہ اور دیگر لوگوں پر بھی ظاہر کر دے تاکہ ہر شخص احتیاطی تدابیر اختیار کرے۔ اور خود اس شخص کے لئے بھی ضروری ہوگا کہ احتیاطی تدابیر اختیار کرے اور بیوی پر بھی ظاہر کر دے اور اس سے جنسی اختلاط نہ کرے۔

(۲) یہی ذمہ داری ہے کہ ایسے امراض کو چھپانے نہیں اور احتیاطی تدابیر اختیار کریں اس عقیدہ کے ساتھ کہ بغیر اذن الہی کوئی مرض دوسرے کو نہیں لگتا۔ دونوں حدیثوں کو پیش نظر رکھیں۔ لا عدوی ولا مطیۃ الا وفروا من المجذوم فراراً من الاعد۔

(۳) اگر اس کو اس بات کا علم ہے کہ مجامعت سے میرا مرض منتقل ہو سکتا ہے یا خون دینے سے مرض منتقل ہو جائے گا تو ایسی صورت میں مجامعت کرنے اور خون دینے سے یہ شخص گنہگار ہوگا، بشرطیکہ مجامعت کرنے یا خون دینے وقت یہ معاملہ مستقصر ہو۔ اور اگر یہ معاملہ مستقصر ہونے کے ساتھ ساتھ مرض کو منتقل کرنے کا ارادہ بھی ہو تو یہ ارادہ اس جرم کو مزید سنگین بنادے گا۔

(۵) قال فی الدر المختار ولا یتخیر احد الزوجین بسبب الاخر ولو فاحشا کحیون وجذام و برص و رتق و قرح و فی رد المحتار وخالف الاثنتی الثلثة فی الخمسة مطلقاً ومحمد فی الثلثة الاول لو بالزوج کذا یلهم من البحر وغيره (الثانی ۱) و فی المبسوط للسر حسی و علی قول محمد لها الخبر اذا كان علی حال لا ینطبق المقام معه و فی کتاب الامار للامام محمد و كذلك اذا وجدته عجنونا موسوما بخلاف علیها قتله. و فی الفتاوی الحامدیه من المضمرات قال محمد ان كان بالزوج سبب الا یسکنه الوصول الی زوجة فالمرأة معصیة بعد ذلك الا (میلہ ہمزہ)

عبارات مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ شیخین کے نزدیک تو جنون شوہر کی وجہ سے عورت کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں۔ لیکن امام محمد کے نزدیک اس کو یہ حق حاصل ہے کہ قاضی کے یہاں درخواست دے کر تفریق کا مطالب کرے اور اپنے آپ کو مجنون کی زوجیت سے علاحدہ کرالے۔ بشرطیکہ جنون اس درجہ کا ہو کہ اس کے ساتھ رہنا قدرت سے خارج ہو مثلاً اس سے قتل کا اندیشہ ہو۔

ایڈز کا مرض بھی خطرناک ہے اور اس میں جنسی اختلاط بھی خطرناک ہے تو مقاصد نکاح تو یقیناً فوت ہیں۔ اگر عورت جوان ہے شوہر کو ایڈز کا مرض ہے اور عورت جوان ہے اس کو زنا میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے تو ایسی صورت میں عورت کو ضرر سے بچالے

کے لئے خود شوہر کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ بیوی کو طلاق دے دے اگر وہ طلاق نہ دے تو عورت کو خیال فسخ حاصل ہونا چاہئے۔

(۶) ہاں بے شک بچہ میں جان پڑنے سے قبل وہ اسقاط کر سکتی ہے بلکہ اسقاط کر لینا ضروری ہے۔ اگر وہ تیار نہ ہو تو شوہر اور حکومت کا ٹکڑا صحت اس کو مجبور کر سکتا ہے۔

(۷) میرے خیال میں اس میں احتیاط مناسب ہے۔ ایسے بچوں کے سرپرستوں کو چاہئے کہ وہ ان کی تعلیم کا انتظام پرائیوٹ کرائس اور جب وہ سن شعور کو پہنچ جائیں تو اسکول میں بھی ان کو بھیجا جاسکتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ استادوں کو اور بچوں کو ان کے اس مرض سے آگاہ کر دیا جائے۔

(۸) ایسی تمام تدابیر اختیار کریں جن کی وجہ سے دوسرے لوگ ضرر سے محفوظ رہیں۔

(۹) ہاں اس درجہ میں ان امراض کو مرض وفات کہنا صحیح ہے اور ایسے مریض پر مرض وفات کے احکام جاری ہوں گے جب تک کہ مرض اس درجہ کو پہنچ جائے کہ غالب اس میں موت ہے یا یوں فرمایا اثناء ہے جس کی وجہ سے موت کا خوف غالب ہے۔

قيل مرض الموت ان لا يخرج لحوائج نفسه وعليه اعتد في التجريد بآزبه والمختار انه عاين الغالب منه الموت وان لم يكن صاحب فرأى قهستاني عن حبة الذخيرة (درمکند) وفي المراج وسئل صاحب المنظومة عن حد مرض الموت فقال كثرت فيه اقوال المشايخ واعتمادنا في ذلك على قول الفضلي وهو ان لا يقدر ان يذهب في حوائج نفسه لخارج الدار والبرأة لحاجتها داخل الدار لصعود السطح ونحوه والظاهر انه عقيد بغير الامراض المزمنة التي طالعت ولم يخف عنها الموت كالفالج ونحوه (شالی ۵ / ۴۸) وقال قبله ثم المراد من الخوف الغالب عنه لانفس الخوف كفايه - وفسر القهستاني عدم الخوف بان لا يزداد ما به وقتا فوقتنا. (شالی ۵ / ۴۸)

(۱۰) ایسے علاقوں میں بلا ضرورت جانا نہیں چاہئے۔

(۱۱) ان کے لئے تو ضرورت دائمی ہے یہ حضرات واپس اپنے گھر آسکتے ہیں۔ اسی طرح باہر سے آنے ہوئے حضرات بھی اپنے کام سے فارغ ہو کر واپس اپنے مقام پر جاسکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ السلام واحکم۔

ڈاکٹر قدرت اللہ باقوی  
(مرکز دراسات مہدیہ، میوہ)

## محور اول

(۱) جو شخص علاج مرض پر قانوناً مجاز نہ ہو تو ایسے شخص سے علاج کرنا شرعاً ناجائز ہے اور مریض کے اصرار پر علاج کر رہا ہے جس سے غیر معمولی نقصان ہو جائے، اس پر تاوان نہ ہوگا البتہ شرعاً قابل تہذیر ہے۔

(۲) ڈاکٹر پر تاوان ہوگا۔

(۳) مریض یا قریبی امرد سے اجازت لئے بغیر آپریشن کرنا ایک جرم ہے لہذا ڈاکٹر نقصان کا ضمان ہوگا۔

(۴) اس پر شرعاً تاوان جاری نہ ہوگا کیوں کہ ڈاکٹر کی نیت نیک تھی۔

## محور دوم

(۱) مریض کو چاہئے کہ حتی الامکان احتیاط برتے اور ضرور اطلاع دے دے۔

(۲) مرض کو روز میں رکھ کر ڈاکٹر علاج کرے مگر ایلی خانہ اور متعلقین کو پرہیز سے رہنے کے لئے دوسری ترکیب کام میں لائے۔

(۳) متعدی امراض سے پوری طرح احتیاط کرنے کے لئے ضروری سامان فراہم کرے۔

(۴) جو شخص دانستہ قاتل مرض کی منتقلی کا سبب بنتا ہے وہ مجرم ہے اسے قابل سزا دی جائے۔

(۵) قتل کا اختیار ہے۔

(۶) اسقاط حمل پر مجبور کرنا درست نہیں کیوں کہ اسقاط حمل الواد الحقیقی ہے اس پر مریض کی حالت بھی مشتبہ ہو سکتی ہے۔



(۷) ایڈ کے بچوں کو مدارس اور اسکولوں میں داخلے سے محروم کرنا درست نہیں ہے اتفاقی حالات میں احتیاط برتی جاسکتی ہے اخبار میں آیا ہوا تھا کہ ایڈ کا علاج بھی زیر تحقیق ہے اس طرح سے لاعلاج مرض سمجھنا قبل از وقت فیصلہ ہے۔

(۸) اگر کوئی بچہ ایڈ کے مرض میں گرفتار ہے تو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اہل خانہ اور ذمہ دار احتیاط سے کام لیں، بعض امراض ایسے بھی ہیں جن کے تصور سے تکلیف بڑھ جاتی ہے اور بعض لاعلمی کی وجہ سے تکلیف دہ نہیں ہوتے، اس لئے بچے کو اس کے مرض سے آگاہ کئے بغیر سود مند تدابیر کرنا ہستہ اور محمود ہے۔

(۹) اگر امراض ناقابل علاج مرحلہ تک پہنچ جائیں تو ایسے مریض کے لئے مرض موت کے احکام جاری کئے جاسکتے ہیں۔

(۱۰) احتیاط برتنی چاہئے مالل کہ موت و حیات اللہ تعالیٰ کے ارادہ پر منحصر ہے۔

(۱۱) ایسی حالت میں خدا پر بھروسہ کر کے اہل و عیال کو سنبھالنے اور کاروبار کی نگہداشت کے لئے جاسکتے ہیں، اس کے برعکس حالات میں باہر جاسکتے ہیں۔

### محمور سوم

(۱) ڈاکٹر کو چاہئے کہ لڑکی کے گھر والے اگر صلح چاہیں تو یہ راز صرف ان پر فاش کیا جائے تاکہ مستقبل میں آلے والے غلط فہمی سے بچ جائیں۔

(۲) اندیشہ میں آچے اور بڑے کامکان ہے اس لئے دوسرے فریق کو باخبر کرنا مناسب نہیں ہے۔

(۳) ڈاکٹر کے لئے ضروری ہے کہ دوسرے فریق کو اپنے عیب سے مطلع کر دے تاکہ آئندہ مصائب کا دروازہ بند کر دے اور فسخ نکاح کی گنجائش ملے ہو۔

(۴) ڈاکٹر کو چاہئے کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اطلاع دے تاکہ اس کی غلطی سے کئی خاندانوں کی جان بچ سکے۔

(۵) متعلقہ محکمہ کو اطلاع ضرور دے۔

(۶) معصوم بچے سے متعلق متعلقہ محکمہ کو خبر دے۔

(۷) مسلمان ڈاکٹر کو یقین ہو جانے کہ مریض کی عادت چھوٹ جائے گی تو مشورہ دے سکتا ہے کیوں کہ اگر مشورہ نہ بھی دے تو اس کی عادت باقی رہے گی، مشورہ دینے سے بری عادت دور ہونے کے امکانات ہیں۔

(۸) ڈاکٹر کو چاہئے کہ پھر محکمہ کو اطلاع دے دے۔

(۹) ڈاکٹر اس مجرم کا راز فاش کر کے بے گناہ کو بچا سکتا ہے۔

(۱۰) دوسروں پر راز فاش کئے بغیر کنارہ کشی کی تدابیر بتائی جائیں۔

# مقالات

# طبی اخلاقیات

## شرح اسلامی کی روشنی میں

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

(صدر مدرس و شیخ الحدیث دارالعلوم سہیل السلام، حیدرآباد)

انسان کے وجود کے بارے میں اسلام کا تصور ہے کہ وہ خود ایک امانت ہے، اس کے لئے اپنے جسم میں وہی تصرف جائز اور درست ہے جس کی شریعت نے اجازت دی ہو، وہ اپنے منشاء و مزاج کے مطابق خود اپنے جسم کو نقصان پہنچانے یا اس میں تغیر و تبدل کرنے کا بھی مجاز نہیں، اپنے آپ کی حفاظت اس کا شرعی فریضہ ہے اور صحت جسمانی کو برقرار رکھنے کی امکان بھر سہی تقاضا امانت کے تحت اس کی ذمہ داری ہے، فن طب چوں کہ ایک ایسا فن ہے جو خالق تعالیٰ کے اس مقصد کو پورا کرتا ہے۔ اس لئے علماء اسلام نے اس کو برہی عہد کی نظر سے دیکھا ہے۔ امام شافعی سے نقل کیا گیا ہے

العلم علما علم الفقه للادیان و علم الطب للابدان۔ (مفتاح السعادة ۱/۲۶۷)

علم (در حقیقت) دوہی ہیں: ایک فقہ طریقت زندگی کے لئے، دوسرے طب عللج جسمانی کے لئے۔

اسی طرح کا قول حضرت علیؑ کی طرف منسوب ہے۔ (حوالہ سابق)

اطباء چوں کہ صحت انسانی کی حفاظت جیسا اہم فرض اور عظیم الشان خدمت انجام دیتے ہیں۔ اس لئے ان کی ذمہ داریاں بھی بہت نازک ہیں۔ ہمدردی و مہربانی، صبر و حلم، بردباری، شخصی کمزوریوں اور رازہائے حدود کی حفاظت، اجتماعی مفادات کا خیال اور اپنے فن میں بصیرت مندی و حاضر و باطنی، خدمت خلق کا جذبہ اور شریعت کی قائم کی ہوئی حدود پر استقامت یہ اس راہ کے مسافر کے لئے متاع اولین کا درجہ رکھتے ہیں اور شریعت نے اس طبقہ کے لئے جو اخلاقیات مقرر کی ہیں، ان کا عطر و خلاصہ ہیں۔

محمور اول

ناواقفیت کے باوجود عللج

(جواب: سوال ۱)

شریعت میں کسی بھی عمل کے لئے بنیادی شرط۔ اہلیت کی ہے، اہلیت اور مطلوبہ صلاحیت کے بغیر جو فعل انجام دیا جائے وہ



بہر حال ناروا ہے، گو اتفاقی طور پر اس سے بہتر نتیجہ حاصل ہو جائے۔ حضرت بریدہ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا قاضی تین طرح کے ہیں، ایک جنتی ہے دو دوزخی ہیں، جو حق سے واقف ہو اور اس کے مطابق فیصلہ کرے وہ جنتی ہے۔ جو حق سے واقف ہو کر ناحق فیصلہ کرے وہ جہنمی ہے اور جو حق کا علم ہی نہ رکھتا ہو اور باوجود جہل کے کلام قضا انجام دینے لگے وہ بھی جہنمی ہے۔ "لَمْ يَكُنْ يَدْرِي لَمْ يَعْرِفِ الْحَقَّ فَطَعَنَ لِلنَّاسِ"۔ اس لئے قضا کے عہدہ کی بابت فقہاء نے لکھا ہے کہ اہلیت و صلاحیت کے بغیر اس نازک اور اہم کام کے لئے طالع آزمائی قطعاً حرام و ناجائز ہے و محرم علی غیر الاہل الدخول فیہ قطعاً۔

(الدر المنثور علی ہاشم الرواسی ۳/۲۰۷)

بیسے قضا کے عہدہ سے لوگوں کے حقوق متعلق ہیں، اسی طرح علاج و معالجہ سے لوگوں کی زندگی اور صحت کا تعلق ہے، شریعت میں نفس انسانی کی حفاظت من جملہ اساسی مقاصد کے ہے اور حفظ دین کے بعد سب سے زیادہ اہمیت اسی شعبہ کو دی گئی ہے، چنانچہ اکثر رخصتوں اور سولتوں کی روح یہی ہے کہ انسان کو ہلاکت اور شدید مشقت سے بچایا جائے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ علاج و معالجہ کے لئے بھی اہلیت اور مناسب لیاقت و صلاحیت ضروری ہے۔ اسی پس منظر میں فقہاء نے جاہل و ناواقف طبیب کو علاج سے روکنے کا حکم دیا ہے۔ (البر الوفاق ۸/۱۰۹) بلکہ کاسانی نے تو نفل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ وہ تین ہی اشخاص پر ہجر کے قائل ہیں۔ آوارہ فکر مفتی، جاہل طبیب اور دیوالیہ شخص جو لوگوں کو کرایہ پر اشیاء دینے کا معاملہ کیا کرے اور خوب لکھا ہے کہ یہ ممانعت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تقاضے سے ہے۔ "لَا مَنَعَ عَنِ ذَٰلِكَ عَنِ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ"۔ (بدائع الصنائع ۴/۱۱۹)

اصل یہ ہے کہ جہاں کسی شخص کی آزادی اجتماعی ضرر و نقصان کا باعث بنتی ہو، وہاں اجتماعی مفاد کو ترجیح دی جائے گی۔ اور گو کسی کی شخص کی آزادی کو سلب کر لینا بھی ضرر سے خالی نہیں، تاہم چون کہ یہ اجتماعی ضرر کے مقابلہ کم تر ہے، اس لئے اس کو قبول کیا جائے گا۔ دانائے رموز شریعت ابن ہمام کا بیان ہے :

حتى لو كان في الحجر دفع ضرر عام كالحجر على المتطبيب الجاهل والمفتي الماجن والمكاري المفسد جاز

في ما يروى عنه اذ هو دفع ضرر اعلیٰ بالادنی۔ (المنهاج ۹/۲۷)

اگر ہجر کے ذریعہ عمومی ضرر کو دور کرنا مقصود ہو، جیسے جاہل طبیب، آوارہ خیال مفتی اور مفسد کرایہ پر لگائے والا۔ تو امام ابوحنیفہ سے جو روایت ہے اس کے مطابق ایسا کرنا جائز ہے کیوں کہ یہ کم نقصان کو گوارا کر کے زیادہ نقصان کو دور کرتا ہے۔

## طبیب جاہل و حاذق

لیکن اصل سوال یہ ہے کہ "طبیب جاہل" کا اطلاق کس پر ہوگا؟ فقہاء نے اپنے زمانہ و احوال کے مطابق اس کو معین کرنے کی سعی کی ہے صاحب "فتاویٰ سراجیہ" کا بیان ہے :

الذي يفتي الناس السم وعنده انه دواء۔ (السراجیہ ۱۳۰)

جو زہر پلا دے اور اس کا گمان ہو کہ وہ دوا ہے۔

علامہ بابرتی لکھتے ہیں :

الذی یسقی الناس فی امراضهم دواء مہلکاً وهو یعلم ذالک اولا یعلم۔ (منہج علی المرایہ ۲/۲۵۳)  
جو لوگوں کو بیماریوں میں مہلک دوا پلا دے، جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔  
بعض حضرات نے اسی کو کسی قدر وضاحت سے یوں لکھا ہے :

یسقی الناس دواء مہلکاً ولا یقدر علی ازالۃ ضرر دواء اشتد تاثیرہ علی المرضی۔ (المقد الاسطی وادلت ۵/۲۲۹)  
جو لوگوں کو مہلک دوا پلائے اور ایسی دوا کا منفی اثر دور کرنے پر قادر نہ ہو جو مریض پر ظہور پذیر ہو۔

ماحصل یہ ہے کہ جو دواؤں کی شناخت نہ رکھتا ہو، زہر کو امرت کچھ لیتا ہو، اندازہ پر دوائیں دیتا ہو اور منفی اثر کی حامل دواؤں کے مضر اثرات سے نپٹنے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہو، ایسے شخص کو "طیب جاہل" تصور کیا جائے گا فقہاء کی یہ تعریف ان کے عمد اور زمانہ کے تناظر میں بالکل صحیح ہے، کیوں کہ اس زمانہ میں یہ فن اس قدر پیچ در پیچ اور شاخ در شاخ نہ ہوا تھا، لوگ دوسرے علوم کے ساتھ امراض کی علامات اور ادویہ پر ایک آدم کتاب پڑھ لیا کرتے تھے، تجربات سے مزید رہنمائی ملتی تھی اور بس، اس کو طبابت کے لئے کافی تصور کیا جاتا تھا۔ اس کے لئے مستقل تعلیم درکار ہوتی تھی نہ باضابطہ سند و توثیق۔

ایک اور روایت میں ہے :

عن تطیب ولم یعلم منہ قبل ذالک الطب فهو ضامن۔

(سنن ابی داؤد ۲/۲۳۰، بیہقی نے اس حدیث پر "صحیح" کا مزل لگایا ہے، المجاہد المسطرح فیہ فی التقریر ۶/۱۰۶، حدیث نمبر ۸۵۹۶)  
جس نے علاج کیا، مالل کہ وہ علاج کی اہلیت رکھنے میں سرورف نہ ہو، تو وہ نقصان کا ضامن ہوگا۔  
علاء مناوی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے :

ولفظ التفضل بدل علی تکلف الشئ والدخول فیہ بکلفہ تکونہ لیس من اہلہ فهو ضامن لمن طبعہ بالبدیۃ ان مات بسببہ۔ (المیض التقریر ۶/۱۰۶)

تفضل کا باب کسی بات میں تکلف اور بہ تکلف داخل ہونے کو جاتا ہے، جیسے یہ کہ وہ علاج کرنے کا اہل نہ ہو، پھر بھی علاج کرے تو اگر اس کے علاج سے مریض فوت ہو جائے، تو وہ دیت کا ضامن ہوگا۔

فقہاء کے یہاں بھی ایسی نظیریں موجود ہیں کہ اہلیت کے حامل طبیب کی غلطی کو قابل عفو سمجھا گیا ہے اور نااہل کی وہی غلطی موجب

ضمان قرار دی گئی ہے :

الکحال لذر وی فی عین رعد فذهب ضوءہا لایضمن کالختان الا اذا غلط، فان قال رجلان انہ اہل ورجلان انہ لیس باہل وهذا من غلطہ لایضمن، وان صوبہ رجل وخطاہ رجلان فالخطی صائب وبضمن (لماوی بزاز علی ۱۶۱ مش المندیہ ۵/۸۹)

برادر والا سرمد آشوب چشم میں ڈالا اور بینائی باقی رہی تو وہ ضامن نہ ہوگا جیسا کہ غلط کرنے والا قلعی کر جائے۔ پس اگر وہ شخص اٹھے کہ یہ اس کا اہل ہے اور دوا اشخاص کہیں کہ یہ اہل نہیں ہے بلکہ یہ اس کی قلعی ہے تو وہ ضامن نہیں ہوگا۔ اور اگر ایک شخص نے اس کی اہلیت کی گواہی دی اور دوا اشخاص نے اس کے خلاف، تو یہ صائب ہوں گے اور وہ ضامن ہوگا۔  
ابن قیم نے تفصیل سے اس پر گفتگو کی ہے کہ طبیب کن صورتوں میں ضامن ہوگا اور کب ضامن نہیں ہوگا؟ تاہم جو شخص مناسب

صلاحیت و اہلیت سے محرومی کے باوجود لوگوں کو تختہ مشق بنائے۔ اس کی بابت اہل علم کا اجماع و اتفاق ہے کہ وہ مریض کی جان جانے کی صورت میں ضامن ہوگا:

فاذا تعاظم علم الطب وحملته ولم يتقدم له به معرفة فقد جهل بجملته على اختلاف الانفس واقدام بالتهور على

عالم يعلمه فيكون قد غرر بالليل، فيلزمه الضمان لذلك وهذا اجماع من اهل العلم۔ (زاد المعاد ۳/ ۱۳۹)

جو طب کی تعلیم بھی دینے لگے اور اس پر عمل بھی کرنے لگے حالانکہ اس نے پہلے خود اس فن کو حاصل نہ کیا ہو، چنانچہ اپنی ناواقفیت کے باعث وہ لوگوں کی جانیں ضائع کر رہا ہے اور خیر و برکت داری کے باعث ایسا کام کر رہا ہے جس سے وہ خود واقف نہیں تو وہ مریض کو دھوکہ دے رہا ہے۔ لہذا اس پر تادیب واجب ہوگا۔ اس پر اہل علم کا اتفاق ہے۔

اگر علاج میں مریض کی اجازت بھی شامل ہو، لیکن یہ اجازت اس پر مبنی ہو کہ مصلح نے اس کو اپنی صداقت و مہارت کا سبب مانگ دیکھایا ہو، جب بھی طبی نا تجربہ کاری کی وجہ سے سختی والے نقصان کی ذمہ داری طبیب ہی پر عائد ہوگی۔

وان ظن المريض انه طبيب واذن له في طبعه۔

اگر مصلح کی بابت مریض کا گمان ہو کہ وہ طبیب ہے، تو وہ اس کو ڈاکٹری کی اجازت دے۔

لیکن آج فن طب بہت ترقی کر چکا ہے، بنیادی طور پر میڈیکل سائنس تین امور پر بحث کرتی ہے، اول: امراض کی علامات اور امراض کی شناخت، دوسرے: ادویہ اور اس کے ایجابی و سلبی اثرات، تیسرے: مریض کے جسم میں ادویہ کو قبول کرنے کی صلاحیت۔ ان تینوں پہلوؤں سے گونا گوں طریقہ ہائے علاج، طبی تجربات اور غیر معمولی حالات پر قابو پالنے کی تدابیر نے آج فن نہیں بلکہ کئی فنون کو وجود بخشا ہے اور ایسی ادویہ کا تجربہ کیا گیا ہے کہ مرض کی شناخت میں معمولی غلطی صحت کی بجائے موت کا باعث بن جائے۔

اصل یہ ہے کہ ہر شعبہ علم میں ایک دور تجربات کا ہوتا ہے، پھر یہ تدریج تجربات مدون و مرتب ہوتے ہیں اور ان کی مرتبہ و مدون صورت بالاخر ایک مستقل علم اور فن کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور اس وقت تعلیم و تعلم کے بغیر مجدد تجربات کی بناء پر اس شعبہ میں متعلق شخص کی مہارت و صداقت کو قبول نہیں کیا جاتا، یہی حال اس وقت میڈیکل سائنس کا ہے۔ اس لئے خیال ہوتا ہے کہ فی زمانہ وہی اشخاص طبیب ماذق کہلانے کے مستحق ہیں جن کو طبی دانش گاہیں اور گورنمنٹ کا محکمہ صحت علاج و معالجہ کا مجاز قرار دیتا ہو۔

## اگر مریض کو نقصان پہنچ جائے؟

ایسے ناواقف اور نااہل لوگوں کو علاج سے روکنا تو درست ہے ہی، اگر یہ ایسی نااہلیت کے ساتھ علاج کریں اور مریض کو نقصان پہنچ جائے، تو ان پر ضمان بھی واجب ہوگا۔ اس سلسلہ میں خود آپ کی صراحت موجود ہے، ارشاد ہے:

ایضا طبیب تعطب علی قوم لا یعرف له تعطب قبل ذلك فاعتنت فهو ضامن۔ (سنن ابی داؤد ۴/ ۱۳۰)

جس طبیب نے لوگوں کا علاج کیا حالانکہ پہلے سے وہ اس فن میں معروف نہیں تھا، چنانچہ وہ باعث مشقت ہو جائے تو وہ ضامن ہے۔

لاجل معرفته، ضمن الطبيب حاجت يده وكذلك ان وصف له دواء يستعمله والليل يغفلن انه وصفه

لمعرفته وحذقه قتل به ضنه، والحديث ظاهر فيه او صريح۔ (زاد المعاد ۳/ ۱۳۰)



علاج کے فن سے واقف سمجھ کر علاج کرنے کی اجازت دے دے، تو وہ اپنی طبی جہالت کا ضامن ہوگا، یہی حکم اس وقت بھی ہوگا۔ جب مریض کو دوا کی نشاندہی کر دے کہ وہ اس کو استعمال کرے اور مریض کا خیال ہو کہ یہ مریض فن سے آگاہ اور مہارت کی بنا پر دوا تجویز کر رہا ہے، یہاں تک کہ مریض فوت ہو جائے تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔ حدیث اس بابت ظاہر یا بالکل صریح ہے۔

یہ مان لینے کے بعد کہ طبیب جاہل کے علاج سے بچنے والا نقصان موجب تاوان ہے، یہ بات حل طلب ہے کہ یہ ضمان خود اس شخص کو ادا کرنا ہوگا یا اس میں اس کے امراء (عائلہ) بھی شریک ہوں گے؟ حافظ ابن رشد نے دونوں طرح کے اقوال نقل کئے ہیں۔

(مجموع الفتاویٰ ۲/۲۲۲)

حنفیہ کے یہاں جو قتل میں "شہب" ہو یعنی بالواسطہ قتل و ہلاکت کا باعث بنا ہو، فoul ہوا (دیت) اس کے امراء پر واجب ہوتی ہے:

اما القتل بسبب كخاف البئر و اضع الحجر في غير ملكه، وموجه اذا تلف فيه آدمى الدية على العاقلة.

(مدارج فتح القدر ۱۰/۲۹۹)

قتل بالسبب کی مثال دوسرے کی ملک میں ہتھ رکھنے اور کنواں کھودنے والے کی ہے کہ اگر کوئی شخص اس کی وجہ سے ہلاک ہو جائے تو عاقلہ پر دیت واجب ہوگی۔

"طبیب جاہل" سے ہونے والا نقصان اسی زمرہ میں آئے گا اور اسی اصول پر تاوان واجب ہوگا۔ البتہ کفارہ واجب نہ ہوگا اور نہ اس کی وجہ سے۔ اگر مریض کا وارث ہو تو میراث سے محروم ہوگا۔ (۱۲۱ سابق)

تاہم یہ تاوان کا واجب ہونا اور نہ ہونا تو مریض کے حق کی بنا پر ہے۔ عامۃ الناس کے حقوق کی رعایت کرتے ہوئے اور ان کو اس فتنہ سے بچانے کے لئے حکومت ایسے شخص کی مناسب تعزیر و سزائیں بھی کرے گی، حافظ ابن رشد کا بیان ہے:

وان لم يكن من اهل المعرفة فعليه الضرب والسجن والدية. (مجموع الفتاویٰ ۲/۲۲۲)

اگر مریض فن طب سے واقف نہ ہو تو سزائیں اور قید کی سزا ہوگی اور دیت واجب ہوگی۔

## ڈاکٹر کی کوتاہی سے نقصان

(جواب: سوال ۲)

ڈاکٹر جس مرض کا علاج کر رہا ہے، وہ قانوناً اس کا مجاز ہے اور اس نے اصول علاج کے مطابق کسی کوتاہی کا ارتکاب نہیں کیا ہے تو اتفاق ہے کہ وہ ضامن نہیں ہوگا، فقہاء، حنفیہ میں صاحب فساد کی بزازیہ کی صراحت آپکی ہے کہ اگر اہل و لائق طبیب کے مناسب علاج کے باوجود آنکھ کی روشنی جاتی رہی تو اس پر تاوان نہیں ہے۔ (بزازیہ ۵/۸۹) لکھیے میں علامہ درودیر کا بیان ہے:

و اذا عالج طبيب عارفاً وعات المریض عن علاجه المطلوب لاشي عليه. (الشرح الصغير ۳/۴۰۰)

اگر فن سے آگاہ طبیب نے علاج کیا اور مناسب طریقہ پر علاج کے باوجود مریض فوت ہو گیا، تو اس پر کچھ واجب نہیں، فقہاء متاہلہ مریدانہ قدامہ لکھتے ہیں:

ولا ضمان على حجام ولا ختان ولا متطبيب اذا عرف منهم حذق الصفة ولم تكن ابديةهم. (المعنى ۵/ ۲۱۲)  
 پچھنا لگانے والے، فتنہ کرنے والے اور علاج کرنے والے پر تاوان واجب نہیں۔ اگر ان کا ماہر فن ہونا معلوم ہو اور انھوں نے  
 جنایت نہیں کی ہو۔

حافظ ابن قیم نے اس پر فقہاء کا اتفاق نقل کیا ہے :

مطبیب حاذق اعطى الصفة حفيها ولم تكن يده ، فتولد من فعله الماذون فيه من جهة الشارع وعن جهة من  
 يعطيه تلف العضو او النفس او ذهاب صفة فهذا الاضرار عليه اتفاقا. (زاد المعاد ۲/ ۱۳۹)  
 طبیب ماہر جس نے فن کا حق ادا کیا اور کوتاہی نہیں کی، پھر بھی شریعت اور مریض کی جانب سے اجازت کی بنیاد پر ہونے والے

فعل سے عضو یا جان ہلاک ہوگئی یا کوئی صلاحیت منحل ہوگی تو بالاتفاق اس پر ضمان واجب نہیں۔  
 بلکہ اگر کمال احتیاط اور کمال رعایت کے باوجود مصلح سے کسی بھول چوک وقع ہوگئی اور کسی ایسے معاملہ میں اس نے غلط رائے  
 اختیار کی جس میں ایک سے زیادہ رائے کی گنجائش تھی، تب بھی وہ ضامن نہیں۔

لیکن اگر مریض کا علاج کرنے میں وہ فنی کوتاہی اور بے احتیاطی کا مرتکب ہوا ہے تو وہ نقصان کا ضامن ہوگا :

وهذا الختان وقلم الفرس والطب فلا ضمان الا بالتفريط. (الشرح الصغير ۳/ ۲۰)  
 فتنہ کرنے، دانت اٹکانے اور علاج کرنے میں کوتاہی کرنے کی صورت میں ہی تاوان واجب ہوگا۔

فتاویٰ بزازیہ میں ہے :

حجم اوختن او بوزغ وتلف لم يضمن الا اذا تجاوز المعتاد. (بزازیہ ۵/ ۸۹، نیز دیکھئے، البرالرائق ۸/ ۲۹)  
 کسی نے پچھنا لگایا، فتنہ کیا یا جانور کی نعلبندی کی اور آدمی یا جانور فوت ہوگیا تو وہ اس صورت میں ضامن ہوگا کہ اس نے معمول  
 کی حد سے تجاوز کیا ہو۔

ابن قدامہ نے اصولی بات لکھی ہے کہ دو شرطیں پانی جائیں تو مصلح ضامن نہیں ہوگا اور ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو  
 ضامن ہوگا۔ اول یہ کہ وہ اپنے فن میں بصیرت و مسرت رکھتا ہو، دوسرے اس نے علاج میں کسی کوتاہی سے کام نہ لیا ہو، بے بصیرتی کے  
 ساتھ علاج بھی ناروا ہے اور بصیرت و مذاقت کے باوجود کوتاہی بھی ناقابل قبول اور موجب ضمان ہے۔ (المعنى ۵/ ۲۱۲)

اس ذیل میں فقہاء نے ایک جزیئہ ذکر کیا ہے جو من جلد۔ فقہی لطائف کے ہے کہ اگر مصلح نے اپنی کوتاہی سے مریض کے کسی  
 عضو کو بالکل ہی معطل کر دیا۔ البتہ اس کی زندگی بچ گئی تو اس کو پوری دیت ادا کرنی ہوگی کہ ایک منفعت سے کمں معرونی کمں دیت کی  
 موجب ہے اور اگر مریض کی موت واقع ہوگئی تو نصف دیت ادا کرنی ہوگی۔ کیوں کہ اب دیت پورے وجود کی واجب ہوگی۔ اور صورت  
 حال یہ ہے کہ موت میں دو باتوں کو دخل ہے، ایک تو آپریشن اور دوسرے آپریشن میں حد سے تجاوز، پہلی بات میں مصلح محتاط کار نہیں،  
 البتہ دوسرے معاملہ میں اس کی غلطی ہے، اس لئے نصف دیت اسی پر واجب ہوگی۔ (البرالرائق ۸/ ۲۹)۔ ماضی قریب کے فقہاء میں شیخ  
 عبدالرحمن البریری نے بھی اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے اور ڈاکٹر کی کوتاہی کی صورت اسی تفصیل کے مطابق اس کو ذمہ دار قرار دیا ہے۔

تاہم چوں کہ یہ جنایت خطا ہے۔ اس لئے ابن قیم کا بیان ہے کہ دیت کے ایک تسائی سے کم کی تعداد ضمان عائد ہو جب تو اسے خود ادا کرنا ہوگا۔ اور اگر ایک تسائی یا اس سے زیادہ ہو تو عاقلہ۔ جو امرہ یا ہم پیشہ لوگ ہو سکتے ہیں۔ ادا کریں گے۔

(ازالہ العداۃ ۳/ ۱۳۰، نہج ویکھنے، پراہۃ المجلد ۲/ ۲۳۳)

## بلا اجازت آپریشن

(جواب، سوال ۳)

اگر مریض خود اجازت دینے کے موقف میں ہو، یا اس کے اولیا، موجود ہوں تو ان سے اجازت لینا واجب ہے۔ اور باوجود قدرت و امکان کے بلا اجازت آپریشن کیا یا کوئی ایسا طریقہ علاج اختیار کیا جو امکانی طور پر ہلاکت کا باعث ہو سکتا ہے اور مریض کی جان چلی گئی یا اس کا کوئی عضو جاتا رہا تو معالج پر اس کی ذمہ داری ہوگی۔ گو ولایت کا تعلق اصل میں تو نکاح اور اموال میں تصرف کے حق سے ہے، لیکن فقہاء کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ علاج اور جسمانی تصرف کے باب میں بھی اس کو کچھ کم اہمیت نہیں دی گئی ہے۔ مثلاً لکھتے ہیں:

قال اقطع یدی ففصلہ لاشی علیہ۔ (الذاریہ ۶/ ۳۸۳)

کہا میرا ہاتھ کاٹ لو، اس نے کاٹ لیا تو اس پر کچھ واجب نہیں۔

طور کیا جانے کہ کھلی ہوئی جنایت بھی اس لئے قصاص و دیت کا موجب نہیں کہ اس میں اذن و اجازت شریک ہے۔

فتاویٰ سراجیہ میں ہے:

الحجاء او الفصاد او البزاع او الختان اذا حجم او فیصد او یزغ او ختن باذن صاحبہ فسری الی النفس و مات

لم یضمن۔ (الفتاویٰ السراجیہ ۱۳۶)

چھتہ اور قصہ لگالے والا یا نعلبندی کرنے والا یا ختنہ کنندہ نے چھتہ لگایا، قصہ لگایا، نعلبندی کی یا ختنہ کیا اور یہ سب صاحب معاملہ کی اجازت سے کیا پھر یہ زخم پھیل گیا اور موت واقع ہو گئی تو ضمان نہیں ہوگا۔

اسی طرح کی بات عالمگیری میں بھی گئی ہے۔ (ہندیہ ۶/ ۲۳۱)

فقہاء حنبلیہ میں ابن قدامہ کا بیان ہے:

وان ختن صبیا بغیر اذن ولیہ فسرت جنایتہ ضمن لانه قطع غیر عاذون فیہ ران فعل ذالک الحاکم او من له

ولایتہ علیہ او فعلہ من اذن له لم یضمن لانه عاذون فیہ شرعا۔ (السنن ۵/ ۳۱۳)

اگر ولی کی اجازت کے بغیر بچہ کا ختنہ کیا اور اس کا زخم پھیل گیا تو ضمان ہوگا اس لئے کہ اس کے کاٹنے کی اجازت نہیں تھی اور اگر مالک یا ایسے شخص نے ختنہ کیا جس کو اس پر ولایت حاصل تھی، یا جس شخص نے کیا اس کو ان دونوں سے اجازت حاصل تھی تو وہ ضمان نہیں ہوگا اس لئے کہ شرعاً وہ اس کا مجاز ہے۔

فقہاء حنبلیہ میں ابن قیم نے بھی یہی رائے نقل کی ہے، گو خود ابن قیم کی رائے ہے کہ یہ معن کا احسان ہے۔ اس لئے اگر



طرف سے کوئی بے احتیاطی پیش نہ آئی ہو تو اس کو ضامن قرار دینے کی کوئی مستعمل وجہ نہیں۔ (زاد المعاد ۲/۱۳۱) — تاہم کہا جاسکتا ہے کہ اولیاء کی موجودگی میں ان سے اجازت لئے بغیر کسی پر خطر علاج کا طریقہ اختیار کرنا بجائے خود معنی کی کوتاہی اور بے احتیاطی ہے۔

فقہاء حنفیہ میں ابن نجیم نے اس نکتہ کو بے غبار کیا ہے کہ معنی کی کوتاہی اور بلا اذن اولیاء اس قسم کے علاج ضامن واجب ہونے کے دو مستقل اسباب ہیں، فرماتے ہیں:

وبستفاد مجموع الروايتين، اشتراط عدم التجاوز والاذن لعدم وجوب الضمان حتى اذا عدم احدهما او كلاهما يجب الضمان۔ (البرالائق ۸/۲۹۶)

دونوں روایتوں کے مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ضامن واجب نہ ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں: مناسب حد سے تجاوز نہ کرنا اور اجازت کا حاصل ہونا، اگر ان میں سے ایک یا دونوں شرطیں نہ پائی گئیں تو ضامن واجب ہوگا۔

خود امام شافعی کی تحریر میں بھی اس کا اشارہ موجود ہے، انھوں نے طبیب کو اس کی کوتاہی نہ پانے جانے کی صورت اس لئے ضامن قرار دیا ہے کہ طبیب نے خود مریض کی اجازت سے یہ عمل کیا ہے۔ (۱۱۶/۶۳۸)

## ضرورت کی بناء پر آپریشن بلا اجازت

(جواب: سوال ۳)

اگر مریض یا اس کے اولیاء و امراء سے آپریشن کی اجازت لینا ممکن نہ ہو اور مریض کی نوعیت ایسی ہو کہ اس طریقہ علاج سے چارہ نہ ہو، اور تاخیر و انتظار کی گنجائش بھی نہ ہو، تو ڈاکٹر کا ان کی اجازت کے بغیر آپریشن کرنا جائز ہوگا۔ اس لئے کہ ممکن حد تک نفس انسانی کو بچانے کی کوشش خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب ہے۔ لہذا گو وہ انسان کی طرف سے ماذون نہیں، لیکن شارع کی طرف سے ماذون و اجازت یافتہ تصور ہوگا۔ انسانی جان کو بچانے کی کوشش کس درجہ اہم فریضہ ہے؟ اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

ان اضطر الى طعام و شراب لغيره فطلبه منه فتمنع ايما مع شفاء عنه في تلك الحال فمات بذالك ضمنه المظلوم عنه۔ (النہی ۸/۲۳۸)

اگر دوسرے کے کھانے یا شراب کے استعمال پر مضطر ہو گیا اور اس سے وہ چیز طلب کی، اس لئے اس وقت اس سے مستثنیٰ ہونے کے باوجود صبح کر دیا اور اس کی موت واقع ہو گئی تو جن صاحب سے مانگا تھا وہ ضامن ہوں گے۔

اسی طرح اگر کسی شخص کو موقع ہلاکت میں دیکھ کر باوجود قدرت و طاقت کے اس کو بچانے کی کوشش نہ کی تو گنہگار تو ہوگا ہی۔ بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اس کو اس انسانی فریضہ سے غفلت کی وجہ سے اس کا ضمان بھی ادا کرنا ہوگا۔ (حوالہ سابق)

پس۔ ایسی صورت میں معنی کا یہ عمل نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہوگا اور اگر اس کی کوتاہی اور بے التفاتی کے بغیر مریض کی موت واقع ہو گئی تو وہ اس کا ضامن بھی نہ ہوگا۔

## کیا بیماریاں متعدی ہوتی ہیں؟

ایڈز اور طاعون سے متعلق سوالات اسی تناظر میں ابھرے ہیں کہ میڈیکل سائنس ان کو متعدی بیماری تصور کرتی ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ پہلے خود اس قدیم بحث کی طرف اشارہ کر دیا جائے جو امراض میں تعدیہ کی صلاحیت کی بابت ہوتی آئی ہے۔ قرآن مجید نے امراض کے متعدی ہونے اور نہ ہونے کی بابت صراحت کے ساتھ تو کوئی بات نہیں کہی ہے۔ البتہ طاعون کو مذاب الہی "رجز" سے تعبیر کیا گیا ہے جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر بھیجا گیا تھا۔ اس سے ایک درجہ میں اس کے متعدی ہونے کا اشارہ افذ کیا جاسکتا ہے۔

احادیث اس باب میں دونوں طرح کی ہیں: بعض تعدیہ کی نفی کرتی ہیں اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ امراض میں متعدی ہونے کی صلاحیت ہے۔ جو روایات نفی کرتی ہیں وہ عام طور پر "لاعدوی" کے لفظ سے وارد ہوتی ہیں۔

(بخاری من ابی ہریرہ و عبد اللہ بن عمر ۸۵۹/۲ باب لاعدوی، مسلم من ابی ہریرہ ۲۰۰/۲ باب لاعدوی الخ)

اس طرح مجذوم شخص کی بابت مسئول ہے کہ آپ نے اس کے ساتھ کھانا پینا دل فرمایا اور ارشاد فرمایا، اللہ کے بھروسہ اور توکل پر ثقہ باللہ وتوکل علیہ۔ (فتح الباری ۱۵۹/۱۰)

جن روایات سے امراض کا متعدی ہونا معلوم ہوتا ہے یا اس کی طرف اشارہ ہوتا ہے وہ اس طرح ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے:

لاتور دوا الموضی علی المصح۔ (بخاری ۸۵۹/۲ باب لاعدوی، مسلم ۲۳۰/۲)

بیماروں کو محمدؐ ستوں پر نہ لاؤ۔

حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے روایت ہے:

فر من المحدثوم كالقوار من الاسد۔ (بخاری ۸۵۰/۲ باب الہذام)

کوزھی سے شیر کی طرح بھاگو۔

طبرانی نے بواسطہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا ارشاد نقل کیا ہے:

لا تدبمو النمل الی المحدثمین۔ (البیہقی لیسہ حدیث حسن وبتیہ رجال ثقات، مجمع الزوائد ۱۰۱/۱)

کوزھیوں کو مسلسل نہ دیکھو۔

حضرت سعد اور عبدالرحمن بن عوفؓ کی روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

انما استعتم بالطاعون فی ارض فلا تدخلوها وان وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا منها۔ (بخاری ۸۵۳/۲ باب کذا الطاعون)

جب تم کسی مقام پر طاعون کی اطلاع پاؤ تو وہاں نہ جاؤ اور تم جہاں ہو وہیں پھوٹ پڑے تو اس سے باہر نہ جاؤ۔

حافظ ابن حجرؒ نے تفصیل سے ان دونوں طرح کی روایات میں تطبیق کی بابت اہل علم کے نقاط نظر کا ذکر کیا ہے۔ من جملہ ان کے

ایک یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ سمجھتے تھے کہ امراض خود طبعا اور لازماً دوسروں میں منتقل ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی قدرت و اختیار کا اس میں دخل نہیں۔ اس کی نفی کی گئی ہے۔ جن روایات سے تعدیہ کا ثبوت ظاہر ہے ان کا منشاء یہ ہے کہ اسباب کے درجہ میں تعدیہ بیماری کا سبب و ذریعہ بن سکتا ہے لیکن یہ بہر حال مشیت خداوندی کے تابع ہے، ابن حجر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر اہل علم کی یہی رائے ہے (فتح الباری ۱۰/۱۴ باب الجذام)

امام نووی نے بھی اس کو مزید وضاحت کے ساتھ لکھا ہے اور کہا ہے کہ یہی جمہور علماء کا نقطہ نظر ہے :

فهذا الذي ذكرناه من تصحيح الحديثين والجمع بينهما هو الصواب الذي عليه جمهور العلماء وبينهم المصير اليه (شرح مسلم ۲/۲۳۰)

یہ جو ہم نے دونوں حدیثوں کا صحیح ہونا اور دونوں کے درمیان تطبیق کی صورت ذکر کی ہے یہی صحیح ہے اور اسی کا قابل قبول ہونا متعین ہے۔

ہمارے عہد میں بہت سے امراض کا متعدی ہونا نظر و خیال سے بڑھ کر مشاہدہ بن چکا ہے اور خدا و رسول کا کلام واقعہ و مشاہدہ کے خلاف نہیں ہو سکتا، اس لئے صحیح یہی ہے کہ بعض امراض جراثیم کے ذریعہ متعدی ہوتے ہیں، البتہ یہ من جملہ اسباب کے ہیں نہ بیماری کا پیدا ہونا کسی بیمار سے میل جول پر موقوف ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ بیمار شخص سے میل جول لازماً بیماری کو لے آئے۔ ان اسباب سے متاثر ہونا اور نہ ہونا بہر حال مشیت خداوندی اور قدر الہی کے تابع ہے۔

اب اسی کی روشنی میں ان سوالات کا جواب دیا جاتا ہے :

## مریض ایڈز کا فریضہ

(جواب: سوال ۱)

چوں کہ ایڈز کے مریض کے لئے اپنے مرض کو چھپانا اس کے اہل خاندان اور متعلقین کے لئے ضرر کا باعث ہو سکتا ہے۔ خود اس کا ضرر انفرادی اور شخصی ہے اور خاندان کا ضرر اجتماعی ہے اور انفرادی ضرر یا ضرر کا اندیشہ اجتماعی ضرر اور اندیشہ ضرر کے مقابلہ قابل قبول ہے۔ اس لئے اس پر واجب ہے کہ اپنے متعلقین کو صحیح صورت حال سے آگاہ کر دے۔ یوں بیوی بچوں کے علاوہ عام لوگوں تک یہ مرض خون ہی کے ذریعہ منتقل ہوتا ہے۔ لیکن جسم کا کٹ جانا، پھٹ جانا یا نکسیر و بواسیر وغیرہ کے ذریعہ خون کا آجانا، پاتیریا کے ذریعہ خون کا نکلنا ایسی باتیں ہیں جو کثیر الوقوع ہیں اور ان کی وجہ سے اس کے احباب و متعلقین کو ضرر پہنچ سکتا ہے۔

## ڈاکٹر کی ذمہ داری

(جواب: سوال ۲)

ڈاکٹر پر واجب ہے کہ جن لوگوں کو مریض سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے، ان کو مطلع کر دے، یہ زیادہ سے زیادہ غیبت ہوگی اور غیبت کو جن وجوہ سے جائز قرار دیا گیا ہے، من جملہ ان کے یہ بھی ہے کہ مسلمان کو شر سے بچایا جائے، امام غزالی کے الفاظ میں: "تحذیر المسلم من الشر"۔ (امیاء، علوم الدین ۲/۱۵۲) امام نووی نے چھ اور علل شامی نے گیارہ اسباب لکھے ہیں کہ جن کی وجہ سے غیبت اور اظہار



حیث جائز ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے، شرح مسلم ۲/۳۲۲، رد المحتار ۵/۳۳۱-۳۳۲) اور ان سب کی روح یہی ہے کہ دینی و دنیوی منفعت کو دفع کرنے، اپنا جائز حق وصول کرنے اور صحیح مشورہ دینے کی غرض سے یہ طور اعتدال حقیقت کے اعتدال حسیب جائز ہے۔

## سماج کی ذمہ داری

(جواب: سوال ۳)

سماج کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے شخص کو تنہا نہ چھوڑے۔ علل و معالجہ میں اس کی مدد کرے اور احتیاطی تدابیر پر عمل کرتے ہوئے اس سے ربط و تعلق بھی رکھے، طاعون زدہ شہر سے صحت مند لوگوں کے بھاگنے کو جو آپ نے منع فرمایا۔ اس کی ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ اس سے مریضوں کی دیکھ بھال کرنے والا باقی نہ رہ پائے گا۔ امام غزالی فرماتے ہیں:

لورخص للاصحاء فی الخروج لما بقی فی البلد الا المرضى الذی اقدمهم الطاعون فانکسرت قلوبهم  
وهذا المتعمدون ولم یبق فی البلد من یسقیمهم الماء و یطعمهم الطعام وهم یعجزون عن مباشرتهما بانفسهم  
فیكون ذلک سببا فی اهلاكهم تحقیقا۔ (احیاء علوم الدین ص ۱۲/۴۸۸-۴۸۹)

اگر صحت مند لوگوں کو باہر جانے کی اجازت دے دی جائے تو شہر میں صرف وہ بیمار رہ جائیں گے جن کو طاعون نے مژدور کر رکھا ہے تو اس سے ان کی دل شکنی ہوگی، وہ تیمارداروں سے محروم ہو جائیں گے، ان کو کوئی دوا پلانے اور کھانا کھلانے والا بھی نہیں رہے گا اور وہ خود بھی اپنی ان ضروریات کی انجام دہی سے مژدور ہوں گے تو گویا یہ یقینی طور پر ان کو ہلاک کرنے کی کوشش کرنے کے مترادف ہوگا۔ لہذا ایسے شخص کی تیمارداری اور دیکھ رکھ میں کوئی کمی نہیں کرنی چاہئے، جمہور، جماعت اور اجتماعی مواقع پر حاضری میں بھی ان پر پابندی نہیں ہونی چاہئے، گو اس بارے میں اختلاف ہے کہ اگر کسی مقام پر مریضان جذام کی کثرت ہو جائے تو کیا ان کے لئے علاحدہ مسجد تعمیر کر دی جائے اور عام مساجد میں آنے سے ان کو روکا جائے؟ لیکن اکثر لوگوں کی رائے یہی ہے کہ وہ مسجدوں میں آیا جایا کریں گے۔ (فتح البدی ۱۲/۱۰) — تمام میرے خیال میں ان تمام اخلاقی، شرعی اور انسانی ہدایات کے باوجود کسی سماج میں ایسے مریضوں کے حین نفرت عام ہو جائے اور ان کے لئے سماج میں رہنا دو بھر ہو جائے تو ان لوگوں کی رائے پر عمل کر لینے میں کوئی قباحت نہیں کہ ان کے لئے خصوصی ہاسٹل تعمیر کر دیا جائے۔ یتخذ لهم مکان منفرد عن الاصحاء۔ (عالم سابق)

”موسود فقیر“ میں ہے:

ذهب المالک والشافعی والحنابلہ الی منع المجذوم یتأذى به من مخالطة الاصحاء والاجتماع بالناس۔

(الموسود الفقیر ۸/۹۸)

مالکیہ، شوافع اور حنابلہ نے ایسے کوڑھیوں کو صحت مند لوگوں کے ساتھ اختلاط اور اجتماع سے منع کیا ہے جن سے گھن محسوس کی

جاتی ہو۔

حنفیہ کے بارے میں ”موسود“ کے مرتبین نے لکھا ہے کہ ہمیں اس سلسلہ میں کوئی صراحت نہیں ملی۔ لیکن حنفیہ ”ضرر عام“ کو دفع کرنے کے لئے ”ضرر خاص“ کو گوارا کرنے کے اصول پر جس طور کاربند ہیں۔ اس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہی رائے احناف کی بھی ہوگی۔

## قصداً مرض منتقل کرے ؟

(جواب: سوال ۴)

ایڈز کا مریض اگر عمدہ دوسروں کو مرض منتقل کرے تو اگر یہ اس کی موت کا باعث بن جائے تو مالکیہ، حنابلہ اور حنبلیہ کے نزدیک

تو ایسا شخص ازراہ قصاص قتل کر دیا جائے گا، اس لئے کہ یہ زہر خورانی کے حکم میں ہے اور ایسی موت موجب قصاص ہے۔

ابن قدامہ لکھتے ہیں:

ان یسقیہ سماً او یطعمہ شیئاً قاتلاً فیہ موت بہ فہو عمد موجب للقتل اذا کان مثله یقتل غالباً۔ (المنی ۸/۲۱۲)

زہر پلانے یا کوئی مہلک چیز کھانے اور اس سے موت واقع ہو جائے اور اس طرح کی چیز اگر باعث ہلاکت بن جاتی ہو، تو یہ قتل عمد

تصور کیا جائے گا اور اس کی وجہ سے دیت واجب ہوگی۔

میں رائے مالکیہ کی ہے۔ (النفط علی الذہب للابن ہریرہ ۲/۳۳۳) اور اسی طرح کا ایک قول امام شافعی کا ہے۔ امام شافعی کا دوسرا قول یہ

ہے کہ اگر بالغ آدمی کی سیاق و سباق کی گئی کھانے میں زہر ملا گیا اور مہمان اپنی لاعلمی کی وجہ سے زہر کھا گیا اور اس کی موت واقع ہو گئی تو اس پر

دیت واجب ہوگی نہ کہ قصاص۔ (حوالہ سابق، المنی ۸/۲۱۲) فقہاء حنفیہ کے یہاں بعض ایسی جزئیات ملتی ہیں جن سے یہ ظاہر ایسا معلوم

ہوتا ہے کہ مسموم غذا کھانے سے موت واقع ہو جائے جب بھی اس پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ (دیکھئے، السراجیہ ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸) لیکن ایسی جزئیات کی

بابت سمجھنا چاہئے کہ فقہاء نے ان صورتوں کا حکم بیان کیا ہے جب خود میزبان کو بھی کھانے کے مسموم و مہلک ہونے کی اطلاع نہ ہو، ورنہ

باوجود علم و اطلاع اور قصد و ارادہ کے ایسے شخص کو بری الذمہ قرار دینا ناقابل قیاس ہے۔

حنفیہ کے یہاں اصول یہ ہے کہ قاتل مقبب پر دیت واجب ہوتی ہے واما القتل بسبب ..... اذا قتل فیہ آدمی

الدیۃ علی العاقلة۔ (فتح القدیر ۱۰/۲۱۳) اور قتل سے کم تر نقصان ہوا ہو جب بھی اس پر ضمان واجب ہوتا ہے اگر اس میں اس کی تعدی کو دخل

ہو۔ (حوالہ سابق ۱۰/۲۲۰) لہذا اگر مریض کے اس عمل کی وجہ سے دوسرے شخص کی موت واقع ہو گئی تو اس پر دیت واجب ہوگی۔

اگر موت واقع نہ ہوئی بلکہ صحت کو شدید نقصان پہنچا تو مناسب تاوان واجب ہوگا۔ اور علاوہ اس کے حکومت اس کی مناسب سرزنش بھی

کرے گی۔ فتاویٰ سراجیہ میں ہے:

اذا سلی انساناً شراباً مسموماً ففیات فطلیہ التعزیر۔ (الفتاویٰ السراجیہ ۱۳۲)

کسی انسان کو زہرناک مشروب پلا دیا اور موت واقع ہو گئی تو اس پر تعزیر واجب ہوگی۔

اگر مرض کو منتقل کرنے کا ارادہ نہیں تھا، لیکن اس اثر و نتیجہ سے واقف تھا جب بھی وہ اس کا ضامن ہوگا۔ اس لئے کہ انسان کی

ضرر کا باعث بننے تو اس کے اسباب و محرکات کچھ بھی ہوں۔ نقصان کی تلافی اس کی ذمہ داری ہے۔ فقہاء کے یہاں اس طرح کی بے شمار نظائر

ہیں، یہ طور نمونہ ایک دو ذکر کی باقی ہیں:

لو وضع فی الطريق جبراً فاحترق بہ شیئ کان صاعداً۔

اگر راستہ میں چٹگری رکھ دی اور اس سے کوئی چیز جل گئی تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔

لو سقط من ايديهم اجر او حجارة او خشب فاصاب انسانا فقتله فانه يجب الدية على عاقلة من سقط ذالك

من يده وعليه الكفارة۔ (مشيخہ ۳۲/۱)

اگر ہاتھوں سے پختہ لاش یا پتھر یا لکڑی گر گئی اور کسی انسان کو جا لگے اور اس کی موت واقع ہو جائے، تو جس کے ہاتھوں وہ چر گری ہے اس کے عاقلہ پر دیت اور خود اس پر کفارہ واجب ہوگا۔

وكذا اذا صب الماء في الطريق فسطب به انسان او دابة وكذا اذا رفس الماء او توضع۔ (ہایہ ص ۱۰/۲۱)

اسی طرح راستہ میں پانی بہائے اور اس سے انسان یا جانور ہلاک ہو جائے یا پانی کا پھڑکاؤ کیا ہو یا وضو کیا ہو (تو ایسا کرنے والا مٹا دینا ہوگا)

اور چوں کہ خون دینے والا اپنے اس فعل کے اثر اور منی و مضر تہجد سے واقف تھا اس لئے گنہگار بھی ہوگا۔

## ایڈز کی وجہ سے فسخ نکاح

(جواب: سوال ۵)

مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک نکاح بھی ان معاملات میں ہے، جو عیب کی وجہ سے فسخ کیا جاسکتا ہے، اگر نکاح کے بعد شوہر میں ایسا عیب پیدا ہوا یا نکاح کے وقت موجود تھا لیکن عورت کو مطلع نہیں کیا گیا تو امر مثلاً کے نزدیک عورت فسخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ جن عیوب کی وجہ سے فسخ نکاح کا حق دیا گیا ہے گوان کی تفصیلات کی بابت اختلاف ہے۔ تاہم بنیادی طور پر وہ دو طرح کے ہیں، ایک وہ جو جنسی اعتبار سے ایک کو دوسرے کے لئے ناقابل انتفاع بنادیں۔ دوسرے وہ جو قابل نفرت ہوں اور ان کے متحدی ہونے کا اندیشہ ہو، جیسے برص و جنون۔ (دیکھئے، الشرح الصغیر ۲/۵۰، ۳۹۹، سبل السلام ۱/۱۳۳، کتاب النکاح علی الزاہب اللہ بد ۲/۱۸۰)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک شوہر کے نامرد یا مقطوع الذکر ہونے کے سوا کوئی اور صورت نہیں جس میں تفریق کا مطالبہ کر سکے۔ (ہایہ ص ۲/۲۱) امام محمد کے نزدیک جنون و برص کی وجہ سے بھی عورت فسخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ (البرالرائق ۳/۱۲۶) اور متاخرین حنفیہ نے بھی اسی پر فتویٰ دیا ہے۔ (ہندیہ ۶/۱۳۳) عام طور پر اہل علم نے امام محمد سے عورت کے حق تفریق کو جنون، برص اور ہڈام تک محدود نقل کیا ہے، لیکن بعض نقول سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ حصر و تحدید درست نہیں ہے، علامہ کاسانی کا بیان ہے:

خلوه من كل عيب يمكنها المقام مع الابصر كالجنون والجذام والبرص شرط للزوم النكاح حتى يفسخ به

النكاح۔ (بدائع الصنائع ۲/۲۲۸)

نکاح کے لازم ہونے کے لئے ایسے عیوب سے شوہر کا خالی ہونا ضروری ہے کہ جن عیوب کے رہتے ہوئے اس کے ساتھ

انجام دینے بغیر عورت نہ رہ سکتی ہو، جیسے جنون، برص، کوڑھ کہ ان امراض کی وجہ سے نکاح فسخ کیا جاسکتا ہے۔

زیلعی کہتے ہیں:

وقال محمد بن زود المراه اذا كان بالرجل عيب فاحش بحيث لا تطبق المقام معه لانها تعذر عليها الوصول الي

حقها لمعنى فيه فكان كالجب والعنة۔ (مبین القانی ۲/۲۵)





## ایڈز کے مریض بچوں کی تعلیم کا مسئلہ

(جواب: سوال ۷)

اگر کسی سماج میں ایڈز کے مریض بچوں کی کثرت ہو جائے تب تو مناسب ہے کہ حکومت اور وفاقی ادارے ایسے معذوروں کے لئے علاحدہ درسگاہیں قائم کریں۔ "موسومہ فقہیہ" کے مؤلفین نے جذام کے مریضوں کے بارے میں فقہان کی رائے اس طرح نقل کی ہے:

واذاكثر عدد الجذمي فقال الاكثرون يومرون ان ينفردوا عن مواضع الناس ولا يمتنعون من التصرف في

حوالہ: الموسومہ الفقہیہ ۱۵/۱۳۰

اگر جذامیوں کی تعداد بڑھ جائے تو اکثر فقہاء کی رائے ہے کہ ان کو لوگوں سے علاحدہ رہنے کا حکم دیا جائے گا۔ البتہ ان کو ان کی ضروریات کی بابت تصرف سے منع نہیں کیا جائے گا۔

ظاہر ہے ان کو عوامی مقامات سے الگ رکھنا اسی وقت ممکن ہو سکے گا کہ ان کے لئے الگ درسگاہیں ہوں۔

جہاں اس قسم کے ایک دو مریض ہوں وہاں عمومی اسکولوں میں ان کا داخلہ لیا جائے گا، البتہ دیگر طلبہ کو اس کے مرض اور احتیاطی تدابیر سے واقف کرانا ضروری ہوگا۔ بہر حال محض اوہام اور اندیشہ بے دور دراز کی وجہ سے ان کو تعلیم سے محروم نہیں رکھا جائے گا۔

## والدین کی ذمہ داری

(جواب: سوال ۸)

والدین، اہل خانہ اور سماج کی ذمہ داری ہے کہ شریعت نے بیمار افراد کے ساتھ جس رحم و دلائ سلوک، محبت و شفقت اور رعایت کا حکم دیا ہے۔ اس کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے اور مریض کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے کہ وہ اپنے آپ میں جینے کا حوصلہ پاسکے۔

ہو جائے جو عامہ پر یہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

## کیا ایڈز اور اس جیسی بیماریاں مرض موت ہیں؟

(جواب: سوال ۹)

مرض موت کی تعریف کے سلسلہ میں مختلف اقوال مستول ہیں اور ان میں خاصا فرق و تفاوت پایا جاتا ہے۔ (دیکھئے فتح القدیر ۳/۱۵۱) جسکافی نے لکھا ہے کہ بیماری یا کسی اور وجہ سے اس کی ہلاکت یقینی ہو اور وہ گھر سے باہر نکل کر اپنی ضروریات خود پوری کرنے سے قاصر ہو (الرد المحتار ۲۲/۵۲۰) فقہیہ ابواللیث سے مستول ہے کہ وہ مرض موت کے تحقیق کے لئے قریش ہونے کو ضروری قرار نہ دیتے تھے، اس بات کو کافی سمجھتے تھے کہ عام طور پر یہ ہماری ہلاکت تک پہنچ جاتی ہو، شامی نے اس کی تائید کی ہے اور لکھا ہے کہ صدر شہید کا فتویٰ بھی اسی پر تھا اور می امام محمد کے کلام سے ہم آہنگ ہے۔ پھر اس رائے کے حق میں بعض اور مؤیدات بھی نقل کئے ہیں۔ (الرد المحتار ۲۲/۵۲۰-۵۲۱) — البتہ ایسے امراض جو عام طور پر طویل الدت ہوں، اگر تھے ہیں، وہ اسی وقت مرض موت شمار ہوں گے جب کہ ان میں سلسلہ اضافہ ہو رہا ہو۔ اگر وہ ایک خاص حد پر آکر رک گیا اور سال بھر بھی اس پر کوئی اضافہ نہیں ہوا تو یہ مرض موت شمار نہیں کیا جائے گا، دور مختار میں ہے:

المقعد والمفلوج والصلول اذا تطاول ولم يقعد في الفراش كالصحيح ثم رخص حد التطاول سنة ، وفي

القنية المفلوج والصلول والمقعد مادام يزاد كالمریض۔ (الدر المختار ۵۲۱/۲ نحر دیکھئے ، ہندیہ ۲۶۴/۱)

اپلج ، مفلوج ، سل زدہ کا مرض طویل پکڑ لے اور وہ فرش نہ ہوا ہو تو صحت مند کی طرح ہے ، پھر شمس الانر طوانی سے مستول ہے کہ مرض کے طویل ہونے کی حد ایک سال ہے ، اور قنیہ میں ہے کہ مفلوج ، سل زدہ کا مرض جب تک برقرار ہے وہ مریض موت ہی کے حکم میں ہے ۔

اب ان توضیحات کی روشنی میں ایڈز ، طاعون اور کینسر وغیرہ امراض کا حکم یہ ہوگا کہ اگر بیماری ناقابل علاج ہے اور طبی اصول تحقیق کے مطابق مرض میں اضافہ کا سلسلہ جاری ہے ، تو یہ مرض موت ہی کی کیفیت ہے اور اگر ایک سلع پر آکر مرض رک گیا ہے اور سال بھر سے یہی کیفیت ہے تو موجودہ صورت حال میں یہ مرض موت متصور نہیں ہوگا ۔

ترکہ ، اقرار ، وصیت اور طلاق وغیرہ احکام و تصرفات جو مرض موت سے متاثر ہوتے ہیں ، میں اسی اصول کے احکام جاری ہوں گے ۔

## طاعون زدہ علاقہ میں آمدورفت پر پابندی

(جواب : سوال ۱۰)

حکومت کا اس طرح کی پابندی لگانا درست ہے اور آپ کے اس ارشاد کے مطابق ہے جو حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمن بن عوف سے منقول ہے کہ :

اذا سمعتم بالمطاعون في ارض فلا تدخلوها وان وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا منها۔

(بخاری ۵۵۲/۲ باب ما یکر فی الطاعون)

جب تم کسی سرزمین میں طاعون کی اطلاع پاؤ تو داخل نہ ہو ، اور اگر جہاں تم ہو وہیں طاعون پھوٹ پڑے تو اس مقام سے باہر

نہ جاؤ ۔

جب اسباب کے درجہ میں ان امراض کا متحد ہونا ثابت ہے تو صحت عامہ کی حفاظت کے لئے اس قسم کی تدابیر از قبیل واجبات ہے ۔ طاعون و جذام اور اس سلسلہ میں احتیاط و توکل کے موضوع پر امام غزالی اور حافظ ابن قیم نے اسرار شریعت کے رمز شناس اور فن طب کے خواص و شواہد کی حیثیت سے جو کلام کیا ہے ۔ وہ اس باب میں فضر طریق ہے ۔ امام غزالی کی گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ طاعون زدہ شہر جگہ لوگوں کو باہر جانے سے اس لئے روکا گیا ہے کہ وہاں جو لوگ پہ ظاہر صحت مند نظر آتے ہیں ، ان کا بھی طاعون سے متاثر ہونا بعید نہیں ، کیوں کہ ابتدائی مرحلہ میں بیماریوں کا اثر ظاہر نہیں ہو پاتا ، اب یہ دوسری جگہ آمدورفت کریں تو بیماری متحد ہو سکتی ہے ۔ (امیاء علوم الدین ج ۱۱ اختلاف ۱۱) ابن قیم نے باہر سے اس شہر میں داخلہ کی ممانعت پر جو حکمتیں بیان فرمائی ہیں ، ان میں ایک یہی ہے کہ مجاورت اور اختلاط ایسی بیماریوں کو پروان چڑھاتی ہے ، اس لئے جو لوگ باہر ہیں اور صحت مند ہیں ، ان کا اپنی صحت کو ناحق خطرہ میں ڈالنا مناسب نہیں ۔

(الطب النبوی ۱۳۳)



گوشار صین حدیث کے درمیان اس میں اختلاف ہے کہ حدیث میں مذکور ممانعت واجب کے درجہ میں ہے یا ممانعت تحریری ہے؟ اور یہ قول حافظ ابن حجر و بغوی یہ ممانعت واجب کے درجہ میں نہیں ہے۔ (فتح الباری ۱۸۰/۲) اور یہی بات اس اصول سے ہم آہنگ بھی ہے کہ جہاں ممانعت کی شرعی قباحت کی وجہ سے نہ ہو بلکہ طبی اور طبی مصلحت کے تحت ہو جس کو اصولیین "نهی ارشاد" کہتے ہیں۔ وہاں حرمت متصور نہیں ہوتی لیکن چوں کہ یہاں اس شخص کے فعل سے عمومی صحت و بیماری متعلق ہوگئی ہے اور حکومت کو مفاد عامہ کی رعایت کرتے ہوئے بعض مخصوص پابندیاں عائد کرنے کا حق حاصل ہے۔ جیسا کہ فقہاء نے بڑھتے ہوئے گراں فروشی کے رجحان کو روکنے کے لئے "تسمیر" (منع متعین کرنے) کی اجازت دی ہے۔ (رد المحتار علی ماثر الردہ ۲۸۲/۱) — اس لئے یہاں بھی صحت عامہ کی حفاظت کے لئے حکومت اس طرح کی پابندیاں عائد کر سکتی ہے۔ یہ تو اس تہدیر پر ہے کہ اس ممانعت کو حرمت کا درجہ حاصل نہ ہو، مگر ابن حجر نے اکثر اہل علم سے اس کی حرمت فہل کی ہے۔ (فتح الباری ۱۸۹/۲) ایسی صورت میں یہ پابندی صرف حکومت ہی کی طرف سے نہ ہوگی بلکہ شریعت کی طرف سے بھی ہوگی۔

### ضرورت کی بناء پر طاعون زدہ شہر میں آنا اور وہاں سے جانا (جواب: سوال ۱۱)

طاعون زدہ شہر میں جن لوگوں کا مریض طاعون ہونا پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔ ان کا تو بہر حال دوسری جگہ جانا جائز نہیں۔ البتہ صحت مند لوگوں کا اس شہر سے باہر جانا اگر اذراہ فرار نہ ہو بلکہ کسی اور ضرورت و مصلحت کے تحت ہو تو جائز ہے۔ اس طرح جو لوگ باہر ہوں اور کسی خاص ضرورت کی بناء پر طاعون زدہ شہر میں داخل ہونا چاہیں۔ ان کے لئے بھی اجازت ہے۔ امام نووی کہتے ہیں:

وفی هذه الاحادیث منع القدوم علی بلد الطاعون ومنع الخروج منه فراراً من ذلك۔ اما الخروج لغرض فلا بأس به وهذا الذي ذكرناه هو مذهبنا ومذهب الجمهور قال القاضي حوقول الاکثریین۔ (شرح مسلم ۲۲۸/۲)  
ان اُمادیث میں طاعون زدہ شہر میں داخلہ اور وہاں سے راہ فرار اختیار کرنے کی ممانعت ہے۔ اگر کوئی اور غرض پیش آجائے اور اس کی وجہ سے نکلے تو مرجع نہیں۔ یہ بات جو ہم نے ذکر کی ہے ہمارا (شولفع) کا مذہب بھی ہے اور جمہور کا بھی۔ اور قاضی کا بیان ہے کہ یہی اکثر حضرات کی رائے ہے۔

ایک اور موقع پر لکھتے ہیں کہ اس پر اتفاق ہے، وانفلوا علی جواز الخروج بشغل و غرض غیر الفرار۔ (عالم سابق ۲۲۹/۲)  
علامہ سر قسطنطین زبیدی کا بیان ہے: وانفلوا علی جواز الخروج لشغل غرض غیر الفرار۔ (تحف السادة المتقین ۲۸۱/۲)  
طاعون سے فرار کے سوا کسی اور مقصد کے تحت طاعون زدہ شہر سے نکلنے کے جائز ہونے پر سمجھوں کا اتفاق ہے۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اگر طاعون زدہ شہر سے نکلنے میں غاصباً کوئی اور مقصد ہو، فرار بالکل پیش نظر نہ ہو۔ مثلاً سفر کی تیاری پئے سے کرچکا تھا کہ اتفاق سے طاعون پھوٹ پڑا جب تو اتفاق ہے کہ سفر میں کوئی قباحت نہیں۔ البتہ اگر سفر کا مقصد تو کچھ اور ہو لیکن ضمنی طور پر یہ خیال بھی ہو کہ اسی بناء اس طاعون زدہ شہر سے بھی راحت نصیب ہوگی تو اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات نے اس کو مہلج قرار دیا ہے اور "طاعون عمواس" کے موقع سے حضرت مڑکی سرحد شام سے واپسی کو اسی پر عمول کیا ہے۔ (فتح الباری ۱۸۸/۲)

جہاں تک ظالمون زدہ شہر میں کسی ضرورت کے تحت ولہسی کی بات ہے تو یہ بہ درجہ اولیٰ جائز ہوگا، اس لئے کہ اب اس کی ولہسی سے دوسروں کی صحت کو خطرہ نہیں ہے بلکہ اپنے اہل و عیال کے خیال سے وہ اپنی صحت کو خطرہ میں ڈال کر انڈیا سے کام لے رہا ہے، خاص طور پر طبی کادرکنان اور ریلیف کے لوگ جو مریضوں کی مدد کے لئے شہر میں داخل ہوں۔ عند اللہ ماجور بھی ہوں گے۔ امام غزالی نے بھی اس مقصد سے شہر میں آنے کو مستحب قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ:

لا یمنی عن الدخول لانه تعرض لضرر موهوم علی رجاء دفع ضرر عن کیفیة المسلمین۔

(احیاء علوم الدین مع الاحکام ۱۲/۲۸۸)

ظالمون زدہ شہر میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا جائے گا کہ عام مسلمان جس ضرر میں مبتلا ہیں، ان کو بچانے کی امید پر اپنے لئے ایک موهوم نقصان کے خطرہ کو گوارا کرنا ہے۔

## محور سوم شرعی مصلحتوں کی بناء پر غیبت

اس میں شبہ نہیں کہ شریعت میں غیبت، چغلیوری اور مسلمانوں کے عیوب اور کوتاہیوں کا اظہار بدترین گناہ اور شدید معصیت ہے اور سرورِ راز پوشی اسی قدر مطلوب و پسندیدہ ہے۔ لیکن اصل میں یہ احکام مقاصد و نتائج کے تابع ہیں۔ اگر کسی درست شرعی مصلحت کے تحت غیبت اور افشاءِ راز کی حاجت پڑ جائے تو پھر یہی عمل کبھی جائز اور کبھی بہ تقاضا مصلحت واجب بھی ہو جاتا ہے، اس لئے محدثین نے جہاں غیبت کی شاعت پر عنوان باندھا ہے، ان مواقع کی بھی نشاندہی فرمائی ہے جن میں غیبت جائز ہوتی ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

باب ما یجوز من اعتیاب اهل الفساد والویب۔ (بخاری ۲/۸۹۱، باب لا یمنی لاحسن ولا متحنا)

اہل فساد و ریب کی غیبت جائز ہونے کا بیان۔

اور پھر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضورؐ سے حاضری کی اجازت چاہی، تو آپؐ نے ایک طرف ازراہ اخلاق و لطیفی ملاحظت و نرم خوئی اس کو باریابی کی اجازت بھی مرحمت فرمائی اور دوسری طرف ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے اس کی بابت یہ بھی فرمایا کہ خاندان کا بدترین شخص ہے۔ سنن ابی نعیم (احوال سابق) اس کے علاوہ ثابت ہے کہ حضرت ہند بنت عتبہؓ نے آپؐ سے اپنے شوہر حضرت ابوسفیانؓ کی جانب سے نطفہ میں تنگی برتنے کی شکایت کی، اور آپؐ نے اس پر کوئی عیب نہیں فرمائی۔ (بخاری ۲/۸۰۸، دیلمی) حضرت فاطمہ بنت قیسؓ نے دو اشخاص سے آئے ہوئے پیام نکاح کی بابت استفسار کیا تو آپؐ نے اس کو قبول نہ کر لے کا مشورہ دیا اور ان کی کمزوریوں کا ذکر فرمایا۔ (مسلم ۱/۳۸۳) حضرات صحابہ کرام سے بھی کسی مصلحت یا اصلاح کے لئے بعض لوگوں کی خامیوں اور کوتاہیوں کا ذکر کرنا ثابت ہے۔

اس لئے فقہاء نے ازالہ ظلم، دفع ضرر اور کسی جائز شرعی مصلحت کے حصول کے لئے غیبت کی اجازت دی ہے۔ (دیکھئے، خلاصہ

الفتاویٰ ۳/۲۰۹، رد المحتار ۱/۲۰۳، شرح مسلم للنووی ۲/۲۲۲) میں صرف حافظ ابن حجرؒ کی ایک مختصر، اصولی اور جامع تحریر نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں:

قال العلماء ، تباع الغيبة في كل فرض صحيح شرعا حيث يتعين طريقا الى الوصول اليه بها ، كالتظلم والاستعانة على تغيير المنكر ، والاستفتاء والمحكمة والتحذير من الشر ويدخل فيه تجريح الرواة والشهود واعلام من له ولاية عامة بسيرة من هو تحت يده وجواب الاستشارة في نكاح او عقد من العقود

وكذا من رأى متفقا يتروك الى مبتدع او فاسق ويخاف عليه الاقتداء به ومن تجوز غيبتهم عن يتجاهر بالفسق او الظلم او البدعة . (فتح الباری ۲/۳۸۲)

علماء نے کہا ہے کہ ہر ایسے مقصد کے لئے غیبت جائز ہے جو شرعاً درست ہو اور اس کے سوا اس مقصد کے حصول کا کوئی اور راستہ نہ ہو جیسے : ظلم کی مدافعت ، اصلاح مفکرات میں مدد حاصل کرنا ، فتویٰ دریافت کرنا ، قاضی کے یہاں مقدمہ لے جانا ، دوسروں کو کسی کے شر سے بچانا ، اسی میں یہ بھی داخل ہے کہ راویوں اور گواہان پر جرح کی جائے ، ذمہ داروں کو ان ماتحتوں کے حالات سے باخبر کیا جائے ، نکاح یا کسی اور معاملہ سے متعلق مشورہ خواہ کو مشورہ دیا جائے ، کسی طالب علم کو بدعتی یا فاسق شخص کے پاس آمدورفت کرتے دیکھا جائے اور اس کے اس سے متاثر ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اس کو آگاہ کر دیا جائے ، نیز جو لوگ علانیہ ظلم و فسق یا بدعت میں مبتلا ہوں ، ان کی غیبت کرنا بھی جائز ہے ۔

اب غیبت اور افشاء راز سے متعلق اسی اصول کی روشنی میں ان سوالات کا جواب دیا جاتا ہے ۔

## جب ڈاکٹر کے لئے مریض کا عیب ظاہر کرنا جائز ہے ! (جواب : سوال ۱)

اگر لڑکی کے لوگوں نے معالج سے اس عیب کی بابت دریافت نہیں کیا ، جب بھی معالج کے لئے لڑکی والوں کو اس کی اطلاع کر دینا جائز ہے ، کیوں کہ اس سے ایک طرف وہ دھوکہ سے محفوظ رہیں گے اور دوسری طرف مرد بھی آئندہ زندگی کی ناخوش گواری اور باہمی ناپہاکی کی ابتلا سے محفوظ رہے گا ۔ یہی وجہ ہے کہ بعض فقہاء نے استزاج و طلب مشورہ کی قید لگائے بغیر بھی مطلق اس مقصد کے لئے غیبت کی اجازت دینی ہے ، چنانچہ در مختار میں ہے :

فتباح غيبة مجهول ومتفاهر بقبيح ولمصاهرة الخ . (الدر المنثور ۲/۲۷۲)

نامعلوم اور علانیہ برائیوں میں مبتلا شخص کی بابت غیبت جائز ہے ۔

اور اگر لڑکی کے لوگوں نے اس بابت استفسار کیا جب صحیح صورت حال سے آگاہ کرنا واجب ہوگا اور حقائق کو چھپائے تو یہ خود بھی دھوکہ دہی کا گنہگار ہوگا کیوں کہ کسی بھی مسلمان کو صحیح مشورہ دینا واجب ہے ۔ امام نووی رقم طراز ہیں :

ويجب على المشاور ان لا يخفي حالة بل يذكر المساوي التي فيه بنية النصيحة .

(رياض الصالحين ۱/۸۱ باب لمبلغ من النصيحة)

مشورہ دینے والے پر واجب ہے کہ صورت حال کو چھپائے نہیں ، بلکہ جس کے متعلق مشورہ لیا جا رہا ہو ، بہ نیت خیر خواہی ان کی



ہدایاں کر دے۔

(جواب: سوال ۲)

چوں کہ اس صورت میں افشاء راز سے نہ صرف ایک مسلمان بلکہ ایک مسلمان خاندان کو شر سے بچانا ہے، اس لئے اس صورت میں بھی مصلح کے لئے افشاء راز جائز ہے۔

(جواب: سوال ۳)

اس صورت میں بھی دوسرے فریق کے دریافت کرنے پر صحیح صورت حال سے آگاہ کرنا واجب و رز جائز ہے۔

(جواب: سوال ۵)

فقہ کے متفق علیہ اور مسلمہ قواعد میں سے — جن پر نصوص اور آیات و درایات کی قوت و تائید بھی ہے — ایک یہ ہے کہ:

یتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام۔ (الاشیاء والنظار لابن نجیم ۸۰)

چنانچہ مصلح کی طرف سے صحیح اطلاع کو ڈرائیور اور پائلٹ کے لئے باعث ضرر ہے۔ لیکن اس سے پہلو تسی کی صورت عام لوگوں کو جو شدید ضرر پہنچ سکتا ہے، وہ زیادہ قابل لحاظ ہے، لہذا ان حالات میں ڈاکٹر پر واجب ہے کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس سے باخبر کر دے۔

ناجائز بچہ کی بابت اطلاع

(جواب: سوال ۶)

حدود و فشاء کے بارے میں اسلام کا اصول یہ ہے کہ ممکن حد تک ستر و پردہ داری افضل ہے، صاحب بدایہ فرماتے ہیں:

والشهادة في الحدود بخير فيها الشاهد بين الستر والافتحار لانه بين حستين اقامة الحد والتوقي عن الهتك والستر افضل۔ (بدایہ مع الفتح ۲۹۸/۱)

حدود کی بابت شہادت کے معاملہ میں گواہ کو ستر اور اظہار کے درمیان اختیار ہوگا، اس لئے کہ وہ دو نیکیوں کے درمیان ہے، حد شرعی کا قائم کرنا، مسلمان کی ہتک عزت سے بچنا، البتہ ستر افضل ہے۔

اور فقہاء کی یہ رائے خود آپ کے ارشاد پر مبنی ہے، حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

من ستر مسلما سترو الله في الدنيا والآخرة۔ (دیکھئے، نصب الراية ۱/۲، بحوالہ، بخاری و مسلم)

جس نے کسی مسلمان کی برائی کا ستر کیا، اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کا ستر کرے گا۔

دوسری طرف حیات انسانی کا تحفظ و بقاء جس درجہ اہم ہے، وہ بھی محتاج اظہار نہیں کہ کسی اجنبی کی جان بچالے کے لئے بھی،

ضرورت پڑے تو نماز کا توڑنا واجب ہے۔ (ہندیہ ۱/۱۹۱) — اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ:

ينبغي للملتقط اذا كان لا يريد الانفاق من مال نفسه ان يرفع الامر الى الامام۔ (غانیہ ۲/۲۹۷)

جو کسی گم شدہ کو پائے تو اگر اپنے مال سے اس کے اغراضات ادا کرنے کا ارادہ نہ ہو تو معاملہ کو حاکم کے سپرد کر دینا چاہئے۔

پس، ان دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھ کر ستر معلوم ہوتا ہے کہ اگر بچہ کی ماں کی شناخت اور اظہار کئے بغیر بچہ کے متعلق اطلاع

اور اس کی جان بچانا ممکن ہو جب تو ایسا ہی کرے اور سرکاری یا کسی ایسے غیر سرکاری ادارہ کو اس سے مطلع کر دے جو ایسے بچوں کی ذمہ داری کو قبول کرتا ہو اور اگر اس بچہ کی پرورش اور بقاء اس کے بغیر ممکن نہ ہو کہ اس عورت کا راز فاش کیا جائے تو پھر اس کے بارے میں اظہار جائز ہے کہ انسانی زندگی کا تحفظ بہر حال زیادہ اہم ہے۔

## علاج بہ ذریعہ شراب

(جواب: سوال ۷)

یہ مسئلہ حرام اشیاء سے علاج کے جواز و عدم جواز سے متعلق ہے، گو متقدمین کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف رائے تھا، لیکن متاخرین اور فقہاء معاصرین اب اس کے جواز پر متفق ہیں، یہ طور نمونہ ذیلی کی ایک عبارت نقل کی جاتی ہے:

وفي النهاية، يجوز التداوي بالمحرم كالخمر والبول اذا اخبره طبيب مسلم ان فيه شفاء ولم يجد ضيره

من المباح ما يقوم مقامه والحرمة ترفع للضرورة فلم يكن متداويا بالحرام۔ (تمین الحائق ۱/۲۲)

نہایت میں ہے، حرام اشیاء جیسے شراب اور پیشاب سے علاج جائز ہے بشرطیکہ کسی مسلمان طبیب نے اس میں شفاء کی خبر دی ہو اور اس کا کوئی جائز متبادل موجود نہ ہو، کیوں کہ ضرورت کے موقع پر حرمت ختم ہو جاتی ہے۔ لہذا وہ حرام سے علاج کا مرتکب ہی نہیں ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصحاب عربہ کو اونٹ کا پیشاب ازراہ علاج پینے کی اجازت دینا (ترمذی ۱/۲۱، باب ما جاء من بول ما یوسى لحد) اور حضرت ابو حمیدہ کو سونے کی تاک ہونے کی ہدایت فرمانا۔ (ابوداؤد ۲/۵۸۱) اس کے جائز ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اس لئے خود شراب کے ذریعہ شراب نوشی کا علاج کرنا جائز و درست ہے۔

## مجرمین کی بابت اطلاع

(جواب: سوال ۸)

اگر مریض اصلاح حال پر آمادہ نہ ہو تو ضرر عام کو دفع کر کے لئے متعلقہ افراد، محکمہ جات یا حکومت کو اس کی اطلاع کر دینی چاہئے کہ گو اس سے اس شخص کی ایک ذاتی منفعت فوت ہو رہی ہے لیکن "دفع مفسدہ" کو "جلب منفعت" پر ترجیح حاصل ہے۔

بے گناہ شخص کی براءت کے لئے اظہار حقیقت

(جواب: سوال ۹)

شہادت دینا فرض ہے، کیوں کہ ارشاد خداوندی ہے:

لا تکتُموا الشہادة ومن یکتُمها فانه اثم قلبه۔ (البقرہ)

گواہی کو نہ چھپایا کرو، اور جس نے گواہی چھپائی، اس کا دل گناہ گار ہے۔

یہ فرضیت دو صورتوں سے متعلق ہے۔ ایک اس وقت جب مدعی گواہی دینے کا مطالبہ کرے، صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

ولا یسمعہم کتمانہا اذا مطالبہم المدعی۔ (ہدایہ مع اللع، ۲۶۵/۱)

مدعی کے مطالبہ کے بعد گواہی چھپانے کی گنجائش نہیں۔

دوسرے گواہ سے گواہی دینے کی خواہش نہ کی جائے اور نہ فریق کو اس کا گواہ ہونا معلوم ہو، مگر وہ جانتا ہو کہ اگر اس نے گواہی نہ دی تو ایک شخص حق سے محروم ہو جائے گا یا ناحق ماخوذ ہو جائے گا۔ یا برقی کے الفاظ میں :

ويعلم الشاهد انه ان لم يشهد يضيع حقه فانه يجب عليه الشهادة۔

(مناہج مع النفع، ۱۳۶۶، نیز دیکھئے، فتح القدیر، ۳۶۵/۱ کتب الشہادات)

گواہ کو معلوم ہو کہ اگر اس نے گواہی نہیں دی تو اس کا حق ضائع ہو جائے گا، تو ایسی صورت میں اس پر گواہی واجب ہے۔ لہذا ایسی صورت میں کہ ڈاکٹر ہی کی گواہی پر ایک بے قصور شخص برقی الذمہ ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر کے لئے رازداری سے کام لینا جائز نہیں اور حقیقت مال کا اظہار واجب ہے۔

(جواب : سوال ۱۰)

اہل خانہ کو صحیح صورت مال سے مطلع کر دینا چاہئے، تفصیل محور ۲ کے سوال ۲ کے جواب میں گزر چکی ہے۔

هذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔



## جواب سوالنامہ متعلقہ طبی اخلاقیات

مولانا حمید اللہ الاسعدی

محور اول

(۱)

(الف) مریض کی اجازت کے باوجود ایسے شخص کو علاج و معالجہ کی اجازت نہیں ہے عرفی یا قانونی طور پر وہ واقفیت و حیثیت حاصل نہیں ہے جس کے بعد علاج و معالجہ کی اجازت ہوتی ہے اس لئے کہ علماء محققین نے ایک اہم شرط باقاعدہ معالج ہونے کی ذکر کی ہے۔  
(ب) طبیب کے حق میں مواخذہ و گرفت سے بری ہونے کی جو چار شرطیں علماء محققین نے ذکر کی ہیں۔ ان کے مطابق ایسا شخص جو کہ علاج و معالجہ کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اگر اس سے کوئی نقصان پہنچے گا تو اس پر اس کا ضمان واجب ہوگا۔

(التشریح الجنائی ۵۲۳/۱، بین الفقہ الاسلامی و القانون الوہبی ص ۱۱۳)

البتہ مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی نے یہ تفصیل کی ہے کہ اگر تجویز کردہ دوا کی وجہ سے نقصان ہوا ہے تو ضمان نہیں ہوگا اور اگر کسی چیسر پھاڑ اور قلع و برید کے نتیجہ میں ایسا ہوا ہے تو ضمان ہوگا۔ (اعلاء السنن ۱۸/۱۲۲)  
لیکن سمجھ میں یہ آتا ہے کہ دوا کی تجویز کی صورت میں بھی ضمان ہونا چاہئے اس لئے کہ ایسا طبیب اصطلاحی طور پر مباشر تو نہیں لیکن متعدی سبب ضرور ہے جو کہ تعدی کی وجہ سے ممان ہوا کرتا ہے اور بعض مرتبہ درمیان میں فاعل مقلد کا واسطہ ہوتا ہے اس کے باوجود اس پر ضمان ہوتا ہے۔ (الاشباہ ص ۱۶۲)

دوسرے حضرات اس تفصیل و فرق کے قائل نہیں ہیں۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۸۶)

ضمان کا مطلب یہ ہے کہ نقصان کا بصورت نقد برمانہ و تاوان ادا کرنا ہوگا۔ جس کی ذمہ داری ایسے طبیب اور اس کے معصقین پر ہوگی اور حکام و حکومت کی طرف سے وہ تعزیر کا بھی مستحق ہے اور سختی کے ساتھ اس پابندی کے عائد کئے جانے کا کہ وہ علاج و معالجہ کا کام نہ کرے۔ (اعلاء السنن ۱۸/۲۲۳، شامی ۶/۱۳۰)

(۲) جس شخص کو قانوناً و عرفاً علاج و معالجہ کی اجازت ہے۔ اس پر اس کے فن کی رو سے جو ذمہ داریاں عائد ہیں اور جو علاج وہ کر رہا ہے اس کے جو اصول و تقاضے ہیں ان کی خلاف ورزی و لاپرواہی کی صورت میں جو نقصان ہوگا اس کا اس پر ضمان و تاوان ہوگا۔ اس لئے کہ محققین کی صراحت کے مطابق تعدی کی صورت میں طبیب پر ضمان ہوتا ہے اور یہ بھی ایک طرح کی تعدی اور زیادتی ہے۔ نیز یہ کہ عدم ضمان اور عدم مواخذہ کی ایک شرط یہ بھی ذکر کی گئی ہے کہ طبیب اصول طب کے مطابق کام کرے اور پھر اس سے کوئی نقصان ہو جائے۔

(مرقاۃ ج ۱ ص ۸۶، التشریح الجنائی فی الاسلام ۱/۵۲۳)

(۳) مریض کے جسم میں قلع و برید وغیرہ کا ایسا عمل جس سے اس کو نقصان پہنچ سکتا ہے اگر مریض یا متعلقین کی اجازت کے بغیر انجام دیا گیا جب کہ وہ موجود ہیں اور ان سے اجازت لینا ممکن ہے۔ تو طبیب کے تجربات کے باوجود نقصان کا اس پر ضمان واجب ہے۔

(التشریح الجنائی فی الاسلام ص ۵۲۳ ج ۱)

ان معاملات میں مریض کی اجازت کو یا یہ ممکن نہ ہو تو متعلقین کی اجازت کو مذاہب اربعہ میں اور ائمہ اربعہ کے نزدیک اہمیت حاصل ہے۔ (بدائع، ۲۰۵/۱، مواہب اللیل ۲۲۱/۶، شامیہ المحتاج ۸/۱۲۰، المنی ۲۳۹/۱۰، التشریح البنانی فی الاسلام ۵۲۱/۱)

(۳) اگر کسی مریض کو ۴ میں مذکور عمل کی ضرورت ہے اور خود اس سے یا اس کے متعلقین امور و رفقاء وغیرہ سے اجازت لینا ممکن نہیں تو اس کا حل یہ ہے کہ اسپتال یا محلہ و گاؤں اور شہر کے حکام و ذمہ داران سے اجازت لی جائے۔ اس اجازت کو بھی مریض اور متعلقین کی اجازت کی حیثیت حاصل ہوگی اس لئے کہ حکام بھی ایک قسم کے ولی و ذمہ دار ہوتے ہیں اور اگر طبیب ماہر و معتمد ہے اور واقعہ و دیانتہ وہ محسوس کرتا ہے کہ اجازت کی کارروائی کی تاخیر مریض کے لئے جان لیوا ثابت ہوگی اور وہ اقدام کر بیٹھتا ہے۔ تو اس پر ضمان نہیں ہونا چاہئے۔ اس کے اس خیال و احساس کے اعتبار کے لئے قرینہ اس کو قرار دیا جائے گا کہ دوسرے اطباء بھی مریض کا حال جاننے کے بعد تصدیق و تائید کریں۔

## محمور دوم

بیماریوں کا تعدیہ اور جھوٹ شریعت کی نگاہ میں

اس محمور کے سوالات کے جواب سے پہلے ایک تمبیہ مناسب معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ کہ اسلامی و ایمانی نقطہ نظر سے اللہ تعالیٰ ہی جملہ امور میں موثر ہے اور وہ ہی مسبب الاسباب ہے۔ اس بنیادی عقیدہ کے ساتھ مرض کے تعدیہ و جھوٹ سے متعلق وارد ہونے والی مختلف قسم کی احادیث کے پیش نظر علماء امت کے اس بابت دو نقطہ مانے نظر رہے ہیں۔

ایک سرے سے مرض کے تعدیہ اور جھوٹ کی نفی کا اور یہ کہ مرض جہاں پیدا ہوتا ہے محض اللہ کے پیدا کرنے سے سابق مریض و مرض سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

دوسرا یہ کہ اگرچہ اصل فاعل و موثر اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے مگر دوسرے اسباب کی طرح اس نے بعض امراض میں اس قسم کی صلت رکھی ہے کہ ایک سے دوسرے کو وہ امراض لگ جاتے ہیں۔

تاہم دونوں نقطہ مانے نفراہیے مریضوں سے احتیاط اور اجتناب کی گنجائش دیتے ہیں اور اس کو بالکل ناجائز و غلط نہیں کہتے۔

(نہجۃ الفکر ص ۳۸۷، فتح الباری ج ۶/۶۲، ج ۷/۱۲۲ تا ۱۸۹، ۱۸۸)

اس قسم کے لوگوں کی نسبت سے کچھ پابندی وغیرہ کی ہدایت و اجازت ان روایات سے ملتی ہے جن میں مجذوم سے اجتناب کا ذکر ہے اور جن میں طاعون زدہ جگہ کی آمد و رفت کی بابت کچھ ہدایات آئی ہیں۔

اس طرح فقہاء نے بھی جو کچھ طاعون اور خصوصیت سے اس شخص کے لئے ذکر کیا ہے جس کی نظر بہت لگتی ہے۔ اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ علامہ عینی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ جب کسی کے متعلق معلوم ہو کہ اس کی نظر لگ جایا کرتی ہے تو اس سے اجتناب و احتراز چاہئے اور امام و حاکم کو چاہئے کہ ایسے شخص کو لوگوں کے پاس آنے جانے سے منع کر دے اور اس کو اپنے گھر و ٹھکانے پر ہی رہنے کا پابند بنادے۔ اگر معاش کا نظم نہ ہو تو اس کا انتظام کرے جب کہ اس کا ضرر تو پیاز و لسن کھانے والے کے ضرر سے نیز مجذوم کے ضرر سے کہیں زیادہ ہے۔ (شامی ۲۹۳/۶)



دوسری بات یہ کہ ایڈز کا تعدیہ محض مخالفت کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ صرف صحت و جوارح یا خون کے نفل و مس کی وجہ سے۔  
لہذا جواب میں ان سب باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

(۱) چوں کہ ایڈز کا مرض عام مخالفت۔ میل جول کھانے پینے وغیرہ کی وجہ سے متعدی نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے تعدیہ کے اسباب بہت ہی محدود ہیں۔ اس لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کا مریض دوسروں کو اپنے مرض سے باخبر کر دے ہاں خود اس کو ان چیزوں میں احتیاط لازم ہے جن کی وجہ سے یہ مرض متعدی ہوتا ہے اور اس کو چاہئے کہ ان چیزوں کی معلومات رکھے۔ یعنی خود کو بیوی سے دور رکھے اور اگر اتفاقاً بدن کے کسی حصے سے خون لگے تو کسی کو ہاتھ نہ لگائے دے۔

(۲) مریض کو اس کا مرض اور اس کی نزاکت و ذمہ داریاں سمجھا دے۔ دوسروں پر اظہار ضروری نہیں ہے بلکہ اچھا بھی نہیں ہے۔

(۳) متعدی امراض کے مریضوں کی ضروری نگہداشت و علاج کے ساتھ واجبی احتیاط سب کی ذمہ داری ہے۔

(۴) (الف) ایڈز یا ایسے کسی مرض کا مریض اگر قصداً دوسرے کو اپنے مرض میں مبتلا کرنے کی غرض سے مرض کے تعدیہ کی کوئی حرکت کرتا ہے تو وہ قابل سزا ہونا چاہئے۔

لھذا لے ایسے کئی مسائل ذکر کئے ہیں بالخصوص زہر خورانی کا مسئلہ اس سے مناسبت رکھتا ہے۔ جس میں احناف کے یہاں قصاص نہیں ہے لیکن عیس و تعزیر ضرور ہے۔ اور دوسرے حضرات کے یہاں قصاص وغیرہ بھی ہے البتہ دیت احناف کے یہاں بھی بعض صورتوں میں ہے اور بعض نے قصاص کو بھی ذکر کیا ہے۔ (الفقہ الاسلامی ۶/۲۲۲۔ فتاویٰ ۶/۵۳۲)

کتاب الرضاع کا ایک معروف جزئیہ ہے کہ اگر کسی شخص کی بیوی عمر کی بیوی ہے اور اس نے اپنے شوہر کی شیر خوار بیوی کو اس مرض سے دودھ پلایا مگر یہ میرے شوہر پر حرام ہو جائے تو شوہر کو جو نصف مراد اکرنا ہو گا وہ دودھ پلانے والی عورت پر واجب ہو گا۔

(فتاویٰ ۲/۲۱۹۔ ۲۲۱)

(ب) اگر ایسے مریض نے اپنے مرض کی نوعیت و حیثیت سے واقف ہونے کے باوجود ایسا کوئی کام کیا۔ مگر مرض کو متعدی کرنے کا قصد و ارادہ نہیں کیا۔ بلکہ اپنے کسی تقاضے سے مجبور ہو کر یا کسی ہمدردی وغیرہ خواہی کے جذبہ کے تحت ایسا کوئی کام کیا تو اسے معذور قرار دیا جائے گا۔

اوپر ذکر کردہ مضامین کے جزئیہ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اگر بچی کی بھو۔ جان کی فکر و پرواہ میں دودھ پلایا گیا تو دودھ پلانے والی عورت پر کوئی ضمان نہ ہو گا اگرچہ اس کو مسئلہ کا بخوبی علم رہا ہو۔

(۵) ایڈز کے مریض شوہر کی بیوی اس بیماری کی وجہ سے قح کلح کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں احناف کا اصل مذہب اور امام صاحب کی رائے میں تو گنگناش نہیں ہے مگر امام محمد کی رائے پر مشلح احناف نے فتویٰ دیا ہے اور اس حد تک کہ طحاوی علی الدر میں آیا ہے قوله فی الثلاثة الاول وهی الجنون والجذام والبرص والحق بها القهستاني كل عيب لا يمسكها المقام عنه الا بضرر ونقله المؤلف فی شرح الملتقى۔ (۲/۲۱۳)

تین بیماریوں میں یعنی جنون اور جذام و برص میں یہ معروف ہے اور قستانی نے ہر اس بیماری و نقص کو یہی حیثیت دی ہے جس کی وجہ سے عورت کا شوہر کے ساتھ رہنا ضرر سے خالی ہو۔ (ملاحظہ ہو کتاب الطحطاوی ص ۸۹ تا ۸۵ والمیلہ النابزہ ص ۶۱۔ ۶۸)

(۶) غالباً حمل کے ابتدائی مرحلہ میں ایڈز کا مرض حمل و بچے کی طرف منتقل نہیں ہوتا بلکہ جان آجانے کے بعد ہوتا ہے۔ بہر حال جب ماں کو یہ مرض ہو اور تعدیہ کا اندیشہ قوی ہو تو اس کی وجہ سے اولاد حمل سے بچنے کی سعی و تدبیر کرے اور ثانیاً ابتدائی مرحلہ میں ہی حمل کے اسقاط کرے۔



گنجائش ہوگی۔ آگے کے مرحلے میں اس سے بچنا ہی ضروری ہوگا۔ اس لئے کہ اسقاط حمل کا مسئلہ سخت ہے نہایت مجبوری میں اس کی اجازت فقہاء دیتے ہیں اور وہ بھی جان پڑ جانے کے بعد حکم مزید سخت ہو جاتا ہے قاضی خاں وغیرہ کا ذکر کردہ ایک جزیہ پیش نظر رکھا جاسکتا ہے فرماتے ہیں ایک عورت کی گود میں شیر خوار بچہ ہے اسے حمل ٹھہر گیا اس کی وجہ سے دودھ اس کا ختم ہو گیا اب شیر خوار بچے کا دوسرا نظم ممکن نہیں تو اجازت ہے کہ جب تک جان پڑنے کا مرحلہ نہ آئے حمل کو ساقط کرادے۔ (مالگیریہ ۵/۲۵۶)

(۱۰) جب یہ طے ہے کہ عام مخالفت کی وجہ سے یہ مرض متعدی نہیں ہوتا۔ اور زوجین کے علاوہ بھیہ لوگوں اور بالخصوص بچوں کے لئے تعدیہ صرف خون کے چھوٹے دنگے کی وجہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ تو ایڈز کے مریض بچوں کو مدارس و اسکول سے محروم کرنا کسی طرح درست معلوم نہیں ہوتا۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ ایسے بچوں کا کوئی مستقل تعلیمی نظام قائم کیا جائے۔ ورنہ محض خون کے لگنے لگانے کی وجہ سے جس کی نوبت کم ہی آتی ہے۔ اور احتیاط بھی کرائی جاسکتی ہے۔ ایسے بچوں کو تعلیم سے محروم کر کے ان کے مستقبل کو برباد کرنا کسی طرح درست معلوم نہیں ہوتا۔

(۸) کے تحت اس قسم کا سوال آیا ہے، جواب گزر چکا ہے۔ اور ایسے کسین مریضوں کے علاج کی فکر کے ساتھ ان کے مستقبل کی بہر حال فکر کرنی ہوگی۔

(۹) ایڈز اور طاعون و کینسر جیسی بیماریوں میں ایک مرحلہ ایسا آتا ہے کہ مرض کو لاعلاج قرار دے دیا کرتے ہیں۔ اور موت کی مدت وعد بھی متعین کر دیتے ہیں لیکن موت و زہست جس کے ہاتھوں میں ہے اس کی قدرت کے کرشمے ہم کو یہ بھی دیکھنے میں آتے ہیں کہ ایسے مریض بسا اوقات سالہا سال زندہ رہتے ہیں یا کسی دوسرے اور مزید علاج سے ان کے حالات بدل جاتے ہیں اس لئے اس حال کو مرض موت کا حکم نہیں دیا جاسکتا مزید یہ کہ فقہاء نے مرض موت و وفات کی تفصیل و تحدید میں جو کچھ کہا ہے اس کے مطابق بھی اس حال کو اطلاق حیثیت نہیں دی جاسکتی۔ علامہ شامی اس بابت بحث کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ "حاصلہ انہ ان صادر قدیم بان تطاول سنة ولم يحصل قیما از دیاد فهو صحیح اعلیٰ و مات حالة الازدیاد الواقع قبل التطاول او بعده فهو مریض۔ (شامی ۲/۳۸۵) مریض اگر ایسا ہے کہ اس کے مرض میں اور حالات میں براہ فرق آتا جا رہا ہے اور شدت پیدا ہو رہی ہے۔ خواہ کتنا عرصہ گزر چکا ہو تو اس کو مریض کا حکم دیں گے یعنی مرض موت کے مریض کا اور اگر ایک جگہ پر مرض رک گیا۔ تو اس پر سال بھر کا عرصہ گزرنے سے پہلے پہلے اس کو مریض قرار دیں گے اور سال بھر کے بعد وہ صحت مند کا حکم رکھے گا۔

لہذا ایڈز وغیرہ میں اطباء کے ایسے فیصلے کے بعد بھی اگر مرض میں ترقی ہو رہی ہے یا اس کے بعد ابھی سال بھر کا عرصہ نہیں گزرا تب تو اس کو مرض وفات مانیں گے ورنہ نہیں۔ اور یوں تو فقہاء ہلاکت کے ظن غالب کی وجہ سے یہ حکم دے دیا کرتے ہیں لہذا لکھا ہے کہ جس بستی میں طاعون عام ہو جائے اور قوی اندیشہ ہو کہ شاید ہی کوئی بچے تو صحت مندوں کو بھی مریض اور مرض وفات میں گرفتار و شکار بن لیا جاتا ہے۔ (شامی ۲/۳۹۰)

البتہ طاعون اور ایڈز و کینسر میں یہ فرق ہے کہ طاعون کے اثرات فوری اور تیزی سے ہوتے ہیں بیماری عموماً موت تک زیادہ وقت نہیں لیتی بخلاف کینسر وغیرہ کے۔ اس لئے طاعون کے شدید مریض کو اطلاق حکم دیا جاسکتا ہے۔

(۱۰) شریعت نے خود یہ پابندی لگائی ہے کہ کسی علاقے میں جب طاعون جیسی وبائی بیماری پیدا ہو جائے تو اس میں آمدورفت نہ رکھی جائے لہذا حکومت کی یہ پابندی لائق لحاظ ہے۔ حکومت ایک جگہ اور مقامی لوگوں کے انتظامات کو زیادہ اچھی طرح دیکھ سکتی ہے اور آمدورفت اس میں اضافہ نہ دے اور کام کو بڑھالے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

(۱۱) مذکورہ مخصوص حالات میں آمدورفت کی اجازت ہے، پابندی لازمی اور ایسی نہیں کہ مستحیات نہ ہوں۔ حدیث میں بھی ظالموں کے خوف سے بھاگنے کی ممانعت آئی ہے۔ لہذا اگر کسی ضرورت کی وجہ سے جانا یا آنا ہو تو اس کے تحت داخل نہیں جیسا کہ طبیعی وغیرہ لے صراحت بھی کی ہے۔ (مرقاۃ ص ۳۶۰ / فتح الباری ۱۰ / ۱۸۸)

### محور سوم

(۱) اگر رشتہ کے خواہش مند حضرات ڈاکٹر سے اپنی اس ضرورت کا اظہار کر کے معلومات کریں تو ڈاکٹر کو چاہئے کہ مریض کے عیب کا اظہار کر دے اس لئے کہ اس صورت میں اگر عیب کو چھپانے کا مسئلہ امانت کا ہے ایک طرف تو دوسری طرف خیانت کا بھی ہے کہ پوچھنے والوں کی ضرورت و اہمیت سے صرف نظر کر کے خلاف واقعہ بات ان کو بتائے گا یا یہ کہ حقیقت کو ان سے چھپائے گا۔ حدیث نبوی سے یہی ہدایت ملتی ہے کہ شادی کے خواہش مند میں جب کوئی عیب ہو اور اس کی بابت معلومات و مشورہ کی بات آئے تو جاننے والا حقیقت کا اظہار کر دے۔ (مشکاہ ص ۲۸۸ بحوالہ مسلم) اور الاستشارة مومن: ایک مشورہ حدیث ہے جس کا متعلق بھی یہی ہے۔

(۲) استفسار کی صورت میں بتانا چاہئے۔

(۳) اور ۲ کا جواب ہے۔

(۴) جب کسی شخص کے اندر ایسی کمزوری ہے کہ جس کی وجہ سے کوئی بڑا حادثہ و نقصان ہو سکتا ہے تو جاننے والے کی ذمہ داری ہے کہ وہ متعلقہ لوگوں کو باخبر کر دے یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ کسی شخص کے اندر کوئی عیب ہو اور وہ کسی جرم کا مرتکب ہو اور اس کے خراب نتائج و ثمرات سامنے آ رہے ہوں تو اس کے متعلق اس کے سرپرستوں یا حکام کو اطلاع دی جائے۔ یہ نہ نصیحت ہے اور نہ منع۔

(شامی ۵ / ۶۳۳ / ۳۰۸)

اس طرح جسمانی ایسے کسی عیب کی ذمہ داریوں کو اطلاع کرنا امانت و دیانت کے خلاف نہیں بلکہ یہ بھی ایک قسم کی امانت ہے۔ رہا مسئلہ ملازمت کے نقصان اور ملازم کی معاش کے فساد کا توقعہ معروف ہے کہ ضرر عام کے دفعیہ کے لئے ضرر خاص کو برداشت کیا جائے گا۔

(۵) ۲ کا حکم ہے۔

(۶) بچے کی حفاظت کی فکر کرے اور لاوارث بچوں کو دیکھنے والے ادارے کو مطلع کرے عورت کے فعل غلط کی خبر و افشاء کی ضرورت نہیں ہے (۷) کر سکتا ہے۔ حرام چیز کا استعمال کرنا ضرورہ جائز ہے اور کرنا بھی اور جب اطباء نے یہ طے کر دیا ہے کہ اب اس کے علاوہ کوئی دوسرا علاج اس کے لئے نہیں ہے تو اس کے حق میں یہ علاج جائز ہے جب کہ اس حرام چیز سے بچنا چھڑانے کے لئے اس کو ذریعہ بنایا جاسکتا ہے اور بنایا جا رہا ہے۔

(۸) وہ ۲ کا جواب ہے۔ اور اس کے تحت جرم کے اظہار اور اس کے حوالہ کا بھی تذکرہ آیا ہے اور مسئلہ یہاں ۵ و ۳ سے کہیں شدید ہے اور ضرر خاص بھی وہ حیثیت نہیں رکھتا اس لئے کہ آدمی حرام اور معاشرہ اور ملک و ملت کے لئے کسی مضر چیز کو ذریعہ معاش بنائے ہوئے ہے۔

(۹) جب کسی بے گناہ شخص کو سزا اور قتل سے بچانے کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے تو بے گناہ کی بے گناہی جو ڈاکٹر کو معلوم ہے اس کا یہ موقع اظہار کر کے بے گناہ کی جان کو بچانا اور اس کو نجات دلانا بدرجہ اولیٰ جائز بلکہ ضروری ہے۔ لہذا لے کتاب الشہادۃ میں شہادت کے جو احکام بیان کئے

ہیں ان سے یہ ظاہر و واضح ہے مثلاً یہ کہ اگر صاحب حق کو اپنے حق کی بابت کسی شہادت کا علم نہیں لیکن ایک آدمی واقف ہے اور اندیشہ ہے کہ وہ بیان نہ دے تو حق ضائع ہو جائے گا تو جاننے والے پر از خود عدالت میں جا کر بیان دینا واجب ہے۔ اسی طرح یہ کہ حقوق اللہ میں از خود شہادت دینا واجب ہے۔ اور فرمایا ہے کہ حدود سے متعلق شہادت کا چھپانا اچھا ہے لیکن جو آدمی بہت ڈھیٹ ہو چکا ہو اس کے متعلق اس کا اظہار ہی کیا جائے گا۔ (شالی ۵/ ۳۹۱، ۳۹۳، ۳۹۴)

(۱۰) ایسے امراض کی خبر مریض کے قریبی متعلقین کو تو کر ہی دینا چاہئے تاکہ وہ ان امور کا لحاظ کر سکیں کہ جن کے ذریعہ وہ خود کو ان امراض سے محفوظ رکھیں۔ یعنی مریض کے ضرر کے بجائے دوسروں کے ضرر کا لحاظ کرے گا اس لئے کہ مریض تو ایک مصیبت میں گرفتار ہو چکا ہے اس کے مریض و عیب کو چھپانے کے نتیجے میں دوسرے متعدد لوگوں کے مصیبت میں گرفتار ہونے کا اندیشہ ہے اور یہ زیادہ اہم ہے۔



## جوابات سوالنامہ طبی اخلاقیات

مولانا حسین احمد قاسمی  
(استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء، کلمنٹو)

### محمور اول

(۱) ایسا کوئی شخص جو قانوناً کسی مرض کا علاج کرنے کا مجاز نہیں ہے لیکن اپنے ذاتی مطالبہ اور تجربہ کی بناء پر دواؤں اور امراض کے بارے میں واقفیت رکھتا ہے اس کے لئے مریضوں کا علاج معالجہ کرنا جائز نہیں ہے خصوصاً شدید اور سنگین امراض میں جن میں غلط تجویز و تشخیص اور غلط علاج معالجہ سے مریض کی جان جانے کا کوئی عضو تلف ہونے یا اسے شدید ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو۔  
ایسے شخص کے علاج معالجہ سے اگر مریض کا انتقال ہو گیا یا اسے شدید ضرر پہنچ گیا تو ایسے شخص کو خون بہا اور تاوان ادا کرنا ہوگا۔  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح ارشاد ہے۔

من تعطیٰ ولا یعلم عنہ مطلب فهو ضامن۔ (ابوداؤد)

(۲) علاج اور آپریشن کے لئے قانوناً مجاز ڈاکٹر نے اگر ضروری طبی احتیاطیں ملحوظ نہیں رکھیں مثلاً کوئی مہجر آپریشن کرنے سے پہلے وہ ضروری ٹیسٹ نہیں کروائے جن کا آپریشن سے پہلے کروانا تمام ماہرین فن کے نزدیک ضروری ہے یا غلط آپریشن کر دیا مثلاً دائیں آنکھ کا آپریشن ہونا تھا ڈاکٹر نے غلطی سے بائیں آنکھ (جو درست تھی) کا آپریشن کر دیا اور اس کی وجہ سے مریض کی جان چلی گئی یا اس کا کوئی عضو تلف ہو گیا تو اس ڈاکٹر کے ذمہ تاوان لازم ہوگا اسی طرح آپریشن میں جس حد تک چیسر پھاڑ ضروری اور معتاد ہے اس سے کہیں زیادہ چیسر پھاڑ کر دی اور مریض جانبر نہ ہو سکا تو بھی تاوان لازم ہوگا۔

ابن قدامت حنبلی کے مطابق طبیب کو کھانا لگانے والے، نختہ کرنے والے دو شرطوں کے ساتھ ضامن نہیں ہوں گے۔

(۱) انھیں اپنے پیشہ میں پوری مہارت اور واقفیت ہو۔

(۲) اسی حد تک چیسر پھاڑ کی ہو جتنی کی جانی چاہئے، معتاد مقام سے تجاوز نہ کیا ہو ان دونوں میں سے اگر ایک شرط بھی مفقود ہوگی تو ضمان لازم ہوگا۔ ابن قدامت کے مطابق یہی مسلک امام شافعی اور اہل الراۓ کا بھی ہے۔ (المنی لابن قدامت جزء ۵ ص ۳۹۸)

علامہ عینی حنفی کے مطابق اگر ماہر ڈاکٹر نے آپریشن کیا اور مریض ہلاک ہوا تو دو شرطوں کے ساتھ وہ ضامن نہیں ہوگا۔  
(۱) اس نے آپریشن مریض یا اس کے ولی کی اجازت سے کیا ہو۔

(۲) آپریشن میں حیر پھاڑ اسی حد تک کی ہو جتنی کی جانی چاہئے تھی اس سے تجاوز نہ کیا ہو۔ لہذا اگر اس نے اجازت کے بغیر آپریشن کیا یا

آپریشن میں معتاد مقام سے تجاوز کیا تو ضامن ہوگا۔ (البنایہ فی شرح الہدایہ جزء ۹ ص ۳۸۳-۳۸۵)

(۳) اگر ڈاکٹر نے مریض یا اس کے ولی سے اجازت لئے بغیر آپریشن کر ڈالا اور آپریشن جان لیوا ثابت ہوا تو ڈاکٹر ضامن ہوگا خواہ وہ آپریشن کا

قانوناً مجاز اور تجربہ کار ہی ہو۔

(۴) صورت مسئولہ میں ڈاکٹر ضامن نہیں ہوگا۔ شرعاً اس پر تاوان لازم نہیں ہوگا۔

## محورم دوم

(۱) ایڈز کے مریض کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنا مرض اپنے اہل خانہ اور متعلقین سے چھپائے، اس کے لئے ضروری ہے کہ ڈاکٹر کے مشورہ سے وہ تمام طبی احتیاطیں کرے جن کی بناء پر جراثیم کے تعدیہ کو روکا جاسکے، اپنے اہل خانہ اور متعلقین کو بھی اپنے مرض سے باخبر کر دے تاکہ وہ لوگ بھی ممکنہ طبی احتیاطیں ملحوظ رکھیں۔

(۲) اگر ایڈز کا مریض اپنے اہل خانہ اور متعلقین سے اپنا مرض چھپا رہا ہے اور ڈاکٹر سے بھی اصرار کر رہا ہے کہ اس کا مرض کسی پر ظاہر نہ کرے اور ڈاکٹر کو ظن غالب ہے کہ اس کے اہل خانہ اور متعلقین بے خبری کی بناء پر اس مرض میں مبتلا ہو سکتے ہیں تو اس کی ذمہ داری ہے کہ مریض کی خواہش کے علی الرغم اس کے اہل خانہ اور متعلقین نیز حکومت کے محکمہ صحت کو اس کے اس مرض کی خبر کر دے۔

(۳) ایڈز، طاعون وغیرہ کے مریضوں کے بارے میں اس کے اہل خانہ، متعلقین اور سماج کی ذمہ داری یہ ہے کہ ایسے مریضوں کے علاج معالجہ کا پورا انتظام کریں، ان کے ساتھ ہمدردی اور رحم دلی کا برتاؤ کریں، ایسے مریضوں کا عوامی تکفل کریں۔

(۴) جی ہاں ایسا مریض قابل سزا ہے اور اس کا یہ عمل گناہ اور جرم ہے۔

(۵) اگر شوہر نکاح سے پہلے ہی سے ایڈز کا مریض تھا اور بیوی نے اس مرض کا علم ہونے کے باوجود نکاح کیا تو اسے نکاح کے بعد خیال فسخ حاصل نہ ہوگا اور اگر عورت اس بات سے ناواقف تھی کہ اس کا ہونے والا شوہر ایڈز کا مریض ہے اور نکاح کے بعد بیوی کو شوہر کے اس مرض کا علم ہوا تو بیوی کو خیال فسخ حاصل ہوگا، اس لئے کہ برص اور جذام جیسے امراض میں امام محمد اور ائمہ ثلاثہ بیوی کو خیال فسخ نکاح دیتے ہیں ایڈز مذکورہ بالا امراض سے کہیں زیادہ خطرناک مرض ہے لہذا اس میں بدرجہ اولیٰ خیال فسخ ہونا چاہئے۔ اگر شوہر کو نکاح کے بعد ایڈز کا مرض لاحق ہوا ہے اور بیوی اس کے ساتھ رہنے پر آمادہ نہیں ہے تو بالکیہ کے قول کو اختیار کرتے ہوئے بیوی کو خیال فسخ نکاح حاصل ہوگا۔

(۶) ایڈز کے مرض میں گرفتار خاتون کو اگر حمل ٹھہر جائے اور ماہر ڈاکٹروں کو ظن غالب ہے کہ اگر بچہ پیدا ہوا تو وہ بھی ایڈز کا مریض ہوگا تو حمل میں جان پڑنے کے مرحلہ سے پہلے وہ عورت اسقاط حمل کرا سکتی ہے۔ عورت اگر اسقاط حمل پر آمادہ نہیں تو اس کے شوہر یا محمد

صحت کی طرف سے جبرا اسقاط حمل کرایا جانا جائز نہیں ہے۔ حمل میں جان پڑنے کے مرحلہ کے بعد اگر خود عورت کی جان کو حمل کی وجہ سے ڈاکٹروں کی رائے میں کوئی سنگ دل خطرہ درپیش نہ ہو تو ایڈز کی مرلندہ کا اسقاط حمل کرانا یا شوہر وغیرہ کی طرف سے جبرا اسقاط حمل کرایا جانا جائز نہیں ہے۔

(۷) ایڈز کے مرض میں مبتلا بچے اور بچیوں کو تعلیم سے محروم کر دینا درست نہیں بستیہ ہے کہ ایسے بچے، بچیوں کے الگ مدارس اور اسکول قائم کئے جائیں تاکہ دوسرے بچوں کے لئے جو ایڈز کے جراثیم سے پاک ہیں، اس مسلک مرض کا خطرہ نہ پیدا ہو لیکن اگر ایڈز کے مریض بچوں کے لئے علیحدہ مدارس اور اسکول قائم کرنا ممکن نہ ہو تو عام مدارس اور اسکولوں میں تعلیم حاصل کرنے سے انھیں محروم کرنا درست نہیں ہوگا۔ یہ مریض بچے بھی انھیں مدارس اور اسکولوں میں تعلیم حاصل کریں لیکن ادارہ کے ذمہ داروں کے لئے ایسے انتظامات کرنا لازم ہوگا جن کی وجہ سے یہ مرض دوسرے بچوں تک منتقل نہ ہو۔

(۸) جو بچے یا بچیاں ایڈز کے مرض میں گرفتار ہیں ان کے تین ان کے والدین اہل خانہ اور سماج کی یہ ذمہ داری ہے کہ ان کے علاج معالجہ کا مقول بندوبست کریں، طبی احتیاطوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی تعلیم و تربیت کا پورا بندوبست کریں اور ان کے حیثیت نفرت و حقارت کا رویہ اختیار کرنے کے بجائے ہمدردی اور خیر خواہی کی روش اپنائیں۔ دیکھا یہ جاتا ہے کہ اس طرح کے مریضوں کو معمولاً اچھوت بنا کر الگ



تملک کر دیا جاتا ہے۔ قریب ترین اقرباء اور اعضاء ان کے قریب آنے اور ان سے اہتمام ہمدردی کی ہمت نہیں کرتے اس صورت حال کا مریضوں کی صحت پر بہت برا اثر پڑتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ حتی الامکان طبی احتیاطوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان مریضوں کی نگہداشت کی جائے ان کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کا رویہ اپنایا جائے۔ تاکہ انہیں اس بات کا احساس نہ ہو کہ گھر اور سماج کے تمام لوگ انہیں نفرت اور خوف کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔

(۹) ایڈز، طاعون اور کینسر جیسے امراض جب طبی لحاظ سے ناقابل علاج مرحلہ میں پہنچے جاتیں اور مریض کا درمیان میں صحت یاب ہونے بغیر اسی مرض میں انتقال ہو جائے تو اس پر شرعاً مرض الموت کے احکام جاری ہوں گے، لیکن ڈاکٹروں کی رائے میں کسی مرض کے لاعلاج ہو جانے پر مریض کی وفات کا حکم نہیں لگایا جاسکتا، یعنی جب مریض زندہ ہے اور زندگی کے آثار و علامتیں اس میں موجود ہیں تو خواہ اس کی شفا یابی سے ڈاکٹر کہتے ہی مایوس کیوں نہ ہوں اسے شرعاً زندہ ہی قرار دیا جائے گا اور مردہ کے احکام اس پر جاری نہیں ہوں گے۔

(۱۰) طاعون اور اس طرح کے دوسرے مسلک متعدی امراض کسی علاقہ میں پھیلنے کی صورت میں حکومت کی طرف سے اس علاقہ میں داخل ہونے اور وہاں سے نکلنے پر پابندی عائد کیا جانا نہ صرف جائز ہے بلکہ شرعاً مطلوب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث ہے جب تم سنو کہ فلول علاقہ میں طاعون پھیلا ہوا ہے تو اس علاقہ میں داخل نہ ہو اور اگر جہاں تم ہو وہاں طاعون پھیل جائے تو طاعون سے بھاگنے کے لئے اس جگہ سے نہ نکلو۔ (بخاری شریف)

جس علاقہ میں مسلک وبائی مرض پھیلا ہوا ہے وہاں جانا اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے لہذا بلا ضرورت وہاں جانے کی اجازت نہیں

ہے اور جس علاقہ میں انسان موجود ہے وہاں اگر مسلک متعدی مرض خود بڑھتا ہے تو اس مرض سے بھاگنے کی نیت سے وہاں سے نکلنا جائز نہیں ہے کیوں کہ اس سے بہت سے مفاسد کا خطرہ ہے کوئی شخص اگر اپنی کسی ضرورت سے سفر میں گیا ہو تھا اسی دور ان اس مقام پر طاعون پھوٹ پڑا جہاں پر اس کا قیام تھا اب اگر اس کا مقصد سفر پورا ہو گیا یا مقصد سفر پورا ہوئے بغیر وہ اپنے وطن لوٹا چاہتا ہے تو اسے مقام طاعون سے نکلنے کی اجازت ہے، اسی طرح اگر ایک شخص سفر میں تھا اسی دور ان اس کے وطن میں طاعون پھوٹ پڑا جس کی اسے اطلاع ہوئی تو وہ محفوظ علاقہ سے مقام طاعون (جو اس کا وطن ہے) میں اپنے اہل خانہ کی نگہداشت کے لئے اور اپنے وطن میں قیام کے لئے واپس آسکتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ وبائی علاقہ میں دخول اور وہاں سے خروج کی پابندی عام حالات میں ہے ضرورت کے مواقع اس سے مستثنیٰ ہیں۔

### محمور سوم

(۱) بلاشبہ اسلام میں رازداری کا حق دیا گیا ہے افشائے راز سے منع کیا گیا ہے مجلس کی گفتگو کو بھی امانت قرار دیا گیا ہے لیکن کسی کے عیب یا راز کا افشاء اسی وقت تک درست ہے جب تک اس افشائے راز سے کسی دوسرے شخص کو شدید ضرر لاحق ہونے کا قوی خطرہ نہ ہو اگر ایک شخص کی عیب پوشی سے دوسرے شخص کو شدید ضرر پہنچنے والا ہو اور پہلا شخص اپنے عیب اور راز کو چھپا کر دوسرے شخص کو دھوکا دینا چاہتا ہے تو جس دوسرے شخص کو اس عیب یا راز کی اطلاع ہے اس کی شرعی ذمہ داری ہے کہ متعلقہ شخص (جس کو ضرر لاحق ہونے کا خطرہ ہے) کو اس عیب اور راز سے مطلع کر دے۔

صورت مسئولہ میں ماہر امراض چشم ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ لڑکی یا اس کے گھر والوں کی جانب سے رابطہ قائم کئے جانے کی صورت میں انہیں صحیح صورت حال سے مطلع کر دے اور اگر اس سے رابطہ قائم نہیں کیا گیا ہے لیکن اسے یقینی طور پر معلوم ہے کہ وہ



نوجوان اپنا عیب چھپا کر قفل خاتون سے یا اس کے گھر والوں سے نکاح کی بات طے کر رہا ہے تو اس خاتون یا اس کے اہل خانہ کو صحیح صورت حال سے باخبر کر دے۔

(۲) صورت مسئلہ میں ڈاکٹر کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ دوسرے قریبی کو اپنے مریض کے عیب یا مرض سے مطلع کرے۔

(۳) اس سوال کا جواب خبر کی طرح ہے۔

(۴) جس شخص کے پاس ڈرائیونگ لائسنس ہے اگر اس کی بینائی بری طرح متاثر ہو چکی ہے اور ڈاکٹر کی رائے میں اس کا گھڑی چلانا اس کے اور دوسروں کے لئے مسلک ہو سکتا ہے ایسا شخص اگر ڈاکٹر کے منع کرنے کے باوجود گھڑی چلتا ہے تو ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس کی بینائی کے بارے میں مطلع کرے اور ڈرائیونگ لائسنس منسوخ کرنے کی سفارش کرے کیوں کہ اگر ڈاکٹر نے رازداری برت کر خاموشی اختیار کی اس ڈرائیور کے ساتھ دوسرے بہت سے لوگوں کی جان بھی ضائع ہو سکتی ہے۔ بلاشبہ نوکری ختم ہونے میں ڈرائیور کا نقصان ہے لیکن شریعت کا قاعدہ ہے کہ ضرر عام سے بچنے کے لئے ضرر خاص کو اختیار کیا جائے گا مسئلہ زیر بحث میں اگر ڈاکٹر نے ڈرائیور کے نقصان کا خیال کرتے ہوئے متعلقہ محکمہ کو اس کی بینائی کے بارے میں خبر نہیں کی اور وہ حسب سابق گھڑی چلتا رہا تو بہت سے لوگوں کی جان ضائع ہو سکتی ہے لہذا اس ضرر عام کو روکنے کے لئے ضرر خاص کو برداشت کیا جائے گا۔

(۵) اس سوال کا جواب وہی ہے جو سوال ۴ میں تحریر کیا گیا۔

(۶) صورت مسئلہ میں ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس عورت کی رازداری کرے یہاں اگر اس سے یہ فطرہ ہو کہ بچہ کی جان ضائع ہو جائے گی تو وہ حکومت کے متعلقہ محکمہ کو اس بات کی خبر کر دے کہ ایک بچہ قفل جگہ پڑا ہوا ہے اسے اٹھایا جائے۔ پورے کیس کی خبر دینی ضروری نہیں۔

(۷) جب مجبوری جب کوئی طریقہ علاج کارگر نہیں ہو رہا ہے تو ایک مسلمان ڈاکٹر اس طریقہ علاج کو استعمال کر سکتا ہے بشرطیکہ اسے اس بات کا ظن غالب ہو کہ اس طریقہ علاج سے شراب یا مشیات کا رسیا شخص تدریجاً اپنی بری عادت چھوڑ دے گا۔

## احکام الطب

مفتی محمد زید مظاہری  
(جاسد عربیہ، مئی ۲۰۱۰ء)

### مختصر اول

### علاج معالجہ کی اجازت کس ڈاکٹر کو ہے اور کس کو نہیں

ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کی روایت ہے

”مرو بن شعبہ سے مروی ہے وہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے نقل فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے علاج معالجہ کیا حال میں کہ اس سے پہلے اس معالج سے طب کو نہ جانتا گیا ہو یعنی وہ اس فن سے ناواقف ہو تو وہ مضامین ہے۔“ (المطب النبوی لابن القیم ۱/۴۰۰، ہذا، المصنف ۱۰/۱۸۸، ص ۲۲۳)

اس حدیث کی روشنی میں عام طور پر فقہاء محدثین نے تصریح فرمائی ہے کہ علاج کی اجازت ہر کس و ناکس کو نہیں بلکہ اس کے لئے اہلیت و اجازت ضروری ہے اور جو اس کا مجاز نہ ہو اس کے لئے اس راہ میں قدم رکھنا جائز نہ ہوگا اور ہلاکت یا نقصان ہو جانے کی صورت میں اس پر ضمان بھی ہوگا۔ مسئلہ کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ سطور میں آنے گی۔ اس موقع پر اتنی وضاحت ضروری ہے کہ علاج معالجہ کے لئے جس اجازت کی ضرورت ہے وہ کون سی اجازت ہے؟ اجازت کی کتنی قسمیں اور ان کے کیا احکام ہیں اس سلسلہ کی تفصیل ذیل میں درج ہے

### اجازت کی تین قسمیں ہیں: شرعی، قانونی، شخصی۔

”شرعی اجازت“ کا مضمون علاج کی اہلیت و صلاحیت اور فن سے واقفیت ہے، یعنی ہر وہ شخص جو فن علاج سے واقف ہو، تجربہ و مشق بھی رکھتا ہو شرعاً ایسا شخص علاج کا مجاز ہے کیوں کہ شریعت میں جس معالج کے لئے فن سے واقفیت کی شرط ہے اس سے قانونی اجازت مراد قسمیں بلکہ شرعی اجازت مراد ہے یعنی اہلیت، صلاحیت و تجربہ۔

لہذا ایسا شخص جو رسمی تعلیم، ڈگری سرٹیفکیٹ وغیرہ کے بغیر کسی ماہر فن کی صحبت میں رہ کر علاج معالجہ کی مشق اور تجربہ حاصل کر لے یا بعض امراض کے علاج اور بعض ادویہ کے خواص پر عبور حاصل کر لے ان امراض میں بھی اس کو علاج کی اجازت ہوگی گو قانونی طور پر وہ اس کا مجاز نہ ہو۔ کیوں کہ اجتہاد کی طرح علاج میں بھی تجربی ممکن ہے کہ ایک شخص تمام امراض کے علاج کا ماہر نہ ہو بلکہ مخصوص امراض ہی میں مہارت اور تجربہ رکھتا ہو۔ اور فقہاء نے فتویٰ دینے کے لئے تو کسی ماہر فن کی زیر نگرانی مشق و تربیت کو ضروری قرار دیا ہے لیکن علاج

معالجہ میں اس نوع کی شرط کو ذکر نہیں فرمایا بلکہ اہلیت و صلاحیت پر اس کا اہر رکھا ہے۔ بعض امراض ہی میں اگر کسی شخص کو تجربہ اور مشق ہو جائے ان امراض کا علاج بے شک وہ کر سکتا ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ فن طب اصلاً تجربہ ہی سے ماخوذ ہے۔

علامہ ابن الحاج مالکی الدنیل میں تحریر فرماتے ہیں:

”بے شک طب کی اصل تو تجربہ ہے، اور تجربہ ہی سے اس کو حاصل کیا گیا ہے، اور بکثرت مسلمان اس فن سے واقفیت رکھتے ہیں اور اس کی اہلیت تجربہ کی کثرت ہی سے ہوتی ہے۔ جس کے تجربات زیادہ ہوں گے اس کی واقفیت بھی خوب ہوگی، تم بکثرت بوزعی عورتوں اور دایہ کو دیکھو گے اس نوع کی اچھی واقفیت رکھتی ہیں۔“

(الدنیل ابن اسیر الحاج مالکی ۱۳/۴)

اسی تجربہ ہی کی بنا پر قرن اول سے معمول چلا آ رہا ہے کہ جو شخص جس مرض کا مابریا جن خاص دواؤں سے واقفیت رکھتا ہے دوسروں کو اپنے تجربہ سے نفع پہنچاتا ہے اور کسی نے اس پر نکیر نہیں کی۔ آج بھی اگر کوئی شخص رسمی تعلیم و ڈگری کے بغیر علاج کی مشق اور تجربہ حاصل کر لے اس کے لئے بھی یہی حکم ہوگا۔ حکام وقت کی اجازت کی ضرورت اذروئے شرع ضروری نہیں۔ چنانچہ محققین نے اس کی تشریح فرمائی ہے۔

التشریح الجنائی میں ہے۔

”شریعت میں ایسا کوئی حکم نہیں ہے کہ علاج معالجہ صرف وہی کر سکتا ہے جس کو حاکم وقت نے اجازت دے دی ہو اور نہ کوئی ایسا حکم ہے کہ حاکم طبیب (معالج) کے حق میں ایسی کوئی شرط لگا دے کہ طبیب (ڈاکٹر) کو مخصوص درجہ کا علم (ڈگری) یا مخصوص قسم کی صلاحیت ہونی چاہئے۔ شریعت میں ایسا کوئی حکم نہیں ہے۔ البتہ امام مالک نے معالج کے لئے حاکم کی اجازت کو بعض حالات میں شرط قرار دیا ہے یعنی جب کسی معالج سے نقصان ہو جائے تو ضمان سے برات اسی طبیب کو ہوگی جس کو حاکم نے اجازت دی ہو ورنہ ضمان ہوگا۔“ (التشریح الجنائی اسلامی ۱/۴۰)

لغواء احناف نے اس سلسلہ میں بعض جزئیات ذکر فرمائی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ معالج کے لئے حاکم وقت کی اجازت ضروری نہیں بلکہ اہلیت و صلاحیت کافی ہے۔ چنانچہ البحر الرائق اور فتاویٰ بزازیہ میں صریحاً جزیئہ موجود ہے کہ،

”آئیکو کے معالج اور نفع کرنے والے سے اگر کوئی نقصان ہو جائے تو ضمان نہ ہوگا الا یہ کہ وہ غلطی ہی کر بیٹھے اگر دو آدمیوں نے کہا کہ یہ شخص علاج کا اہل نہیں ہے اور دوسرے دو لوگوں نے کہا نہیں یہ اہل ہے تب بھی ضمان نہ ہوگا۔ لیکن اگر معالج کی اہلیت کی شہادت دینے والا صرف ایک آدمی ہو اور دوسری جانب دو ہوں تو ضمان ہو جائے گا۔“ (دیکھئے، بحرہ ۱/۲۹، ۲۰۹، ۲۱۰، نوع فی البرزخ)

اس جزیئہ سے معلوم ہوا کہ علاج کے لئے اور ضمان سے برات کے لئے احناف کے یہاں حاکم وقت کی قانونی اجازت ضروری نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔

## قانونی اجازت

اب رہی یہ بات کہ پھر قانونی اجازت کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ ایسا شخص جس کو فن سے واقفیت بھی ہے اور تجربہ و مشق کی بنا پر شرعی اجازت کا تو وہ مستحق ہے لیکن قانونی طور پر حکام کی جانب سے اس کو علاج کی اجازت نہیں۔ ایسا شخص قانون حکومت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے علاج کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس کی تحقیق کے لئے پہلے ہم کو یہ دیکھنا چاہئے کہ حکام وقت کے مقرر کردہ قانون کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟ ان کی پابندی کس حد تک ضروری ہے؟ اس سلسلہ میں محقق تھانویؒ نے بڑا مختصراً تجزیہ اور شرعی حکم تحریر فرمایا ہے۔ اپنے



فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں،

”اگر وہ حکم (یعنی قانون حکومت) ایسا ہو کہ اس میں عام لوگوں کی مصلحت ہے (اور اس کے) خلاف کرنے میں عام ضرر ہو اس میں تو (حاکم کی اطاعت اور قانون کی پابندی) ظاہراً و باطناً واجب ہے (یعنی علانیہ اور خفیہ دونوں صورتوں میں واجب ہے) (حاکم کو اطلاع نہ ہو جب بھی قانون کی مخالفت جائز نہیں)

اور اگر ایسا نہیں ہے (یعنی قانون کے خلاف کرنے میں عام ضرر نہیں ہے) تو صرف ظاہراً (حاکم کی اطاعت) واجب ہے تاکہ فتنہ نہ ہو۔ باطناً واجب نہیں۔ (یعنی اگر حاکم کو اطلاع نہ ہو تو خفیہ طور پر اس حکم کے خلاف کرنے میں کوئی

گناہ نہیں۔“ (امداد الفتاویٰ ۳/۳۸۹)

اس حکم کے پیش نظر غور کرنا چاہئے کہ ایسا شخص جو اہلیت کی بنا پر شرعاً تو علاج کا مجاز ہے لیکن قانونی اجازت سے محروم ہے ایسے شخص کے علاج کرنے میں عام لوگوں کا فائدہ ہے یا ضرر۔ اگر ضرر عام ہے تو یقیناً اجازت نہ ہوگی۔ اور اگر نفع عام ہے تو بے شک خفیہ اجازت ہوگی۔ اور عموماً آج کل کے اس نوع کے معاملین جن کو قانونی اجازت حاصل نہیں ہے اسی قسم کے ہیں۔ یعنی ضرر عام نہیں بلکہ نفع عام ہے۔ نیز فتنہ بھی نہیں البتہ خود ان کے خطرہ میں پڑنے کا خطرہ ضرور ہوتا ہے جس سے بچنے کی وہ مناسب تدبیریں کر ہی لیا کرتے ہیں، الغرض آج کل کے وہ معاملین جن کے اندر علاج کی اہلیت و صلاحیت موجود ہے لیکن قانونی طور پر ان کو اجازت نہیں وہ بھی علاج کر سکتے ہیں۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ حکم تو صرف علاج سے متعلق ہے، باقی رہا ضمان تو اگر واقعہ وہ علاج کا اہل ہے خواہ قانونی طور پر اس کو اجازت حاصل نہ ہو ایسی حالت میں تعدی کے بغیر نقصان ہو جانے کی صورت میں اس پر کوئی ضمان لازم نہ ہوگا جس کی تفصیل آئندہ بھی آرہی ہے۔

### شخصی اجازت

شرعی و قانونی اجازت کے بعد شخصی اجازت کا نمبر آتا ہے یعنی مریض جس مریض کا علاج کرنا چاہتا ہے اس مریض یا اس کے ولی یا قریبی رشتہ دار اور ذمہ دار کی بھی اجازت اس کو حاصل ہونا چاہئے۔ ورنہ شخصی اجازت کے بغیر کسی مریض نے اگر کسی مریض کے مرض کا علاج کیا اور بجائے صحت کے مریض کو نقصان پہنچا دیا ایسی صورت میں مریض یا مریض کے مرنے کی صورت میں انشاء اللہ عنقریب مذکور ہوگی۔

اس تمہید و تفصیل کے بعد سوالات کے جوابات بالکل واضح ہیں جو فرداً فرداً مندرجہ ذیل ہیں۔

**جواب اگرچہ تفصیل کے مطابق علاج کے لئے قانونی اجازت ضروری نہیں بلکہ ہر وہ شخص جس کو فنی اعتبار سے واقفیت ہو خواہ ذاتی مطالعہ کی بناء پر یا کسی کی صحبت میں رہ کر اور وہ مجربہ کار بھی ہو وہ علاج کا مجاز ہوگا۔** ایسے شخص کے علاج سے اگر کوئی مریض ہلاک یا اس کا نقصان بھی ہو جائے تو اس پر کوئی ضمان و تاوان لازم نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ علاج سے پہلے مریض سے ضمان کی شرط بھی لگادی جائے تب بھی ضمان نہ ہوگا فقہاء نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ (البحر الرائق ۸/۲۹۱)

فقہاء کی تصریح کے مطابق ماہر تجربہ کار ڈاکٹر کے ضمان کے لئے دو شرطیں ہیں ایک تو تعدی ہونا دوسرے مریض کی اجازت نہ ہونا ان دو شرطوں میں سے ایک بھی پائی گئی تو ضمان ہوگا ورنہ نہیں۔ فیستفاد بمجموع الروایاتین اشراط عدم التجاوز والاذن

لعدم وجوب الضمان حتى اذا عدم احدهما او كلاهما يجب الضمان۔ (کتاب شرح صاۃ ۸ / ۹۸، رقم الرافق ۸ / ۲۹) نیز ایسے ماہر فن (جس کو قانونی اجازت حاصل نہ ہو) کا علاج کرنا از روئے شرع جرم و قابل تعزیر بھی نہ ہوگا۔

جواب ۷ فقہاء کی تصریح کے مطابق ضمان واجب نہ ہونے کی دو شرطیں ہیں ایک تو معالج کا فنی اعتبار سے ماہر ہونا دوسرے تعدی نہ کرنا یعنی علاج معالجہ میں کوتاہی نہ کرنا ورنہ کوتاہی کی صورت میں وہ مجرم اور ضامن ہوگا۔

ابن قدامہ المغنی میں تحریر فرماتے ہیں:

”حجام اور فتنہ کرنے والے اور طبیب پر کوئی ضمان نہیں جب کہ فن طب سے ان کو واقفیت ہو اور ان کے ہاتھوں لے جتائیت نہ کی ہو۔ حاصل یہ کہ ضمان نہ ہونا دو شرطوں سے مقید ہے ایک تو فنی اعتبار سے مہارت اور بصیرت تامہ ہونا کیوں کہ اس کے بغیر تو علاج ہی کی اجازت نہیں۔ دوسرے یہ کہ علاج میں حد سے تجاوز نہ کیا ہو۔ لہذا اگر کسی ماہر ڈاکٹر نے علاج میں جتائیت کی مثلاً فتنہ میں حشفہ تک کاٹ دیا، یا بے موقع کاٹ دیا۔ یا کند آہ سے جس سے کہ حکلیف زیادہ ہوتی ہے آپریشن کیا، یا ایسے وقت آپریشن کر دیا کہ ابھی وہ اس لائق نہ تھا، اور اس جیسی غلطیاں تو ان تمام صورتوں میں ماہر ڈاکٹر ضامن ہوگا۔“ (المغنی ۵ / ۳۸)

علامہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

”خطابی کا بیان ہے کہ مجھے اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں معلوم کہ معالج جب علاج میں تعدی کرے تو وہ ضامن ہوگا۔“ (مرۃ ۲۵ / ۸۶)

فقہاء احناف نے بھی تصریح فرمائی ہے کہ تعدی کی صورت میں ضمان ہوگا۔ چنانچہ تبیین المتعاقب میں اس کی تصریح موجود ہے۔ (۱۰۰ / ۱۳۰) اس سے معلوم ہوا کہ تمام وہ صورتیں جن میں ماہر ڈاکٹر نے مریض کے علاج میں کسی نوع کی کوتاہی کی مثلاً قبل از وقت آپریشن کر دیا یا ضروری جلیج اکسرے وغیرہ (جن کا ہونا ڈاکٹروں کے عرف میں اس مرض اور اس حالت میں ضروری ہو) نہیں کرایا جس لی وجہ سے مریض ہلاک ہو گیا یا نقصان ہو گیا تو ان تمام صورتوں میں وہ مجرم اور عند اللہ گنہگار بنی ہوگا۔ اور مریض کو پہنچنے والے نقصان کا ضمان و تاوان بھی اس پر لازم ہوگا۔ واللہ اعلم

البتہ طبیب کی جتائیت عاقلہ پر ہوگی۔ (مرۃ ۲۵ / ۸۶)

جواب ۸ فقہاء کی تصریح کے مطابق علاج یا فتنہ کے لے خود مریض یا اس کے ولی و اقرباء کی اجازت ضروری ہے ورنہ اجازت کے بغیر علاج و آپریشن اور فتنہ کی صورت میں مریض کو کوئی نقصان پہنچ جائے تو حسن نیت کی وجہ سے گو عند اللہ گنہگار تو نہ ہوگا لیکن دنیاوی احکام میں قضا، اس پر ضمان و تاوان لازم ہوگا۔ کیوں کہ اجازت کے بغیر اس نے یہ اقدام کیا۔

ابن قدامہ المغنی میں تحریر فرماتے ہیں:

”اگر کسی بچہ کا فتنہ اس کے ولی کی اجازت کے بغیر کر دیا، یا کسی شخص کے زخم کا آپریشن اس کی اجازت کے بغیر یا کسی بچہ کے زخم کا آپریشن اس کے ولی کی اجازت کے بغیر کر دیا اور وہ ہلاکت کا ذریعہ بن گیا تو یہ معالج ضامن ہوگا کیوں کہ اجازت کے بغیر اس نے یہ اقدام کیا ہے۔ البتہ اگر حاکم نے یا اس کے ولی نے یا ان دونوں کی اجازت سے کسی نے کیا ہے تو ضمان نہ ہوگا۔“ (المغنی ۵ / ۳۸)



لیکن علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ اجازت کے بغیر جس مصلح نے علاج کیا وہ تو بچاؤ محسن اور لائق شکر ہے اس پر ضمان کیوں واجب ہوگا۔ ضمان تو تعدی کی صورت میں ہوتا ہے اور اجازت نہ لینا یہ تعدی نہیں ہے۔ لہذا ضمان بھی نہ ہونا چاہئے کیوں کہ تعدی تو مصلح کا عمل ہے اس میں مریض کی اجازت و عدم اجازت کا کیا واسطہ۔ (الطب البوی ۱۰۹)

لیکن ہمارے فقہاء احناف فرماتے ہیں کہ سقوط ضمان کے لئے صرف تعدی نہ ہونا ہی کافی نہیں بلکہ اجازت کا ہونا بھی ضروری ہے۔ بالفاظ دیگر (ماہرین سے نقصان ہو جانے کی شکل میں) وجوب ضمان کے دو اسباب ہیں ایک تو تعدی دوسرے عدم اذن۔ ان دو میں سے جو بھی پایا جائے گا ضمان واجب ہوگا۔ عدم اذن اور تعدی دونوں علاحدہ علاحدہ اسباب ہیں۔ (بحرہ ۲۹۷/۲، کلائیہ ۲۸/۲)

اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ معلم استاد نے اگر طالب علم کی پٹائی کی اور اتفاق سے وہ مر گیا تو اگر یہ پٹائی باسپ یا وصی کی اجازت سے تھی جب تو معلم پر ضمان نہ ہوگا ورنہ عدم اذن کی صورت میں ضمان ہوگا۔ معلوم ہوا کہ عدم اذن وجوب ضمان کا مستقل سبب ہے۔ بدائع میں اس کی تصریح موجود ہے۔ (بدائع الصنائع ۲۰۵/۱)

یہی بات کہ وہ تو محسن تھا، لائق شکر تھا اس پر ضمان کیسا؟ سو یہ محسن عند اللہ اب بھی ہے اور انشاء اللہ اجر و ثواب کا مستحق بھی ہوگا انشاء اللہ بالنبیات لیکن دنیاوی احکام میں جب واقعی اس کے عمل سے نقصان پہنچ چکا ہے تو اس کا ضمان بھی اسی کے سر آنے گا۔  
واللہ اعلم۔

جواب ۲ جب یہ قاعدہ متعین ہے کہ وجوب ضمان کے اسباب میں سے ایک سبب عدم اذن بھی ہے۔ اور علامہ کاسانی کی تصریح کے مطابق عدم اذن بھی تعدی ہے۔ (بدائع الصنائع ۲۰۵/۱) لہذا قاعدہ کے مطابق عدم اذن کی تمام صورتوں میں ضمان ہوگا اور مریض کی بے ہوشی یا اس کے رشتہ داروں کی دوری کی وجہ سے اجازت حاصل نہ ہو سکنے کا عذر قابل قبول نہ ہوگا۔ اور اس صورت میں بھی ڈاکٹر اجازت کے بغیر جب آپریشن و علاج کرے گا تو بلاکت کی صورت میں اس پر ضمان عائد ہوگا۔

البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ ایسے حالات میں بھی اجازت کے بغیر جب علاج کرے گا تو بے شک محسن اور عند اللہ مستحق اجر و ثواب ہوگا لیکن بلاکت کی صورت میں ضمان بھی ہوگا۔ کیوں کہ اجر و ثواب کا مدار اس کے محسن و مطیع ہونے پر ہے اور وجوب ضمان کا سبب عدم اذن ہے دونوں میں کوئی تداخل یا منافات نہیں جو سبب پایا جائے گا اس کا حکم بھی پایا جائے گا، ہر عاصی پر ضمان و دیت واجب نہیں اور ہر ضمان کا عاصی ہونا ضروری نہیں۔ لیس کل عاصی بحسب علیہ الضمان والدية۔ (الفتاویٰ السنن ۸/۲۲۲)

البتہ ایک شبہ یہاں ضرور ہوتا ہے وہ یہ کہ فقہی تصریحات کے مطابق اگر کسی کی جان جا رہی ہو اور دوسرا شخص اس کی جان بچالے پر قادر ہو تو ایسے شخص کی جان بچانا فرض ہے حتیٰ کہ اگر کوئی نابینا کنویں میں گرنے والا ہو یا کسی سے آگ میں جل کر مرجانے کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں فرض نماز کو توڑ کر اس کی جان بچانا فرض ہے۔

اس کا معنی تو یہ تھا کہ ڈاکٹر کی رائے کے مطابق اگر کسی مریض کا فوری آپریشن ضروری ہو ورنہ اس کی جان کا خطرہ ہے ایسی حالت میں کسی قسم کی اجازت کا انتظار کئے بغیر ڈاکٹر کو فوری طور پر آپریشن کر کے اس کی جان بچالے کی نہ صرف اجازت بلکہ کسی قدر تاخیر اور ضروری معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یہ شبہ صحیح نہیں اور اس مسئلہ پر قیاس کرنا درست نہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ فقہاء کی تصریح کے مطابق اسباب لی دو قسمیں ہیں اسباب مقطوعہ اسباب مظنونہ۔ یعنی ایک تو وہ سبب جس سے قطع ضرر یقینی ہو جیسے کھانے اور پانی سے بھوکہ پیاس کا ختم



ہونا۔ دوسرے اسباب مظلونہ یعنی جس میں دفع ضرر اور شفاء یقینی نہ ہو۔ جیسے علاج معالجہ اور طب کی تمام انواع (مالکیہ ۲۰/۱۰) دونوں ملے احکام میں بھی فرق ہے اسباب مقطوعہ کا اختیار کرنا ضروری اور فرض ہے۔ نہ اختیار کرے گا اور ہلاک ہو جائے گا تو گنہگار ہوگا برخلاف اسباب مظلونہ (یعنی علاج معالجہ) کے اس کے اختیار نہ کرنے کی صورت میں ہلاک ہوگا تو گنہگار نہ ہوگا۔ بھوکا رہ کر مرے گا تو عاصی ہوگا۔ اور مریض علاج نہ کرنے کے سبب مر جائے گا تو گنہگار نہ ہوگا۔ (زالہ ۲۰/۱۰)

ظہر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء نے جس موقع پر جان بچانے کو مثلاً کنویں میں گرے والے کی جان بچانے کو فرض قرار دیا ہے اس کا تعلق اسباب مقطوعہ سے ہے لہذا یہ تو واقعی فرض ہوگا۔ اور زیر بحث مسئلہ کا تعلق اسباب مظلونہ سے ہے اس لئے یہاں پر یہ حکم نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

خلاصہ یہ کہ صورتہ مستول میں اجازت کے بغیر ڈاکٹر کا علاج کرنا یا آپریشن کرنا نہ صرف "کہ بہتر ہے اور ڈاکٹر محسن" لائق شکر، مستحق اجر و ثواب ہوگا لیکن ہلاکت کی صورت میں وجوب ضمان کا سبب پائے جانے کی وجہ سے ضامن بھی ہوگا کیوں کہ ہر مستحق ثواب و شکر کے لئے ضمان سے بری ہونا ضروری نہیں اور ہر عاصی و ظالم پر وجوب ضمان لازم نہیں۔ واللہ اعلم

بحث کا ایک جز یہ بھی ہے کہ حدیث پاک میں جس جاہل طبیب کے علاج سے نقصان ہو جانے کی صورت میں ضمان کا واجب ہونا معلوم ہوتا ہے اس سے کون سا علاج مراد ہے؟ آیا از قبیل جراحی آپریشن وغیرہ یا مریض کو نسیج لکھ کر دوا تجویز کرنا بھی اس حکم میں داخل ہے؟ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نے بذل الجود شرح ابوداؤد میں "ی حدیث کے تحت فرمایا ہے:

اذا وصف له الدواء وسببه للمريض فاعلم المريض مبداه فلا ضمان عليه. (بذل الجود ۱۰۰/۵)

"یعنی جب معالج نے مریض کے لئے نسیج تجویز کیا اور مریض کو بتلایا اور مریض نے اس کو اپنے ہاتھ سے کھالیا تو (ہلاک ہو جانے کی صورت میں) طبیب پر کوئی ضمان نہ ہوگا۔"

مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی "اعلاء السنن میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

"حدیث پاک میں طبیب پر ضمان کا ذکر آیا ہے اس سے مراد وہ طبیب ہے جو اپنے ہاتھ سے علاج کرے مثلاً آپریشن کرنا، پکھنا لگانا، نشتر لگانا وغیرہ۔ اور وہ معالج جو نسیج تجویز کر کے دیتا ہو اور مریض دوا کھا کر ہلاک ہو جاتا ہو، ایسی صورت میں طبیب ضامن نہ ہوگا کیوں کہ ہلاکت تو خود مریض کے فعل سے ہوئی ہے البتہ طبیب کا نسیج تجویز کرنا اس کا سبب بن گیا۔ یہ تو ایسا ہی ہوا جیسے کوئی شخص کسی کو دھوکہ میں ڈال کر یوں کہے کہ یہ راستہ بڑا پر امن ہے اس میں چلے جاؤ حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ اس راستہ میں حملہ کرنے والا شیر یا ڈاکوؤں کی جماعت ہے جو اس کو قتل کر دے گی پھر واقعی قتل کر دیا گیا تو ایسی صورت میں اس غلط راستہ بتلانے اور دھوکہ دینے والے پر قصاص اور ضمان نہ ہوگا تو گنہگار ہوگا۔ اور ضمان اس وجہ سے نہ ہوگا کہ یہ مباشر نہیں بلکہ مسبب ہے۔" (۲۳۲/۵)

نیز اصول و قیاس کا مقتضی بھی یہی ہے کہ نسیج تجویز کرنے والے پر ضمان نہ ہو بلکہ خود دوا استعمال کرنے والے پر ہو کیوں کہ

قاعدہ یہ ہے کہ جب مباشر اور مسبب جمع ہو جائیں تو مسبب کے بجائے مباشر اور وصف اخیر کی طرف حکم منسوب ہوتا ہے۔ (ملا شاہ ج الموی ۱۲۰) اور یہاں وصف اخیر جس کے ذریعہ ہلاکت ہوئی ہے وہ مریض کا دوا استعمال کرنا ہے نہ کہ دوا تجویز کرنا۔ اس لئے بھی طبیب پر ضمان نہ ہوگا۔

لیکن حافظ ابن قیمؒ نے "الطب النبوی" میں تصریح فرمائی ہے کہ حدیث پاک میں لفظ "تطب" آیا ہے وہ عام ہے۔ طب کی مختلف انواع کو شامل ہے، کمال، جراح، خاتن، فاسد، حجام نیز اس کو جو وصف یعنی نسخہ تجویز کر کے اپنے قول سے علاج کرے سب کو عام ہے۔ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ "طیب کا لفظ لغوی حیثیت سے سب کو شامل ہے اور حدیث پاک میں جو طیب آیا ہے وہ اس طیب کو بھی شامل ہے جو نسخہ کے ذریعہ علاج کرتا ہو۔ اور آگے فرماتے ہیں:

"اگر طیب نے کوئی نسخہ اور دوا تجویز کی جس کو مریض استعمال کرے اور مریض کا گمان یہ ہے کہ اپنی مہارت اور فن سے واقفیت کی وجہ سے اس نے یہ نسخہ تجویز کیا ہے اور اس سے ہلاکت ہو جائے تو وہ معالج ضامن ہوگا اور اس صورت میں حدیث بالکل واضح اور صریح ہے۔" (الطب النبوی ۹۸-۹۹)

یہ حافظ ابن قیمؒ کی رائے ہے جو بظاہر قوی معلوم ہوتی ہے، حدیث کے ظاہری الفاظ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اس لئے راجح یہی سمجھ میں آتی ہے۔ واللہ اعلم

رہ گیا مسئلہ مباشر و مسبب کا تو واقعی قیاس اور اصول کا متقاضی یہی تھا کہ معالج پر ضمان نہ ہونا چاہئے۔ لیکن حدیث کے الفاظ "تطب" چوں کہ عام ہیں، صریح ہیں، اس لئے اس قاعدہ کو یہاں نظر انداز کر دیا جائے گا۔ دوسرے خود یہ قاعدہ کسی حدیث سے صراحتہ ثابت نہیں بلکہ متعدد جزئیات کو سامنے رکھ کر ایک کلیہ تجویز کر دیا گیا ہے جس میں بکثرت تخلف بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ ابن نجیمؒ نے الاشباہ میں اس قاعدہ کو ذکر کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے "وخرجت عنهما مسائل" کہ اس قاعدہ سے بہت سے جزئیات مستثنیٰ ہیں، پھر آگے جزئیات کی تفصیل فہرست ذکر فرمائی ہے۔ (الاشباہ، ۲۲)

نیز اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی فقہاء نے متعدد مسائل میں حالات زمانہ کی وجہ سے مباشر کے بجائے مسبب پر بھی ضمان کو واجب قرار دیا ہے، یہ صورت بھی اسی کے تحت آسکتی ہے۔ (دیکھئے، الاشباہ، ۲۳۸) واللہ اعلم

سوال کی ایک شق یہ رہ گئی کہ ایسا شخص جو شرعی و قانونی اعتبار سے علاج کا مجاز نہ ہو یعنی جاہل طیب، اور اس کی جہالت کو جانتے ہوئے بھی کوئی شخص اس سے علاج کرائے اور اس سے کسی قسم کا نقصان پہنچ جائے تو ضمان ہوگا یا نہیں؟ علامہ ابن قیمؒ نے الطب النبوی میں اطباء کی مختلف قسمیں اور ان کے شرعی احکام تحریر فرمائے ہیں ان میں دوسری صورت یہی ہے اس کا حکم یہی تحریر فرمایا ہے کہ جاہل طیب پر کوئی ضمان نہ ہوگا کیوں کہ قصور اس میں خود مریض کا ہے کہ جانتے ہوئے بھی کیوں اس نے علاج کرایا۔ (الطب النبوی ۹۸)

## محور دوم

محور دوم کے جتنے بھی سوالات ہیں وہ سب "تعدیہ امراض" کی بحث سے تعلق رکھتے ہیں اور ان سب کا جواب اس پر موقوف ہے کہ پہلے عین امر کی تحقیق کی جائے۔

- (۱) ایک یہ کہ شریعت کی نگاہ میں تعدیہ امراض ہوتا ہے یا نہیں؟
- (۲) اور اگر ہوتے یا ہو سکتے ہیں تو ان سے احتیاط و پرہیز واجب ہے یا مستحب؟
- (۳) اور اس کی علت کیا ہے؟ ان امور ثلاثہ کی تحقیق کے بعد ہی اصل جوابات واضح ہو سکیں گے اس لئے پہلے تعدیہ امراض اور اس کے شرعی احکام مختصر اعرض کئے جاتے ہیں۔



## تعدیہ امراض اور اس کے شرعی احکام

اس سلسلہ میں جو روایات منقول ہیں وہ بظاہر متعدد مرض معلوم ہوتی ہیں ایک طرف تو صحیحین کی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جس میں وارد ہوا ہے "لاعدوی" یعنی امراض متعدی نہیں ہوتے۔ دوسری طرف ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مجذوم سے علاوہ رہنے بھاگنے اور پرہیز کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اس مضمون کی متعدد روایات ابن قیمؒ نے "الطب النبوی" میں جمع فرمائی ہیں۔ (ص ۱۰۰)

بعض محدثین نے حدیث "لاعدوی" کی صحت پر کلام کیا ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف نسیان کی نسبت کی ہے (میسرۃ ص ۱۰۰-۱۰۱) لیکن یہ صحیح نہیں۔ حضرت ابوہریرہ کے علاوہ بھی دیگر صحابہ جابر بن عبد اللہ، سائب بن یزید، انس بن مالک وغیرہ سے اس مضمون کی روایات ثابت ہیں۔ (احکام القرآن لمصاحف ص ۱۰۰/۱)

اس کے برخلاف بعض علماء نے یہ فرمادیا کہ حدیث "لاعدوی" تو اپنی اصل پر ہے اور واقعی امراض متعدی نہیں ہوتے۔ اس کی مخالف احادیث منسوخ ہیں۔ لیکن حافظ ابن حجر و امام نوویؒ نے اس کی تردید و تظہیر فرمائی ہے۔ (دیکھئے، فتح الباری ص ۱۰۰/۱۰۱ شرح مسلم ص ۱۰۰/۱۰۱)

جمہور علماء اور محققین کا مسلک یہی ہے کہ امراض متعدی ہوتے ہیں چنانچہ دوسری صدی ہجری کے مشہور محدث امام ابن قتیبہؒ اپنی کتاب "تأویل مختلف الحدیث" میں دونوں قسم کی حدیثوں کو نقل کر کے تحریر فرماتے ہیں،

"بے شک مجذوم کی بر لاہری سخت ہوتی ہے حتیٰ کہ جو شخص اس کے پاس اٹھا بیٹھا کھاتا پیتا ہے وہ بیمار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اس کی عورت جو اس کے ساتھ لیٹی بیٹھتی ہے اس کو بھی تکلیف پہنچ جاتی ہے۔ اور بسا اوقات یہ مرض اس کو بھی لاحق ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وہ شخص جس کوئی بی اور غارش کا مرض ہو اور اطباء تو برابر کہتے ہیں کہ مجذوم اور نبیؐ کے مریض کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے احتیاط کی جائے۔

اور اطباء ان لوگوں میں جو نحوست اور برکت پر بہت ہی کم اعتقاد رکھتے ہیں۔" (ص ۱۰۱)

ابن قیمؒ کی رائے بھی یہی ہے کہ امراض متعدی ہوتے ہیں چنانچہ الطب النبوی میں انھوں نے تفصیل سے اس کو ذکر فرمایا ہے اور دلیل میں ابن قتیبہؒ کے کلام کو بھی پیش فرمایا ہے۔ (الطب النبوی ص ۱۰۰) امام نوویؒ نے بھی جمہور کا مسلک یہی بتایا ہے (شرح مسلم ص ۱۰۰/۱۰۱)

فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ نے بھی تفصیلی کلام اور مختلف اقوال نقل فرماتے ہیں کہ بعد اسی رائے کو تسلیم فرمایا ہے۔ (دیکھئے، فتح الباری ص ۱۰۰/۱۰۱)

یہی بات علامہ عینیؒ نے شرح بخاری میں تحریر فرمائی ہے۔ (دیکھئے، عمدۃ بخاری ص ۱۰۰/۱۰۱)

یہی رائے ملا علی قاریؒ کی بھی ہے کہ امراض متعدی ہوتے ہیں اور "لاعدوی" کا مطلب اس تعدیہ کی نفی ہے جس کے قائل زمانہ جاہلیت کے لوگ تھے۔ (مرقاۃ ص ۱۰۰/۱۰۱) اور فرماتے ہیں کہ دوسرا قول یعنی امراض متعدی ہونے کا نظریہ ہی صحیح ہے ورنہ پہلا قول امراض متعدی نہ ہونے کو اگر تسلیم کر لیا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ اصول طبیہ ہی سرے سے باطل ہیں حالانکہ شریعت نے اصول طبیہ کو باطل نہیں بلکہ ثابت کیا ہے۔ (مرقاۃ ص ۱۰۰/۱۰۱)

اس کے علاوہ دیگر محدثین امام بیہقیؒ، ابن الصلاحؒ، ابن القیمؒ، ابن رجبؒ، ابن مفلحؒ وغیرہ محققین کی رائے یہی ہے کہ امراض متعدی ہوتے ہیں اور "لاعدوی" جس میں تعدیہ امراض کی نفی کی ہے اس کا مصداق صرف وہ ہے کہ زمانہ جاہلیت کے اعتقاد کے ساتھ جو لوگ



تعدیہ امراض کے قائل تھے۔ حدیث میں صرف اس کی نفی مقصود ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نے مریضوں سے احتیاط کو مرض کے متعدی ہونے کا سبب بنایا ہے۔ (نسیب الرحمن: المیزان شرعی، کتاب التوحید ۱۲۰۳)

فقہاء کے کلام سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی تعدیہ امراض کے قائل ہیں۔ چنانچہ اس بحث کے ضمن میں کہ عورت کو کن کن عیوب کی وجہ سے خیال فسخ حاصل ہوتا ہے اس میں بعض امراض جذام وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے فقہاء تحریر فرماتے ہیں: "لانها من الادواء المنعديه" (بدل اصل ۲۱۰/۱) یعنی بے شک یہ امراض ایسے ہیں جو عادتاً متعدی ہو جاتے ہیں یعنی دوسرے تک احتیاط کی وجہ سے منتقل ہو جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے عورت کو خیال فسخ حاصل ہوتا ہے تاکہ عورت ضرر سے محفوظ رہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فقہاء بھی تعدیہ امراض کے قائل ہیں۔

اس سلسلہ میں شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی "حجتہ اللہ" میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

- شارع نے تعدیہ امراض کی نفی کی ہے اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ بالکلیہ نفی کی ہے۔ اہل عرب چوں کہ تعدیہ امراض کو مستقل بالذات سمجھتے تھے کہ مشیت خداوندی کے بغیر بھی امراض متعدی ہو سکتے ہیں (اس لئے اس کی نفی کی ہے) ورنہ امراض متعدی ہونے کے اسباب عادیہ میں سے یہ بھی ایک سبب ہے۔ یعنی امراض متعدی ہوتے ہیں۔ اور تعدیہ امراض کے ثبوت میں احادیث بھری پڑی ہیں لہذا تم کو اس میں شک نہ ہونا چاہئے۔ (حجتہ اللہ ۱۲۰/۲)

اخیر میں محقق تھانوی کی رائے بھی ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:

- حدیث لا عدویٰ میں "مطلق عدویٰ کی نفی مقصود نہیں بلکہ اس عدویٰ کی نفی مقصود ہے جس کے قائل اہل جاہلیت تھے۔ اور جس کے معتقدین سائنس اب بھی قائل ہیں۔ یعنی بعض امراض میں خاصیت طبعی لازمی ہے کہ ضرور متعدی ہوتے ہیں مختلف کبھی ہوتا ہی نہیں سو اس کی نفی فرمائی گئی ہے۔ اور اگر مثل دوسرے اسباب ممکنہ کے اس کو بھی مؤثر مان لیا جائے۔ اس طرح عدویٰ کے قائل ہونے میں کچھ حرج نہیں۔ اقرب الی التحقيق مجھ کو یہی مسلک معلوم ہوتا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ۲/۲۸۰)

یہ ہیں شارع حدیث و فقہاء کی تحقیقات و تصدیقات جن سے واضح طور سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض امراض واقعی متعدی ہوتے اور ہو سکتے ہیں اور ان سے احتیاط و اجتناب کا شریعت میں حکم بھی آیا ہے۔

### متعدی امراض میں مبتلا شخص سے پرہیز کرنا واجب ہے یا مستحب؟

تقریباً تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ متعدی امراض میں مبتلا شخص سے دور رہنے پرہیز کرنے کا حکم وجوبی نہیں استنباتی ہے۔ اس سلسلہ میں مجھے کسی کا اختلاف معلوم نہیں۔ (املاطہ، مورخ اہل بدی ۱۱/۱۱۱) شرح نووی ص ۲۳۶، کتاب الطب لابن قیم ۱۰۶، مرقاۃ ۲/۹۲۴، شرح نفاۃ ۱/۲۶۸، مالگیری ۲/۲۵۳) البتہ محقق تھانوی کی تحقیق یہ ہے کہ فنی اسباب کا اختیار کرنا ضعیف النفس کے لئے ضروری ہے۔ (بواد النوار ۲۸۰)

- حاصل بحث خلاصہ کلام یہ کہ امراض واقعی بے شک متعدی ہوتے ہیں اس لئے ان سے پرہیز کا حکم بھی وارد ہوا ہے لیکن یہ حکم وجوبی نہیں بلکہ استنباتی و اختیاری ہے، نیز شرعی قاعدہ ہے کہ بڑے نقصان اور یقینی ضرر کی وجہ سے چھوٹے نقصان اور محتمل و مشکوک ضرر کو گوارا کر لیا جائے گا۔ مذکورہ بالا امور کو مد نظر رکھنے کے بعد تمام سوالوں کے جوابات بالکل واضح اور آسان ہیں۔ اب ہر سوال کا فرداً فرداً

جواب تحریر کیا جاتا ہے ۔

## متعدی امراض کے مریض کا اپنے مرض کو چھپانے کا شرعی حکم

جواب اگرچہ تفصیلات کے پیش نظر جب متعدی امراض کے مریض سے احتیاط و پرہیز کرنے کا حکم وجوبی نہیں بلکہ استحبائی ہے ۔ پرہیز نہ کرنا بھی جائز ہے لہذا اگر کوئی شخص پرہیز نہیں کرتا ہے یا خود مریض اپنے مرض کا اخطا کرتا ہے تو زائد سے زائد ترک مستحب کا ذریعہ بن رہا ہے اور ظاہر ہے کہ تدارک مستحب پر کوئی ملامت نہیں اس لئے مریض کا ایسا کرنا بلاشبہ جائز ہے ۔

خصوصاً اس وجہ سے بھی کہ اگر مریض اپنے مرض کو ظاہر کر دینے کے بعد اچھوت بن کر رہ جائے گا حتیٰ کہ جس اعانت و خدمت کا وہ محتاج و مستحق ہے اس سے بھی محروم ہو جائے گا اور یہ ایک ایسا ضرر ہے جو یقینی بھی ہے اور بڑا بھی ۔ اس کے برخلاف مرض کو ظاہر نہ کرنے میں دوسروں کا نہر نہیں اور ہے تو محض محتمل و مشکوک اور اس سے کم درجہ کا لہذا یقینی ضرر کے مقابلہ میں غیر یقینی ضرر کا ہرگز لحاظ نہ کیا جائے گا اور مریض کو اپنے آپ کو یقینی ضرر سے محفوظ رکھنے کے لئے مرض کا اخطا کرنا بلاشبہ جائز ہوگا ۔ اور یہی علت و بنیاد ہے اس حکم کی کہ جس جگہ طاعون پھیلا ہو وہاں سے بھاگنا ممنوع ہے کیوں کہ بھاگنے میں مریضوں کا ضرر یقینی ہے اور نہ بھاگنے میں صحت مندوں کا کوئی ضرر نہیں اور جو ہے وہ غیر یقینی ۔ لہذا جس طریقہ سے یہاں پر یقینی ضرر سے بچا کر غیر یقینی ضرر کو گوارا کیا گیا ہے زیر بحث مسئلہ میں بھی یہی حکم ہوگا ۔ واللہ اعلم

## ڈاکٹر کی ذمہ داری

جواب ۶ مذکورہ بالا تفصیل سے اس سوال کا جواب بھی واضح ہو گیا کہ مریض اگر ڈاکٹر سے اپنے متعدی مرض کے اخطا کی تاکید و اصرار کرتا ہے کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ افشاء کے بعد میرا حشر اچھا نہ ہو گا ایسی صورت میں ڈاکٹر پر بھی یہی لازم ہے کہ اس کے مرض کا اخطا کرے ۔ افشاء کرنے میں یقینی ضرر کے مقابلہ میں غیر یقینی ضرر کو ترجیح دینا لازم آئے گا جو اصولی حیثیت سے غلط ہے ۔ نیز واجب پر مستحب کو ترجیح دینا لازم آئے گا کیوں کہ مریض کی دیکھو کچھ حسب حقوق واجب ہے ۔ پرہیز کرنا مستحب ہے اور ڈاکٹر کا اس کے مرض کو ظاہر کرنا مریض کے حقوق کے تلف کا ذریعہ بنے گا ۔ واللہ اعلم

## متعدی امراض کے مریضوں کے حقوق اور ان سے متعلق ذمہ داریاں

جواب ۷ متعدی امراض کے مریضوں کے بھی حقوق ہوتے ہیں جن میں کوتاہی کرنا ان پر ظلم کرنا ہے ۔ احادیث پاک میں عام مہیضوں کے جو حقوق اور ان کی خدمت کے جو فضائل وارد ہوئے ہیں وہ سب بلکہ اس سے بھی زائد یہاں ہوں گے اور ان کی خدمت بڑے اجر و ثواب کا باعث ہوگی ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے " عود والمریض " مریضوں کی عیادت کرو ۔ اس کے تحت علامہ عینی فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عود والمریض کے عموم سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ ہر قسم کے مرض کے مریض کی عیادت کرنا مشروع ہے اور فرماتے ہیں کہ :

"ظاہر حدیث کا مقتضی یہ ہے کہ عیادت کرنا واجب ہو اور اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ امر استحبائی ہو لیکن بعض (قریبی

لوگوں کے حق میں تاکید اور وجوبی ہو ۔" (عمدۃ المستدری ۱/۱۷۳)

علامہ زیلیحی نے تصریح فرمائی ہے :

ہذا میں مبتلا شخص کے قریب ہونا جائز ہے اس کی خدمت کرنے، تیمارداری کرنے اور اس کی ضروریات کو پورا کرنے میں اس کو اجر و ثواب دیا جائے گا۔

### اہل خانہ و دیگر متعلقین کی ذمہ داری

ما قبل میں جو حکم بیان کیا گیا یہ تو عام لوگوں سے متعلق ہے باقی علامہ عینی کی تصریح کے مطابق خاص لوگوں کے لئے یہ حکم تکبیری ہے، خصوصیت کے تعلق سے ایسے مریضوں کی نگہداشت، دیکھ ریکھ اور ہر نوع کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔ مثلاً عورت پر لازم ہے کہ جب تک وہ ایسے مریض کی زوجیت و ماتحتی میں ہے اپنے شوہر کی دیکھ بھال کرے اسی طرح اس کے برعکس، اور والدین بیمار ہوں تو اولاد پر ان کی تیمارداری ضروری ہے اسی طرح اس کا برعکس۔

فرمان نبوی "معلم راع و معلم منول عن رعیتہ" بھی اس کی مؤید ہے۔

الفرض متعدی امراض کے مریضوں سے اس طرح اجتناب کرنا کہ وہ مشقت میں پڑ جائیں درست نہیں۔

### حکام اور سماج کی ذمہ داری

اس نوع کے مریضوں کی خاص ذمہ داری حکام پر بھی عائد ہوتی ہے، اور حکومت کی جانب سے انتظام نہ ہونے کی صورت میں وہی ذمہ داری مجموعی حیثیت سے سماج اور عام لوگوں پر عائد ہوتی ہے۔ جیسا کہ لاوارث میت کی تجسیر و تکفین اور علم دین کی نشر و اشاعت، حفظ و بقا، علماء، قضاة و مفتیان کرام کے وظیفے اور اس نوع کے اغراجات کی ذمہ داری حکام پر عائد ہوتی ہے لیکن اگر حکام اس میں کوتاہی کریں یا اس کی کوئی صورت اور خاطر خواہ انتظام نہ ہوتا ہو ایسی حالت میں وہ ذمہ داری مجموعی حیثیت سے پوری قوم اور سماج پر عائد ہو جاتی ہے۔ (دیکھئے درمندج الرد ۱/ ۳۹) یہی حکم اور ذمہ داری یہاں پر بھی ہوگی۔ گو اس کے لئے چندہ کرنا پڑے۔ اور اس نوع کے یعنی متعدی امراض کے مریضوں کے متعلق حکام کی ذمہ داری حافظ ابن حجر کی تصریح کے مطابق یہ ہے کہ حکومت ان کے قیام و طعام اور عبادت کا مستقل علاحدہ انتظام کرے، ان کی معاشرت و معیشت عام لوگوں سے اس طرح علاحدہ کر دے کہ لوگوں سے اختلاط بھی نہ ہو۔ اگر وہ غریب محتاج ہوں تو علاج معالجہ کے ساتھ بیت المال سے ان کے نفقہ کا بھی انتظام کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق منقول ہے کہ آپ نے ہذا فی شخص کو لوگوں سے ملنے جلنے سے منع فرمادیا تھا۔ (فتح الباری ۱۰/ ۲۱۱) یہ بیان حافظ ابن حجر کا ہے جو ابن بطلان سے انھوں نے نقل فرمایا ہے، امام نووی اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ قول بالکل صحیح اور متعین ہے اس کے خلاف کوئی دوسرا قول نہیں ملا علی قاری نے بھی اس کو نقل فرمایا ہے۔

امام نووی نے شرح مسلم میں صراحت فرمادی ہے کہ:

"اس میں تو کسی کا اختلاف نہیں، سارے علماء اس پر متفق ہیں کہ اگر ایسے مریض اکاد کا تھوڑی مقدار میں ہوں تو ان کو اختلاط سے منع نہ کیا جائے گا۔ اسی طرح جمعہ کی نماز سے بھی ان کو نہ روکا جائے گا البتہ جمعہ کے علاوہ دوسری نمازوں سے منع کیا جائے گا (یعنی مسجد اور جماعت میں حاضر ہونے سے)۔"



اور اگر کسی بستی میں بڑائی (یا کوئی اسی نوع کا مریض) موجود ہو اور لوگوں کو ان کے اختلاط سے گھاٹ وغیرہ سے پانی پینے کے وقت نقصان ہوتا ہو تو اگر ایسے مریض اپنے طور پر علامہ پانی کا نظم کرنے پر قادر ہوں تو ٹھیک ہے ورنہ دوسرے لوگوں کو (یعنی سماج کو) اس کا انتظام کرنا چاہئے۔ اور اگر نہیں کرتے تو پھر ان مریضوں کو پانی پینے اور اختلاط سے منع کیا جائے۔ (شرح مسلم ۱۰/۱۲۲)

### دوسروں کو نقصان پہنچانے کی نیت سے اختلاط

متعدی امراض کے مریض دوسروں کے ساتھ اس طرح قصداً اختلاط کریں جس سے کہ وہ مرض دوسروں تک بھی متعدی ہو جائے۔ شرما اس کا کیا حکم ہے؟ اس سلسلہ میں نین موقع پر کلام ہے۔ گناہ، تحریر، ضمان۔

#### گناہ

جہاں تک تعلق گناہ کا ہے سو ظاہر ہے کہ جب اس نے دوسروں کو نقصان پہنچانے کی نیت سے کوئی حرکت کی تو بموجب "انما الاعمال بالنیات" ایسا شخص سخت گنہگار ہوگا۔ نیز اس وجہ سے بھی گناہ ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدی امراض کے مریضوں کو صحت مند صدمہ ستوں سے علامہ رہنے کا حکم فرمایا اور یہ شخص بلا ضرورت قصداً اس حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے اس لئے ایسے شخص کے گنہگار ہونے میں کلام نہیں خواہ دوسرے تک اس کا مرض سرایت کرے یا نہ کرے اور اگر واقعی سرایت بھی کر جائے تو اس کا گناہ شدید تر ہو جائے گا۔

#### ضمان

جہاں تک تعلق ضمان کا ہے سو اس سلسلہ میں فقہاء کی تصریح اور صریح جزیئہ ملنا تو مشکل ہے لیکن اصولی طور پر اتنی بات سمجھ میں آتی ہے کہ جب امراض کا متعدی ہونا احادیث سے ثابت ہے۔ مرمور مختصین و محدثین کا یہی مسلک ہے۔ اس لئے جب ظن غالب کے ساتھ یہ بات معلوم ہو جائے کہ اس کی اس حرکت ہی کی وجہ سے مرض متعدی ہوا ہے اور اس کا یہ عمل ہی اس کے مرض و ہلاکت کا سبب بنا ہے تو لامحالہ اسی کو مباشر قرار دیا جائے گا اور ہلاکت یا نقصان کا ضمان بھی اسی پر ہوگا۔ لان الضمان علی المباشر۔

اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ جس طرح علاج معالجہ کی تاخیر تجربہ سے ثابت ہے اسی طرح امراض کا متعدی ہونا بھی عادت و تجربہ سے ثابت ہے جب قصداً غلط علاج کرنے اور علاج کے ذریعہ نقصان پہنچ جانے کی صورت میں ضمان واجب ہوتا ہے اسی طرح یہاں پر بھی ضمان واجب ہونا چاہئے کیوں کہ نفس تاخیر اور قصداً اضرار میں دونوں ہی برابر ہیں لہذا دونوں کا حکم بھی یکساں ہوگا۔

البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ یہ ضمان اسی وقت ہوگا جب کہ یقین سے معلوم ہو جائے کہ اس مریض کی یہ حرکت ہی اس کی ہلاکت یا مرض کا سبب بنی ہے ورنہ محض احتمال و شک کی بنا پر ضمان عائد کرنا درست نہ ہوگا۔ اب رہی یہ بات کہ اس وجہ کا یقین اور اطمینان حاصل ہونے کا طریقہ کیا ہے جس کے ذریعہ یہ فیصلہ کیا جاسکے کہ واقعی اس مریض کا مرض متعدی اور مسلک ہوتا ہے لہذا اس پر ضمان لازم ہوگا؟

سو اس کے لئے تجربہ اور عادت کافی ہے اگر کئی مرتبہ کی عادت اور مریض یا ڈاکٹروں کے تجربہ سے یہ ثابت ہو چکا ہو کہ یہ مرض یا اس مریض کا مرض متعدی ہوتا ہے اور پھر بھی قصداً اس شخص نے کسی کو نقصان پہنچانے کی ایسی کوئی حرکت کی ہے جس کے نتیجہ میں

دوسرا شخص بھی اس مرض کا شکار یا ہلاک ہو گیا ایسی صورت میں بے شک اس پر ضمان عائد ہوگا۔

اس کی واضح نظیر وہ مسئلہ ہے جس کو علامہ عینی نے ذکر فرمایا ہے کہ:

”اگر کسی نظر لگانے والے شخص کے متعلق یہ بات معلوم ہو جائے کہ یہ شخص جب بھی کسی اچھی شئی کو بڑے تہیب اور عظمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو اس کی نظر لگ جاتی ہے اور اس شئی کو نقصان پہنچ جاتا ہے اور کئی مرتبہ اس کا ظہور بھی ہو چکا ہو حتیٰ کہ اس کی عادت بن گئی ہو ایسی صورت میں اس نظر لگانے والے کی نظر سے جو بھی نقصان ہوگا وہی اس کا ضمان ہوگا۔ حتیٰ کہ نظر کے ذریعہ اگر کسی کو قتل کر دے تو اس کے بدلہ اس کو قتل بھی کیا جائے گا۔“

(عمدۃ القاری ۱۶/۳۰۵)

اس جزیئہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر تجربہ و عادت سے کسی شخص کے متعلق یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا مرض متعدی ہوتا ہے پھر بھی وہ کسی سے اختلاف کرے تو وہ ضمان ہوگا۔ بلکہ اس جزیئہ سے تو یہاں تک معلوم ہوتا ہے کہ تجربہ و یقین سے جب کسی مریض کے مرض کا متعدی ہونا ثابت ہو چکا ہو اگر نقصان کے قصہ کئے بغیر بھی بلا ضرورت کسی سے اختلاف کرے اور کسی کو نقصان پہنچ جائے تو وہ ضمان ہوگا۔ البتہ ضرورت کی حالات میں خود اس کو اختلاف کی اجازت ہے علامہ نووی کی تصریح باقبل میں گزر چکی ہے۔

### تعزیر

بدعتی یعنی دوسرے کو نقصان پہنچانے کی نیت سے مریض کا کسی نوع کا اقدام کرنا تاکہ دوسرا بھی اس مرض میں مبتلا ہو جائے بے شک گناہ کبیرہ ہے گو اس سے نقصان پہنچ جانا صرف احتمال ہی کے درجہ میں ہے جیسے کوئی شخص لوگوں کو نقصان پہنچانے کی مرض سے عام راستہ پر پیشاب پانخانہ کرنے لگے تو اس کا یہ عمل گناہ کبیرہ اور خود یہ شخص لائق تعزیر ہوگا۔ فقہاء کی تصریح کے مطابق گناہ کبیرہ کے مرتکب پر تعزیر کرنا واجب ہے پوری امت کا اس پر اتفاق ہے۔ (فتح اللہ، ص ۱۰۱)

التشریع الجنائی میں اس کی تصریح موجود ہے کہ: ”اگر کوئی طبیب اپنے علاج میں کسی مریض کے ساتھ بدخواہی یعنی نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے گو اس کے علاج سے وہ مریض شفا یاب ہی کیوں نہ ہو جائے لیکن اس کی بدعتی کی وجہ سے اس کا یہ فعل حرام اور خود وہ طبیب مجرم لائق سزا ہے۔“ (۱۰۱)

اسی طرح یہاں بھی کسی مریض کا دوسرے شخص کو اس نیت سے مس کرنا یا کسی نوع کی حرکت کرنا تاکہ اس کو نقصان پہنچ جائے بے شک گناہ ہوگا اور وہ شخص مجرم اور لائق سزا ہوگا۔ واللہ اعلم

اسی سے یہ بات بھی سمجھ میں آگئی کہ ایسے مریضوں کا کسی کو ازراہ ہمدردی غم و غنا یا کسی نوع کا ایذا کرنا، جس سے کہ دوسرے کی غیر خواہی و ہمدردی مقصود ہو چوں کہ ایسی صورت میں فساد نیت نہیں۔ لہذا ایسی صورت میں اگر نقصان بھی پہنچ جائے تب بھی نہ تو گناہ ہوگا اور نہ ہی وہ شخص لائق تعزیر ہوگا۔ کیوں کہ وہ گناہ کا مرتکب نہیں۔ لیکن اگر حکومت کی طرف سے اس کی پابندی تھی اور حاکم نے صراحتاً کسی نوع کے اختلاف سے اس کو منع کر دیا تھا پھر بھی بلا ضرورت شدیدہ اس نے حاکم وقت کی خلاف ورزی کی ایسی صورت میں حاکم مصلحت عامہ کے پیش نظر تعزیر جادی کر سکتا ہے۔

لأن القاعدة العامة في التعزير انه عقيد بالمصلحة العامة . (ماثیہ ۶/۱)

## ایڈز کی بناء پر عورت کو فسخ نکاح کا حق

محبوب و عین (نامرد) کے متعلق تو تمام فقہاء متفق ہیں کہ اس کی وجہ سے عورت فسخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ اس کے علاوہ دیگر امراض و عیوب کی بابت اختلاف ہے۔ شیخین کے نزدیک اس کے علاوہ دوسرے امراض کی وجہ سے کسی بھی صورت میں فسخ نکاح کا حق نہ ہوگا۔ البتہ امام محمدؒ کے نزدیک دیگر ایسے امراض و عیوب کہ جس کی وجہ سے عورت کے سخت نقصان اور مشقت میں پڑ جانے کا خطرہ ہو اور اس مرض یا عیب کے ہوتے ہوئے شوہر کے ساتھ زندگی گزارنا دشوار تر ہو، ایسے امراض و عیوب میں بھی عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا۔ شوہر نے اگر مرض کو چھپا کر نکاح کر بھی لیا جب بھی امام محمدؒ کے نزدیک یہ نکاح لازم نہ ہوگا اور عورت اس نکاح کو فسخ کر سکتی ہے۔ علامہ کاسانی بدائع الصنائع میں تحریر فرماتے ہیں:

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ شوہر کا ہر ایسے عیب سے خالی ہونا کہ جس کے ہوتے ہوئے عورت کا شوہر کے ساتھ زندگی بسر کرنا بغیر ضرر کے ممکن نہ ہو مثلاً شوہر کو جذام کا مرض ہے یا وہ مجنون ہے ایسے امراض و عیوب سے خالی ہونا لزوم نکاح کے شرائط میں سے ہے۔ یعنی اس کے بغیر نکاح لازم نہ ہوگا حتیٰ کہ اس کی وجہ سے نکاح فسخ کر دیا جائے گا۔ (بدائع الصنائع ۲/۲۰۰)

علامہ زیلعی نے جمیع المتفاتی شرح کنز میں بھی اسی طرح کی بات لکھی ہے (۲۰۱/۱) اسی کے قریب طحاوی علی الدر میں عبارت منقول ہے (طحاوی بحوالہ شرح السنی ۲۰۱/۱) نیز مالگیری میں بھی یہی عبارت موجود ہے اس کے آگے یہ عبارت بھی ہے وہ ناخذ بمذاہی الحاوی القدسی۔ یعنی ہم اسی قول کو اختیار کرتے ہیں یعنی اسی پر فتویٰ ہے حاوی قدسی میں اسی طرح ہے۔ (مالگیری ۲/۵۵۲)

اس کے بعد سمجھئے کہ ایڈز مرض جس درجہ کا مسلک خطرناک اور لاعلاج بتلایا گیا ہے وہ مرض اور جذام سے کہیں بڑھ کر ہے۔ امام محمدؒ

کے نزدیک جب مرض جذام، جنون کی وجہ سے فسخ نکاح کا اختیار ہو جاتا ہے تو ایڈز اور اس جیسے مسلک امراض کو جس کے ہوتے ہوئے ازدواجی زندگی گزارنا عورت کے لئے دشوار تر ہو پھر جہاں عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا۔

یہ صحیح ہے کہ اس مسئلہ میں ہمارے فقہاء نے امام محمدؒ کے مسلک کے مقابلہ میں شیخین کے مسلک کو راجع قرار دیا ہے جیسا کہ کتب فقہ کی ترتیب بیان سے واضح ہے۔ اور ابن الہمام نے فتح القدیر میں دلائل کی روشنی میں ائمہ ثلاثہ اور امام محمدؒ کے قول کو مرجع اور شیخین کے مسلک کو راجع قرار دیا ہے۔ (فتح القدیر ۲/۱۳۲)

علامہ شامیؒ نے بھی اسی کو اختیار فرمایا ہے اور اسی کی روشنی میں مفتی عزیز الرحمن صاحب نے یہاں تک فرمادیا کہ "امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ دینا درست نہیں اور تفریق صحیح نہیں۔ (مرآۃ الفتاویٰ ۱۳/۵) لیکن مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ اصل مذہب یہی ہے لیکن زمانہ حال کی نزاکت کو مد نظر رکھتے ہوئے امام محمدؒ اور مالکیہ کے قول کو اختیار کر لیا گیا ہے اور ضرورت کے پیش نظر ہمارے تمام اکابر علماء فقہاء نے امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور ان کے ساتھ علماء کی جماعت نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ (المیۃ الناجیہ ۵۰۰) مولانا عبد الصمد رحمانی رحمۃ اللہ علیہ (الکلب السخاوی و الحرقی ۵۰۰) مولانا عبدالمجید لکھنوی (فتاویٰ عبدالمجید ۲۰۵) مولانا خلیل احمد صاحب سہانپوری (فتاویٰ للیلہ ۱۳۹/۱) مفتی محمود صاحب گنگوہی (فتاویٰ محمودیہ ۱۰۰/۱۰) مفتی عبدالرحیم صاحب لاچپوری (تظہیم فتاویٰ حبیہ ۲/۳۵۲) اور ان کے علاوہ دیگر علماء نے بھی امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔



لیکن امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ محققین کی تصریح کے مطابق صرف مجنون کے متعلق ہے اس کے علاوہ دیگر امراض مثلاً جذام برص کے متعلق محققین یہی فرماتے ہیں کہ شیخین کے مسلک پر عمل کیا جائے گا۔ (المیلہ النابزہ ص ۲۰۰) کیوں کہ جس ضرورت کی وجہ سے شیخین کے قول کے مقابلہ میں امام محمدؒ کا قول لیا گیا ہے وہ ضرورت مجنون کے متعلق پائی جاتی ہے۔ اس لئے اس درجہ کی ضرورت کے بغیر شیخین کے قول سے عدول نہ کیا جائے گا اور مجنون کا ضرر ایسا ہے کہ اس میں قتل کا بھی اندیشہ ہے۔ واضح رہے یہ تفصیل اس وقت کی ہے جب کہ نکاح سے پہلے شوہر میں یہ امراض و عیوب پائے جاتے تھے اور نکاح ہو جانے کے بعد اگر یہ امراض پیدا ہو جائیں اس کا حکم آگے آ رہا ہے۔

**نکاح کے بعد شوہر کو ایذا یا اس جیسا مرض لاحق ہو جائے تو عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا یا نہیں**  
مسلک فقہ حنفی کی رو سے تو نکاح لازم ہو جانے کے بعد کسی بھی مرض یا عیب کی وجہ سے عورت کو فسخ نکاح کا حق باقی نہیں رہتا۔ اور نکاح لازم ہونے سے پہلے عورت کو بعض عیوب کی وجہ سے اختیار ہوتا ہے اور لزوم نکاح کا مطلب یہی ہے کہ نکاح سے پہلے جو امراض مرد میں پائے جاتے تھے عورت کے علم میں آجائے کہ بعد اس کو فسخ نکاح کا حق ہوگا۔ نکاح ہو جانے کے بعد کوئی مرض یا عیب پیدا ہو جائے تو نکاح تو لازم ہو ہی چکا اور بقاء نکاح کے واسطے ان امراض سے خالی ہونا ضروری نہیں۔ علامہ کاسانیؒ بدائع میں تحریر فرماتے ہیں:

واما خلو الزوج عما سوى هذه العيوب الخمسة من الحب والمنة، فهل هو شرط لزوم النكاح؟ قال ابو حنيفة وابو يوسف

ليس بشرط ولا يفسخ النكاح به، وقال محمد خلوه من كل عيب — شرط لزوم النكاح حنفي يفسخ به النكاح۔ (۳۲۰/۲)

اس عبارت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لزوم نکاح اور بقاء نکاح علاحدہ علاحدہ ہیں فقہاء نے جن امراض میں عورت کو اختیار دیا ہے اور مرد کے لئے ان امراض سے خالی ہونے کو نکاح لازم ہونے کی شرط قرار دیا ہے اس کا تعلق ان ہی امراض سے ہے جو نکاح سے پہلے مرد میں ہوں اور اسی وقت تک ہے جب تک نکاح لازم نہ ہوا ہو۔ لازم ہو جانے کے بعد بقاء نکاح کے لئے شوہر کا ان امراض سے خالی ہونا ضروری نہیں اور نہ ہی کتب فقہ میں اس قسم کی تصریح ہے۔

دوسرے یہ بات بھی غور کرنے کی ہے کہ فقہاء نے فسخ نکاح اور تفریق یہ دو اصطلاحیں استعمال کی ہیں فسخ نکاح ان عیوب کی وجہ سے ہوتا ہے جو عیوب قبل عقد موجود ہوں۔ وهو المتبادر من المبسوط للسر خسی وعليه يدل عبارة الفتح وغيره حيث عمروه بخيار الفسخ والفسخ يختص بعيب موجود قبل العقد۔ (المیلہ النابزہ ص ۲۰۰)

اور کسی صریح عبارت سے یہ مستفاد نہیں ہوتا کہ نکاح لازم ہو جانے کے بعد شوہر میں مرض پیدا ہو جائے تب بھی عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا۔ فتاویٰ عالمگیری کی ایک عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ "قال محمد ان كان الجنون حادثة يوجب له" (عالمگیری ص ۱۵۰/۲) یعنی اگر جنون حادث ہو تو شوہر کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی صحت نہ ہونے کی صورت میں عورت کو اختیار ہوگا۔

اس عبارت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ نکاح لازم ہو جانے کے بعد مرض حادث ہو جانے کی صورت میں بھی عورت کو اختیار ہوگا۔ لیکن یہ محل غور ہے "حادث" کا یہ مفہوم متعین نہیں ہے جو بظاہر مفہوم متبادر ہے "حادث" کی تفسیر غیر مطبق، غیر مستوعب سے بھی کی گئی ہے۔ (المیلہ النابزہ ص ۲۰۰) اور کتب فقہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر یہ مفہوم مراد نہیں ہے کہ بعد میں جنون پیدا ہو جانے تو بھی عورت کو اختیار ہوگا۔ اولاً تو اس وجہ سے کہ اصولی طور پر یہ غلط ہے جیسا کہ بدائع کی عبارت سے معلوم ہوا۔ دوسرے اس وجہ سے بھی کہ یہ مسئلہ امام محمدؒ سے مستقول ہے اور عالمگیری میں بھی یہ جزیہ امام محمدؒ ہی کی طرف منسوب ہے اور کتاب الآثار میں امام محمدؒ نے اس مسئلہ کو جس باب و عنوان کے تحت ذکر فرمایا ہے اور جو عبارت بیان فرمائی ہے اس سے یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارے

اختیارات اس وقت ہیں جب کہ قبل عقد شوہر میں یہ عیب پایا جاتا تھا اور عورت کے شوہر کو اس عیب میں پایا ایسی صورت میں اس کو لہجہ اختیار ہوگا۔

اور عبارت میں غور فرمائیے :

”باب الرجل يتزوج وبه العيب، وكذلك اذا وجدته محبوسا موسوئيا يخاف عليه قتله او وجدته مجذوما منقطعا“

(کتاب التامک ۲۰۲: ۲۰۲ مکرانی)

”اس بات کا بیان کہ مرد نکاح کرے حالانکہ اس میں عیب موجود ہو۔۔۔۔۔ اسی طرح (عورت کو حق تفریق ہوگا) جب کہ عورت کے شوہر کو مجنون یا جذام کے مرض میں مبتلا پایا۔“

اس عبارت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ اختیار اس وقت ہے جب کہ نکاح سے پہلے اور نکاح کے وقت بھی وہ عیب مرد میں موجود ہو۔ باقی بعد میں کوئی مرض پیدا ہو جانے کی صورت میں عورت کو اختیار نہیں ہوگا۔

المیلۃ الناجزۃ میں ہے۔

”جو جنون عقد نکاح کے بعد پیدا ہو گیا ہو اس کے متعلق امام محمدؒ سے کوئی تسریع نہیں ملی۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک (فسخ

نکاح کا حق کتاب التامک کی عبارت میں) اس صورت میں ہے جب کہ جنون نکاح سے پیشتر موجود تھا۔“ (المیلۃ الناجزۃ ۱۶۶)

اور اگر امام محمدؒ کے قول کو اختیار کرتے ہوئے (برایے مرض و عیب جس کے ساتھ عورت کا نباہ دشوار تر ہو) یہ کہا جائے کہ جو امراض نکاح لازم ہو جانے کے بعد پیدا ہو جائیں جن کے ساتھ نباہ دشوار ہو ایسی تمام صورتوں میں عورت کو اختیار ہونا چاہئے۔ اس سے تو لازم آئے گا کسی عورت کے شوہر کو جب بھی کوئی مسلک مرض لاحق ہو (کہ ابتداً اگر مرد میں یہ عیب ہوتا تو عورت نکاح پر راضی نہ ہوتی) مثلاً طاعون، ٹی بی وغیرہ مسلک امراض جب بھی کسی مرد کو لاحق ہوں فوراً عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہو جائے۔ شوہر کا ایکسٹینٹ ہو جائے اور اس کے ساتھ نباہ دشوار ہو جب بھی عورت کو فسخ کا حق حاصل ہو جائے کیا اس کا بھی کوئی قائل ہو سکتا ہے؟ ایسا عموم و توسع تو کسی امام کے نزدیک بھی نہیں۔ امر ثلاثہ کے یہاں بھی صرف پانچ قسم کے عیوب کی تخصیص ہے۔

مالکیہ کے مسلک میں گنجائش ہے یا نہیں

البتہ امام مالکیہ کے نزدیک جن عیوب لی اب سے عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوتا ہے اگر نکاح ہو جانے کے بعد بھی مرد میں وہ عیب پیدا ہو جائے تو (صرف ان عیوب کی وجہ سے) عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا۔ چنانچہ مونت میں تصریح ہے کہ۔ ”اگر نکاح کے بعد جنون ہو جائے تب عورت کو خلاصہ کی کا اختیار ہے۔“ (مونت ۱۶/۱۹۰) اور ضرورت کی بنا پر مجنون کے مسئلہ میں مالکیہ کے اس مسئلہ کو اختیار کیا گیا ہے۔ (المیلۃ الناجزۃ ۱۶۶)

اب سوال یہ ہے کہ مالکی مذہب میں مجنون کی طرح کیا ایذا اور اس جیسے مسلک امراض (جو بعد عقد پیدا ہو جائیں) کی وجہ سے عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا یا نہیں؟ اس کی تحقیق علماء مالکیہ سے کی جاسکتی ہے اس کے بغیر فیصلہ دشوار ہے جب مالکی مسلک میں بھی اس کی اجازت ثابت ہوگی کہ ایذا کا مرض شوہر میں پیدا ہو جائے تب عورت کو خلاصہ کی کا حق ہے، اس کے بعد دوسرا سوال ہوگا کہ مجنون کی طرح اس مسئلہ میں بھی مالکی مذہب کو اختیار کر کے عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا یا نہیں؟ یعنی مالکی مسلک کو اختیار کیا جائے گا یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ اس کا مدار ضرورت پر ہے۔ طہور کرنا چاہئے کیا اس درجہ کی ضرورت ہے کہ مجنون کی طرح اس میں بھی مالکیہ کے مسلک کو اختیار کر لیا جائے



بعد کچھ اختلاف اور بحث کرتے ہوئے راج اسی کو قرار دیا ہے کہ جب ہلاکت کا گمان غالب ہے تو وہ مرض الموت کے حکم میں ہے

واللہ اعلم۔ (شافی ۱/ ۵۱۳، مفتی علی ہاشم، مجمع الزہراء ۱/ ۳۲۸، بدیع السنن ۱/ ۳۲۸)

## حکومت کی طرف سے آمد و رفت کی پابندی

اس بحث میں دو باتیں قابل غور ہیں ایک تو یہ کہ ایسے حالات میں حکام کو اس طرح کی پابندی عائد کرنا درست ہے یا نہیں۔ دوسرے یہ کہ پابندی کے بعد رعایا پر اس کی اطاعت کرنا بھی شرعا ضروری ہے یا نہیں؟ امر اول کی تحقیق یہ ہے کہ جن امراض کے مریضوں کے متعدی ہونے کا خطرہ ہو اس خطرہ سے حفاظت کے لئے اگر پابندی لگائی جائے تو اس کی بلاشبہ اجازت ہے اور یہ پابندی شریعت و سنت کے عین موافق ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود طاعون زدہ علاقوں میں جانے سے اور جو لوگ وہاں موجود ہیں ان کے آنے سے منع فرمایا ہے (بخاری ص ۵۲۸) اور علامہ عینیؒ نیز ملا علی قاریؒ نے تو تصریح فرمادی ہے کہ "جس شخص کی نظر لوگوں کو لگ جائے کڑی ہو، جس کی نظر سے لوگوں کو نقصان پہنچ سکتا ہو۔ امام کو چاہئے کہ ایسے شخص کو لوگوں میں داخل ہونے سے منع کر دے۔ حضرت عمر رضی

اللہ عنہ اور آپ نے بعد دیر خلافاً نے مجذوم کو لوگوں کے پاس آنے سے پابندی عائد کر دی تھی۔" (مدونہ القاری ۱۰/ ۲۰۵)

اس سے معلوم ہوا کہ متعدی امراض پھیلنے کی صورت میں حکومت کا اس قسم کی پابندی لگانا نہ صرف جائز بلکہ بہتر اور پسندیدہ ہے اس میں دین و دنیا دونوں ہی کے فوائد اور اپنی اور دوسروں دونوں ہی کی مصلحت ہے۔ تفصیل کے لئے محقق تھانوی اور مفتی محمد شفیع کے فتاویٰ و تفسیر کا مطالعہ کیا جائے۔ (امداد الفتاویٰ ۲/ ۲۸۰، مدونہ القرآن ۱/ ۵۹۰)

رہ گئی دوسری بات یعنی یہ کہ حکومت کی پابندی عائد کرنے کے بعد رعایا کو کیا اس کی اطاعت کرنا ضروری ہے؟ یا اس پابندی کی خلاف ورزی بھی درست ہے؟ سو ظاہر ہے کہ احتیاط و اجتناب کا حکم وجوبی نہیں بلکہ استنباطی ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ امر مندوب بھی اگر حکومت کا قانون بن جائے تو اس کی اطاعت ضروری ہوتی ہے۔ خصوصاً وہ قانون جس میں عام لوگوں کی مصلحت ہو ایسے قانون کے مطابق عمل کرنا ضروری ہوتا ہے ظاہراً بھی و باطناً بھی۔ یعنی اس حکم کی خلاف ورزی کرنے میں ضرر کا احتمال ہے دین و دنیا دونوں کا۔ دنیا کا تو اس طرح ممکن ہے کہ واقعی مرض متعدی ہو جائے اور دین کا اس طرح کہ شیطان بد اعتقادی پیدا کر دے گا کہ اگر ہم نہ جاتے تو یہ مرض نہ لگتا الفرض حکم کی خلاف ورزی کرنے میں ضرر کا احتمال ہے اور جس قانون کی خلاف ورزی کرنے میں ضرر کا احتمال موجود ہوتا ہے اس کی پابندی باطناً بھی واجب ہوتی ہے۔ یعنی حکومت کو اطلاع نہ ہو تب بھی اس قانون کی خلاف ورزی درست نہیں۔ اس لئے اس پابندی پر عمل کرنا ضروری ہے۔ البتہ اس میں کچھ مستثنیات بھی ہیں جو آگے سوال ۱۱ کے تحت آ رہے ہیں۔ (امداد الفتاویٰ ۲/ ۲۸۲، ۲۸۹)

## طاعون زدہ علاقوں میں ضرورت کی وجہ سے باہر جانے یا اندر داخل ہونے کا حکم

اگر کوئی شخص کسی ضرورت کے تحت طاعون زدہ علاقوں میں جاتا ہے یا کسی ضرورت سے وہاں سے آتا ہے سو چوں کہ ممانعت کی علت نہیں پائی گئی بلکہ ضرورت آمد و رفت ہو رہی ہے لہذا اس میں کوئی مضائقہ نہیں چنانچہ طیبی اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں موجود ہے۔

"لو خرج لحاجۃ فلا بأس" یعنی اگر کسی حاجت کے لئے طاعون زدہ مقامات سے باہر آئے تو کوئی حرج نہیں۔ (مرقاۃ ۲/ ۲۸۰) اور تفسیر قرطبی میں بڑی اچھی بات تحریر فرمائی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ

"حدیث پاک میں طاعون زدہ علاقوں سے بھاگنے کی ممانعت ہے لہذا اگر بھاگنے کے طور پر نہ ہو بلکہ کسی ضرورت سے ہو تو اسی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ باہر جانا جائز ہے۔ اور آگے فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کا عقیدہ ہے کہ



کر سکے، صاحب فراش ہو، عورت کھانا پکانے پر قادر نہ ہو وغیرہ ذلک۔ یہ سب مرض الموت کی حقیقی تعریف میں داخل نہیں بلکہ اس کے آثار و علامات ہیں جن میں تغیر و تحلف بھی ہو سکتا ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں:

”اعتبار غلبہ ہلاکت کا ہے اگر اس مرض میں موت کا گمان غالب ہو تو وہ مرض الموت ہے اگرچہ گھر سے باہر آتا جاتا ہو  
صدر الشیخہ اسی پر فتویٰ دیتے تھے۔ امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں کئی مسائل ذکر فرمائے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے  
مرض الموت کے لئے ہلاکت کا گمان غالب ہونا شرط ہے صاحب فراش ہونا ضروری نہیں۔“ (شامی ۱/۲۰۲)

اب یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ خطرہ ہلاکت کا اعتبار کب تک کیا جائے گا اور اس کی کیا مدت ہوگی۔ کیوں کہ عموماً ”مرض الموت“ سے یہی متبادر ہوتا ہے کہ مرض الموت اس کو کہتے ہیں کہ موت اس سے متصل ہو یعنی جلد وقوع ہو جائے سو اس موت کی کیا تحدید ہوگی؟

اس کے لئے ہمارے فقہاء درمختار شامی، شمس الانار، علوانی، ترمذی نے ایک سال کی مدت نقل فرمائی ہے، لہذا ویضہ میں بھی یہی مذکور ہے۔ یعنی ایسی حالت اور ایسا مرض جس میں صحت کی امید کم اور ہلاکت کا گمان غالب ہوتا ہے اگر ایک سال کی مدت میں انتقال ہو جائے تب تو وہ مرض الموت ہے۔ اور اگر ایک سال بعد بھی زندہ رہے اب وہ مرض الموت کے حکم میں نہیں ہوگا۔ پھر اس میں بھی کچھ تفصیل ہے۔

اس کے بعد یہ دیکھنا چاہئے کہ ایک سال بعد بھی مرض اپنی جگہ پر ٹھہر گیا ہے یا ترقی پر ہے۔ مسلک مرض اگر ایک جگہ پر ٹھہر گیا اور

ایک سال کی مدت بھی پوری ہو چکی تو اب وہ مرض الموت کے حکم میں نہیں اور اگر وہ مرض بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ ایک حد پر ٹھہرا نہیں تو وہ مرض الموت کے حکم میں ہے گو ایک سال کی مدت سے زائد گزر جائے۔ علامہ زبیلی نے ہندوانی سے نقل فرمایا ہے کہ اگر مرض بڑھتا ہی رہتا ہے تو وہ مرض الموت کے حکم میں ہے اور اگر کمی و زیادتی دونوں ہوتی رہتی ہے تو وہ صحیح کے حکم میں ہے (نبین العاقب ۱/۲۲۸) علامہ شامی نے فقہاء کی عبارات نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ اگر مرض قدیم ہو چکا اور ایک سال سے بھی مستحضر ہو چکا تو اگر ترقی پر نہ ہو یعنی مرض میں اضافہ نہ ہو رہا ہو تو وہ صحیح کے حکم میں ہے اور اگر زیادتی پر ہے اور اسی حال میں انتقال ہو جائے خواہ ایک سال کے پہلے یا ایک سال بعد تو وہ مرض الموت کے حکم میں ہے (شامی ۱/۲۰۲) ان ساری تفصیلات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اب فیصلہ کرنا بالکل آسان ہے کہ ایڈز طاعون، کینسر وغیرہ کے مریض مرض الموت کے حکم میں ہیں یا نہیں ان سب کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) ایڈز، کینسر وغیرہ کے مریض اگر اس درجہ کو پہنچ چکے ہوں کہ جس میں ہلاکت و موت کا غالب گمان ہے صحت کی امید کم ہے تو وہ مرض الموت کے حکم میں ہیں۔

(۲) لیکن اگر مرض طویل پکڑ گیا اور ایک سال کی مدت پوری ہو چکی تو اب یہ دیکھنا چاہئے کہ مرض ایک جگہ پر ٹھہر گیا یا نہیں اگر ٹھہر گیا تو اب ایک سال بعد وہ مرض الموت کے حکم میں نہیں۔

(۳) اور اگر مرض ترقی پر ہے گو ایک سال کی مدت پوری ہو چکی ہو تب بھی وہ مرض الموت کے حکم میں ہے۔

(۴) زائہ طاعون میں بھی چوں کہ ہلاکت کا گمان غالب ہوتا ہے اس لئے وہ بھی مرض الموت کے حکم میں ہے۔ علامہ شامی شوافع سے نقل فرمایا ہے کہ طاعون مرض الموت کے حکم میں ہے اور لکھا ہے کہ احتاف کے قواعد کا مقتضی یہ ہے کہ صحیح کے حکم میں ہو۔ اس کے

ہرگز اس کی اجازت نہ دی جائے گی۔ اور مخصوص حالات میں ہر زمانہ کے علماء ربانیین حسب حالات جو فتویٰ دیں گے وہ معتبر ہوگا۔

### ایڈز کے مریض بچوں کو اسکولوں اور مدرسوں میں داخلہ سے محروم کرنا

یہ صحیح ہے کہ ضرر عام سے بچانے کے لئے ضرر خاص کو گوارا کر لیا جاتا ہے فقہاء نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ لیکن یہ اسی وقت ہے جب کہ ضرر عام و خاص دونوں ہی یقینی ہوں ورنہ اگر ایک طرف تو محض ضرر کا احتمال ہو اور دوسری طرف ضرر یقینی ہو، خواہ عام ہو یا خاص، ہر صورت ضرر محتمل کو گوارا کر کے یقینی ضرر سے حفاظت کی جائے گی، جیسے طاعون زدہ علاقوں میں مقامی لوگوں کا بھاگنا ممنوع ہے کیوں کہ طاعون سے متاثر ہونا ضرر محتمل اور بھاگ جانے کی صورت میں مریضوں کا ضرر یقینی ہے اس لئے بھاگنے کی ممانعت ہوتی یعنی ضرر محتمل کو گوارا کر کے یقینی ضرر سے حفاظت کی گئی۔

اسی طرح یہاں سمجھنا چاہئے کہ ایڈز کے مریض سے اختلاط کی وجہ سے دوسرے بچوں تک یہ مرض سرایت کر جانا ایسا ضرر ہے جس کا صرف احتمال ہی احتمال ہے اور احتمال بھی بعید بلکہ ابد کیوں کہ یہ مرض محض قرب و اختلاط سے متعدی نہیں ہوتا بلکہ جنسی اختلاط یا مریض کی برطوبت مثلاً خون وغیرہ لگ جانے سے متعدی ہوتا ہے۔

اس کے برخلاف ایسے بچوں بچیوں کو اسکول اور مدرسہ کی تعلیم (جو کہ واقعی تعلیم ہو اس) سے محروم کر دینا یہ بے شک یقینی ضرر ہے اس لئے قاعدہ کے مطابق صورت مسئولہ میں ضرر محتمل کو گوارا کر کے یقینی ضرر سے بچوں اور بچیوں کی حفاظت کی جائے گی اور ایڈز کے مریض بچوں بچیوں کو تعلیم سے اور اسکول میں داخلہ سے نہ روکا جائے گا۔

امام نوویؒ نے شرح مسلم میں مجذومین کے متعلق جو حکم بیان فرمایا ہے وہی حکم یہاں بھی ہوگا، فرماتے ہیں کہ: "اگر اس طرح کے مریض (جن کے امراض متعدی ہو سکتے ہوں) ایک ہی دو ہوں تو ان کو منع نہ کیا جائے گا۔ البتہ اگر ایسے مریض کثیر تعداد میں ہوں تو حاکم کو چاہئے کہ ایسے مریضوں کے لئے رہائش، قیام، طعام وغیرہ علاحدہ مستقل انتظام کرے (جس میں تعلیم بھی داخل ہے) اور اگر حکومت نہیں کرتی یا لوگ نہیں کرتے تو پھر ان مریضوں کو منع نہ کیا جائے گا۔"

ہاں یہی حکم یہاں بھی ہوگا کہ ایڈز کے مریض ایک دو ہوں تو ان کو نہ روکا جائے گا، کثیر تعداد میں ہوں تو حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ان کی تعلیم کا علاحدہ نظم کرے اور اگر کوئی صورت نہیں بنتی تو عام اسکولوں، مدرسوں کے داخلہ سے ان کو محروم اور منع نہیں کیا جاسکتا۔  
واللہ اعلم۔

سوال (۸) کا جواب باقبل میں جواب (۴) کے تحت گھر چکا ہے۔

### ایڈز، طاعون، کینسر کے مریض مرض الموت کے حکم میں ہیں یا نہیں

مرض الموت کی ایک تو ہے حقیقی تعریف اور ایک ہے اس کے آثار و علامات۔

تعریف تو صرف اتنی ہے کہ "انسان کی ایسی حالت یا ایسا مرض جس میں ہلاکت اور موت غالب ہو، بچنے اور صحت کی امید کم ہو پس یہی "مرض الموت" ہے۔

علامہ زیلعی، شیخ شبلی نے اور صاحب مجمع الانحر لے نیز ابن نجیم نے بھی یہی تعریف کی ہے (زیلعی ۲/ ۲۳۸، شبلی علی الصغیر ۱۰۰، انحر ۱/ ۲۲۸، البحر الرائق ۲/ ۲۲) اور اس کے آگے فقہاء نے جو کچھ بھی لکھا ہے مثلاً مرض الموت وہ جس میں آدمی خود ضروریات زندگی پوری نہ



نیز عورت کی ضرورت کے ساتھ مرد کی ضرورت اور علاحدگی کے بعد اس کے ضرر کو بھی مد نظر رکھنا چاہئے۔ علماء کی ایک جماعت نے مالکیہ کے مسلک کو صرف مجنون کے متعلق اختیار کیا ہے اس کے علاوہ برص جذام کے متعلق مالکیہ کے مسلک کو اختیار نہیں کیا۔ (حوالہ سابق) کیوں کہ جس درجہ کا ضرر و خطرہ مجنون سے ہو سکتا ہے دوسرے امراض کے مریض سے نہیں۔ دارقطنی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مجنون کی بیوی کو اختیار دیا گیا تھا جس کو اپنی جان کا خطرہ تھا۔ (دارقطنی ۱/۲۰۲، علاء السنن ۱/۱۰۰، ظاہر ہے کہ ایڈز وغیرہ امراض میں اس نوع کا خطرہ نہیں۔

خلاصہ یہ کہ فقہ حنفی کی رو سے ان امراض و عیوب کی وجہ سے جو نکاح کے بعد پیدا ہو جائیں عورت کو فسخ نکاح کا حق نہیں۔ البتہ مالکیہ کے نزدیک مجنون والی صورت میں ہے کیوں کہ اس میں جان تک کا خطرہ ہے۔ ضرورت کی بنا پر مجنون کے مسئلہ میں ہمارے علماء نے مالکی مسلک کو اختیار کیا ہے اس کے علاوہ دیگر امراض و عیوب میں مالکی مسلک کو اختیار نہیں کیا۔ اولاً تو ایڈز کی وجہ سے مالکیہ کے نزدیک فسخ نکاح کا حق ہو گا یا نہیں اس کی تحقیق ضروری ہے۔ دوسرے اگر ہو بھی تب بھی ہمارے علماء نے مجنون کے علاوہ چوں کہ دوسرے عیوب میں مالکی مسلک اختیار نہیں کیا۔ (دیکھئے، المیلہ السابرة ۱۱۰) لہذا ایڈز کی زیر بحث صورت میں بھی عورت کو اختیار نہیں ہونا چاہئے۔ واللہ اعلم۔

### ایڈز کی وجہ سے اسقاط حمل

بے شک بعض امراض ایسے ہوتے ہیں کہ زمانہ حمل و ولادت رضاعت میں بچہ کی طرف بھی متعدی ہو سکتے ہیں ابن قیم اور ابن القیم نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ فقہاء احناف نے مسئلہ لکھا ہے کہ دودھ پلانے والی عورت اگر بیمار ہو جائے چوں کہ ایسی عورت کا دودھ بچہ کو نقصان کرتا ہے لہذا اجازۃ فسخ ہو جائے گا۔ (اذا حبست المرضعة او مرضت تسع الاجارة لان الحبلی والمریضة یضر بالصغیر۔ اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ کیوں کہ مقصود ضرر سے حفاظت ہے۔ (ذیلی ۱۳۸، پایہ ۲/۱۸۸) لہذا اس ضرر سے بچنے کے لئے اسقاط کرانا جائز ہے ہمارے فقہاء نے بھی تصریح فرمادی ہے کہ عورت کی صحت اور اس کی حفاظت نیز موجود بچہ کی صحت و حفاظت کی فرض سے بھی اسقاط کی اجازت ہے فتاویٰ عالمگیری میں اس کی تصریح موجود ہے۔ محقق تھانوی کے فتاویٰ سے بھی اجازت مستقلاً ہوتی ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲)

لیکن یہ اسقاط اسی وقت جائز ہے جب کہ یقینی طور سے معلوم ہو کہ بچہ میں ابھی جان نہیں پڑی ورنہ جان پڑ جانے کے بعد اس کی قطعی اجازت نہیں۔ اور فقہاء کی تصریح کے مطابق بچہ میں جان ایک سو بیس دن میں پڑ جاتی ہے۔ (عالمگیری ۱/۲۰۰)

جن صورتوں میں اسقاط کی اجازت ہے اگر عورت اس پر آمادہ نہ ہو تو شوہر چوں کہ اس کا حاکم و راعی ہے۔ عورت ناقص العقل اور مرد صائب الراي و کامل العقل ہے لہذا جب مرد کے نزدیک اسقاط ہی میں مصلحت ہو ایسی صورت میں عورت پر جبر بھی کر سکتا ہے۔

اور قاعدہ کے مطابق فی نفسہ یہی حکم محکمہ صحت اور حکام کے لئے بھی ہو سکتا ہے کہ مصلحت عامہ کے پیش نظر اس نوع کا اقدام ضرر عام کو دفع کرنے کے لئے کرے کیوں کہ حاکم کو رعایا پر اس درجہ کی ولایت حاصل ہوتی ہے، چنانچہ مریض کی اجازت کے بغیر آپریشن کرنے کی صورت میں اگر مریض ہلاک ہو جائے تو ضمان واجب ہوتا ہے لیکن اگر حاکم کی اجازت سے ہوا ہے تو ضمان واجب نہیں کیوں کہ حاکم کو ولایت عامہ حاصل ہے۔ (الفتاویٰ ۱/۵۲۸) اس لئے فی نفسہ اصل حکم تو داقعی یہی ہے جب تک کہ مقصود محض دفع ضرر ہو۔ لیکن اس کا فتویٰ ہرگز نہ دیا جائے گا اور نہ ہی ایسی تجویز اور قانون سازی کا مشورہ دیا جاسکتا ہے کیوں کہ اس میں دوسرے خطرات اور فتنہ کا اندیشہ ہے۔ لوگ مدیر قائم نہ رہ کر اس کو فیملی پلاننگ کے جواز کا حیلہ اور ذریعہ بنالیں گے اور اس مسئلہ کا غلط استعمال کیا جانے لگے گا۔ اس لئے سد الباب



جو مقدر ہوگا وہی ہو کر رہے گا۔ طاعون زدہ علاقوں میں داخل ہونے سے ایسا نہیں کہ تقدیر کے خلاف بھی مرض لاحق

ہو جائے۔ ایسے اعتقاد کے ساتھ آنا جانا سب ہی کچھ جائز ہے۔ (۲۳۲/۲)

الغرض سوالنامہ میں جن صورتوں کا ذکر ہے دونوں ہی صورتوں میں باہر آنا جائز ہے کیوں کہ یہ علی سبیل الفرار نہیں بلکہ علی

سبیل الضرورت ہے اور حدیث پاک میں ممانعت صرف علی سبیل الفرار کی ہے۔ واللہ اعلم

## محور سوم

### امراض و عیوب چھپانے کے متعلق ڈاکٹروں کی ذمہ داری

اس بحث سے متعلق جتنے سوالات ہیں ان کے جوابات سے قبل چند ضروری مقدمات و مبادی مرض کئے جاتے ہیں جن کو پیش نظر رکھنے سے اس نوع کے جملہ سوالات کے جوابات بالکل واضح ہو سکیں گے۔

علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ مصلح اور طبیب کو امین و رازدار ہونا چاہئے کسی مریض کے عیب کو دوسروں کے سامنے ظاہر کرنے کی ممانعت ہے۔ حدیث الجالیس بالامانہ کا بھی یہی معنی ہے۔

علامہ ابن الحاج المالکی رحمہ اللہ میں تحریر فرماتے ہیں:

”طبیب کو مریضوں کے اسرار (قطبہ امور اور عیوب) کا امین ہونا چاہئے، مریض نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کو کسی سے

بھی ظاہر نہ کرے۔ کیوں کہ مریض نے دوسرے کو ظاہر کرنے کی اجازت تو دی نہیں اور اگر اجازت دے بھی دے

جب بھی طبیب کو یہی چاہئے کہ کسی سے اس کے عیوب اور امراض کو ظاہر نہ کرے۔ (۱۳۵/۲)

لیکن ظاہر ہے کہ ”غیبت“ جیسا سخت گناہ جس کے کبیرہ ہونے پر سارے علماء متفق ہیں اور حدیث پاک میں جس کو زنا سے زیادہ سخت قرار دیا گیا ہے ضرورت کے وقت جب غیبت کی اجازت ہو جاتی ہے چنانچہ علماء نے تفصیل سے وہ موقع ذکر فرمائے ہیں جہاں غیبت کی اجازت ہے، ضرورت کے وقت جب غیبت کی اجازت ہے اسی ضرورت کی وجہ سے مریضوں کے عیوب اور اس کے امراض کو ظاہر کرنے کی بھی بدرجہ اولیٰ اجازت ہوگی۔ امام غزالی اور امام نوویؒ اور ان کے علاوہ دیگر علماء نے جن موقع میں غیبت کی اجازت ذکر فرمائی ہے ان میں ایک موقع یہ بھی ہے ”تحدیر المسلم من الشر“۔ (احیاء العلوم ۲/۱۳۹) ”تحدیر العیوب من الشر“۔ (ریاض الصالحین ۴۰۰) یعنی دوسرے شخص کو شر اور کسی نقصان سے بچانے کے لئے غیبت کرنا۔ اس کی اجازت ہے۔ جب یہ ہے تو اسی طرح ضرورت کی وجہ سے یعنی دوسرے شخص کو ضرر اور نقصان سے بچانے کے لئے مریض کے مرض اور عیب کو ظاہر کرنے کی بھی اجازت ہوگی۔ اب رہی یہ بات کہ ضرورت کی بناء پر مریض کے مرض کو ظاہر کرنا صرف جائز ہے یا واجب؟ اصولی بات تو یہ ہے کہ جس درجہ کی ضرورت اور نہ بتلانے کی صورت میں جس درجہ کا ضرر ہوگا اسی اعتبار سے اس کا حکم ہوگا۔

اور شفع کے بعد اس کی کل تین صورتیں سمجھ میں آتی ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

## ضرورت کے وقت مرض ظاہر کرنا واجب ہے یا جائز

### پہلی صورت

یہ کہ اگر مریض کا مرض اور اس کا عیب اس نوعیت کا ہے کہ اس کے ظاہر نہ کرنے سے دوسروں کی جان جانے کا قوی اندیشہ ہے اور بتادینے میں اس سے مخالفت کی امید ہے ایسی صورت میں اطلاع کرنا ضروری ہے۔ قدرت کے باوجود اطلاع نہ کرنے کی صورت میں جانی و مالی نقصان جو بھی ہوگا گو ضمان تو نہ ہوگا لیکن گناہ اس پر ضرور ہوگا۔ جیسے کوئی شخص جانتا ہے کہ یہ راستہ پر خطر ہے مثلاً راستہ میں ٹھہرے جو حمل کر دے گا، یا کوئی نابینا کنویں میں گرنے والا ہو تو دیکھنے اور بٹانے والے کو آگاہ کر کے اس کی جان بچانے کی کوشش کرنا ضروری اور فرض ہے۔ فقہاء کے یہاں اس کی نظیریں پائی جاتی ہیں۔

اس کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ وہ ڈرائیور جو آنکھ سے معذور ہو چکا ہو اور لوگوں کی جان تک جانے کا قوی خطرہ ہو ایسی حالت میں اس کے مرض اور عیب کو حتی الوسع حتی الامکان ظاہر کرنا ضروری ہے۔ اور اس سلسلہ میں جو کوشش کی جائے گی عند اللہ اس کا اجر و ثواب ہوگا۔ اور ایسی حالت میں ڈرائیور کی روزی و روٹی اور ملازمت سے معزول ہو جانے کا قطعاً لحاظ نہ کیا جائے گا کیوں کہ ضرر عام سے بچانے کے لئے ضرر خاص کو برداشت کر لیا جاتا ہے اور روزی، معیشت صرف اسی پر موقوف بھی نہیں اس کے علاوہ بے شمار صورتیں ہیں۔

### دوسری صورت

یہ کہ مریض کے مرض اور اس کے عیب کو ظاہر نہ کرنے میں کسی کی جان کا تو قوی خطرہ نہیں لیکن ضرر عظیم، فتنہ اور فساد کبیر کا خطرہ ہے مثلاً چور، بد معاش، ڈاکو، غنڈے جو بمرض عللج کسی طبیب کے پاس آئیں اور ڈاکو کو پوری تحقیق بھی ہو جائے کہ یہ شخص فساد، مجرم، مجرم ہے۔ ایسی صورت میں ڈاکٹر پر واجب نہیں کہ پولیس تھانہ میں اس کی اطلاع کرے۔ البتہ اگر حکام، پولیس تھانہ کی طرف سے معاہدہ ہو چکا ہو کہ یہ ڈاکٹر اس طرح کے مجرموں کی خبر کر دیا کرے، وعدہ کے بغیر بھی کسی وقت اہل حکومت تحقیق کرنا چاہیں تو ایسی حالت میں ڈاکٹر کو اطلاع کرنا ضروری ہوگا۔ اس کی تائید فقہاء کرام کے ذکر کردہ اس جزیہ سے بھی ہوتی ہے جس میں بیان فرمایا ہے کہ:

”اگر کسی والی نے کسی ذمہ دار سے قسم اور عہد لیا کہ شہر میں جو بھی بد معاش غنڈہ داخل ہو وہ اس کی اطلاع ضرور کرے

فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ عہد اور یہ وعدہ اسی وقت تک ہوگا جب تک اس والی کی ولایت باقی ہے، والی کے معزول

ہونے کے بعد اس کی اطلاع ضروری نہیں۔“ (ردایہ ۲/۲۸۶)

اگرچہ یہ مسئلہ عین سے متعلق ہے لیکن اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بد معاش کی آمد اور علم ہو جانے کے باوجود وعدہ اور عہد نہ ہونے کی صورت میں اطلاع واجب نہیں۔ البتہ تحقیق و استفسار کی صورت میں بتانا ضروری ہوگا جیسا کہ آگے بھی آ رہا ہے۔

### تیسری صورت

یہ کہ مریض کے مرض اور اس کے عیب کو ظاہر نہ کرنے میں کسی کی جان کا خطرہ یا عام لوگوں کا ضرر تو نہیں لیکن شخصی طور پر کسی فرد کو ضرر پہنچ سکتا ہے مثلاً کسی مریض یا مریضہ کی بابت ڈاکٹر کو معلوم ہو جائے کہ کسی نقص یا عیب کی وجہ سے اس کے اولاد نہ ہوگی، یا اور کوئی ایسا عیب ہو کہ جس کے ظاہر کر دینے کے بعد لڑکا یا لڑکی والے رشتہ کرنے پر آمادہ نہ ہو سکیں گے۔ ایسی صورت کا حکم یہ ہے کہ ڈاکٹر پر ضروری اور واجب نہیں کہ تحقیق کر کے صاحب معاملہ (فریق ثانی) کو اطلاع کرتا پھرے۔ البتہ اس مرض اور عیب کو ظاہر کرنے کی اجازت



ہے۔ البتہ دوسرے حضرات کسی ضرورت سے مریض کے مرض کی تحقیق و تہشیش اور ڈاکٹر سے مشورہ کریں۔ ایسی صورت میں اب ڈاکٹر کو پوری حقیقت اور مریض کے مرض و عیب کو ظاہر کرنا واجب ہے اخفاء جائز نہیں۔ الدین النصیر اور نصح لکل مسلم کا بھی یہی مقصد ہے۔

امام نوویؒ ریاض الصالحین (ص ۱۰۰) میں اور علامہ شامی کے استاد شیخ عبدالغنی النابلسی نے الدرر الندیہ شرح طریقہ محمدیہ (ص ۱۲۲) میں تصریح فرمائی ہے کہ:

”رشتہ کے سلسلہ میں اگر کسی سے مشورہ لیا جائے تو اس پر واجب ہے کہ اس کے حال کا اخفاء نہ کرے۔ اس کے امراض و عیوب کو ظاہر کر دے۔ اگر یہ محسوس کرے کہ صرف اتنا کہہ دینے سے کہ ”یہ رشتہ آپ کے مناسب نہیں“ یا ”آئے گا تو صاف صاف مرض اور عیب کی تصریح کر دے کہ اس میں یہ عیب موجود ہے۔“

لیکن اگر ڈاکٹر اس سے پہلے مریض سے وعدہ کر چکا ہے کہ کسی سے اس کا اظہار نہ کروں گا، پوچھنے پر بھی نہ بتلاؤں گا۔ تو اگرچہ اس طرح کا وعدہ کرنا مناسب نہیں لیکن وعدہ کر لینے کے بعد اب ڈاکٹر پر بتلانا ضروری نہیں۔ مرض کا اخفاء بھی اس کے لئے جائز ہے کیوں کہ مرض کی تحقیق و علم کا ذریعہ صرف اسی ڈاکٹر پر موقوف نہیں۔ دوسرے ذرائع سے بھی معلوم کیا جاسکتا ہے اور مستقل اس کے لئے تحقیق بھی ممکن ہے۔ اور یہ نہ بتلانے کا وعدہ کر چکا ہے اور ڈاکٹر کو چاہئے کہ اس قسم کے موقع پر یہ کہہ دے کہ از خود نہ بتلاؤں گا لیکن کوئی پوچھنے مشورہ کرنے آئے گا تو بتلاؤں گا، حدیث شریف میں بھی اس کی ایک نظیر موجود ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو اختیار دیا تھا فاعلمن امتنعن لواقعه معروف و مشہور ہے حضرت عائشہؓ نے فرمایا تھا یا رسول اللہ! میں آپ کو اختیار کرتی ہوں لیکن آپ میری سونکوں (دوسری ازواج) کو میری اس رائے کی خبر نہ دیجئے گا۔ آپ نے فرمایا کہ از خود نہ بتلاؤں گا کوئی پوچھے گی تو اخفاء نہ کروں گا واضح رہے کہ یہ صورت مسئلہ کا قیاس نہیں ہے بلکہ مذکورہ فرق کی ایک نظیر ہے غامض

اس تمہید و تفصیل کے بعد تمام سوالوں کے جوابات بالکل واضح ہیں اختصار کے ساتھ فرداً فرداً تحریر کئے جاتے ہیں۔

(۱) ایسا مریض جس کی ایک آنکھ کی بصارت ختم ہو چکی ہو لیکن دیکھنے میں صحیح سالم معلوم ہوتی ہو ایسی صورت میں ڈاکٹر اس کا مکلف نہیں کہ از خود لڑکی والوں کو مطلع کرے۔ لیکن اگر لڑکی والے معلوم کرنے آئیں تو ڈاکٹر کو بتلانا واجب ہے۔ (الدرر الندیہ ص ۱۲۲) لیکن اگر نہ بتلانے کا

عہد کر چکا ہے تو نہ بتلانا بھی جائز ہے کیوں کہ مرض کی حقیقت معلوم کرنا اسی ڈاکٹر پر موقوف نہیں اور نہ بتلانے کا وعدہ کر چکا ہے۔

(۲) اس کا بھی یہی حکم ہے کہ از خود بتلانا واجب نہیں اور پوچھنے کے بعد اخفاء جائز نہیں۔

(۳) اس کا بھی یہی حکم ہے دونوں ہی صورتوں میں پوچھنے اور مشورہ کے بعد ڈاکٹر کو بتلانا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔

(۴) جی ہاں ضرور جب خطرہ ہے لوگوں کی ہلاکت اور جان جانے کا تو ضرور ایسے ڈاکٹر پر واجب ہے کہ حتی الوسع متعلقہ محکمہ کو باخبر کرے ورنہ سخت گنہگار ہوگا۔ لیکن ضمان اور تعاون لازم نہ ہوگا کیوں کہ یہ مباشرت نہیں۔ لیکن لائسنس منسوخ کرانے کی کوشش کرنا اس پر ضروری نہیں۔ یہ کام خود محکمہ کا ہے اس کا کام تو صرف اطلاع ہے اور بس۔

(۵) اگر شراب و نشہ کا اس طرح عادی ہے کہ واقعی لوگوں کی جان خطرہ میں ہے تو لوگوں کی جان بچانے کے لئے اس کا بھی یہی حکم ہے یعنی اطلاع کرنا واجب ہے ورنہ نہیں۔



(۶) اصل مقصود بچہ کی حفاظت اور اس کی پرورش کا مسئلہ ہے۔ اگر واقعی نہ بتلانے میں بچہ کی جان خطرہ میں ہے اور بتلانے میں اس کی جان کا تحفظ ہے ایسی صورت میں تو بتلانا ہی ضروری ہے لیکن اگر راز فاش کرنے سے بچہ کے جان کی حفاظت و پرورش کا مسئلہ حل نہیں ہوتا اور موافق ذلت و رسوائی کے کچھ اور نتیجہ نہیں نکلتا تو ایسی صورت میں انکشاف ضروری ہے۔ مسئلہ کا مدار ضرورت و حالات پر ہے ہر جگہ اور ہر وقت کا حکم یکساں نہیں ہوگا۔

(۷) کا جواب آگے مذکور ہوگا۔

(۸) اگر ڈاکٹر نے اس کا وعدہ کیا ہے یا اس سے پوچھا گیا ہے تو اس کو بتلانا ضروری اور واجب ہے ورنہ نہیں البتہ اگر بغیر بتلانے اطلاع کر دے تاکہ لوگ ضرر سے محفوظ رہیں تو عند اللہ ماجور و مستحق ثواب ہوگا۔ لیکن اگر ڈاکٹر کو یقین ہے کہ میری شکایت کے نتیجہ میں اس کے ظلم کا دوروازہ بند ہو سکتا ہے اور لوگ اس کے شر اور ضرر سے محفوظ رہ سکتے ہیں تو ایسی صورت میں از خود متعلقہ محکمہ کو باخبر کرنا ضروری ہے۔ "لغواہ علیہ السلام۔ انصر اخاک ظالما او مظلوما۔"

(۹) اس کا بھی یہی حکم ہے۔ حدیث بالا کا معنی یہی ہے کہ غیر مجرم کو ظلم سے بچانے کے لئے اصل مجرم کے جرم کو ظاہر کر دیا جائے تاکہ مظلوم ظلم سے محفوظ ہو جائے اور ظالم کو ظلم کی سزا ملے تاکہ آئندہ باز رہے۔ اس کے حق میں مدد اور نصرت یہی ہے، فقہاء نے اس طرح کے مواقع میں شہادت کو واجب قرار دیا ہے۔ (مجموعہ ۱۰ ص ۱۰۵)

(۱۰) اس کا تفصیلی و تحقیقی جواب ماقبل میں سوال (۴) کے تحت گزر چکا ہے۔ یہ سوال مکرر ہے۔

### شراب چھوڑانے کے لئے شراب سے علاج

یہ طریقہ نہایت مستحسن اور مناسب ہے کہ ازار منکر کے واسطے وقتی طور پر کسی ایسے عمل کو کیا جائے جو صورت منکر اور معصیت ہے لیکن حقیقت و نتیجہ کے اعتبار سے وہ معصیت نہیں۔ مثلاً مجالس منکرہ میں شرکت، عرجادو کے تماشوں کا دیکھنا معصیت ہے لیکن اس کو مٹانے اور ختم کرنے کے لئے موسیٰ علیہ السلام نے ساحروں کو اپنے کرشمے دکھانے کا حکم فرمایا، اس مجلس میں شریک ہوئے "عال بل اللہ" فرمایا تم ہی اپنی رسیاں ڈالو، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مستول ہے کہ "ایک مرتبہ قبیلہ بنی ثعلیف کا ایک وفد آیا اور یہ کہا کہ ہم دو شرطوں سے اسلام لاتے ہیں ایک تو یہ کہ زکوٰۃ نہیں دیں گے دوسرے یہ کہ جہاد نہیں کریں گے یعنی نہ مال خرچ کریں گے نہ جان۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں شرطوں کو منظور فرمایا۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ یہ شرطیں کیسے تسلیم کر لیں؟ باوجودیکہ جہاد اور زکوٰۃ دونوں فرض ہیں۔ حضور نے فرمایا تم ان کو مسلمان تو ہونے دو جب اسلام ان کے دل میں گھر کر لے گا اس وقت سب کچھ خود ہی کریں گے کہنے کی بھی ضرورت نہ ہوگی۔" (اتحاد النعمۃ الاسلام ترمذی ص ۱۰۰)

عالم کہ زکوٰۃ نہ دینے جہاد نہ کرنے کی شرط قطعی طور پر غلط ہے لیکن اصل بات یہی ہے کہ یہ ظاہری غلط عمل حقیقت اور نتیجہ کے اعتبار سے تمام غلط کاموں کو ختم کر دے گا اس لئے اس کو گوارا کر لیا گیا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ احکام کا دار و مدار آئندہ و نتائج پر ہوتا ہے نہ کہ محض اسباب پر۔

دوسرے یہ بھی قاعدہ شرعیہ ہے کہ اشد الضررین کو دفع کرنے کے واسطے اخص الضررین کو اختیار کر لیا جاتا ہے۔ اس کے حق میں اخص یہی صورت ہے کہ اس تدبیر سے ہمیشہ کے لئے اس کی شراب ترک کرادی جائے۔ واللہ اعلم۔



مولانا زبیر احمد قاسمی  
بائبر اشرف العلوم، کتبوں سیاحی

۱۔ فحشی تصریحات اور اس کی جزئیات سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ معلن کے لئے فن طب سے اتنی مناسبت اور اس میں اتنی مذاقت و مہارت ہونی ضروری ہے جس سے مرض کی صحیح تشخیص میں عموماً غلطی نہ ہو اور پھر طریقہ علاج کا اتنا تجربہ ہونا چاہئے کہ اس کا علاج معتاد و معروف طریقہ کے مطابق ملید اور ازالہ مرض میں موثر ہی ہوا کرتا ہو۔

مثلاً فساد و بزرغ جس کا طریقہ علاج چیسر بھاڑ، آپریشن کرنا اور نشر لگانا ہے تو اس کا چیسر بھاڑ کرنا اور نشر لگانا معتاد و معروف عد کے اندر ہی ہوتا ہو، تو اس مذاقت و تجربہ کے بعد وہ خواہ کسی ملکی قانون کے تحت کسی بنیاد پر علاج کرنے کا مجاز نہ ہو۔ مگر فیما بینہ و بین اللہ وہ علاج کرنے کا مجاز قرار دیا جاسکتا ہے۔

اب معلن کے علاج کرنے کی دو حیثیت ہو سکتی ہے اور ہمارے خیال میں دونوں کا حکم ایک دوسرے سے مختلف ہونا چاہئے۔  
(الف) معلن محض خدمت خلق کے نیک جذبہ کے تحت محض مفت و رضا کارانہ ہو۔  
(ب) معلن مریض کے طلب و درخواست پر عقد اجارہ کے تحت بالمعاوضہ ہو۔

پہلی صورت میں معلن کا رضا کارانہ علاج کرنا اپنی جگہ جتنا بھی لائق ستائش ہو اور عند اللہ جتنے بھی اجر و ثواب کا وہ مستحق بن جائے۔ اور یہ رضا کارانہ علاج اس پر گویا لازم بھی ہو لیکن قضاء واجب و لازم نہیں صرف مباح کے درجہ میں اس کی اجازت ہوتی ہے اور بس۔  
جب کہ دوسری صورت میں عقد اجارہ کے بعد معلن کی حیثیت ایک اجیر کی ہو جاتی ہے اور اس پر اس عقد اجارہ کے سبب علاج کرنا قضاء بھی لازم واجب ہو جاتا ہے۔

اور فقہاء اصول بطور قاعدہ شرعیہ یہ فرماتے ہیں: "والاصل ان الوجوب لا یستلزم وصف السلالة والعباح بتمکیده" (الاشیاء ص ۲۸۹)۔  
اور محمد علی ہاشمی رواد اللہ ص ۳۶۳ (۵ ج)

جس کا حاصل یہی نکلتا ہے کہ عمل واجب کی ادائیگی میں معمول علیہ کا ضرر و ہلاکت سے سلامت رہ جانا صحت عمل کے لئے قید اور لازمی نہیں، مگر معمول مباح سلامت من الضرر والہلاکت کے ساتھ متعید و مشروط ہو گا۔

چنانچہ حاکم و امیر پر شرعاً لازم ہوتا ہے کہ وہ مجرموں کی مناسب تعزیر کرے چوروں کا ہاتھ کاٹے اب اگر کوئی حاکم اس عمل واجب کی تکمیل میں مجرم کی تعزیر کرتا ہے اور چور کا مثلاً صرف ہاتھ کاٹتا ہے مگر تھپتا اس مجرم اور چور کی ہلاکت ہی ہو جاتی ہے تو حاکم پر کوئی تاوان و ضمان لازم نہیں کرتا۔  
بخلاف بچوں کے اولیاء کو تاویبا بچوں کی سزا و تعزیر کی اجازت ہوتی ہے گویا یہ تاویب و تعزیر بدرجہ مباح اولیاء کا حق ہوتا ہے اب اگر کوئی ولی اس حق مباح کی تکمیل کے طور پر بچے کی تاویب و تعزیر کرتے ہوئے اسے مارے اور تھپتا بچہ تلف عضو یا ہلاکت کا شکار ہو جائے تو اولیاء پر اس کا ضمان و تاوان لازم ہو جاتا ہے۔



تو اب خلاصہ حکم یہی نکلا کہ اگر کوئی معالج مریض یا ولی مریض کی اجازت و درخواست کے بغیر بلا عقد اجارہ کے محض جذبہ ترم کے تحت رضا کارانہ علاج کرے اور مریض کو فائدہ کے بجائے ضرر پہنچ جائے یا ہلاک ہی ہو جائے تو قصداً اس معالج پر ضمان و تاوان لازم آئے گا۔

گو دیانتہ اپنی نیک نیتی کے سبب وہ عند اللہ ماجد بن جائے۔ درمقدمہ میں یہ جزیئہ ہے کہ اگر ماہر فساد و بزلغ نے اذن ولی یا مریض کے بعد چیسر بھاڑ بقدر معاد کیا اور مریض ہلاک ہو گیا تو اس پر ضمان و قصاص نہیں۔ علامہ شامی اس پر لکھتے ہیں "قوله اذا كان الشق باذن فلو بدونه فالظاهر المصالح"۔ (ص ۳۶۳ ج ۵)

ہاں اگر معالج نے اذن مریض کے بعد عقد اجارہ کے تحت علاج کیا اور اس کا الٹا نقصان ہی مریض کو پہنچتا پڑا تو ایسی صورت میں یہ عمل علاج چوں کہ اس پر واجب کے حکم میں تھا اس لئے ضرر و ہلاکت کا کوئی ضمان و تاوان معالج پر لازم نہیں آئے گا۔

قصداً یہ بھی صراحتاً لکھتے ہیں "اما الحام والحمام والحنان والعصاة والبزاع فلا يتعبد لعلهم بشرط السلامة كالا حيو" (در مقدمہ ص ۳۶۳ ج ۵)

اس کی مزید تائید اسی جگہ درمقدمہ میں مقبول اس واقعہ جزیئہ کے حکم سے بھی ہوتی ہے "سنل نحم الدين عن صببة سقطت من سطح الخ" یعنی ایک بچی چھت سے گر گئی اور اس کے سر میں ورم و سوجن آگیا اگر جراح نے سر کو چیسر کر علاج کرنے کی مخالفت کی اور بچی کے مرنے کے خطرہ کا اظہار کیا مگر ایک جراح نے یہی طریقہ علاج کو ضروری اور مفید سمجھ کر سر چیسر دیا۔ بچی دو دن کے بعد مر گئی تو نجم الدین سے پوچھا گیا کہ جراح ممان ہو گا یا نہیں تو تھوڑی دیر سوچ کر جواب دیا کہ اگر جراح نے ولی کی اجازت کے بعد معروف و معاد انداز ہی سے سر چیسر کیا تھا تو اس پر ضمان لازم نہیں ہو گا۔ حتیٰ کہ اگر کوئی معالج مریض کی صحت و سلامتی کی ضمانت بھی لے لے مگر اتفاقاً مریض ہلاک ہی ہو جائے تب بھی معالج پر کوئی ضمان و تاوان لازم نہیں آتا۔

اما المعتبر شرط الضمان لما تقرر ان شرط على الامين باطل على ما هو الفتوى ايضا

۲۔ طبی اصول کے مطابق جو احتیاطی تدبیریں جس مرض کے علاج میں ضروری سمجھی جاتی ہیں اس کی رعایت رکھنی معالج کی ذمہ داری ہوتی ہے اب اس کی رعایت کئے بغیر اگر کوئی معالج کرے اور مریض کا کوئی عضو برباد ہو جائے یا وہ ہلاک ہی ہو جائے تو بوجہ تعدی اس پر ضمان و تاوان لازم آئے گا۔

کتب فقہ میں یہ جزیئہ ہے "قطع الحمام لحام عينه و كان غير حاذق فصبت عليه نصف الدية" گویا غیر حاذق معالج کا ممان ہونا مصرح

ہے اور جو معالج طبی اصول کے مطابق جو ضروری احتیاطی تدبیریں ہیں اس کی رعایت نہ کرے وہ غیر حاذق ہی ہو گا اس لئے ضرر و ہلاکت کا ممان قرار پائے گا۔

۳۔ جواب میں تفصیلاً لکھا جا چکا ہے کہ مریض یا ولی کی اجازت کے بغیر علاج کرنا معالج پر لازم نہیں محض مباح ہے "والمباح يتعبد بالسلامة"۔

اس لئے اگر مریض کے اذن و اجازت کے بغیر آپریشن کے بعد مریض فوت ہو جائے یا عضو بیکر ہو جائے آپریشن کامیاب نہ ہو سکے تو معالج پر ضمان و تاوان لازم آئے گا۔ اوپر شامی علیہ الرحمہ کی جو وضاحت "ولو كان الشق باذنه" ممان کے قول پر بالفاظ "ولو بدونه فالظاهر المصالح" سے نقل ہوتی ہے اس کا تو یہی مقصود ہے واللہ اعلم۔

۴۔ اگر کسی خارجی اسباب و مولع کی بنیاد پر مریض یا اس کے ولی و اقربا سے آپریشن و علاج کی اجازت لینی ممکن نہ بن سکے اور ڈاکٹر نے جذبہ ترم کی بناء پر نیک نیتی کے ساتھ اس کے آپریشن و علاج میں تاخیر کو مضر سمجھ کر آپریشن کر دیا مگر یہ کامیاب نہیں ہو سکا اور مریض ہلاک ہو گیا تو "بتاؤد المباح يتعبد بالسلامة" ڈاکٹر تاوان کا ممان ہو گا گو عند اللہ نیک نیتی کے سبب ماجور ہی بن جائے۔



## محور دوم

۲۰۱۔ جب ایڈز جیسے موذی مرض کے متعلق تجربتا معلوم و مشاہد ہو چکا ہے کہ یہ متعدی ہو جاتا ہے تو ایسے مریض پر شرعاً لازم ہے کہ اپنے اس موذی و متعدی بیماری کی اطلاع متعلقین اور دیگر لوگوں کو دے دے تاکہ دوسرے لوگ حفاظتی تدبیریں اختیار کر سکیں، محض اچھوت بن جانے کے موبہوم خطرہ کی بنیاد پر اس کو چھپانا اور دوسروں کو خطرہ و ضرر کی زد میں لانا صحیح نہیں ہوگا۔

جب کہ ہر مسلمانوں پر شرعاً و سماجیہ لازم ہے کہ وہ تقدیر خداوندی پر ایمان و یقین رکھتے ہوئے اس طرح کے مریضوں کو سماجاً اچھوت نہ بنائے بلکہ ہمدردی کا معاملہ کرے۔ اب اگر کوئی ضعیف الاعتقاد مسلمان ایسے کسی مریض کو سماجاً اچھوت بناتا ہے تو یہ الگ قابل اصلاح چیز ہوگی اور اسلامی اصول و عقائد کی وضاحت کر کے ایسے ضعیف الاعتقاد لوگوں کے خیالات کی تصحیح کی جائے گی اور عقیدہ کی استواری کے ساتھ صرف احتیاطی تدبیر اختیار کر لے کی اجازت و ترغیب دی جائے گی۔

اسی طرح ڈاکٹر کی بھی اخلاقی و شرعی ذمہ داری ہوگی کہ وہ ایسے مریض کی رازداری نہ کرے کیوں کہ ڈاکٹر کے افشاء راز اور حقیقت واقعہ کے اظہار سے صرف شخص واحد مریض کا سماجاً اچھوت بن جانے کا خطرہ موبہوم ہو سکتا ہے جو ضرر خاص ہوگا۔ مگر رازداری بدستے سے بہت سارے متعلقین اور دوسرے لوگوں کے ضرر میں پڑ جانے کا بظن غالب امکان ہے اور شہیت کا مشورہ قاعدہ ہے۔

”ینحمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام“ (اشباہ ص ۸۰، نفاذیم)

۲۔ کسی بھی مرض متعدی کا تعدیہ تقدیر الہی کے خلاف اذن خداوندی کے بغیر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ ہر ایک مسلمان کا ایمان و عقیدہ ہونا چاہئے۔ اس لئے کسی متعدی مرض کے مریضوں کو اچھوت بنانا اس سے الگ تھلک رہ کر مریض کو ذہنی اذیت و ناسخاً اخلاقاً جائز نہیں، سماج اور متعلقین کی

اخلاقی و شرعی ذمہ داری ہے کہ بدرجہ سبب ظاہری اپنی حفاظت کی تدبیروں کے ساتھ ایسے مریض سے اظہار ہمدردی کرے اس کی ہر ممکن مدد کرے اور یہ یقین پیدا کرے کہ اس طرح کے عام اشتہار کے باوجود اگر میری تقدیر میں اس مرض کا شکار ہو جانا نہیں لکھا ہے تو ہم کبھی اس مسلک مرض میں گرفتار نہیں ہوں گے اور اگر اپنی ممکنہ حفاظتی تدبیروں کے بعد بھی ہم اس مرض کے شکار ہو گئے تو محض اذن خدائی اور تقدیر الہی کے سبب ہوں گے اور بس۔

۳۔ نکاح کے بعد ایک شوہر کو بیوی سے حسب منشاء و ملی کر لے کا حق شرعی مل جاتا ہے متعلق علیہ مسئلہ ہے اور فقہاء صراحت کرتے ہیں کہ شوہر کے بار بار بکثرت جماع سے عورت کی ہلاکت ہو جائے تاہم قضا، شوہر پر کوئی ضمان و تاوان نہیں لازم ہوگا۔ (شامی ص ۲۶۳ ج ۵)

اس جزئیہ قضیہ کا تقاضہ تو یہی نکلتا ہے کہ اگر ایڈز کے مریض شوہر کی و ملی سے عورت گرفتار مرض ہو کر ہلاک بھی ہو جائے تب بھی اس کا تاوان شوہر پر لازم نہیں آئے گا۔ گو اس خود غرضی و بدعتی کے سبب وہ عند اللہ سخت مجرم اور عاصی و خاطی قرار پا جائے۔

اسی طرح ایڈز کا مریض اگر اپنا خون دوسرے مریض کو پھر جانے کے لئے دیتا ہے تو نیک نیتی اور بدعتی کے فرق کے سبب عند اللہ اور دیانت اس کا عاصی و خاطی ہونا نہ ہونا دونوں ممکن ہے مگر قضا، کسی بھی صورت میں اس کا یہ فعل موجب ضمان و تاوان نہیں کہا جاسکتا۔ ہاں بدعتی کے ساتھ خون فنا ایک طرح ضرر و فریب ہے اس لئے عام اس کی مناسب تہذیب کر سکتا ہے۔ فقہاء لکھتے ہیں کہ ”اگر کسی نے کسی کو خبر دیا اور وہ شخص اسے پی کر ہلاک ہو گیا تو لاخصاص ولا بدیہ“ لانه شرب منه باحتیاط الا ان الدفع خدعة فلا یلزم الا التبریر والاستعداد۔ (در مختار ص ۲۰۰ ج ۵) یعنی گورہر دینے والے پر قصاص و دیت نہیں ہوگا کیوں کہ پینے والے لامل ممتد لے اپنے اختیار سے چلا اور ہلاک ہوا۔ لیکن چوں کہ اس طرح زہر دینا ایک طرح کا فریب اور دھوکا دینا ہے اس لئے اس پر استغفار تو یہ بھی لازم ہوگا اور مستحق تہذیب ہو جائے گا۔

۵۔ اگر کسی مسلمان خاتون کا شوہر ایڈز جیسے کسی متعدی مرض کا مریض ہو جائے تو اس مرض کی بنیاد پر عورت فسخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے، اس طرح وہ عورت بھی جسے ایڈز جیسے امراض کے مریض نے دھوکا دے کر اپنا مرض چھپا کر شادی کر لیا ہے۔ فسخ نکاح کر سکتی ہے۔ اور اس پہیلی صورت میں یہ مریض دھوکہ و فریب دہی کے سبب مستحق تعزیر بھی ہوگا۔

اسباب فسخ نکاح گو بین الائمہ مختلف قیام ہیں مگر امام محمد علیہ الرحمہ کا قول اختیار کرنا اوفق باللہ اور اسر للناس معلوم ہوتا ہے۔ علامہ زبیلی شرح کنز تبیین الحقائق میں لکھتے ہیں۔

قال محمد ترد المرأة اذا كان بالرجل عيب فاحش بحيث لا تطيق الطعام معه، لانه تعدر عليه الوصول الى حقه لمعنى فيه

فكان كالحب والعتة۔ (ص ۲۵ ج ۳)

علامہ کاسانی لکھتے ہیں "وقال محمد خلوه من كل عيب لا يمكنه الطعام معه الا بضرر كالجنون والجدام والبرص شرط لزوم النكاح حتى

يفسخ به النكاح" (بدائع الصنائع ص ۳۲۴ ج ۲)

امام محمد علیہ الرحمہ کے ان دونوں مقبول اقوال کا حاصل یہی نکلتا ہے کہ ہر وہ عیب جو گھناؤنا ہو عورت ایسے عیب سے عیب دار شوہر

کے ساتھ رہنے کی اپنے اندر طاقت و تحمل نہ پائے تو عورت نکاح فسخ کر سکتی ہے کیوں کہ جب مرد میں موجود کسی ایسے عیب کے سبب عورت اپنا حق و ملی و جہ حاصل نہیں کر سکتی تو حکمایہ مرد محبوب و عنین بن گیا، اور محبوب و عنین مرد سے نکاح فسخ کرانے کا حق مستحق علیہ ہے۔ گویا شوہر کا ہر ایسے عیب سے پاک صاف ہونا لزوم نکاح کے لئے ضروری ہے جس عیب کے ہوتے ہوئے بلاذہنی کوفت و اذیت اور جسمانی ضرر کے امکان کے شوہر کے ساتھ رہنا ممکن نہ ہو سکے، اب اگر کوئی شوہر ایسے ضرر رساں عیب سے خالی نہ ثابت ہو سکے تو عورت اپنا نکاح فسخ کر سکتی ہے

۶۔ امرأة عالجت في اسقاط ولدها لانهم عالم يستنشى من خلقه (بحر الرائق ص ۲۰۵ ج ۸) اس طرح کی فقہی روایتوں سے بوقت ضرورت و حاجت معتبرہ جب حاملہ کو بچوں کی صورت بننے اور جان ڈالے جانے سے پہلے اسقاط حمل کی اجازت دی جاسکتی ہے تو ایڈز کی مریضہ کو بھی یہ اجازت انھیں شرطوں کے ساتھ مل سکتی ہے۔ مگر یہ عورت کے لئے اختیاری اجازت ہوگی اس پر اس کو مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

گو طبی لحاظ سے بچے میں مرض منتقل ہو جانے کا پورا اندیشہ ہو مگر لازمی اور یقینی نہیں کیوں کہ مرض کا متعدی ہونا محض ایک سبب ظاہری ہو سکتا ہے اور سبب کے بعد سبب کا وجود ضروری نہیں مختلف ممکن ہے۔ انتقال مرض یا حدوث مرض کی علت حقیقی اذن الہی ہے اور بس۔ اس لئے سبب ظاہر پر نظر رکھتے ہوئے ایڈز کی مریضہ کو صورت بننے اور جان پڑنے سے پہلے پہلے اسقاط حمل کی اجازت دی جاسکتی ہے لازم نہیں بنایا جاسکتا۔ اس لئے شوہر یا محکمہ صحت کی طرف سے اگر وہ واجبات کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

۷۔ جب ایڈز کا مرض محض ایک ساتھ رہنے سے ملنے جلنے سے متعدی نہیں ہوتا تو ایسے مریض بچے بچیوں کو اسکول و مدارس میں داخلہ سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ ایسی سخت نگرانی رکھی جائے اور وہ مفید حفاظتی تدبیریں اختیار کی جائے، جس کے بعد وہ صورت حال سامنے ہی نہ آ سکے جس میں مرض کے متعدی ہو جانے کا امکان بڑھ جاتا ہے، مثلاً اختلاط جنسی اور خون گرنے اور چھونے کا واقعہ پیدا نہ ہونے دیا جائے اپنی حد تک بقدر استطاعت حفاظتی تدبیر کرتے ہوئے عجب و انجام اللہ کے سپرد کرنے کا طریقہ ہی صحیح طریقہ کہلا سکتا ہے، تعلیم و تعلم سے محروم کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

۸۔ اس سوال کا جواب مذکورہ بالا جواب ۳ سے واضح ہو جاتا ہے۔

۹۔ کسی مرض کے مرض الموت ہونے کے لئے یہ قطعاً ضروری نہیں کہ مریض بالکل صحت فراش بار بستر بن جائے بلکہ ایک چلتا پھرتا دین دنیا کا سارا کام انجام دینے کی سکت رکھنے والا مریض بھی اگر ایسی بیماری کا شکار ہو جائے کہ غالب گمان کے مطابق موت تک صحت ماب نہ ہو کر آگے،



تو ایسے مرض کو بھی مرض الموت کہا جاسکتا ہے۔ مگر اس میں ایک شرط یہ ہے کہ وہ مرض ایک سال تک طویل و ممتد نہ ہو سکے۔ اگر ایسی بیماری ایک حالت میں اور مرض میں کسی انشاء و زیادتی کے بغیر ایک سال تک طویل و ممتد ہو جائے تو ایسے مریض کو حکماً صحیح و تندرست کہا جائے گا۔ اس لئے سال بھر بعد اس مرض سے اگر مریض مرتا ہے تو اس مرض کو مرض الموت نہیں کہا جاسکتا۔

ہاں اگر اس مرض میں یوں فیوذا انشاء بھی ہوتا جا رہا ہے تو پھر ایک سال سے زائد تک طویل و ممتد ہونے کے باوجود وہ مرض الموت ہی کہلاتے گا۔

فقہا لکھتے ہیں۔ المبرۃ للعلیۃ مع الغالب من هذا المرض الموت فهو مرض الموت ان كان يخرج من البيت الخ۔

حاصلہ انہ ان صار قد یما بان تطاول سنہ ولم یحصل فیہ ازیدیاد فهو صحیح ، اما لو مات حالہ الازدیاد الواقع قبل التطاول

او بعدہ فهو مریض (شافی ص ۵۲۰ ۵۲۱ ع ۲۵)

مذکورہ بالا تفصیل اور فقہی عبارت سے یہی معلوم ہوا کہ ایڈز کا مومن اور کیسرس کا مریض اگر ایک سال تک مرض میں کسی بدھوتی و انشاء کے بغیر زندہ رہ گیا تو وہ حکماً صحیح و تندرست ہو گیا اس مرض پر مرض الموت کے احکام جاری نہ ہوں گے۔ ہاں اگر ایک سال کے اندر مر جائے یا سال کے بعد مرے مگر وہ مرض ہر دن روز بروز انشاء پذیر بھی ہوتا رہا تو اس پر مرض الموت کے احکام بھی جاری ہوں گے۔

۱۰۔ مشہور حدیث "مر من المجلوم كما تنفر من الاسد" اور "لا عدوی ولا مطیۃ" جیسی بظاہر متعارض حدیثوں کے درمیان وجہ تطبیق کے طور پر علماء محدثین اور فقہاء نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہی نکلتا ہے کہ "ان هذا دخصة للعطاء وترکہ جائز لا قویاء" (مرقاۃ ص ۵۲۰ ع ۲۵) یعنی منعیف الاعتقاد لوگوں کے لئے فرار کی رفعت ہے مگر جن کا یقین ایمان تھویر الہی پر مضبوط ہے وہ سبب ظاہر اور علت حقیقی کے فرق نتائج کو تسلیم کرتا ہے تو اس کے لئے ترک فرار کی اجازت ہے۔

اس کے ساتھ ایک دوسری حدیث میں موضع طاعون سے فرار اور اس میں داخلہ دونوں کی ممانعت بھی آتی ہے۔ اس لئے اگر حکومت کی طرف سے ایسے وبائی مقامات کے آمد رفت پر پابندی لگائی جائے تو اسے خلاف شریعت نہیں کہا جاسکتا۔ مگر اس میں ایسی سختی بھی حکم شریعت سے مکمل ہم آہنگ نہیں کسی جاسکتی کہ کسی بھی فرد کو وہاں سے نکلنے دیا جائے اور نہ داخل ہونے کی اجازت ملے۔ ظاہر ہے کہ من جانب حکومت اس پابندی میں اجماع عام و شیوع اور اتنا تشدد عوام و خواص سمجھوں گے کہ مختلف ضرر و مشکلات کا سبب بن سکتا ہے جسے شریعت اسلامی کے تفصیلی احکام کے مطابق ہرگز نہیں کہا جاسکتا، وبائی مقامات سے بھاگنے یا وہاں داخل ہونے کے متعلق حکم شرعی کی تفصیلات علماء کے علم میں ہیں، نقل سے کیا ماحصل۔

۱۱۔ کسی جگہ کے وباء زدہ ہونے سے پہلے وہاں کا کوئی باشندہ اپنی کسی ضرورت سے باہر گیا ہوا تھا۔ اسی درمیان وہ جگہ وبائی بن گئی اور اس شخص کے لئے مختلف ضرورتوں اور مصلحت کی بنیاد پر اب اپنے وطن کی واپسی مناسب یا ضروری بھی ہو چکی ہے۔ تو ایسے شخص کو وطن واپسی کی اجازت ہوگی۔ اس کے برعکس باہر سے آنے والے لوگوں کو اپنی ضرورت و حالت کے مطابق اس جگہ سے نکلنے کی بھی اجازت ہوگی۔ اس طرح ہر مرض علاج و تیمارداری مریض کو بھی حسب اقتضا، حالت و ضرورت اس وبائی جگہ سے باہر جانے کی اجازت ہوگی۔ خدا تبارک و تعالیٰ اعظم بالصواب

محور سوم

۱۔ کسی کے اندرونی عیوب و امراض اور جسمانی نقص کا اظہار و اظہار کسی مصلحت داعیہ کے بغیر شرعاً جائز نہیں کیوں کہ یہ اظہار اشاعت فاحشہ، ہتک حرمت مسلم، ضرر رسانی یا تمایز بالاعتاب وغیرہ امور ممنوعہ میں سے کسی نہ کسی ذیل میں آئے گا۔ ہاں جب اس کے اظہار کی ضرورت و مصلحت مقتضی بن جائے تو پھر اس کا اظہار کبھی جائز کبھی ضروری ہوگا۔ مجاہد باللسق کے امور فاسد کی اطلاع حاکم وقت کو دینا تاکہ مناسب تدبیر



ہو جائے۔ کسی ظالم اور عادی چور ڈاکو کے ظلم و چوری کی اطلاع اور اس عیب کا افشاء تاکہ عوام و خواص اپنی حفاظت کی تدبیریں کر سکیں اور ایسے لوگ سے چمکارہ سکیں وغیرہ وغیرہ بوجہ مصلحت شرعاً مسموع ہے۔

اب صورت مسنور میں جب ایک مسلمان ڈاکٹر کسی مریض کے جسمانی نقص مثلاً اندھاپن وغیرہ کو جانتا ہے تو ابھدا کوئی ذمہ داری نہیں اور نہ اس پر ضروری ہوگا کہ اس نقص کی اطلاع خواہ مخواہ لوگوں کو دیتا رہے کیوں کہ اس طرح اس مریض کی رسوائی ذلت ذہنی اذیت کا اسے ضرر ہوگا۔ لاضرر ولاضرار فی الاسلام۔ شرعی ہدایت ہے۔ اب اگر ڈاکٹر کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا رشتہ نکاح کسی خاتون سے ہونے جا رہا ہے اور یہ بھی اس کا گمان ہو کہ اگر عورت کو اس مرد کا عیب معلوم ہو جائے تو رشتہ پر تیار نہ ہوگی۔ تاہم ڈاکٹر کی ذمہ داری نہیں کہ اس عیب کا افشاء کرے۔ بظاہر ڈاکٹر کی رازداری بدست سے عورت کا ضرر خاص ہوگا تو اظہار عیب سے مرد کا ضرر خاص ہوگا اور یہ دونوں برابر ہے۔ اس لئے اولاً ڈاکٹر اپنا فریضہ خاموشی ہی کو سمجھے۔

ہاں جب خاتون یا اس کا ولی نکاح کے متعلق مشورہ طلب کرتے ہوئے اس مرد ناقص الجسم کی حقیقت دریافت کرے جب ”بحکم حدیث المستشار مؤمنین“ کے تحت ایک ترجیحی حیثیت افشاء عیب کو حاصل ہو جائے گی اور اب ڈاکٹر کی اخلاقی اور شرعی ذمہ داری ہوگی کہ وہ پوری حقیقت صحیح اور سچے انداز میں ظاہر کر دے ورنہ خائن ہونے کا مجرم و گنہگار ہوگا۔

۲۔ ایک مرد و عورت کے درمیان رشتہ نکاح کی بات چل رہی ہے اور اسی رشتہ کی پائیداری اور مقاصد نکاح کے حصول کے امکان و عدم امکان کی تحقیق کے لئے دونوں مرد و عورت کسی ڈاکٹر کے پاس طبی جانچ کے لئے آتے ہیں تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کی نئی تحقیق کے بعد جس کے متعلق جس عیب و نقص کا علم ہوا ہو اس کا اظہار بہر حال لازم و ضروری ہوگا اور یہی اظہار واقعہ و حقیقت اس کی دیانت کا تقاضا ہوگا۔ ورنہ کسی ایک فریق کو دانستہ خدع و فریب دے کر ضرر میں ڈالنا ہوگا جو شرعاً ممنوع ہے۔

فریقین کی طرف سے اس طبی جانچ کی درخواست دراصل ڈاکٹر سے عقد نکاح کے متعلق مشورہ لینا ہے۔ اس لئے ”المستشار مؤمنین“ حدیث نبوی کے مطابق کتمان حقیقت جائز نہیں۔ ایک خیانت ہوگی۔

۳۔ اگر کسی ڈاکٹر کو مرد و عورت دونوں یا کسی ایک کے کسی عیب کا کوئی علم ہو تو محض معلوم ہو جانے سے اس کی یہ ذمہ داری نہیں ہو جاتی کہ وہ اس کا اظہار بھی کرتا پھرے۔ حتیٰ کہ اگر ڈاکٹر کو ایسے مرد و عورت کے باہمی نکاح پر آمادگی کا علم بھی ہو جائے جب بھی ڈاکٹر کے لئے ضروری نہیں کہ از خود اس عیب و نقص کا اظہار کرے۔ کیوں کہ یہاں اظہار عیب اور رازداری برتتا دونوں ہی عمل کسی نہ کسی فریق کے لئے ضرر خاص کو مستلزم ہے ایک کو ضرر میں ڈالنے اور دوسرے کو ضرر سے بچانے کی کوشش کرنا ترجیح بلا مرجح ہو کر فعل مذموم قرار پائے گا۔

ہاں جب ایک فریق ڈاکٹر سے بطور مشورہ حقیقت حال دریافت کرے جب اس وقت ڈاکٹر کی ذمہ داری ہوگی کہ جس کی جو واقعی حقیقت مال ہو ہلاکم و کاست بیان کر دے۔ اب رازداری برتتا خدع و فریب اور خیانت بن جائے گا جو جائز نہیں۔

۵۱۳۔ ایک شخص موجودہ جسمانی عیب و نقص مثلاً صنف بصرات یا حرام مشروبات شراب وغیرہ کے عادی ہونے کے باوجود ایسی ملازمت کر رہا

ہے جس کے سبب عام انسانوں کی زندگی خطرہ کی زد میں آ سکتی ہے مثلاً ڈرائیور، پائلٹ وغیرہ ہے۔ کسی ڈاکٹر کو اس کا یہ عیب و نقص اور شرعی عادت کا شکار ہونا معلوم ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس عیب و نقص اور شرعی عادت کی اطلاع اگر متعلقہ محکمہ کو وہ ڈاکٹر دیتا ہے تو اس کی ملازمت ختم ہو جاتی ہے جو اس کا ضرر خاص ہے اور اگر خاموشی و رازداری برتتا ہے تو اس کی ڈرائیوری سے عام لوگوں کی زندگی خطرہ میں پڑتی ہے۔ ایسی صورت میں ڈاکٹر کیا کرے؟ ظاہر ہے کہ اس صورت میں مشورہ قاعدہ فقہیہ کے تحت ”بتحمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام“

ڈاکٹر کی اخلاقی اور شرعی ذمہ داری ہوگی کہ ضرر عام کے مقابلہ میں ملازم کے ضرر خاص کی پروا نہ کر کے متعلقہ محکمہ کو اس کی اطلاع ضرور دے دے۔ اگر کوئی عورت ناجائز حمل سے پیدا شدہ بچے کو سماجی بدنامی سے بچنے کی خاطر چھپ کر کہیں ڈال آتی ہے اور پھر کسی ڈاکٹر کو اس واقعہ کی اطلاع دیتی ہے۔ ایسی صورت میں ڈاکٹر کی ذمہ داری ہوگی کہ ایک معصوم نفس کی حفاظت اور اس کی زندگی بچانے کی نیت سے حکومت کے متعلقہ محکمہ کو بچے کے فلان معینہ مقام پر ہونے کی اطلاع دے دے۔ اس کے بعد کوشش یہی کرے کہ عورت کی رازداری بدلت کر اسے بھی سماجی بدنامی سے بچالے۔ غرض مسلم کی حفاظت بھی شرعاً مطلوب و محمود ہے جس طرح احیا، نفس کی کوشش محمود ہے۔

لیکن اگر بچے کی حفاظت والی کوئی کلرروانی ڈاکٹر کی استطاعت میں عورت کی رازداری کے ساتھ ممکن نہ ہو تب ایک نومولود معصوم جان کی حفاظت کو عورت کی سماجی حریت کی حفاظت پر ترجیح حاصل ہوگی۔

۴۔ شراب یا کسی نشہ آور چیز کا کوئی شخص بری طرح عادی ہو چکا ہے اور چھوڑنے کی دلی تمنا و خواہش کے ساتھ چھوڑنے کی تمام ممکنہ کوششوں میں ناکام ہی رہتا ہے۔ آخر میں کسی ماہر نفسیات ڈاکٹر سے بفرض علاج رابطہ قائم کرتا ہے۔ وہ ڈاکٹر بھی تمام نفسیاتی طریقہ علاج اپنا کر مقصد میں کامیاب نہیں ہو پاتا۔ اب نفسیاتی علاج کی صرف ایک صورت یہی رہ جاتی ہے کہ ڈاکٹر اسے وہی شراب و نشہ آور چیز پینے کی اجازت دے مگر اس شراب میں مریض کو بتائے بغیر کوئی ایسی دوا شامل کر دے جس کے سبب دیر تک مریض کو قے یا مفل کی تکلیف اٹھانی پڑے اور نتیجتاً خود مریض کو اس شراب سے ایسی قوی اور طبیعت نفرت ہو جائے کہ وہ اس بری عادت سے نجات پا جائے۔

سوال یہ ہے کہ ایک مسلمان ڈاکٹر کے لئے آخری درجہ میں علاج کا یہ طریقہ اختیار کرنا اور بظاہر شراب حرام پینے کی اجازت دینا شرعاً جائز

ہوگا یا ناجائز؟

ہمارے خیال میں اسے "دواوی بالبحرم" کے درجہ میں رکھا جاسکتا ہے جس کے شرائط و احکام بین العلماء معروف ہیں۔ ڈاکٹر کے لئے ان شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے اس طریقہ علاج کا اختیار کرنا مدح جواز کے اندر آسکتا ہے۔ واللہ اعلم

۵۔ اگر جرائم پیشہ کوئی مجرم اپنے مجرمانہ اعمال و حرکات کے سبب کبھی اپنے ضمیر کی ملامت یا کسی دوسرے سبب کے نتیجے میں نفسیاتی الجھن کا شکار ہو کر مختلف تکلیف و عارضہ مثلاً بے خوابی و خیرہ کا شکار بن جاتا ہے اور جب وہ کسی نفسیاتی ڈاکٹر سے اپنے نفسیاتی علاج کے لئے رابطہ قائم کرتا ہے اس طرح ڈاکٹر کو اس کے ایسے مجرمانہ اعمال و طریقے کی خبر ہو جاتی ہے جس کی اطلاع متعلقہ محکمہ کو نہ دینے سے عام لوگوں کو نقصان ہو سکتا ہے اور اگر خبر کر دیتا ہے تو اس مجرم کا بظاہر معاشی طور پر ضرر خاص ہوتا ہے۔ یہاں بھی شریعت کے معروف قاعدہ "بتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام" کے تحت ڈاکٹر کی شرعی و اخلاقی ذمہ داری ہوگی کہ وہ افشاء راز کر کے متعلقہ محکمہ کو خبر کر دے۔

۶۔ اگر کوئی نفسیاتی مریض کسی نفسیاتی ڈاکٹر کے پاس اپنے اس مجرم کا خود اقرار کرے جس مجرم میں محض شبہ کی بنیاد پر دوسرا شخص ناخود بخود ہو گیا ہے اور اس کے خلاف جو مقدمہ چل رہا ہے اس میں درحقیقت اس غیر مجرم شخص ناخود کو سزا دی ہو جائے کا قن غالب ہے۔ تو عدیث رسول "انصر اعداء ظالمنا او مظلومنا" کے تحت وہ ڈاکٹر اظہار حقیقت کا ذمہ دار ہوگا اور ڈاکٹر کی شرعی ذمہ داری ہوگی کہ ممانعت کر کے اصل مجرم کی رازداری بدلت کر ایک ظالم کی حمایت نہ کرے بلکہ مظلوم مہمانی کی مدد کرتے ہوئے عدالت میں اپنے علم کے مطابق بیان دے کر مظلوم کی رہائی کی کوشش کرے۔ عند اللہ ماجور ہوگا۔

مظلوم یا خود شخص کا حق جب اس ڈاکٹر کے بیان و شہادت کے بغیر حاصل ہونا ممکن نہیں ہو تو اس کی شہادت وہی ضروری ہوگی ورنہ  
 "لا تکتنبوا الشہادۃ" کی خلاف ورزی کر کے کتمان شہادت کا مجرم و گناہ بگڑ بنے گا۔ آخر مظلوم ہے سولی پر قالم ہے تماشائی کی صورت پیدا کرنا  
 کون سی دیانت ہوگی اور کس عدل و انصاف کا تقاضہ کیا جاسکتا۔

۱۰۔ کسی متعدی مرض کا مریض کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے۔ گو مریض کا اصرار ہے کہ ڈاکٹر ہمارے اس مرض کی اطلاع کسی کو نہ کرے ورنہ سماجی طور  
 پر ہم اچھوت ہو جائیں گے۔ تاہم ضرر عام کی ترجیحی حیثیت کا لحاظ کر کے ڈاکٹر کی ذمہ داری ہوگی کہ بظاہر مریض کے ضرر خاص کو گوارا کر لے اور اس  
 کی اطلاع متعلقین کو دے دے۔ کیوں کہ درحقیقت یہ افشاء راز مریض کے ضرر خاص کو بھی مستلزم نہیں ہے۔ اس لئے کہ ایسے مریض کو شرعاً  
 اخلاقاً کسی طرح جائز نہیں کہ اچھوت بنایا جائے۔ اگر کسی سماج کی ضعیف الاعتقادی اور جہالت کے سبب اس کا امکان نظر آئے تو اس کی اصلاح  
 ہونی چاہئے نہ کہ علی الاعلاقی رازداری برت کر پورے سماج کے لئے خطرہ پیدا کیا جائے۔ لفظ "هذا عندی والعلم عند اللہ"۔



## طبی اخلاقیات

جناب شمس پیرزادہ (بہنی)

محور اول

(۱) امراض کے علاج کا مجاز بنانے کے لئے جو قوانین وضع کئے گئے ہیں ان کی بنیاد مصلحہ عامہ ہی پر ہے۔ اگر یہ قوانین ہوں تو باطل اور نیم حکیم قسم کے لوگوں کے ذریعہ مریضوں کی جانیں خطرہ میں پڑ جائیں اس لئے ان کی پابندی ضروری ہے۔ مجاز بنانے کا یہ طریقہ معروف ہے جس کے خلاف طور طریقے اختیار کر کے کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔

جو شخص "معروف" قوانین کی رو سے علاج کا مجاز نہیں ہے اس نے اگر انہیں ذاتی واقفیت کی بنیاد پر کسی مریض کا اس کے کئے پر علاج کیا اور اس کے علاج سے اس کو غیر معمولی ضرر پہنچا یا اس کا انتقال ہو گیا تو اس پر تاوان لازم ہوگا۔

(۲) جو ڈاکٹر قانوناً علاج و معالجہ کا مجاز ہے اگر اس نے علاج کر کے میں بے پرواہی برتی جس کی وجہ سے مریض کو کوئی بڑا نقصان پہنچا یا مریض فوت ہو گیا تو اس ڈاکٹر پر تاوان لازم آئے گا۔

علامہ ابن قیم کی کتاب طب نبوی کے اردو ترجمہ میں جو ادارہ السلفیہ بہنی نے شائع کیا ہے درج ہے کہ

طیب کی غلطی — تیسری صورت: طیب باہر ہے، اس کو علاج کی بھی پوری طرح اجازت ہے، اور اس کو فن طب میں بھی پوری دسرس ہے۔ لیکن اس سے غلطی ہو گئی، جس کا اثر مریض کے کسی حدست عضو تک پہنچ گیا اور اسے تلف کر دیا جیسے کسی نختہ کرنے والے کا ہاتھ سبقت کر کے غلطی سے صحن تک پہنچ جائے تو اسے تاوان دینا ہوگا اس لئے کہ یہ کھلا جرم ہے۔ (طب نبوی ص ۲۸۱)

اور فقہ السنہ میں ہے

لیکن اگر طیب نے غلطی کی جب کہ وہ طب کا جاننے والا ہے تو نقصان کی رائے میں اس پر دیت لازم آئے گی اور امام مالک سے منقول ہے کہ اس پر کچھ بھی لازم نہیں آئے گا۔ (فقہ السنہ سابق ص ۲۸۱/۲)

اور عبدالقادر عودہ اپنی مشہور اور ممتاز کتاب التشریح الجنائی الاسلامی میں فرماتے ہیں

اگر طیب اپنے کام میں غلطی کر بیٹھے تو وہ جواب دہ نہیں ہوگا الا یہ کہ وہ زبردست غلطی کا مرتکب ہو۔ اور زبردست غلطی (مخطا، فاحش) وہ غلطی ہے جسے فن طب کے اصول تسلیم نہیں کرتے اور نہ فن طب کے باہر اسے تسلیم کرتے ہیں۔ (۵۲۲/۱)

(۳) اگر ڈاکٹر کی رائے میں زیر علاج مریض کا آپریشن ضروری تھا اور اس نے مریض یا اس کے قریبی امراء سے اجازت لئے بغیر آپریشن کر ڈالا اور وہ آپریشن منسلک یا مضر ثابت ہوا تو ایسی صورت میں ڈاکٹر نقصان کا ضامن ہوگا۔

عبدالقادر عودہ لکھتے ہیں

"مریض کی اجازت —۔ طیب کی ذمہ داری اس صورت میں رفع ہو جاتی ہے جب کہ وہ مریض یا اس کے ولی یا

وصی کی اجازت سے علاج مطالبہ کرے۔ اگر مریض کا کوئی ولی یا وصی نہ ہو تو حاکم کی اجازت ضروری ہے کہ وہ اس شخص کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہیں۔ (المشروع الجنائی الاسلامی ۱/۲۲۰)

(۳) اگر ضرورت فوری طور پر آپریشن کی ہے اور مریض اجازت دینے کے لائق نہیں اور اس کے اعزہ سے فی الفور رابطہ قائم نہیں کیا جاسکتا ایسی صورت میں ڈاکٹر نے مریض کا آپریشن کر دیا اور یہ آپریشن ناکام رہا۔ مریض کی جان چلی گئی یا اس کا کوئی عضو متاثر ہو گیا تو اس صورت میں ڈاکٹر کو ضمانت نہیں قرار دیا جائے گا کیوں کہ یہ مجبوری کی صورت ہے اور مریض کی جان بچانا بھی ضروری ہے بشرطیکہ آپریشن کی ناکامی ڈاکٹر کی لاپرواہی کا نتیجہ نہ ہو۔

## ایڈز کے بارے میں طبی تحقیقات

مجموعہ دوم

سوالات کا جواب دینے سے پہلے ایڈز (Aids) کے مرض کے بارے میں طبی تحقیقات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے اس مسئلہ پر یہ قیصر محمود کی کتاب Islam: ultimate Answer to the challenge of Adids جو امریکہ سے شائع ہوئی ہے مفید معلومات کی حامل ہے۔ اس میں وضاحت کی گئی ہے کہ ایڈز کا مرض ایک خاص وائرس کے ذریعہ ہوتا ہے۔

The virus which causes Aids is called Human Immunodeficiency virus.

اس لئے اس وائرس کو HIV کہتے ہیں جو دو ٹائپ کا ہوتا ہے (HIV.1) اور (HIV.2) یہ وائرس بہت دنوں تک انسان کے جسم میں رہ سکتا ہے بغیر کسی خارجی تغیر کے :

In fact, the virus may remain in the body of a man over a span of a decade, without any external manifestations indicating its ugly presence. (p. 14)

ایڈز کے وائرس سے خون کے سفید خلیے متاثر ہو جاتے ہیں اور مریض کی قوت مدافعت گھٹتی جاتی ہے

There are some white blood cells which are infected by the virus of AIDS. —

— when these extremely important white blood cells are infected by the virus of AIDS. The usual activity of the immune system is burst apart. (p. 13)

بہت سے مریض کی ایک شخص سے دوسرے شخص کو منتقلی کی درج ذیل صورتیں ہیں۔

### 1. Illicit Sexual Relations

بائز جنسی تعلقات

یعنی ہم جنسی اور فاحشہ عورتوں (Prostitutes) سے تعلقات۔

A large number of men who visit prostitutes may transfer the virus through semen.

## 2. Blood Transfusion

جس شخص کے خون میں ایڈز کا وائرس HIV موجود ہو اگر اس کا خون دوسرے شخص کو دیا گیا تو ایڈز کا وائرس اس میں منتقل ہو جائے گا۔

If the blood is donated by a person carrying the HIV, the virus gets transferred to the person injected.

## 3. Hereditary Infection

## موروثی اثرات

ایڈز کی مریضہ اگر حاملہ ہو تو ایڈز کا وائرس جنین میں منتقل ہو جاتا ہے۔

If a women carrying the human immunodeficiency infection, becomes pregnant, there is often no way to stop her from transmitting the virus to her unborn young. (p. 19)

کسی شخص میں ایڈز کا وائرس موجود ہے یا نہیں اس کے لئے Test کرانے کی ضرورت ہوتی ہے اور تشخیص کا طریقہ (Complicated) ہے۔

The procedure of the diagnosis of Aids is thus, fairly complicated. And if it has been diagnosed that a person is suffering from AIDS, full treatment is difficult, as no cures have been found as yet. (p. 20)

ایڈز کا مرض کثرت سے پھیلتا جا رہا ہے۔ عالمی تنظیم صحت کے اعداد و شمار کے مطابق دنیا میں کم از کم ہندو لاکھ عورتیں اس مرض میں مبتلا ہیں۔

The World Health Organisation says that HIV has already infected of minimum of 15 million women in the world. (p. 24)

اور تازہ ترین صورت حال کے مطابق صرف ہندوستان میں سولہ لاکھ افراد HIV سے متاثر ہیں۔  
سوالات کے جوابات

(۱) جس مریض میں ایڈز کے وائرس پائے گئے وہ اگر اپنے متعلقین سے اس مرض کو چھپاتا ہے تو اس میں کوئی عرج نہیں ہے کیوں کہ یہ مرض ایسا نہیں ہے کہ چھوت سے دوسرے کو لگ جائے البتہ بیوی پر واضح کرنا ضروری ہے تاکہ مجامعت سے مرض اس میں منتقل نہ ہو جائے لیکن یہ واضح کرنا اس صورت میں اور بھی ضروری ہوگا جب کہ Test کے ذریعہ معلوم نہ ہو جائے کہ HIV لے مرض AIDS کی شکل اختیار کر لی ہے۔ کیوں کہ کسی شخص کے خون میں محض HIV یعنی وائرس کی موجودگی یہ معنی نہیں رکھتی کہ عملاً ایڈز کے مرض کا ظہور ہوا ہے۔

(۲) ایڈز کے مریض کے راز کو افشاء کرنا ڈاکٹر کی ذمہ داری نہیں ہے۔

(۳) ایڈز کا مرض تو مخصوص صورتوں ہی میں متعدی ہے اس لئے اہل فناء کے اس کے ساتھ رہنے سے مرض کے لگ جانے کا کوئی خطرہ ہے ہی نہیں۔ البتہ طاعون جیسے امراض متعدی ہیں لیکن اسلام کی رو سے ان کے بارے میں نہ تو یہ تصور صحیح ہے کہ وہ بجائے خود متعدی ہیں کہ اسباب ہی پر بھروسہ کیا جائے اور نہ لازماً یہ بیماریاں دوسروں کو لگ جاتی ہیں۔ طبی نقطہ نظر سے بیماری لگنے کے Chances ہوتے ہیں نہ کہ بیماری لازماً دوسرے شخص کو لگ جاتی ہے اور اسلام کی رو سے اللہ کے اذن کے بغیر کوئی بیماری کسی کو نہیں لگتی۔ اسلام احتیاطی تدابیر کے خلاف نہیں ہے لیکن ذمہ داریوں سے کمر ناک توکل کے منافی ہے لہذا طاعون وغیرہ کے مریض کے معالجہ کے سلسلہ میں اس کے متعلقین اور سماج کی جو ذمہ داریاں ہو سکتی ہیں ان سے فرار کی راہ اختیار کرنا جائز نہیں۔



(۳) ایڈز کے مریض نے جب کہ Test کے ذریعہ معلوم ہوا ہو کہ اس کے وائرس نے مرض کی شکل اختیار کر لی ہے اپنی بیوی سے مجامعت کرتا ہے یا کسی دوسرے کو خون دیتا ہے جب کہ اسے خون دینے کے لئے مجبور نہیں کیا گیا ہے تو وہ دوسروں کو ضرر پہنچانے کی وجہ سے گناہ گار ہے اور اگر اس کے اس عمل سے واقعی کسی کو ضرر پہنچ گیا تو وہ تاوان ادا کرنے کا ذمہ دار ہے۔

(۵) ایڈز کا مرض منسلک امراض میں سے ہے بشرطیکہ Test سے یہ ثابت ہو جائے کہ وائرس اس پر حملہ آور ہوا ہے اور اس نے مرض کی شکل اختیار کر لی ہے ورنہ کسی شخص کے خون میں وائرس کی محض موجودگی یہ معنی نہیں رکھتی کہ وہ ایڈز کے مرض میں مبتلا ہو گیا ہے۔ اگر کوئی شخص واقعی ایڈز کے مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے تو عورت کو فحش تکلیف کا مطالبہ کرنے کا اختیار ہے۔

(۶) اگر ایڈز کے مرض میں مبتلا عورت حاملہ ہو جائے تو اسقاط (Abortion) کرانا ضروری نہیں کیوں کہ وائرس کی بچہ کے جسم میں منتقلی لازماً یہ معنی نہیں رکھتی کہ بچہ ایڈز کے مرض میں مبتلا ہو جائے گا۔ اور اگر ہو جائے تب بھی کسی بچہ کو پیدا ہونے سے پہلے مار ڈالنے کے لئے کوئی وجہ جواز نہیں ہے۔ وجہ جواز اسی صورت میں ہے جب کہ ماں کی جان خطرہ میں ہو۔

(۷) جب ایڈز کا مرض چھوٹے سے دوسرے کی طرف منتقل نہیں ہوتا تو جو بچہ ایڈز کے مرض میں مبتلا ہو اس کو اسکول میں داخلہ سے روکنا صحیح نہیں۔

(۸) جو بچہ ایڈز کے مرض میں مبتلا ہو اس کا ممکن حد تک علاج کرنے کی ذمہ داری اس کے والدین وغیرہ پر عائد ہوتی ہے۔ لیکن اس مرض کا علاج اتنا مسنگا ہے کہ عام آدمی کے بس کی بات نہیں اس لئے سماج اور حکومت پر اس کے علاج کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ (۹) سوال واضح نہیں ہے۔

(۱۰) طاعون یا اس جیسے منسلک مرض کے پھیلنے کی صورت میں اگر کسی علاقہ کے اندر حکومت کی طرف سے آمدورفت کی پابندی لگتی ہے تو یہ پابندی شرعاً درست ہے کیوں کہ حدیث میں آتا ہے کہ

”جب تم سنو کہ کسی علاقہ میں طاعون پھیل چکا ہے تو وہاں نہ جاؤ اور اگر تم کسی ایسے علاقہ میں ہو جہاں طاعون پھیل چکا ہے تو وہاں سے نہ نکلو۔“ (بخاری، کتاب الطب)

لہذا حکومت جو مستقل پابندیاں لگائے گی وہ احتیاطی تدابیر کے لئے ضروری ہیں۔

(۱۱) استثنائی صورتوں میں طاعون زدہ علاقہ میں جانے یا وہاں سے نکلنے میں کوئی حرج نہیں ہے ورنہ ڈاکٹروں کا باہر سے آنا اور پولیس کا انتظامی امور کے لئے باہر جانا بھی ممنوع قرار پائے گا۔ اور شریعت کا منشاء، رطلع حرج ہے نہ کہ حرج پیدا کرنا۔

محور سوم

(۱) ڈاکٹر کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ مریض کے محبوب اور اس کے اہل اراض سے دوسرے لوگوں کو جو اس مریض کے Contact میں ہوں باخبر کرے کیوں کہ یہ صورت بری حد تک عملی نہیں ہے اور ظاہراً قانون بھی اس کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ مریض کے راز کو انشاء کرے۔ علاوہ ازیں اس میں نقص کا احتمال ہے کہ اس صورت میں مریض ڈاکٹر سے لڑے لگے گا۔ البتہ اگر اس مریض کے متعلقین ڈاکٹر سے پوچھتے ہیں تو اسے صحیح بات بتا دینا چاہئے۔

(۲) اگر ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان رشتہ نکاح کی بات چل رہی ہے اور وہ اسی مرض سے ڈاکٹر کے پاس طبی جانچ کے لئے آتے ہیں تو ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ صحیح صورت حال سے ایک دوسرے کو واقف کرادے۔

(۳) اگر دوسرا فریق ڈاکٹر سے پہلے فریق کے بارے میں جس کی جانچ اس نے کی ہے معلومات طلب کرتا ہے تو ڈاکٹر کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس کو صحیح معلومات بہم پہنچائے۔

(۴) جس کے پاس ڈرائیونگ لائسنس ہے اور اس کی بینائی بری طرح متاثر ہوئی ہے تو متعلقہ ٹھکر کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً ڈرائیوروں کی بینائی کی طبی جانچ کرائے۔

دوسروں کی ذمہ داری ڈاکٹر پر کیوں کر ڈالی جاسکتی ہے اور جس کی بینائی بری طرح متاثر ہو چکی ہو وہ آخر کار ہی چلائے گا کیسے؟ اور اگر بالفرض بس چلتا ہے تو پیسوں کو اس کی ڈرائیونگ ہی سے غلط محسوس ہوگا اور ان کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ متعلقہ ٹھکر میں Complaint درج کرائیں۔

(۵) ہوائی جہاز کے پائلٹ کی اس کے ڈیوٹی پر آنے وقت ہی جانچ ہوتی ہے کہ اس نے شراب تو نہیں پی ہے۔ اس لئے اس کے بارے میں یہ سوال خارج از بحث ہے۔ رہے ٹرین اور بس کے ڈرائیور تو وہ اپنی ڈیوٹی کے اوقات میں شراب پیتے ہیں یا دیگر اوقات میں اس کے بارے میں ڈاکٹر کو کیا معلوم؟

(۶) جان کو بچانا اس ڈاکٹر کی بھی ذمہ داری ہے جس کو معلوم ہوا ہے کہ ناچائز محل کی وجہ سے عورت لے بچہ کو کہیں پھینک دیا ہے۔ ایسی صورت میں وہ عورت کی رازداری بر گز نہ کرے بلکہ منصوبہ زندہ بچہ کو بچانے کی تدبیر کرے۔

(۷) جو شخص شراب کا عادی ہو اس کی اس عادت کو چھڑانے کے لئے ڈاکٹر ایک خاص گولی اسے کھلاتے ہیں جس سے وہ قے کر لے لگتا ہے اور اسے یہ باور کرایا جاتا ہے کہ یہ شراب کے اثرات ہیں۔ نہ یہ کہ شراب میں گولی ملا کر اسے پلائی جاتی ہے۔ ایک ڈاکٹر سے تحقیق کرنے پر راقم مسطور کو یہ بات معلوم ہوئی ہے اور اس کے پیش نظر بطور علاج شراب استعمال کرانے کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔

(۸) جزئیات اور تفصیلات میں گئے بغیر اصولی بات یہ کہی جاسکتی ہے کہ جو مجرم کھلے مسعد ہیں ان کے مسادے لوگوں کو بچانے کی کوئی کارگر تدبیر کی جاسکتی ہو تو وہ ضرور کی جانی چاہئے ڈاکٹر بھی اس ذمہ داری میں شریک ہے۔

(۹) اگر کسی بے گناہ شخص پر قتل کا مقدمہ چل رہا ہے اور ڈاکٹر کو اصل مجرم کا علم ہے جو اس کے زیر علاج ہے تو ڈاکٹر کی یہ ذمہ داری ہے کہ بے گناہ شخص کو بچانے کے لئے عدالت میں بیان دے جس سے مجرم مریض کے راز کا افشاء ہو جائے۔

(۱۰) اگر کوئی شخص کسی متعدی مرض میں مبتلا ہے اور اس کے گھر والے یا اور لوگ ڈاکٹر سے اس کی بابت پوچھتے ہیں یا حکومت کو اس سے مطلع کرنا ضروری ہے تو ڈاکٹر ان کو اس سے باخبر کرے اگرچہ مریض نے اصرار کے ساتھ اس سے منع کیا ہو۔ بصورت دیگر ہر متعدی مرض کے مریض کی تشہیر کرنا ڈاکٹر کی ذمہ داری نہیں ہے اور کہتے ہی متعدی امراض ایسے ہیں جن کے بارے میں ڈاکٹر کو وہم ہوتا ہے اور وہ خوف اور دہشت پیدا کرتے ہیں۔ گزشتہ سال کا واقعہ ہے کہ سورت میں طاعون کی وبا کا کتنا زبردست پروہیگنڈا کیا گیا جس سے پورے ملک میں خوف پیدا ہو گیا لیکن اس مرض کے اثرات بہت محدود رہے اور بعد میں ڈاکٹروں نے تردید کی کہ وہ طاعون تھا ہی نہیں بلکہ نمویہ جیسی بیماری تھی۔ لہذا احتیاطی تدابیر کا مطلب یہ نہیں ہے کہ متعدی امراض کے بارے میں خوف کی افشاں پیدا کی جائے، ڈاکٹروں کے وہی پن کو حقیقت سمجھ لیا جائے اور توکل کا دامن چھوڑ دیا جائے۔

# ”طبی اخلاقیات — مسائل و احکام“

## قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی کی روشنی میں

مولانا اختر امام عادل  
(استاذ دارالعلوم حیدرآباد)

آج دنیا طبی اعتبار سے کافی ترقی کر چکی ہے، جس کی وجہ سے بہت سے نئے مسائل کھڑے ہو گئے ہیں اور چوں کہ یہ بہت بڑا ذریعہ آمدنی بھی ہے، اس لئے کم و فریب کے بھی بہت سے نئے دروازے کھل گئے ہیں، مگر اسلام ہر دور کے لئے کافی و وافی ہدایات رکھتا ہے اس لئے ایسے اصول و حدود مقرر کئے ہیں جن کی مدد سے ہر دور میں ایک معتدل طبی نظام اخلاق قائم کیا جاسکتا ہے۔

اسلام علم طب کی حوصلہ افزائی بلکہ سرپرستی کرتا ہے، اور لوگوں کو اس کے سیکھنے سکھانے کی ترغیب دیتا ہے، اس کے نزدیک اس کی کیا اہمیت ہے اس کا اندازہ حضرت امام شافعیؒ کے اس قول سے ہوتا ہے کہ

العلم طباً، علم الفقه للادیان و علم الطب للابدان (قرۃ العیون فی تکرۃ الفنون ص ۸۰)  
علم تو بس دو ہیں، دینی معلومات کے لئے علم فقہ اور جسمانی صحت کے لئے علم طب۔

### ”محور اول (تعدی اور ضمان سے متعلق مسائل)“

اسلام علم طب میں مہارت پیدا کرنے کی تاکید کرتا ہے، اور بغیر مہارت و تجربہ کے محض ناقص طبی معلومات کی روشنی میں علل علاج معالجہ کو سخت ہرم قرار دیتا ہے، اس سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے:

من تعطب ولم یعلم منه، طب فهو ضامن (رواہ ابوداؤد والنسائی، مشکوٰۃ شریف ۲۰۳)

جو طبی لیاقت حاصل کئے بغیر ڈاکٹری کرے تو اس ذیل میں ہونے والے تمام تر نقصانات کا ضامن وہ ہوگا۔

اگر اس نے مریض کو نقصان پہنچانے کی نیت سے اپنی ناقص طبابت کا استعمال کیا، تو اس پر ضمان عہد عائد ہوگا، اور اگر نیت یہ نہیں تھی، بلکہ اپنے طور پر مریض کو نفع ہی پہنچانا چاہتا تھا تو راجع قول کے مطابق اس پر ضمان خطا عائد ہوگا، اگرچہ ایک رائے یہ بھی ہے کہ

اس شکل میں بھی وہ ضمان محمد کا مجرم ہے۔ (شرح الارکان علی مختصر قلیل ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، شریعہ المحتاج ۲۰۷، بحوالہ التشریح الجنانی الاسلامی ۱/۵۶۶)

البتہ پوری طبی مہارت و اہلیت رکھنے اور نیک نیتی سے علاج کرنے کے باوجود مریض کو کچھ نقصان پہنچ جائے، تو وہ اس کا ضامن نہیں ہوگا، اس لئے کہ علل علاج معالجہ کرنا ڈاکٹر کا منصبی فریضہ ہے اور فرائض کی تکمیل کے دوران ہونے والے نقصانات کا قانونی طور پر انسان ذمہ دار نہیں ہوتا، اگر ڈاکٹر اپنے فن کا متمتع اور متعلقہ بیماریوں کا واحد معالج ہو تب تو مریض کا علاج کرنا شرعاً اس پر فرض عین ہے، لیکن



اگر دوسرے ڈاکٹر بھی اس مرض کے موجود ہوں تب علاج کرنا فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے، مگر زیر علاج آجانے کے بعد اس کا فریضہ ہے کہ وہ طبی اصول کے مطابق پوری توجہ و مہارت کے ساتھ مریض کا علاج کرے، اور اپنی طبی صلاحیتوں کا استعمال کرے۔

(شامی کتاب الجنایات ۲۰۳/۵، مبدؤ للسر فسی ۱۶۰/۹)

## نقصانات کا ڈاکٹر ذمہ دار نہیں! ائمہ اربعہ کا مسلک

اس کے باوجود بھی انسان ہونے کے ناطے ڈاکٹر سے غلطیاں سرزد ہونا، یا مریض کو نقصان پہنچ جانا بعید نہیں، اس صورت میں اصولی طور پر تقریباً تمام فقہاء متفق ہیں کہ ڈاکٹر پر اس کی ذمہ داری نہ ہوگی۔

## حنفیہ

امام اعظم ابوحنیفہ، دو وجہ سے ڈاکٹر کو اس کا ذمہ دار قرار نہیں دیتے۔

(۱) ایک ہے اجتماعی ضرورت، یعنی طبی خدمات کے دوران ہونے والے نقصانات کا ذمہ دار اگر ڈاکٹر کو قرار دیا جائے، اور قانونی یا تمدنی کسی بھی اعتبار سے اس کی گرفت کا جائے، تو اس سے ڈاکٹروں کی حوصلہ شکنی اور ان کے فن اور خدمات کی ناقدری ہوگی، اور اس صورت حال میں کوئی بھی ڈاکٹر کھلے دل اور حاضر دماغ کے ساتھ مریض کا علاج نہیں کر سکتا، بلکہ بہت ممکن ہے کہ قانونی یا معاشرتی گرفتوں کا احساس اس پر اس حد تک غالب ہو جائے کہ وہ اپنے آپ کو خطرات میں ڈالنے کے بجائے اپنی فنی خدمات ہی سے سبکدوش ہو جائے، اور خدا نخواستہ اگر ایسا ہو جائے تو بہت بڑا اجتماعی نقصان ہوگا۔

(۲) دوسری وجہ ہے مریض یا اس کے اولیاء کی اجازت، ڈاکٹر مریض کو بچانے یا بیماری سے نجات دلانے کا جو بھی عمل کرتا ہے، اس کی مریض یا اس کے اعزہ کی طرف سے صریحاً یا دلالتاً اجازت ہوتی ہے۔ اور اجازت کے بعد انسانی اعضاء کے ساتھ حدود میں رہتے ہوئے ڈاکٹر جو بھی تصرف کرے گا، اس پر کوئی ضمان نہیں ہو سکتا۔ (بدائع الصنائع ۲۰۵/۷)

دوسرے ائمہ بھی مخصوص شرائط کے ساتھ اس باب میں امام صاحب کے ہم خیال ہیں۔ مثلاً

## مالکیہ

امام مالک ڈاکٹر کی برائت کے لئے دو شرطیں عائد کرتے ہیں۔

(۱) ایک شرط یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے ڈاکٹر کو علاج معالجہ کی باقاعدہ اجازت ہو، جو اس کی واقعی اہلیت کی دلیل ہوگی۔

(۲) دوسرے مریض یا اس کے اعزہ کی طرف سے بھی اجازت ہو، جو کسی مخصوص واقعہ میں مریض کے ساتھ ہر مناسب طبی عمل کے اختیار کی علامت ہوگی۔

ان دونوں اجازتوں کے پائے جانے کی صورت میں مریض کو پہنچنے والے نقصانات کا ڈاکٹر ذمہ دار نہ ہوگا، بشرطیکہ اس نے تمام طبی اصولوں کی پابندی کی ہو۔ (سواہب اللیل ۳۲۱/۹، بحوالہ اشتریع الجنائی الاسلامی ۵۲۱/۱)

## شافعیہ

امام شافعیؒ بھی دو شرطوں کے ساتھ ڈاکٹر کو ضمان سے بری قرار دیتے ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ مریض یا اس کے اعزہ کی طرف سے ڈاکٹر کو طبی عمل کرنے کی اجازت ہو۔

(۲) دوسرے یہ کہ ڈاکٹر نے پوری نیک نیتی اور توجہ کے ساتھ یہ خدمت انجام دی ہو، مریض کے ساتھ اس کا کوئی غلط ارادہ شامل نہ ہو، اگر یہ دونوں شرطیں پائی جائیں تو مریض کو کوئی نقصان نہ ہوگا۔ بشرطیکہ اس نے تمام طبی رعایتیں ملحوظ رکھنے میں کوئی کوتاہی نہ برتی ہو۔ (نہجۃ التمام ۸/۱۰ بحوالہ الشرح ۱/۵۱۱)

## حنابلہ

امام احمد ابن حنبلؒ کی رائے بھی یہی ہے۔ (المعنی لابن کدار ۱۰/۳۳۹-۳۵۰)

## ”طبابت کے اصول و شرائط“

اس گنگلو سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امر اربعہ میں سے ہر امام کے نزدیک کچھ خاص حدود ہیں جن کی رعایت اگر ڈاکٹر کرے تو مریض کو کوئی نقصان کا وہ ذرہ نہ رہے، قرار نہیں پائے گا، اگر ہم ان تمام حدود و شرائط کو سمیٹ کر ایک ساتھ بیان کرنا چاہیں تو درج ذیل شرائط تیار ہوتی ہیں، جن کی رعایت ہر ڈاکٹر پر لازمی ہے۔

## (۱) طبی اہلیت و مہارت

پہلی اہم ترین شرط یہ ہے کہ طبی خدمات انجام دینے والا شخص بالقاعدہ ڈاکٹر ہو، اور کسی مستند میڈیکل ادارے سے اس نے طبی تعلیم حاصل کی ہو۔ اس کا ثبوت درج ذیل حدیث پاک سے ملتا ہے۔

مَنْ تَعْلَبَ وَلَمْ يَعْلَمْ سَهَ طَبَّ هَبْ ضَامِنٌ۔ (مشکوٰۃ)

جس نے بغیر طبی لیاقت حاصل کئے طبابت کی تو وہ ضامن ہوگا۔

اگرچہ فقہ کی یہ عبادت بھی اس کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

فَطْعَ الْحَجَامِ لِحَمَامٍ عَيْنُهُ وَكَانَ عَمِيرَ حَادِي فَصَبَتْ فَعَلِبَهُ نَصَفَ الدَّبَةِ۔

(در مختار علی رد المحتار ۳۰۲/۱ کنزالی الفتاویٰ القاضی علی الحدید ۲/۳۳۸)

ہمام نے آنکھ کا گوشت کاٹا، مالان کہ وہ ماہر نہ تھا، پس آنکھ کی روشنی ختم ہوگئی، تو اس پر آدمی دیت لازم ہوگئی۔

۲۔ اسی طرح فتاویٰ ہزاریہ جلد دوم میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ کسی کی بیمار آنکھ میں کسی ڈاکٹر نے سرمہ لگانے کی تجویز رکھی، اور مریض نے اس کی اجازت دی، لیکن سوء اتفاق کہ آنکھ میں جو روشنی تھی وہ بھی چلی گئی، تو یہ ضامن ہوگا یا نہیں؟ اس صورت میں لکھا ہے کہ اگر وہ واقعی امراض چشم کا ماہر تھا تو ضامن نہیں ہوگا اور اگر ماہر نہیں تھا تو ضامن ہوگا، لیکن اس کی اہلیت و مہارت میں اختلاف رائے واقع

ہو جائے تو فیصلہ اس طرح ہوگا کہ یا تو کثرت رائے ہو، مثلاً تین آدمیوں میں سے دو آدمی اس کو اہل قرار دیں اور ایک نااہل کہے، یا اہل و نااہل کہنے والوں کی تعداد برابر ہو تو ڈاکٹر نااہلی کا مجرم قرار نہیں پائے گا اور اس پر ضمان عائد نہ ہوگا اور اگر کثرت رائے نااہلی کی طرف ہو مثلاً تین میں سے دو اس کو نااہل کہتے ہوں اور ایک اہل، تو ڈاکٹر نااہل قرار پائے گا اور اس پر ضمان عائد ہوگا۔

(فتاویٰ برائے علی ماشیہ الہندیہ ج ۵ ص ۸۹)

مذکورہ دونوں جزئیات میں ضمان کا امر طبی اہلیت و مہلت کو قرار دیا گیا ہے۔

## (۲) حسن نیت اور سچی دلچسپی

دوسری بنیادی شرط یہ ہے کہ ڈاکٹر نے نہایت نیک خیتی اور دلچسپی کے ساتھ مریض کا علاج کیا ہو اور مریض کی شفا یابی کے لئے مخلصانہ جذبات رکھتا ہو۔ (شرح الزرقانی ۱/۱۱۶-۱۱۷ و نہایت المحتاج ۲/۲۱۸)

اس کی مثال میں بعض وہ فقہی جزئیات پیش کی جاسکتی ہیں جو کتاب البیانات میں مذکور ہوئی ہیں۔

(۱) ایک جزئیہ یہ ہے کہ استاد نے کسی بچے کو اس کے باپ یا ولی کی اجازت سے تعلیم و تربیت کے لئے مدد میں رہتے ہوئے مارا اور سو اتفاق کہ بچہ شرب کی تباہی نہ لاسکا اور مر گیا، تو اس کا ضمان استاد پر واجب نہ ہوگا اس لئے کہ استاد نے بچہ کو جسمانی سزا، کسی بدی نیت سے نہیں بلکہ ہمدردانہ اور خیر خواہانہ طور پر دی تھی اس لئے اس سے بچنے والے نقصان کا تاوان اس پر عائد نہ ہوگا۔

(در مختار علی رد المحتار ۵/۳۰۳، مہذب نظر فسی ۹/۹۵، البحر الرائق ۸/۳۳۳)

(۲) دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کوئی نابالغ بچہ دیوار پر بیٹھا تھا کباب آبی کے چھیننے سے وہ گر پڑا اور مر گیا، تو اس صورت میں مفتی بہ قول کے مطابق اگر چھیننے والے نے چھینتے ہوئے یہ سمجھا تھا کہ مت گرو، تو وہ ضمان نہیں ہوگا اور اگر سمجھا تھا کہ گر جاؤ تو ضمان ہوگا۔

(در مختار علی رد المحتار ۵/۳۹۸، البحر الرائق ۸/۱۹۳، حاشیہ بی ۶/۳۳۱)

ان دونوں جزئیات میں حسن نیت کی بنا پر انسان کو ضمان سے بری قرار دیا گیا ہے۔

## (۳) طبی اصولوں کی مکمل رعایت

تیسری شرط یہ ہے کہ ڈاکٹر نے علاج کے دوران تمام طبی رعایتیں ملحوظ رکھی ہوں اور فنی تمام لوازمات پر عمل کرنے کی کوشش کی ہو، لیکن اس کے باوجود مریض کو نقصان پہنچ جائے تو اس کا وہ ذمہ دار نہیں ہوگا۔ (نہایت المحتاج ۲/۲۱۸ و مہذب البلبیل ۶/۳۳۱)

اس کی مثال میں فقہ حنفی کی کتابوں سے یہ جزئیہ پیش کیا جاسکتا ہے (جو در مختار وغیرہ میں موجود ہے) کہ ایک بچی بھت سے گر پڑی اور اس کا سر بھٹ گیا، اس کے علاج کے لئے کئی ڈاکٹر پہنچے، ان میں اکثر ڈاکٹروں نے کہا کہ دماغ کی اندرونی چوٹ کا علاج کرنے کے لئے اگر سر کا آپریشن کیا جائے گا تو بچی مر جائے گی، لیکن ایک ڈاکٹر نے کہا کہ اگر آج اس کے سر کا آپریشن نہ کیا گیا تو بچی زندہ نہ رہے گی، میں آپریشن کے ذریعہ اس کو ٹھیک کرنا اور بچنا چاہتا ہوں، بچی کے سر کا آپریشن کیا، مگر بچی ایک دو روز کے بعد مر گئی، فقیر غم الدین سے اس کے

اس موقع پر ایک اصولی بات یہ بھی ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ کسی بھی کوشش کا نتیجہ اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے بندہ مکلف ہے صحیح طریقے پر جدوجہد اور کوشش کا اس کے آگے اس کی حد ختم ہے ہم جو کچھ بھی کرتے ہیں وہ سب اسباب کے درجے میں ہے اور اسباب کے متعلق ہر ایک عانتا ہے کہ وہ بالذات مؤثر نفس میں اللہ کی مرضی نہ ہو تو ہزار اسباب کے باوجود نتیجہ برعکس نکلتا ہے لہذا بندے کا کام یہ ہے کہ



بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا تمام ڈاکٹروں سے اختلاف کر کے آپریشن کرنے والا ڈاکٹر اس موت کا ضامن ہوگا یا نہیں؟ فقہیہ نجم الدین نے تھوڑی دیر سوچ کر جواب دیا کہ اگر ڈاکٹر نے آپریشن ولی کی اجازت سے کیا تھا اور عام طبی اصولوں کی رعایت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی تو وہ ضامن نہیں ہوگا۔ پھر ان سے پوچھا گیا کہ اگر ڈاکٹر ٹھیک کرنے کی ضمانت لے کر علاج کرے اور مریض فوت ہو جائے تو کیا ضامن ہوگا؟ انہوں نے جواب دیا، نہیں، اس لئے کہ ڈاکٹر مریض کے حق میں امین ہوتا ہے اور امین کے لئے شرط ضمان لگانا باطل ہے۔ اس کے علاوہ شفا و شفا اس کے اختیار میں نہیں اس لئے اس کی ضمانت لینے کا اعتبار نہیں۔ (درمئد علی و المئدہ ۳۰۶/۵ حاشیہ المخطاوی ۲۰۶/۳)

اس جزیئہ میں ضمان سے براءت کے لئے اجازت اور طبی اصولوں کی پوری رعایت مشروط کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ فقہاء، مموما جرائق اور قطع و برید کے مسائل میں حد معناد سے تجاوز نہ کرنے کی شرط لگاتے ہیں۔

حد معناد بھی معزوف معنی میں یہی طبی اور فنی اصولوں کی رعایت ہی کی دوسری تعبیر ہے۔

(فتاویٰ شامی کتاب الاہارۃ ۵۳۸/۵ فتاویٰ بزازیہ (ثانی) علی حاشیہ المئدہ ۳۰۶/۵ فتاویٰ ۳۰۹/۳ ردیہ ۶/۳)

### (۳) مریض یا اس کے اعزہ کی طرف سے اجازت

چوتھی شرط یہ ہے کہ ڈاکٹر کو اس کے طبی عمل کے لئے مریض یا اس کے اعزہ و اولیاء کی طرف سے اجازت مل چکی ہو اور اگر مریض لاوارث ہو تو حکومت وقت سے اس کے علاج کی اجازت لینا ضروری ہے۔ اس شرط کو بہت سے فقہاء نے صراحت سے بیان کیا ہے، جزییات سے قطع نظر شامی کی یہ عبارت اس تعلق سے بہت واضح ہے۔

یعنی دونوں روایتوں کے مجموعہ سے ضمان کے عدم وجوب کے لئے دو شرطیں کجج میں آتی ہیں ایک حد معناد سے تجاوز دوسرے اجازت ان میں سے کوئی ایک یا دونوں مفقود ہو جائیں تو ضمان واجب ہوگا۔

(شامی، کتاب الاہارۃ ۳۸/۵)

یوں جزییات کے ضمن میں یہ شرط بہت سی کتابوں میں ملتی ہے، چند حوالے درج ذیل ہیں۔

(ردیہ ۳۰۶/۳ فتاویٰ طحانیہ ۳۰۹/۳ بزازیہ (ثالث) علی حاشیہ المئدہ ۳۰۶/۵ عالمگیری ۲۳۱/۶ بدیع الصلح ۳۰۵/۵ درمئدہ ۳۰۲/۵ البحر الرائق ۳۳۳/۵ مہود المسر شمس ۶۵/۹ وغیرہ)

یہی چار بنیادی شرطیں ہیں جن کی رعایت ہر ڈاکٹر کے لئے ضروری ہے ان میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو جائے تو ڈاکٹر ضمان سے بچ نہیں سکتا۔

### ”سوالات کے جوابات“

ان شرائط کی روشنی میں سوالنامہ میں مذکور آپریشن اور سرجری سے متعلق سوالات کے جوابات آسانی سے دیے جاسکتے ہیں۔

## (۱) غیر قانونی علاج

ایسا کوئی شخص جو قانوناً کسی مریض کا علاج کرنے کا مجاز نہیں ہے، لیکن اپنے ذاتی مطالعہ و تجربہ کی بناء پر دواؤں اور امراض کے بارے میں واقفیت رکھتا ہے۔ اگر اس شخص نے کسی مریض کے کئے پر اس کا علاج کیا، تو شرعاً اس کا یہ علاج کرنا جائز ہے یا نہیں، اور اگر اس کے علاج سے مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچا، یا اس کا انتقال ہو گیا، تو اس پر کوئی ضمان یا تاوان لازم ہو گا یا نہیں؟ کیا اس کا عمل شرعاً قابل تعزیر جرم ہو گا۔

مالکیہ کے اصول کے مطابق تو ایسے شخص کو علاج کرنے کا کوئی حق ہی نہیں، کیوں کہ ان کے نزدیک طبابت کے لئے حاکم وقت سے باقاعدہ قانونی اجازت لینا ضروری ہے، اس کے بغیر طبی عمل صحیح نہیں، اس لئے اگر اس کے علاج سے مریض کو کوئی نقصان پہنچا تو اس کا ضمان اس پر ہو گا، اور شرعاً یہ قابل تعزیر جرم قرار پائے گا، اگرچہ مریض کی اجازت ہی سے اس نے علاج کیا ہو۔

(سوابہ الجلیل ۶: ۳۶۱، بحوالہ المشرع الجنائی الاسلامی ۱: ۵۶۱)

ان کے علاوہ دوسرے ائمہ کے یہاں قانونی اجازت کی شرط نہیں ملتی، قصود و صاحبیہ کے یہاں تو یہ بہر حال شرط نہیں، البتہ طبی لیاقت و مہارت اور فنی تجربہ شرط ہے، خواہ اس نے حکومت سے منظورہ ادارہ میں تعلیم حاصل کی ہو، یا غیر منظورہ میں، یا اپنے طور پر مطالعہ و تجربہ سے ڈاکٹروں کے درمیان نمایاں مقام حاصل کر چکا ہو، اور اکثر اہل تجربہ اس کے تجربہ و مہارت کے قائل ہو گئے ہوں، تو اس کے لئے طبی خدمات انجام دینے کی اجازت ہوگی، اس کی تائید میں فقہ کا وہ جزیہ پیش کیا جاسکتا ہے۔ جو ڈاکٹر کے مریض چشم کے لئے سرمہ تجویز کرنے اور اس سے آنکھ کے بے نور ہو جانے کے بارے میں مذکور ہوا ہے۔ (مذنیہ ۵: ۸۹)

اس کے علاوہ عمد نبوت یا عمد صحابہ میں جن اطباء کا ذکر ملتا ہے، ان میں سے کسی کے بارے میں یہ تذکرہ نہیں ملتا کہ ان سے علاج کرا لے سے پہلے قانونی اجازت کا ثبوت مانگا گیا ہو، یا حکومت سے اجازت لے بغیر انھوں نے طبی خدمات انجام نہ دی ہوں بس صرف اہلیت و مہارت دیکھی جاتی تھی۔

اس لئے اصل مسئلہ کی رو سے تو مذکورہ صورت میں اگر مصلح دواؤں اور امراض یا متعلقہ مریض کے بارے میں پوری واقفیت اور تجربہ رکھتا ہو اور اپنے اس علاج کو اس سے قبل بھی کامیاب طور پر آزما چکا ہو، تو وہ ضامن نہیں ہو گا اور نہ شرعاً اس کا یہ عمل قابل تعزیر ہو گا، لیکن عصر حاضر میں چون کہ بہت سے نیم حکیم بھی ڈاکٹروں کی صف میں گھس گئے ہیں اور تجربہ و لیاقت کے بارے میں اشتہاری بیانات و شہادتوں پر اعتماد کرنا مشکل ہو گیا ہے، اس بناء پر قانونی اجازت کی شرط لگانا ضروری ہے، تاکہ خطرہ کے وقت حکومت کی قانونی گرفت سے وہ بھی محفوظ رہ سکے اور مریض کو بھی ماہر ڈاکٹر کی خدمات حاصل ہونے میں سہولت ہو۔

## (۲) طبی بے احتیاطی

جس ڈاکٹر کو قانوناً علاج و معالجہ کی اجازت ہے، اس نے اگر کسی مریض کا علاج کیا لیکن اس نے طبی احتیاطیں ملحوظ نہیں رکھیں،

مثلاً بعض ضروری جانچیں نہیں کروائیں، یا مریض کی پورے طور پر دیکھ دیکھ نہیں کی، اگر اس کے علاج کے باوجود مریض فوت ہو گیا، یا اس کا کوئی عضو ضائع ہو گیا، تو ڈاکٹر مریض کو تحفے والے نقصان کا یا اس کی جان کے تاوان کا ضمان ہو گا، اس لئے کہ اس نے شرط نمبر (۳) کی تکمیل نہیں کی، اس کی ذمہ داری تھی کہ مریض کے علاج میں طبی تمام رعایتیں ملحوظ رکھتا، اور اس کے ضروری تقاضوں کو پورا کرتا، لیکن اس نے ایسا نہ کر کے غلطی کی، اس لئے وہ ضمان ہو گا۔ (درمختد علی، دالمختد ۲۰۰۶، المبررات ۲۳۴/۸)

البتہ نسیان، یا اسباب و وسائل کی مجبوری کی شکل میں ضمان نہیں ہونا چاہئے، بشرطیکہ اس کی تحقیق ہو جائے۔

### (۳) بلا اجازت آپریشن

اگر ڈاکٹر کی رائے میں زیر علاج مریض کا آپریشن ضروری ہے، اور ڈاکٹر نے مریض یا اس کے قریبی اعزہ سے اجازت لئے بغیر آپریشن کر ڈالا، جب کہ اجازت لینا ممکن تھا، آپریشن کامیاب ہونے کے بجائے مسلک ثابت ہوا، مریض فوت ہو گیا یا اس کا آپریشن شدہ عضو بے کار ہو گیا، ایسی صورت میں ڈاکٹر اس مریض کو تحفے والے نقصان کا ضمان ہو گا، اگرچہ وہ ڈاکٹر قانونی طور پر اس آپریشن کا مجاز ہو، اور تجربہ رکھتا ہو، اس لئے کہ ضمان سے بچنے کے لئے تمام امر کے نزدیک محض قانونی اجازت کافی نہیں، امام مالک، قانونی اجازت کی شرط ضرور لگاتے ہیں، مگر اس کو کافی تصور نہیں کرتے، مریض یا اس کے اولیاء کی طرف سے اجازت بہر حال ضروری ہے، اس کے بغیر ضمان سے ڈاکٹر محفوظ نہیں رہ سکتا۔ (شامی کتب الامارۃ ۳۸/۵)

اس سے ملتی جلتی شکل علامہ شامی نے کتب المناہیات میں حادثۃ الفتویٰ کے طور پر ذکر کی ہے، وہ یہ ہے کہ کسی نے کسی بچے کے پیٹ پر چھری سے حملہ کیا اور پیٹ کی کچھ اسٹریاں باہر نکل آئیں، آپریشن کے باہر ڈاکٹر کو بلا لیا گیا، تو اس نے کہا کہ باہر نکلی ہوئی آنتیں اندر داخل کرنے کے لئے پیٹ کو کچھ اور چسبہ ناپڑے گا، بچے کے باپ نے ڈاکٹر کو اس کی اجازت دے دی، ڈاکٹر نے آپریشن کر کے پیٹ پر ٹانگے لگا دیئے، لیکن بچہ زخم سے جانبر نہ ہو سکا، اور اسی رات اس کا انتقال ہو گیا، تو ڈاکٹر پر ضمان نہیں ہو گا۔ (شامی ۳۸۰/۵)

اصل میں اجازت کے بعد جب عقد تمام ہو جاتا ہے، تو ڈاکٹر پر مریض کا علاج لازم ہو جاتا ہے، اور اصولی طور پر واجبات کی ادائیگی میں پیش آنے والے نقصانات کا ضمان نہیں ہوتا، اسی کو مبسوط اور شامی وغیرہ میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

وَمَنْ أَفْعَلَ الْحَجَامَ وَنَحْوَهُ وَاجِبٌ بِالْعَقْدِ فَلَا يَتَكَلَّفُ بِالسَّلَامَةِ. (شامی ۳۰۴/۵، مبسوط المسرعی ۶۵/۹)

البتہ یہاں اجازت کے تعلق سے اس کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ اجازت صراحت بھی معتبر ہے، اور دلالت بھی، آپریشن کے باسپیش میں اولیاء کا مریض کو لے جانا اس بات کی علامت ہے کہ وہ آپریشن وغیرہ ہر طرح کے علاج کے لئے رضامند ہیں۔

(۴) اسی مسئلہ کی دوسری شکل یہ ہے کہ بعض اوقات مریض پر بے ہوشی طاری ہوتی ہے، وہ اجازت دینے کے لائق نہیں ہوتا ہے، اور اس

کے اعزہ زیر علاج مقام سے بہت دور ہوتے ہیں، ان سے فی الفور رابطہ قائم نہیں کیا جاسکتا، ایسی صورت میں اگر ڈاکٹر کی رائے میں آپریشن قوری طور پر ضروری ہے اور تاخیر ہونے میں اس کے نزدیک مریض کی جان یا عضو کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے، اس لئے اس نے مریض اور اس کے قریبی اعزہ سے اجازت حاصل کئے بغیر مریض کا آپریشن کر دیا، اور یہ آپریشن ناکام رہا، مریض کی جان چلی گئی یا اس کا کوئی عضو ضائع ہو گیا، تو اس صورت میں ڈاکٹر کو ضمان نہیں قرار دینا چاہئے، بشرطیکہ اس طرح کے مریضوں کے بارے میں حکومت کی



طرف سے بلا اجازت آپریشن کر دینے کا قانونی جواز ہو، اس لئے کہ اس مریض کو لاوارث مریضوں کے درجے میں رکھا جاسکتا ہے، کیوں کہ اس کے اعزہ دنیا میں موجود ہونے کے باوجود اس کے حق میں فی الوقت غیر موجود کے درجے میں ہیں، اس وقت حکومت ہی اس کی ولی ہے، اس بنا پر حکومت کی اجازت کافی ہوگی۔ (التشریع الجنائی الاسلامی ۱/۲۲۲)

دوسری وجہ یہ ہے کہ ڈاکٹر کی طرف سے یہاں کوئی تعدی یا بد نیتی نہیں پائی جاتی، کہ اس پر ضمان عائد کیا جائے، اس نے تو مریض کی جان بچانے کی نیت سے طبی خدمت انجام دی تھی، اس لئے وہ امین ہے اور امین پر کوئی ضمان عائد نہیں ہوتا، جب تک کہ تعدی کا ثبوت نہ مل جائے۔ (شامی ۵/۳۸)

یہاں یہ وضاحت بھی مناسب ہے کہ ڈاکٹر اگر شفیایاب ہونے کی ضمانت کے ساتھ بھی علاج کرے تو مریض کو سررہ پیچنے کی صورت میں وہ ضمان نہ ہوگا، اس لئے کہ وہ امین ہے اور امین کے اوپر ضمان کی شرط لگانا باطل ہے۔ (کنز ۶/۲۹۹)

### محمود دوم (متعدی امراض کے احکام)

طبی طور پر یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ بعض امراض پھیلنے اور وبائی شکل اختیار کر لینے کی صلاحیت رکھتے ہیں، مثلاً طاعون، بڑام اور ایڈز وغیرہ، ایک زمانہ میں طاعون لوگوں کے لئے پریشان کن تھا، آج سب سے زیادہ پریشان کن ایڈز بن چکا ہے۔ یہ تمام علم طب کے مسلمہ حقائق ہیں، اسلام بھی ان امراض کی اس تاثیر کا بالکلیہ انکار نہیں کرتا، بعض احادیث سے اس موضوع کے لئے مشکلات سامنے آتی ہیں، لیکن حقیقت میں نگاہ سے دیکھا جائے، تو مسئلہ بالکل آسان ہے، علماء، فقہاء اور محدثین نے اس موضوع پر بہت تفصیلی کلام کیا ہے، اس تفصیل میں جانا نہیں چاہتا، اور نہ کسی نئی بحث کا دروازہ کھولنا چاہتا ہوں، البتہ اس تعلق سے کچھ ضروری اشارات پیش کرتا ہوں۔

امراض کی منتقلی کے متعلق کئی احادیث آئی ہیں۔

۱۔ ایک مشہور حدیث حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لَا عَدْوِي وَلَا مَطِيْرَةٌ وَلَا هَامَةٌ وَلَا صُلْبٌ وَلَا فَرْعٌ وَلَا مَجْدُومٌ كَمَا تَقْرَأُ فِي الْأَسَدِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ (مشکوٰۃ ۲/۲۹۱)

بیماری کا ایک سے دوسرے کو لگنا، بدگلوئی، حامہ اور صفریہ سب چیزیں بے حقیقت ہیں (البتہ) تم بڑائی سے اس طرح بھاگو جس

طرح شیر سے بھاگتے ہو۔

اس حدیث میں ایک طرف عدوی (امراض کے متعدی ہونے) کا انکار کیا جا رہا ہے، دوسری طرف مجدوم سے اس طرح بھاگنے کو کہا جا رہا ہے جیسے کہ انسان شیر سے بھاگتا ہے، گویا جدام منتقل ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

۲۔ حضرت ابوہریرہؓ ہی کی سند سے ایک روایت اور نقل کی گئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی بیماری کا ایک سے دوسرے کو اڑ کر لگنا، حامہ اور صفریان سب کی کوئی حقیقت نہیں، ایک دیہاتی نے عرض کیا یا رسول اللہ تو پھر ان اونٹوں کے بارے میں کیا کہا جائے گا (جو اپنی تندہی اور اپنی جلد کی صفائی ستھرائی کے اعتبار سے) بہرن کی مانند ریگستان میں دوڑتے پھرتے ہیں، لیکن

جب کوئی خارش اونٹ ان میں مل جاتا ہے تو وہ دوسروں کو بھی خارش زدہ بنا دیتا ہے ۲۰ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (اچھا تو بناؤ) اپنے اونٹ کو کس نے خارش زدہ بنایا ۲۱ (حوالہ سابق)

اس روایت میں بظاہر امراض کے منتقل ہونے کے تصور کو غلط قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ جب کہ وہیں پر مروان شعیب عن ابیہ کی سند سے یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے۔

فرماتے ہیں کہ وفد ثقیف میں ایک مجذوم شخص تھا جو حضور کے ہاتھ پر بیٹھ کر لے کے لئے آیا تھا، لیکن حضور نے اس کو یہ اطلاع بھجوا کر اپنے پاس آنے سے منع کر دیا کہ ہم نے تمہاری بیعت لے لی، اس لئے تم وہیں سے لوٹ جاؤ۔ (مشکوٰۃ)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض امراض منتقل ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں، مگر اسی کے بالمقابل ایک اور حدیث سامنے آتی ہے۔

حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجذوم کا ہاتھ پکڑ کر اس کو کھالے کے پیالہ میں اپنے ساتھ شریک کیا اور فرمایا کہ کھاؤ، میرا اللہ پر اعتماد و بھروسہ ہے، اور میں اسی کی ذات پر توکل کرتا ہوں۔ (مشکوٰۃ ۳۸۲)

اس طرح کی مختلف روایات مستول ہوئی ہیں، جنہوں نے علماء کو حیرانی میں ڈال دیا ہے، بہت سے علماء کا خیال یہ ہے کہ اصل بات تو وہی ہے کہ (لاحدوی) بیماری منتقل نہیں ہوتی، لیکن جن روایات میں حضور نے مجذوم یا مضعون سے الگ رہنے کو کہا ہے، ان سے مقصود محض عقیدہ کا تحفظ اور کسی طرح کی بدگمانی کا دفاع ہے، یعنی کوئی شخص جب کسی بیمار سے قریب ہوگا، اور اللہ کی مرضی سے اس کو بھی وہی مرض ہو جائے گا، تو وہ خیال کر سکتا ہے کہ شاید قلل کی بیماری میری طرف منتقل ہوگئی، حالانکہ بات یہ نہیں ہوگی، اس بناء پر بطور احتیاط ایسے بیماروں سے الگ رہنے کو کہا گیا۔

لیکن محققین علماء اس طرف گئے ہیں کہ اصولی طور پر انتقال مرض کی خاصیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، جیسا کہ خود حضور نے مجذوم سے بھاگنے کو کہا جیسے کہ انسان شیر سے بھاگتا ہے، شیر میں انسان کو ہلاک کرنے کی صلاحیت ہے، اسی طرح اس مرض میں انتقال کی صلاحیت ہے، اگرچہ سب کچھ اللہ کی مرضی و مشیت سے ہوتا ہے، لیکن بطور تدبیر جس طرح چھکی دیوار کے پاس سے انسان بھاگتا ہے اسی طرح ان امراض کا حال ہے۔ محض فساد عقیدہ سے بچانا اگر اس کی بنیاد ہوتا، تو خود حضور نے وفد ثقیف کے مجذوم کو اپنے پاس کیوں نہ آنے دیا، حضور کے پاس تو اس طرح کا کوئی خطرہ ہر حال نہیں تھا اور جن روایات میں محدودی کی بظاہر نفی کی گئی ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ یہ امراض بطور خود بغیر خدا کی مرضی کے منتقل نہیں ہوتے، اس لئے یہ تصور غلط ہے کہ خود بیماری کسی اچھے آدمی سے لپٹ جاتی ہے، بلکہ اللہ کے حکم سے ایسا ہوتا ہے۔

البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم توکل کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، اس لئے کبھی مجذوم کے ساتھ خدا کے بھروسہ پر کھانا بھی تناول فرمایا۔ یا اس بناء پر کہ ہو سکتا ہے کہ حضور کو بذریعہ وحی اس خاص مجذوم کے بارے میں معلوم ہو گیا ہو کہ اس کا مرض مجھ تک منتقل نہیں ہوگا، بعد کے لوگوں میں نہ یہ توکل ہو سکتا ہے اور نہ ایسا کوئی ذریعہ خبر، اس لئے اس دارالاسباب میں سبب کے طور پر ان امراض سے بچنا ہی

مناسب ہے، علامہ نووی، ملا علی قاری اور شیخ نور چشتی وغیرہ علماء کا مسلک یہی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا مسلک بھی یہی تھا یا یہ ہے۔

(شرح مسلم للنوی ۱۰/۲۲۰، مرقۃ شرح مشکوٰۃ ۳/۹)

مرض اس تفصیل کی روشنی میں یہ بات مان لینی پڑتی ہے کہ بعض امراض طبعی طور پر خدا کی مرضی سے منتقل ہوتے اور پھیلتے ہیں اور ایسے امراض سے انسان کو بچنا اور دور رہنا سبب کے طور پر ضروری ہے۔ اس تصور کے ساتھ سوالنامہ میں مذکور سوالات کے جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

## (۱) ایڈز کا مریض کیا کرے؟

جس مریض میں ایڈز کے جراثیم پائے جائیں، اس کے لئے جائز ہے کہ اپنے گھر والوں یا متعلقین سے اس کو چھپائے، اگر اسے خوف ہو کہ اس مرض کا اظہار ہو جائے کہ بعد وہ اپنے گھر اور سماج میں اچھوت بن کر رہ جائے گا، البتہ اس پر ضروری ہے کہ وہ اپنے طور پر ہر ایسی حرکت سے احتیاط کرے، جس سے ایڈز کا مرض دوسرے کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ مثلاً شادی بیاہ، کسی کو خون دینا، یا کسی سے لڑنا وغیرہ، لیکن اگر کوئی ایسا عمل ناگزیر ہی ہو جائے اور کوئی حکمت عملی اس عمل سے اسے باز نہ رکھے تو اس وقت ضروری ہے کہ وہ اپنے مرض سے اپنے گھر والوں کو آگاہ کر دے، تاکہ لوگ اسے اس کام کے لئے مجبور نہ کریں، مثلاً شادی بیاہ ہی کا معاملہ ہے، ایڈز کے مریض کو چاہئے کہ وہ ہرگز کسی ایسی لڑکی سے شادی نہ کرے جو اس مرض سے محفوظ ہو، بلکہ اگر اسے شادی کرنی ہی ہو تو خفیہ طور پر کسی ڈاکٹر سے کسی ایسی لڑکی کا پتہ معلوم کرے، جس کے اندر ایڈز کے جراثیم پائے جاتے ہوں اور اس سے شادی کر لے، اگر ماں باپ مرض معلوم نہ ہوئے کی بناء پر دوسرے پیغامات پر اس کو مجبور کریں، تو اس پر لازم ہے کہ صاف صاف اپنے ماں باپ کو بتادے کہ میں ان جگہوں پر شادی کرنے کا اہل نہیں ہوں اور اگر کوئی اس کے لائق لڑکی مل گئی ہو تو نشاندہی کر دے کہ میں فلان لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں، اس طرح وہ باسانی اپنے مرض کو بھی چھپا سکتا ہے اور دوسروں کو خطرات سے بھی محفوظ رکھ سکتا ہے۔

ربا اولاد کا مسئلہ تو اس کے لئے اصولی طور پر عزل یا اور کوئی مانع حمل تدبیر اختیار کرنے کی اجازت ہوگی۔ اس لئے کہ فقہاء نے عزل کرنے کی اس وقت اجازت دی ہے جب کہ فساد زمان کی بناء پر بری نسل پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ خواہ بیوی اس کے لئے راضی ہو یا نہ ہو، اور اگر دونوں رضامند ہوں جب تو کوئی بات ہی نہیں۔ (رد المحتار ۲/۳۱۲، کنزانی العالمگیری ۵/۳۵۶، خانیہ ۳/۳۱۰)

جب بری نسل کے خطرے سے عزل کی اجازت ہے، تو یہاں زیر بحث صورت میں نہ صرف یہ کہ اولاد نہایت بری، مفلوج اور ایڈز زدہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، بلکہ اس کا بھی خطرہ ہے کہ اگر اگلی نسل بے احتیاطی کرے تو پورا معاشرہ ایڈز کی خوفناک دبا، میں مبتلا ہو جائے گا۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں بدرجہ اولیٰ نہ صرف یہ کہ مانع حمل تدبیر اختیار کرنے کی اجازت ہوگی بلکہ واجب قرار دیا جائے گا۔ اس لئے کہ یہاں ضرر عام کا اندیشہ ہے۔

## (۲) مریض کی بے احتیاطی کے وقت ڈاکٹر کا رویہ

اگر ایڈز کا مریض اپنے اہل خانہ اور متعلقین سے اپنا مرض چھپانے کے باوجود تمام احتیاطی تدابیر پر عمل کر رہا ہے، جب تو ڈاکٹر کو افشاء راز کرنے کی ضرورت نہیں، لیکن اگر ڈاکٹر کو یہ معلوم ہو کہ مریض ممکنہ حد تک احتیاط نہیں کر رہا ہے، تو شرعاً اس کو اجازت ہوگی کہ وہ



اس مرض کا افشاء مریض کے اہل خانہ پر کر دے۔ تاکہ وہ لوگ اپنے طور پر اس سے محتاط رہ سکیں۔ اگرچہ بظاہر یہ کسی مسلمان کے عیب کا افشاء کرنا ہے جس کی عام حالات میں ممانعت آتی ہے۔ لیکن بعض خاص حالات ایسے پیدا ہو جاتے ہیں جن میں کسی ایک شخص کی ذاتی عزت و ناموس کی رعایت بہت سے لوگوں کے ضرر کا باعث بن جاتی ہے۔ مثلاً یہی ایڈز کا مرض ہے کہ اگر مریض خود احتیاط نہ کرے اور ڈاکٹر بھی اس کا راز افشاء نہ کرے تو نتیجہ یہ ہو گا کہ اس ایک آدمی کی عزت بچالے کے لئے بہت سے لوگوں کی جانیں خطرے میں پڑ جائیں گی۔ اسی لئے علماء اور شارحین حدیث نے ایسے حالات کا استثنا کیا ہے۔ جن میں ایک کی وجہ سے دوسرے کئی لوگوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۱/۱۰۰، شرح مسلم للنووی ۲/۲۲۲)

خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس قسم کی بعض چیزوں کا استثنا کیا ہے۔ حضرت جابر کی سند سے ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجالس کی باتیں امانت ہیں۔ سوائے تین مجلسوں کے۔ یعنی حرام خون، بھانے، یا زنا کاری، یا ناحق کسی کا مال لوٹنے کی مجلسیں۔ (مشکوٰۃ شریف ۲۳۰)

اس اصول کی روشنی میں ڈاکٹر اگر مریض کی بے احتیاطی سے خوف کرتا ہے تو اس کو اس کے خاندان یا متعلقین پر اصل صورت حال واضح کر دینی چاہئے۔ اور اس مریض کے متعلق ضروری احتیاط کا مشورہ دے دینا چاہئے۔ البتہ ڈاکٹر کوشش کرے کہ خود مریض کو یہ نہ معلوم ہو کہ اس کا راز کھل چکا ہے۔ اس کے لئے اہل خانہ اور متعلقین کو بھی چوکنا اور محتاط کر دینا چاہئے۔

### (۳) ایڈز کے مریض کے لئے خانہ ان کا رویہ

ایڈز اور دوسرے خطرناک متعدی امراض مثلاً طاعون وغیرہ کے مریض سے اہل خانہ اور متعلقین کا سبب کے طور پر محتاط رہنا ہر حال ضروری ہے۔ لیکن اس طور پر کہ مریض اپنی غفلت محسوس نہ کرے اور نہ اس طور پر کہ اسے احساس ہو کہ اسے اچھوت سمجھا رہا ہے خصوصاً ایڈز کے مریض کے ساتھ حکمت عملی پر مبنی رویہ باسانی برتا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ ایڈز کے بارے میں یہ معلوم ہے کہ وہ عام اعتقاد سے منتقل نہیں ہوتا۔ اس لئے ضروری حد تک غیر محسوس طریقے پر احتیاط کرنا کچھ مشکل نہیں۔ رہا اس کی شادی بیاہ کا مسئلہ تو اس کے لئے وہی طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے جو سوال نمبر (۱) کے جواب میں مرض کرچکا ہوں۔

### (۴) مرض کی منتقلی کی کوشش

ایڈز کا ایسا مریض جو کہ اپنے مرض اور اس کی نوعیت سے بخوبی واقف ہے۔ اگر وہ کسی دوسرے تک اپنے مرض کو منتقل کرنے کی مرض سے کوئی ایسا کام کرے۔ مثلاً اس نے بیوی سے جماعت کی۔ جس کی وجہ سے ایڈز کے وائرس (براہیم) بیوی میں منتقل ہو گئے، یا کسی مریض کو خون کی ضرورت ہے۔ ایڈز کے اس مریض نے اپنا خون اس کے لئے پیش کیا، اور مریض کو وہ خون پڑھایا گیا، جس کے نتیجے میں اس مریض کو بھی ایڈز کا مرض لاحق ہو گیا، اس طرح کی تمام شکلوں میں فقہاء کا اصول یہ ہے کہ جو شخص سبب قتل یا سبب ہلاکت بنا ہے وہ آہر حال قابل سزا ہے، البتہ ضمان کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اس عمل میں قتل یا ہلاک ہونے والے شخص کے اختیار کا کچھ دخل تھا یا نہیں؟ اگر اس نے اس عمل کو اپنے اختیار سے کیا تھا، چاہے اس نے لاعلمی میں کیا ہو، تو سبب قتل بننے والے شخص پر ضمان ۱۰۰ ہے۔

ہوگا، لیکن اگر اس عمل کے وجود میں آنے کے اندر مقتول یا جلی کا کوئی اختیار شامل نہیں تھا، تو اس صورت میں ضمان واجب ہوگا۔

فقہ کی کتابوں میں اس کی ایک مثال ملتی ہے، کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کو شربت میں زہر ملا کر پینے کے لئے پیش کیا اور پینے والے نے لاطمی میں اسے پی لیا اور ہلاک ہو گیا، یا کوئی سخت نقصان پہنچا، تو اگرچہ شربت پلانے والا سخت مجرم اور گنہگار ہے اور اسلامی عدالت اس کے لئے کوئی سزا تجویز کر سکتی ہے، لیکن ضمان اس پر واجب نہیں، اس لئے کہ پینے والے نے شربت اپنے اختیار سے پیا تھا، اگرچہ وہ زہر کے بارے میں بے خبر تھا اس موت یا نقصان کا استقامت دار پلانے والا ہی نہیں ہے بلکہ خود پینے والا بھی اس میں کسی نہ کسی درجہ میں شریک ہے۔ البتہ اگر کسی کو اکراہ کے ساتھ زہر میں ملا ہوا شربت پلایا گیا اس طور پر کہ زبردستی منہ میں اڈھیل دیا گیا، یا ٹپکایا گیا تو پلانے والے پر ضمان واجب ہوگا، اس پر تمام ائمہ احناف متفق ہیں۔ (رد المحتار ۲/۵۰۸، فائے ۲/۱۰۳۲، المکر ۲۹۳، ۲۹۵، مالگیری ۱/۶)

اس اصول اور قسمی جرمیہ کی روشنی میں زیر بحث صورت کو دیکھا جائے تو ایڈز زدہ مریض جب اپنا خون کسی کو دیتا ہے، یا بیوی سے جماع کرتا ہے اور اس طرح ایڈز کے جراثیم منتقل کرنے کی کوشش کرتا ہے، تو اس عمل میں مریض کے ساتھ خون لینے والے اور بیوی کی بھی کسی نہ کسی درجے میں شرکت پائی جاتی ہے، اس لئے مریض پر ضمان واجب نہ ہوگا، البتہ وہ قابل سزا ضرور ہے۔

اور اگر اس نے اپنے مریض کو منتقل کرنے کا ارادہ تو نہیں کیا، مگر مریض کو اور اس کے منتقل ہونے کی بات کو جاننے کے باوجود بیعت کی، یا خون دیا تو اس صورت میں بھی اس پر قانونی ضمان واجب نہ ہوگا، البتہ وہ گنہگار مجرم اور قابل سزا، قرار پائے گا، مگر شکل اول سے کچھ کم، اس لئے کہ اس شکل میں تعدی کا قصد موجود نہیں ہے۔

### (۵) ایڈز کی بناء پر فسخ نکاح

اگر کسی مسلمان خاتون کا شوہر ایڈز میں گرفتار ہو گیا، یا ایڈز کے مریض نے اپنا مریض چھپا کر کسی عورت سے نکاح کر لیا، تو کیا عورت فسخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے؟

اس سلسلے میں فقہاء احناف کے نزدیک اصولی بات یہ ہے کہ جب تک مرد کے اندر کوئی ایسا مریض نہ لاحق ہو جائے جس کی وجہ سے وہ جماع کی قدرت ہی سے محروم ہو جائے، اس وقت تک عورت کو فسخ نکاح کے مطالبہ کا کوئی حق نہیں ہے، اور خطرناک سے خطرناک مریض بھی اگر قوت جماع کو ختم نہیں کرتا تو فسخ نکاح کا اختیار نہیں، اس کی مثال میں جنون، جذام اور برص وغیرہ امراض کا حوالہ دیا گیا ہے، اس لئے کہ مقصد نکاح جماع ہے، جب تک یہ مقصد حاصل ہو رہا ہے، امراض کی بناء پر نکاح متاثر نہیں ہو سکتا، حنفیہ میں شیخین کا یہی مسلک ہے، ان کے علاوہ امام عطاء، نعمی، عمر ابن عبدالعزیز، ابی زیاد، ابو قلطب، ابن ابی لیلی، امام اوذاعی، ثوری، خطابی اور داؤد ظاہری وغیرہ کا بھی مسلک یہی ہے، اور مبوط کے، سابق صحابہ میں حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی رائے بھی یہی ہے۔ البتہ حنفیہ میں امام

محضہ اور ائمہ ثلاثہ اس کے قائل ہیں، کہ مریض اگر خطرناک اور بھاری ہو، تو فسخ نکاح کا عورت مطالبہ کر سکتی ہے، صاحب فتح القدیر نے ان حضرات کے دلائل کا بہت ہی مفصل اور عمدہ جائزہ لیا ہے۔ جس سے بجا طور پر مسلک حنفیہ کی قوت ثابت ہوتی ہے۔

(رد المحتار ۲/۶۳۸-۶۳۹، مالگیری ۱/۵۳۶، فتاویٰ قاضی خاں ۱/۲۳۳)

اس اصول کی روشنی میں عورت کو ایڈز کی بناء پر حنفیہ کے نزدیک فسخ نکاح کا حق حاصل نہیں ہوگا، اس لئے کہ چاہے یہ کتنا ہی



خطرناک مرض ہو مگر اس سے جملہ کی قدرت ختم نہیں ہوتی اور جہاں تک مرض کے منتقل ہونے کی بات ہے تو برص اور جذام بھی تو طبی لحاظ سے منتقل ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں، لیکن اس کے باوجود فقہاء نے فسخ نکاح کا حق نہیں دیا۔

البتہ امام محمد اور انہر شلٹ کے اصول کے مطابق ایڈز کی بناء پر فسخ نکاح کا اختیار ہوگا۔ اور اپنا خیال یہ ہے کہ آج کے دور میں ایڈز کی خطرناک صورت حال دیکھتے ہوئے اگر امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا جائے، تو حالات کے زیادہ مناسب اور فقہی اصطلاح میں اذفق المناس ہوگا۔ یا دوسری صورت جیسا کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ کوئی شافعی، مالکی، حنبلی، یا مجتہد قاضی جو فروعات میں دلائل کی بناء پر اپنے امام سے اختلاف کرنے کا اہل ہو، ایڈز کی بناء پر فسخ نکاح کا فیصلہ کر دے، تو یہ فیصلہ درست اور نافذ ہوگا اس لئے کہ مجتہد فیہ مسائل میں حکم حاکم، یا فیصلہ قاضی مرجع کی حیثیت رکھتا ہے، اس لئے عورت اپنا مسئلہ اس طور پر حل کرانا چاہے تو کر سکتی ہے۔ (ردالمحتد ۲/۲۳۹، خانیہ ۱/۳۳۳)

## (۶) ایڈز کی بناء پر اسقاط حمل

جو خاتون ایڈز کے مرض میں گرفتار ہو، اگر اسے حمل قرار پا گیا تو اس کا مرض دوران حمل یا دوران ولادت، یا دوران رضاعت بچے کی طرف منتقل ہونے کا طبی لحاظ سے پورا اندیشہ ہے، ایسی عورت کیا بچہ تک اس مرض کی منتقلی کے خوف سے اسقاط حمل کر سکتی ہے؟ اور اگر عورت اس کے لئے تیار نہ ہو تو کیا اس کا شوہر یا حکومت کا محکمہ صحت اسے اسقاط حمل پر مجبور کر سکتا ہے؟ کیوں کہ ایڈز کا مریض بچہ سماج کے لئے خطرہ اور حکومت کے لئے بدمعاش ہوگا۔

اس مسئلہ کی دو شکلیں ہیں۔

- (۱) اسقاط حمل اس مدت سے پہلے کر دیا جائے جس کے بعد بچے کے اندر روح ڈال دی جاتی ہے اور اس کی تخلیق اعضا، کا کام شروع ہو جاتا ہے
- (۲) دوسری شکل یہ ہے کہ اسقاط حمل نفخ روح کی مدت کے بعد کیا جائے، نفخ روح کی مدت قدیم فقہاء نے ایک سو بیس دن یا چار ماہ مقرر کی ہے، مگر علامہ شامی کے بقول یہ مدت بذات خود مقصود نہیں ہے، بلکہ مقصود نفخ روح اور تصویر اعضا ہے اور یہ مقصد اگر اس مدت سے قبل ہو جائے، تو بھی حکم میں کوئی فرق نہ آنے لگا، (ردالمحتد ۲/۲۳۲)

(۱) پہلی شکل کی فقہاء نے عذر کے وقت اجازت دی ہے، اگر شوہر کی اجازت ہو تب تو کوئی بات ہی نہیں، اور نہ ہو تو بھی بہت سے فقہاء نے عورت کو اس کی اجازت دی ہے۔ فقہ کی کتابوں میں ائذار کی جو فرست دی گئی ہے اس میں ایک اہم عذر ولد سو، کی تخلیق کا اندیشہ بھی ہے، اس بنیاد پر ایڈز کی مریض خاتون نفخ روح کی مدت سے قبل بلا کر بہت اسقاط حمل کر سکتی ہے، اور اگر وہ اس کے لئے تیار نہ ہو تو شوہر یا حکومت کا محکمہ صحت اس کو اس پر مجبور کر سکتا ہے، اس لئے کہ ایڈز زدہ مریض بچہ سے زیادہ ولد سو، کا مصداق آج کے دور میں کون ہو سکتا ہے؟

(۲) البتہ دوسری شکل میں جب طبی تحقیق و معائنہ کے بعد ثابت ہو گیا کہ بچہ کے اندر جان پیدا ہو گئی ہے اس وقت اسقاط حمل ایڈز کے خوف کی بناء پر فتاویٰ خانیہ کے مطابق جائز ہے، لیکن فقہ کی دیگر کتابوں اور عام اصول کے لحاظ سے یہ قول قوی معلوم نہیں پڑتا، اس لئے کہ ماں کے ایڈز میں مبتلا ہونے کی صورت میں پیٹ کے بچے کو دو طرح کی ہلاکتوں کا سامنا ہے، ایک ہلاکت محتمل ہے، وہ یہ کہ حمل یا ولادت یا رضاعت کے دوران ایڈز کے جراثیم بچہ میں منتقل ہو جائیں، جو کسی زمانہ میں بچہ کو ہلاک کر سکتے ہیں، دوسری صورت یہی ہے وہ یہ کہ بچہ کو اسقاط حمل کے ذریعہ اسی وقت ہلاک کر دیا جائے، ظاہر ہے کہ جس بچہ میں جان ڈالی جا چکی ہے اور وہ ایک انسان بن چکا





## (۹) ایڈز — مرض الموت کے حکم میں نہیں

یہاں ایک اہم ترین سوال یہ بھی کہ ایڈز نیز طاعون و کینسر جیسے امراض جب طبی لحاظ سے ناقابل علاج مرحلہ میں پہنچ جائیں تو کیا ان کے لئے مرض الموت کا حکم ہوگا؟ اور ایسے مریض کے لئے مرض وفات کے احکام جاری ہوں گے؟

اس سوال کے جواب کے لئے اولاً مرض الموت کا حتمی مفہوم ہمارے ذہنوں میں ہونا ضروری ہے۔ فقہاء کی تصریحات کے مطابق مرض الموت وہ مرض کہلاتا ہے جس میں انسان ایسی پوزیشن میں پہنچ جائے کہ وہ صاحب فراش ہو جائے اور امروز فردا میں اس کے مرنے کا اندیشہ ہو اور وہ اپنے معمول کے مطابق حوالہ اصلیہ کی تکمیل پر قادر نہ ہو، مثلاً ایک معلم کا مرض الموت یہ ہے کہ وہ تدریس کے فرائض انجام نہ دے سکے، دکان دار کا یہ ہے کہ وہ اپنی دکان کی ذیوی انجام نہ دے سکے اور عورت کا مرض الموت یہ ہے کہ وہ امور خانہ داری کی انجام دہی پر قدرت نہ رکھے وغیرہ البتہ بیت الخلاء یا کھانے پینے کے لئے گھر میں چلنا پھرنا یا دو اہل خانہ وغیرہ جانے کے لئے ضرورتاً باہر نکلنا مرض الموت کے لئے مانع نہیں۔ (فتاویٰ برائے علی الحدید ۳۳۳/۱، فتاویٰ عالمگیری ۱۰۸۹/۲، رد المحتار ۵۹۹/۲)

لیکن اگر مرض طول پکڑ جائے (جس کی مدت کم از کم بقول علامہ ناطقی فقہاء نے ایک سال مقرر کی ہے) اور امروز فردا کی ہلاکت و

موت کا خطرہ مل جائے یا اپنے دوسرے معمولات وہ بخوبی انجام دیتا ہو تو یہ مرض الموت کے حکم میں نہ ہوگا۔ (فتاویٰ خانہ کتب الوصایا ۱۰۲/۱) مرض الموت کی اس تعریف کے لحاظ سے ایڈز اس کے ذیل میں نہیں آتا اور ایڈز کے مریض کے لئے موت و وفات کے احکام جاری نہ ہوں گے، اس لئے کہ ایڈز پیدا ہونے کے بعد مریض فوراً ہلاک نہیں ہو جاتا، بلکہ سالوں سال اس کے بعد بھی زندہ اور بظاہر صحت مند رہتا ہے، اور اپنے سارے کام بھی کرتا رہتا ہے، اس لئے اگرچہ یہ ناقابل علاج مرض ہے، مگر مرض موت نہیں، یہاں اگر ایڈز اس درجہ پر پہنچ جائے کہ انسان صاحب فراش بن جائے، اس کے جسم کا سارا دفاعی نظام کھوکھلا ہو جائے، اور اپنے معمول کے کاموں کی طاقت و قدرت ختم ہو جائے، تو اب سے یہ مرض مرض الموت کے دائرے میں داخل ہو جائے گا۔

ربا طاعون اور کینسر کا معاملہ تو طاعون پر تو باقاعدہ فقہاء ائمہ خیال کر چکے ہیں، وہ یہ کہ طاعون بلاشبہ مرض الموت ہے، اگر کوئی انسان اس میں مبتلا ہو جائے تو اس پر مرض وفات کے احکام جاری ہوں گے، اس میں کوئی کلام نہیں، اس لئے کہ طاعون کا مریض بالعموم بہت دنوں زندہ نہیں رہ سکتا، البتہ اگر طاعون کسی شہر، علاقہ یا محلہ میں پھیلا ہوا ہو اور خود وہ شخص (مثلاً زید) اب تک اس میں مبتلا نہ ہوا ہو، تو اس پر فقہاء نے کلام کیا ہے، علامہ شامی نے فتح القدیر کے حوالہ سے شافعیہ کا مسلک یہ نقل کیا ہے کہ یہ حالت بھی مرض الموت کی ہے، مثلاً حنفیہ سے اس سلسلے میں کوئی تصریح نہیں ملتی، البتہ ان کے قواعد کی رو سے اگر ہلاکت کا خوف غالب ہو، اس طور پر کہ طاعون دیکھتے ہی دیکھتے گھر میں داخل ہو جائے، اور افراد خانہ بھی اس میں مبتلا ہونے لگیں تو اس صورت میں یہ مرض الموت بن جائے گا، لیکن اگر ابھی طاعون کی وبا اس کے گھر سے دور ہو، اور ہلاکت کا خوف اس قدر غالب نہ ہو، تو یہ مرض الموت نہیں ہوگا۔ (رد المحتار ۵۹۹/۲)

کینسر کو ہم طاعون پر قیاس کر سکتے ہیں، مگر اس وقت جب کہ یہ شدید صورت حال اختیار کر لے، اس لئے کہ دیکھا جاتا ہے کہ کینسر کا مریض انکشاف کے بعد فقہاء کی اصطلاح میں طویل مدت تک زندہ نہیں رہتا، اس بنا پر کینسر کے مریض کو مریض موت قرار دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔



## (۱۰) وبائی علاقہ میں آمدورفت

ایک اہم ترین مسئلہ اس باب میں ان علاقوں میں آمدورفت کا ہے جن میں طاعون یا اس جیسے مسلک امراض پھیلے ہوئے ہوں۔ اس سلسلے میں اتنی بات تو طے ہے (جیسا کہ محور دوم کے شروع میں عرض کیا جا چکا ہے) کہ بعض امراض میں طبی اعتبار سے متعدی ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے، جس کی تائید شریعت اسلامیہ بھی کرتی ہے، اس لئے فساد عقیدہ کی وجہ سے نہیں بلکہ خود طبی لحاظ سے بھی ان علاقوں میں آمدورفت مناسب نہیں، اور اگر اس تعلق سے حکومت کوئی پابندی عائد کرتی ہے تو اس کا اقدام شرعاً غلط نہ ہوگا، یہی جمہور علماء کا مسلک ہے۔ علامہ نوویؒ نے بعض صحابہ کا اختلاف نقل کیا ہے، مگر وہ اس قدر موثر نہیں، مثلاً حضرت عمر فاروقؓ، حضرت

عبداللہ ابن مسعودؓ، حضرت عمرو ابن العاصؓ کے اختلاف کا ذکر کیا ہے، لیکن یا تو ان حضرات تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے متعلق حدیثیں نہیں پہنچیں یا کسی دوسری مصلحت کی بناء پر انھوں نے آمدورفت کی اجازت دی، یا اس کا مطلب کچھ اور ہے۔

(شرح مسلم للنووی ۲/۲۲۸-۲۲۹)

جب کہ اس بارے میں صریح احادیث ملتی ہیں، ایک حدیث ابوداؤد شریف میں آئی ہے۔

حضرت یحییٰ ابن عبداللہ ابن یحییٰ کہتے ہیں کہ مجھ سے اس شخص نے بیان کیا کہ جس نے حضرت فروقہ ابن مسیک سے یہ روایت سنی تھی کہ انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہمارے پاس ایک زمین ہے جس کو امین کہا جاتا ہے اور وہ ہماری زراعت اور غلہ کی زمین ہے، (یعنی وہ غلہ کی منڈی ہے، جہاں تجارت کے لئے دوسری بیگموں سے غلہ لا کر جمع کیا جاتا ہے، اور دوسرے شہروں میں بھیجا جاتا ہے) لیکن اس زمین کی وبا، سخت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو، کیوں کہ وبا، اور بیماری کا قرب ہلاکت و موت کا باعث ہوتا ہے۔ (مطہر حق)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی بھی وبائی علاقہ میں خواہ طاعون کا علاقہ ہو یا کسی وبائی مرض کا، اس کا حکم یہی ہے کہ ایسی جگہ نہیں جانا چاہئے اور اس کا تعلق محض عدوی سے نہیں بلکہ طب سے ہے، اس لئے کہ فرمان نبیؐ کے مطابق بیماری کے قریب رہنے، یا وبائی آب و ہوا میں سانس لینے سے جسم کے اندر مرض کے براہیم سرایت کر جانے کا پورا اندیشہ ہے، اس لئے ایسے مقامات پر نہیں جانا چاہئے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۱۰/۹)

اور اگر حکومت ایسے مقامات پر جانے پر پابندی لگاتی ہے تو شریعت اور طب دونوں اعتبار سے اس کا اقدام درست ہوگا، فقہاء کا عندیہ بھی یہی ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ کتب الجنایات ۶/۲۸۹)

طاعون کے بارے میں تو صراحت کے ساتھ حدیثیں آئی ہیں، مثلاً ایک روایت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان هذا السقم عذب به الاعم قملکم فاذا سمعتم به فی الارض فلا تدخلوها واذا وقع بارضی وانتم

بہا فلا تخرجوا فراراً۔ (مسلم شریف ۶/۲۲۸)

بلاشبہ یہ وہ مرض ہے جس کے ذریعہ سابقہ امتوں کو خراب دیا گیا، پس جب تم کو کسی جگہ اس کے ہونے کا علم ہو تو اس جگہ مت جاؤ، اور اگر تمہاری موجودگی میں یہ وبا پھیل جائے، تو اس سے بھاگ کر نکلنے کی کوشش نہ کرو۔



اسی مضمون کی ایک روایت حضرت عبدالرحمن ابن عوف سے بھی منقول ہے، جو انھوں نے حضرت فاروق اعظم کے سفر شام

کے دوران مقام ممواس میں طاعون پھیلے ہوئے ہونے کی اطلاع سننے کے بعد سنایا تھا، حضرت فاروق اعظم نے اکابر صحابہ کے مشورے سے یہ طے کر لیا کہ اب سفر کو ملتوی کر کے واپس ہو جائیں گے، جس پر حضرت ابو عبیدہؓ کو امر عرض بھی ہوا، انھوں نے کہا کہ آپ اللہ کی تھری سے بھاگتے ہیں؟ اس موقع پر حضرت عمرؓ نے یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا (جو دراصل کسی موقع پر خود سرور دو جہاں حضرت نبی آفران صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے صادر ہوا تھا) کہ "ہاں ہم اللہ کی تھری سے اللہ کی تھری کی طرف بھاگتے ہیں۔"

اتفاق سے حضرت عبدالرحمن ابن عوفؓ جن کے پاس متعلقہ حدیث موجود تھی اس مشاوردت کے وقت موجود نہ تھے، (اور نہ کوئی اختلاف ہی نہ ہوتا اور نہ مشورہ کی حاجت ہوتی) جب وہ تشریف لائے تو مذکورہ حدیث سنائی اور صحابہ کو اطمینان ہوا۔

(مسلم شریف ۲/۲۲۸، ۲۲۹)

طاعون کے مقام پر نہ جانے کی وجہ تو تکاہر ہے مگر وہاں سے فرار کرنے سے منع اس لئے کیا گیا کہ اگر ایسے مقامات سے لوگوں کے بچنے کا سلسلہ شروع ہو جائے، تو سرنے والوں کی تمیز و تکلفین اور دوسرے مریضوں کی دیکھ بھال کون کرے گا؟ دوسری غرابی یہ ہوگی کہ جو لوگ وہاں سے نکلیں گے ممکن ہے کہ ان کے اندر مرض کے جراثیم سرایت کر چکے ہوں، اور وہ جراثیم دوسرے علاقوں میں بھی پھیل جائیں تیسرے ایسے علاقے سے فرار فساد عقیدہ پر دلالت کرتا ہے، اس لئے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ محض مرض کو مؤثر قرار دینے کے بجائے خدا تعالیٰ پر اعتماد کیا جائے۔

## (۱۱) کسی ضرورت سے وبائی علاقہ میں آمدورفت

البتہ اگر وبائی علاقہ سے فرار کی نیت سے نہیں بلکہ ضرورت کی بناء پر نکل رہا ہو یا اس علاقہ میں داخل ہو رہا ہو، تو اس کی ممانعت نہیں ہے، مثلاً ایسی جگہ سے کچھ لوگ اپنی ضرورت سے باہر گئے ہوئے ہیں اور پھر یہ صورت حال پیدا ہوگئی، اور ان کے قیام کی نہ اب ضرورت ہے نہ ممکن ہے نیز گھر و کھوپڑ کو بھی ان کی نگہداشت کی ضرورت ہے، تو ایسے لوگ طاعون کے مقام پر جاسکتے ہیں، یا اس کے برعکس کسی ضرورت سے آنے ہوئے لوگ جن کا کام ختم ہو چکا ہے، یا اب نہیں ہو رہا ہے، یا وہ شخص جس کی مناسب نگہداشت اور علاج و تیمارداری کا یہاں انتظام نہیں ہو پا رہا ہے، یا کسی وجہ سے اس کی دوسری جگہ ضرورت ہے، تو وہ طاعون کے علاقہ سے ضرورت کی نیت سے نکل سکتے ہیں، فرار کی نیت سے نہیں، اس لئے کہ حدیث میں ممانعت فرار کے طور پر نکلنے کی ہے، نہ کہ ہر طرح کے نکلنے کی، اور ضرورت کی بناء پر نکلنا فرار نہیں ہے، اس لئے اس کی ابادت ہوگی۔ (شرح مسلم للنووی ۲/۲۲۹)

## محور سوم (امانت اور غیبت سے متعلق مسائل)

اسلام نے امانت پر زور دیا ہے اور امانت کے بارے میں اسلام کا تصور بہت وسیع ہے، اگر کسی مجلس میں چند لوگ باہم بیٹھ کر باتیں کر رہے ہیں، ان باتوں کو امانت قرار دیا گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

جب انسان کسی سے کوئی بات کرے پھر ادھر ادھر رازدارانہ طور پر دیکھے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اس بات کو

راز رکھنا چاہتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ۱۳۸)

ایک دوسری روایت حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہے۔ (مشکوٰۃ)

## امانت کے حدود

اس لحاظ سے ڈاکٹر اپنے مریضوں کا رازدار ہوتا ہے۔ اس کی شرمی، اخلاقی اور قانونی ذمہ داری ہے کہ اپنے زیر علاج یا زیر تجربہ مریضوں کا راز افشاء نہ کرے، جس سے ان مریضوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو یا سماج میں ان کی بدنامی یا ہسکتی ہو، لیکن بعض دفعہ مریض کی پردہ داری بے شمار لوگوں کی تباہی کا پیش خیر ثابت ہوتی ہے، ایسے وقت اگر ڈاکٹر محسوس کرے کہ مریض کی پردہ داری سے بہت سے لوگوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے، تو اسے چاہئے کہ وہ مریض کا راز مثبت انداز میں ظاہر کر دے، اس لئے کہ مجالس کو امانت اسی وقت تک قرار دیا گیا ہے جب تک کہ اس سے دوسروں کی حق تلفی نہ ہوتی ہو، یا خلاف شرع عمل نہ کرنا پڑتا ہو۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجلس کی باتیں امانت ہوتی ہیں، سوائے تین مجلسوں کے، ایک وہ جس میں کسی کا ناجائز سخن بہانے کی بات کی گئی ہو، دوسرے وہ جس میں زنا کاری کے تعلق سے بات ہوئی ہو، تیسرے وہ جس میں کسی کا ناحق مال لوٹنے کا ذکر ہوا ہو۔ (مشکوٰۃ ۳۳۸)

اس کے علاوہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الدين النصيحة۔ (مسلم شریف ۵۳/۱)

دین خیر خواہی کا نام ہے۔

اب اگر ایک شخص کی خیر خواہی سے دوسرے کئی لوگوں کو نقصان پہنچتا ہو، تو یہ کوئی دانش مندی اور خیر خواہی نہ ہوگی، کہ ایک

شخص کی وجہ سے ڈاکٹر سے لوگوں کی مضرت کا باعث بن جائے، بلکہ خیر خواہی میں فرد پر جماعت کو فوقیت حاصل ہے، اس لئے ایک فرد یا چند افراد کی خاطر پوری جماعت کو نہیں چھوڑا جاسکتا۔ اسی لئے فقہاء نے قاعدہ بیان کیا ہے۔

۱۔ يتحمل الضرر الخاص لاجل دفع ضرر العام۔ (الاشیاء ۱/۲۸۰)

ضرر عام کو دور کرنے کے لئے ضرر خاص کو گوارا کیا جائے گا۔

۲۔ ایک دوسرا قاعدہ اسی سے ملتا جلتا ہے۔

لو كان احدهما اعظم ضررا من الاخر فان الاشد يزال بالاخف۔ (الاشیاء ۱/۲۸۳)

اگر دو چیزوں میں سے ایک ضرر دوسرے سے بڑا ہو، تو چھوٹا ضرر گوارا کر کے بھاری ضرر کو دور کیا جائے گا۔

۳۔ ایک تیسرا قاعدہ بھی اسی مفہوم کو ادا کرتا ہے۔

اذا تعارض مفسدان دو عی اعظمهما ضررا بارسکاب اخفهما۔ (الاشیاء ۱/۲۸۹)

جب دو مفسدے ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں تو ہلکے مفسدے کو قبول کر کے بڑے کے ضرر سے محفوظ رہنے کی کوشش کی

جائے گی۔

## غیبت کے نقطہ نظر سے

کسی مسلک مریض کا افشاء راز جہاں امانت داری کے خلاف ہوتا ہے، وہیں اسے ہم شرعی لحاظ سے غیبت بھی قرار دے سکتے ہیں۔ کہ ڈاکٹر کسی مسلمان کے عیوب دوسروں پر ظاہر کرتا ہے، جو مریض کبھی پسند نہیں کر سکتا، اور اس کا نام غیبت ہے جو حرام ہے، لیکن اسلام میں غیبت بھی ان ہی مواقع پر حرام ہے، جن پر اس سے بڑا کوئی مفیدہ لازم نہ آئے، لیکن اگر حقوق اور جائز مفادات کے تحفظ یا لوگوں کو ضرر سے بچانے کے لئے کوئی کسی کے پیچھے اس کے عیوب بیان کرتا ہے، تو یہ غیبت ناجائز نہیں، بلکہ بعض مواقع پر واجب ہو جاتی ہے، مثلاً راویوں، گواہوں، صدقات و اوقاف کے نگرانوں کی جرح و تحقیق اگرچہ بظاہر غیبت ہے، لیکن یہ جائز بلکہ واجب ہے، اس لئے کہ اس کے بغیر عام لوگوں کے حقوق کا تحفظ اور حدیث پاک کی صحت مشکل ہو جائے گی۔ (شامی ۵/۱۰۰)

علماء نے جو مقاصد شرعی کے لئے غیبت کو جائز قرار دیا ہے، جن میں چوتھے نمبر پر مسلمانوں کو ضرر سے بچانے کے لئے بھی غیبت کی اجازت دی ہے، جس کی کئی شکلیں ہیں۔

(۱) راویوں، گواہوں اور مصنفین کی جرح و تعدیل جو نہ صرف جائز بلکہ مستحب طور پر واجب ہے۔

(۲) نکاح کے سلسلے میں مشورہ کے وقت بھی عیوب سے خبردار کرنا جائز ہے۔

(۳) کوئی شخص لاعلمی میں کوئی عیب دار چیز، یا چور، بدکار غلام خرید رہا ہے، تو خیر خواہانہ طور پر اس کے عیوب سے مشرعی کو واقف کرادنا جائز ہے۔

(۴) کوئی شخص فحش فاسق کے پاس طلب علم کے لئے آمد و رفت رکھتا ہے، تو طالب علم کو اس کے مغائب بتا دینا درست ہے۔

وغیرہ (شرح مسلم للنووی ۲/۲۲۰-۲۲۲، شامی ۵/۲۸۹، ۶/۱۲۸۰، عالمگیری ۵/۲۵۳)

خود حضور کے سامنے حضرت بند نے ابوسفیان کی شکایت اپنے حقوق کے لئے کی، تو اس پر آپ نے نکیر نہیں فرمائی۔ (متفق علیہ)

ان تفصیلات کی روشنی میں سوالنامہ میں مذکورہ سوالات کے جوابات بتا سانی دئے جاسکتے ہیں۔

## (۱) بوقت نکاح تحقیق حال

ایک ماہر امراض چشم مسلمان ڈاکٹر نے ایک نوجوان کی آنکھ کا علاج کیا۔ اس نوجوان کی ایک آنکھ کی بصریت ختم ہو چکی ہے، لیکن ڈاکٹر کی کوششوں سے اس مریض کی وہ آنکھ دیکھنے میں بالکل صحیح و سالم معلوم ہوتی ہے، اس نوجوان کا رشتہ کسی خاتون سے طے پا رہا ہے۔ ڈاکٹر کو یقین ہے کہ اگر اس خاتون کو نوجوان کے اس عیب کا علم ہو جائے، تو ہرگز یہ رشتہ کرنے کو راضی نہیں ہوگی، نوجوان یہ عیب چھپا کر اس خاتون سے رشتہ نکال کر رہا ہے، اگر لڑکی کے گھر والوں کو یہ بھٹک لگ گئی، کہ وہ نوجوان فلاں ڈاکٹر سے آنکھ کا علاج کروا رہا ہے، اور لڑکی یا اس کے گھر والے معلومات کرتے کے لئے اس ڈاکٹر کے پاس آئیں، تو ایسی صورت میں اس مسلمان ڈاکٹر کے لئے جائز ہوگا، کہ وہ خیر خواہانہ طور پر لڑکی اور اس کے گھر والوں کو نوجوان کے اس عیب سے باخبر کر دے۔ (شامی ۵/۲۸۰) مگر صرف اس صورت میں جب کہ لڑکی یا اس کے گھر والے اس سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کریں یا مشورہ کریں، بلا طلب و مشورہ ڈاکٹر کو افشاء راز کی ضرورت نہیں۔



اس لئے کہ عیب سے خبردار کرنا واجب نہیں بلکہ محض جائز ہے، کیوں کہ یہ کوئی ایسا عیب نہیں ہے جس سے عورت یا اس کے گھر والوں کو کوئی مضرت پہنچے۔

اس کا مفاد وہ مشورہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو انصاری لڑکی سے شادی کرنے کے سلسلے میں دیا تھا کہ

فانظر اليها فان في اعين الانصار شيئا رواه مسلم، (مشکوٰۃ شریف کتب النکاح ۲۶۸)

انصاری عورتوں کی آنکھ میں ایک خاص بات ہوتی ہے (جو ضروری نہیں کہ ہر ایک کو پسند آئے) اس لئے پہلے لڑکی کو دیکھ لو۔

اس سے ایک طرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس طرح کے عیوب شادی بیاہ کے مشورہ کے وقت بتائے جاسکتے ہیں، دوسری طرف یہ

بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مشورہ کے وقت ہی بتانا چاہئے، یہ کوئی واجب نہیں کہ بلا مشورہ بھی اس کا پرچار کرتا رہے۔

## (۲) طبی معائنے کے بعد ڈاکٹر کا رویہ

ایک مرد اور ایک عورت جن کے درمیان رشتہ نکاح کی بات چل رہی ہے، کسی ڈاکٹر کے پاس طبی جلیج کے لئے آتے ہیں، طبی جلیج کے نتیجے میں ڈاکٹر کو کسی ایک کا کوئی ایسا مرض معلوم ہو جاتا ہے، جس کے نتیجے میں اس بات کا پورا اندیشہ ہے، کہ ناقص الاعضاء، بچے پیدا ہوں، یا یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مرد یا عورت کے مادہ منویہ میں جراثیم تولید نہیں ہیں، ایسی صورت میں ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ دوسرے فریق کو پہلے فریق کے عیب یا مرض سے باخبر کر دے، عیب یا مرض کو چھپانا جائز نہیں، اس لئے کہ دونوں نے ڈاکٹر پر پوری رضامندی کے ساتھ صحیح صورت حال معلوم کرنے کے لئے اعتماد کیا ہے، اور طبی معائنے کر کے گویا ڈاکٹر نے اس اعتماد کو قبول کر لیا ہے، اس لئے اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس معاہدہ سے پھر جائے، یا ان دونوں میں سے کسی کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائے، اس وقت ڈاکٹر کا افشاء دلائل کرنا امانت کے حدود میں آتا ہے اور نہ غیبت کے دائرے میں۔

## (۳) دوسری شکل

ایک شخص کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے، ڈاکٹر کو طبی جلیج کے نتیجے میں یہ بات معلوم ہے کہ یہ شخص نامرد ہے، یا اس میں کوئی ایسا عیب پایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے اس کا نکاح بار آور نہیں ہو سکتا، ڈاکٹر کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ شخص کسی عورت سے نکاح کی بات چیت کر رہا ہے، اور اپنے اس عیب کو چھپا کر اس عورت سے نکاح کر لینا چاہتا ہے، یا کوئی خاتون کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے وہ کسی ایسے اندرونی مرض یا عیب میں مبتلا ہے جس پر سبب ہونے کے بعد اس کا رشتہ نکاح کیس ہونا بہت مشکل ہے، اور وہ خاتون اپنے اس اندرونی مرض یا عیب کو چھپا کر کسی مرد سے نکاح کی بات چیت کر رہی ہے، رشتہ نکاح کی بات ڈاکٹر کے علم میں آ چکی ہے — ان دونوں صورتوں میں ڈاکٹر کے لئے جائز ہے کہ وہ دوسرے فریق کو اپنے مریض کے مرض یا عیب سے مطلع کر دے، مگر اس وقت جب دوسرا فریق اس مریض یا مریضہ کے بارے میں معلومات کرنے کے لئے ڈاکٹر سے ربط قائم کرے۔

الایہ کہ ڈاکٹر کو مریض کا کوئی ایسا مسلک مرض معلوم ہو جائے جو شادی کے بعد ایک بار بھی جنسی عمل سے دوسرے میں منتقل ہو سکتا ہو، اور دوسرے فریق کے لئے مسلک ثابت ہو سکتا ہو مثلاً ایڈز، تو اس صورت میں ڈاکٹر کے علم میں اگر دونوں کے درمیان رشتہ نکاح چلنے کی بات ہے، اور اس کے لئے خبر دینا ممکن ہے تو ڈاکٹر پر واجب ہے کہ وہ فریق ثانی کو مریض کے مرض کی اطلاع دے، خواہ فریق ثانی اس سے مشورہ طلب کرے یا نہ کرے۔

ان دونوں صورتوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ وہ محبوب یا امراض جو دوسرے کے لئے مسلک نہیں ہوتے، مثلاً نامردی، جنون، ہسٹریا یا امراض چشم وغیرہ۔ شادی کے بعد ان کی تلافی ممکن ہے، اس طور پر کہ اگر مثلاً عورت اس مرد کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی، تو عدالت سے رجوع ہو کر کوئی صل نکال سکتی ہے، اس میں عورت کی جان یا عضو کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ لیکن وہ امراض جو سخت مسلک ہوتے ہیں مثلاً ایڈز، تو اگر شادی ہوگئی، اور دونوں میں جنسی ملاقات بھی ہوئی، تو اس کی کوئی تلافی ممکن نہیں، بہت زیادہ تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ تفریق کر دی جائے گی، لیکن ایڈز کے وہ جراثیم جو جنسی عمل کے دوران عورت کے اندر منتقل ہو چکے ہوں، ان کی تلافی کس طرح کی جاسکتی ہے، یہ تو عورت کے لئے یا عورت بمثلہ ہو تو مرد کے لئے سخت مسلک ثابت ہو سکتے ہیں۔ اس لئے مسئلہ یہاں محض نکاح اور تفریق نکاح کا نہیں، بلکہ تحفظ جان کا بھی ہے، جو ڈاکٹر کا منصبی فریضہ ہے، اس لئے اس صورت میں اس پر لازم ہے کہ وہ فریق ثانی کو مریض یا مریضہ کے مرض یا عیب کی اطلاع کر دے۔

### (۴) مریض چشم ڈرائیور کے لئے ڈاکٹر کا رویہ

ایک شخص کے پاس ڈرائیونگ لائسنس ہے، اس کی بینائی بری طرح متاثر ہو چکی ہے، ڈاکٹر کی رائے میں اس کا گاڑی چلانا اس کے اور دوسروں کے لئے مسلک ہو سکتا ہے، ایسا شخص اگر ڈاکٹر کے منع کرنے کے باوجود گاڑی چلاتا ہے، تو ڈاکٹر کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس کی بینائی کے بارے میں اطلاع کرے، اور ڈرائیونگ لائسنس منسوخ کرنے کی سفارش کرے، خواہ وہ پرائیوٹ طور پر گاڑی چلاتا ہو یا گاڑی چلانے کی ملازمت کرتا ہو، اور اگرچہ اس کا پورا اندیشہ ہو کہ ڈاکٹر کی رپورٹ پر ڈرائیور کی ملازمت خطرے میں پڑ جائے گی، لیکن اس کے ساتھ چوں کہ بہت سے لوگوں کی جان وابستہ ہے، اس بناء پر ضرر خاص کو ضرر عام سے بچنے کے لئے گوارا کرنا پڑے گا۔ (الاشباہ ۱/۲۸۰)

### (۵) منشیات کا مریض ڈرائیور

اگر کوئی شخص کسی ایسی ملازمت پر ہو جس سے بہت سے لوگوں کی زندگیوں کا تحفظ وابستہ ہے، مثلاً ہوائی جہاز کا پائلٹ، یا ٹرین یا بس وغیرہ کا ڈرائیور، یہ شخص شراب یا دوسری نشہ آور چیزوں کا بری طرح عادی ہے، اور کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے، نشہ کو ترک نہیں کرتا، اور اسی حال میں ملازمت کے فرائض انجام دیتا ہے، تو اگر ڈاکٹر کو امید ہو کہ وہ بہت جلد علاج کے بعد نشہ ترک کر دے گا، یا یہ کہ اس کا نشہ استعمال نہیں کرتا کہ وہ بے خود ہو جائے اور فرائض کی تکمیل متاثر ہو جائے، جب تو افشاء راز کی ضرورت نہیں ہے، بصورت دیگر ڈاکٹر کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس مریض کے بارے میں خبر کر دے، کہ یہ شخص کثرت سے شراب یا نشہ آور چیزوں کا استعمال کرتا ہے، تاکہ اس کی غلطی سے دوسرے مسافروں کو نقصان نہ پہنچے۔

### (۶) ناجائز حمل کی پردہ داری

اگر کسی عورت کو ناجائز حمل تھا، اس عورت سے بچہ پیدا ہوا، اور وہ اس نو مولود کو کسی شاہراہ یا پارک یا کسی اور مقام پر زندہ حالت میں چھوڑ کر چلی آئی، تاکہ سماج میں بدنامی سے بچا جائے، اس نے ڈاکٹر سے رابطہ قائم کیا، اور ڈاکٹر کو اس صورت حال کی خبر دی، تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کو چاہئے کہ وہ اس عورت کی رازداری کرے، اور اس کے غلط اقدام کے بارے میں کسی کو خبر نہ دے، اس لئے کہ یہی وہ موقع ہے جس کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ: "جو کسی مسلمان کی پردہ داری کرے گا قیامت کے دن خدا اس کی پردہ داری کرے گا۔" (متفق علیہ)

بلکہ اس موقع پر کوئی اس سے اس ناجائز بچہ کی حقیقت دریافت بھی کرے تو ڈاکٹر کو اپنی لاعلمی کا اظہار کر دینا چاہئے، یا کسی مناسب طریقہ سے اس کو ٹال دینا چاہئے، اس طور پر کہ خود بھی کسی مصیبت میں نہ پھنسنے اور دوسرا بھی محفوظ رہے۔ (شامی ۵/۲۵۳)

#### (۷) منشیات کے مریض کا نفسیاتی علاج

اس صورت میں شرعی لحاظ سے کوئی مضائقہ نہیں، اس لئے کہ اگرچہ بظاہر اس میں مریض کو ایک ناجائز اور حرام چیز کے استعمال کا مشورہ دیا جا رہا ہے، لیکن درحقیقت اس میں تخفیف اور شراب سے نفرت پیدا کرنا مقصود ہے، اور مشورہ فقہی اصول ہے الامور بمقاصدھا۔ امور میں مقاصد کا اعتبار ہوتا ہے۔

#### (۸) جرائم پیشہ افراد کے بارے میں ڈاکٹر کا رویہ

ایسی صورت میں ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ مریض کے پیشہ اور جرم کی شدت محسوس کرتے ہوئے حکومت کے متعلقہ محکمہ کو اس طور پر خبر کرے، کہ خود ڈاکٹر کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو، لیکن اگر ڈاکٹر محسوس کرے کہ میری مخبری سے مجھے کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے اور میں جرائم پیشہ لوگوں کی زد میں آسکتا ہوں تو ڈاکٹر پر مخبری واجب نہیں۔ (شامی ۵/۲۸۹ تا ۶/۲۸۵)

ملا علی قادی کی یہ عبارت اس سلسلے میں کافی چشم کشا ہے کہ

اگر کسی کو کسی معصیت میں مبتلا دیکھے تو حتی الامکان اس پر نکیر کرے، ورنہ حاکم وقت تک معاملہ پہنچائے، بشرطیکہ اس کو کسی مسدود اور پریشانی میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو۔ (مرقاۃ ۱/۲۷۰) اور علامہ نووی نے بھی یہی بات لکھی ہے۔ (شرح مسلم ۲/۲۲۰)

#### (۹) ایک بے گناہ کی رہائی کے لئے ڈاکٹر کا اقدام

ایسی صورت میں اگر ڈاکٹر کو اپنے آپ پر کوئی جانی یا مالی خطرہ نہ ہو تو اس کی ذمہ داری ہے کہ اپنے مجرم مریض کا راز افشاء کرتے ہوئے عدالت میں جا کر بیان دے، تاکہ بے گناہ شخص کی رہائی ہو سکے، لیکن اگر ڈاکٹر کو قانونی شہادتوں کے نہ ہونے کی بنا پر عدالت میں کسی قانونی گرفت یا بے عرقی کا اندیشہ ہو، یا مریض کے جرائم پیشہ دوستوں سے اس کو کوئی خطرہ ہو تو راز داری برتے ہی میں اس کے لئے خیر ہے، قرآن نے کہا ہے۔

وَلَا تَقْلُوبُوا بآيِدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ۔ (بحرہ ۹۵)

اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

(۱۰) اس سوال کا جواب محور دوم کے سوال نمبر (۲) کے تحت آچکا ہے۔



## طبی اخلاقیات

ڈاکٹر سید کمال اشرف پٹنہ

محور اول:

۱۔ آج کے دور میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے جو اچھی خاصی جتنی واقفیت رکھتے ہیں، وہ لوگوں کے پیک کے ساتھ جو لنر پیچڑ ہوتا ہے اسے پڑھ کر وہ انہیں تجویز کرنے میں انہیں ڈرا بھی تھک محسوس نہیں ہوتی، لیکن ایسے لوگ قانوناً مجاز نہیں ہیں اور یہ بہت بڑا جرم ہے۔  
۲۔ کوئی بھی ڈاکٹر جب کسی مریض کا علاج شروع کرتا ہے تو مرض کی نوعیت کے لحاظ سے وہ ضروری جانچ پڑتال میں کوتاہی نہیں کرتا، اس کے باوجود اگر کسی مریض کا کوئی عضو متاثر ہو گیا یا وہ فوت ہو گیا تو ایسی صورت میں نہ ڈاکٹر پر کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور نہ اسے جواں دینے کی ضرورت ہے۔

۳۔ اگر مریض کو آپریشن کی ضرورت ہے تو اس کی اجازت کے اور رسمی کارروائیوں کی تکمیل کے بغیر ڈاکٹر اسے آپریشن تھینر میں نہیں لے جاسکتا، مریض اگر بالغ ہے تو وہ خود اجازت دے گا اور اگر نابالغ ہے تو اس کا ولی اجازت دے گا۔  
۴۔ اگر مریض پر فحشی طاری ہے، اس کے اعزہ و اقارب میں کوئی پاس نہیں ہے اور فوری طور پر مریض تک پہنچنے کا امکان بھی نہیں ہے اور جتنی تکت نظر سے آپریشن میں تاخیر اس کی موت کا سبب بن سکتا ہے تو ایسی صورت میں ڈاکٹر وہاں کا گروپ اس بات کا فیصلہ کرے گا اور آپریشن کر دیا جائے گا، اگر وہ فوت ہو گیا یا کوئی عضو متاثر ہو گیا تو شرعی اور طبی قانون کے مطابق ان پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوگی، اور نہ انہیں جواں دینا ہوگا، یہ تکت ملحوظ رہے کہ صورت مسئولہ میں ڈاکٹروں کا مشورہ ضروری ہے، صرف ایک ڈاکٹر ایسی ذمہ داری قبول نہیں کر سکتا، جتنی قانون میں اس کی اجازت نہیں ہے۔

محور دوم:

۱۔ ایڈز کا مرض ایک مغریت کے طور پر انسانیت کے لئے بڑا خطرہ بن گیا ہے، بین الاقوامی سطح پر اس کی روک تھام کی ہر ممکن

کوششیں جاری ہیں، سائنسی تجربات اور تحقیقات مرض کے دفعیہ کا صرف ایک حصہ ہیں، لیکن اگر انسان اسلامی احکامات کے مطابق اپنے کردار کو بد اعمالیوں سے محفوظ رکھے تو اس مرض سے محفوظ رہنے اور اسے پھیلنے سے روکا جاسکتا ہے، اور اس میں صد فی صد کامیابی کے امکانات ہیں، پھر بھی اگر بد قسمتی سے کوئی شخص ایڈز میں مبتلا ہے تو اسے اپنے مرض کو چھپانا نہیں چاہئے، اگر وہ شادی شدہ ہے تو بیوی و لاطم رکھنا اخلاقی جرم ہے، اگر وہ ڈاکٹر کے پاس بغرض علاج آتا ہے تو ڈاکٹر کو چاہئے کہ محکمہ صحت کے متعلقہ حکام کو فوری طور پر مریض کے بارے میں تفصیلی معلومات بہم پہنچائے۔

۲۔ ایسی صورت حال میں مریض کے اصرار کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی، کیونکہ مرض کی نوعیت انفرادیت سے اجتماعیت کی طرف بڑھ سکتی ہے اور اس طرح معاشرے کا ایک بڑا حصہ اس مرض کی لپیٹ میں آسکتا ہے، لہذا ڈاکٹر پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس مریض کے بارے میں سیکول سرجن کو بد ریہہ تو نہیں مطلع کرے اور محکمہ صحت کو بھی باخبر کر دے، ڈاکٹر پر شرعاً اخفائے راز کی پابندی عائد نہیں ہوتی۔

۳۔ کسی کو اگر ایڈز کا مرض لاحق ہو گیا ہے تو ضروری ہے کہ اسے ایک خاص مدت تک تنہا رکھا جائے، طبی اصطلاح میں اس مدت کو Quarantine period کہتے ہیں، اور اس مدت میں بغور جائزہ لیا جائے کہ مرض کس منزل میں ہے، آیا وہ تیزی سے بڑھ رہا ہے یا بڑھنے کی رفتار سست ہے، دونوں حالتوں میں یہ سماج کا فرض ہے کہ وہ قریبی اہل بیتہ آفسر کو مطلع کرے، اور سینول سر جن کو بھی باخبر کرے۔

۴۔ ایڈز کے مریض کو اگر اپنے مرض کا علم ہے اور اس نے اپنی بیوی سے جماعت کی یا کسی ضرورت مند کو خون دیا تو وہ قابل تعزیر ہے اور سخت سزا کا مستوجب ہے، اسے ارادے یا قصد کی چھوٹ نہیں دی جاسکتی، کیونکہ لاعلمی خود ایک جرم ہے، آج کے دور میں ہر فرد کو اتنا ہاشور ہونا چاہئے کہ وہ علامات اور اشارات کو سمجھے، جسم میں فطری طور پر جو بھی تغیر ہوتا ہے اسے محسوس کرے اور فوری طور پر ڈاکٹر سے رجوع کرے، چھوٹ کے مرض میں مرض کو منتقل نہ کرنے کا ارادہ یا قصد ایک مہمل سی بات ہے، جو مرض چھوٹ سے پھیلتا ہے وہ ارادہ نہ کرنے کے باوجود تو منتقل ہو گا ہی۔

۵۔ اگر کوئی مسلمان شخص ایڈز کے مہلک مرض میں گرفتار ہوتا ہے تو میرے خیال میں اس کی بیوی کو اس بات کا مکمل اختیار ہونا چاہئے کہ وہ صلح نکاح کا مطالبہ کرے، اور جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے شرع نے زوجین کو اس کا پورا اختیار دیا ہے کہ وہ مہلک یا لاعلاج امراض سے خود کو اور اپنی نسل کو محفوظ رکھنے کے لئے علیحدگی اختیار کر سکتے ہیں، سوال کے دوسرے حصے کا جواب بھی یہی ہے کہ بیوی کو جب علم ہو جائے کہ اس کا شوہر ایڈز میں مبتلا ہے تو وہ فوری طور پر اس سے علیحدہ ہو اور صلح نکاح کا مطالبہ کرے۔

۶۔ کوئی خاتون اگر ایڈز کا شکار ہو گئی ہے اور اسے حمل بھی قرار پایا ہے تو مرض کے مہلک اثرات کے پیش نظر جو بچے میں منتقل ہو سکتے ہیں عورت اسقاط کر سکتی ہے، لیکن اس کے لئے عورت کو مجبور نہیں کیا جاسکتا، شوہر یا حکومت صحت عامہ کی خاطر بھی اس عورت کو مجبور نہیں کر سکتی، اسقاط کا حکم قانوناً صرف چار حالتوں میں جائز قرار دیا گیا ہے،

۱۔ زنا بالجبر Rape،

۲۔ حمل سے ماں کی جان کو خطرہ،

۳۔ کسی مرض کے سبب بچے کا پانچ یا جسائی طور پر معذور ہونے کا خدشہ لیکن اس کے لئے بھی ماں کی اجازت ضروری ہے۔

۴۔ ضبط تولیہ کی دوائیں یا مانع حمل کی ترائیکب کی ناکامی۔

۷۔ بچے یا بچیاں ایڈز میں مبتلا ہیں تو انہیں اسکول میں تعلیم حاصل کرنے سے نہیں روکا جاسکتا، البتہ اس بات کی احتیاط لازمی ہے کہ

ان میں ہنسی اختلاط نہ ہو، ایک دوسرے میں خون کی منتقلی نہ ہو اور وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

ایسی حالت میں Re-habilitation کے مطابق بچوں کو تعلیم دینی چاہئے، سماج کے ذمہ دار افراد پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ایسے بچے

اور بچیوں کے لئے درمجاہوں میں درج ذیل نکات کو ہمیشہ ملحوظ رکھیں۔

1- Prevention, 2- Early detention, 3- Notification, 4- Treatment, 5- Rehabilitation

tion

میرا خیال ہے کہ ان طبی اصطلاحوں کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی، کیونکہ ان کے عام مفہوم سے کبھی واقف ہیں۔

۸۔ چونکہ یہ سوال بھی سوال نمبر ۷ سے منسلک ہے اس لئے اس کا جواب وہی ہے جو سوال نمبر ۷ میں دیا جا چکا ہے، البتہ ان اصطلاحوں

کی تشریح میں متاع مرض کردوں کے سب سے پہلے مرض سے تحفظ، علامات مرض کو بڑھنے سے روکنے کے فوری اقدامات، تغذیہ صحت سے

افسران کو بلا تاخیر مطلع کرنا، مرض کا مناسب علاج، مرض کے پھیلنے سے نقصانات اور اس سے محفوظ رہنے کی ہدایات پر سختی سے عمل کرنا

سماج کی ذمہ داری ہے، اسلامی احکامات تو بالکل واضح ہیں، بچوں کی تعلیم و تربیت ابتداء ہی سے اسلامی نفع پر ہونی چاہئے، خاص طور پر یہ بات

ان کے ذہن نشین کرانی چاہئے کہ کردار کیا ہے؟ کردار کی بندی سے کیا مراد ہے؟ اس کے باوجود بد قسمتی سے مسلم معاشرے کی بچیاں با



بچے اس مرض کا شکار ہو جاتے ہیں تو والدین کا فرض ہے کہ وہ ان بچوں کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں، بلکہ پیار سے اس کے نقصانات سمجھائیں، دنیا میں بدنامی اور عاقبت کے خسارے کو واضح کریں اور مناسب علاج کی طرف توجہ دیں، انہیں اپنی شفقت سے محروم نہ کریں، اور غور کریں کہ ان کی تربیت میں کون سی کمی رہ گئی تھی جس کا فیاضہ ان کے بچوں کو جھگڑنا پڑ رہا ہے، کیونکہ بچوں کی صحت مند ذہنی نشوونما میں والدین کی تربیت کو اولیت حاصل ہے۔

۹۔ مریض کی حالت کسی بھی مرض کے سبب کتنی ہی ناگفتہ بہ کیوں نہ ہو ڈاکٹر کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اس کے لئے موت کا فتویٰ صادر کر دے، البتہ مریض کی تکلیف کو کم کرنے کی طبی طور پر ہر ممکن کوشش جاری رہنی چاہئے، انگلینڈ میں ایسے مریضوں کو جو جاں بہ لب ہیں اور لاعلاج ہیں انہیں مار دینے کا قانون بن چکا ہے، لیکن ابھی تک بین الاقوامی سطح پر طبی دنیا نے ایسے قانون کو منظور نہیں دی ہے، اور مستقبل قریب میں بھی اس کا کوئی امکان نہیں ہے، کیونکہ بہر حال ایسی کوئی بھی کوشش انسانیت سوز بھی ہے اور فطرت کے خلاف بھی۔

۱۰۔ احتیاطی تدابیر کے پیش نظر حکومت آمدورفت پر پابندی لگانے کی مجاز ہے، شرع میں بھی احتیاط برتنے پر کوئی پابندی نہیں ہے،

مریض کو بالکل تسہل کی حالت میں چھوڑنا بھی شرع کو منظور نہیں ہے، جن کے پاس پیسے ہیں وہ خود قریب نہ جا کر بہتر سے بہتر نرسنگ کی خدمات حاصل کر سکتے ہیں، اور جو لوگ ایسی سہولیات سے محروم ہیں وہ طبی احتیاط کو ملحوظ رکھتے ہوئے مریض کے قریب جاسکتے ہیں، جو بھی ہوتا ہے اللہ کے حکم سے ہوتا ہے، اگر یہ بات دل میں راسخ ہے تو شرعاً مریض کے پاس آمدورفت رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

۱۱۔ جو صورت حال بیان کی گئی ہے اس کے لئے واضح حکم یہی ہے کہ ایسے لوگ اس مقام کے لوگوں کو مطلع کریں، اور خود متاثرہ علاقہ سے دور رہیں، خود کو Quarantine period میں رکھیں، جو علاقہ متاثر ہو چکا ہے اس کے لئے انہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں، حکومت خود ہی جتنی سطح پر مرض کی روک تھام کی ہر ممکن کوشش شروع کر دیتی ہے، اور علاج معالجہ کی تمام سہولتیں فراہم کرتی ہے، متعدی امراض کے پھیلنے پر حکومت خود ہی نگہداشت کرتی ہے، افراد کا یہ فرض ہے کہ وہ جہاں ہیں وہیں رہیں، مقامی طور پر حکام کو خبر کریں، اور جب حکومت کی طرف سے پابندیاں ختم ہو جائیں تو اپنے اقدامات و امور سے ملنے جائیں۔

محور سوم:

بے شک اسلام نے "امانت" پر بے حد زور دیا ہے، اور یہ مذہب اسلام کا ایک بہت ہی نمایاں وصف ہے، امانت کی نو بیشم حالات کی بناء پر الگ الگ ہیں، پھر بھی "امین" کی ذمہ داریاں اپنی جگہ پر ہیں، ایک مسلمان ڈاکٹر یا شہر ایسی کشمکش میں گرفتار ہو سکتا ہے، لیکن یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ وہ ڈاکٹر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ذمہ دار شہری بھی ہے اور مسلم معاشرے کا ایک ذمہ دار فرد بھی، ایسی صورت حال میں وہ اپنی ذمہ داریاں کس طرح نبھا سکتا ہے، اس کا جواب شاید میں بہتر طور پر آپ کے سوالات کی روشنی میں دے سکوں۔

۱۔ ڈاکٹری کے پیشے میں پروفیشنل سیکریسی (Professional Secrecy) پیشہ ورانہ اخفائے راز کی بڑی اہمیت ہے، کیونکہ اس کے پابن ہر طرح کے مریض آتے ہیں اور اپنا دکھ درد جو کسی اور سے نہیں کہہ سکتے ڈاکٹر سے بیان کرتے ہیں، ڈاکٹر کا کام ان کی باتوں کو خود تک محدود رکھنا ہے، لیکن جب لڑکی کے گھر والے اس تک پہنچ جائیں اور لڑکی کی آنکھ کے متعلق پوچھنا چاہیں تو ڈاکٹر کی حیثیت سے لازم ہے کہ وہ مرض کے عیب کو ظاہر نہ کرے، اور طبی اخلاقیات کا تقاضہ بھی یہی ہے، لیکن اس بات کو ایک اور پہلو سے دیکھیں، درستہ سے پہلے کرنے سے پہلے فریضہ ایک دوسرے کے متعلق مکمل معلومات فراہم کرتے ہیں، صرف اس لئے کہ اگر لڑکی یا لڑکی میں کوئی نقص ہو



تو وہ ظاہر ہو جائے اور لا جہاں : جین کے درمیان کتنی یا کتنی ناگوار حادثے کا باعث بنے، ایسے میں اگر لڑکی کے گھر والے ڈاکٹر کے پاس پہنچتے ہیں اور ڈاکٹر کو اچھی طرح مرہبہ کہ جس لڑکے کے بارے میں دریافت کر رہے ہیں اس کی ایک آنکھ میں بصارت نہیں ہے تو یہاں وہ ڈاکٹر نہیں بلکہ مسلم معاشرے کے ایک ذمہ دار فرد کی حیثیت سے اسے چاہئے کہ وہ لڑکی والوں کو لڑکے کے اس عیب سے آگاہ کر دے کیونکہ یہ لاعلمی بہت ممکن ہے کہ آگے چل کر زواج کے درمیان ایسی کتنی کی صورت اختیار کر لے جس کی پیٹ میں دونوں گھروں کی عزت و سکون تباہ و برباد ہو جائے اور یہ سلسلہ جانے کہاں تک پہنچے، یہاں میں اپنی بات ایک بار پھر دہرائوں گا کہ Forensic کے طور پر ڈاکٹر کا انکار کرنا ہی بہتر ہے۔

۲۔ ڈاکٹر یہ یہ فرض عائد نہیں ہوتا کہ وہ رشتہ ازدواج کے سلسلہ میں دخل اندازی کرے، یہ فریقین کا فرض ہے کہ وہ مکمل طور پر کفایت کر کے معلومات فراہم کریں۔

۳۔ اس سوال کا جواب بھی پہلے سوال میں موجود ہے، اخفائے راز ڈاکٹر کے لئے ضروری ہے، کسی مریض کے مرض کو مشترک کرنا اس کا کام نہیں، اس کا کام علاج کرنا اور معالجہ کے سلسلے میں مشورے دینا ہے لہذا وہ مریض یا مریضہ کو مشورے دے سکتا ہے، مریض کے سبب آگے چل کر ازدواجی زندگی میں جو تکلیاں اور الجھنیں پیدا ہو سکتی ہیں ان سے آگاہ کر سکتا ہے، ان پر عمل کرنا یا نہ کرنا یہ مریض یا مریضہ کا کام ہے، صحت مند رکھنے کے لئے اخلاقی ذمہ داری کے طور پر اشارہ کرنا یا کچھ کہا جاسکتا ہے، یہاں پر میں نے مسلم معاشرے کی شرط لگائی ہے اس کو ملحوظ رکھئے۔

۴۔ کوئی ذرا نیور شرابی ہے یا نشہ آور چیزوں کا عادی ہے تو اس کے لائسنس کو منسوخ کرنا اس کے دائرہ اختیار سے باہر ہے، البتہ وہ ذرا نیور کو ان باتوں کو چھوڑنے کا صرف مشورہ دے سکتا ہے، اور اگر محکمہ جاتی طور پر اس ذرا نیور کو ڈاکٹر کے پاس بھیجا جاتا ہے تو ایسی صورت میں اس کے آفسران کو مطلع کیا جاسکتا ہے، اور نہ نہیں۔

۵۔ ہاں، اگر کسی ذرا نیور کی بصارت میں نقص ہے اور اس کے سبب بڑے حادثے کا امکان ہے تو ڈاکٹر کو چاہئے کہ وہ ذرا نیور کو اپنا پیشہ ترک کرنے کا مشورہ دے، اور اس کے آفسران کو اس نقص سے آگاہ کرے، ڈاکٹر لائسنس منسوخ کرنے کی سفارش نہیں کر سکتا، اور نہ وہ اس کا مجاز ہے، یہ سوچنا اس کے آفسران کا کام ہے۔

۶۔ کوئی عورت اگر ناجائز بچے کو جنم دیتی ہے اور ڈاکٹر کو مطلع بھی کرتی ہے تو ڈاکٹر کو لازم ہے کہ اس کے راز کو رازی رکھے، حکومت کو مطلع کرنے کی اس پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

۷۔ ہاں، مختلف طریقہ ہائے نفسیاتی علاج کے ناکام ہونے کے بعد ایک مسلمان ڈاکٹر بھی مذکورہ طریقہ علاج استعمال کر سکتا ہے، یہ نیک مقصد تعمیر ہے، تخریبی نہیں، فقہ میں بھی ایسی گنجائش موجود ہے کہ جہاں بھوک سے موت ہو رہی ہے وہاں خنزیر کے علاوہ کھانے کی کوئی اور چیز دستیاب نہیں ہے تو واقعی طور پر موت سے بچنے کے لئے وہ حرام چیز استعمال کی جاسکتی ہے، یہاں بھی شراب اور دوسری نشہ آور اشیاء سے مریض کو چھٹکارا دلانے کے لئے واقعی طور پر شراب جیسی حرام شے کا قلیل مقدار میں استعمال جائز ہے۔

۸۔ سوال تو طویل ہے، لوگوں کا غیر معمولی نقصان، نفسیاتی الجھنیں اور معاشی مفادات جیسے پہلو بھی اس میں شامل ہیں، لیکن ان سب کا ایک ہی جواب ہے کہ ڈاکٹر کسی کو مطلع نہیں کر سکتا۔

۹۔ کوئی شخص مجرم ہے، قاتل ہے، یا جو کچھ بھی ہے اس کے متعلق کسی کو خبر کرنا ڈاکٹر کے فرائض میں شامل نہیں ہے، البتہ صورت مسئلہ میں کوئی بے گناہ شخص اصل قاتل کی جگہ ماخوذ ہے اور عدالت میں اس کا سر لایا جاتا ہے تو ایک ذمہ دار شہری کی حیثیت سے ڈاکٹر کا یہ فرض ہوتا ہے کہ عدالت کو حقیقی صورت حال سے آگاہ کر دے۔

۱۰۔ اس سوال کا جواب موردِ م میں تفصیلی طور پر دیا جا چکا ہے، جب کسی مرض میں متعدی یعنی چھوت کا لفظ شامل ہو گیا تو وہاں مریض کے اصرار کی کوئی اہمیت نہیں رہتی، کیونکہ اس طرح کا مرض پورے معاشرے کو برباد کر سکتا ہے، انفرادی فائدے پر اجتماعی اقداریت قربان نہیں کی جاسکتی، یہاں ڈاکٹر کے لئے اخفائے راز ایک بے معنی سی چیز ہے، وہ مریض کو مشورہ دے، سامع میں اس کی اہمیت بتائے اور مرض کو پوشیدہ رکھے کے نقصانات پر روشنی ڈالے، اور یہ بات اس کے ذہن نشیں کر دے کہ مرض کو چھپانے سے دوسروں کو کتنا نقصان ہو سکتا ہے، ڈاکٹر مریض کے متعلق اس کے گھروالوں اور دوسرے لوگوں کو حفظِ مانتقہ م کے لئے آگاہ کر سکتا ہے۔

☆☆☆

جہاں تک میرے پیشہ ورانہ علم و یقین کا تعلق ہے میں نے آپ کے سوالات کا کما حقہ طور پر جواب دینے کی کوشش کی ہے، طبی اصول و مسائل سے متعلق موضوع پر مقالہ شرح و سطر کا متقاضی ہے، اور اس کے لئے فرصت کے ساتھ ذہنی یکسوئی کی بھی ضرورت ہے، لہذا میں مقالہ کے لئے معذرت چاہوں گا، البتہ اگر موقع ملا تو ان شاء اللہ پھر کسی اور وقت شاید میں کچھ لکھ سکوں، فی الحال رخصت۔

## طبی اخلاقیات

ڈاکٹر عبدالوہاب درہمچہ

جس تیز رفتاری سے دنیا میں مادی ترقی ہوئی ہے اسی رفتار سے بلکہ اس سے زیادہ اخلاقی قدروں کو نہ صرف نظر انداز کیا گیا ہے بلکہ اس پشت ذالیا گیا ہے۔ اسلام دنیا کا واحد نظام حیات ہے جس میں اخلاقیات کو مادیات سے زیادہ اہمیت دی گئی ہے، سائنس نے تیزی سے نئے انکشافات کئے ہیں، نئے مسائل پیدا ہوئے ہیں، جن کا اسلامی علم اور شریعت کا نقطہ نظر واضح کرنا ضروری ہو گیا ہے تاکہ ہر شعبہ میں کام کرنے والے مسلمانوں کی رہنمائی ہو سکے، جہاں تک میڈیکل سائنس کا تعلق ہے تو یہ بھی کسی طرح پیچھے نہیں، اخلاقی قدروں کی جتنی اس میں ضرورت ہے، شاید سائنس کے دوسرے شعبوں میں نہیں، آپ کے ادارے نے جس طرح اس سلسلے میں اقدامات کئے ہیں وہ وقت کی بہت بڑی ضرورت ہے اور یہ کام قابل ستائش ہے، اس سے قبل کہ میں آپ کے سوال نامہ کا جواب دوں، چند بنیادی اصول بیان کرنا ضرورت کر دینا چاہتا ہوں گرچہ ان سے آپ مجھ سے زیادہ واقف ہیں۔

۱۔ شریعت کا مشہور و معروف اصول ہے کہ گناہ اور گنہ گری پر وہ ڈالا جائے لیکن اسی وقت تک جب تک اس کا اثر دوسرے لوگوں یا معاشرے پر نہیں پڑتا، ایسی حالت میں اسے روکنے کے لئے طاقت تک استعمال کرنے کی بھی اجازت ہے، یہی حال بیماروں کا ہے، ایک مریض اور ڈاکٹر کا تعلق اس وقت تک رازدارانہ ہے، جب تک اس سے دوسرے لوگوں کے متاثر ہونے کا خطرہ نہیں، لیکن جوں ہی اس کا اثر دوسروں پر پڑنے لگے اس کے لئے مناسب تدابیر کرنا اور لوگوں کو آگاہ کرنا ضروری ہے، متعدی بیماریاں تو ایسی ہیں کہ اگر ذمہ دار لوگوں کو خبر نہ کیا جائے تو جرم شمار ہو گا، لیکن اس کے علاوہ بھی دوسری بیماریاں ہیں جس سے دوسرے قریبی لوگوں کو خطرہ ہے، جیسے، ٹی بی، کوڑھ وغیرہ، ان حالات میں مریض کو بیماری کی نوعیت بتانا اور اس کے پھیلاؤ کے خطرے سے آگاہ کرنا ضروری ہے اور دوسرے لوگوں کو بھی خبر

دار کرنا ہے کہ وہ مناسب تدابیر اختیار کریں۔

جہاں تک ایڈز کا تعلق ہے، اس کے متعلق کبھی باتیں ابھی کھل کر سامنے نہیں آئی ہیں، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک چھوت کی موجودہ دور کی سب سے خطرناک بیماری ابھر کر سامنے آئی ہے، ایسے مریضوں کا خطرہ نہ صرف معاشرے کو ہے بلکہ معالج کو بھی ہے، میرے خیال میں اس مرض کی روک تھام کے لئے جہاں دوسرے ذرائع استعمال کئے جا رہے ہیں، وہیں ان کے علاج، رہائش، معاش، تعلیم اور دوسری ضروریات کے لئے الگ سے انتظام ہونا چاہئے جس طرح متعدی بیماریوں کے لئے الگ اسپتال ہوتے ہیں اور دوائی مریض کے لئے ادارے ہوتے ہیں اسی طرح حکومت وقت پر یہ ذمہ داری ہے کہ بغیر وقت ضائع کئے ایڈز کے مریضوں کا الگ انتظام کرے۔

۲۔ دین کا اہم اصول ہے کہ جس جگہ متعدی بیماری پھیل گئی ہو وہاں نہ تو کسی کو جانا چاہئے اور نہ اس جگہ کو چھوڑنا چاہئے، یہ اصول بہت ساری باتوں کو اپنے دائرے میں لے لیتی ہے اور اگر حکومت وقت اس سلسلے میں اقدامات کرتی ہے تو شریعت کے نقطہ نظر سے یہ نہ صرف جائز ہے بلکہ ضروری ہے، لیکن ساتھ ہی اس پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ اس علاقے کے لوگوں کے علاج، معاش اور دوسرے انتظامات کرے۔



۳۔ اضطراب کی حالت میں جان بچانے کے لئے حرام تک کھانے کی اجازت دی گئی ہے اس کا اطلاق بیماریوں کے سلسلے میں صرف صحیح نہیں بلکہ زیادہ ہے، ایک مریض کی جان بچانے یا اسے خطرناک بیماری سے نجات دلانے کے لئے اگر کوئی ایسا انتظام یا دوا کی ضرورت ہے جو حرام ہے تو دی جاسکتی ہے، جیسے ماں کی جان کے خطرہ میں حمل کو ضائع کر دیا، الگو حل ملی ہوئی دوا دینا، جہاں تک حمل کے ضائع کرنے کا تعلق ہے اس میں کسی مفروضہ پر عمل نہیں کیا جاسکتا، مثلاً اگر عورت کو ایذا یا اسی طرح کا کوئی مہلک مرض ہے تو کوئی ضروری نہیں کہ اس کا بچہ بھی اسی مرض میں مبتلا ہو جائے، نہ تو کبھی بیماریاں ماں سے بچے میں منتقل ہوتی ہیں اور نہ ہی کسی کا صد فی صد احتمال رہتا ہے، یہ ایڈز کے ساتھ بھی صحیح ہے اور حمل ضائع کرنا صحیح نہیں ہوگا۔

۴۔ نکاح شریعت میں ایک ضروری حکم ہے، ظاہر ہے کہ اس کے پیچھے دو ضرورت کار فرما ہیں، ایک جنسی تسکین اور دوم افزائش نسل، اس سلسلے میں اگر ڈاکٹر کے علم میں کسی کی جنسی کمزوری آئے تو میرے خیال میں اس کا فرض ہو جاتا ہے کہ اسے رائے دے کہ اس کا نکاح کامیاب ہونے کی امید نہیں، ساتھ ہی اگر دوسرا فریق معلومات حاصل کرنا چاہے تو ڈاکٹر کی حیثیت ایک شاہد کی ہو جاتی ہے، اور اسے صحیح صورت حال سے واقف کرانا غیبت کے معنی میں نہیں لیا جاسکتا، ساتھ ہی ڈاکٹر کے لئے یہ ضروری ہے کہ خواہ مخواہ لوگوں کو کسی کی جنسی کمزوری کے بارے میں بتانا نہ پھرے بلکہ صرف مشورہ طلب کرنے پر ہی ایسا کرے، میرے پاس آئے دن ایسے معاملات آتے رہتے ہیں کہ ایک فریق دوسرے کی صحت کے بارے میں جو میرے علاج میں ہے معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے، ان حالات میں میں نے اپنا یہ اصول بتایا ہے کہ صحیح صورت حال سے واقف کروادوں۔

۵۔ کسی ایسے مریض کا علاج جس میں شبہ ہو کہ یہ کسی جرم کی وجہ سے ہوا ہے ملک کے قانون کے مطابق پولیس یا متعلقہ محکمہ کو خبر کرتے ہوئے علاج کرنا ضروری ہے، اگر ایسا نہ کیا گیا تو معالج کی حیثیت ایک مجرم کی ہو جاتی ہے، مثلاً ایک مریض جسے بندوق کی گولی لگی ہے، اس کے یا اس کے رشتہ داروں کے کہنے کے باوجود کہ یہ حادثہ اتفاقاً ہو گیا ہے معالج کے لئے ضروری ہے کہ وہ متعلقہ محکمہ کو خبر کرے، میرے خیال میں اسلامی شریعت میں بھی اسی طرح کا قانون نافذ ہونا چاہئے۔

۶۔ کسی چھوٹے سے چھوٹے آپریشن یا تفتیش میں بہر حال کچھ نہ کچھ خطرہ رہتا ہے اور مریض یا اس کے رشتہ دار کی منظوری لکھی ہوئی شکل میں ضروری ہے اور ہونا بھی چاہئے ورنہ ڈاکٹر پر جرم ثابت ہوگا۔

ان باتوں کی وضاحت کے بعد سوال نامہ کے بہت سے سوالات کا حل نکل آتا ہے پھر بھی میں سلسلہ و آپ کے سول کا جواب دینا چاہوں گا۔

(۱) غیر واقف لوگوں کا علاج کرنا شرعاً ناجائز ہونا چاہئے، اسی طرح جس طرح دین کے علم کے بغیر کوئی دینی معاملات میں اپنی رائے دینے کی کوشش کرے، اگر اس طرح علاج کرنے پر کسی کو ضرر پہنچے تو معالج قابل تعزیر ہوگا۔

(۲) ضروری احتیاطیں، ملحوظ نہیں رکھنا یا دیکھ رکھنے میں کمی کرنا ایک جرم ہے جس کے لئے ڈاکٹر کو مناسب تاوان دینا ہوگا، لیکن اس میں ایک شرط ہے کہ اچھی طرح تفتیش کر لیا جائے کہ ڈاکٹر کی جانب سے Neglect ہوا ہے، کسی بھی علاج میں خطرات Complication ہونے کا احتمال رہتا ہے اور اسے دیکھ رکھنے میں کمی نہیں کہا جاسکتا۔

(۳) ضامن ہوگا، کیونکہ بغیر اجازت آپریشن کرنا جرم ہے۔

(۴) چاہے کتنی ہی ایمر جنسی کیوں نہ ہو بغیر اجازت آپریشن نہیں کیا جاسکتا بلکہ ان حالات میں اجازت لینا اور ضروری ہوتا ہے، کیونکہ خطرہ زیادہ رہتا ہے، اگر مریض یا اس کے رشتہ دار ایسی حالت میں نہ ہوں تو جو شخص بھی مریض کو لے کر آئے اس کی اجازت رہتی چاہئے ورنہ ڈاکٹر کو ضامن قرار دیا جائے گا اور نقصان کا تاوان اس پر شرعاً لازم ہوگا۔

- ۱۔ مطلع کر دینا ضروری ہے۔
- ۲۔ ایسی حالت میں راز میں رکھنا جرم قرار دیا جائے گا، اس لئے اسے ضرور افشاء کرے۔
- ۳۔ انہیں متعلقہ محکمہ کو خبر کرنا چاہئے۔
- ۴۔ واقف ہونے کے بعد ایسا کرنا زیادہ بڑا جرم قرار پائے گا، جس طرح کسی گناہ کے کام کو گناہ سمجھتے ہوئے کرنا اور ناواقفیت میں کرنے میں فرق ہے۔
- ۵۔ دونوں حالت میں مریض گنہگار اور مجرم ہو گا۔
- ۵۔ اختیار ہے، لیکن اگر کسی مریض نے اپنا مرض چھپا کر نکاح کر لیا تو نہ صرف صلح بلکہ حر جہانہ کا بھی مطالبہ کرنا جائز ہو گا۔
- ۶۔ ایسی حالت میں میرے خیال میں شرعاً اسقاط ناجائز ہو گا کیونکہ بیماری کے منتقل ہونے کا صرف اندیشہ ہی ہے ضروری نہیں۔
- ۷۔ ایڈز کے بچوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام الگ ہونا چاہئے، عام اسکولوں میں ان کا داخلہ درست نہیں، دوسرے بچوں تک بیماری منتقل ہونے کا پورا خطرہ ہے۔
- ۸۔ ایسے بچوں کا انتظام بھی الگ سے ہو گا اور حکومت کے اداروں پر یہ ذمہ داری ہونی چاہئے کہ انتظام کرے، لیکن ایسے بچے وراثت سے محروم نہیں کئے جائیں گے۔
- ۹۔ آخری سانس تک نہیں، بلکہ موجودہ زمانے میں سانس بند ہونے پر مصنوعی آلات لگا کر مریضوں کو زندہ رکھا جاتا ہے، اس امید میں کہ مریض کے عضو کام کرنا شروع کر دیں گے۔
- ۱۰۔ جائز ہے۔
- ۱۱۔ کسی ذریعے سے یا حکومت کے ادارے کے ذریعے ضروریات پوری کریں، ان کا وہاں جانا صحیح نہیں ہو گا۔
- ۱۲۔ وہاں سے نکلتا بھی اس طرح صحیح نہیں، دوسروں کی طرح ان کا بھی انتظام ہو گا اور یہ حکومت کی ذمہ داری ہونا چاہئے، موجودہ زمانے میں ٹیلیفون کے ذریعے باہر یا اندر سے رابطہ پیدا کیا جاسکتا ہے اور ہدایات بھی دی جاسکتی ہے۔

## محور سوم:

- ۱۔ میرے خیال میں جب تک کوئی معلومات حاصل کرنے نہ آئے اسے راز میں رکھے، لیکن لڑکی والوں کے پوچھنے پر انہیں باخبر کر دینا چاہئے، کیونکہ جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں، اب ڈاکٹر کی حیثیت ایک شاہد کی ہو جاتی ہے اور شہادت چھپانا گناہ ہے۔
- ۲۔ وقت تک لڑکی رکھا جائے جب تک دوسرا فریق معلومات حاصل کرنے نہیں آئے، دوسری صورت میں فریق کو باخبر کرنا ضروری ہے۔
- ۳۔ مطلع کرنا جائز ہے۔
- ۴۔ مطلع کرنا چاہئے کیونکہ خطرہ صرف اسی کو نہیں بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی ہے، معاش کے لئے دوسرا طریقہ اپنایا جاسکتا ہے۔
- ۵۔ اسلام میں نشہ قطعاً حرام ہے جس کی سزا مقرر ہے لیکن جب وہ ایسے کام کرتا ہے جس سے دوسروں کو نقصان پہنچے کا خطرہ ہو تو وہ بڑا مجرم قرار پائے گا، ڈاکٹر کو متعلقہ محکمہ کو خبر کر دینا چاہئے۔
- ۶۔ راز داری رکھے گناہ پر پردہ ڈالنے کے اصول پر لیکن بچے کے لئے پورے انتظامات کرے یا متعلقہ محکمہ کے حوالے کر دے۔
- ۷۔ کر سکتا ہے کیونکہ یہ حالت اضطرار کے تحت میں آتا ہے۔

- ۸۔ ایسا جرم یا پیشہ جس سے وہ سروں کو نقصان پہنچ رہا ہو اسلامی حکومت میں برداشت نہیں کیا جاسکتا، لہذا مریض کو خبردار کرتے ہوئے، متعلقہ محکمہ کو خبر کر دینا چاہئے، لیکن اس کے علاج میں کمی نہیں ہونی چاہئے۔
- ۹۔ راز افشاء کرتے ہوئے بیان دے کیونکہ ایک بے گناہ پر قتل کا الزام عائد ہو رہا ہے، ڈاکٹر کی حیثیت شاید کی ہے، لیکن اگر اس کا جرم چھپا رہ جائے اور کسی دوسرے پر الزام بھی نہ آتا ہو تو راز داری سے کام لینا چاہئے۔
- ۱۰۔ قانوناً اور شرعاً ڈاکٹر کو اس کے فرض کی خبر دالوں اور متعلقہ محکمہ کو کرنا چاہئے، ساتھ ہی مریض کے علین کا نظام کرنا بھی فرض ہے۔



## طبی اختلاقیات شریعت کی روشنی میں

ملفوظ جیب اللہ قاسمی  
دارالعلوم منہج پور، اعظم گڑھ

اللہ پاک نے جس طرح بیماریوں کو پیدا فرمایا ہے اسی طرح اس کے علاج کے اسباب و ذرائع بھی پیدا فرمائے ہیں، علاج و معالجہ کا دستور نہ غیر شرعی ہے اور نہ ہی کوئی نیا دستور ہے البتہ زمانے اور حالات کے اعتبار سے یہ سلسلہ مختلف ادوار سے گزرتا ہوا آج اپنے مروج پر ہے معالجین کی کثرت کے ساتھ امراض کی کثرت قابل دیدہ ہے لیکن پوری انسانیت کے لئے یہ ایک سانحہ ہے کہ علاج و معالجہ کی لائن جو کسی زمانے میں مکمل خدمت خلق متصور ہوتی تھی آج صرف ایک بزنس اور تجارت بن کر رہ گئی ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ہر کس و ناکس خواہ اس کو اس فن سے مہارت ہو یا نہ ہو ذریعہ معاش بنائے بیٹھا ہے۔ قانونی پابندیوں کے باوجود پودے ملک میں جڑا ہوا ہزار کی تعداد میں نیم حکیم خطرہ جان بورڈ لگا کر آلہ ٹانگ کر علاج و معالجہ کے نام پر موت و نہشت کا سودا کر رہے ہیں۔

(۱) حالانکہ حضرات فقہاء کی تفسیر بحالت سے صاف یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ خدمت وہی شخص انجام دے سکتا ہے جس نے باضابطہ اس فن کو اس کے سارے لوازمات کے ساتھ ماہر فن اساتذہ سے حاصل کر کے اور ان کی رہبری میں رہ کر خود بھی مہارت حاصل کی ہو اور اس کے اندر وہ ساری شرطیں پیدا ہو گئی ہوں جو ایک طبیب یا ڈاکٹر کے لئے ضروری ہیں۔ ذاتی مطالعہ کی بنیاد پر علاج و معالجہ کرنے کی صورت میں صواب سے زیادہ خطا کا امکان ہے اگر کوئی شخص بغیر اس فن کو حاصل کئے یہ لائن اختیار کرتا ہے تو اس پر یقیناً پابندی عائد کی جانی چاہئے اور شرعاً بھی ایسے شخص کو اس کی اجازت نہیں ملنی چاہئے۔

(۲) لیکن ایسا شخص جس نے اس فن کو باضابطہ ماہر فن اساتذہ سے حاصل کیا ہو اور ان کی رہبری میں مہارت پیدا کر لے کے بعد علاج و معالجہ کی لائن میں آیا ہو اس سے اگر سو یا تسارح کی وجہ سے کسی مریض کا کوئی عضو ضائع ہو جائے یا اس کی جان چلی جائے تو اس پر ضمان نہیں آئے گا لیکن ایسی صورت میں تھوڑی بہت تعزیر ضرور ہونی چاہئے تاکہ دوبارہ سو اور تسارح نہ ہو وہی القنیۃ مثل نجم الدین عی صبیۃ سقطت عن سطح فانفتح راسها فقال کثیر من الجراحین ان شکتم راسها تموت وقال واحد منهم ان لم تنفوخہ البوم تموت وانا اشقہ وابرنہا فشقہ فماتت بعد یوم او یومین حل یضمن فنامل علیہم قال لا اذا کان الشق باذن وکان الشق معتاداً ولم یکن فاحشا خارج لوسم قبل له فلو قال ان ماتت فانما ضامن حل یضمن قال لا انشعی قلت انما لم یعتبر شرط الضمان لما تکرران شرطہ علی الامین باطل علی ما علیہ۔ (الفتاویٰ ۱۰۱ و ۱۰۲ ج ۳ ص ۳۶۳ ج ۵)

(۲) ڈاکٹر نے مریض کے جس مرض کا آپریشن کیا ہے اگر اس مرض کی پوری معلومات اور آپریشن میں مداخلت وہ رکھتا ہے نیز آپریشن معنادار طریقہ پر معمول کے مطابق اس نے کیا ہے اور آپریشن کے سارے لوازمات کی اس نے رعایت رکھی ہے پھر بھی آپریشن ناکام ہو جائے تو صرف اس وجہ سے ڈاکٹر پر ضمان نہیں آنا چاہئے کہ اس نے مریض یا اس کے قریبی امراء سے اجازت نہیں لی ہے جیسا کہ قنیه کی مذکورہ بالا عبارت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

(۳) انسانیت کا تقاضہ تو یہی ہے کہ ایسے مریض کا آپریشن کر دیا جائے اور تاخیر کر کے اس کی جان کو خطرے میں نہ ڈالا جائے اور ڈاکٹر کی دیانت شغف، امانت، مودت کا تقاضا یہی ہے کہ مریض کے حق میں وہ بہتر ہی قدم اٹھائے گا تاہم اگر آپریشن ایسی صورت میں ناکام ہو گیا تو اس پر ضمان نہیں آنا چاہئے۔

### مغور دوم

جواب: ایڈ کے سلسلہ میں سوالات کے جوابات سے قبل چند بنیادی و اہم روایتیں سپرد قلم ہیں جن سے ان مسائل میں ایک گونا گویا بہری حاصل ہوتی ہے۔

(۱) عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال جاء رجل الى النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی تزوجت امرأة من الانصار قال فانظر اليها فان فی اعین الانصار شیئا۔ (رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۲۶۸ ج ۲)

قال الملا علی القاری وفي هذا دلالة علی جواز ذکر مثل هذا النصيحة۔ (مرقاۃ ص ۱۹۵ ج ۲)

(۲) عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا عدوی ولا طيرة ولا حامة ولا صغرو فرعن المجذوم كما تنفر عن الاسد۔ (رواہ البخاری مشکوٰۃ ص ۳۹۱ ج ۲)

(۳) وعن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا عدوی ولا حامة ولا صغرو فقال اعراسی یا رسول اللہ فما بال الابل تكون فی الرعل لكانها الغنماء فيخالطها البعير الاجرب فيجر بها فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن اعدى الاول۔ (رواہ البخاری مشکوٰۃ ص ۳۹۱ ج ۲)

(۴) عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ بيد مجذوم فوضعا منه فی القصعة وقال كل ثمة بالله وثوكله عليه۔ (رواہ ابن ماجہ مشکوٰۃ ص ۳۹۲ ج ۲)

ان روایات سے چند اصول کی رہبری ملتی ہے۔

(۱) کسی کا عیب ازراہ خیر خواہی کسی کو متاثر نہ موم نہیں البتہ اس کی تحقیر و تذلیل و بدخواہی مقصود نہ ہو۔ (فانظر اليها)

(۲) اسلام نے امراض کے تعدیہ کو یکسر مسترد کر دیا ہے جو کچھ ہوتا ہے مشیت باری کے تحت ہوتا ہے۔ (لا عدوی)

(۳) لیکن کمزور عقیدہ انسانوں کی رعایت بھی شریعت نے کی ہے۔ (فرعن المجذوم)

(۴) قوی ایمان اصحاب عزیت کے لئے اصل دستور ہی ہے جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔ (اخذ بيد مجذوم)

ان چند روایات کے بعد سوالات کے جوابات سپرد قلم ہیں۔

- (۱) اگر ایڈز کا مریض اپنے "حمضین" کو بتا دیتا ہے تو کوئی عرج نہیں تاکہ اصحاب رخصت پر عمل کرنا چاہیں تو کر سکیں۔
- (۲) اگر ڈاکٹر ازراہ خیر خواہی بتا دیتا ہے تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔
- (۳) اہل خانہ حتی الامکان علل و معالجہ کی کوشش کریں اس کو معاشرہ یا گھر سے بے گھر کر دینا شرعاً مذموم ہے۔
- (۴) ایسے مریض کو پرہیز کرنا چاہئے تاکہ کمزور ایمان والوں کا ایمان نہ فراب ہو۔
- (۵) دارالتضام یا شرعی بنیادیت میں عورت مقدمہ دائر کر سکتی ہے قاضی اگر مجذوم پر قیاس کر کے نکاح فسخ کرنا چاہے تو کہہ سکتا ہے
- (۶) اسقاط حمل کی اجازت نہیں دینی چاہئے اور نہ ہی شوہر کو اسقاط پر مجبور کرنا چاہئے چوں کہ فقہاء کا مضابطہ ہے۔
- (۷) "قتل نفس لا حیاء نفس لا یجوز" کسی کو زندگی دینے کے لیے کسی عورت کے گھٹ اتارنا جہلاً نہیں۔
- (۸) اسکول یا مدارس کے داخلہ سے روکنا غیر اسلامی تصور ہے۔
- (۹) عام حالات میں بچوں اور بچیوں کی جو ذمہ داریاں شریعت نے عانہ کی ہیں ایڈز کی وجہ سے وہ ساقط نہیں ہوتیں۔
- (۱۰) انسانی وسائل کے اعتبار سے جو امراض ناقابل علل ہیں ان امراض میں اگر کوئی مبتلا ہو جائے تو اس پر مرض الموت کا حکم نہیں ہوگا۔
- (۱۱) غیر شرعی پابندی ہے قوی الایمان صاحب عزیمت کے لئے واجب القبول نہیں ضعیف الایمان اصحاب رخصت کے لئے خود شریعت نے رخصت دی ہے کہ جہاں وبائی مرض ہو وہاں کوئی نہ جائے الیحد اگر وہاں کوئی ہو تو اس کے لئے راہ فرار اختیار کرنا ممنوع ہے۔
- (۱۲) ضرورت کے تحت نکلنا راہ فرار اختیار کرنے میں داخل نہیں اہل و عیال کی نگہداشت بھی ضرورت میں داخل ہے۔

### محمور سوم

- (۱) تا (۹) ڈاکٹر ازراہ خیر خواہی لڑک والوں سے بتا سکتا ہے جیسا کہ حدیث ابی ہریرہ میں ہے جو محمود دوم کے تحت گزر چکی ہے خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے۔
- (۱۰) تا (۱۱) بالحرمت کی جو شرطیں ہیں وہ سوال میں مذکور صورت میں مستثود ہیں اس لئے مسلمانان ڈاکٹر اس کے علاوہ دوسرے علل تجویز کر لیں۔
- (۱۲) علل عامہ کو مفاد خاصہ پر فقہاء نے ترجیح دی ہے لہذا ڈاکٹر ایسے شخص کا راز فاش کر دے تاکہ اس کے ضرر سے لوگ محفوظ رہیں۔
- (۱۳) بے گناہ کی رہائی کا ثواب ہے اپنی جان و مال کے تحفظ کے ساتھ ڈاکٹر ایسا کر سکے تو ضرور کرے۔
- (۱۴) ڈاکٹر اگر رخصت پر عمل کر لے اور ازراہ خیر خواہی اس کے اہل خانہ کو بتلا دے تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔



## طبی اخلاقیات سے متعلق جدید مسائل

ملق محمد جعفر علی  
جاسر اشاعت العلوم، نکل کو (اسرار شریا)

مجموعہ اول

(۱) امام غزالی فرماتے ہیں

خلق کے بارے میں شریعت کے مقاصد پانچ ہیں اور وہ یہ ہیں کہ اس کے دین، اس کی جان، اس کی عقل، اس کی نسل اور اس کے مال کی حفاظت کی جائے، پس ہر وہ بات جو ان اصول خمسہ کی ضامن ہو، وہ مصلحت قرار پائے گی اور ہر وہ چیز جو ان پانچوں امور کی حفاظت میں نکل ہو وہ منسہہ قرار پائے گی اور اس کا ازالہ مصلحت ہوگا۔

حضرت علامہ کی اس عبارت سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اس آدمی کو علاج کی اجازت دینا، جو محض ذاتی مطالعہ و تجربہ کی بناء پر دوا اور امراض کے بارے میں واقفیت رکھتا ہے، جائز نہیں، ورنہ انسانی نفوس کی سالمیت و حفاظت کو ایک زبردست خطرہ کا سامنا ہوگا، جو شریعت کے مقاصد میں سے اہم ترین مقصد ہے۔

نیز ہر کس و ناکس کو اپنے ذاتی مطالعہ و تجربہ کی بناء پر علاج کی اجازت سے مصلحت عام یا نظام عام کو ضرر پہنچنے کا قوی اندیشہ ہے جس کا دفع کرنا مصلحت ہے، فقہاء کرام نے بھی سد ذرائع کی بحث میں اس کی صراحت کی ہے کہ جو اسباب و طریقے عمومی حالت میں فساد و ضرر کا ذریعہ بنتے ہیں ان پر بندش لگانا اور پوری قوت کے ساتھ ان سے دور رہنا اسلامی تعلیمات کا اہم ترین جز ہے، مثلاً آیت قرآنی لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغير علم سے معلوم ہوتا ہے۔

لہذا کسی شخص کو محض اپنے ذاتی مطالعہ و تجربہ کی بناء پر علاج کرنے کی اجازت نہ ہوگی اور اگر اس نے عدم جواز کے بعد بھی علاج کیا اور اس کے علاج سے مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچا یا ہلاک ہوا تو اس پر تاوان لازم ہوگا۔

مما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نطبت ولم یلعلم عنہ طب فهو ضامن (الرواۃ شریف ص ۱۰۸) ایسا شخص قابلِ تعزیر بھی ہوگا۔ کیوں کہ ہر ایسے فعل کے ارتکاب سے مصلحت عام یا نظام عام کو ضرر لاحق ہو باعث تعزیر ہے۔ (اسلامی قوانین ص ۳۹۸)

(۲) جس ڈاکٹر کو قانوناً علاج و معالجہ کی اجازت ہے، اس نے اگر کسی مریض کا علاج کیا، لیکن اس نے طبی احتیاطیں ملحوظ نہ رکھیں، مثلاً بعض ضروری جانچیں نہیں کروائیں یا مریض کی پوری دیکھ ریکھ نہیں کی اور اس کے علاج کے باوجود مریض فوت ہو گیا یا اس کا کوئی عضو

مضامین ہو گیا۔ تو ڈاکٹر مریض کو پہنچنے والے نقصان یا اس کی جان کے تاوان کا ضامن ہوگا، اس لئے اگر ہم ڈاکٹروں کی بد احتیاطی، غفلت و کوتاہی پر تاوان واجب نہیں کریں گے تو ضرر خاص کی خاطر ضرر عام کو نظر انداز کرنا لازم آئے گا جب کہ قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ ضرر عام کو دفع کرنے کے لئے ضرر خاص کو برداشت کیا جائے گا۔

يتحمل الضرر الخاص لدفع ضرر عام - (الاشباه والنظائر ص ۱۳۱)

(۳) اگر ڈاکٹر کی رائے میں زیر علاج مریض کا آپریشن ضروری ہے، اور ڈاکٹر نے مریض یا اس کے قریبی امروہ سے اجازت لئے بغیر آپریشن کر ڈالا اور آپریشن کامیاب ہونے کے بجائے مہلک ثابت ہوا اور مریض فوت ہو گیا، یا اس کا آپریشن شدہ عضو بے کار ہو گیا تو ایسی صورت میں ڈاکٹر مریض کو پہنچنے والے نقصان کا ضمان ہوگا۔ مگر چہ وہ اس آپریشن کا مجاز ہو اور تجربہ رکھتا ہو اس لئے کہ مریض کے مرض کے علاج و معالجہ کا اختیار خود اسے یا اس کے امروہ کو حاصل ہے۔ جب ڈاکٹر نے خود مریض یا اس کے اولیاء کی اجازت کے بغیر آپریشن کیا تو ضمان ہوگا اس کی نظیر فتاویٰ ہندیہ کی یہ عبارت ہو سکتی ہے - رجل او امرأة قطع الاصبع الزائده من ولده قال بعضهم لا يضمن ولهما ولاية المعالجة وهو المختار ولو فعل ذلك غير الاب والام فملك كان ضامنا - (الفتاویٰ ہندیہ ص ۳۶۰ ج ۵)

(۴) بعض اوقات مریض پر بے ہوشی عاری ہوتی ہے وہ اجازت دینے کے لائق نہیں ہوتا ہے اور اس کے امروہ زیر علاج مقام سے بہت دور ہوتے ہیں، ان سے فی الفور رابطہ قائم نہیں کیا جاسکتا ہے ایسی صورت میں اگر ڈاکٹر کی رائے میں آپریشن ضروری ہے، اور تاخیر ہونے میں اس کے نزدیک مریض کی جان یا عضو کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے، نیز غالب گمان ہے کہ اگر آپریشن کر دیا جائے تو جان بچ سکتی ہے یا ضائع ہونے والے عضو کی حفاظت ہو سکتی ہے تو ڈاکٹر کو مریض یا اس کے امروہ کی اجازت کے بغیر آپریشن کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ آپریشن ناکام ہونے کی صورت میں ڈاکٹر پر کسی قسم کا تادان لازم نہیں ہوگا اس لئے کہ ڈاکٹر کا یہ عمل انسان کی جان یا اس کے عضو کے تحفظ کی خاطر وجود میں آیا جو مصلحت شرع ہے اس پر ضمان کا واجب کرنا اصول شرع کے خلاف ہے۔

### محور دوم

(۱) ایڈ ایک مسلک بیماری ہے جس سے جسم انسانی کا دفاعی نظام تباہ ہو کر رہ جاتا ہے اور اس کے بعد انسان بہت جلد مختلف موذی و خطرناک بیماریوں کا شکار ہو کر دم توڑ دیتا ہے، یہ مرض، مرض متعدی بھی ہے، اگر ضروری احتیاطیں ملحوظ نہ رکھی گئیں اور گھر والوں یا متعلقین سے اس مرض کو پوشیدہ رکھا گیا تو پورے خاندان کے اس قاتل مرض سے متاثر ہونے کا امکان ہے جو ضرر عام ہے اور افشاء کی صورت میں مریض کے اچھوت بن کر رہ جانے کا ضرر، ضرر خاص ہے۔ جب کہ قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ ضرر عام کو دفع کرنے کے لئے ضرر خاص کو برداشت کیا جائے گا۔ (الاشباه والنظائر ص ۱۳۱)

اس لئے ایڈ کے مریض پر لازم ہے کہ اپنے گھر والوں یا متعلقین کو اس مرض سے مطلع کرے۔

(۲) اگر ایڈ کا مریض اپنے اہل خانہ یا متعلقین سے اپنے اس مرض کو چھپا رہا ہے اور ڈاکٹر سے بھی اصرار کر رہا ہے کہ اس مرض کو کسی پر ظاہر نہ کرے تو ایسی صورت میں بھی شرعاً ڈاکٹر کی ذمہ داری یہی ہے کہ وہ مرض کا افشاء کرے تاکہ دوسرے لوگ اس متعدی مرض سے بچنے کی احتیاطیں اور تدبیریں ملحوظ رکھیں۔ يتحمل الضرر الخاص لدفع ضرر عام -

(۳) ایڈ اور دوسرے خطرناک متعدی امراض مثلاً طاعون وغیرہ کے مریض کے بارے میں اس کے اہل خانہ متعلقین اور سماج پر شرعاً وہ تمام ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جن سے دوسروں کو اس کے ضرر سے محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔ الضرر بئال - (الاشباه والنظائر ص ۱۳۹)

(۴)

(الف) نکل کے نتیجے میں شوہر کو ملک بھگ حاصل ہوتی ہے اور وہ اپنے اس ملک میں تصرف کا مجاز ہے، لیکن اگر وہ ایڈ کا مریض ہے اور اس بات کا قوی امکان ہے کہ مجامعت کی صورت میں ایڈ کے وائرس بیوی کے جسم میں منتقل ہو کر اس مسلک و قاتل مرض کو منتقل کرے



جملہ کردیں گے تو ایسی صورت میں اسے جہاز کی اجازت نہیں ہوگی (الاشباہ والنظائر ص ۳۴) کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اگر اپنی ملکیت میں تصرف کرنے سے دوسرے کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہے تو ایسی صورت میں صاحب تصرف کو تصرف کی اجازت نہیں ہوگی۔

(ب) اگر شوہر محض اپنے اس خطرناک مرض کو منتقل کرنے کی غرض سے مجامعت کرتا ہے تو وہ شرعاً مجرم و گناہ نگار ہوگا نیز اسے سزا بھی دی جاسکتی ہے اس لئے کہ شریعت اسلامیہ کا عام اصول ہے کہ ہر وہ کام باعث تعزیر ہے جو شریعت کی نظر میں معصیت ہے اور شوہر کا محض اسی ارادے سے مجامعت کرنا کہ ایڈز کے وائرس بیوی کے جسم میں منتقل ہو کر اسے مسلک بیماری میں مبتلا کریں۔ عمل معصیت ہے۔

(ج) ایڈز کا مریض جو اس کی نوعیت سے بیکینی و آف۔ اگر وہ کسی دوسرے تک اپنے مرض کو منتقل کرنے کی غرض سے خون کے ضرورت مند مریض کو اپنا خون پیش کرتا ہے تو اس کی چند صورتیں ہوں گی۔

- (۱) مریض ایڈز نے اپنا مسلک خون از خود بلا طلب پیش کیا، یہ صورت قابل سزا ہے۔
- (۲) مریض ایڈز نے اپنا مسلک خون طلب پر یہ سلسلے بغیر کہ مجھے ایڈز کی بیماری ہے پیش کیا یہ صورت بھی قابل سزا ہے۔
- (۳) مریض ایڈز نے اپنا مسلک خون طلب پر اپنی بیماری کو سنا کر دیا لیکن اس کو اس کے لئے اس قدر مجبور نہیں کیا گیا تھا کہ اس پر کمرہ شرمی کا اطلاق ہو بقا پر یہ صورت بھی قابل سزا ہے۔ البتہ اگر اسے اس قدر مجبور کیا گیا کہ وہ کمرہ شرمی کی فرست میں شمار ہو یہ صورت قابل سزا نہیں ہوگی۔

(۵) اگر کسی مسلمان خاتون کا شوہر ایڈز کے مرض میں گرفتار ہو گیا اور دونوں عمر کے اس سرطے میں ہوں جس میں جنسی عمل کا وقوع ہو سکتا ہے تو بیوی کو فسخ نکاح کے مطالبہ کی اجازت ہوگی۔ علامہ طحاوی نقل فرماتے ہیں، "والحق بها الفساقی کل عیب لا یمنع المقام" جمعہ الا بیضور۔ (طحاوی ص ۱۳ ج ۲)

شوہر میں ہر ایسے عیب کا پایا جانا جس کی وجہ سے بیوی بغیر ضرر مرد کے ساتھ نہیں رہ سکتی باعث فسخ نکاح ہے اور اگر میاں بیوی اپنی عمر کے اس سڑل پر پہنچ چکے ہیں جس میں جنسی عمل کا وقوع نہیں ہوتا ہے تو ایسی صورت میں بیوی کو فسخ نکاح کے مطالبہ کی اجازت نہیں ہوگی۔ علت انتقال مرض معدوم ہونے کی بناء پر اگر ایڈز کے مریض نے اپنا مرض چھپا کر کسی خاتون سے نکاح کیا اور وہ دونوں عمر کے اس سرطے میں ہیں جس میں جنسی عمل کا وقوع ہو سکتا ہے تو بیوی کو فسخ نکاح کے مطالبہ کی اجازت ہوگی۔ علت انتقال مرض پانی جانے کی وجہ سے۔

(۶) جو خاتون ایڈز کے مرض میں گرفتار ہو۔ اگر اسے حمل قرار پایا اور طبی لحاظ سے ظن غالب کے درجہ میں یہ بات معلوم ہو جائے کہ اس کا مرض دوران حمل یا دوران ولادت یا دوران رضاعت اس بچے کی طرف منتقل ہوگا تو ایسی صورت میں اس خاتون کو نفی زوج یعنی استقرار حمل کے ۴۰ دن کے اندر اندر اسقاط حمل کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ البتہ اگر عورت اس کے لئے تیار نہ ہو تو شوہر یا حکومت کا محکمہ صحت اسے اسقاط حمل پر مجبور نہیں کر سکتا۔ العلاج لاسقاط الولد اذا استبان خلقه كشمع وظفر ونحوهما لا يجوز و ان كان غیر مستبین الحلق محذور ما فی زعمنا لا يجوز علی کل حال و علیہ الفتویٰ مذاہبی جواهر الاخلاص علی (فتاویٰ الہندیہ ص ۴۵۹ ج ۵)

(۷) جو بچے یا بچیاں ایڈز کے مرض میں مبتلا ہیں انھیں مدارس اور اسکولوں میں داخلہ دینا ہی بہتر ہے اگرچہ یہ مرض مریض کو چھوٹے یا اس کے ساتھ اٹھنے بٹھنے سے منتقل نہیں ہوتا لیکن جنسی بے راہ روی وغیرہ کی جو ہر پوری دنیا میں پھیل رہی ہے اس سے اسکول اور کالج بھی محفوظ نہیں ہیں گویا انتقال مرض کی علت موجود ہے اس لئے اس مرض کے شکار بچے اور بچیوں کے لئے الگ سے تعلیم و تربیت کا نظم کیا جائے۔



(۸) اگر کوئی بچہ یا بچی ایڈ کے مرض میں مبتلا ہو تو اس کے بارے میں اس کے والدین، اہل خانہ اور سماج پر وہ تمام ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جن سے ان کے حقوق کا بطلان لازم نہ آئے اور اہل خانہ اور سماج کے دوسرے لوگ اس کے ضرر سے محفوظ رہ سکیں۔

(۹) اگر ایڈ، طاعون و کینسر وغیرہ کا مرض اس حد تک پھیل گیا کہ مریض اپنی ضروریات زندگی کی تکمیل پر قادر نہیں رہا اور اس کے اس مرض کی کیفیت مرض الموت کی بن گئی، تو اس پر مرض الموت کے احکام جاری کرنے کے سلسلے میں حسب ذیل تفصیل ہے۔

(الف) اگر اس مرض میں برابر اضافہ ہی ہوتا رہا ہے تو اول روز سے ہی یہ مرض، مرض الموت تصور کیا جائے گا۔

(ب) اگر اس میں افتادہ و اضافہ کی دونوں صورتیں پیدا ہوئیں تو آخری اضافہ کی ابتداء سے مرض الموت کی ابتداء ہوگی۔

(ج) اگر یہ مرض دائمی رہا مگر اس میں اضافہ کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی تو یہ مرض، مرض الموت نہیں ہے خواہ کتنا ہی طویل ہو جائے۔

(الفتاویٰ المتحدیہ ص ۳۶۳ ج ۱)

وہكذا علی حامش الہدایہ، باب مطلق المریض، (ص ۳۶۲)

(۱۰) طاعون یا اس جیسے مسلک بیماری کے پھیلنے کی صورت میں، کسی علاقہ کے اندر حکومت کی طرف سے آمدورفت پر پابندی لگانا، شرعاً جائز ہے۔

وردست ہے۔ اس لئے کہ ہمارے آقا سرکارِ دو عالم نے بھی طاعون زدہ علاقہ میں جانے سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ آپ کی حدیث

اذا سمعتم بالطاعون بارض فلا تدخلوها واذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا منها، (بخاری) سے معلوم ہوتا ہے۔

(۱۱)

(الف) اگر کچھ لوگ اپنی ضروریات سے باہر گئے ہوئے ہیں اور پھر طاعون کی صورت حال پیدا ہو گئی ہے اور اب ان کے قیام کی نہ ضرورت

ہے نہ ممکن ہے، پھر ان کے گھر، اہل و عیال، سب اس طاعون زدہ علاقہ میں ہیں، اہل و عیال کو ان کی ضرورت ہے، نیز گھر، کاروبار

کو بھی ان کی نگہداشت کی ضرورت ہے تو ایسے لوگ طاعون زدہ علاقہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ نیز ضرر یقینی کے رفع کے واسطے ضرر

مشکوک پر نظر نہیں کی جائے گی۔ (امداد الفتاویٰ ص ۸۳ ج ۲)

(ب) باہر سے کسی ضرورت سے آئے ہوئے لوگ جن کا کام ختم ہو چکا ہے، یا اب نہیں ہو رہا ہے اگر ان لوگوں نے اس طاعون زدہ مقام

کو اپنا وطن اقامت نہیں بنایا تھا تو انھیں خروج کی اجازت ہوگی۔ اس لئے کہ نہی عن الخروج کا تعلق مقیمین سے ہے نہ کہ

مسافروں سے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۸۳ ج ۲)

(ج) اسی طرح وہ شخص جس کی نگہداشت یا تیمارداری کا انتظام نہیں ہو رہا ہے یا کسی وجہ سے دوسری جگہ اس کی ضرورت ہے تو چوں کہ اس

صورت میں، علت ذباب طاعون نہیں ہے اس لئے خروج جائز ہوگا۔

محور سوم

(۱)

(الف) اگر نوجوان اپنا یہ عیب چھپا کر اس خاتون سے نکاح کر رہا ہے، اور ڈاکٹر کو یقین ہے کہ اگر اس خاتون کو نوجوان کے اس عیب کا علم

ہو جائے تو ہرگز یہ رشتہ کرنے کو راضی نہیں ہوگی تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کے لئے واجب تو نہیں مگر بہر ضرورت ہے کہ وہ اس

خاتون یا اس کے گھر والوں کو نوجوان کے اس عیب کی اطلاع کر دے۔

(ب) لڑکی یا اس کے گھر والوں کو کسی بھی طرح یہ پتہ چلا کہ نوجوان فلان ڈاکٹر سے اپنی آنکھ کا علاج کروا رہا ہے اور لڑکی یا اس کے گھر والے ڈاکٹر سے معلومات کرنے کے لئے ڈاکٹر کے پاس آئیں تو ڈاکٹر کی یہ ذمہ داری ہے وہ انہیں اس عیب سے باخبر کرے۔ مثال اٹا

ابوالجہم فلا یضع عصاه عن طائفة واعا معاویة فصلواک لاعمالہ الکحی اسامہ۔ (بخاری)

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے بھی تحریر فرمایا کہ: اگر نکاح کے بارے میں کوئی تم سے مشورہ لے تو خیر خواہی کی

بات یہ ہے کہ اگر اس موقع کی کوئی غرابی تم کو معلوم ہو تو ظاہر کر دو یہ نسبت حرام نہیں ہے۔ (تعلیم الدین ص ۱۰۶)

(۱۰) سوال سے یہ منسوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کا طبی علاج کے لئے ڈاکٹر کے پاس آنا رشتہ کے متعلق مشورہ طلب کرنے کی غرض سے ہے نہ

ایسی صورت میں ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ فریقین میں سے ہر ایک پر ایک دوسرے کی حقیقت واضح کر دے۔

وکذاک المستشار فی التزویم وابداع الامانة له ان یدکر ما یعرفه علی قصد النصح للمستشیر لا علی

قصد الوقیة۔ (احیاء علوم الدین ص ۱۵۲ ج ۲)

(۳)

(الف) ایک شخص کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے، ڈاکٹر کو طبی علاج کے نتیجے میں یہ بات معلوم ہے کہ یہ شخص نامرد ہے یا اس میں کوئی ایسا عیب پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کا نکاح بار آور نہیں ہو سکتا ہے اور ڈاکٹر کو یہ معلوم ہے کہ یہ شخص کسی عورت سے نکاح کی بات چیت کر رہا ہے اور اپنے اس عیب کو چھپا کر اس عورت سے نکاح کر لینا چاہتا ہے اس صورت میں ڈاکٹر کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ دوسرے فریق کو اپنے مریض کے اس مرض یا عیب سے مطلع کر دے، فان المصالح الشرعیة بالنکاح لا تقتضی الا بذاتک۔

(ب) کوئی خاتون ڈاکٹر کے زیر علاج ہے وہ کسی اندرونی مرض یا عیب میں مبتلا ہے جس پر مطلع ہونے کے بعد اس کا رشتہ کہیں ہونا بہت مشکل ہے وہ اپنے اس اندرونی مرض یا عیب کو چھپا کر کسی مرد سے نکاح کی بات چیت کر رہی ہے، رشتہ نکاح کی بات چیت ڈاکٹر کے علم میں آ چکی ہے، تو اس صورت میں بھی ڈاکٹر کے لئے یہی اولیٰ ہے کہ وہ اپنے مریض کے مرض یا عیب سے دوسرے فریق کو باخبر کر دے، کیوں کہ عدم اطلاع کی صورت میں مصلح نکاح حاصل نہیں ہو سکتے۔

(۳) ایک شخص کے پاس ڈرائیونگ لائسنس ہے اس کی بینائی بھی طرح متاثر ہو چکی ہے اور ڈاکٹر کی رائے میں اس کا گاڑی چلانا اس کے اور دوسروں کے لئے مشکل ہو سکتا ہے ایسا شخص اگر ڈاکٹر کے معنے کرنے کے باوجود گاڑی چلاتا ہے تو ڈاکٹر کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس کی بینائی کے بارے میں اطلاع کرے اور ڈرائیونگ لائسنس منسوخ کرنے کی سفارش کرے، اس لئے کہ اطلاع کی صورت میں ضرر خاص کا خطرہ ہے اور عدم اطلاع کی صورت میں ضرر عام کا۔ اور فقہ کا یہ قاعدہ ہے کہ یتحمل الضرر الخاص لرفع ضرر عام نیز مقتضیہ المسلم من انتہ۔ ایسا خدا ہے جس سے نسبت کی رخصت ہے۔ (احیاء علوم الدین ص ۱۵۲ ج ۲)

(۴) اگر کوئی شخص ایسی ملازمت پر ہے جس سے بہت سے لوگوں کی زندگیوں کا تحفظ وابستہ ہے مثلاً ہوائی جہاز کا پائلٹ، یا ٹرین یا بس کا ڈرائیور وغیرہ اور یہ شخص شراب یا دوسری نشہ آور چیزوں کا بڑی طرح عادی ہے اور کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے، نشہ ترک نہیں کرتا اور اسی حال میں ملازمت کے فرائض انجام دیتا ہے تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس مریض کے بارے میں خبر کر دے، کیوں کہ عدم اطلاع کی صورت میں ضرر عام کا اندیشہ ہے۔ یتحمل الضرر الخاص لدفع ضرر عام۔

مقصود عورت کی پردہ داری اور اس کے جرم کا افشاء نہیں ہونا چاہئے۔

(۷) اس صورت کا تعلق اصلح سے ہے اور کوئی بھی آدمی کسی کی اصلح کا اس قدر مکلف نہیں ہے کہ اسے حرام چیز کے استعمال کا مشورہ

دے۔ درء المفاسد اولیٰ من جلب المصالح۔ (الاشباہ والنظائر ص ۱۳۷)

(۸) اس صورت میں ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ اس کے بارے میں لوگوں کو اور حکومت کے متعلقہ محکمے کو خبر کر دے تاکہ متعلقہ افراد اور

حکومت اس کے شر سے محفوظ رہے۔ (ہندیہ ۵/۲۶۳)

(۹) کسی مریض (مثلاً نفسیاتی مریض) نے کسی جرم کا ارتکاب کیا مثلاً کسی قتل کا کیا یا اس طرح کی اور کوئی سنگین واردات کی ہے اور ڈاکٹر کے

پاس اپنے جرم کا اقرار کیا ہے اسی جرم کے شبہ کی بناء پر دوسرا شخص مامخوذ ہو گیا ہے، اس کے خلاف مقدمہ چل رہا ہے اس بات کا پورا

اندیشہ ہے کہ وہ دوسرا شخص جو دراصل مجرم نہیں ہے عدالت میں مجرم قرار دے دیا جائے اور سزا یا ب ہو جائے، ایسی صورت میں

ڈاکٹر پر واجب ہے کہ عدالت میں جا کر مقدمہ میں گرفتار شخص کی برائت اور اپنے زیر علاج مریض کے ملوث ہونے کی شہادت دے۔

(۱۰) اگر کوئی شخص کسی متعدی مرض میں مبتلا ہے اور کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے اور مریض کا اصرار ہے کہ ڈاکٹر اس کے اس مرض کی اطلاع

کسی کو نہ دے حتیٰ کہ اس کے گھر والوں کو بھی نہ کرے ورنہ وہ اچھوت بن کر رہ جائے گا اور ڈاکٹر کو ظن غالب ہے کہ عدم اطلاع کی

صورت میں دیگر افراد کو ضرر پہنچے گا تو ڈاکٹر اس کے گھر والوں اور دوسرے لوگوں کو اس کے اس مرض سے خبر کر دے۔





ملتی مریزاں من فقپوری (مبینی)

مرض نظام جسمانی میں پیدا ہونے والے خلل کا نام ہے جو طرح طرح کی شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں قسم قسم کی بیماریاں جسم انسانی کو لاحق ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ایک فضل ہے کہ اس نے ان بیماریوں کا علاج بھی پیدا کیا اور انسانوں کو یہ صلاحیت بھی دی کہ اس سے آگاہی حاصل کر کے خود بھی مستفید ہوں اور دوسرے بیماروں کو بھی راحت پہنچائیں قرآن کریم میں بھی بعض ایسی اشیاء کا ذکر آیا ہے جو بیماروں سے شفاء حاصل کرنے میں معاون بن سکتی ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بہت سی بیماریوں کے علاج بتائے ہیں جنہیں علمائے کرام نے طب نبوی کے عنوان سے یکجا کر دیا ہے۔

اسلام میں بیماروں کی نگہداشت کا خاص لحاظ کیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ تیمارداری اور عیادت مریض کو خصوصی اہمیت حاصل ہے بلکہ ایک مسلمان کا دوسرے پر ایک یہ حق بھی بتایا گیا ہے کہ جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کو جائے۔

سالمین کے متعلق اصولی بات یہ ہے کہ جو حضرات امراض کی شناخت اور ان امراض کے علاج سے بخوبی واقفیت رکھتے ہوں وہ متعلقہ مریض کا علاج کر سکتے ہیں بلکہ خیر خواہی اور اخلاص کے ساتھ صحیح علاج کیا جائے تو یہ باعث اجر و ثواب بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن جو لوگ بخوبی واقفیت نہیں رکھتے یا صحیح تشخیص اور علاج پر قادر نہیں ہیں وہ شرعی نقطہ نظر سے نااہل ہیں اور حدیث نبوی اذا وصد الامر الی غیر اہلہ الخ کی رو سے انھیں اس سلسلے کی ذمہ داریوں کو سونپنا قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہے۔ حکومت اور قانون نے سینکڑوں سند کی شرط غالباً اسی لئے لگائی ہے کہ نااہل لوگ اس میدان میں داخل نہ ہو سکیں۔ شرعی لحاظ سے بہر حال واقفیت اور مہارت کو اصل حیثیت حاصل ہے سند کی حیثیت ضمنی ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ ماہرین البیت کی تصدیق اور کمال واقفیت کی شہادت دے سکیں اسلامی نظریے کے مطابق یہی حتمی سند ہے۔ لہذا ایک شخص جو پوری طرح امراض کی حقیقت سے واقف اور اس کے علاج سے آگاہ ہے اس میں صحیح تشخیص اور تجویز کا ملکہ ہے اور اس سلسلے کی ضروری مہارت اور تجربہ اس کو حاصل ہے وہ بظاہر رسمی سند نہ رکھتا ہو معاملے کا اہل کھاتے گا اور اگر وہ کسی کا علاج کرتا ہے تو گناہ گار نہ ہوگا بشرطیکہ اپنی حد تک اس نے کسی قسم کی کوتاہی نہ کی ہو اور تمام ضروری معالجاتی احتیاطوں کو مد نظر رکھا ہو اس کے برخلاف اگر کسی نے رسمی خانہ پری کر کے، یا کسی اور ذریعے سے کافذی سند تو حاصل کر لی ہے لیکن اسے نہ تو امراض کی کوئی شناخت ہے نہ صحیح دوا اور علاج سے کوئی واقفیت حاصل ہے سزاوارتہ اسے یہ حق نہیں ہے کہ کسی مریض کا علاج کرے اگر وہ اپنی کافذی سند کے بل بوتے ناواقفیت کے باوجود علاج معالجہ کرنے لگے تو یہ اس کی زیادتی کھاتے گی اور شرعاً اسے خائنوں کے زمرے میں شمار کیا جائے گا۔

صحیح واقفیت اور مہارت کے ساتھ شرائط ضروریہ کا لحاظ رکھتے ہوئے ہر ممکن کوشش کرے پھر اگر تجزیہ مفید مطلب نکلتا ہے تو اسے اللہ کا فضل سمجھے ایک روایت کے مطابق مجتہد کو صحیح کوشش پر دوہرا اجر ملتا ہے اور اگر صحیح نسخ پر ضروری شرائط کا لحاظ کرنے کے باوجود اس سے اجتہادی غلط ہو جاتی ہے تو اسے اجتہاد کا ثواب اس صورت میں بھی ملتا ہے جب کہ اس غیر ارادی غلطی سے متعلق اس سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔ اس اصول کا انطباق طبیب اور معالج پر بھی ہوتا ہے لہذا اگر وہ مکمل واقفیت اور مہارت کے ساتھ ضروری تجربے کو کام میں لاتے ہوئے تمام طبی شرائط اور احتیاطی تدابیر کو بھی ملحوظ رکھتا ہے تو یہ کہا جائے گا کہ اس نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی پھر اگر اس کی یہ کوشش بادر آور ہوگئی تو یہ اللہ کا فضل ہے معالج پر بھی اور مریض اور اس کے متعلقین پر بھی لیکن یہ کوشش بھی بادر آور نہ ہو سکے تو اصولاً اسے ذمہ دار نہ ٹھہرایا جاسکے گا البتہ اگر کوئی ناواقف علاج معالجہ کرنے لگے جس کے پاس نہ کوئی واقفیت ہے نہ مہارت اور تجربہ ہے یا واقفیت کے باوجود لاپرواہی کا مظاہرہ کرے اور صحیح تشخیص اور علاج کی جانب دھیان نہ دے یا طبی احتیاطوں کا لحاظ نہ رکھے تو ایسا شخص مجرم قرار پائے گا اور اس سے مریض کو جو ضرر پہنچے اس سلسلے میں اسے جوابدہ ہونا پڑے گا۔ ہماری اس اصولی گفتگو سے محور اول کے بیشتر سوالات کا جواب واضح ہو جاتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) ذاتی مطالعہ اور تجربہ اگر اس حد تک ہے کہ امراض کی صحیح شناخت اور مریض کے حسب حال علاج تجویز کرنے کی اسے بخوبی واقفیت ہے تو ایسے شخص کا علاج کرنا شرعی لحاظ سے ناجائز نہ کہلائے گا بھلے اس کے پاس قانونی اجازت نہ ہو اور اگر اس نے تمام احتیاطی تدابیر کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی پوری مہارت اور واقفیت کے مطابق علاج کیا ہے تو نہ مریض کو پہنچنے والے ضرر کا اس پر کوئی ضمان لازم ہوگا نہ ہی شرعی اعتبار سے اس کا یہ عمل قابل تعزیر مجرم شمار ہوگا۔

(۲) معالج خواہ قانونی اجازت کے علاوہ مہارت اور تجربہ بھی رکھتا ہو تاہم اگر اس نے قصداً علاج میں غفلت اور لاپرواہی کا مظاہرہ کیا اور ضروری طبی احتیاطیں ملحوظ نہیں رکھیں جس کی وجہ سے مریض کو ضرر لاحق ہوا تو معالج اصولاً ضمانت ہوگا۔

(۳) اصل مسئلہ ہے صحیح علاج کا اگر اس سلسلے میں ڈاکٹر نے کوئی تعدی نہیں کی اور جو کچھ کیا طبی ضرورت کے پیش نظر اور طبی شرائط کے مطابق کیا پھر بھی وہ ناکام رہا تو اس صورت میں یہ ڈاکٹر قابل مواخذہ نہ ہوگا البتہ مریض ہوش و حواس میں ہو یا اعرجا۔ موجود ہوں تو ان سے رائے لے لینا زیادہ انسب ہے الا یہ کہ اتنی تاخیر بھی مضر ثابت ہو سکتی ہو۔

(۴) مریض بھی بے ہوش ہے اور اعرجا بھی نہیں ہیں جب کہ آپریشن فوری طور پر ضروری ہے تو ڈاکٹر طبی تقاضوں کے مطابق فوری آپریشن کر سکتا ہے پھر اگر اس نے قصداً کوئی تعدی نہیں کی اور تمام طبی شرائط کو ملحوظ رکھا اس کے باوجود آپریشن ناکام رہا تو ڈاکٹر پر اس صورت میں کوئی ضمانت نہ ہوگا۔



## ایڈز اور دوسرے متعدی امراض

مکمل دوم

ایڈز بدن کی قوت مدافعت کے ختم ہونے کی ایک شکل ہے یہ مرض جتنا تباہ کن ہے اس سے کہیں زیادہ تباہ کن اسے ذریعہ ابلغ نے بنادیا ہے عموماً سمجھا جاتا ہے کہ یہ کوئی نئی بیماری ہے اور میڈیا نے یہی تاثر دیا بھی ہے لیکن قدیم طبی کتابوں میں قوت مدافعت کے ضعف اور فقدان کا ذکر مرصہ قبل کیا جا چکا ہے پھر اس سلسلے میں افواہیں بھی کام کرتی رہیں مثلاً یہی کہ کافی دنوں تک لوگ یہ سمجھتے رہے کہ ایڈز کے مریض کے جسم یا لباس کو چھو لینے سے بھی یہ مرض دوسروں کو لگ جاتا ہے اور ذریعہ ابلغ نے بھی ابتداء اس کی تفتیش نہیں کی تھی حالانکہ پھر بعد میں انھیں ذریعہ نے اس کی تردید کی۔ ایڈز کے مریض کو اچھوت سمجھنے کا عوامی رجحان ایسی ہی افواہوں کا نتیجہ ہے اور غالباً جدید طب کی تحقیق اب بھی مکمل نہیں ہے۔ کیا عجب کہ آئندہ یہ بھی ثابت ہو جائے کہ جنسی عمل یا خون سے دوسروں تک مرض کا منتقل ہونا ضروری نہیں ہے۔ بہر حال جو بھی صورت ہو یہ بہر حال ملوکہ رکھنا چاہئے کہ مریض کو اچھوت سمجھ لینا اخلاقاً بھی غلط ہے اور شرعاً بھی اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ مکمل دوم کے سوالات کے پیش نظر مرض کے متعدی ہونے نہ ہونے پر بھی گفتگو ہو جانی چاہئے تھی لیکن سوالنامے میں اس سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا اس لئے جواب میں بھی اس گفتگو کا کوئی موقع نہیں ہے لہذا اس درست ہم سوالات کی جانب متوجہ ہوتے ہیں۔

(۱) دوسری بیماریوں کی طرح یہ بھی ایک بیماری ہے اور جس طرح یہ ضروری نہیں کہ آدمی اپنی تمام بیماریوں سے اپنے متعلقین کو باخبر کرے اسی طرح ایڈز کے مریض کے لئے بھی یہ ضروری نہیں ہے کہ اپنے گھر اور تعلق والوں کو اس سے مطلع کرے بلکہ اس ماحول میں جب کہ ایسے مریض کو بلاوجہ اچھوت کا درجہ دیا جائے لگتا ہے مرض کا اخفاء اس کا شخصی حق ہے۔ اور اگر اخفاء سے کسی کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا تو یہ شرعاً کوئی جرم نہیں ہے (۲) نفس مرض کا اعتبار لازم نہیں بلکہ جب تک دوسروں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو اچھوت سمجھے جانے والے اس ماحول میں اخفاء کا مریض کو پورا حق ہے اور جب تک اس اخفاء سے دوسروں کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو ڈاکٹر کی بھی یہ ذمہ داری ہوگی کہ مریض کی خواہش اور مصلحت کو دیکھتے ہوئے اسے راز رکھے البتہ ضروری احتیاط کی کسی بھی مناسب عنوان سے متعلقہ افراد کو ہدایت دے سکتا ہے۔ مثلاً یہ کہ اجمالاً متعلقین کو آگاہ کر دے کہ جنسی عمل نقصان دہ ہوگا لہذا جب تک میں نہ اجازت دوں مریض کو اس سے بچایا جائے وغیرہ۔

(۳) مریض کسی بھی بیماری میں مبتلا ہو شرعاً یہ اس کا حق ہے کہ اس کی مناسب نگہداشت اور تیمارداری ہو اور اس کا ضروری علاج معالجہ کیا جائے۔ مریض کو لاوارث اور یکہ و ستا چھوڑ دینا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے لہذا اس کے متعلقین اور افراد خانہ کی ذمہ داری ہے کہ مناسب نگہداشت کے ساتھ ضروری علاج کرائیں اور ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ ان مریضوں کا علاج کرے اور بیماری کے دفعیہ کی جو کوشش بھی ممکن ہو سکتی ہے اس میں دریغ نہ کرے طاعونی مقام سے باہر جانے کی ممانعت کی یہ بھی ایک وجہ ہے کہ اس صورت میں لوگ مریضوں کو بے سارا چھوڑ کر بھی جاسکتے تھے۔

(۴) اگر یہ حقیقت ہے کہ جنسی عمل یا خون دینے سے مرض واقعہ دوسروں تک منتقل ہو جاتا ہے تو مریض پر لازم ہے کہ ایسے کسی بھی عمل سے

احتراز کرے جو دوسروں تک انتقال مرض کا سبب بن سکے۔ لہذا اگر کسی ایسے مریض نے اس قصد سے جنسی عمل کیا یا اپنا خون مریض کو دیا کہ بیوی یا اس مریض کو بیماری لاحق ہو جائے تو وہ قابل تعزیر قرار پائے گا اور اگر یہ قصد نہیں ہے لیکن وہ جانتا ہے کہ یہ عمل دوسرے کو مبتلا کرے تو اسے گناہ ہوگا البتہ اگر کوئی اضطراری صورت ہے مثلاً مریض کے گروپ کا خون کسی دستیاب نہیں اور بغیر خون دینے جان بچھنی ممکن نہیں اس لئے انسانی ہمدردی کے تحت اس نے خون دے دیا تو اس صورت میں اس سے کوئی مواخذہ نہ ہونا چاہئے البتہ اسے



چاہئے کہ خون لینے والے کو اصل حقیقت سے باخبر کر دے۔

(۵) قابل لحاظ بات یہ ہے کہ کیا واقعی ایڈز کا مریض جنسی عمل سے دوسروں کو مرض منتقل کر سکتا ہے۔ اگر واقعہ ایسا ہے اور اس خوف سے کسی عورت کا اس کے ساتھ رہنا ممکن نہیں تو اسے بھی ان عیوب میں شامل مانا جاسکتا ہے جو تفریق کا سبب ہیں اختلاف میں سے امام محمد رحمۃ اللہ کا قول اس باب میں توسع رکھتا ہے چنانچہ جنون، جذام اور برص کا ذکر تو ہر جگہ ہے لیکن زلیلی کہتے ہیں کہ قال محمد بنود العواۃ اذا کان بالرجل عیب فاحشی بحیث لا تطبق اللیقا معہ لانہا تعدر علیہا الوصول الی حقہا المعنی فیہ فکان کالحب والعمۃ۔ شمس الاثرہ سرخسی نے بھی یہی بات مختصر اس طرح بیان کی ہے و علی قول محمد لما الخیار اذا کان علی حال لا تطبق اللیقا معہ تاہم ایڈز کے سلسلے میں جو تفصیلات سننے میں آتی ہیں ان کی رو سے تو یہ بات ایڈز پر بدرجہ اولیٰ مستطب ہوتی ہے لہذا اگر عورت کو پہلے سے اس مرض کا علم نہیں تھا یا علم ہو جانے پر رضامندی ظاہر نہیں کی (کہ جو بھی ہو مجھے اب شوہر کے ساتھ رہنا ہے) تو مسنونہ دونوں صورتوں میں عورت کو فحش نکاح کے مطالبے کا حق ملنا چاہئے یعنی چاہے شوہر کو نکاح کے بعد یہ مرض لاحق ہوا ہو یا اس نے اپنا مرض چھپا کر اس سے نکاح کیا ہو۔

(۶) اسقاط حمل کی شریعت نے کوئی حوصلہ افزائی نہیں کی بلکہ نصوص شرعیہ کی روشنی میں یہ انتہائی مذموم فعل ہے اس کی بنیادی شکل عزل کو واد خفی کما گیا ہے فقہائے کرام میں سے علی بن موسیٰ کہتے ہیں کہ عورت اسقاط کا ارادہ نفع روح سے پہلے کرے یہ بھی مکروہ (حرام) ہے کیوں کہ رحم میں مادہ منویہ کے پھپھنے کا نتیجہ ہے حیات لہذا اب اس پر حیات ہی کا حکم نافذ ہوگا جیسا کہ محرم کے لئے ایڈز کا حکم ہے فان العاء بعد علوق فی الرحم ماله الحیاء فیکون له حکم الحیاء کما فی بیضۃ صید الرحم ونحوہ الخ البتہ اعذار شرعیہ کی صورت میں یہ گنجائش ہے کہ نفع روح سے پہلے جس کی مدت چار ماہ (۱۲۰ دن) بتائی گئی ہے۔ ضرورت اسقاط کرایا جاسکتا ہے۔ بیباہ عالم ینخلق منہ شیء ولی یكون ذالک الا بعد مائۃ وعشرین یوما وهذا یفتضح انہم ارادوا بالتخلیق نفع الروح وبعد اسطر، فاباحۃ الاسقاط محمولۃ علی حالہ العذر او علی انہا لا تانہم انہم القتل ام فقہاء نے وہ اعذار بھی بتائے ہیں جن کی بنیاد پر اسقاط کی اجازت ہو سکتی ہے انھیں سے بچے کو پھپھنے والے ضرر کا اندیشہ بھی ہے۔ وعن الاعذار ان ینقطع لبنہا بعد ظهور الحمل ولیس لابی الصبی عیستاجر بہ الظفر ویخاف ہلاکہ ام شامی ج ۲/ ۵۲۲ لہذا اگر دوران حمل یا رضاعت بچے کی طرف اس مرض کے منتقل ہونے کا اندیشہ ہو تو اسقاط کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ اور یہ امر یقینی ہو تو اس پر اس سلسلے میں جبر بھی کیا جاسکتا ہے۔

(۷) ایڈز کا مرض مکانی قرب یا محض اتصال جسمی سے دوسرے کو منتقل نہیں ہوتا۔ باقی جو احتمالات ذکر کئے گئے ہیں وہ سبب بعید کے درجے میں بھی نہیں ہیں لہذا ان پر حکم مرتب نہیں ہوگا یہ محض احتمالات ہیں اور وہ بھی احتمالات بعیدہ ان احتمالات کو بنیاد بنا کر ایڈز میں مبتلا بچوں کو اسکولوں میں داخلہ کے حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔

(۸) جو حقوق دوسرے بچوں کے ہیں اور جس طرح کی توجہ اور نگہداشت کے مستحق دوسرے بچے ہیں وہ تمام حقوق ان بچوں کے بھی ہیں جو اس مرض میں مبتلا ہو گئے اور وہ بھی اس تمام توجہ اور نگہداشت کے حقدار ہیں جس کے دوسرے بچے مستحق ہیں بلکہ ان کی نگہداشت اور زیادہ ضروری ہونے کی وجہ سے اعضاء کی ذمہ داریاں بھی بڑھ جاتی ہیں سماج کی ذمہ داری بھی یہ ہے کہ ان کے ساتھ یکساں سلوک کرے اور انھیں اچھوت نہ سمجھا جائے۔

(۹) بیماری جب اس مرحلے میں پہنچ جائے کہ ہلاکت کا اندیشہ غالب ہو تو اسے فقہاء مرض الموت قرار دیتے ہیں انما یتعلق بمرض یخاف منہ الہلاک غالباً (حدایہ) بلکہ کبھی تو بیماری کی حالت نہ ہونے کے باوجود جس حال میں کہ ہلاکت یقینی ہو جائے مثلاً وہ شخص جسے پھانسی دینے کے لئے لے جایا جا رہا ہے۔ فقہاء اس حالت کو بھی مرض الموت کے حکم میں شمار کرتے ہیں۔ وقد یثبت حکم الفرار لما حو فی معنی المرض فی وجہ

الہامی الخاتم، ہدایہ ومثلہ فی الدر المنثور وشرحہ النامی، لہذا مندرجہ سوال بیماریاں جب ناقابل علاج مرحلے میں پہنچ جائیں تو اسے مر سے الموت ہی شمار کیا جائے گا۔

(۱۰) بخاری شریف میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ اذ اسعتم بالمطاعون بارض فلا تدخلوها واذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا منها۔ نیز مسند احمد میں ہے کہ فاذا وقع بارض فلا تدخلوها علیہ واذا وقع بارض فلا تخرجوا قرارا منہ۔ ان روایات کا واضح منشا یہی ہے کہ نہ تو مقام طاعون سے لوگ فرار اختیار کریں نہ باہر کے لوگ وہاں (بے ضرورت) جائیں لہذا اگر ایسے مقامات میں آمد و رفت کی پابندی حکومت کی طرف سے لگتی ہے تو یہ نصوص شرعیہ کے عین مطابق ہے اور اس پر سختی سے عمل درآمد کی ضرورت ہے۔

(۱۱) یہ حکم کہ مقام طاعون پر نہ جایا جائے بیرونی لوگوں کے لئے ہے وہاں کے رہنے والے جو کسی ضرورت سے باہر گئے تھے پھر وہ ضرورت پوری ہو گئی اور اب نہ تو وہاں رکے رہنے کی کوئی ضرورت ہے نہ ہی یہ ممکن ہے اور ان کے اہل و عیال کو ان کی ضرورت بھی ہے ان کا داخلہ ممانعت کے ضمن میں نہ آئے گا بلکہ باہر کے وہ حضرات جن کی کسی وجہ سے یہاں ضرورت ہو مثلاً اکثر وغیرہ ان کا داخلہ بھی اس سے مستثنیٰ ہے اور بعض حالات میں تو ایسے حضرات کا وہاں جانا وجوب کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر کسی طور پر یہ معلوم ہو جائے کہ مقام طاعون میں میرے نہ جانے سے کسی کا یقینی ضرر ہے وہاں بھی اس کے ضرر یقینی کے دفع کے واسطے ضرر مشکوک پر جو کہ دخول میں تھا نظر نہ کی جائے گی مثلاً مقام طاعون میں کوئی عورت بیوہ ہو گئی اور اس جگہ سب اس کے مخالف ہیں اور بضرورت عدت نیز اس لئے کہ اموال واقعہ کا نقل وہاں سے اس کو متعذر ہے وہاں اس کا قیام ضروری ہو اور دوسرے شہر میں اس عورت کا کوئی محرم ہے کہ اس کے پاس رہنے سے وہ اس کی جان و مال و آبرو کی حفاظت کر سکتا ہے تو اس صورت میں نہی عن الدخول نہ رہے گا اور اس ضرورت سے اس کو اس جگہ جانے کی اجازت بلکہ بشرط عدم مہرج مکیہ ہوگی اس طرح جو لوگ باہر سے آئے ہوئے تھے پھر یہاں ان کا کام ختم ہو گیا ان کا یہاں سے جانا بھی ذریعہ نہیں تھا۔ حضرت تھانوی اس بحث میں فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک منیٰ عن الطوار معتد تعدیہ وعدم تعدیہ کو عام ہے لاطلاق الحدس لیکن یہ یقین کے ساتھ خاص ہے بدل علیہ قولہ علیہ السلام فیمنعت فی بلدہ۔ بواحد النواذر ج ۱ / ۱۸۱ / ۱۸۵ لہذا باہر کے جو لوگ کسی ضرورت سے آئے ہوئے تھے وہ اپنے مقام کو واپس جائیں تو اسے ممانعت میں داخل نہیں ہونا چاہئے۔

## طبی اخلاقیات

محور سوم

محور سوم کے تعلق سے یہ بات بطور اصول تسلیم شدہ ہے کہ اسلام میں امانت کی بڑی مکیہ ہے اور کسی کا راز بھی امانت ہی ہے لیکن یہاں یہ بھی قابل لحاظ امر ہے کہ شخصی حقوق کی ایک مد ہوا کرتی ہے عقلاً بھی یہ بات تسلیم شدہ ہے اور شریعت نے بھی احکام میں اس کا لحاظ کیا ہے چنانچہ اگر کسی کا شخصی حق مفاد عامہ سے ٹکرائے یا اس میں دوسرے کا بین ضرر ہو تو اب اس فرد کے نجی حق کی کوئی اہمیت نہیں رہ جاتی اس کی مثال میں غیبت کے احکام کو سامنے رکھا جاسکتا ہے غیبت نص قطعی سے حرام ہے قرآن اسے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تعبیر کیا ہے اور حدیث پاک میں اسے زنا سے بدتر بتایا گیا ہے لیکن بعض صورتوں میں اسے جائز بتایا گیا ہے مثلاً جب فرد کی اصلاح مقصود ہو اور یہ بات کسی ایسے فرد سے کہی جائے جس سے اصلاح کی توقع ہو یا عوامی نقصانات سے بچانا نہ نظریہ دوسرے کو وہ شخصی دھوکے میں رکھ کر کوئی معاملہ کر رہا ہے وغیرہ اس طرح کی صورتوں میں کسی کے عیب کو متعلقہ افراد کے گوش گزار کر دیا جائے تو اسے غیبت نہ کہا جائے گا اس کی واضح مثال روایت حدیث پر مہرج ہے اس مقام پر علامہ شامی نے اور اس سے پہلے صاحب درمختار نے جو اس سلسلے میں تحریر کیا ہے اسے ذکر کر دینا کافی ہو گا صاحب درمختار لکھتے ہیں کہ اگر



کوئی شخص نماز روزہ کا عادی ہے اس کے باوجود لوگوں کو اپنے ہاتھوں سے یا زبان سے نقصان پہنچاتا ہے تو اس بات کا تذکرہ کرنا نصیحت نہیں ہے اور اگر سلطان تک یہ بات پہنچادی جائے مگر اسے حبس کرے تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے فقہاء کہتے ہیں کہ متعلقہ شخص کا باپ اسے روکنے پر قادر ہے تو بیٹے کی بات باپ کو بتائی جاسکتی ہے واذا كان الرجل يصلی ويصوم ويضر الناس بیده ولسانه تذکرہ معافیہ لیس معفیۃ حتی لو احب السلطان بذلک لہ حرمہ لانہ علیہ وقالوا ان علم ان ابناء یقدر علی منہ اعلم ولو لم یکنایہ والا لکنی لانفع المداوۃ (در مختار) در مختار ہی میں یہ بھی ہے ولو ذکرہ صاویر ' وجہ الاعتناء لایکون عیبۃ ای القیۃ ان بذکر علی وجہ الغضب یرید السب الخ فتباح غیبۃ متظاهر قبیح ولصاحہ ولسو - اسعد بحر مراد ولسکوی علیہ لعلہ للحاکم مضمون واضح ہے کہ کسی کے عیب کو ہمدردی اور مخموری کے طور پر بیان کرنا نصیحت نہیں ہے آخری عبارت میں شادی، بد اعتقادی اور ظلم کی فریاد وغیرہ کی صورتوں میں نصیحت کو مباح کہا گیا ہے۔ شامی لصاحہ کے ضمن میں لکھتے ہیں اقوالہ ولصاحہ الاولی التعمیر بالمشورۃ ای فی مکاح وسفر وشركۃ لاجاورۃ وایداع امانۃ ونحو ما ظہر ان یذکر ما یعرفہ علی قصد التصحیح اس سے ظاہر ہے کہ نکاح، سفر، شرک، مجاورہ اور امانت داری وغیرہ کی صورتوں میں کسی سے دھوکے میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے تو اس شخص کے عیب سے

متعلقہ افراد کو خبردار کرنا نہ نصیحت ہے نہ اس پر کوئی گناہ ہوگا بلکہ بعض صورتوں میں یہ آگاہی رضا واجب بھی ہو جاتا ہے جیسا کہ علامہ شامی نے اس کے بعد اشارہ بھی کیا ہے شامی ج ۵ / ۳۶۱ اس تفصیل کے بعد محرم سوم سے متعلق سوالات کے بیشتر جوابات واضح ہیں جو اس طرح ہیں۔

(۱) ماہر امراض چشم کا یہ فعل کہ وہ علل سے بہ نمائی کو چھپا دیتا ہے کوئی گناہ نہیں ہے لیکن اگر وہ اس عیب کو مخفی رکھتے ہوئے کسی خاتون سے رشتہ کرنا چاہے تو خاتون اور اس کے متعلقین کو اس عیب سے باخبر کر دینے میں کوئی حرج نہیں خصوصاً جب وہ مشورہ لینے آئے تو یہ ضروری بھی ہو جاتا ہے اسے رازداری یا پیٹھے کے تقاضوں کے خلاف نہیں کہا جاسکتا۔

(۲) مرد و عورت طبی علاج کے لئے آتے ہیں اس غرض سے ہیں کہ ایک دوسرے کی کمی سے واقف ہو جائیں مگر آئندہ کے لئے صحیح فیصلہ کرنا آسان ہو لہذا اس صورت میں ڈاکٹر کا دوسرے فریق کو باخبر کرنا غلط نہیں ہے بلکہ صورت مسئولہ میں تو ایسا کرنا اس کے لئے ضروری بھی سمجھا جاتا ہے۔ (۳) نامردی فسخ نکاح کی مستقل ایک وجہ ہے لہذا اگر اس عیب کو چھپا کر یہ شخص کسی عورت سے نکاح کر رہا ہے تو خاتون کو اس سے باخبر کرنا جائز تو ہے ہی بلکہ واجب بھی سمجھا جاتا ہے یہی حکم اس عورت کے تعلق سے بھی ہے جو اس طرح کا کوئی مرض چھپا کر دھوکے سے نکاح کر لینا چاہتی ہے (۴) بینائی اس حد تک متاثر ہے کہ گاڑی چلانا مسلک ثابت ہو سکتا ہے تو ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ دوسروں کو ہلاکت سے بچائے خواہ مریض کو فمائش کر کے یا پھر ڈرائیونگ لائسنس منسوخ کرنے کی سفارش کے ذریعہ ہو اور اگر وہ شخص اس طرح کی مستقل ملازمت کرتا ہے تو ڈاکٹر کی یہ ذمہ داری اور بڑھ جاتی ہے کیوں کہ اس صورت میں عام لوگوں کی ہلاکت کا اندیشہ بھی بڑھ جاتا ہے۔

(۵) اس صورت میں بھی ڈاکٹر کے لئے ضروری ہے کہ اگر خود اصلاح نہیں کر سکتا تو متعلقہ محکمہ کے ذریعہ اصلاح حال کی کوشش کرے مگر عوامی خطرہ باقی نہ رہے رازداری کی اس صورت میں کوئی اہمیت باقی نہیں رہتی۔

(۶) صورت مسئولہ میں بچے کی حفاظت اور اس کی فلاح و بسود کے لئے جو قدم بھی ضروری ہو ڈاکٹر اسے اختیار کر سکتا ہے۔

(۷) یہ بظاہر اگرچہ تداوی بالمحرم ہے لیکن اصل مقصود تو وہ دوا ہے جو شراب میں ملا کر دی گئی ہے اس کے علاوہ بعض صورتوں میں یعنی جب طبیب کی رائے میں مریض کا دوسرا کوئی علل ہی نہ ہو تداوی بالمحرم کی علماء نے اجازت دی ہے حضرت تھانوی فرماتے ہیں یتقن شفا میں بعض متاخرین نے تداوی بالمحرم کی رخصت دی ہے۔



(۸) جرائم جو دوسروں کے لئے مضر اور معاشرے کے لئے تباہ کن ہیں ان سے واقف ہو جانے کے بعد ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ مناسب انداز سے متعلقہ محکمے کو باخبر کر دے تاکہ مفاد عامہ خطرے میں نہ پڑے اور معاشرے کو تباہی کے اندیشے سے بچایا جاسکے اس کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک انصر احوال فقالما او مظلوما ہے۔

(۹) اگر بے گناہ شخص مآخوذ ہو گیا ہے اور اسے سزا ہو جانے کا خطرہ ہے اور ڈاکٹر عدالت کو خبردار کر دے تو یہ بے گناہ رہائی پاسکتا ہے تو اس صورت میں ڈاکٹر کا عدالت کو باخبر کر دنا مزاج شریعت کے مطابق ہے۔

(۱۰) اس سلسلے میں ڈاکٹر عوامی مفاد کو ملحوظ رکھے اگر طبی نقطہ نگاہ سے دوسروں کو خبردار کرنا ضروری ہے تو ضرور ایسا کرے لیکن جب تک دوسروں کے ضرر کا اندیشہ نہ ہو مریض کی خواہش کا احترام کرے۔

## طبی اخلاقیات

### علاج و معالجہ کے شرعی احکام

مفتی جمیل احمد ندوی  
(سistem جامعہ عربیہ عین الاسلام نواہ مبارکپور)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے امراض و اسقام کے ساتھ علاج و دوا کا سلسلہ بھی پیدا فرمادیا ہے۔ دنیا میں جو بیماری بھی ظاہر ہوگی، اس کا علاج بھی اسی دنیا میں موجود ہے۔ یہ طب اور معالجہ کے ماہرین و محققین پر منحصر ہے کہ وہ اس کے علاج و دوا تک پہنچ پاتے ہیں یا نہیں۔ بہت سی ایسی بیماریاں جنہیں لاعلاج سمجھا جاتا تھا، آج ان کا علاج دریافت ہو چکا ہے، اور آج کی بہت سی لاعلاج کبھی جانے والی بیماریاں کل قابل علاج ہو جائیں گی۔ چنانچہ حضرت ابوبہرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نہیں اتاری مگر اس کے لئے شفاء (بھی) اتاری ہے۔ (ترمذی ۱۸۳۰/۲، تہذیب السنن ۱۲۸/۲)

### معالج اور طبیب کے لئے معیار مطلوب

دوا اور علاج کی ضرورت ہر شخص کو ہوتی ہے، کبھی اپنے لئے، کبھی گھر کے کسی فرد یا اپنے کسی متعلق کے لئے، اور معالج تین طرح کے پائے جاتے ہیں۔ (۱) جنہوں نے طب اور ڈاکٹری سکھانے کے کسی ادارہ سے باضابطہ تعلیم حاصل کی ہیں اور سند یافتہ ہیں۔ (۲) وہ جنہوں نے تعلیم حاصل کی ہیں لیکن ادھوری، سند یافتہ نہیں ہیں (۳) کسی بھی طبی ادارہ میں تعلیم حاصل نہیں کی، صرف کتابوں کا مطالعہ کر کے، اطباء و ڈاکٹرس سے مشورہ کر کے یا ان کے یہاں چند دن رہ کر کچھ معلومات حاصل کی، پھر علاج و معالجہ کرنے لگے اور بحیثیت طبیب و ڈاکٹر خود کو متعارف کرانا شروع کر دیا۔ دوکان کھول کر بیٹھ گئے، لوگ آنے لگے، دھیرے دھیرے بحیثیت طبیب و ڈاکٹر۔ اسی گاؤں، محلہ یا شہر میں سی سی اس کی شہرت ہو گئی یا یوں کہا جائے کہ معروف ہو گیا اور جانا جانے لگا۔

ایک چوتھی قسم ان لوگوں کی ہے جو طبیب و ڈاکٹر کی حیثیت سے معروف نہیں ہیں، عام طور پر لوگ جانتے نہیں کہ یہ دوا علاج بھی کرتا ہے یا جانتے ہیں تو نیم حکیم کی حیثیت سے اس کا تذکرہ ہوتا ہے۔ کچھ لوگ چوری چھپے کبھی کبھار اس سے علاج کراتے رہتے ہیں۔ یا حکلم کھلا اس سے کسی بیماری کی دوا پوچھتے یا لیتے ہوں لیکن خود ہی اس کو طبیب اور ڈاکٹر کا درجہ نہ دیتے ہوں۔

ان چاروں قسم کے لوگوں میں کسے علاج و معالجہ کی شرعاً اجازت ہے؟ کسے نہیں؟ اس سلسلے میں درج ذیل حدیث بنیادی اہمیت

رکھتی ہے۔

مرد بن شعبہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص پہ تکلف اپنے کو طبیب ظاہر کرے حالانکہ طبابت اس سے جانی نہیں گئی، وہ مضمّن ہے۔ (ابوداؤد ۲۰۷۰/۲، نسائی ۲۳۹/۲)

الفاظ حدیث من تعطب ولم یعلم منه طب کی شرح کرتے ہوئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

جو شخص بہ تکلف طبیب بنے حالانکہ اس سے طب جانا نہیں گیا۔ یعنی وہ طب کے ساتھ مشور نہیں اور اس میں

مہارت و مذاقت نہیں رکھتا۔ (اشعۃ اللمعات ۲/۳۳۳)

علامہ علی قاریؒ "ولم یعلم منه طب کی شرح میں لکھتے ہیں۔

ای معالجتہ صحیحۃ غالبۃ علی الخطاء، (مرقات المفاتیح ۲/۸۶)

یعنی ایسا صحیح معالجہ نہیں کرتا جو خطا پر غالب ہو (کہ معالجہ میں غلطی کم ہوتی ہو، درستی زیادہ رہتی ہو)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ لا یعرف له تعطب قبل ذلک (ابوداؤد ۲/۳۴۰ باب فیمن تعطب ولا یعلم منه طب فاعت) (اس سے طبابت

اس سے قبل معروف نہیں)

ان احادیث و شروح کی روشنی میں ثابت ہوا کہ جو شخص بحیثیت طبیب و ڈاکٹر، عوام میں معروف و متعارف ہو چکا ہو، زیادہ تر صحیح

معالجہ کرتا ہو، غلطی کا امکان کم رہتا ہو، ایسے طبیب و معالجہ کا پیشہ طبابت و معالجہ اختیار کرنا، شرعاً جائز و درست ہے، سند اور ڈگری ضروری نہیں ہے۔

لیکن ایسا شخص جو علم طب سے بالکل ناواقف ہے، عوام میں بحیثیت طبیب و ڈاکٹر متعارف بھی نہیں ہے، محض سرسری

معلومات اور ادھر ادھر کی باتوں پر اعتماد کر کے اور کچھ دواؤں کی جانکاری کر کے علاج کرنے لگے، اسے علاج و معالجہ کی شرعاً اجازت نہیں ہے

ایسا شخص مستحق تعزیر ہے۔ اگرچہ اس کے علاج سے کسی کو نقصان نہ پہنچا ہو کیوں کہ اس میں خطا کا امکان غالب ہے اور چوں کہ ایسا شخص

شرعاً بھی علاج و معالجہ کا مجاز نہیں، اس لئے امر منکر کا مرتکب ہونے کی وجہ سے مستحق تعزیر ہوگا۔

یتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام بتفویض علی هذا منع الطبیب الجاہل، (شرح المیزان ۲۱)

مرداشت کیا جائے گا ضرر خاص، ضرر عام کو دفع کرنے کے لئے، اس قاعدہ پر جاہل طبیب کو معالجہ سے روکنا بھی متوجع ہے۔

لہذا نقصان پہنچنے کی صورت میں لائق تعزیر بھی ہوگا اور مستحق ضمان بھی:

”جو شخص طبیب ظاہر کرے خود کو بہ تکلف، حالانکہ اس سے طب جانا نہیں گیا۔ یعنی وہ طب کے ساتھ مشور نہیں

اور اس میں مہارت و مذاقت نہیں رکھتا۔ پس اس کے عمل سے بیمار مر گیا تو وہ فرضی طبیب ضمان ہوگا۔ اور اس پر

دیت واجب ہوگی، البتہ اس سے قصاص ساقط ہوگا کیوں کہ مریض کی اجازت و رضا، سے علاج کیا تھا اور عام علماء کے

نزدیک اس کی جہایت اس کے عاقل پر ہوگی۔“ (اشعۃ اللمعات ۲/۳۳۳)

علامہ علی قاریؒ حدیث نبویؐ من تعطب ولم یعلم منه طب کی شرح میں لکھتے ہیں:

”اس سے طب نہیں جانا گیا یعنی ایسا صحیح معالجہ نہیں جانا گیا جو خطا پر غالب ہو۔ ایسے شخص نے اگر اپنی طب میں

غلطی کی اور مریض کا کچھ تلف کر دیا تو وہ ضمان ہوگا۔ بعض شارحین نے کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نقصان اس

کے فعل سے پیدا ہوا ہے اور وہ اس میں حد سے تجاوز کرنے والا ہے کیوں کہ طب اس سے جانا نہیں گیا تھا۔ اس کی

جہایت کا ضمان اس کے عاقل پر ہوگا۔ کہا ابن عبد اللک نے کہ ولم یعلم منه طب کا مطلب یہ ہے کہ وہ طب کے



ساتھ مشورہ ہو۔ پس مریض اس کے فعل سے مرگیا تو وہ ضمان ہوگا۔ یعنی دیت کے ضمان بالاتفاق اس کے عاقل ہوں گے۔ اس پر قصاص نہ ہو کیوں کہ بغیر اجازت مریض اس نے از خود علاج نہیں کیا اور طبیب کی جتایت عام فقہاء کے نزدیک عاقل پر ہوتی ہے۔ (مرآۃ المفاتیح ۲/۸۶)

عمر بن عبدالعزیزؒ کے صاحبزادے عبدالعزیزؒ روایت کرتے ہیں کہ:

”بعض وہ حضرات جو میرے والد کے پاس آئے تھے انہوں نے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس طبیب نے کسی قوم کے سامنے خود کو بہ تکلف طبیب ظاہر کیا، جب کہ اس سے قبل علم طب اس سے جانا نہیں گیا، پس اس نے نقصان پہنچا دیا تو وہ ضمان ہوگا۔“ (ابوداؤد ۲/۳۰۶)

یہ گفتگو ان اطباء کے متعلق تھی جو عامۃ الناس میں نیم حکیم خطرہ جان کھاتے ہیں، لیکن جو معالج بحیثیت طبیب و ڈاکٹر متعارف ہو چکا ہو، لوگوں کا اس کی طرف رجوع بھی رہتا ہو، اس کے حکم میں تفصیل ہے جیسا کہ آگے آتا ہے۔

### طریقہ علاج میں طبی کوتاہی

اگر کسی طبیب یا ڈاکٹر نے طریقہ علاج میں طبی نقطہ نظر سے کوتاہی کی، نتیجہ میں مریض کی جان چلی گئی، یا کوئی عضو متعلق ہو گیا، یا مریض کو کسی قسم کا ناقابل تلافی نقصان پہنچ گیا تو ڈاکٹر ضمان ہوگا۔

علامہ کاسانی تحریر فرماتے ہیں:

”دوسری قسم (اجارہ میں نقصان کی) وہ ہے جو امانت کو ضمان کی طرف پھیر دیتی ہے..... انہیں میں سے اطلاق و افساد ہے جب اجیر لے تعدی کی ہو اور جان بوجھ کر کی ہو۔“ (بدائع الصنائع ۲/۲۸۱)

آگے بتایا ہے کہ اجیر خاص اور اجیر مشترک، سب اس حکم میں شامل ہیں، پھر امام زفر کے ایک قول کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

خطا، حقوق العباد میں عذر نہیں ہے، یہاں تک کہ غلطی اور ناسی سے بھی ضمان کا مؤاخذہ ہوگا۔ (عوارضہ کور)

یہ بات اہل علم پر معنی نہیں کہ اطباء و ڈاکٹرس بھی اجیر ہوتے ہیں اور اجیر مشترک ہیں اور علامہ کاسانی کی اس عبارت سے ظاہر ہوا کہ چوں کہ حقوق العباد میں خطا، اور نسیان بھی قابل مؤاخذہ اور سبب ضمان ہیں، عذر نہیں ہیں، اس لئے اطباء، حضرات سے بھول چوک میں مریض کو جو نقصان پہنچ جائے اس کے بھی وہ ضمان ہوں گے۔

### علاج کا کونسا طریقہ موجب ضمان ہے؟

اطباء، مریضوں کا علاج کرنے اور دوا بتانے کے سلسلے میں مختلف طریقے اختیار کرتے ہیں، مثلاً

(۱) زبانی دوا بتادیتے ہیں۔

(۲) فیس لے کر دوا کا پرچہ لکھتے ہیں۔

(۳) بلا فیس دوا کا پرچہ لکھ دیتے ہیں۔

- (۳) مریض کو بھرتی کر کے علاج کرتے ہیں، ڈاکٹر کے ہی آدمی دوا کھلاتے ہیں یا اس کے بارے میں بتا جاتے ہیں اور مریض یا اس کے ساتھ کے لوگ دوا کھلاتے ہیں، کچھ دوائیں وہیں سے مل جاتی ہیں، کچھ بازار کی ہوتی ہیں۔
- (۵) بلا بھرتی کئے، فیس لے کر پرچہ لکھ کر، اپنے یہاں سے دوا دیتے ہیں، بعض دوائیں بازار سے بھی خریدنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔
- (۶) بعض امراض میں آپریشن کرتے ہیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ مذکورہ صورتوں میں وہ کونسی صورت ہے جس میں مریض کو نقصان پہنچ جانا موجب ضمان ہوتا ہے۔

عمر بن عبد العزیزؒ کے صاحبزادے عبد العزیزؒ فرماتے ہیں۔

ضمان کا حکم محض بیان کرنے سے نہیں ہے بلکہ رنگوں کو کھٹنے، چیسرے اور داغنے سے ہے۔ (ابوداؤد ۲۰/۳۰)

اس کی شرح میں مولانا قلیل احمد سارنپوریؒ لکھتے ہیں:

۔ ضمان کا یہ حکم زبان سے بیان کرنے سے نہیں ہے، ایسے ہی لکھنے سے بھی نہیں ہے، کیوں کہ جب کسی انسان کے لئے دوا بیان کرے، مریض لے اس پر عمل کیا اور ہلاک ہو گیا تو طبیب پر دیت لازم نہ ہوگی۔ بلکہ ضمان کا حکم، رنگوں کو کھٹنے، چیسرے اور آگ سے داغنے سے ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ جب طبیب، معالج کا کوئی طریقہ اپنے ہاتھ سے اختیار کرے، مثلاً رگ کھٹنے، کھال چیسرے، آگ سے داغنے یا اپنے ہاتھ سے دوا پلاتے اور مریض کے منہ میں ٹپکانے اور نقصان پہنچ جائے، تو یہ جنایت ہوگی جس سے دیت لازم ہوگی۔ لیکن اگر اس کے لئے دوا بیان کر دے اور مریض خود سے اسے کھائے تو اس صورت میں ضمان نہ ہوگا۔ (بذل الممرد ۱۸/۱۱۸)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ وہ طریقہ علاج موجب ضمان ہے جس میں ہلاکت یا ضیاع، طبیب کے کسی فعل یا عمل کے نتیجے میں ہو

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: "پس مرد بھل وے بیمار"۔ (اشعۃ اللمعات ۲/۱۲۳)

ملا علی قادریؒ لکھتے ہیں:

"لأنه لو لد مع فعله الهلاک - یعنی اس لئے کہ اس کے فعل سے ہلاکت پیدا ہوئی۔ (مرقاۃ ۲/۱۸۶)

اگر کوئی ڈاکٹر اپنے ہاتھ سے دوا کھلاتا ہے یا نرس یا کپاؤنڈ یا اپنے کسی بھی آدمی سے کھلاتا ہے اور دوا نقصان کر جائے اور مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچ جائے یا ہلاک ہو جائے، یا آپریشن اور جراحی و سرجری میں اسی قسم کا نقصان ہو جائے تو موجب ضمان ہونا ظاہر ہے۔ اسی طرح کوئی طبیب یا ڈاکٹر، مریض کو بھرتی کر کے علاج کرتا ہے تو چوں کہ علاج کے سلسلے کا اکثر، بلکہ تقریباً کل کام، وہ اپنے ہاتھوں یا اپنے آدمیوں کے ذریعہ کرتا ہے اس لئے نقصان کی صورت میں یہ بھی موجب ضمان ہوگا۔

البتہ اگر صرف زبانی دوا بتادے یا پرچہ پر لکھ کر دے، خواہ فیس لے کر، یا بلا فیس، ان صورتوں میں اتلاف و نقصان موجب ضمان نہ ہوگا۔ لیکن احقر کا خیال یہ ہے کہ اگر اس نے دوا بتانے یا لکھنے میں اصول طب کی خلاف ورزی کی ہو اور نقصان پہنچ گیا ہو تو مستحق تعزیر ہوگا خواہ مستحق ضمان نہ ہو۔

”ہر اس شخص کی تہذیب ہوگی جو کسی منکر کا مرتکب ہو۔ یا کسی مسلمان کو ناحق کسی قول یا فعل سے تکلیف پہنچائے۔“

(درمختار ۱/۱۹۹)

## ضمان کب عائد ہوگا؟

ہلاکت و اتلاف کی ہر صورت میں ضمان واجب نہیں ہوتا، بلکہ صرف درج ذیل تین صورتوں میں:

- (۱) طبی نقطہ نظر سے تعدی، تساہل اور لاپرواہی ہوئی ہو۔
- (۲) مریض یا اس کے اولیاء اس کی اجازت کے بغیر سرسری یا آپریشن ہوا ہو۔
- (۳) مریض یا اس کے اولیاء کی طرف سے جتنی اجازت ملی ہو اس سے تجاوز ہوا ہو۔

”خطابی“ نے کہا ہے کہ مجھے اس سلسلے میں کسی اختلاف کا علم نہیں کہ معلن نے جب تعدی کی اور مریض کو تلف کر دیا تو ضمان ہوگا۔ پس جب اس کے فعل سے نقصان و اتلاف پیدا ہو تو دیت کا ضمان ہوگا اور قصاص اس سے ساقط ہوگا۔ اس لئے کہ بلا اجازت مریض اس نے از خود علاج نہیں کیا اور طبیب کی جنایت عام فقہاء کے قول میں اس کے عاقل پر ہوتی ہے۔ (نیل المود ۱۸/۱۰۰)

اسی عبارت کا حاشیہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے قلم سے یوں ہے:

”امام مالک کے نزدیک ضمان واجب ہوگا ایسے ہی کسا علما دردیہ نے بھی ”موفق“ نے کہا ہے کہ ہچکنا لگانے والے اور فتنہ کرنے والے اور متخبط پر دو شرطوں کے ساتھ ضمان نہیں ہے، ”ایک یہ کہ اپنے کام میں مذاقت و بصیرت رکھتا ہو، اگر ایسا نہ ہو تو اس کے لئے کماؤ (چیسرنا، پھاڑنا) جائز نہیں ہے، اگر اس کے باوجود کانا تو ضمان ہوگا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اس کے ہاتھوں سے جنایت نہ ہوئی ہو کہ جتنا کانا چاہئے تھا اس سے تجاوز کر گیا ہو، یہی امام شافعی اور اصحاب رائے (فقہائے احناف) کا مذہب ہے، ہم اس میں کسی کا اختلاف نہیں جانتے۔“ (۱۳ احوال مذکور)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”جب قصہ کھولنے والے نے قصہ کھولی یا نشر لگانے والے نے نشر لگایا اور موضع معناد سے آگے نہیں بڑھا تو اس کے فعل سے جو ہلاکت و نقصان ہوا ہے اس کا ضمان نہیں۔ لیکن اگر موضع معناد سے تجاوز کر گیا تو ضمان ہوگا۔ یہ اس صورت میں ہے جب چیسر پھاڑ، مریض کی اجازت سے ہو، لیکن اگر مریض کی اجازت سے نہ ہو تو ضمان ہوگا، خواہ موضع معناد سے تجاوز کرے یا نہ کرے، ایسے ہی السراج الوہاب میں ہے۔“ (عالمگیری ۳/۴۹۹)

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں:

”دونوں روایتوں کے مجموعہ سے، و شرطیں مستقار ہوتی ہیں۔ ایک عدم تجاوز، دوسری عدم اجازت، انہیں دونوں صورتوں میں ضمان نہیں ہوگا۔ لیکن اگر دونوں باتیں نہ ہوں یا کوئی ایک بات نہ ہو تو ضمان واجب ہوگا۔“

(المجموع ۸/۲۰۰)



اگر عللج، سرجری یا آپریشن میں مریض یا اس کے اولیا نے ڈاکٹر سے اس شرط پر عللج کرایا ہو کہ بیمار مریض صحت مند ہو جائے اور بیج جائے، گویا جان کی یا عضو کی سلامتی کی شرط لگا کر سرجری یا آپریشن یا عللج کرایا ہو، ڈاکٹر نے اسے بالفرض منظور بھی کر لیا ہو اور مریض ہلاک ہو گیا یا اس کا کوئی عضو ضائع ہوا۔ ان سب صورتوں میں شرط کے باوجود ڈاکٹر پر ضمان نہ ہوگا۔ یہ شرط بے کار اور لافاصل ہوگی۔ لیکن اس میں یہ بات بھی ضروری ہے کہ ڈاکٹر نے طبی اصول کے مطابق عللج کیا ہو، نیز آپریشن یا سرجری میں بلا اجازت یا اجازت شدہ مقام سے تجاوز نہ کیا ہو، اب اس کے باوجود مریض ہلاک ہو جائے یا اس کا کوئی عضو بیکار ہو جائے تو خواہ بیج جانے کی شرط کے ساتھ آپریشن و عللج کیا ہو پھر بھی ضمان نہ ہوگا۔

”یہاں سے چمکنا لگانے والے اور نشتر لگانے والے کا معاملہ الگ ہو گیا، اس لئے کہ محفوظ رہنا یا سرایت کر جانا، طبیعت کی قوت اور اس کے ضعف پر ہے۔ کوشش کے باوجود اس پر واقفیت ممکن نہیں۔ اس لئے سرایت سے بچ جانا اس کی وسعت میں نہیں، لہذا عقد کو سلامتی کی شرط کے ساتھ مقید نہیں کیا جاسکتا۔“ (برائع الصلح ۱۲/۲)

ہدایہ میں ہے:

”ہم ضمان کی وجہ یہ ہے کہ سرایت سے تحرز ممکن نہیں، اس لئے کہ یہ تکلیف کے تحمل میں طبائع کی قوت اور اس کے ضعف پر مبنی ہے، لہذا ایسے عمل جس سے (مریض) ٹھیک ہو جائے، کے ساتھ مقید کرنا ممکن نہیں۔“ (۲۰/۲)

عناوہ میں ہے:

”اس کی وجہ یہ ہے کہ ہلاکت تعاون نہیں، بلکہ وہ سرایت کرنے پر ہے اور یہ چیز تحمل الم میں طبائع کی قوت اور ضعف پر منحصر ہے اور جو چیز اس طرح کی ہو وہ محمول ہے اور محمول سے احراز غیر مقصود ہے، لہذا ایسے عمل کے ساتھ مقید کرنا ممکن نہیں، جو مریض کو ٹھیک کر دے، کیوں کہ ایسی قیہ کا اعتبار کرنے سے لوگ (اطباء) عللج کرنے سے بیخود جانیں گے جب کہ اس کی ضرورت ہے۔“ (عناوہ ص ۸/۸)

در مختار میں ہے:

”اگر چمکنا لگانے والے اور اسی قسم کے دوسرے لوگوں سے ایسے عمل کی شرط لگانے جو سرایت نہ کرے تو یہ شرط صحیح نہیں ہے کیوں کہ یہ اس کے بس میں نہیں، البتہ اگر فعل غیر معتاد کا مرتکب ہو تو ضمان ہوگا۔“ (در مختار ۲۰/۲)

ظاہر ہے کہ اگر اس قسم کی شرطیں لگانی جائیں اور ان کی وجہ سے ڈاکٹروں سے موافقہ ہونے لگے تو کون ڈاکٹر ہوگا جو اس شرط کو قبول کرے گا اور قبول کرنے والا بھی تعدی اور تجاوز نہ ہونے کی صورت میں گرفت میں آئے کو تیار نہ ہوگا اور جنہیں اسی بنیاد پر مانعہ کر لیا گیا ہو۔ دوسرے میدان معالجہ میں اترنے کی ہمت نہ کریں گے کہ کون جائے بلا قصور خود کو مصیبت میں ڈالنے، اس کے نتیجے میں جو نقصانات ہوں گے اور عللج و معالجہ کا سلسلہ بند ہو جانے سے جو مسائل اور مصیبتیں کھڑی ہوں گی ان کا تصور بھی ناقابل برداشت ہے۔

اطباء حضرات کو مضامین قرار دینے میں دوافل کے متعلق یہ پسو بھی نظر میں رہنا ضروری ہے کہ اگر دوا کے استعمال کی آخری مدت

گزر چکی ہے اور وہ دوا ڈاکٹر نے لکھی تھی مگر اپنے پاس سے دی نہیں تھی، مریض یا اس کے کسی متعلق نے فریضی اور اس دوا سے نفع اٹھایا ہو، ایسی صورت میں بھی ڈاکٹر ضمان نہ ہوگا۔

## تعدی اور ضمان کی کچھ صورتیں

بزازیہ میں ہے :

”بچھنا لگایا یا نختہ کیا یا نشر لگایا اور نقصان کر دیا تو ضمان نہیں ہوگا۔ الا یہ کہ اس جگہ سے تجاوز کرے جہاں تک کاٹنا یا نشر لگایا جاتا ہے۔ بخلاف دھوبی کے کہ نقصان کی صورت میں اس پر ضمان ہوتا ہے۔ البتہ اگر نختہ کرنے والے نے حشفہ سے تجاوز کیا اور مرگیا تو نصف دیت واجب ہوگی اور نہیں کیا تو پوری دیت واجب ہوگی۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ جب مرگیا تو یہ نقصان دوا مر کی وجہ سے ہوا۔ ایک کی اجازت تھی یعنی کھال کاٹنا دوسرے کی اجازت نہیں تھی یعنی حشفہ کا قطع کرنا۔ اور جب ٹھیک ہو گیا تو غیر حشفہ کا کاٹنا ماذون تھا وہ گویا ہوا ہی نہیں، محض (غیر ماذون) حشفہ کا کاٹنا باقی رہا، پس پوری دیت کا ضمان ہوگا۔ سرمہ یا دوا دکھتی آنکھ میں ڈالی گئی، آنکھ کی روشنی چلی گئی۔ ضمان نہیں، بیسے نختہ کرنے والا۔ البتہ اگر غلطی کرے گا تو ضمان ہوگا۔ پس اگر دو آدمی کسی کے یہ اس کا اہل ہے اور دوسرے دو شخص کسی اہل نہیں اور آنکھ کی روشنی اس کی غلطی کی وجہ سے گئی ہے تو ضمان نہیں ہوگا۔ لیکن اگر ایک آدمی اسے صحیح کہے اور دو آدمی اسے غلط ٹھہرائیں تو غلط ٹھہرانے والوں کی بات مانی جائے گی اور وہ ضمان ہوگا۔ آنکھ کا عللج کرنے والے سے کہا دوا کرو اس شرط کے ساتھ کہ روشنی نہ جائے، اس نے عللج کیا اور روشنی چلی گئی، تو بھی ضمان نہیں ہوگا۔ کیوں کہ روشنی بچانا اس کے اختیار میں نہیں۔ برخلاف دھوبی کے کہ اگر یہ شرط لگائی کہ بچھنے نہ پائے اور بچھ گیا تو دھوبی ضمان ہوگا کیوں کہ یہ اس کے اختیار میں ہے، بچھنا لگانے والے (دانت بنانے والے) سے کہا میرا دانت اکھاڑ دو، اس نے اکھاڑا، مریض کہنے لگا تم نے اچھا دانت اکھاڑ دیا جب کہ میں نے اسے اکھاڑنے کو نہیں کہا تھا۔ اس نے انکار کیا، اس صورت میں بات اگر (مریض) کی مانی جائے گی اور (ڈاکٹر ضمان ہوگا) لیکن اگر خراب دانت اکھاڑا اور اس کے ساتھ اچھا دانت بھی اکھڑ گیا تو ضمان نہیں ہوگا۔“ (بزازیہ علی المندیہ ۵/۸۸)

اگر کسی ڈاکٹر نے جان بوجھ کر کوئی ایسی دوا دے دی۔ یا ایسا طریقہ عللج اختیار کیا جس سے وہ مریض مر جائے، صاحب محیط کے قول سے اندازہ ہوتا ہے، ایسے ڈاکٹر پر قصاص واجب ہوگا۔

در مختار میں ہے :

”صاحب محیط سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے کسی سوئے شخص کی قصد کھولی اور اسے پھونسی۔“

چھوڑ دیا، اور وہ خون بہنے سے مر گیا، فرمایا کہ قصاص واجب ہوگا۔“ (در مختار ۵/۳۰)

## تعدیہ امراض کی حقیقت

ایک مریض کی بیماری دوسرے مریض تک منتقل ہو سکتی ہے یا نہیں؟ منتقل ہونے کے اسباب کیا ہوتے ہیں، کیا ایک مریض سے اختلاط اور اس کے ماحول میں رہنا، صحت مند شخص کو ضرور بیمار بنا دیتا ہے؟ یا یہ صورت کبھی پیش آتی ہے، کبھی نہیں۔

علماء کرام اور فقہائے عظام نے ان امور پر تفصیلی بحث کی ہیں، اس سلسلے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں، ان پر بھی تفصیل سے کلام کیا ہے، انھیں کی روشنی میں یہاں چند باتیں نقل کی جاتی ہیں، ان سے ہماری آگے کی بحث میں مدد ملے گی۔

- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عدویٰ، صنف اور بار کوئی چیز نہیں، ایک امرائی نے کہا اے اللہ کے رسول! اس اونٹ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو ریت میں رہتا ہے گویا کہ وہ برن ہے۔ فارشی اونٹ اس سے ملتا ہے تو اسے بھی فارشی بنادیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے کو فارشی کس نے بنایا تھا؟ (بخاری ۲۰/۸۹۹)

اس قسم کی احادیث متعدد صحابہ کرامؓ سے مختلف کتب حدیث میں مروی ہیں۔ انہیں کے شان بہ شان یہ احادیث بھی ہیں۔  
- ابو سلمہؓ سے مروی ہے انہوں نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہرگز نہ لایا جائے کوئی مریض، کسی حدیث پر۔ (بخاری ۲۰/۸۹۹، مسلم ۲۲۰/۱۰)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وفرو من المجدوم كما تفر من الاسد۔ مجذوم سے ایسے بھاگو، جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔

عمر بن شریفؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ،

- وفد حقیف میں ایک مجذوم شخص تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف ایک آدمی بھیجا کہ ہم نے تم سے بیعت کر لی، تم لوٹ جاؤ۔ (مسلم ۲۲۲/۱۰)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ،

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجذوم کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے ساتھ پیالہ میں رکھا اور فرمایا کھاؤ، اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے اور اس پر توکل کرتے ہوئے۔ (مشکوٰۃ ۲۲۲/۱۰)

یہ مختلف روایتیں ہیں جن میں سے کسی میں تعدیہ مرض کی نفی کی گئی ہے، کسی میں اسے کسی حد تک تسلیم کیا گیا ہے، کہیں جذائی سے

شیر کی طرح بھاگنے کا حکم ہے اور جذائی کو دور سے ہی رخصت کر دیا گیا ہے، کہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جذائی کا ہاتھ پکڑ کر صفا باللہ و نوحلا علیہ کہتے ہوئے اپنے پیالے میں شریک فرمایا۔

اب آئیے شارحین حدیث کو دیکھیں کہ وہ ان بظاہر متعارض و متناقض احادیث کے مابین کیسے جمع و توفیق کرتے ہیں اور احادیث کا مطلب کس طرح بیان کرتے ہیں کہ اس معاملے میں منشا سے شریعت وضع اور منفع ہو جائے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں،

- حدیث لاعدویٰ سے مراد اس خیال کی نفی ہے، زمانہ جاہلیت میں لوگ جس کا گمان اور اعتقاد کرتے تھے کہ بیماری اور بلائیں، بذات خود دوسروں تک متجاوز ہوتی ہیں، اللہ کے فعل سے نہیں، اور حدیث لا یعدو معنی علی مصحح (نہ لایا جائے مریض، حدیث کے پاس) میں اس چیز سے بچنے کی طرف رہنمائی کی گئی جس سے عادة اللہ کے فعل و قدرت سے ہی ضرر واقع ہوتا ہے۔ لہذا پہلی حدیث (لاعدویٰ والی میں) بالطبع عدویٰ کی نفی کی گئی ہے، لیکن اللہ کے فعل و تھریر سے ضرر بچنے کی نفی نہیں ہے۔ دوسری حدیث میں یہ رہنمائی کی گئی ہے کہ اس چیز سے بچا جائے جس سے اللہ کے فعل ارادہ اور قدرت سے ضرر پہنچتا ہے۔



اسی طرح کی بات مختلف اہل علم حافظہ ابن حجر عسقلانی (فتح الباری ۱۱/۲۷۸) ملا علی قاری، علامہ تورطشتی (مرقات الملاح ۱۰/۱۰۱) باب اعلیٰ والطیر (شیخ عبدالحق محدث دہلوی) (الحدیث المسند ۲/۲۷۲) علامہ انور شاہ کشمیری (فیض الباری ۲/۲۷۸) اور مولانا اشرف علی تھانوی (امداد الفتاویٰ ۳/۲۷۸-۲۷۹) نے لکھی ہے۔

غرض بعض امراض ذریعہ کے درجہ میں متحد ہو سکتے ہیں لیکن لازمی اور طبعی چیز نہیں کہ ضرور دوسرے کو ہو جائے اور کبھی اس کے خلاف نہ ہو، بلکہ کبھی دوسرے کو ہو جاتا ہے اور اکثر نہیں ہوتا، یہی تجربہ اور مشاہدہ بھی ہے۔

### طاعون کے متعلق احادیث و احکام

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال اذا سمعتم بالطاعون بارض فلا تدخلوها و اذا وقع بارض و انتم بها فلا تخرجوا منها

(بخاری ۲/۲۷۸ باب ما یکرہ فی الطاعون)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تم سنو کہ فلاں جگہ طاعون کی بیماری ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جب وہاں طاعون پھوٹ پڑے جہاں تم ہو تو وہاں سے نہ نکلو۔

عن عبد اللہ بن عامر ان عمر حرج الی الشام فلما کان سرع بلفہ ان الوباء وقع بالشام فاخبرہ عبدالرحمن بن عوف ان رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا سمعتم بہ بارض فلا تدخلوها و اذا وقع بارض و انتم بها فلا تخرجوا منها۔ (حوالہ مذکورہ)

عبداللہ بن عامر سے مروی ہے کہ جب حضرت عمرؓ شام کی طرف نکلے اور سرع پہنچے تو انھیں خبر پہنچی کہ شام میں وبا، پھوٹ پڑی ہے، عبدالرحمن بن عوفؓ نے انھیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم کسی زمین میں اس کے متعلق سنو تو وہاں نہ جاؤ اور جب اس جگہ واقع ہو جائے جہاں تم ہو تو ڈر سے وہاں سے نہ بھاگو۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الطاعون شہادۃ لكل مسلم۔ (حوالہ مذکورہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ طاعون ہر مسلمان کے لئے شہادت ہے۔

عن یحییٰ بن یعمر عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم انها سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الطاعون فاخبرہا نسی

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انه کان عذابا یبعثہ اللہ علی من یشاء فجعلہ اللہ رحمۃ للمؤمنین فلیس من عبد بلغ الطاعون فیموت فی بلدہ صابرا

یعلم انه لن یحسبہ الا ماتت اللہ لہ الاکان لہ مثل اجر الشہید۔ (حوالہ مذکورہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ طاعون ہر مسلمان کے لئے شہادت ہے۔

یحییٰ بن یعمر سے روایت ہے انھیں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بتایا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے بارے میں دریافت کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بتایا کہ یہ ایک عذاب ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جن پر چاہے بھیجتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے مؤمنین کے لئے رحمت بنادیا ہے۔ پس کوئی بندہ ایسا نہیں کہ طاعون کی بیماری پھیلے اور وہ اپنے شہر میں صبر کر کے بیٹھا رہے یہ جانتے ہوئے کہ اسے کوئی حکم کیسے سن سکتی مگر جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے لکھ دی ہو، تو اس کے لئے شہید کے برابر ثواب ہے۔

عامر بن سعدؓ اسامہ بن زیدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ طاعون ایک عذاب ہے

جو تم سے پہلی امتوں پر مسلط کیا گیا تھا۔ یا (یوں فرمایا کہ) اپنی اسرائیل پر مسلط کیا گیا تھا لہذا جب یہ کسی زمین میں ہو تو وہاں سے فرار اختیار کرتے ہوئے نہ نکلے اور جہاں یہ واقع ہو وہاں نہ جاؤ۔

حضرت ہابز سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ طاعون سے بھاگنے والا، میدانِ جہاد سے بھاگنے والے کی طرح ہے اور اس میں سبر کرنے والے کو شہید کا اجر ملتا ہے۔ (مسلم ۲۲۸/۱ باب طاعون)

### شارحین کی آراء

احادیث مذکورہ کے متعلق حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

”اس حدیث میں اس شخص کے لوٹنے کا جواز ہے جو کسی شہر میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو، پھر جانے کہ وہاں طاعون ہے۔ یہ برقی کے باب سے نہیں ہے بلکہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے روکنا ہے، یا سب ذرائع کے باب سے ہے کہ جو شخص اس جگہ جائے اور طاعون میں مبتلا ہو جائے تو یہ اعتقاد نہ رکھے کہ وہاں نہ گیا ہوتا تو ایسا نہ ہوتا اور وہ طاعون کو عدویٰ کی طرف منسوب کرے جب کہ اس سے منع کیا گیا ہے۔“

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

”اس میں شک نہیں کہ صورتیں تین ہیں (۱) ایک شخص طاعون کی جگہ سے محض فرار کے لئے نکلا، یہ ممانعت کو الامارہ شامل ہے، (۲) ایک شخص محض کسی حاجت کے لئے بلا قصد فرار نکلا، مثلاً یہ شخص اس شہر سے اپنے وطن اقامت کوچ کا ارادہ کر رہا تھا، جس میں وہ گیا تھا، وہاں پہلے سے طاعون نہیں تھا، اتفاقاً اس کی واپسی کی تیاری کے دوران وہاں طاعون پھیل گیا، اس کا وہاں سے کوچ کرنا، فرار کے ارادہ سے بالکل نہیں ہے۔ لہذا یہ ممانعت میں داخل نہیں۔ (۳) جسے کوئی حاجت پیش آگئی اور نکلنے کا ارادہ کیا، اس میں یہ صورت شامل ہے کہ طاعون والی جگہ چھوڑ کر اقامت اختیار کرنے سے راحت کا قصد کیا، یہی صورت محل نزاع ہے۔ اس آخری صورت میں سے یہ بھی ہے کہ جس جگہ ہے وہ زمین و با، زدہ ہے اور جس جگہ جانے کا ارادہ ہے وہ محفوظ ہے، اسی مقصد کے تحت وہ دوسری جگہ جا رہا ہے، اس صورت میں سلف سے اختلاف نقل ہوتا آ رہا ہے جس نے منع کیا اس نے فی الجملہ فرار کی صورت پر نظر کی اور جس نے اجازت دی اس نے اس بات پر نظر کی کہ وہ فرار کے طور پر، موم خروج سے مستثنیٰ ہے، اس لئے یہ خالص فرار کے لئے نکلا نہیں ہے بلکہ علل کے لئے نکلا ہے۔“ (فتح الباری ۱۸۸/۱)

علامہ انور شاہ کشمیریؒ لکھتے ہیں:

ثم ان المعنى عن الخروج عطلق في اكثر الاحاديث وفيه قيد عبيد في حديث ابن عباس الانبياء، فلا يخرجوا عواراضه وكنبراً عابكون العبد مذکوراً في بعض الطرق ويغل عن الناس ويقعون في الاشتكالات. (المعجم الباری ۲/۳۹۹)

لکھنے کی ممانعت اکثر احادیث میں مطلق ہے، لیکن اس میں ایک مفید قید بھی ہے جو عبد اللہ ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے۔ وہ یہ کہ ”پس مت نکلے طاعون کی جگہ سے فرار کے لئے۔“ بعض طرق کی بہت سی احادیث میں یہ قید موجود ہے، لوگ اس سے غافل ہیں لہذا اشتکالات میں پڑتے ہیں۔

جب کسی ایسے شہر سے نکلے جہاں طاعون ہو پس اگر جانے کہ ہر چیز اللہ کی تقدیر سے ہے تو لکھنے اور داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں اور اگر یہ سوچ کر نکلے کہ نکل جانے سے بچ جائے گا اور داخل ہونے سے طاعون میں مبتلا ہو جائے گا تو وہاں سے نکلنا اور باہر سے وہاں آنا دونوں مکروہ ہوگا۔ پس نہ داخل ہونے لکھے، اپنے اعتقاد کی حفاظت کرتے ہوئے، حدیث شریف میں داخل ہونے اور لکھنے کی ممانعت اسی پر اعتقادی و اہل صورت پر معمول ہے۔ (درمندہ ۱/۲۰۲)

بعض علماء کہتے ہیں کہ ممانعت کے باوجود۔ بلا ضرورت۔ طاعون کی جگہ مر جانا مذاہب الہی اور بلا پر دلیری دکھانا ہے اور اپنے کو خطرے کی جگہ جھونکنا ہے اور طاعون کی جگہ سے بھاگنا، تسلیم و رضا سے بھاگنا ہے، جو بندہ کا شیوہ نہیں ہونا چاہئے اور یہ سمجھتا ہے کہ اب موت سے بچ گیا، مالل کہ موت، بھاگنے پر بھی آسکتی ہے اور طاعون کی جگہ رہنے کے باوجود۔ موت نہ ہو تو۔ نہیں آسکتی۔ اور مشاہدہ ہے کہ طاعون کی جگہ کے سارے لوگ نہیں مارتے، بلکہ محفوظین کی تعداد، مملوئین سے زیادہ ہوتی ہے۔ پھر یہ کہ اگر سدرست لوگ بھاگ جائیں تو بیماروں کی دیکھ بھال کون کرے گا؟ کمزور و لاغر کس جائیں گے اور کیسے جائیں گے، مرنے والوں کا کفن و دفن کون کرے گا۔

(مرقاۃ المفاتیح ۲/۲۰۷)

بعض اطباء کہتے ہیں کہ جہاں وبا، نازل ہوتی ہے وہاں والوں کا مزاج بھی، وہیں کی آب و ہوا میں گھس مل جاتا ہے اور مانوس ہوتا ہے، وہاں کی فضا، اور آب و ہوا، وہاں کے باشندوں کے لئے، دوسری جگہ والوں کی صاف ہوا کے مانند ہو جاتی ہے، لہذا اگر وہابی جگہ کے باشندے نقل مکانی کر کے دوسری جگہ پہنچیں تو ان کا مزاج بگڑ جانے کی وجہ سے، وہاں کی صاف ہوا انہیں راس نہیں آئے گی اور بیمار پڑیں گے۔ نقل مکانی سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

یہ بھی امکان ہے کہ بھاگ جانے والا اگر بچ گیا تو سوچے گا کہ اگر میں وہیں رہتا تو بچ نہ پاتا، بھاگ آیا اس لئے بچ گیا، اور مبتلا ہو جانے والا سوچے گا کہ اگر میں بھاگ گیا ہوتا تو بچ جاتا، یہ سوچ تقدیر الہی اور فضا و قدر پر ایمان کے خلاف ہے، یہ سوچ پیدا ہی نہ ہو سکے، اس لئے بھی فرار سے منع کیا گیا ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ بلا جب نازل ہوتی ہے تو باشندوں کا قصد کرتی ہے، جگہ کا قصد نہیں کرتی، لہذا وہ باشندے جہاں بھی جائیں گے، اگر اس بلا سے ان کی موت ہوگی، تو آکے رہے گی، بھاگنا بے سود رہے گا۔ (ملع البدی ۱۰/۱۸۹)

## دوسرے وبائی امراض

تعدیہ امراض اور طاعون کے متعلق جو باتیں احادیث و شروح کی روشنی میں پیش کی گئیں، ان کا تعلق ہر اس مرض سے ہے جسے اطباء متعدی مرض قرار دیتے ہوں یا جنہیں وبائی بیماری تصور کیا جاتا ہو، خواہ وہ کسی زمانہ میں کسی نام سے پائی جاسے۔ چنانچہ آج کے دور میں پائی جانے والی بیماری "ایڈز" بھی انہیں میں شامل ہے۔



شود کر رہے ہیں۔ احقر نے یہ بات اردو کی ایک اخبار نویس منورہ دیوان کے مضمون میں تقریباً دو سال قبل پڑھی تھی۔ یہ مضمون بہمنی کے روزنامہ "انقلاب" یا "اردو نامہ" میں چھپا تھا۔ افسوس کہ اس وقت نہ وہ اخبار سامنے ہے نہ اس کا نام ہی یاد ہے۔

## سوالنامہ کے جوابات

وبائی امراض کے متعدی ہونے یا نہ ہونے اور وبائی جگموں پر جانے اور وہاں سے بھگنے کے متعلق مذکورہ تفصیلات کے بعد اب سوالات کے جوابات ملاحظہ ہوں۔

(۱) چون کہ قول محقق و مفتی بہ کے مطابق تعدیہ امراض لازمی اور ضروری نہیں۔ اس لئے جس مریض میں ایڈز کے جراثیم پائے گئے ہیں۔ اگر اسے اپنے گھر یا سماج میں اچھوت بن کر رہ جانے کا خوف ہو تو وہ اسے بچھا سکتا ہے۔ اہل خانہ اور متعلقین کو مطلع کرنا ضروری نہیں۔

(۲) ڈاکٹر رازداری بدتے کیوں کہ راز افشا ہونے کی صورت میں اس کے ساتھ بد سلوکی ہو سکتی ہے۔

(۳) اہل خانہ، متعلقین اور سماج کی شرعی ذمہ داری ہے کہ اس کو تنہا نہ چھوڑے، اس کا علاج کرائے، اسے اچھوت نہ کہجے۔ کیوں کہ حقوق مسلمین مثلاً تیمارداری، غسل اور کفن دفن فرض ہیں۔ اسے چھوڑنا جائز نہیں۔ ایسے ہی عیادت مریض کی، شائع نے جتنی ترغیب دی ہے اور ابھارا ہے، اسے بھی ترک کرنا مناسب نہیں۔ شرع میں وہاں کی جگہ آنے کی جو ممانعت وارد ہوئی ہے، اس سے اس شخص کو منع کرنا ہے جو دوسری جگہ ہو اور طاعون کی جگہ پر آئے۔ لیکن طاعون کی جگہ کے لوگ ایک دوسرے کے پاس آجاسکتے ہیں، اور ایک دوسرے کی عیادت و تیمارداری کر سکتے ہیں۔ یہ اس ممانعت میں سے نہیں ہے جو حدیث میں ہے۔ بھلا وہ فرض کیسے چھوڑا جاسکتا ہے جسے شارع نے فرض کیا، جس کی ترغیب دی، جس پر ابھارا۔ عدویٰ (اچھوت) کا جو ذکر ہے وہ امر مؤہوم ہے، ان امور غیبیہ میں سے ہے جن کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اگر کسی شخص میں اس کا وجود ہو جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرے کے حق میں بھی ایسا ہی ہوگا۔

(العید العرب والبلای العرب من فتاویٰ اہل افریقہ والاندلس العرب ۱/ ۲۵۸)

(۴) ایڈز کا کوئی مریض جو اپنے مرض کی نوعیت سے واقف ہو، خون وغیرہ دے کر یا کسی بھی طریقہ سے اپنا مرض دوسرے تک منتقل کرنے کی کوشش کرے، خواہ بامقصد یا بلا ارادہ اور وہ دوسرا شخص ایڈز کا مریض ہو گیا، تو یہ شخص قابل سزا نہیں، کیوں کہ یہ بات قطعی نہیں ہے کہ خون وغیرہ دینے سے دوسرا بیمار پڑ ہی جائے، محض امکان ہے کہ اسی کی وجہ سے وہ ایڈز کا مریض ہو گیا ہو، اور یہ بھی امکان ہے کہ خود اس میں ایڈز کے جراثیم رہے ہوں۔ پہلے شخص کے ماسد یہ بھی بیمار ہوا ہو۔

البتہ احقر کا خیال یہ ہے کہ بامقصد ایسا کرنے پر وہ عند اللہ گنہگار ہوگا کیوں کہ دوسرے کو ضرر پہنچانے کی کوشش کی ہے لیکن دنیوی کوئی حکم اس پر عائد نہ ہوگا۔

(۵) اگر ایڈز کا مریض عام مشاہدہ و تجربہ کے مطابق، جنون، جذام اور بدصی کی طرح انسانی طبائع کے لئے قابل نفرت بن چکا ہو اور بغیر لشرہ کے عورت کے لئے شوہر کے ساتھ زندگی گزارنا ممکن نہ ہو تو امام محمد کے قول کے مطابق اور یہی مفتی بہ بھی ہے، عورت فسخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

جب یہ ایسی حالت کو پہنچ جاتے کہ اس کے ساتھ رہنے کا تحمل نہ ہو، کیوں کہ اب بیوی کو شوہر کے اس (جنون وغیرہ) کی وجہ سے

دوسرے لوگوں سے پیش آئیں مثلاً شادی نکاح وغیرہ تو ایسے موقع پر جان کار لوگوں کی ذمہ داری ہو جاتی ہے کہ ضرورت پڑنے پر وہ عیب پیش نہ فرمائیں بلکہ ظاہر کر دیں۔ ایسی صورت میں ایک فریق کو دوسرے کی مضرت سے روکا جانا ہے۔ جہاں منفعت اور مضرت جمع ہو جائیں جہاں مضرت کے مملوک کو ترجیح حاصل ہوتی ہے اس کی مثالیں بھی اسلامی شریعت میں موجود ہیں۔ امام قرانی نے احیاء علوم میں ذکر فرمایا ہے۔

۱۔ وكذلك من اشترى مملوكا وقد عرفت المملوك بالسرقه او بالتسقي او بعيب آخر فلك ان تذكر ذلك له

بدعته، وفسقه، فان في سكوتك ضرر المشتري وفي ذكره ضرر العبد والمشتري أولى۔

۲۔ وكذلك المستشار في التزويج وابداع الامانة له ان يذكر ما يعرفه، على قصد النصح۔

۳۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عن النبی جلیب الحياء عن وجهه فلا غيبة له، مضرت عمر

نے فرمایا لیس لتاجر حرة۔ (احیاء علوم ص ۵۰ ج ۲)

ان تصریحات سے ثابت ہے کہ دوسروں کو ضرر سے بچانا چاہئے۔ اس لئے پوشیدہ امراض یا عیوب کو ظاہر کر دینے میں کوئی مضائقہ

نہیں ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

ہیں مثلاً آشوب چشم، کلا بخار، ہیضہ وغیرہ اس قسم کے مریضوں سے احتیاط اور بچنا لازم ہے احادیث اور سیرت پاک میں اس کی بہت مثالیں اور تعلیمات موجود ہیں۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ طاعون ایک عذاب ہے جو بنی اسرائیل کے ایک قبیلہ پر اور تم سے پہلوں پر نازل کیا گیا ہے جب تم سنو کہ کسی بستی میں طاعون ہے تو وہاں نہ داخل ہو اور اگر تم اس میں موجود ہو تو وہاں سے نہ بھاگو (غالباً اس سے کہ تمہارے ساتھ دوسری جگہ منتقل نہ ہو جائے یا یہ کہ تقدیر الہی سے فرار جائز نہیں ہے)

صحیح مسند سے ثابت ہے کہ حضرت عمر جب ملک شام تشریف لے گئے تو وہاں حضرت ابو عبیدہ نے ان کو خبر دی کہ ملک شام میں (فلان جگہ) وبا پھیلی ہے۔ آپ نے حضرت ابن عباس سے فرمایا تمام مساجد کو بلاؤ۔ ان سے مشورہ لیا گیا تو ان میں اختلاف ہوا کہ داخل ہونا چاہئے بعض نے منع کیا۔ اس کے بعد حضرات انصار کو طلب کیا گیا ان میں بھی یہی اختلاف ہوا۔ پھر آپ نے مشعل قریش کو طلب کیا۔ انھوں نے کہا وہاں نہ جانا چاہئے۔ تب حضرت عمر نے وہاں سے واپسی کا اعلان کر دیا۔ اس وقت حضرت ابو عبیدہ نے کہا کیا آپ تقدیر الہی سے بھاگتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف جاتے ہیں اور فرمایا کہ کاش کہ یہ بات کوئی دوسرا کہتا۔ اور فرمایا اگر تمہارے پاس دو اونٹ ہوں اور ایک کو غار میں ہو۔ تو کیا اس کو دوسرے سے علیحدہ رکھتے ہو یا نہیں۔ عرض کیا ہاں، فرمایا یہ بھی تقدیر ہے۔ اتنے میں حضرت عبدالرحمن بن عوف آئے اور انھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کی۔

اذا کان بمرض وانتم بها فلا تخرجوا فراراً منه واذا سمعتم به بمرض فلا تقربوا عليه۔

”جب تم کسی جگہ ہو کہ وہاں طاعون ہو تو وہاں سے نہ بھاگو اور جب تم سنو کہ فلان جگہ طاعون ہے تو وہاں نہ جاؤ۔“

صحیح مسلم میں ہے حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ وفد ثقیف میں ایک مجذوم تھا وہ بھی حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے اس کو

جاؤ اہم نے تم کو بیعت کر لیا۔ اور بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ مجذوم سے ایسا بھاگو جیسا شیر سے۔ سنن ابن ماجہ میں ہے کہ جب حضور مجذوم کو دیکھ لیتے تو اس کو چھوتے نہیں تھے۔ اور حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ مجذوم سے بقدر ایک نیزہ یا دو نیزہ کے فاصلہ سے بات کرو۔ سیرت کی کتابوں میں یہ واقعہ بھی ہے کہ آپ نے ایک عورت سے نکاح کیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس کے جسم پر مسیہ داغ ہے تو آپ نے اس کو طلاق دے دی۔

ان تمام احادیث اور آئمہ سے یہ ثابت ہے کہ جو امراض متعدی ہیں ان سے پرہیز کرنا چاہئے اطباء کے نزدیک علل ج کی ایک قسم پرہیز رکھا ہے۔ ایسے امراض میں سے ایڈز بھی ہے۔ اسی کے ساتھ دعوت و تبلیغ کا موقع بھی ہے یا کوئی اور اصلاحی صورت ہے۔ وہاں اجتناب بھی نہ کرنا چاہئے۔ سنن ابن ماجہ میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجذوم کا ہاتھ پکڑا اور کھانے کے پیالہ میں داخل کر لیا اور فرمایا۔ کھاؤ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے۔ (مسکوٰۃ)

اس سے ثابت ہے کہ جہاں احتیاط کی تعلیم ہے وہاں نفرت سے بھی ممانعت ہے۔ موجودہ زمانہ میں ایسے مریض بھی تو دور ہوتے ہیں۔ ان کو دوسرے درجہ کا شری قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اطباء اور ڈاکٹروں اور دیگر ذمہ داروں کو ہدایات

ایسے امراض اور عیوب جو نظروں سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ مثلاً ایڈز یا نانچ پن یا ٹائفائیڈ وغیرہ۔ ایسے لوگوں کے معاملات جب



مریض کی طبیعت کو دفاع کی قوت دی جاتی ہے۔ جہاں مریض میں قوت مہافت پیدا ہو جاتی ہے۔ مرض کمزور پڑ جاتا ہے اور صحت حاصل ہو جاتی ہے۔

### طیب حاذق و جاہل

مولانا مالک میں حضرت زید بن اسلم کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک آدمی کے زخم آیا اور خون منجمد ہو گیا۔ ایک آدمی دو معالجوں کو بلا کر لایا آپ نے فرمایا تم میں کون زیادہ طیب ہے۔ اس روایت سے ثابت ہے کہ عللج طیب حاذق سے کرانا چاہئے۔ حاذق ماہر کو کہتے ہیں اور حذاقت، علم سیکھنے، تربیت پانے اور تجربات سے حاصل ہوتی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

عن تعشب الناس ولم يعلم منه الطب قبل ذلك فهو ضامن۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)  
 جس نے لوگوں کا عللج کیا اس سے قبل علم طب حاصل نہیں کیا وہ ضامن ہے۔

یہ تو عللج کا معاملہ ہے بلاواقف کار کے کسی عمل کا اعتبار نہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق کے غلام نے ایک دن اپنی مزدوری لا کر پیش کی۔ آپ نے فرمایا کہاں سے لایا۔ عرض کیا کہانت کے ذریعہ سے۔ آپ نے وہ مزدوری صدقہ کر دی اور ایک روایت ہے کہ قے کر دی۔ آپ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا یہ علم کہانت میں ناقص ہے اور بعض روایات میں ہے علم حجامت میں ناقص ہے۔ یعنی ناواقف کار کی روزی ہی حلال نہیں ہے۔

پرانے زمانہ میں طبابت دیانت دارانہ خدمت خلق تھی۔ روزیہ اور حصول رزق کا ذریعہ نہیں تھی اب اس کے برعکس ہے۔ اسی وجہ سے عللج اور ڈاکٹری میں بہت خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں اور یہ تجارت کا بہت وسیع میدان بن گیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ادویہ کے ذریعہ اگر مرض ختم بھی ہو گیا لیکن دواؤں کے ذریعہ جو مرض پیدا ہوتا ہے۔ وہ ختم نہیں ہوتا بلکہ مرض میں امراض پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ان خرابیوں کے سدباب کے لئے پابندیاں ضروری ہیں جو موجودہ قانون اور دستور کے مطابق رجسٹریشن اور ڈگریوں پر لگادی گئی ہیں۔ لیکن اس معاملہ کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ بعض معالج کسی ماہر فن سے تعلیم اور تربیت حاصل کر کے جو عللج شروع کرتے ہیں وہ ڈگری یافتہ اطباء سے کہیں مفید ثابت ہوتے ہیں۔ عللج میں ضمان یا جہرمانہ (جس کو دیت کہا جاتا ہے) اسی پر موقوف ہے کہ معالج میں حذاقت عللج پر خواہ ڈگری کے ذریعہ ہو یا پرائیوٹ طور پر۔ اگر حذاقت نہیں ہے تو نقصان کی صورت میں ضمان اور جہرمانہ ضروری ہے۔

قال الموفق لا ضمان على حجام ولا ختان ولا متطلب اذا عرف منهم حذق الصنعة لم تجن ايديهم۔

(ادب السالك ص ۳۵ ج ۵)

”عللج اور آپریشن میں اجازت کا معاملہ حالات پر موقوف ہے۔ ضمان اور سزا کا معاملہ حذاقت اور دیانت پر موقوف ہے۔

واللہ اعلم۔“

### متعدی امراض

متعدی امراض یعنی چھوت کی بیماریاں جو نزدیکی اور مخالفت سے ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہیں۔ مثلاً طاعون، جذام، چیچک، خارش اور موجودہ زمانہ میں ایڈز جس کو بہت خطرناک بیان کیا جاتا ہے۔ غرض کہ متعدی امراض بعض دفعہ وبا کی صورت میں اختیار کر لیتے

## طبی اخلاقیات

### علاج، معالج اور بیماریاں

مفت عزیز الرحمن مدنی دارالافتاء، مجبور

حاجد او عصلیا اعانہ

مشہور مقولہ ہے جس کو غلطی سے حدیث قرار دیا ہے علامہ طاہر مثنیٰ نے تذکرۃ الموضوعات میں اس کو موضوع قرار دیا ہے تاہم اس کے مقولہ ہونے سے انکار نہیں۔ وہ مقولہ ہے العلم علمان، علم الادیان و علم الابدان علم الادیان کا تعلق صحت اعمال، صحت عقائد سے ہے جب کہ علم الابدان کا تعلق انسان کے جسم سے متعلق صحت اور مرض سے ہے۔

### بیماریاں

انسان کے دنیا میں آنے کے ساتھ ہی اس کے جسم کو عوارضات لاحق ہوتے رہے ہیں۔ جن کا تعلق آب و ہوا، خوراک اور خود انسان کے تحلیلات فاسدہ اور اعمال کی بے اعتدالیوں سے ہے۔ زمانہ قدیم سے یہ ہوتا رہا ہے کہ ہر انسان نے اپنی طبیعت اور مزاج کی ناسازی (جس کو بیماری کہا جاتا ہے) اگر خود نہیں جانتا تو اس کے دغیب کے لئے اپنی قریبی زیادہ واقف کار سے اس کا ذکر کیا ہے اور اس واقف کار نے اپنے تجربہ اور واقفیت سے اس کا ازالہ کیا ہے۔ اسی کا نام علل ہے حضرت ابوہریرہؓ نے روایت کیا ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عانزل الله داء الا انزل له شفاء۔ (بخاری)

۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری بھیجی اس کی شفاء بھی بھیجی۔

شفاء سے مراد دوا اور علل سے پہلے حضرات انبیاء علیہم السلام کو اس کا علم ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

ان نسی الله سليمان كان اذا قام يصلي راي شجرة فابته بين يديه فيقول لها عاسفك فتقول كذا فيقول

لاي شيء انت فتقول لكذا۔ (مرقاۃ ص ۴۴۹ ج ۱)

۔ اللہ کے نبی حضرت سلیمان جب نماز پڑھتے کھڑے ہوتے تو کوئی درخت ان کے سامنے ہو جاتا آپ اس سے دریافت کرتے تھے کہ نام کیا ہے اور کس مرض کے لئے ہے وہ درخت کہتا ان مرض کے لئے۔

اس باب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بست امراض کی بست دو یہ مقول ہیں۔ اس کے بعد تجربات کی راہیں

کھلیں۔ حضرات انبیاء علیہم السلام سے لوگوں نے سیکھا اور تجربات کئے اس طرح علل کا میدان بست وسیع ہو گیا۔ ایک مرتبہ حضرت عروہ نے حضرت عائشہ سے دریافت کیا کہ آپ کو فن طب میں بست واقفیت ہے یہ آپ کو کہاں سے حاصل ہوئی ہے۔ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ علامہ سیوطی نے فرمایا۔ اطباء عرب و عجم نے حضرت عائشہ کے ذریعہ بست علم طب حاصل کیا۔ (مرقاۃ ص ۴۴۹ ج ۱)

ان معروضات سے اس قدر ثابت ہے کہ علل، تعلیم و تجربات اور کسی کی ذہنی نگرانی تربیت سے حاصل ہوتا ہے۔ ادویہ کے ذریعہ

(الف) اگر اس نے بچے کو ایسی جگہ چھوڑا جہاں اس کے زندہ بچ جانے کا امکان غالب ہے کہ کوئی ضرور دیکھ لے گا اور اٹھالے گا۔  
تو عورت کی رازداری کر سکتا ہے۔ اس کی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ:

”حدود میں شہادت کے معاملے میں گواہوں کو پردہ پوشی اور اظہار کے درمیان اختیار ہے۔ اس لئے وہ دو ٹیکوں کے

درمیان ہیں۔ اظہار کرنے سے حدود قائم ہوں گی۔ یہ بھی نیکی ہے اور پردہ پوشی سے مسلمان رسوائی اور بے عزتی سے  
بچے گا۔ یہ بھی نیکی ہے۔ لیکن پردہ پوشی کرنا افضل ہے۔“ (حدیث ۱۳۸/۲)

(ب) اگر ایسے خطرہ کی جگہ چھوڑا ہے جہاں اس کے ہلاک ہو جانے کا غالب گمان ہے تو عورت کی رازداری نہ کرے۔  
بلکہ متعلقہ محکمہ کو عورت کے متعلق بھی خبر کرنا ضروری ہے کیوں کہ:

الضرر الاشد یزال بالضرر الاخف۔ ”ضرر شدید ضرر خفیف سے قائل کیا جائے گا۔“ (شرح المجلد ص ۳۲)

۹۔ مسلمان ڈاکٹر اپنے مریض کے لئے یہ طریقہ علاج استعمال نہیں کر سکتا۔ کیوں کہ بوقت ضرورت تداویٰ بالمرام کی اجازت، بیماری  
کے لئے ہے اور نشہ کا عادی ہونا اس لئے ہے کہ کوئی بیماری نہیں ہے کہ دیگر علاجوں سے مایوس ہونے کے بعد تداویٰ بالمرام کی اجازت ہو۔

(حکام مستدام ص ۱۵۳/۱ و ۱۵۴/۲ و ۱۵۵/۳ الفتاویٰ المندیہ ص ۵/۲۵۵)

۹۰۸۔ ایسے افراد کی رازداری جائز نہیں ہے۔ متعلقہ محکموں کو خبر کرنا ضروری ہے کیوں کہ مشور قاعدہ ہے کہ:

ضرر خاص، ضرر عام کو دور کرنے کے لئے برداشت کیا جائے گا۔

غرض صحیح شرعی اور مسلمانوں کو شر سے بچانے کے لئے، کبھی کبھی نسبت واجب ہو جاتی ہے۔ (روح المعانی ص ۲۰/۱۳۸)

۱۰۔ چوں کہ تعدیہ لازم نہیں، اس لئے رازداری برتے، تفصیلی، بحث تجلّیہ اوراق میں گزر چکی ہے۔ متعدی امراض کے احکام کے

تحت۔



ان تفصیلات کے بعد سوالات کے جوابات ملاحظہ کریں

۳۰۰۱۔ کسی شخص کے فطری عیوب اور عملی عیوب میں فرق کیا جائے گا۔ بصارت ختم ہو جانا، کسی ایسی بیماری کا پتہ لگنا جس سے ناقص الاعضاء بچے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ یا مادہ منویہ میں جراثیم تولید نہ ہونا، کوئی اندرونی مرض یا عیب ہونا، فطری اور قدرتی عیوب میں داخل ہیں۔

شرابی، چور یا زانی ہونا، فاسق و فاجر ہونا، عملی عیوب میں داخل ہیں۔

مذکورہ بالا حوالہ جات میں فریق ثانی کے جن عیوب کا، فریق اول کی خیر خواہی کے جذبہ سے نہ کہ فریق ثانی کو نقصان و ایذا، رسائی کے لئے ذکر کر دینے کی اجازت دی گئی وہ سارے وہ عیوب ہیں جن کا عمل سے تعلق ہے۔

لہذا احقر کا خیال یہ ہے کہ فطری اور قدرتی عیوب بغیر پوچھے نہ بتائے جائیں اور پوچھنے پر دونوں طرح کے عیوب بتائے جاسکتے ہیں۔ جذبہ خیر خواہی کا ہو، کسی کو نقصان پہنچانے کا نہ ہو، اگرچہ ایک فریق کو نقصان پہنچانے کے رہے گا، مگر اس کی پروا نہیں کی جائے گی۔ تعذیبہ المسلم من الشر کا مقصد اہم ہے، اسے بہر حال حاصل کرنا ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

”وہ شخص جو شادی کے لئے مشورہ مانگے، یا کسی کے پاس امانت رکھنے کے متعلق مشورہ چاہے تو وہ جو جانتا ہے بتادے۔ اس میں مشورہ چاہنے والے کی خیر خواہی متصور ہو، غیبت متصور نہ ہو۔ پس اگر جانے کہ محض اس کا کہہ دینا سے شادی کا ارادہ ترک کر دے گا کہ وہ تمہارے لئے ٹھیک نہیں۔ تو یہی واجب ہے کیوں کہ یہی کافی ہو گیا۔ اور اگر جانے کہ عیب کی نہ احتسائے بغیر، شادی سے نہیں رکے گا تو صراحت کر دے۔“ (احیاء العلوم ۲/۱۳۹)

ایسے موقع پر رازداری، کذب بیانی شمار ہوگی۔

۴۔ بینائی متاثر ہونا، معلوم و مشاہدہ چھ ہوگی۔ اس کا نقصان بھی ظاہر و معلوم ہے۔ اس لئے ڈاکٹر ازالہ ضرر کے لئے متعلقہ محکمہ کو ڈرائیور کی بینائی کی اطلاع دے سکتا ہے، ڈرائیونگ لائسنس منسوخ کرنے کی سفارش بھی کر سکتا ہے۔ ملازمت خطرہ میں پڑنے سے ڈرائیور اور اس کے گھر والوں کی معاش پریشانی کی پروا نہیں کی جائے گی کیوں کہ مشورہ قاعدہ ہے کہ اگر دو خرابیاں نگر جائیں تو جو ضرر کے اعتبار سے بڑی ہو، لی کارحکب آ کے اس کی رعایت کی جائے گی۔ (شرع البدل ص ۳۷)

لیکن غالباً اس کی بہت نہیں آئے گی۔ نہ کہ جب بینائی اس حد تک پہنچ جائے گی تو وہ خود ہی گاڑی چلانا بند کر دے گا۔ یا اس کے گھر والے رات دیں گے، کیوں کہ دوسروں کی جان کے ساتھ خود اس کی جان کو بھی خطرہ ہوگا۔

۵۔ رازداری جائز نہیں، متعلقہ محکمہ کو خبر دینا ضروری ہوگا۔ بقول آلوسی،

”معرض صحیح شرعی کے لئے کبھی کبھی غیبت واجب ہو جاتی ہے..... جیسے مسلمانوں کو شر سے بچانا۔“ (روان السال ۱۰۰/۱۰۷)

۶۔ بچے کے بارے میں حکومت کے متعلقہ محکمہ کو خبر کر دینا ضروری ہے، رازداری جائز نہیں ہے۔ جہاں تک اس عورت کا تعلق

ہے، اس میں دو صورتیں ہیں،

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے علامہ علی قاریؒ لکھتے ہیں

وہابی جگہ سے لٹکنے یا وہاں جانے کی ممانعت کا محل یہ ہے کہ لٹکنے یا جانے کی ضرورت نہ ہو۔ ورنہ ضرورت پڑنے پر لٹکنے اور داخل ہونے میں کوئی گناہ نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ (امداد الملتح ۱/۱۳۰)

### افشائے راز اور غیبت کے احکام

افشائے راز اور دوسرے کا عیب کھولنا جسے غیبت سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ بعض صورتوں میں جائز ہوتا ہے۔ بعض میں نہیں علامہ محمود آلوسیؒ آیت کہ یہو لا یغتب بعضکم بعضاؒ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”کبھی کبھی غیبت واجب ہوتی ہے ایسی فرض صحیح شرعی کے لئے جس تک بلا غیبت نہ پہنچا جاسکے۔ یہ چھ اسباب میں منحصر ہے (۱) ظلم کو دفع کرنے کے لئے ظالم کی شکایت اس شخص کے سامنے کرنا جو اس کے ظلم کے ازالہ یا تخفیف پر قادر ہو۔ (۲) منکر و ممنوع کو بدلنے کے لئے اس شخص سے مدد مانگنے کی خاطر جو ازالہ منکر پر قادر ہو۔ (۳) استغناء کے لئے چنانچہ مستغنی کے لئے جائز ہے کہ وہ مفتی سے کہے مجھ پر فحشاں نے اس طرح ظلم کیا ہے کیا اس کے لئے جائز ہے؟ یا یوں کہے کہ میرے حق کی تحصیل کا کیا طریقہ ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور الفضل یہ ہے کہ اسام سے کام لے۔ (۴) مسلمانوں کو شر سے بچانے کے لئے۔ جیسے گواہوں، راویوں اور مصنفین اور ان لوگوں پر جرح جو صلاحیت نہ ہونے کے باوجود

فتویٰ نویسی یا پرچالے میں لگے ہوں، پس بالاجماع جائز ہے۔ بلکہ واجب ہے اور جیسے بلا طلب مشورہ کسی شاہی کا ارادہ رکھنے والے کو مشورہ دینا یا جو شخص کسی دینی یا دنیاوی معاملہ میں کسی کے ساتھ مصاحبت و اختلاط رکھنا چاہتا ہے اسے رائے دینا۔ البتہ بقدر کفایت پر اختصار کرے۔ مثلاً وہ تمہارے لئے ٹھیک نہیں ہے۔ اسکا کتنا کافی ہو تو یہی کہے اور ایک عیب یا دو عیب ذکر کرنے کی ضرورت ہو تو ذکر کر دے۔ لیکن جتنا کافی ہو اس سے زیادہ جائز نہیں۔ اسی طرح جو شخص کسی صاحب ولایت و اقتدار میں جو قابل اعتراض بات جانے جیسے فسق یا غفلت وغیرہ۔ تو اس کا ذکر اس شخص سے کرنا واجب ہے جو اس کو معزول کرنے پر قادر ہو اور کسی دوسرے جو اس سے غالی ہو۔ کے مقرر کرنے پر قادر ہو۔ یا اس کی خیر خواہی کے لئے۔ یا اسے درستگی پر ابھارنے کے لئے۔ (۵) جو لوگ کھلم کھلا اپنے فسق کا اقرار کریں جیسے ٹیکس وصول کرنے والے۔ اور علی الاعلان شراب نوشی کرنے والا۔ تو ان کا ذکر ان چیزوں میں جائز ہے جنہیں وہ کھلم کھلا کر رہے ہوں۔ نہ ان کے علاوہ میں۔ الا یہ کہ کوئی دوسرا سبب ہو۔ (۶) تعارف کے لئے جیسے کسی کا لقب امور (کچشم) اور اعمش (چندھا) ہو تو انہیں الفاظ میں ان کا تعارف کرایا جاسکتا ہے۔ اگرچہ ان کے بغیر تعارف ممکن ہو۔ لیکن اولیٰ یہ ہے کہ ان کتاب کے علاوہ سے تعارف ممکن ہو تو انہیں سے کرایا جائے۔ اور تعارف کا قصد ہونا چاہئے نہ کہ تنقیص کا۔ نہ کورہ چھ مواقع سے زائد کی حرمت پر اجماع ہے ان پر وہ احادیث دلالت کرتی ہیں جو اپنی اپنی جگہ نہ کورہ ہیں۔ جیسے وہ احادیث جو غیبت کے قبح اور اس کے گناہ عظیم ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

(روح المعانی ۲۸/۱۳۱)

نیز یہی بات علامہ نوویؒ نے شرح مسلم (۴/۲۰۰) میں امام غزالیؒ نے احیاء العلوم (۲/۱۳۰) اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے حجتہ اللہ الباقیہ

(۲/۲۰۰) میں لکھی ہے۔

۳ ہر سے اپنا حق حاصل کرنا دشوار ہو گیا۔ لہذا یہ بیماری محبوب اور عین کے درجہ میں ہو گئی۔ (کلیہ علی فتح القدیر ۱۲/۱۳۲۲ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے ہدایہ ۱/۲۲۲ باب الوارثین ۲/۱۱۲۰، طحاوی ۱/۱۰۱۲، مجموعی تسلی، بحث کے لئے دیکھئے مولانا عبد الصمد صاحب رحمانی کی کتاب السجۃ والفرق ۴، ۵، ۸)

(۶) ایڈز کی مریضہ اگر حاملہ ہو جائے تو اس خوف سے پیدا ہونے والے بچہ کو بھی ایڈز منتقل ہونے کا اندیشہ ہے۔ استطائے نہیں کرا سکتی۔ کوئی اسے شہرہ مجبور بھی نہیں کر سکتا۔ منتقلی امر موبوم ہے، امر موبوم پر مسائل کا مدار نہیں ہوتا۔

(۷) ایڈز کے مریض بچوں اور بچیوں کو اسکول و مدارس میں داخلے سے محروم کرنا شرعاً درست نہیں۔ منتقلی کا خطرہ، شرعاً غیر معتبر ہے۔

البتہ اگر ان کا مرض ظاہر ہو چکا ہو اور ان کی وجہ سے خلفشار و انتشار پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو خوبصورتی سے ٹالا جاسکتا ہے۔

(۸) ایڈز، طاعون و کینسر جیسے امراض جب طبی لحاظ سے ناقابل علاج مرحلہ میں داخل ہو جائیں اور ہلاکت کا امکان غالب ہو۔ مریض بڑا بڑا رہا ہو، مریض اس حالت کو پہنچ جانے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنا اس کے لئے شرعاً جائز ہو جائے تو احقر کے خیال میں ایسے مریض کے لئے مرضی وفات و موت کے احکام جاری ہوں گے۔

ہدایہ میں ہے :

کبھی کبھی فرار کا حکم ان چیزوں کی وجہ سے بھی ہوتا ہے جو یقینی و غالب موت کے معاملے میں مرض کی طرح ہوں اور جس چیز میں موت سے بچ جانا غالب ہو، اس کے لئے فرار کا حکم ثابت نہیں ہوگا۔ (ہدایہ ۲۰۲/۱ باب طلق الریض)

کفایہ میں ہے :

بر وہ چیز جس میں ہلاک ہو جانا غالب ہو، وہ مرض الموت کے حکم میں ہے۔ (کلیہ علی فتح القدیر ۲/۸۱۲)

در مختار میں مرض الموت کی تشریحوں کی گئی ہے کہ وہ مرض معتبر ہے جو دبلاؤ کمزور کرنے والا اور بیٹھ کر نماز پڑھنے کو جائز کرنے

والا ہو۔ (در مختار ۱/۵۷۰)

(۹) طاعون یا اس کے مثل وبائی امراض کے پھیلنے کی صورت میں حکومت کی طرف سے اگر کسی علاقہ میں آمد و رفت کی پابندی لگتی ہے تو شرعاً جائز ہے۔ البتہ ضرورت و حاجت کے موقع اس سے مستثنیٰ رہیں گے۔ (مسلم ج ۲ ص ۲۲۸ باب الطاعون) کی حدیث چھپے صفحات میں گزر چکی ہے۔

(۱۰) طاعون زدہ یا وبائی امراض میں گرفتار علاقہ کے جو لوگ اپنی کسی ضرورت سے باہر چلے گئے تھے اگر باہر ان کا قیام ممکن نہ ہو یا وبائی علاقہ میں ان کے اہل و عیال ہوں اور ان کو اس کی ضرورت ہو، یا کوئی اور وجہ ہو جس کی وجہ سے آنے کی ضرورت ہو تو آسکتے ہیں، اسی طرح باہر کے جو لوگ طاعون زدہ علاقہ میں کسی کام سے آگئے ہوں وہ کام ختم کر کے واپس جاسکتے ہیں، اسی طرح جس مریض کی نگہداشت مناسب انتظام نہ ہو پا رہا ہو اسے بھی دوسری جگہ منتقل کیا جاسکتا ہے۔

یہ سب مواقع ضرورت ہیں، ممنوع آمد و رفت میں داخل نہیں ہیں، چنانچہ حدیث نبوی ہے

معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی نصیحت فرمائی..... (ان میں سے ایک یہ کہ)

جب لوگ موت میں مبتلا ہو رہے ہوں اور تم ان میں ہو تو وہیں رہو۔ (مشکوٰۃ ۱۸/۱۶۷)



## جواب نامہ بابت "طبی اخلاقیات"

مولانا محمد نعیم الدین

(معاونین پرنسپل جاسو اسلامیہ پورہ پورہ)  
تعلیم امارت شرعیہ شمالی مشرقی ہندوستان

### محمور اول

۱۔ جو شخص قانوناً کسی مرض کا علاج کرنے کا مجاز نہیں یعنی اس کو سرکاری سرٹیفکیٹ حاصل نہیں ہے لیکن اپنا ذاتی مطالعہ اور تجربہ و خدا داد دست شفا حاصل ہے اطراف و جواب میں وہ اس صارت پر مشورہ و معروف ہو گیا۔ اگر اس شخص نے کسی مریض کے کینے پر اس کا علاج کیا تو اس کا یہ علاج کرنا جائز ہے۔ اور اگر کبھی کبھار اتفاقاً طور پر اس کے علاج سے مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچا یا اس کا انتقال ہو گیا تو اس پر کوئی ضمانت یا تاوان لازم نہیں ہوگا۔ (کذابی الفقہ الاسلامی وادلت ۲۶/۳)

لیکن اگر وہ پورا تجربہ کار نہیں، اور ذاتی مطالعہ میں بھی پوری واقفیت نہیں رکھتا بلکہ رویہ کائنات کے لئے یا شہرت حاصل کرنے کے لئے علاج کرے۔ اور مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچے یا انتقال ہو جائے۔ تو اس پر ضمانت و تاوان شریعت فرہ کے مطابق لازم آئے گا۔

جب استعمال کرے آدمی اپنا حق لوگوں کے عرف میں جو معتاد ہے اس کے غیر طریقہ پر، پھر اس پر غیر کے لئے ضرر مرتب ہو تو وہ ظلم سے اس کو روکا جائے گا اور بدلہ دیا جائے گا ضرر حاصل کرنے والے کو اس چیز کا جو اس کو نقصان پہنچا۔ (الفقہ الاسلامی وادلت ۲۵/۳)

۲۔ سوال میں جس ڈاکٹر کا ذکر ہے اگر کسی مریض کا علاج کرے، لیکن اس نے طبی احتیاطیں ملحوظ نہیں رکھیں تو یہ ظلم اور تعسف ہے۔ اور مریض کو پہنچنے والے نقصان یا اس کی جان کے تاوان کی ضمانت ڈاکٹر پر لازم ہوگا۔ بیساکہ الفقہ الاسلامی وادلت ۲۶/۳ میں ہے :

پانچواں قاعدہ استعمال کرنا حق کا اپنی طرح سے نہ کر کے، یا تو غلط، کے ساتھ، جب انسان اپنے حق کو استعمال کرے اس طریقہ پر جس میں احتیاط اور حفاظت و تحقیق نہ ہو، اور غیر کو ضرر پہنچا دے، اور یہ غلط، کے ساتھ معروف ہے، تو وہ ظلم کرنے والا ہوگا، اور اس کی اس قصوری کا اس سے سوال کیا جائے گا، سو یہ سب کے سب برائی ہے حق کو استعمال کرنے میں، پس اس پر اس ضرر کے عوض دوا نامہ مرتب ہوگا جو غیر کو پہنچا، کیوں کہ اس پر تحقیق کرنا و ہوشیار رہنا اور حفاظت کرنا، اس کے ہر قصد و ہر کام کرنے میں اس پر واجب تھا، جب اس میں کوتاہی کرے گا، تو اپنے فعل کے نتیجہ کو اپنے اوپر اٹھائے گا، یہ حکم لوگوں کے خون اور مال کی حفاظت کے لئے۔

لیکن جس کام میں ڈاکٹر کے لئے مشقت ہو اور عادتاً جس ضرر سے مریض کو بچانا ممکن نہیں اس جیسی چیز میں ڈاکٹر پر کوئی تاوان لاحق

نہ ہوگا بیساکہ فقہ اسلامی وادلت ۲۵/۳ میں ہے :

اور یہ قاعدہ دو حالتوں میں شامل نہیں کیا جائے گا پہلی حالت، جب کہ حق استعمال کرنے میں اصرار کرنا یا تحقیق کرنا عادتاً ممکن نہ ہو، جیسا کہ وہ طبیب جو اپنے آپریشن کا عمل معتاد طریقہ پر کرتا ہے، سو یہ عمل ایک عضو یا جان کی ہلاکت کی طرف پہنچا دے تو وہ ضامن نہیں ہوگا۔ دوسری حالت جب کسی شخص نے ان تمام احتیاطوں کو اختیار کیا اور اس کے باوجود مریض کو نقصان پہنچا تو وہ ضامن نہیں ہوگا۔

۲۔ اگر ڈاکٹر تجربہ کار قانوناً علاج و معالجہ کا اجازت یافتہ اور آپریشن کرنے کا تجربہ کار بھی ہے، اور تجربہ مشاہد ہے، اگر قریب اعزہ سے اجازت لینے میں جو دیر لگے گی اس سے اس جیسے مریض بدون آپریشن ہلاک ہونے کے قریب ہو جائے گا، لہذا ڈاکٹر اپنے تجربہ کی بنا پر حسن نیت سے آپریشن کرے، اور اتفاقاً وہ مریض فوت ہو گیا، یا اس کا آپریشن شدہ عضو بے کار ہو گیا، تو اس صورت میں اس مریض کو بچنے والے نقصان کا ضمان نہیں آئے گا۔

والدلیل حکم فی الجواب النہائی۔

لیکن اگر ڈاکٹر نے کسی قسم کی خود راہی اور بے جا دست اندازی کر کے آپریشن کیا اور مریض و اقربا، مریض موجود ہونے کے باوجود ان کی اجازت حاصل نہیں کی تو اس جیسی صورت میں ڈاکٹر کو علی حسب القانون الشرعی ضمان یا تعویض دینا لازم ہو گا۔  
والدلیل عرفی الجواب النہائی: نیز الفتہ الاسلامی وادلت کے مصنف علام نے مزید فرمایا:

اور دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے واجب قرار دیا نقصان کے عوض کو قتل عطاء میں دیت کے ذریعہ سے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا نقصان پہنچانے سے گندہی ہوئی حدیث میں کہ: "خود ضرر میں حتی نہ ہو اور دوسرے کو بھی ضرر نہ پہنچائے۔" اور ضرر کو دفع کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے عوض اور ضمان واجب قرار دینے کے علاوہ۔

۳۔ اس صورت مسئلہ میں اگر ڈاکٹر کا اس مریض کا محسن ہونا پہلے سے ثابت ہو چکا ہے اور مریض کے اقربا وغیرہ ہمیشہ سے اس کو اختیار دیتے ہوئے علاج و معالجہ کرائے کا ثبوت ہے تو اس صورت میں مریض کو بچنے والے نقصان کا ضمان نہیں قرار دیا جائے گا، کیوں کہ اس صورت میں ڈاکٹر اس مریض کی خیر خواہی کے ساتھ علاج ضرور کرے گا، اور حتی المقدور احتیاطی طریقہ ضرور اختیار کرے گا۔  
اگر ایسا نہ ہو تو ڈاکٹر کو ضمان قرار دیا جائے گا، اور مریض کو بچنے والے نقصان کا تاوان اس پر شرعاً لازم ہو گا، جیسا کہ فتہ الاسلامی وادلت ۲۰۱۳ میں ہے:

اس قاعدہ کی بنیاد یہ ہے کہ حق کو استعمال کرنے میں عطاء سے پیدا ہونے والا نقصان، چاہے یہ حق شارع کے اذن سے ثابت ہوا ہو، یا عقد کے ذریعہ سے، یا تو ان دونوں کے علاوہ حق کو صادر کرنے میں، کیوں کہ حقوق کا استعمال متعین ہے سلامت کی شرط کے ساتھ جیسا کہ فقہاء نے ثابت کیا ہے، اور اس لئے کہ لوگوں کا مال و متاع اور دم و خون محفوظ ہے، کسی حالت میں منافع نہیں کیا جائے گا، سو واجب ہے اس کا ضمان، اور جو نقصان پہنچا ہے اس کا عوض دینا۔

محمود دوم

۱۔ جس مریض میں ایڈز کے جراثیم پائے گئے ہیں اس کے لئے احتیاطاً ضروری ہے کہ اپنے اہل خانہ اور متعلقین کو اس سے مطلع کرے، کیوں کہ مریض کا نقصان خاص اپنے لئے، اور ان کی وجہ سے تمام گھر والے اور متعلقین وغیرہ کا نقصان زیادہ اہمیت رکھتا ہے، ایک کی وجہ سے تمام اہل خانہ و متعلقین کا نقصان شریعت برداشت نہیں کر سکتی ہے۔ جیسا کہ الاشباہ والنظائر میں ہے:

ضرر عام کے دفع کے لئے ضرر خاص کو برداشت کیا جائے گا۔ اور یہ مقصد ہے اصولین کے قول میں کہ ضرر کو زائل کیا جائے گا اس کے باعث دوسرے ضرر سے۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے معلوم ہوا کہ بیماری ایک سے دوسرے میں خود بخود تجاوز نہیں کرتی ہے بلکہ بحکم اللہ ہوتی ہے۔ اسلام کے علاوہ دوسرے تمام اقوام میں ایک کو دوسرے سے تجاوز کرنے کا اعتقاد تھا، اسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "عدوی" سے منع فرمایا، اور ایک قسم کا فرمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ جو لوگ صحت و سلامتی کے ساتھ ہیں ان پر بیماری والے کو پیش نہ کرو، ایسا ہی مجذوم سے بھاگنے کا فرمان ہے شیر سے بھاگنے کی طرح۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیماری تو بحکم اللہ لاحق ہوتی ہے لیکن بندہ گن خدا کے لئے ضروری ہے کہ عموماً اسباب ہلاکت سے پرہیز اختیار کریں، اسی بناء پر طبی لحاظ سے جو بیماری عادی ہے اگر وہ کسی کو لاحق ہو جائے، تو اپنے اہل و عیال کے خیر خواہوں کو احتیاطاً خبر دینا ضروری ہے تاکہ دواؤں کا بھی انتظام کریں، اور ضروری پرہیز بھی اختیار کریں۔

اور مرقات شرح مشکوٰۃ ۳/ ۵۱۹ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عدوی" کی کوئی حقیقت نہیں، فتح اول سکون ثانی اور فتح ثلث کے ساتھ، اور قاموس میں ہے کہ "عدوی" کے معنی فساد کے ہیں، علامہ تورپشتی نے فرمایا، وہاں "عدوی" کے معنی بیماری کا تجاوز کرنا یا بڑھنے سے غیر کی طرف، جیسا کہ اہل عرب کہتے ہیں "اعدی فلان فلا نا عن خلقه او عن عزته" اور یہ وہی ہیں جن کی طرف اطباء گئے ہیں کہ سات تجاوز کرنے والی بیماری ایسی ہیں جو تجاوز کرنے والی ہیں، کوڑھ، غارش، چچک، کھسرا، گندہ دہن، آنکھ کا دکھنا اور عام پھیلنے والی بیماریاں اور بے شک علماء کرام نے تاویل کرنے میں اختلاف کیا ہے، بعض کہتے ہیں کہ حدیث مذکور سے مراد "عدوی" کی نفی و ابطال ہے جس پر ظاہر حدیث اور قرآن مسوقہ دلائل کرنے والے ہیں اور یہ اکثر کا مذہب ہے، اور بعض علماء جن کا خیال یہ ہے کہ یہ حدیث ابطال "عدوی" کے لئے نہیں وارد ہوئی ہے، چوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جذام والے سے ایسا بھاگو جیسا شیر سے بھاگتے ہو، بے شک پرہیز کرنے کا حکم زیادہ واضح ہے اس مادہ عن کھولنے سے بائیں طور کے عدوی طبیعت پر مؤثر ہو سکتی ہے پھر صورت نفی عدوی پر کوئی بین دلیل نہیں، علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ میری رائے کے مطابق قول ثانی ہی بہتر تاویل ہے چوں کہ اس میں موافقت ہو جاتی ہے اس بارے میں وارد ہونے والی تمام احادیث کے درمیان، پھر اس لئے کہ قول اول کے مطابق اصول طبیہ کی تعطیل لازم آتی ہے، حالانکہ شریعت اس کی تعطیل کے لئے نہیں وارد ہوئی بلکہ اس کے اثبات کے لئے وارد ہوئی ہے، اور معتبر طریقہ وہی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

۲۔ فی المال بہت سارے ڈاکٹروں کے تجربہ میں نقصان پایا جاتا ہے، نیز بہت سارے امراض کی پہچان میں بھی دقت ہوتی ہے، علاوہ ازیں شریعت فرقہ نے مریض کو اپنے امراض دوسروں سے بیان کرنے کے لئے کوئی التزام نہیں کیا، بناء علیہ مریض کو اپنے گھر والوں یا متعلقین کو مرض کی اطلاع دینا ضروری نہیں، کیوں کہ خداوند قدوس کا فرمان ہے لا یكلف اللہ نفساً الا و سعہا علاوہ ازیں اس جیسے مرض کے اظہار میں متعدد قسم کا مخرج لازم آتا ہے نفس مریض کو بھی اور اہل خانہ و دیگر متعلقین کو بھی، اگر موازنہ کیا جائے تو دیکھا جائے گا کہ طبی حیثیت سے عادی امراض عدم احتیاط کے سبب بہت سارے سمدست اشخاص مرض میں گرفتار ہو کر ہلاکت کے گھاٹ تک اتر گئے۔

لہذا جو مبتلا ہو گیا اس کا علاج و معالجہ محتاط انداز میں اگر کیا جائے تو دوسرے صحت مند اشخاص کو اس منسلک مرض سے نجات پانے کی امید کی جاتی ہے، بناء پر نہ من نفع کے مقابلہ عام نفع کو ترجیح دیتے ہوئے ڈاکٹر کی شرعاً ذمہ داری ہے، مریض و دیگر اہل خانہ کے نفع کی خاطر



اس عادی مرض کا افشا کرنا ضروری ہے کیوں کہ دنیا دار الاسباب ہے ۱۰ اسباب کو اختیار کر کے اللہ پر بھروسہ کرنا عبودیت کی خاصیت ہے۔  
 ادھر اندر سے ربانی گونج رہی ہے ولا تلقوا یا ایدیکم الی التهلكة یعنی اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں۔  
 بنامیں اس جیسے متعدی مرض سے دوسروں کو بچانے کے لئے ڈاکٹر کا مریض کے اقربا کو اطلاع دینا ضروری ہے ہواۃ طلبہ  
 السلام لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام (اسلام میں کسی کو نقصان پہنچانا اور کسی کو تکلیف دینا نہیں ہے)۔  
 جیسا کہ الاشیاء والنظار (ص ۹) میں ہے۔

مصلح حاصل کرنے سے مفاسد دفع کرنا زیادہ بہتر ہے سو جب مفسد و مصلح دونوں معارض ہوں تو دفع مفسد کی ترجیح ہوگی اکثر اوقات میں کیوں کہ شرع میں منیات کا زیادہ اہتمام ہوگا۔ ماسورات کے اہتمام سے اسی سبب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میں تم کو کسی چیز کا حکم کروں تو حسب طاقت تم اس کو بجالاؤ اور جس سے میں تم کو روکوں تو اس سے باز رہو اور کشف میں ایک حدیث مروی ہے کہ اللہ کی منیات کا ذرہ برابر ترک کرنا زیادہ بہتر ہے جن دانس کی فرماں برداری سے۔

۳۔ ایضاً اور دوسرے خطرناک متعدی امراض مثلاً طاعون وغیرہ کے مریض کے بارے میں اس کے اہل خانہ، متعلقین اور سماج کی شرما جو ذمہ داری ہے وہ یہ کہ :-  
 اولاً ہر ایک کا ایمان و اعتقاد شریعت مطہرہ کے مطابق مضبوط و پختہ کرنا چاہئے فی الحال جو مصیبت لاحق ہوئی ہے وہ بحکمہ الہی لاحق ہوئی ہے ۱۱ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

قل لی یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا، هو مولنا و علی اللہ فلیتوکل المؤمنون۔  
 تو کہہ دے ہم کو ہرگز نہ پہنچے گا مگر وہی جو لکھ دیا اللہ نے ہمارے لئے وہی کار ساز ہمارا اور اللہ ہی پر چاہئے کہ بھروسہ کریں مسلمان۔  
 جس شہر میں وہ مصیبت نازل ہوئی اس شہر کے آدمی دوسرے شہر کسی ضرورت کے علاوہ مرض سے خوف زدہ ہو کر نہ بھاگیں اور دوسرے شہر والے اس مرض والے شہر میں بغیر کسی ضرورت شدیدہ کے نہ جائیں نیز مریض کو بھی ہمت افزائی کرتے رہیں اور صبر جمیل کی تلقین کرتے رہیں کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اس قسم کی بیماری میں جس کا انتقال ہوگا اس کو درج شہادت نصیب ہوگا زبے قسمت اللہ جس کے لئے مہربان ہوتا ہے اس کو اسی قسم کا درج عنایت کرتا ہے۔

علاوہ ازیں تجربہ کار اطباء کے مشورہ سے دواؤں کا استعمال کرنا اور ضروری تمام احتیاطیں برتنا اور خداوند قدوس سے دعا و استغفار بکثرت کرنا چاہئے۔

۴۔ صورت مسئلہ میں چوں کہ دائرہ دوسرے کو تکلیف و نقصان اور ہلاکت جان کے قابل و لائق بنا دینا مقصود ہے لہذا ایسا فعل ظلم ہے اور وہ شرعاً حرام کام تکب ہے نیز قابل تعزیر ہے۔ اس سلسلہ میں الفقہ الاسلامی وادلہ ۳ / ۳۲ دیکھی جائے۔  
 اور اگر اس نے اپنے مرض کو منتقل کرنے کا ارادہ تو نہیں کیا لیکن وہ خوب جانتا ہے (بلحاظ طبی) کہ یہ بیماری ایک دوسرے سے تجاوز کرتی ہے تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "لا تدوی" پر اعتقاد کر کے یہ کام کیا تو گناہ گار نہیں ہوگا۔

۵۔ اس صورت مسئلہ میں امر کے درمیان اختلاف ہے جس کو تفصیل کے ساتھ ملک العلماء علامہ کاسانی نے بیان فرمایا ہے۔ (دیکھئے ص ۱۸)

الصنایع ۱۲/۸۰۰۸۱۲ شیخین کے نزدیک فسخ نکاح کا مطالبہ کرنے کا اختیار نہیں۔ لیکن امام محمدؒ اور شافعیؒ کے نزدیک عورت کو پورا حق ہے فسخ نکاح کا۔ اسی طرح شافعیؒ، رد المحتار، بحر الرائق وغیرہ تمام کتب فقہ میں ہے، لیکن بحر الرائق میں اس بحث کی تحقیق کے بعد احواف کا ایک فقہی قاعدہ لکھا ہے کہ قاضی کو اختیار ہے اس کا فیصلہ دینے کا۔ عبارت کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔

اور ہم نے لکھا ہے قواعد فقہیہ میں مذہب حنفیہ کے موافق کہ زوجین میں سے کسی ایک کو عیب کے ذریعہ سے،  
قاضی رد نکاح کرنے کا فیصلہ کرے تو یہ قضا نافذ ہوگی۔ (البحر الرائق ۱۲/۸۰۰۸)

۶۔ ایڈز کی مریضہ کو اگر حمل قرار پا گیا تو اگرچہ طبی لحاظ سے مرض کا منتقل ہونا یقین ہو لیکن شرعاً یہ ظنات کے قبیل سے ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث جمیہ کرتی ہے کہ ایامک و الفلک (او کما قال) نیز اعلان خداوندی شاہد ہے "فاذا مرضت فهو یسنخ" چوں کہ ایڈز کی بیماری کا تجاوز شک اور ظنات میں سے ہے اور قاعدہ موعود ہے۔ "الیقین لا یزول بالشک" نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ "کل داء دواء" تو ایڈز کی بھی ضرور دوا ہے لیکن عام اطباء کو اب تک یہ دوا حاصل نہیں۔  
لہذا اس صورت مسئلہ میں ایڈز کا مرض بچے کے اندر تجاوز کر جانے کے خوف سے استقاط حمل کے تدابیر اختیار کرنا شرعاً جائز نہ ہوگا۔ ہاں اگر حمل چار مہینہ سے کم کا ہو تو مفاسد شتی کی رعایت کرتے ہوئے اجازت دی جاسکتی ہے۔ رد المحتار ۱۲/۸۰۰۸ میں ہے کہ:

کما میں کہ حمل کے بعد استقاط جائز ہے یا نہیں؟ ہاں مباح ہے استقاط جب تک وہ غلقت میں نہ آئے۔ اور یہ غلقت جب ہی ہوگی جب ایک سو بیس دن گزر جائے (یعنی چار مہینہ) اور مشائخ کرام نے تخلیق سے روح کا پیدا ہونا امر اولیا ہے۔

۷۔ چوں کہ "طلب العلم فریضة علی کل مسلم و فی روایة و مسلمة" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ورنیات کا ضروری علم سیکھنا مسلمان ہر کس و ناکس پر فرض مین، جیسا کہ شافعیؒ نے تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ (دیکھئے شافعیؒ ۲۰/۱)

لہذا جو بچے یا عورتیں ایڈز کے مرض میں مبتلا ہیں ان کو مدارس و اسکول میں داخلے سے محروم کرنا درست نہیں ہوگا۔ جب کہ عام حالات میں اس سے دوسرے بچوں میں مرض منتقل ہونے کا خطرہ نہیں ہے مگر صرف آپس کی لڑائی میں اس کے جسم سے خون نکل جانے اور وہ خون دوسرے بچوں کو لگ جائے اور دوسرے بچے اس کا خون چھولیں یا جنسی بے راہ روی میں مبتلا ہو کر یہ مرض دوسروں تک پہنچ جائے کے اندیشہ سے اس کو تعلیم زندگی سے بے بہرہ کرنا کسی طرح روا نہ ہوگا۔ بلکہ تعلیمی ذمہ دار حضرات پر ضروری ہوگا کہ ان مریض بچے بچیوں کو ضروری احتیاط کے ساتھ تعلیمی فرائض کو انجام دینے دیں تاکہ کسی طرح مذکورہ اندیشہ کی چیزیں ان سے لاحق نہ ہولے پائے۔

۸۔ اس قسم کی صورت حال میں والدین، اہل خانہ اور سماج کی ذمہ داریاں جواب نمبر ۲ میں تفصیل کے ساتھ بیان کی گئیں، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "لادوی" ہے یعنی زمانہ جاہلیت میں جن لوگوں کا اعتقاد تھا کہ مرض اللہ جبارک و تعالیٰ کے حکم سے تجاوز نہیں کرتا۔ بلکہ ایک مریض سے دوسرے مریض میں خود بخود تجاوز کرتا ہے۔ ان کے اس فاسد اعتقاد کو اس فرمان سے باطل کیا، اور یہ ظاہر کر دیا کہ مرض کا تجاوز کرنا اللہ کے حکم سے ہوتا ہے ورنہ "فمن اعدی الاول" یعنی پہلے شخص کو کس سے تجاوز کر کے آیا۔

۔ رقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ۵۱۹/۳ میں ہے۔

اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز نہ وارد ہوئے بیمار صحیح آدمی پر، یقیناً ارادہ کیا اس فرمان سے کہ ممانعت اس چیز کی ہے جس کو اطباء (اعتقاد) اعتقاد کرتے ہیں، سو وہ لوگ یقین کرتے ہیں کہ تجاوز کر لے والی بیماریاں ضرور بالضرور اثر پیدا کرنے والیاں ہیں، پس ان کو اطلاع دے دی اس قول سے کہ معاملہ طمیبوں کے وہم کے مطابق نہیں بلکہ وہ مشیت الہی کے ساتھ متعلق ہے، اگر اللہ چاہے تو تجاوز کرے گی اور نہ چاہے تو نہیں، اور اشارہ کرتا ہے اس معنی کی طرف آپ کا یہ قول "فمن اعدی الاول" یعنی اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ بے شک سبب بیماری کا صرف عدوی ہے، تو پہلے کو بیماری کس سے تجاوز کر کے آئی، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول "فرعن المجدوم" اور "لابودن ذوعامة علی مصح" سے بیان فرمایا کہ احتراز کرنا بیماری سے علت کے سبب سے ہے لہذا اس سے پرہیز کرنا چاہئے، جیسا کہ پرہیز کیا جاتا ہے، ٹھکنے والی دیوار سے، اور عیب دار کشتی سے، بے شک ممانعت ان دونوں میں آتی ہے کہ کسی ان سے ملنے کے بعد اس کو یا اس کے اوٹ کو کوئی بیماری ہو جائے تو وہ اعتقاد کر بیٹھے گا کہ بے شک "عدوی" حق ہے۔

لہذا والدین، اہل خانہ اور سماج کو بھی اس قسم کے اعتقاد پر مستبوطی کے ساتھ قائم رہنا چاہئے نیز اطباء کے مشورہ کو ضرور اختیار کرتے رہیں، اور خداوند قدوس سے دعا، واستقرار میں مشغول ہو جایا کریں، اور وبا، و طاعون میں جو ذمہ داری اور ادب و خائف کی ہے اس کو ضروری سمجھ کر ادا کرتے رہیں۔

۹۔ ایڑ، طاعون، کینسر وغیرہ امراض جب طبی لحاظ سے ناقابل علاج مرحلہ میں پہنچ جاتیں اور عاداتاً ایسے امراض میں مبتلا مریض کی موت ہی ہوتی ہے، تو اس مریض پر مرض الموت کا حکم لگایا جائے گا۔ چنانچہ الفقہ الاسلامی وادلتہ (۳۵۰/۵) میں ہے :

مرض موت وہ مرض ہے، جس مرض سے اطباء کی رائے کے مطابق موت کا واقع ہونا غالب ہے، یا جس مرض کا آخر انجام موت ہی ہے اگرچہ اس مرض سے موت کا واقع ہونا غالب نہ ہو، یعنی ہمارے حکم اس مرض سے کثرت موت پر ہے اگرچہ غالب نہ ہو۔

اور اس مرض پر مرض الموت کے احکام جاری ہوں گے مثلاً وہ مرض اگر کوئی بہہ کرے اور کل مال کے ثلث سے زائد مقدار کا بیب ہو تو ثلث سے زائد مال میں اس کا بہہ ناقد نہیں ہوگا۔

۱۰۔ طاعون، ایڑ یا اس جیسے مسلک امراض کے پھیلنے کی صورت میں حکومت کی طرف سے آمدورفت کی جو پابندی لگتی ہے "عدوی"۔

پر اعتقاد کرتے ہوئے، شریعت نے اس پر اعتقاد کرنے سے منع کیا۔ لہذا اس اعتقاد کے ساتھ پابندی لگانا شریعت کے خلاف ہے، لیکن مسلک امراض کے متعلق احتیاط کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اس اعتقاد کو درست رکھ کر آمدورفت پر پابندی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی جاری تھا اور صحابہ کے زمانہ میں بھی، ذیل میں حضرت عمرؓ کا فرمان درج کیا جا رہا ہے۔

مدۃ القادی شرح صحیح بخاری ۲۱/۲۵۸ میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ شام کی طرف لگے یہاں تک کہ جب مقام سرخ میں پہنچے تو لشکروں کے امیروں نے ان سے ملاقات کی وہ ابو عبیدہؓ ان الجراح اور ان کے ساتھی تو انھوں،



نے ان کو خبر دی کہ شام میں وبا واقع ہوگئی۔ ابن عباسؓ نے فرمایا پس کما عمرؓ نے کہ میرے لئے مہاجرین اولین کو بلاؤ، تو ان کو بلایا، ان سے مشورہ طلب کیا اور ان کو خبر دی کہ شام میں وبا واقع ہوگئی ہے، وہ لوگ جواب دینے میں مختلف ہو گئے، سو بعضوں نے کہا کہ آپ ایک امر کے لئے نکلے ہیں آپ کا اس سے کوئی ہماری رائے نہیں ہے، اور بعضوں نے کہا آپ کے ساتھ باقی ماندہ لوگ ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام آپ ان لوگوں کو وبا پر پیش کر دینا ہماری رائے نہیں ہے، تو اس نے فرمایا کہ میرے پاس سے آپ لوگ اٹھ جائیے، پھر فرمایا میرے لئے انصار کو بلاؤ، میں نے ان کو بلایا پس ان سے مشورہ طلب کیا تو ان لوگوں نے بھی مہاجرین کا رائے اختیار کیا اور ان لوگوں کے اختلاف کی طرح اختلاف کیا، تو انھوں نے فرمایا کہ اٹھ جاؤ، پھر فرمایا میرے لئے ان لوگوں کو بلاؤ جو قریش کے شیوخ میں سے اور فتح سے پہلے ہجرت کرنے والے ہوں، تو میں نے ان لوگوں کو بلایا سو ان میں سے دو شخص بھی ان کو جواب دینے میں مختلف نہیں ہوئے، پس انھوں نے کہا کہ ہماری رائے ہے کہ آپ لوگوں کو لے کر لوٹ جائیں اور ان لوگوں کو اس وبا پر پیش نہ کریں، حضرت عمرؓ نے لوگوں میں اعلان کیا کہ وہابی کے لئے میں صبح کو سواری پر بیٹھ جاؤں گا، تم بھی صبح کو سواری پر بیٹھ جاؤ، تو ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے فرمایا کیا اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ابو عبیدہ کاش تیرے سوا دوسرا کوئی یہ بات کہتا، آخر انھوں نے فرمایا کہ ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں اب مجھے بتائیے اگر آپ کے کچھ اونٹ ہوں اور آپ ایسے میدان میں اتریں جس کے دو کنارے ہیں، ایک کنارہ تروتازگی والا ہے اور دوسرا قحط زدہ، کیا اگر تروتازگی والے حصہ میں پرانیں تو اللہ کی تقدیر کے مطابق پرانیں گے اور اگر قحط زدہ علاقہ میں پرانیں تو بھی اللہ کے تقدیر کے مطابق نہیں ہوگا؟ اس کے بعد عبدالرحمن بن عوف حاضر ہوئے جو اپنی بعض حاجت کی وجہ سے غائب تھے انھوں نے کہا، اس بارے میں میرے پاس علم موجود ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا، جب اس وبا کی خبر کسی زمین میں سنو تو اس میں نہ آؤ، اور جب کسی زمین میں وقع ہو جائے اور تم اس میں موجود ہو تو اس سے بھاگنے کے ارادہ سے نہ نکلو، اس پر حضرت عمرؓ نے اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس پر ہو گئے۔

۱۔ سوال میں جن صورتوں کا بیان ہے، ان صورتوں میں آمدورفت میں شرعاً کسی قسم کی پابندی نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنی حدیں ثابت ہیں ان تمام سے مقصد صرف یہ ہے کہ بیماری کا تجاوز کرنا اللہ کے حکم سے ہے، بیماریوں سے بیماری بالطبع تجاوز نہیں کرتی۔ اگر کوئی شخص یہ گمان کرے کہ اس وبا کے علاقوں میں رہے گا تو اس پر بھی یہ وبا آجائے گی۔ اسی طرح اگر طاعون جیسے امراض والے علاقہ میں جائے گا تو اس پر بھی یہ طاعون جیسا مسلک مرض لاحق ہو جائے گا، اس قسم کا اعتقاد رکھتے ہوئے آمدورفت پر پابندی عائد کی گئی جو حقیقت اسلامی عقائد کے خلاف ہے۔ علامہ عینی اور نووی نے لکھا ہے کہ اگر طاعون سے فرار مقصود نہ ہو، بلکہ کسی دوسرے مرض سے نکل جائے تو اس میں کوئی مہرج نہیں۔ (دیکھئے: عمدۃ القاری، ۲۵۹/۱، شرح نووی علی مسلم، ۱۲۸/۲)

اس بارے میں قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "لا یحب اللہ الجور بالسوء من القول الا من ظلم" اللہ کو پسند نہیں کسی کی بری بات کا ظاہر کرنا، مگر جس پر ظلم ہوا ہو۔

یعنی اگر کسی میں دین یا دنیا کا عیب معلوم ہو تو اس کو مشورہ نہ کرنا چاہئے (اسی کو نصیحت کہتے ہیں) البتہ مظلوم کو رخصت ہے کہ ظالم کا ظلم لوگوں سے بیان کرے، ایسے ہی بعض اور صورتوں میں بھی نصیحت روا ہے۔ (ترجیح السند ص ۱۲۳)

علامہ نوویؒ نے شرح صحیح مسلم جلد دوم ص ۲۲۲ میں فرمایا کہ نصیحت، شرعی غرض سے چھ صورتوں میں مباح ہے :

لیکن غرض شرعی کے لئے نصیحت مباح ہے، اور وہ چھ اسباب کے لئے ہے ان میں سے ایک ظلم دور کرنے کے لئے جائز ہے مظلوم کو کہ بادشاہ و قاضی وغیرہ ایسے آدمی سے جس کو ولایت اور قدرت حاصل ہے اس ظالم سے انصاف کرنے پر سووہ کہے کہ فلان نے مجھ پر ظلم کیا، یا میرے ساتھ ایسا بدتاؤ کیا، اور دوسرا تغیر منکر اور رد معاصی کے لئے فریاد کرنا، سو کہے اس شخص کو جس کی قدرت کی امید ہو کہ فلان آدمی ایسا کرتا ہے، اس سے اس کو ڈانٹ دیوے، اور اس جیسی بات، تیسرا فتویٰ طلب کرنے میں بایں طور مفتی سے کہے فلان شخص نے مجھ پر ظلم کیا، یا میرے باپ نے یا میرے بھائی نے یا میرے زوج نے کیا اور اس سے خلاصی کا اور اس کا ظلم مجھ سے دور کرنے کا راستہ کیا ہے، اور اس جیسی بات، تو جائز ہے حاجت کے لئے، اور بہتر یہ ہے کہ کہے کسی شخص کے بارے میں یا زوج یا والد یا ولد کے کہ اس کا واقعہ ایسا ایسا ہوا ہے، اس کے باوجود بھی معین کرنا جائز ہے، ہندہ کی حدیث سے کہ ابوسفیانؓ بحیل آدمی ہے، چوتھا راتی سے مسلمانوں کو منتخب کرنے کے لئے اور وہ چند طریقہ سے ہوتا ہے، ان میں سے ایک بھروسہ راوی، شاہدوں اور مصنفوں کا مرجع کرنا اور یہ بالاجماع جائز ہے، بلکہ شریعت کی حفاظت کے لئے واجب ہے، ایک ان میں سے رشتہ جوڑنے میں مشورہ کے وقت اس کے عیب سے خبر دینا، اور ان میں سے ایک جب آپ دیکھیں گے ایک شخص کو کہ یہ عیب دار شئی یا عبد سارق یا عبد زانی یا اس جیسی کوئی چیز خرید رہا ہے، تو مشتری کو یہ ذکر کر دے جب کہ مشتری اس کو نہیں جانتا ہے بطور اس کی خیر خواہی کے نہ کہ ایذا، رسائی اور افساد کے قصد سے، اور ان میں سے بعض یہ ہے کہ جب تو دیکھے دین کے طالب کو کہ فاسق کے پاس یا متبع کے پاس آتا جاتا ہے، اور اس سے علم حاصل کرتا ہے، اور اس پر اس کا برا اثر پڑتا ہے تو اس کی نصیحت کرنا، اس شخص کا حال بیان کرنا تجھ پر لازم ہے، اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس شخص کو کچھ ولایت حاصل ہے اس کو اپنے طریقہ پر قائم نہیں کرتا ہے اس کی قابلیت نہ ہونے کی وجہ سے یا فسق کی وجہ سے، تو ذکر کر دے ایسے شخص کے پاس جس کی ولایت اس پر ہے تاکہ اس کے حال پر استدلال کرے اور اس سے دھوکا نہ کھائے، یا تو اس کو استقامت لازم کر دے، یا نچوڑاں کھلی ہوئی بدعت اور فسق کرنے والا جیسا کہ شراب نوشی اور لوگوں کو خواہ مخواہ گرفتار کرنا اور فیکس وصول کرنا، اور باطل امور کا ذمہ لینا، تو جائز ہے ذکر کرنا اس کا جو کلمہ کہتا کرتا ہے اور غیر کے لئے جائز نہیں ہے مگر دوسرے سبب کی وجہ سے، اور چھٹا جب کوئی عیب کسی کا لقب بن جائے تو بطور لقب اس کو ذکر کرنا پہچان کے لئے جیسا کہ لنگڑا، اندھا، گونگا اور اس کو ناقص قرار دینے کے طور پر ذکر کرنا حرام ہوگا۔



(۱) صورت میں دو حشمتیں ہیں، ایک یہ کہ خود ڈاکٹر ان کے بغیر پوچھے اس نوجوان کا جو عیب ہے اس کو آگاہ کر دے یہ شرعا جائز نہیں ہوگا۔ کیوں کہ اسی کو شرعا نصبت سے تعبیر کیا جاتا ہے، جیسا کہ فرمان ربانی موجود ہے "ولا یفتب بعضہم بعضا" (اور نہ کوئی دوسرے کو دیکھے) ایک دوسرے کو) لہذا یہ حرام ہے۔ اور اگر لڑکی والے سے ڈاکٹر کی جان پہچان ہے یا رشتہ دار ہے تو ان چھ قسموں میں سے چوتھی قسم کی میسر ہی شق کے مطابق خیر خواہی کے قصد سے خبر دینا مباح ہوگا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ لڑکی یا لڑکی کے گھر والے اس ڈاکٹر سے اس نوجوان کے علاج و معالجہ کی معلومات حاصل کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں تو ان کو کتنا ضروری ہے۔ اگر نہ کہنے کا تو شرعا مجرم ہوگا، لہذا صحیح رپورٹ صاف صاف کر کے بیان کرنی پڑے گی۔

(۲) طبی معلومات یہ تعلیمات کی قسم میں سے ہیں، جب تک ان امور کا عالم مشاہدات میں تصور نہ ہوگا تب تک اس پر پورا یقین نہیں لایا جاسکتا ہے۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر اپنی ان معلومات کی دوسرے کسی سے خبر دینے پر مجبور نہیں۔ اگر کوئی ڈاکٹر دوسرے فریق کا مطلب کئے بغیر خود اپنی طرف سے اس کی اس مدائی کو بیان کرے تو اس کو نصبت میں شامہ کیا جائے گا جو حرام ہے۔

ہاں اگر کوئی اس کو طلب کرے تو اس کی خیر خواہی کی نیت سے اپنی تحقیقات و معلومات کو بیان کرنا اس کے لئے ضروری ہوگا۔

(۳) ڈاکٹر پر لازم اور ضروری نہیں کہ وہ خود جا کر دوسرے فریق کو باخبر کرے۔ کیوں کہ مشاہدات سے معلوم ہے کہ اس قسم کے بست سے نامرد لوگ بھی شادی کے بعد کچھ ایام گزرنے کے بعد صحت یاب بن گئے۔

ہاں اگر وہ فریق ڈاکٹر سے ان کے مرض کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے رابطہ قائم کرے، تو ڈاکٹر پر لازم ہے کہ اس مریض کے متعلق جتنی معلومات حاصل ہوئیں مطلع کر دے وہ بھی چوتھے نمبر کے مضمون میں شامل ہوگا۔

(۴) ہاں اس صورت میں ڈاکٹر کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس کی بینائی کے بارے میں اطلاع کر دے اور ڈرائیونگ لائسنس منسوخ کرنے کی سفارش کرے، کیوں کہ ان پر بست سارے نفوس کی حیات و موت کی ذمہ داری ہے، اس کی اور اس کے گھروالوں کی معاشی پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے دوسری کسی صورت کو اختیار کرنا ان پر ضروری ہے، اگر کوئی حادثہ پیش آجائے تو ان کی بھی جان کا خطرہ ہے۔ اگر خدا نخواستہ اس قسم کے حادثہ سے وہ خود مر جائے تو پھر بھی وہی معاشی پریشانیوں کا سوال لاحق ہوگا، قرآن کریم میں ہے وَلَا تَلْقُوا بِأَعْيُنِكُمُ الْمُنَافِقِينَ (اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں) لہذا اس کے لئے ضروری ہے کہ اس قسم کی ملازمت کو چھوڑ دے۔

ڈاکٹر کو اس میں خیانت کا گناہ نہیں ہوگا کیوں کہ وہ عام لوگوں پر ظلم کر رہا ہے نیز اس کا لازم نتیجہ یہ ہے کہ اپنے اہل و عیال پر ظلم ہوگا بنا بریں مذکورہ ان چھ قسموں میں پہلی قسم میں شامل ہوگا، علاوہ ازیں فقہی قاعدہ کے موافق متعلقہ محکمہ کو اطلاع دینا ضروری ہوگا۔ دفعۃ للضرر العام۔

(۵) ہاں اگر کوئی شخص کسی ایسی ملازمت پر جس سے لوگوں کی زندگیوں کا تحفظ وابستہ ہے اور وہ شراب یا دوسری نشہ آور چیزوں کا بری طرح عادی ہے، اور اس کو ترک نہیں کرتا، تو وہ ڈاکٹر جو اس کا علاج کر رہا ہے متعلقہ محکمہ کو اس کے حالات سے ضرور اطلاع کر دے، اس میں ڈاکٹر کو مریض کی رازداری قطعاً روا نہیں ہے، وہ بھی اقسام ست میں شامل ہوگا۔ غیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "لا ضرر ولا ضرار" ضرر دفعی الاسلام کیوں کہ اس کے ذریعہ لوگوں کی جانیں خطرہ میں ہیں اور اسلام کسی کو نقصان پہنچانے کو برداشت نہیں کر سکتا ہے۔

(۶) ہاں ایسی صورت میں ڈاکٹر کو حکومت کے متعلقہ محکمہ کو باخبر کر دینے کی پوری ذمہ داری ہے اگر ڈاکٹر عورت کی رازداری کرے تو یہ معصوم بچہ ہلاک ہو جائے گا، اس کے اس قلعہ اقدام کے بارے میں سہل یا حکومت کے متعلقہ محکمہ کو خبر دے کر اس ناجائز فعل کی جس



طرح ہو کے سدباب کرنا ضروری ہے، علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا نسر کی حفاظت کا پورا انتظام کرنا ان کی اطلاع پر ہی موقوف ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، "من اراد السلاۃ فلیطلبہا فی سلاۃ غیرہ، او کما قال علیہ الصلوۃ والسلام (جو شخص بھلائی کا ارادہ کرے سو چاہئے کہ وہ طلب کرے اپنے بھائی کی بھلائی)

(۷) اگر اس ڈاکٹر کو اپنے تجربہ سے اس قسم کے مشیات کے عادی مریض کو اس قسم کی عادت چھوڑانے میں وقفہ وقفہ سے وہی شراب یا نشہ دار چیز میں ایسی دوا ڈال کر چھوڑانے کی تدبیر پر پورا یقین ہو تو شرعاً طبیب کو حرام شئی بحد ضرورت استعمال کرانے کی اجازت ہے۔ جیسا کہ الاشباہ والنظائر ۸۹ میں ہے۔

جب دو مضرہ معارض ہو تو ہر عایت کی جائے گی ان کی جو ضرر کے اعتبار سے اعظم ہے اخص پر عمل کرتے ہوئے (آگے چل کر مصنف نے فرمایا کہ) جو کوئی جہلی ہو دو مصیبتوں میں اور وہ دونوں برابر ہیں، تو جس کو چاہے اختیار کرے، اور اگر دونوں مختلف ہو تو ان میں سے جو کم تر ہے اس کو اختیار کرے کیوں کہ حرام کو اختیار کرنا جائز نہیں مگر ضرورت شدیدہ کے واسطے اور کوئی ضرورت نہیں زیادت کی حق میں۔

(۸) اس قسم کے جرائم پیشہ افراد جو باہر نفسیات ڈاکٹر کے زیر علاج ہوتے ہیں وہ ڈاکٹر اس مریض کے اس پیشہ کے متعلق لوگوں کو اور حکومت کے متعلق محکمہ کو یا خبر کر دے تاکہ اس کے ضرر سے لوگ محفوظ رہیں کیوں کہ وہ فقہ کے اس اصول کے اندر شامل ہوگا۔

ینحمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام، وهذا عقید بقولہم الضرر یزال بمثلہ۔

عام نقصان کو دفع کرنے کے لئے خاص نقصان کو برداشت کر لیا جائے گا اور یہ مقید ہے نقصان کے اس قول سے کہ نقصان کو اس کے باعث ضرر ہی سے دور کیا جائے گا۔

ڈاکٹر کو رازداری کرنا متعلقہ اشخاص کے حق میں ظلم ہوگا، لہذا ان تمام کام میں اصل دار و مدار نیت پر ہے، وہ حسن نیت سے مصلحت کی بناء پر اگر افشاء راز کرے اور مفاد عام کو مد نظر رکھے تو مذکورہ اقسام سے اس سے جو بھی قسم میں شرار ہوگا اور اس افشاء سے گناہ گار نہیں ہوگا، بلکہ انصاف بالنبیات ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بموجب اجر اور ثواب کا مستحق ہوگا۔

(۹) اس وقت حق کا اظہار کرنا ضروری ہے، اگر عند الطلب حق کا اظہار نہیں کیا تو کتمان حق کا مجرم قرار پائے گا، اور اگر اس کو پیش نہ کیا جائے اور اس کے پاس حکومت یا عدالت میں پیش کرنے کا کوئی شرعی پتہ موجود نہ ہو تو ڈاکٹر کے لئے اطلاع راز ضروری نہیں، مذکورہ اقسام سے اس کو بیان کرنا مبالغہ ہے۔

(۱۰) طبی اصول کے مطابق ڈاکٹر کا آخری فیصلہ ہے کہ اس بیماری کے بیمار سے دوسروں میں تجاوز کرنے کا پورا اندیشہ ہے، گو شرعاً یہ پورے تقیات کے قبیل سے ہے، پھر بھی اس قسم کی صورت حال میں شریعت نے احتیاط کا درجہ کھول رکھا ہے۔

لہذا گھر والوں میں جو لوگ مریض کے ہمدرد ہیں ان کو اس بات پر واقف کر دینا مناسب ہے یہ طریقہ کار گرچہ بظاہر مریض کے لئے تکلیف کا باعث سمجھا جاتا ہے، لیکن حقیقتاً ان کی خیر خواہی ہے، تاکہ ان کے ساتھ احتیاط برتا جاسکے۔

اس محور کے تمام سوالات کے جوابات کے لئے علامہ نوویؒ کی مذکورہ عبارت دلیل ہے، نیز علامہ شامیؒ نے بھی اسی قسم کی بات

## طبی اخلاقیات

### حدیث و فقہ کی روشنی میں

مولانا محمد ابو بکر قاسمی

صدر اسلامیہ ٹکریڈ، بھڑوہ ضلع، جھنگ (پنجاب)

اس دنیا کو اللہ رب العزت نے مجموعہ اعضاء بنایا ہے اور اعضاء و اختلاف ہی کی رنگا رنگی سے دنیا کے اس چمن کو زینت بخشی ہے چنانچہ ذوق شاعر نے بہت خوب کہا ہے \*

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینت چمن اسے ذوق جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

یہی وجہ ہے کہ اس دنیا میں کس روشنی ہے تو کس تاریکی ہے۔ اگر کسی جگہ علم کا چراغ جل رہا ہے تو دوسری جگہ جہالت کا گھناؤپ اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ نے صحت کو پیدا فرمایا ہے، تو اسی کے ساتھ بیماری کو بھی پیدا ہے۔ اور پھر بیماری کے ساتھ اس کی شفاء کے لئے دوا کو بھی نازل فرمایا ہے۔

چنانچہ بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **ما نزل اللہ داء الا انزل له شفاء** (رواہ البخاری کتاب الطب ۲/۴۸۸، مشکوٰۃ ۲/۲۸۸) اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کے لئے اس کی شفاء نازل فرمائی ہے اور مسلم شریف میں بروایت جابر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مروی ہے: **کل داء دواء** (غذا اصاب دواء الداء برأ باذن اللہ تعالیٰ)۔ (رواہ مسلم کتاب السلام باب کل داء دواء، ۲/۲۲۵، مشکوٰۃ ۲/۲۸۸)

ہر بیماری کی دوا ہے۔ پس جب دوا بیماری سے ملتی ہے تو اللہ کے حکم سے (بیماری ختم ہو جاتی ہے اور) صحت ہو جاتی ہے اور ترمیمی و ابوداؤد اور مسند احمد کی ایک روایت میں وارد ہے کہ

**قالوا یا رسول اللہ افنتداوی قال نعم یا عباد اللہ تداؤوا فان اللہ لم یضع داء الا وضع له شفاء غیر داء واحد الہرم۔** (رواہ احمد ۲/۲۸۸ والترمذی و ابوداؤد، مشکوٰۃ ۲/۲۸۸) صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! کیا ہم لوگ دوا علاج کریں تو آپ نے فرمایا ہاں۔ اسے اللہ کے بندو دوا سے علاج کیا کرو (اور دوا علاج کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی بیماری نہیں پیدا فرمائی جس کی شفاء نہ رکھی ہو، علاوہ ایک بیماری کے اور وہ بڑھاپا ہے۔

اور ابوداؤد شریف میں حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **ان اللہ انزل الداء والدواء وجعل لكل داء دواء فتداؤوا ولا تداؤوا بحرام۔** (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ ۲/۲۸۸) اللہ تعالیٰ نے بیماری اور علاج دونوں کو نازل فرمایا ہے اور ہر بیماری کے لئے علاج رکھا ہے، پس تم علاج کیا کرو اور حرام چیز سے علاج نہ کراؤ۔ (بشرطیکہ حلال دوا موجود ہو)

مذکورہ احادیث نبویہ سے نہایت صراحت کے ساتھ جہاں یہ معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت نے ہر بیماری کے ساتھ اس کی دوا اور اس کے علاج کو پیدا فرمایا ہے، وہیں یہ معلوم ہوا کہ جب کوئی انسان بیمار ہو تو اسے چاہئے کہ اپنی بیماری کا علاج کرائے اور اس کی دوا تلاش کرے اور اچھے ڈاکٹر کی طرف رجوع کرے۔ لیکن یاد رہے کہ ہر آدمی یا ہر ڈاکٹر ہر بیماری کی دوا نہیں جانتا۔



چنانچہ مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان

اللہ لم ينزل داء الا انزل له شفاء علمه من علمه وجهله من جهله. (رواہ احمد ۱/۳۰۰ و ۳۰۳ ابن ماجہ حدیث ۳۰۵۹ کتاب الطب)

اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کی شفاء آدھی ہے، جانتے والا جانتا ہے اور نہ جانتے والا نہیں جانتا، یعنی ہر بیماری کی دوا اللہ تعالیٰ نے نازل فرمادی ہے، جو جاننے کی خواہش کرتا ہے وہ جان لیتا ہے اور جو شخص جاننے کی آرزو نہیں رکھتا وہ ناواقف رہ جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ جب کسی شخص کو کوئی بیماری لاحق ہو تو اسے چاہئے کہ ہر کس و نا کس سے اپنے مرض کا علاج نہ کرائے، بلکہ ماہر و ڈاکٹروں کی طرف رجوع کرے، کیوں کہ ہر شخص ہر بیماری کی دوا نہیں جانتا، ہمیں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ بیماری کے علاج کے لئے کسی ناواقف شخص کی طرف رجوع کرنا ہرگز صحیح نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں ایک شخص کو بیماری لاحق ہوئی تو اس کے علاج کے لئے دو آدمی (ڈاکٹر) بلائے گئے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں آدمیوں سے پوچھا یہ کما طب، تم دونوں میں سے کون طب سے زیادہ واقف ہے تو ان دونوں حضرات نے عرض کیا اوفی الطب خیر یا رسول اللہ، اسے اللہ کے رسول کیا طب میں بھی کوئی خیر ہے، یعنی کیا اس کی بھی افادیت ہے، کہ آپ اسے اہمیت دے رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انزل الداء الذی انزل الدواء، (وسط نام، نکتہ ۲، تنبیہ الریاض) جس ذات نے بیماریاں آدھی ہیں اسی نے دوا بھی آدھی ہے۔

اور ابو داؤد شریف میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں خود انھوں نے اپنا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ جب میں بیمار ہوا، تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لئے آئے، اور آپ نے میرے سینہ پر اپنا دست مبارک رکھا تو میں نے اپنے قلب کے اندر اس کی ٹھنڈک محسوس کی، پھر آپ نے فرمایا کہ تمہیں دل کی بیماری ہے، تم قبیلہ ثقیف کے عارث بن کلدہ کے پاس جاؤ کیوں کہ وہ اس مرض کا علاج کرتا ہے۔

ابن العثارت بنی ملکہ الاحمسیہ خانہ رجل یتعطب۔ (ابو داؤد کتاب الطب باب فی قراۃ الجوز ۳۰۱/۲)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ بیماریوں کے علاج کے لئے ماہر ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کرنی چاہئے، بلکہ اگر ایک ڈاکٹر کے علاج سے بیماری دور نہ ہو تو دوسرے ڈاکٹروں کی طرف بھی رجوع کیا جاسکتا ہے، چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو علاج کے لئے کئی ڈاکٹروں کی طرف رجوع کیا گیا۔ (مسند احمد ۱/۲۸۲ و ۲۸۳ حدیث ۳۹۲)

لیکن یاد رہے کہ جو شخص بغیر طب پڑھے ڈاکٹری کرتا ہو، اور لوگوں کا علاج کرتا ہو، تو ایسے شخص سے ہرگز علاج نہ کرانا چاہئے، اور نہ خود اس کے لئے ہانڈ ہے کہ کسی مریض کا علاج کرے، فتاویٰ رشیدیہ میں ہے، بغیر واقفیت معالجہ کرنا درست نہیں ہے اور نہ خود اپنا علاج درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ مطبوعہ مجلس کتاب گمر، دہلہ ۱۳۰)

اور اس مسئلہ کی دلیل وہ حدیثیں ہیں، جن میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو ضامن قرار دیا ہے، جو علم طب سے واقفیت تو نہ رکھتا ہو، مگر لوگوں کا علاج کرتا ہو، چنانچہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے من تعطب ولم یعلم منه طب قبل ذلک فهو ضامن۔ (ابن ماجہ، باب من تعطب ولم یعلم من طب، ابو داؤد کتاب الریات ۳۰۱/۲) جس نے علاج کیا اور اس سے قبل اسے طب کا علم نہ ہو تو وہ ضامن ہے۔

ایک دوسری حدیث میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان منقول ہے،

ایضا تعطب علی قوم لا یعرفون تعطب قبل ذلک فاعنت فهو ضامن۔ (ابو داؤد کتاب الریات باب من تعطب ۳۰۱/۲)

جس شخص کو پہلے سے طب سے واقفیت نہ ہو، اگر اس نے لوگوں کا علاج کیا اور نقصان پہنچایا تو وہ شخص ضامن ہوگا۔



مذکورہ احادیث پاک میں مذہب اسلام نے خود ساختہ حکیموں اور جاہل ڈاکٹروں کے خلاف جو قانونی کارروائی کی ہے کہ "جو شخص طبیب نہ ہو، مگر لوگوں کا علاج کرتا ہو تو اگر اس کے علاج سے کسی کو نقصان پہنچ جائے تو اسے تاوان ادا کرنا ہوگا۔"

اگر ان ہدایات نبویہ کو پیش نظر رکھ کر غور کیا جائے تو یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ جو شخص قانوناً (علم طب سے ناواقفیت کی بنیاد پر) کسی مریض کے مرض کے علاج کرنے کا مجاز نہ ہو، مگر وہ اپنے ذاتی مطالعہ اور تجربہ کی بنیاد پر دواؤں اور امراض کے سلسلہ میں کچھ واقفیت رکھتا ہو لیکن باضابطہ اس نے کسی ماہر استاذ کی خدمت میں رہ کر علم طب نہ سیکھا ہو تو ایسے شخص کے لئے کسی مریض کے کئے پر اس مریض کا علاج کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، اور اگر اس کے علاج سے کسی مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچ گیا یا اس کا انتقال ہو گیا تو اس پر ضمان و تاوان اور دیت واجب ہے، اور ایسا شخص شرعاً قابل تہذیب ہے، چنانچہ علامہ خطابی علیہ الرحمہ نے معالم السنن میں (مذکورہ احادیث نبویہ کی تشریح کرتے ہوئے) لکھا ہے کہ میرے علم کی حد تک علماء کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص علمی اور عملی طور پر طب سے واقف نہیں ہے، اگر اس کے علاج سے مریض ختم ہو جائے تو اسے دیت ادا کرنی ہوگی، اور اس کا بوجھ اس کے عاقل (قریبی رشتہ دار اور ورثہ) اٹھائیں گے، البتہ اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا، اس لئے کہ مریض کی اجازت کے بغیر وہ علاج نہیں کر سکتا تھا۔

(معالم السنن ۳/۳۹ بحوالہ صحت و مرض اور اسلامی تعلیمات ۲۰۰)

قال الخطابی لا أعلم خلافاً ان المصالح اذا تعدى فتل المریض ضمن ای الدية لا بالعود اذ لا يستبد به بدون اذن المریض والضرر على العاقل. (عائشہ ابی داؤد ۲۰۰ / ۲۰۰ کتاب الریات)

(۲) اسی طرح ایک ڈاکٹر ہے جس کو قانوناً علاج و معالجہ کی اجازت ہے، چنانچہ اس نے کسی مریض کا علاج کیا، لیکن اس نے طبی احتیاطیں ملحوظ نہیں رکھی، مثلاً بعض ضروری جلیج اس نے نہیں کروائی، یا مریض کی پوری دیکھ ریکھ نہیں کی، تو اگر ایسے ڈاکٹر کے علاج سے کوئی مریض فوت ہو جائے، یا اس کا کوئی عضو مثلاً آنکھ وغیرہ ضائع ہو جائے تو وہ ڈاکٹر مریض کو پہنچنے والے نقصان یا اس کے جان کے تاوان و خون ہسا کا ضامن ہوگا، اس لئے کہ اس نے جان بوجھ کر کوتاہی کی ہے، جس کی وجہ سے مریض کو نقصان پہنچ گیا ہے، لہذا اس پر تاوان واجب ہوگا۔ (طب نبوی مزہب ابن قیم فصل ۴۸ / ۲۰۱)

(۳) اگر ڈاکٹر کی رائے میں زیر علاج مریض کا آپریشن ضروری ہے اور ڈاکٹر نے مریض یا اس کے قریبی امرو سے اجازت لئے بغیر آپریشن کر ڈالا، مگر آپریشن کامیاب ہونے کے بجائے مسلک ثابت ہوا، اور مریض فوت ہو گیا یا اس کا آپریشن شدہ عضو بیکار ہو گیا، تو ایسی صورت میں تاوان کے وجوب و عدم وجوب کے سلسلہ میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے، لیکن اگر ڈاکٹر نے بالغ مریض کی اجازت سے اس کا آپریشن کیا یا اس کے نابالغ یا مجنون یا بے ہوش ہونے کی صورت میں ولی کی اجازت سے آپریشن کیا تو اس صورت میں بالاتفاق تاوان واجب نہیں ہے، اور عدم اجازت کی صورت میں بھی درست بات یہی معلوم ہوتی ہے، کہ ڈاکٹر پر تاوان واجب نہ ہو، اس لئے کہ وہ ڈاکٹر مریض کا محسن و خیر خواہ تھا، اور محسن لوگوں پر تاوان کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی ہے، ہاں اگر وہ ظالم ہو تو اس صورت میں ولی کی اجازت کے باوجود بھی اسے تاوان دینا واجب ہوگا، اور اگر ظالم نہ ہو تو تاوان واجب نہ ہوگا۔ (طب نبوی مزہب ابن قیم فصل ۴۸ / ۲۰۱)

فی الدر المختار فی کتاب الجنایات قبیل باب الشهادة فی القتل سنل ..... نجم الدین عن صبیة سلطت من سطح فانفتح راسها فقال کنیر من الحرا حی ان شققتهم راسها تموت وقال واحد منهم ان لم تشقوه الیوم تموت وانا اشق وابرئها فتشقه فماتت بعد یوم او یومین حل یضمن قتلا علیہا ثم قال لا اذا کان الشق باذن وکان الشق معتاداً ولم یکن فاحشاً خارج الرسم قبل له فلو قال ان ماتت فانا ضامن حل قال

لا ینتہی قلت انما لم یعتبر شرط الصمان لمانکون ان شرطه علی الامین باطل علی ما علیہ الضوی ۱۰۰ وقال النامی فی: والمختار (قوله قلت انما لم یعتبر شرط الصمان لمانکون ان شرطه علی الامین باطل علی ما علیہ الضوی ۱۰۰) (درمذبح رد المحتار ۲۰۲/۵)

(۳) اگر کسی مریض پر بے ہوشی طاری ہو اور وہ اجازت دینے کے لائق نہ ہو، اور اس کے امروہ زیر علاج مقام سے بہت دور ہوں اور فی الفور ان سے رابطہ قائم نہ ہو سکتا ہو، ایسی صورت میں اگر ڈاکٹر کی رائے میں آپریشن فوری طور پر ضروری ہو اور تاخیر ہونے کی صورت میں اس کے نزدیک مریض کی جان جاسکتی ہو، یا اس کے عضو کو کوئی خطرہ لاحق ہو سکتا ہو، اس لئے اس نے مریض اور اس کے قریبی امروہ سے اجازت حاصل کئے بغیر مریض کا آپریشن کر دیا، اور یہ آپریشن ناکام رہا اور مریض کی جان چلی گئی یا اس کا کوئی عضو ضائع ہو گیا، تو ایسی صورت میں شرعاً ڈاکٹر ضامن نہ ہوگا اور مریض کو سچنے والے خسران کا تعاون اس پر واجب نہ ہوگا۔

## محور دوم

(۱) ایڈز کا مرض چوں کہ ایک ساتھ رہنے، اٹھنے، بیٹھنے، کھانے سے منتقل نہیں ہوتا ہے، اس لئے ایڈز کے مریض کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنے گھر والوں یا دیگر متعلقین کو اپنے مرض سے آگاہ کرے، خصوصاً اس وقت جب کہ خطرہ ہو کہ وہ اپنے مرض کے اظہار کے بعد اپنے گھر اور سماج و معاشرہ میں اچھوت بن کر رہ جائے گا، اسی طرح اس وقت جب کہ اس مرض کو اپنے قریب ترین رشتہ داروں سے چھپائے رکھنے کی صورت میں ڈاکٹروں سے علاج کرانے میں مریض کو اپنے متعلقین سے پورا پورا تعاون مل سکے، البتہ میاں بیوی کا باہمی تعلق چوں کہ گھر کے دیگر لوگوں سے کچھ مختلف ہوتا ہے، اس لئے ان میں سے کوئی ایک اگر ایڈز کے مرض میں مبتلا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ دوسرے کو اس مرض کی اطلاع دے اور اس مرض سے چھٹکارا حاصل کرنے میں ہر ایک اپنا تعاون پیش کرے، اسی طرح جن صورتوں میں ایڈز کے مرض کے، گھر کے دیگر لوگوں تک منتقل ہونے کا خطرہ ہو، ان صورتوں میں ایڈز کے مرض میں گرفتار شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر ایسے طریقے سے گریز کرے، جس سے ایڈز کے مرض کے وائرس دوسروں تک پہنچ سکتے ہوں، مثلاً کسی کو خون دینا یا اس کے استعمال شدہ سوئیوں کا نڈل، یا بال صاف کرنے کا اسٹرو، یا بیڈ دوسروں کے بدن میں استعمال کرنا وغیرہ۔ (ابن السبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یوردن عمر بن علی مصحح (بخاری ۵۵۷۰ باب الامارۃ، مسلم شریف) وروی البخاری تعلیقا فر بن المجدوم کاتب عن الاسد (بخاری باب الخیام ۵۵۷۰) وقال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا لاتخذوا بطاۃ من دینکم لایالوکم خیالاً (کل عمران آیت ۸۸) واللہ سہیلہ ونعلی اعلم

(۲) اگر ایڈز کا مریض اپنے اہل خانہ اور متعلقین سے اپنے مرض کو چھپا رہا ہے، اور ڈاکٹر سے بھی اصرار کر رہا ہے کہ وہ اس کے مرض کو کسی پر ظاہر نہ کرے، تو ایسی صورت میں شرعاً ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس مرض کو راز میں رکھے، خصوصاً اس وقت جب کہ مریض کے قریب ترین رشتہ داروں سے مرض کو چھپائے رکھنے میں ڈاکٹر کو مریض کے مرض کا علاج کرنے میں اس کے متعلقین کا پورا پورا تعاون مل سکے، ہاں اگر مرض کو ظاہر کرنے کی مصلحت اس کے راز میں رکھنے کی مصلحت سے بڑھ جائے یا مرض کے افشاء کا نقصان صاحب مرض کی نسبت سے تو معمولی ہو، لیکن اس کے راز میں رکھنے کا نقصان دوسروں کے حق میں بہت زیادہ ہو، تو ایسی صورت میں مقاصد شریعت (دین، جان، عقل، مال اور نسل) کی حفاظت کی خاطر ڈاکٹر پر ضروری ہو جاتا ہے کہ مریض کے متعلقین کو اس کے مرض سے آگاہ کر دے، جاء فی الحدیث المستشار مؤتمن، وفي الاشياء بتحمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام، عنہما جواز الریعی الی کنار



(۳) ایڈ اور دوسرے خطرناک متعدی امراض مثلاً طاعون وغیرہ کے مریض کے بارے میں اس کے متعلقین، اہل خانہ اور سہلج کی شرعی ذمہ داری ہے کہ اس قسم کے مسلک مرض میں گرفتار لوگوں کی ضروری دیکھ بھال کرتے رہیں اور ماہر ڈاکٹروں کے پاس لے جا کر اس مریض کا علاج کرائیں۔ لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا عباد اللہ تداووا فان اللہ لم یضع داء الا وضع له شفاء (مشکوٰۃ ۲/۲۸۸) ایت الحارث بن کلدۃ اخاف انکف فانہ رجل یتعطب (البدائع ۲/۵۲۱) عن جابر قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ابی بن کعب طبیباً فقطع منہ عرقاً ثم کواه علیہ (مسلم ۲/۲۲۵) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

(۴) ایڈ کا ایسا مریض جو اپنے مرض اور اس کی نوعیت سے بخوبی واقف ہے، اگر وہ شخص کسی دوسرے انسان تک اپنے مرض کو منتقل کرنے کی مرض سے قصداً کوئی ایسا اقدام کرے جس سے وہ مرض دوسروں کو لاحق ہو جائے مثلاً اس نے بیوی سے جماع کیا جس کی وجہ سے ایڈ کے وائرس (براہیم) بیوی میں منتقل ہو گئے یا کسی مرض کو خون کی ضرورت ہے، ایڈ کے اس مریض نے اپنا خون اس کے لئے پیش کیا، اور مریض کو وہ خون پڑھایا گیا، اس کے نتیجے میں اس مریض کو بھی ایڈ کا مرض لاحق ہو گیا، تو ایڈ کا یہ مریض جو دانستہ دوسرے شخص تک اس مسلک مرض کی منتقلی کا سبب بنا ہے، شرعاً سخت مجرم ہے، کیوں کہ ایڈ میں مبتلا شخص کا اس مرض کو کسی دوسرے صحت مند انسان کی طرف عدا اور قصداً کسی بھی طرح منتقل کرنا شرعاً حرام ہے، اور گناہ کبیرہ ہے، لہذا اس طرح کے فعل کے مرتکب کو اس کے عمل کی نوعیت اور اس کے فعل سے فرد یا معاشرہ پر برے اثرات پڑنے کے حساب سے اس کو دنیوی سزا دی جائے گی، قال اللہ تعالیٰ ان الذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتاناً و انہا مبینا۔

اور اگر ایڈ کے مریض نے اپنے مرض کو منتقل کرنے کا ارادہ تو نہیں کیا، مگر مرض کے منتقل ہونے کی بات کو جانتے کے باوجود اس نے بیوی سے جماعت کی، یا کسی کو خون دیا تو شرعاً یہ شخص بھی گنہگار و مجرم ہوگا، البتہ پہلے کے مقابلہ میں اس کے جرم کو قدرے ہلکا تصور کیا جائے گا۔

یاد رہے کہ کسی معاشرہ میں برے مرض کے قصداً پھیلانے کے عمل کو جن علمائے عرب نے قتل و ڈاکہ زنی قرار دے کر سورہ مائدہ کی آیت ۴۲ میں بیان شدہ سزا کے جاری کرنے کا مشورہ دیا ہے تو احقر کے خیال میں یہ مشورہ صحیح نہیں ہے، کیوں کہ آیت ۴۲ میں بیان شدہ حکم منجملہ حدود اللہ کے ہے جب کہ ایڈ کے قصداً پھیلانے کے عمل کی سزا کو حدود کا درجہ نہیں دیا جاسکتا لان الحد فی الشرع تعویہ مقررہ وجبت حلالہ تعالیٰ زجراً (تواہم اللہ ۲۸) ہاں اسے تعزیر کہہ سکتے ہیں، والتعزیر یتکون مفعولاً لہی رای الامام والقاضی، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

(۵) اگر کسی مسلمان خاتون کا شوہر ایڈ کے مرض میں گرفتار ہو گیا، مگر خود اس خاتون کو یہ مرض لاحق نہیں ہے بلکہ صرف اس کے شوہر کو ہے، تو ایسی صورت میں اس عورت کو شوہر کے اس مرض کی بناء پر فسخ نکاح کے مطالبہ کرنے کا اختیار حاصل ہے، اسی طرح اگر ایڈ کے مریض نے اپنا مرض چھپا کر کسی عورت سے نکاح کر لیا، تو بھی عورت کو فسخ نکاح اور تفریق کے مطالبہ کا حق حاصل ہوگا، کیوں کہ یہ مرض خاص طور پر جنسی اختلاط ہی سے منتقل ہوتا ہے، قال الطحاوی والحق بہا التہستانی کل عیب لا یحکمہا المقام معہ الا بضرر و نقلہ المؤلف فی شرح الملتقى (طحاوی ۱/۲۳۲) (کتب التفریق ۵۵) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) جو خاتون ایڈ کے مرض میں گرفتار ہو اگر اسے حمل قرار پائے، تو اگرچہ دوران حمل یا دوران ولادت یا دوران رضاعت اس کے مرض



کے بچے تک منتقل ہوئے کا طبی لحاظ سے پورا اندیشہ ہے، مگر اس عورت کو یا اس کے شوہر یا حکومت کے محکمہ صحت کو بچے تک اس مرض کی منتقلی کے خوف سے اسقاط حمل کرانا شرعاً جائز نہیں ہے اس لئے کہ یہ مرض حمل میں اس وقت منتقل ہوتا ہے جب کہ اس حمل میں روح پڑ چکی ہوتی ہے یا ولادت کے وقت منتقل ہوتا ہے، اب اگر ایسی صورت میں اسقاط حمل کرایا جائے گا تو یہ سراسر قتل نفس ہے، جس کی شرعاً گنجائش نہیں ہے، قال الله تعالى لا تقتلوا النفس التي حرم الله الا بالحق (الانعام آیت ۱۵۱) والاسراء ۳۱) وقال احمد عيسى المالكي والنسب في اسقاطه بعد نفع الروح فيه محرم اجتماعاً وهو من قتل النفس (مبادئ اسلامی اول ۲۰۶) واللہ اعلم۔

(۷) جو بچے یا بچیاں ایڈز کے مرض میں مبتلا ہیں، انھیں مدارس و اسکول میں داخل کیا جاسکتا ہے، کیوں کہ یہ مرض مریض کو چھونے یا اس کے ساتھ اٹھنے، بیٹھنے سے منتقل نہیں ہوتا ہے، ہاں مریض سے جنسی تعلق پیدا کرنے یا اس کا خون چھونے سے منتقل ہوتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ عام حالات میں ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے، اس لئے اسے مدارس میں نہیں قرار دیا جاسکتا، لان الشاذ كالمعدوم، واللہ اعلم۔

(۸) اگر کوئی بچہ یا بچی ایڈز کے مرض میں گرفتار ہے تو اسلامی تعلیمات کی رو سے اس بچے اور بچی کے بارے میں اس کے والدین، اہل خانہ اور سملج کی ذمہ داری ہے کہ اس کی دیکھ بھال کریں اور کسی اچھے ماہر ڈاکٹر سے اس کا علاج کرائیں، تفصیل ۲ کے تحت گزر چکی ہے۔

(۹) ایڈز نذر طاعون و کینسر جیسے امراض جب طبی لحاظ سے ناقابل علاج مرحلہ میں پہنچ جائیں اور اس قسم کے امراض نے مریض کو پورے طور پر اپنی گرفت میں لے لیا ہو، اور وہ زندگی کے معمولات کو ادا کرنے سے معذور ہو گیا ہو، اور اس کی موت قریب ہو گئی ہو، تو ایسے شخص کو مرض موت کا مریض قرار دے کر اس پر مرض الموت کا حکم جاری کیا جائے گا اور ایسے مریض کے لئے مرض موت و وفات کے احکام جاری ہوں گے۔

قال في شرح الوقاية في باب مطلق المريض، المريض الذي يصير قاراً بالطلاق ولا يصح تبرعه الا من التلت من غالب حاله الهلاك من مرض او غيره من اعتناء مرضه و عجز عن اقامة مصالحه خارج البيت وقد رقبه ابي على اقامة مصالحه في البيت ومن بارز رجلاً او قدم ليقفل في قصاص او رجم فهو مريض (شرح وقایہ ۱/ ۹۲) وفي عمدة الرعاية قوله وعجز يعني بسبب مرضه صار عاجزاً عن القيام بمصالحه وحوالته خارج البيت وان قدر داخله كالوضوء والذهاب الى الخلاء وفسر صاحب الهداية بان يكون صاحب فراش وهو ان لا يقوم بحوائجه كما يفتاده الاصحاء وقال الفقيه ابو الليث كونه صاحب فراش ليس بشرط كونه مريضاً مرض الموت، بل العبرة للغلبة اذا غالب عن هذا المرض الموت فهو مرض الموت وان كان يخرج من البيت، وبه كان يعني الصدر الشهيد وذكر في النسبة والمجتمعي ان المفلوج والصلال اذا تناول ولم يقصده في الفراش كالصحيح وعادام يرداد كالمریض (ماثر شرح وقایہ ۱/ ۹۲) واللہ اعلم۔

(۱۰) طاعون یا اس جیسے مسلک امراض کے پھیلنے کی صورت میں اگر کسی علاقہ کے اندر حکومت کی طرف سے آہ و رفت کی پابندی لگتی ہے، تو شرعاً اس کی گنجائش ہے، لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فی الطاعون اذا سمعتم به بارض فلا تعدوا علیہ واذا وقع بارض من وامنتم بها فلا تخرجوا فراراً (مسلم ۲۲۹/ ۲) وجاء فی الحدیث ایضاً عن اسامة بن زید، فاذا سمعتم به بارض فلا تدخلوها علیہ واذا دخلها علیکم فلا تخرجوا منها فراراً (مسلم ۲۳۸/ ۲) واللہ اعلم۔

(۱۱) اگر کسی علاقہ سے کچھ لوگ اپنی ضروریات سے باہر گئے ہوتے ہیں اور پھر اس علاقہ میں طاعون کا مرض پھیل گیا ہے، تو اگر اس علاقہ کے باشندے، اپنی ضرورت پوری ہونے کے بعد باہر سے اپنے وطن لوٹنا چاہتے ہیں، تو اگر اس طاعون زدہ علاقہ میں ان کا گھر اور اہل و عیال ہو اور ان کے اہل و عیال کو ان کی ضرورت بھی ہو یا گھر اور کاروبار کی نگہداشت کے لئے ان کی ضرورت ہو، تو ایسے لوگوں کے لئے لوٹنے کی گنجائش ہے، اسی طرح جو لوگ باہر سے اپنی کسی ضرورت سے آئے ہوتے ہیں، جن کا کام ختم ہو چکا ہے، یا اب نہیں

ہو رہا ہے، یا وہ شخص بیمار ہو گیا ہے اور اس کی یہاں نگہداشت اور دیکھ بھال، اور علاج و تیمارداری کا صحیح انتظام نہیں ہے، یا کسی وجہ سے اس شخص کی دوسری جگہ ضرورت ہے تو ایسا شخص بھی طاعون زدہ علاقہ سے اپنے وطن لوٹ سکتا ہے۔ قال النووي فی شرح مسلم بعد نقل احادیث النبی عن الدخول علی بلد الطاعون والخروج منه، ان فی هذه الاحادیث منع القدوم علی بلد الطاعون ومنع الخروج منه فرار عن ذلك اما الخروج لعارض فلا بأس به وهذه الذی ذکرناه موعذتنا وذهب الجمهور (الی قولہ) وانفقوا علی جواز الخروج بشغل و عارض غیر الفرار ودلیلہ صریح الاحادیث (ماثیہ مسلم ۱/ ۲۲۸ و ۲۲۹) قلت وعن الدلیل حدیث اسامة فیہ فاذا کان بارض وانتم بها فلا تخرجوا منها واذا بلغکم انه بارض فلا تدخلوها (مسلم ۲/ ۲۲۸) واخبر عبدالرحمن بن ابی عوف ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اذا سمعتم به بارض فلا تقدموا علیه واذا وقع بارض وانتم فیہا فلا تخرجوا فراراً منه، ۱۰ (بخاری ۲/ ۴۹۳)

### محور سوم

(۱) ایک ماہر چشم امراض مسلمان ڈاکٹر نے ایک نوجوان کی آنکھ کا علاج کیا، اس نوجوان کی آنکھ کی بصارت ختم ہو چکی ہے، لیکن ڈاکٹر کی کوششوں سے اس مریض کی وہ آنکھ دیکھنے میں بالکل صحیح و سالم معلوم ہوتی ہے، اب اگر ایسے نوجوان کا رشتہ نکاح کسی خاتون سے طے پا رہا ہے اور ڈاکٹر کو معلوم ہے کہ اگر اس خاتون کو نوجوان کے عیب کا علم ہو جائے تو وہ خاتون ہرگز اس نوجوان سے رشتہ نکاح کرنے پر راضی نہ ہوگی، مگر وہ نوجوان اپنے عیب کو چھپا کر اس خاتون سے شادی کر لینا چاہتا ہے، تو اگر اس نوجوان کے سلسلہ میں وہ خاتون یا اس کے گھر کے لوگ اس نوجوان کا عیب ڈاکٹر سے دریافت کریں، تو اس ڈاکٹر کے لئے شرعاً جائز ہے کہ اس نوجوان کا ذکر وہ عیب اس خاتون یا اس کے متعلقین سے بیان کر دے، چنانچہ علامہ نووی نے ریاض الصالحین میں لکھا ہے اعلم ان القیبة نباح لمرض صحیح شرعی لا یمکن الوصول الیہ الا بہا (الی قولہ) ومنها المشاورة فی معاہرة انسان لو عارفتہ او ایداعہ او معاملتہ او غیر ذلك او معارفہ۔ وبجب علی المتاور ان لا یخفی حالہ بل یدکر المساوی التي فیہ من النصبۃ (ریاض الصالحین باب علاج من الشیخ ۴۳۹) والدلیل علیہ ما روی المحدثون عن فاطمة بنت قیس رضی اللہ عنہا قالت ائمت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت ان ابی لھم وعاویہ خطابی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما عاویہ فمملوک لا مال لہ واما ابی لھم فلا یضع المعاصی عانکہ متفق علیہ وفی روایۃ لسمیع واما ابی لھم فضراب للنساء وهو تفسیر لروایۃ لا یضع المعاصی عانکہ (ایضاً ۴۳۹) وعن ابی ہریرۃ قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی تزوجت امرأة من الانصار قال فانظر الیھا فان فی اعین الانصار شبنم رواہ مسلم (مشکوٰۃ ۲/ ۲۸۸)

(۲) ایک مرد اور عورت کے درمیان رشتہ نکاح کی بات چل رہی ہے، اسی درمیان یہ دونوں اپنی جلیج کرانے کسی ڈاکٹر کے پاس پہنچے، طبی جلیج کے نتیجے میں ڈاکٹر کو کسی ایک کا کوئی ایسا مرض معلوم ہوا جس کی رو سے پورا اندیشہ ہے کہ بچے ناقص الاعضاء پیدا ہوں گے یا مرد و عورت کے مادہ منویہ میں جراثیم تولید نہیں ہے، تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ دوسرے فریق کو پہلے فریق کے عیب یا مرض سے باخبر کر دے، لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الدین النصیحة قلنا لمن قال لله ولکنانہ ولانۃ المسلمین وعاویہ (مسلم ۱/ ۵۳) وقال الخطابی فی معالم السنن النصیحة لامة المسلمین ارشاد ہم الی مصالحہم (مسلم السنن ۱/ ۲۳۰) ومثلہ فی شرح مسلم للنووی (ماثیہ مسلم ۱/ ۵۳)

(۳) ایک شخص کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے، اور ڈاکٹر کو طبی جلیج کے نتیجے میں یہ بات معلوم ہے کہ یہ شخص نامرد ہے یا اس میں کوئی ایسا عیب پایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے اس کا علاج باہر آور نہیں ہو سکتا، مگر یہ شخص اپنے عیب کو چھپا کر کسی عورت سے نکاح کر لینا چاہتا ہے، اسی طرح ایک عورت کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے، اور ڈاکٹر کو اس عورت کے متعلق بھی طبی جلیج کے نتیجے میں یہ معلوم ہے کہ وہ



کسی ایسے اندرونی مرض یا عیب میں مبتلا ہے، جس پر آگاہی کے بعد اس کا رشتہ نکاح کس ہونا بہت مشکل ہے، لیکن یہ خاتون اپنے اندرونی مرض یا عیب کو چھپا کر کسی مرد سے نکاح کی بات چیت کر رہی ہے، تو ان دونوں صورتوں میں اگر کوئی فریق جب کہ وہ دوسرے سے نکاح کا ارادہ کر رہا ہے، ڈاکٹر سے دوسرے کے متعلق دریافت کرے، تو ڈاکٹر کے لئے شرعاً جائز ہے کہ ایک فریق کے عیب یا مرض سے دوسرے فریق کو مطلع کر دے، والدلیل علیہ حدیث فاطمہ بنت قیس ذکرہ عن قبل و آخرج مسلم عن امی حربہ قال كنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاناہ رجل فاحمرہ انہ تزوج امرأة من الانصار فقال له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انظرت الیہا قال لا فاذہب فانظر الیہا فان فی احین الانتصار شینا (مسلم ۲۵۰/۱) واللہ اعلم۔

(۳) اگر کسی شخص کے پاس ڈرائیونگ لائسنس ہو مگر اس کی بینائی اتنی کمزور ہو اور اس قدر متاثر ہو کہ ڈاکٹر کی رائے میں اس کا گاڑی چلانا خود اس کے لئے اور دوسروں کے لئے مسلک ہو سکتا ہو، لیکن یہ شخص ڈاکٹر کے گاڑی چلانے سے منع کرنے کے باوجود گاڑی چلاتا ہو، تو ایسے شخص کے متعلق ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ رازداری برت کر خاموشی اختیار کرنے کے بجائے حکومت کے متعلقہ محکمہ کو اس کی بینائی کے بارے میں اطلاع کر دے، اور ایسے شخص کے ڈرائیونگ لائسنس کے منسوخ کر دینے کی سفارش کرے، والدلیل علیہ حدیث نصیم الداری الدین النصیحة وحديث جریر بن عبد اللہ الذی قال فیہ بايعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی النصح لكل مسلم وانظر لشر حہما نرح مسلم للتووی علی حاشی مسلم (حاشیہ مسلم ۵۳/۱) وعالم السنن الخطابی (سالم السنن ۲۴۰/۱) وجامع العلوم والحکم لابن رجب ۴۰ مطبوعہ مصر۔

متعدد بالا مسئلہ کی اہمیت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے، جب کہ شخص مذکور گاڑی چلانے کی ملازمت کرتا ہے اور بس وغیرہ چلاتا ہو، ایسی صورت میں اگر ڈاکٹر متعلق محکمہ کو مطلع نہیں کرتا تو بہت سے مسائل پیدا ہوتے ہیں اور بے شمار لوگوں کی جانوں کے ضائع ہونے کا پورا خطرہ ہے، اب یہ سوال کہ ڈاکٹر کے اطلاع کر دینے کی صورت میں شخص مذکور کی ملازمت خطرہ میں پڑ جائے گی اور اس کے گھر والے بے پناہ معاشی پریشانیوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں، تو اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ ضرر عام سے تحفظ کی خاطر ضرر خاص کو گوارا کیا جاسکتا ہے۔ قال فی الاشیاء بنحمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام ..... منها جواز الرعی الی غیر ترمذی وایضاً بیان المسلمین و منها وجوب نقض حائط مملوک مال الی طریق العامة علی مالکھا دفعا للضرر العام (الاشیاء تحت القامہ القاسمہ ۳۲) واللہ اعلم۔

(۵) اگر کوئی شخص کسی ایسی ملازمت پر ہے جس سے بہت سے لوگوں کی زندگیوں کا تحفظ وابستہ ہے، مثلاً ہوائی جہاز کا پائلٹ ہے، یا بس یا ٹرین وغیرہ کا ڈرائیور ہے، مگر ساتھ ہی شراب یا دوسری نشہ آور چیزوں کا بڑی طرح عادی ہے، اور وہ شخص اپنی اس نشہ والی عادت کو ترک نہیں کرتا، اور اسی حالت میں ملازمت کے فرائض انجام دیتا ہے، تو یہ شخص اگر کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہو، تو ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ متعلقہ محکموں کو ایسے مریض کے بارے میں خبر کر دے، کہ یہ شخص کثرت سے شراب یا دیگر نشہ آور چیزوں کا استعمال کرتا ہے، کیوں کہ اگر ڈاکٹر ایسا نہ کرے تو بہت سے لوگوں کی جانیں ضائع ہو سکتی ہیں واللہ اعلم۔

(۶) اگر کسی عورت کو ناجائز حمل تھا، جب اس عورت کو بچہ پیدا ہوا تو اس نے نو مولود بچے کو کسی شاہراہ پر یا پارک یا کسی اور مقام پر زندہ حالت میں چھوڑ دیا تاکہ سہلج میں بدنامی سے بچ جائے، اس کے بعد اس نے ڈاکٹر سے رابطہ قائم کیا، اور ڈاکٹر کو اس صورت حال کی خبر دی تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس معصوم بچے کی پرورش و پرداخت کے متعلق سب سے پہلے تو خود اس عورت کو اندیس دالے، لیکن اگر وہ مایوس ہو جائے تو پھر بچے کے متعلق حکومت کے متعلقہ محکمہ کو باخبر کر دے، ساتھ ہی یہ بھی بتا دے کہ یہ بچہ



غلام عورت کا ہے۔ کیوں کہ اس بچہ کا نسب اگر وہ عورت غیر شادی شدہ ہے خود اسی عورت سے ثابت ہوگا اور اس بچہ کی پرورش و پرداخت بھی اسی عورت پر لازم و ضروری ہے۔ صحافی الحدیث الولد للقواض وللغاهر الحجر (بخاری ۹۹۹/۲) ہاں اگر وہ عورت شادی شدہ ہو تو ایسی صورت میں بچہ کا نسب اس کے شوہر سے ثابت ہوگا۔ صحافی البخاری، الولد لصاحب القواض۔ (بخاری ۹۹۹/۲)

(۸) اگر کوئی شخص شراب یا کسی اور نشہ آور چیز کا اس قدر عادی ہو چکا ہو کہ وہ خواہش کے باوجود اس بری عادت کو نہ چھوڑ پاتا ہو۔ یہاں تک کہ جب اس شخص کو کسی ڈاکٹر کے پاس لے جایا گیا۔ تو ڈاکٹر نے اس کا نفسیاتی علاج کے مختلف طریقوں کا استعمال کر کے علاج کیا لیکن ان تمام طریقہ علاج سے ڈاکٹر کو کامیابی نہ مل سکی اور وہ شخص شراب یا مشیات کا ہی رسیا رہا۔ اب اس ڈاکٹر کے پاس اس مریض کے مرض کے علاج کا صرف یہی ایک طریقہ باقی ہے کہ وہ اس شخص کے لئے شراب یا دیگر مشیات کے استعمال کرنے ہی کو تجویز کرے۔ البتہ اس میں احتیاط کر دے کہ مریض کے علم میں لائے بغیر کوئی ایسی دوا شامل کر دے۔ جو شراب یا نشہ آور چیز کے استعمال کے بعد وہ مریض کافی دیر تک مہلکی اور تھکے میں گرفتار رہے تاکہ اس کے ذہن میں۔ بات بیٹھ جائے کہ اگر میں شراب یا نشہ آور چیز کا استعمال کروں گا تو تھکے اور مہلکی میں گرفتار ہو جاؤں گا۔ تو مسلمان ڈاکٹر کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے مریض پر اس طریقہ علاج کو استعمال کرے۔

بشرطیکہ کوئی دوسرا جائز نفسیاتی علاج مفید و بار آور نہ ہو۔ اور یہ طریقہ علاج شراب پھرانے میں کلام ثابت ہو رہا ہو۔ یہاں یہ شبہ کہ اس طریقہ علاج میں ایک ناجائز و حرام چیز کا بطور دوا کے استعمال کرنا لازم آ رہا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ضرورت پڑنے پر رفع حرج کے لئے شریعت نے عمرات کے استعمال کی اجازت دی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ فمن اضطر غیر باع ولا عدا فلاثم علیہ (سورۃ البقرہ آیت ۱۷۳) وہی

الاشیاء الضرورات تبیح المحظورات (الاشیاء قادمہ فاسرہ ۴۲)

(۸) جو شخص ہر انہم پیشہ ہو مثلاً جاسوسی کرتا ہو۔ اور لوگوں کے راز مختلف ذرائع سے حاصل کر کے دوسرے افراد یا پارٹیوں تک پہنچاتا ہو۔ اور اس کی جاسوسی سے ملک و ملت یا عام لوگوں کا غیر معمولی نقصان ہوتا ہو۔ ایسا شخص اگر نفسیاتی الجھن۔ بے خوابی یا دیگر پریشانیوں میں مبتلا ہو کر کسی ماہر نفسیات ڈاکٹر کے زیر علاج ہو۔ اور عام لوگوں سے اپنے جرائم کا انکشاف کرتا ہو۔ مگر ڈاکٹر کو اپنے پیشے اور جرائم کی خبر دیتا ہو۔ اور اس کے بتانے سے ڈاکٹر کو اس کے ناجائز پیشہ یا جرائم کی خبر ہو چکی ہو۔ ایسی صورت میں ڈاکٹر کے لئے جائز ہے کہ وہ راز داری سے کام لینے کے بجائے اس کے بارے میں لوگوں کو اور حکومت کے متعلقہ محکمہ کو باخبر کر دے۔ تاکہ لوگ اس کے ضرر سے محفوظ رہیں۔

(۹) اگر کسی نفسیاتی مریض نے کسی جرم کا ارتکاب کیا۔ مثلاً کسی کو قتل کر دیا۔ یا اسی طرح کی کوئی اور سنگین واردات کی۔ مگر عام لوگوں کو یا حکومت کے متعلقہ محکمہ کو اس کے متعلق معلوم نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے وہ شخص گرفتار نہیں ہو سکا۔ اور اس کی جگہ پر دوسرے شخص کو جو بے قصور ہے۔ اسی جرم میں مبتلا ہونے کے شبہ کی بنیاد پر گرفتار کر لیا گیا۔ اور اس کے خلاف مقدمہ چل رہا ہے۔ اور اس بات کا پورا امکان اور قوی اندیشہ ہے کہ وہ دوسرا شخص جو دراصل جرم سے بے غمی ہے۔ عدالت میں مجرم قرار دے دیا جائے اور سزا یاب ہو جائے۔ اب اگر ایسی صورت میں مجرم شخص نے ڈاکٹر کے پاس جا کر اپنے جرم کا اقرار کیا۔ اور ڈاکٹر کو معلوم ہے کہ اگر اس کے راز کا افشاء نہیں کریں گے تو دوسرا غیر مجرم شخص سزا یاب ہو جائے گا۔ تو ڈاکٹر کے لئے جائز ہے کہ اس اصل مجرم کے راز کا افشاء کر دے۔ اور عدالت میں جا کر بیان دے۔ تاکہ بے گناہ شخص کی رہائی ہو سکے واللہ اعلم۔

(۹) اگر کوئی شخص متعدی مرض (مثلاً ایڈز یا طاعون وغیرہ) میں مبتلا ہے۔ اور کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے اور اس کا اصرار ہے کہ ڈاکٹر اس کے اس مرض کی اطلاع کسی اور سے حتیٰ کہ اس کے گھر والوں سے بھی نہ کرے۔ ورنہ وہ اپنے گھر اور سماج میں اچھوت بن کر رہ جائے



## چند اہم طبی مسائل - شرعی نقطہ نظر

مولانا محمد اسلم

(مدرسہ فلاح دارین ترکیسر ضلع سورت)

### مخبر اول

جواب: ایسا شخص جو قانوناً کسی مرض کا علاج کرنے کا مجاز نہیں ہے لیکن اپنے ذاتی مطالعہ اور تجربہ کی بناء پر دواؤں اور امراض کے بارے میں واقفیت رکھتا ہے ایسے شخص نے کسی مریض کے کہنے پر علاج کیا تو چوں کہ مریض کی طرف سے ماذون ہے اور ذاتی طور پر مبادرت اور تجربہ رکھتا ہے تو اہلیت کی وجہ سے شرعاً بھی ماذون ہے اس لئے حدود شرع میں رہتے ہوئے دیانتہ اس کے لئے علاج کرنا جائز ہے لیکن قانوناً ماذون نہ ہونے کی بناء پر حکومت کا مجرم ہوگا اس لئے حکومت اس کا مواخذہ کر سکتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک آدمی کو زخم لگا تو خون اندرونی حصہ میں جمع ہو گیا تو بنی انہار کے دو آدمیوں کو بلا بھیجا، پس انہوں نے اس مریض کو دیکھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا، ابکما طب؟ الخ قال الباحی بحسن ان یرید صلی اللہ علیہ وسلم البحت عن حالہما وعرفتمہما بالطب لانه لا یصلح ان یعالج الا بعد ج عن له عظیم بالطب الخ (ابو جریج الساکبی ۳۷/۱) مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت کرنے کا مشاء یہ تھا کہ تم میں سے کون زیادہ علم طب کا واقف کار ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ جو زیادہ واقف کار ہو اور تجربہ کار ہو، اس کا علاج کرنا احوط ہے چوں کہ یہاں دوسرے طبیب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام اور پیشہ سے منع نہیں فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ سند یافتہ اور غیر سند یافتہ دونوں شرعاً ماذون ہیں، نیز یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذاتی تجربہ یا کسی ماہر سے سند کی تفصیل نہیں فرمائی لہذا اس سے ثابت ہوا کہ اجازت علی الاطلاق ہے ہاں عادیہ تجربہ کار کی صحبت کے بغیر مبادرت کا حصول مشکل ہے لہذا اقتضاء اس کے خلاف کرنے سے ماخوذ ہونا چاہئے مگر اپنے غالب گمان کا بھی اعتبار فی الجملہ ہوتا ہے لہذا جب غالب گمان حاصل ہو گیا تو دیانتہ علاج کرنا جائز ہوگا۔

اب اگر اس کے علاج کرنے سے مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچا یا اس کا انتقال ہو گیا تو دیکھا جائے گا کہ معتاد طریقہ اور باذن مریض علاج ہوا ہے یا نہیں؟ اگر معتاد طریقہ سے اور مریض کے اذن سے ہوا ہے تو دیکھا جائے گا کہ تعدی ہوئی ہے یا نہیں؟ اگر تعدی ہوئی ہے تو ضمان عائد ہوگا اور تعدی نہیں ہوئی تو صاحبین کے نزدیک ضمان عائد نہ ہوگا اور امام صاحب نے بھی صاحبین کے قول کی طرف رجوع کر لیا ہے چنانچہ ہدایت کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

وان لیج الدابة بلعائها او ضربها فطبت ضمن عند انبي حنیفة وقال لا یضمن اذا قتل متعارفاً لان المتعارف مما یدخل تحت

مطلق العقد فكان حاصل باذنه فلا یضمنه ولا یبی حنیفة ان الاذن علیہ بشرط السلامة۔ (معاذ ۲/۲۹۹) وفي غایة البیان

عن التسعة الاصح ان ابا حنیفة رجع الى قولہما۔ (بکر الرافعی، ۳۰۹)

اور اگر بلا اذن علاج ہوا ہے اور غیر معتاد طور پر ہوا ہے تو ضمان عائد ہوگا۔ چنانچہ عالمگیریہ اور بذل کی ایک عبارت ملاحظہ فرمائیں:-

واذا قصد الضاد او بزع الزاع ولم يتجاوز الموضع المعتاد فلا ضمان عليه فيما عبط عن ذلك فان تجاوز الموضع المعتاد ضمن وهذا اذا كان



المريض اذا كان يغير اذنه فهو ضامن سواء تجاوز الموضع المعتاد اوله يتجاوز كذا في السراج الوهاج. (حائلي ۳/ ۳۹۹) بن  
المعالج اذا تعدى حلف المريض كان ضامنا الخ. (بذل ۵/ ۱۸۰)

جواب ۲: جس ڈاکٹر کو قانوناً علاج و معالجہ کی اجازت ہے اس نے کسی مریض کا علاج کیا لیکن طبی احتیاطیں ملحوظ نہیں رکھیں مثلاً بعض ضروری جانچیں نہیں کروائیں یا مریض کی پوری طور پر دیکھ رکھ نہیں کی اگر اس کے علاج کے باوجود مریض فوت ہو گیا یا کوئی عضو مثلاً آنکھ وغیرہ ضائع ہو گئی تو ہلاکت کی صورت میں ضمان عائد ہو گا۔ ملاحظہ ہو (المعالم السنن ۱۹/ ۲۰۶، مسین الکلام ۲۰۲)

جواب ۳: اگر ڈاکٹر کی رائے میں زیر علاج مریض کا آپریشن ضروری ہے اور ڈاکٹر نے مریض یا اس کے قریبی اعزہ سے اجازت لئے بغیر آپریشن کر ڈالا۔ آپریشن کامیاب ہونے کے بجائے مسلک ثابت ہوا مریض فوت ہو گیا یا اس کا آپریشن شدہ عضو بیکار ہو گیا تو ایسی صورت میں جب کہ وہ ڈاکٹر اس آپریشن کا مجاز ہے اور تحریر بھی رکھتا ہے لیکن مریض یا اس کے اعزہ سے اجازت نہیں لی تو چوں کہ غیر ماذون صورت میں تصرف کیا ہے اس وجہ سے اس پر ضمان لازم ہو گا چاہے معتاد طریقہ سے علاج کیا ہو یا غیر معتاد طریقہ سے دونوں صورت میں ضمان عائد ہو گا چنانچہ حائلی اور بذل کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

اما اذا كان يغير اذنه فهو ضامن سواء تجاوز الموضع المعتاد اوله يتجاوز كذا في السراج الوهاج. (حائلي ۳/ ۳۹۹)

فإذا تولد من فعله التلف ضمن الدية وسقط عنه القود لانه لا يستبد بذلك دون اذن المريض الخ. (بذل ۵/ ۱۸۰)

اسی طرح اگر حاکم یا حکومت کے نمائندہ و ذمہ دار سے اجازت پا کر آپریشن یا علاج کیا ہے جب بھی ضمان ساقط ہو جائے گا اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "السلطان ولي من لا ولي له" (مشکوٰۃ ۲/ ۲۰۰)

اسی طرح ڈاکٹر نے بوقت آپریشن دو آدمیوں کو شاہد بنالیا ہے کہ میں اس شخص کی جان بچانے کے لئے آپریشن کر رہا ہوں جب بھی ضمان ساقط ہو جائے گا جیسے کہ حضرت علیؑ کی موقوف روایت ہے - عبدالرزاق عن ابن مجاهد عن ابيه ان عليا رضي الله عنه قال في الطبيب ان لم يشهد علي عاين المعالج فلا يلزم من الانفسه يقول ضمن. (مصنف عبد الرزاق ۴/ ۳۵۱)

اس بات کی تائید باب اللقطہ کے ایک جزئیہ سے بھی ہوتی ہے چنانچہ ہدایت کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

اللقطة اما ان اذا شهد العتقة انه باخذ حاله يخطئها ويرد ما على صاحبها لان الاخذ على هذا الوجه عاذون فيه شرعا الخ. (مصاب ۲/ ۴۳)

قاضی خان اور ابن ہمام نے بھی اس طرح کی باتیں لکھی ہیں۔ (حائلی ۲/ ۳۹۹، فتح القدیر ۳/ ۳۲۳)

لقطہ کے باب میں امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ مسلمان کی ظاہری حالت حسنہ (بھلائی) پر دلالت کرتی ہے نہ کہ مصیبت پر گویا ظاہری حال اس کا شاہد ہے اس لئے ضمان عائد نہ ہو گا اور طرفین فرماتے ہیں کہ اس نے سبب ضمان کا اقرار کیا ہے اور وہ غیر کامل لینا ہے اور لقطہ جو یہ کہہ کر براءۃ کا دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے مالک کے لئے لیا اس میں شک ہو گیا کیوں کہ احتمال ہے کہ اپنے لئے لیا ہو لہذا بلا اشداد کے ضمان سے بری نہیں ہو سکتا نیز ظاہری حالت میں بھی اپنے تصرف کے لئے لینے پر والی ہے چنانچہ بذل میں ہے "ان الاصل ان عمل كل انسان له لالتموه بقوله تعالى وان ليس للانسان الا ما سعى وقوله تعالى لها ما كسبت وعليها ما اكتسبت. فكان اخذ اللقطه في الاصل لنفسه

لا صاحبها. (بذل ۵/ ۱۸۰)

موجودہ زمانہ کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے بھی طرفین کی روایت کو اختیار کرنا لازمی اور ضروری معلوم ہوتا ہے جب کہ ہم بار بار سنتے رہتے ہیں کہ ڈاکٹر مریضوں کے اعضا، مثلاً گردہ وغیرہ نکال کر دھوکہ سے بیچ ڈالتے ہیں مریض کو پتہ بھی نہیں چلتا بلکہ اس کا کاروبار ہونے لگا ہے ایسے حالات میں جب کہ دیانتداری اور خیر خواہی خود مریض کی ہو، طرفین کے قول کو اختیار کرنا سد باب کے لئے نہایت ضروری ہے۔

جواب ۴۔ بعض اوقات مریض پر بے ہوشی طاری ہوتی ہے وہ اجازت دینے کے لائق نہیں ہوتا ہے اور اس کے امروہ زیر علاج مقام سے بہت دور ہوتے ہیں ان سے فی الفور رابطہ قائم نہیں کیا جاسکتا ہے ایسی صورت میں اگر ڈاکٹر کی رائے میں آپریشن فوری طور پر ضروری ہے اور تاخیر ہونے میں اس کے نزدیک مریض کی جان یا عضو کو خطرہ بظن غالب لاحق ہے اس لئے اس نے مریض اور اس کے قریبی امروہ سے اجازت حاصل کئے بغیر مریض کا آپریشن کر دیا اور یہ آپریشن ناکام رہا، مریض کی جان چلی گئی یا اس کا کوئی عضو ضائع ہو گیا تو اس صورت میں گرچہ مریض یا اس کے اولیاء کی طرف سے اجازت حاصل نہ کر سکا مگر فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق حاکم اس کا ولی ہے جیسا کہ اگے جواب میں مشکوٰۃ شریف سے حوالہ درج کر چکے السطان ولی من لا ولی له۔

[مشکوٰۃ ۱/۲۰۰]

چوں کہ حاکم کو ولایت عامہ حاصل ہے لہذا حاکم یا ان کے نمائندوں سے اجازت لے لینا ضروری ہے ورنہ ضمان عائد ہو گا اور اگر حاکم یا اس کے نمائندوں سے اجازت لینے کا بھی موقع نہیں ہے تو کم از کم دو آدمیوں کو اس بات پر شاہد بنالینا ضروری ہے کہ ہم ان کی جان بچانے کے لئے آپریشن کر رہے ہیں اگر شاید بھی نہیں بنایا تو ہلاکت کا ضمان عائد ہو گا جس کی وضاحت ہم سوال نمبر ۴ کے جواب میں کر چکے

### محور دوم

ایڈ ایک سرعہ الصدیہ معروف و مشہور مسلک مرض ہے، لیکن اس کا تعدیہ طاعون کی طرح عام نہیں ہے کہ کئی طور پر اس کے جمیع احکام بعینہ اس پر منطبق کر دیئے جائیں بلکہ ایڈ کا دائرہ تعدیہ بہت محدود ہے۔ یہ عام اختلاط سے نہیں پھیلتا بلکہ خاص اختلاط سے متعلق ہوتا ہے، مثلاً مجامعت سے، خون چھونے یا دوسرے کو خون دینے سے یا ماں سے بچے کی طرف دوران حمل متعلق ہوتا ہے لہذا احکام بھی اسی خاص دائرہ سے متعلق ہوں گے۔

ساتھ ہی یہ بات ذہن نشین رہے کہ عرض مسلم بھی ایک اہم شعبہ دین ہے جس کی رعایت و حفاظت نہایت ضروری ہے، ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "ان من ادسی الربوا الاستطاعۃ فی عرض المسلم بدمی حق" (مشکوٰۃ ۲۰۸) لیکن دوسروں کو نقصان سے بچانا ان کی جان و مال کی حفاظت بھی اشد ضروری ہے۔

لہذا ان دونوں اہم پہلوؤں کو مد نظر رکھتے ہوئے فقہ کے مسلمہ قاعدہ سے مدد لیتے ہوئے "من ابتلی ببلیتین وھما مشاویان

یاخذ بایھما شاء وان اختلفا یختار اھونھما" (الاشیاء ۱۳۵)

محور دوم کے سوالوں کے جواب مندرجہ ذیل ہیں:

جواب ۱۔ جس مریض میں ایڈ کے جراثیم پائے گئے ہیں اس کے لئے ضروری نہیں کہ وہ اپنے اہل خانہ و متعلقین کو اپنے مرض سے مطلع کرے، بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ بغیر ضرورت اپنے عیوب کو کھول کر اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے، حدیث شریف میں آیا ہے "لا یسفی المؤمن ان یدل نفسه" (ابن ماجہ باب التین) کیوں کہ جیسے ہی لوگوں کو اس کے مرض کے متعلق علم ہو گا وہ سو، غم و وہم میں مبتلا ہو کر اس سے متنفر ہو جائیں گے۔ لہذا وہ اپنے عیب و مرض کو ظاہر نہ کرے خصوصاً جب کہ ضرورت بھی مستحاضی



نہیں ہے کہ نہ اطلاع کرنے پر اہل خانہ و متعلقین کو کوئی ضرر پہنچے، کیوں کہ یہ مرض عام اختلاط سے متعلق نہیں ہوتا۔

جواب ۲: اس سلسلہ میں تفصیل کے ساتھ محور سوم میں بحث آ رہی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ڈاکٹر ایک مشیر ہے اور جو بات اس سے کی جاتی ہے وہ اس بات پر شرعاً اور قانوناً امین ہوتا ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "المستشار مؤتمن" (ابو داؤد شریف) اور ارشاد ہے "اذا حدث رجل رجلاً حديثاً فليسمع منه" (الترمذی والرحیب ۱۰۸/۲)۔ لہذا عام حالتوں میں افشاء راز جائز نہ ہوگا ہاں۔ جہاں غیر کو ضرر پہنچنے کا ظن غالب ہو تو اس وقت اجتماع ضررین کی بناء پر اعوان کو لیتے ہوئے افشاء راز کی گنجائش ہے، مگر اس وقت بھی حتی الامکان ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ "سانپ مری جائے اور لاشی نہ ٹوٹے" مثلاً یہ کہے کہ "اس کا رشتہ آپ کے لئے مفید نہ ہوگا" وغیرہ۔

جواب ۳: ایڈز کے مریض کے ساتھ اس کے متعلقین و اہل خانہ کو چاہئے کہ وہ معتمد طبی مشورہ کے مطابق اس سے سلوک کریں، اس کی تیمارداری کرتے رہیں اور علاج و معالجہ کی فکر رکھیں، جہاں تک ہو سکے اس کے ساتھ پہلے جیسا برتاؤ کرتے رہیں کیوں کہ عام اختلاط سے نقصان نہیں پہنچتا، اور ساتھ ساتھ ایک اہم بات یہ ہے کہ اس کے لئے تسلی اور ہمت افزائی کا سامان کرتے رہیں، کیوں کہ اطباء کا کہنا ہے کہ ایڈز کے براہیم اس کے مریض کو اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا کہ زندگی سے مایوسی کا خیال اس کو نقصان پہنچاتا ہے۔

جواب ۴: اگر ایڈز کا مریض مرض متعلق کرنے کے ارادے سے اپنا خون دوسرے کو دیتا ہے اور تیجے کے طور پر سامنے والا شخص مریض ہوتا ہے تو اس ایڈز کے مریض پر شرعاً کوئی ضمان عائد نہ ہوگا، ہاں عاکم وقت اس پر تعزیر کر سکتا ہے، اور یہ ایسا ہی ہوگا جیسے کسی نے دوسرے کو زہر کھانے کے لئے دیا۔ (بدائع الصنائع ۲۰۷/۲)

اور جب متعلق کرنے کے ارادے سے خون دیا اور اس وقت ضمان نہیں آتا تو جب انتقال کا ارادہ ہی نہ ہوگا تو بطریق اولیٰ اس وقت ضمان نہیں آئے گا، اور اس حالت میں تعزیر بھی نہیں کرے گا۔ یوں کہ کوئی برا قصد نہیں تھا، ہاں احتیاط نہ کرنے پر عاکم زہر کر سکتا ہے البتہ مجامعت کا مسئلہ جدا لگانا ہے اس لئے کہ درمیان میں فاعل مختار کا فعل ماعل نہیں، اصل فاعل شوہر ہے لہذا ضمان عائد ہوگا مگر معذرت ہو یعنی مرض کا شکار بیوی ہو تو چوں کہ وہ فاعل نہیں، اس لئے فعل اس کی طرف منسوب نہیں ہوگا، لہذا بیوی پر ضمان عائد نہ ہوگا البتہ تعدی ثابت ہو جائے تو تعزیر ممکن ہے۔

جواب ۵: اگر شوہر کو یہ مرض لاحق ہو گیا تو عورت کو شوہر سے تفریق کے مطالبہ کا حق حاصل ہوگا، کیوں کہ یہ مرض فاسد کر کے جنسی اختلاط ہی سے متعلق ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر وہ عیب اس کے باوجود اس کے ساتھ رہا نہ جاسکتا ہو تو عورت امام محمدؒ کے مسلک کے موافق نکاح رد کر سکتی ہے اور یہی مفتی یہ ہے۔ اسی کو "جدید فقہی مسائل" دوم میں تفصیل سے بیان فرمایا ہے کہ امام محمدؒ کا مسلک اس مسئلہ میں شریعت کی روح و مزاج سے قریب بھی ہے اور مصلحت عامہ کے بھی مطابق ہے، اس لئے بعد کے فقہاء اصناف نے بھی امام محمدؒ ہی کی راہ پر فتویٰ دیا ہے۔ "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے "ان كان الحبل حاداً نالیه حله سه كالملة وان كان حاداً فهو كالحب و به واحد" علامہ ابن نجیم مصریؒ نے لکھا ہے کہ اگر قاضی عیب کی بناء پر رد نکاح کا فیصلہ کر دے تو اس کا فیصلہ نافذ ہوگا۔ ان العاصی لو قضی بوجہ احد الزوجین بعیب بعد قضاء۔

عام طور پر مصنفین نے یہی فعل کیا ہے کہ امام محمدؒ صرف جنون، جذام اور برص کی بیماریوں ہی میں فسخ نکاح کی اجازت دیتے ہیں،



لیکن بعض مصنفین کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام محمدؒ کے ہاں اس مسئلہ میں توسیع ہے، چنانچہ فرالدین زلیعیؒ کہتے ہیں: وقال محمد  
 المرأة اذا كان بالرجل عيب فاحش بحيث لا تطيق المقام معه لانها تعذر عليها الوصول الى حقه المعنى فيه كالجذب والعنة (تبيين الخلفاء ۱۵/۲)  
 اور علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں: خلوه عن كل عيب لا يمكنها المقام معه الا بصبر كالجنون والجذام والبرص شرط لزوم التكاثر حتى يفسخ به  
 التكاثر۔ (برائغ الصالح ۲۲۴/۲)

یوں تو خود امام محمدؒ کے یہاں جذام، جنون اور برص کی بیماریوں کی تخصیص نہیں ہے بلکہ وہ تمام بیماریاں موجب فسخ ہیں جن کی  
 موجودگی میں مرض کے متعدی اور قابل نفرت ہونے کے باعث زوجین کا ایک ساتھ رہنا دشوار ہو جائے۔ اور اگر امام محمدؒ کی رائے ایسی نہ  
 بھی ہو تو بھی مصلحت شرعیہ کے تحت متاخرین کو اس مسئلہ میں توسیع سے کام لینا پڑا، چنانچہ طحاویؒ نقل کرتے ہیں: "والحق بها الفهماني  
 كل عيب لا يمكن المقام معه الا بصبر" (طحاوی ۲۱۳/۲)

اس لئے ہمارے زمانے میں ان تین امراض کے علاوہ دوسرے تمام تکلیف دہ، متعدی اور قابل نفور امراض بھی موجب فسخ ہیں  
 اور عورت ان کی وجہ سے فسخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے، جیسے سوزاک، آتشک وغیرہ۔ البتہ اس حق کا استعمال وہ اس وقت کر سکے گی جب کہ  
 (i) خود عورت اس مرض میں مبتلا نہ ہو۔

(ii) نکاح سے پہلے وہ اس سے باخبر نہ ہو۔

(iii) پھر نکاح کے بعد اس سے مطلع ہو جانے کے باوجود اس نے اپنی رضامندی کا صریح اظہار نہ کیا ہو جیسا کہ نامرد کے مسئلہ میں ہے۔

(iv) یا یہ کہ نکاح کے بعد یہ امراض پیدا ہوئے ہوں۔ (بدیہ فقہی مسائل ۱۳۶/۲)

جواب: ایسی عورت جس کو ایڈز کا مرض ہو اگر وہ حاملہ ہو جائے تو اگر حمل چار ماہ کے اندر اندر ہو (یعنی جب تک جان نہ پڑے) وہاں  
 تک استقاطِ حمل کی گنجائش ہے۔ ورنہ اس تسلی لاسقاطِ حمل اور حجاز لعذر حیث لا یتصور (درالاندہ ۲۸۶/۲) اور قضاویؒ رتبہ میں  
 ہے۔ استقاطِ حمل قبل جان پڑنے سے جائز ہے اگرچہ مصلحت اور جان پڑنے سے عدمِ ام سے اعتدال ہے۔ البتہ یہ کہ  
 قضاویؒ، حیمہ میں ہے کہ اگر حمل، بعد از درجہ میں، دوتا، استقامت کی گنجائش سے طر اعضا، جان جائے اور جان پڑ جائے۔  
 استقاطِ حمل ناجائز و حرام ہے۔ افتاویٰ حیمہ۔ البتہ عورت جب ایڈز کے انتقال سے خوف سے استقاطِ حمل کرنا چاہے تو بچہ  
 میں جان پڑنے سے پہلے اس کی گنجائش ہے اس کے بعد نہیں کیوں نہ حقن دم محض خوف و اندیشہ سے سابقہ نہیں ہوگا۔

اور یہ کہنا کہ یہ مریض بچہ سماج کے لئے خطرہ ہوگا اور حکومت کے لئے بڑا بار ہوگا، کوئی ایسی قوی دلیل نہیں جس کی بناء پر انسانِ دم  
 کی اجازت دی جائے، کیوں کہ یہ سب احتمالات پر مبنی ہیں، سب سے پہلا احتمال مرض کا بچہ تک منتقل ہونے نہ ہونے کا ہے اور اگر ہو  
 بھی گیا تو بھی سماج کو خطرہ سے بچانا ممکن ہے اس لئے کہ یہ مرض خاص اختلاط ہی کے باعث مضر ہوتا ہے اور اگر حکومت پر بار ہونے کی وجہ  
 سے ایک جان کے لینے کی اجازت دے دی جائے تو دنیا بھر کے جتنے مریض و معذور ہیں، ان سب کے خون کو جائز و حلال قرار دینے کو  
 مستلزم ہوگا جس کا کوئی قائل نہیں۔

جواب ۷۔ جو بچہ یا بچی ایڈز کے مرض میں مبتلا ہو اس کو مدارس اور اسکول میں داخلہ سے محروم کرنا جائز نہیں بالخصوص ضروری اور لازمی تعلیم کے لئے۔ کیوں کہ مضریت سمجھنے کا تھین یا غالب گمان نہیں ہے بلکہ صرف ایک احتمال بعید اور موبوم کے درجہ میں ہے۔ ہاں احتیاط کا پہلو ضرور اختیار کیا جائے۔ مثلاً وہاں کے اساتذہ منظمین وغیرہ کو مطلع کر دیا جائے تاکہ وہ اس کو اپنی نگرانی میں رکھیں اور اگر اس کی تعلیم کا کوئی خاص اور الگ نظم ہو سکتا ہو تو اس وقت اس کو اختیار کرنا احتیاط ہوگا۔

جواب ۸۔ جب بچہ یا بچی ایڈز کے مرض میں گرفتار ہو جائے تو اس کے والدین، اہل خانہ اور سماج کی ذمہ داری ہے کہ سب سے پہلے اس کے علاج و معالجہ کی فکر کریں۔ ساتھ ساتھ ہر احتیاطی ترکیبیں اختیار کریں، اور باقی طبی مشوروں کے مطابق عمل کریں۔

جواب ۹۔ فقہاء کی عبارتوں (ابن ابراہیم ۲/۲۲، فتح الباری ۲/۱۵۵، غایۃ ۱/۱۵۵، فتاویٰ رحیمیہ ۲/۲۵۸) کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر مرض ایسا ہو کہ ہلاکت کا خوف غالب ہو اور مرض میں استمرار بھی ہو یعنی اسی مرض میں بغیر شفا حاصل ہونے مر جائے تو اس پر مرض الموت کے احکام جاری ہوں گے۔ لہذا جب ایڈز کے مریض میں یہ دونوں باتیں ہیں تو اس پر مرض الموت کے احکام جاری ہوں گے۔ ہاں اگر کوئی دوا سے یا قدرتی طور پر ایڈز کا مرض بڑھنے سے رک جائے یا روک دیا جائے تو پھر اس وقت اس پر صحت کے احکام جاری ہو جائیں گے اور اس وقت یہ مطلق وغیرہ کی طرح ہوگا۔ وَالسُّدُودُ الْمَطْلُوعُ الَّذِي لَا يَزِيدُ إِلَّا فِي مَرَضِهِ كُلُّ يَوْمٍ فَهُوَ كَالْمَصْحُوحِ۔

(غانیہ علی المالکیہ ۱/۵۵۵)

اس سے یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ اگر زمانہ قریب میں جب اس کا کوئی کامیاب علاج مل جائے جس میں حصول صحت غالب ہو تو اس وقت یہ مرض الموت کی فہرست سے خارج ہو جائے گا۔ نیز جب یہ ناقابل علاج مرحلہ پر پہنچ جائے مگر پھر دوا وغیرہ سے اس کی برصورتی رک گئی جب بھی یہ مرض الموت کی فہرست سے خارج ہو جائے گا۔ فَبِمَا مَلَ فِي سَلَّةِ السُّدُودِ الْمَطْلُوعِ۔

جواب ۱۰۔ حکومت کی طرف سے جو پابندیاں لگتی ہیں اس کی پابندی کرنا اور ان کی رعایت رکھنا ضروری ہے بشرطیکہ وہ شریعت سے نہ ٹکرائے۔ ورنہ بمقتضاء حدیث "لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي عَصِيَةِ الْخَالِقِ" ان پابندیوں کا ترک ایک حد تک لازم ہوگا۔ لہذا طاعون کے وقت حکم شریعی کیا ہے اس کا معلوم کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "فَاذْهَبْ بِنَاظِرٍ وَلَا تَدْخُلُوا عَلَيْهِمْ وَادَّادَ خَلْقًا عَلَيْهِمْ فَلَا تَخْرُجُوا مِنْهَا فَرَارًا" (مسلم ۲/۱۲۸)

یعنی جب وہاں کسی شہر میں وقع ہو اور تم اس میں رہائش پذیر ہوں تو وہاں سے نہ نکلنا اور اگر یہ کسی شہر میں پہلے سے موجود ہو تو اس میں داخل نہ ہو، باہر نہ نکلنے سے مراد آپ کی یہ تھی کہ جب تم اس شہر میں ہو تو باہر نہ جاؤ، گویا تم یہ سمجھتے ہو کہ اللہ کی تقدیر سے قرار اختیار کرنا تمہیں اللہ سے نجات دے گا اور آپ کا یہ فرمان کہ جب یہ وہاں کسی شہر میں ہو تو وہاں داخل نہ ہونا، مطلب یہ ہے کہ وہاں تم ٹھہرے ہو یعنی جہاں طاعون نہیں ہے وہ جگہ تمہارے قلوب کے لئے زیادہ اطمینان بخش اور تمہارے رہنے کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ (الامام ۲/۹۹)

لہذا معلوم ہوا کہ یہ حکم ارشادی ہے نہ کہ تشریعی، نیز یہ حکم کسی عارض پر موقوف ہے، لہذا جب حکومت کی طرف سے کسی مصلحت کے پیش نظر آمد و رفت کی پابندی ہو تو اس کی رعایت ضروری ہوگی، خصوصاً جب کہ امرائے کرام نے اس میں ختم کا اندیشہ ہو۔

جواب ۱۱۔ مذکورہ تفصیل سے معلوم ہو چکا کہ روایت میں ممانعت نفس الامری نہیں ہے بلکہ بقصد فرار ہے، لہذا جہاں فرار کا قصد نہ ہوگا وہاں غروج کی اجازت ہوگی، اسی طرح دخول کی ممانعت طہائیت قلب کے واسطے ہے اور ظاہر ہے کہ اگر اولاد طاعون زدہ علاقہ میں ہوں اور وہ خود باہر ہو تو کیوں کر اس کو طہائیت حاصل ہوگی، خلاصہ یہ ہے کہ عارض جب نہ ہو جب دخول و غروج دونوں کی اجازت ہوگی۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ وَعَلَيْهِ اَنِمُّوا وَاحْكُمُوْا۔



# طبی اخلاقیات

فقہ اسلامی کی روشنی میں

مولانا اہللاق الرحمن قاسمی  
دارالعلوم سیدہ خواجہ ایم۔ پی

اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں انسانوں کو راہ ضلال سے بچانے کی خاطر انبیاء علیہ السلام کو مبعوث فرمایا جو صرف انسان ہی نہیں بلکہ کامل انسان ہوتے ہیں جو روحانی اعتبار سے انسانوں کے کئی کی اصطلاح کرتے ہیں۔ اسی طرح جسمانی اصطلاح کے لئے ہر زمانہ میں اللہ مابہر اور حاذق اطباء اور حکماء کو پیدا کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ انسان کی اخلاقی تربیت کے لئے کامل انسان کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی طرح جسمانی اصطلاح کے لئے کامل و حاذق ہی حکیم ڈاکٹرس اطباء ضروری ہیں۔ کیوں کہ ہر ایک سے مقصود انسان کو فاسد، دوس سے بچانا ہے اور یہ اس فن کا کامل ہی کر سکتا ہے۔ ورنہ تو نوکی لکڑی نوے کا خرچہ اور نفع سے زیادہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ جیسا کہ تجربات و مشاہدات بتاتے ہیں۔ اب ذیل میں تفصیل ملاحظہ کیجئے۔

## ۱۔ غیر قانونی اور نیم ڈاکٹر کا شرعی حکم

شروع زمانہ میں جب حدیث شریف کی روایت کثرت سے ہونے لگی تو بہت سے نام نہاد اس فن کے سر اٹھانے لگے جن کو وضاحتیں حدیث کما جاتا ہے۔ ان پر روک لگانے کے لئے سند وغیرہ سے روایت کے بیان کرنے کا کثرت سے اہتمام کیا جانے لگا۔ جس سے یہ سلسلہ رک گیا۔ اسی طرح موجودہ زمانہ میں جب امراض میں کثرت ہونے لگی۔ اب بہت سے کم پڑے لکھے جو یوں ہی نکلے جھٹے ہوتے تھے دوائیوں کی کتاب پڑ کر ڈاکٹری کا پیشہ شروع کر دیا۔ بیچاری عوام بھی کم صرفنے کی وجہ سے ان سے رجوع کرنے لگی۔ جس کے نتیجے میں بہت سے نفوس جاں بحق ہو گئے۔ تو سرکار نے لائسنس اور اجازت نامہ اس کے لئے ضروری قرار دیا۔ یا اس کو ڈگری کہ لیا جائے تاکہ نفوس بچا تلف نہ ہوں۔

اگر ایک شخص کسی مرض کا قانوناً علاج کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ ذاتی مطالعہ اور تجربہ کی بنا پر دواؤں اور امراض کے بارے میں واقفیت رکھتا ہے۔ اس شخص نے کسی مریض کے کہنے پر اس کا علاج کیا ہے تو شرعاً اس کا علاج کرنا جائز ہے۔ گو قانوناً مستحق سزا ہے کیوں کہ اصول یہ ہے کہ ”الضرور یوز“ ضرر کو زائل اور ختم کیا جائے، اس نے حق الوسع اس طالب کے ضرر کو ختم کرنے میں ہاتھ بٹایا ہے اور اس سے مریض کو فائدہ بھی ہو جاتا ہے۔ اور ان دنوں تو دیہاتوں میں انٹر۔ آئی۔ اے۔ پی۔ اے کے تعلیم یافتہ حضرات جو کسی ملازمت سے وابستہ نہیں ہیں۔ اسی کے ذریعہ اپنا مسئلہ حل کرتے ہیں اور دیہات کے لوگوں کو اس سے بری سولتیں ہو گئی ہیں۔ اور چھوٹے مرض میں

ان ہی ڈاکٹروں سے رجوع کر لیتے ہیں۔ اس لئے چھوٹے امراض کا اگر یہ لوگ دوا دارد کرتے ہیں تو یہی سیر و سولت پر مبنی ہونے کی وجہ سے شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ بلکہ عین منشاء شریعت ہے۔ گو قانوناً مجرم ہے کیوں کہ ان امراض صغیرہ کے دوا کی تجویز میں بھی ان سے کبھی غلطی ہو جاتی ہے۔ جو ان کے لئے وبال جان بن جاتی ہے۔ خود حکومت نے ہر ایک کے منافع کو باقی رکھتے ہوئے تجویز پاس کیا ہے۔ لیکھ۔ اس ایک دو مرتبہ میں غلطی واقع ہونے کی وجہ سے اصول شرع ”لا یمتن حکم العکس“ کے تحت شرعاً اس کا عمل ناجائز نہ ہونا چاہئے۔



صاحب قدوری فرماتے ہیں:

”اور جو شی اجیر کے عمل کے نتیجے میں ضائع اور تلف ہو جائے ضمان کو ثابت نہیں کرتا۔ مثلاً کسی نے ہانڈی بنانے یعنی درست کرنے کو دیا اس دوران درنگی ہانڈی میں کسر واقع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کپڑا دھونے کے لئے دیتا ہے اس کے زیادہ نچوڑنے وغیرہ کے ذریعہ پھٹ جاتا ہے۔ واضح ہو کہ ضمان تلف ہونے کی صورت میں نہ ہونا اس وقت ہے جب کہ یہ عمل متعارف ہو۔“ (قدوری ج ۱، ص ۱۱۱)

اس سوال کا دوسرا اہم پہلو یہ بھی ہے کہ اگر ایسے ڈاکٹر کے علاج سے مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچا یا اس کا انتقال ہو گیا تو اس پر ضمان یا تادان لازم ہوگا یا نہیں؟ اس امر کی وضاحت سے قبل ڈاکٹر کی پیشہ مشرعا کیا حیثیت رکھتا ہے؟ اس کی وضاحت ملاحظہ ہو۔ ڈاکٹر حضرات اجیر مشترک ہیں۔ اجیر مشترک کی فقہاء نے جو تعریف کی ہے وہ ذیل میں نقل کی جاتی ہے:

قدوری میں ہے:

”اجیر کی دو قسم ہے۔ اجیر مشترک اور اجیر خاص۔ اجیر مشترک عمل سے قبل اجرت کا مستحق نہیں ہوتا ہے۔ مثلاً قصار اور صباغ ہیں۔ اس لئے کہ اجیر مشترک جو عمل بھی کرتا ہے وہ مستاجر وغیرہ ہر ایک کے لئے کرتا ہے لہذا یہ مستاجر کے عمل کے ساتھ مختص نہیں ہے اور خیاط اور مبالغہ نگار بھی اسی اجیر مشترک کی فہرست میں شمار ہوں گے۔“ (قدوری ج ۱، ص ۱۱۱، رد ۱۱۲/۲)

اور اس وقت ڈاکٹر وغیرہ بھی اجیر مشترک ہی کی فہرست میں آتے ہیں۔ لہذا اجیر مشترک سے اگر مثل علاج اور ہلاک ہو جائے تو کیا اجیر مشترک پر ضمان و تادان نہ ہوگا یا نہیں۔ مسئلے کی جو نئی صورت بنے گی اسی کے مطابق مریض کے لئے غیر معمولی ضرر پہنچنے کی صورت میں ڈاکٹر پر اسی طرح کا حکم نافذ کیا جائے گا۔ اس لئے اب ہم ذیل میں اجیر مشترک پر تادان ہونے نہ ہونے کی صورت بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد زیر بحث سوال کا حل خود بخود سامنے آ جائے گا۔

”مسلمان چوں کہ اجیر کے قبضے میں امانت ہے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کیوں کہ قبضہ کا حصول صاحب مسلمان اور مستاجر کی اجازت سے ہوا۔ اس لئے کسی چیز کا ضمان نہیں ہوگا۔ یہی حضرت امام زفرؒ بھی کہتے ہیں حضرات صاحبین فرماتے ہیں ضمان ہلاک کی صورت میں ہوگا۔ احتیاطاً لوگوں کے اموال کی حفاظت کے لئے کیوں کہ جب اجیر حضرات ان باتوں کو جان لیں گے کہ (ہلاک ہونے کی صورت میں ضمان لازم ہوگا) تو وہ مسلمان کی حفاظت میں کوئی کمی نہ کریں گے اور پوری کوشش صرف کر دیں گے۔ حضرات متاخرین کے نزدیک فتویٰ ایسی صورت میں نصف ضمان کے صلح پر ہے اور حضرت فقیر ابولیت کے نزدیک فتویٰ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے قول پر ہے۔“

(حوالہ سابق ۱۱۸/۲)

مذکورہ عبادت سے معلوم ہوا کہ اجیر کے عمل سے مستاجر کا مسلمان ضائع ہو جاتا ہے تو اس بارے میں فقہاء کے چند اقوال سامنے آئے۔ جن میں دو صورتوں میں ہر صورت ضمان ہے۔ اگرچہ دونوں صورتوں میں قدرے فرق ہے۔ راقم عرض کرتا ہے کہ ان دونوں غیر قانونی اور تیم ڈاکٹر سے علاج کے نتیجے اگر غیر معمولی ضرر مریض کو پہنچتا ہے تو انسان جان کی ضیاع کی وجہ سے حضرات متاخرین کے فتویٰ پر عمل ہونا ہی چاہئے تاکہ ڈاکٹر کا بھی ناسا نقصان نہ ہو۔ لیکن یہ حکم میں وہاں سمجھتا ہوں جہاں ایسا عمل کم پایا جاتا ہے اور اگر کسی مقام پر



## ۱۔ بلا اجازت آپریشن

فقہ کا ایک بہت بڑا حصہ معاملہ میں تنگی کے واقع ہونے کے وقت توسیع پیدا کرنا اور سہولت کی راہ اختیار کرنا ہے۔ ارشاد باری ہے: **يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ** اور قاعدہ فقہیہ ہے: **"الاعراض اذا ضاقت انسح"** لا يكلف الله نفسا الا وسعها۔ یہ بات مسلم ہے کہ معاملات وغیرہ میں اذن کی بڑی اہمیت ہوتی ہے لیکن جب اذن کے تمام دروازے ہی مسدود ہو چکے ہوں۔ اس وقت انصوص و قواعد سے اجراء احکام کا ثبوت ملتا ہے۔ اس قسم کے بعد ہم ذیل میں آنے والے سوال کے جواب میں یہ جواب دیں گے کہ ضمان اور تاوان نہ ہوگا۔

محور دوم

### ۱۔ ۲۔ ۳۔ ایڈز کا مریض اور ڈاکٹر کی ذمہ داری

یہاں تین باتیں ہیں ایڈز کا مریض اپنے مرض کا اظہار کرے یا نہیں جب کہ کرنے کی صورت ان کی نگاہ میں اچھوت اور حقیر بن کر رہ جائے گا۔

دوسرا نمبر یہ ہے کہ کیا ڈاکٹر مریض کے منع کرنے کے باوجود اس کے اہل خانہ کو اطلاع کر سکتا ہے کہ نہیں۔ جب کہ ہر دو صورت

میں عدم اطلاع کی صورت میں یہ مرض اختلاط کے نتیجے میں ان میں می بھیل جانے کا غالب گمان ہے۔ تیسری اور آخری بات یہ ہے کہ جس طرح طاعون مسلک مرض ہے اسی طرح یہ بھی۔ تو کیا طاعون کی طرح اس سے اسالیب وقایہ اور بچنے کے طریقے اختیار کئے جائیں گے یا نہیں۔ سوال تینوں سوالوں کا مشترکہ جواب یہ ہے کہ اول الذکر دو صورتوں میں عدم اطلاع کی صورت میں تمام افراد میں یہ مرض منتقل ہونے کا شدید خطرہ ہے۔ خصوصاً اہل خانہ اور متعلقین میں۔

اور آخر الذکر صورت بھی طاعون بلکہ اس سے اشد ہے جس سے احتیاط ضروری ہے اور عدم اختلاط لازم ہے۔ قاعدہ شرعیہ ہے: **"الضرر يزال"** کے ضرر کو ضرر سے بچنے کی خاطر زائل کیا جائے گا۔ لہذا مذکورہ دو صورت میں خود مریض اسی طرح ڈاکٹر اہل خانہ کو اس کے مرض سے اطلاع کرے۔ ساتھ ہی طاعون وغیرہ کی طرح اس سے بھی بچنے کی راہ اختیار کر لے۔ واضح رہے کہ شرعیات اسلامیہ میں انسانی ضروریات کے لئے جن چیزوں کی رعایت ضروری پڑتی ہے وہ تین حصوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ ضرورت، حاجت، تمکینات۔

اور ان تینوں چیزوں کو بنیاد بنا کر فقہاء نے بہت سارے مبادی عامہ اور قواعد عامہ مستنبط فرمایا ہے اور پھر اس سے بہت سارے مسائل متفرع کئے ہیں جو اہل نظر و فکر سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ان مبادی اور قواعد عامہ میں سے وہ قاعدہ بھی ہے جو ابھی گزرا۔ اور جن سے مسائل شیعہ کا مل پیش کیا گیا ہے۔ جو اسی قاعدہ سے متفرع ہوتے ہیں۔ جیسا کہ صاحب وجیز نے اس قاعدہ کے تحت ایک بات یہ بھی ذکر کی ہے جو جواباً عرض کی گئی ہے۔

صاحب وجیز فرماتے ہیں:

(ضرر کو زائل کیا جائے گا) اس اصول پر درج ذیل مسائل متفرع کئے جاتے ہیں۔

(۱) حق شفعہ کا ثبوت صاحب حق کے لئے (۲) تلف کی صورت میں ضمان کا وجوب (۳) عیب کی صورت میں بیع کو لوٹانے کا

اختیار (۴) اور وبائی امراض کے وقت اسالیب وقایہ طبعیہ کا اختیار کرنا اور ڈاکٹر کے بتائے نسخہ پر عمل پیرا ہونا وغیرہ۔ (الوجہ فی اصول الفقہ ۲۸۳)



باقی یہ شبہ اور یہ گمان کہ مریض یا ڈاکٹر مرض کی اطلاع اہل خانہ کو کر دیں گے تو ایسی صورت میں وہ گھر اور سراج میں اچھوت بن رہ جائے گا۔ شریعت ایسی چیزوں کے وہم و گمان اور لوگوں کے ایسا سمجھنے کا اور اس جاہلانہ تصور کا اعتبار نہیں کرتی ہے۔ لہذا مریض کو ڈاکٹر کو بتلانا ضروری ہوگا اور وہ اپنی امراض سے بچنے کی بھرپور تدبیر اختیار کی جائے گی۔

### ۳۔ ایڈز کے مریض کا عدم اجتناب

ایڈز کا مرض اور اس کی نوعیت کوئی ذہنی چھپی چیز نہیں ہے اور اس کے متعدی اور زود اثر ہونے سے بھی کوئی ناواقف نہیں ہے لہذا اگر ایڈز کے مرض میں مبتلا شخص اس کی تمام تر جستوں سے آشنا ہونے کے باوجود اپنے مرض کو منتقل ہونے کی غرض سے کوئی کام کرتا ہے۔ مثلاً بیوی سے جماع کر لیتا ہے یا اپنا خون جو ہر اشیاء سے آلودہ ہو چکا ہے کسی ضرورت مند مریض کو پیش کرتا ہے۔ جس کے نتیجے میں

بیوی کو جماع اور خون کے ضرورت مند کو خون دینے کے نتیجے میں ایڈز کا مرض لاحق ہو جاتا ہے تو یہ شریعت کی نگاہ میں گنہگار اور مجرم عقابت ہوگا۔ کیوں کہ ضرر کے زائل کرنے کا حکم جہاں مریض کے علاوہ لوگوں سے وابستہ ہے مریض کے ساتھ یہ حکم اور زیادہ ہی ہو جاتا ہے کیوں کہ "الضرر بڑا" عام ہے لہذا ایڈز کا یہ مریض دانستہ طور پر اس نے جو عمل کیا ہے یقیناً "انہم هم المفسدون ولكن لا يشعرون" کی فہرست میں آئے گا۔

اسی طرح اس نے ضرورت مند مریض کو خون دے کر ایک حد تک ضرورت کو پوری کیا ہے لیکن چوں کہ اس ضرر خاص کے دفع کرنے میں تعدی کی جو صورت پیدا ہو جاتی ہے یہ ضرر عام کو دعوت دیتی ہے اور قاعدہ شرعیہ ہے۔ "يدفع الضرر العام يتحمل الضرر الخاص" ضرر عام کو دفع کیا جائے گا اور ضرر خاص کو گوارہ کر لیا جائے گا۔ (الوجہ ص ۲۸۳)

اور شرعاً گنہگار اور قانوناً مجرم ہر صورت میں ہوگا خواہ اس عمل کے وقت تعدی کا ارادہ کیا ہو یا نہیں؟ کیوں کہ اس کی حقیقت سے تو یہ واقف تھا ہی اس کے باوجود کرنا اس کے مقصد ہونے کو بتلاتا ہے اور مقصد گنہگار ہوتا ہے اور قابل سزا۔

### ۵۔ ایڈز میں گرفتار شوہر کی زوجہ کو حق فسخ

اگر کسی مسلمان خاتون کا شوہر ایڈز کے مرض میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایڈز کے کسی مریض نے اپنا مرض چھپا کر کسی عورت سے نکاح کر لیا۔ تو ان دونوں صورتوں میں عورت کو فسخ نکاح کا مطالبہ کرنے کا حق ہے کیوں کہ اس صورت میں عورت حرج و تکلی سے اپنے کو نجات دلا سکتی ہے جو شریعت کے تقاضے کے عین مطابق ہے۔

قاعدہ شرعیہ ہے "المنفعة تحلب النسيء" (منفعت کی بنیاد پر سیر و سولت کا وسیع باب کھل جاتا ہے)۔ اس اصول کی فرع میں سے رخصت کی مشروعیت، اسی طرح عورت کو فسخ نکاح کا اختیار ہوتا ہے جب کہ عورت شوہر میں کوئی عیب پائے جس سے عقد نکاح کے وقت نا آشنا تھی۔ (الوجہ ص ۲۸۵) اور ایڈز کی صورت تو اس میں بدرجہ اولیٰ داخل ہو جائے گی کیوں کہ یہ عیب میں نہیں بلکہ ام العیب ہے۔

### ۶۔ مریضہ ایڈز کا حمل

اگر کسی خاتون کو ایڈز کا مرض لاحق ہو جاتا ہے اور اسے حمل بھی قرار پا گیا ہے اور یہ امر بھی مسلم ہے کہ ایڈز کا مرض تیزی سے پھیلتا ہے۔ اس لئے دوران حمل اور دوران ولادت اور دوران رضاعت بچے کی طرف منتقل ہونے کا پورا خطرہ ہے۔ لیکن اس خطرہ شعیبہ کے

باوجود حمل نہیں اگر روح اور جان پرگنی ہے تو عودت کو حمل ساقط کرنے کا حق نہ ہوگا۔ کیوں کہ جان اور نفس انسانی کی حفاظت مذکورہ صورت حال سے زیادہ اہم ہے۔ اس لئے قاعدہ شرعیہ ”الامہ فامہ“ کو سامنے رکھتے ہوئے ہم کہہ لیں گے کہ اس انتقال مرض کے خطرہ سے بچنے کے مقابلے میں جان کی حفاظت اس سے اہم ہے۔ لہذا اس صورت میں اسقاط حمل کی اجازت نہ ہوگی۔ ہاں اگر روح حمل میں نہ رہی ہو اس صورت میں اسقاط حمل کی گنجائش ملتی ہے اور حکومت اور شوہر اسقاط پر جبر بھی اول صورت کی بنا پر کر سکتے ہیں۔ دوسری شکل میں ”واد“ کے مرادف سمجھے جائیں گے۔

#### ۷۔ ایڈز کے مریض بچے اور بچیوں کی تعلیم

واضح رہے کہ جو بچے اور بچیاں ایڈز کے مرض میں گرفتار ہو چکے ہیں تو ایسے بچے اور بچیوں کو اسکولوں میں مدارس میں داخلے سے محروم کیا جائے یا یہ کہ محروم نہ کیا جائے۔ اس وقت ہمارے سامنے دو باتیں ہیں۔ ایک تو تعلیم جو انسانی زندگی کے لئے مائتد ریضہ کی ہڈی کے ہے۔ دوسری بات ایڈز کا خطرناک پسلسو سامنے ہے۔ ساتھ ہی مدارس اور اسکولوں میں موجودہ دور جنسی بے راہروی میں اکثر طبقہ گرفتار ہیں جو ایڈز کے مرض کو فروغ دینے میں برق رفتاری کا رول ادا کرے گا۔ وہ ہمیں مسلسل۔ اس لئے مذکورہ اور موجودہ صورت حال کے پیش نظر ایسے بچوں اور بچیوں کا تعلیمی ادارے میں داخلے کرنا اور کروانا ایسے مرض کو ہوا دینے میں بے مثال کردار ادا کرتا ہے۔ جو شرعی نقطہ نظر سے کبھی بھی لائق تحسین نہیں ہو سکتا البتہ عند الشرع مذموم و معتبور ضرور ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ شرعی قاعدہ ہے۔

درء المفاسد اولیٰ من جلب المنفعة۔ ”مفاسد کو دفع کرنا حصول منفع سے بہتر ہے“ اور پھر یہ کہ تعلیمی سرطے اسکول اور مدارس ہی میں داخل ہو کر طے کئے جائیں یہ کیا ضروری ہے۔ ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ والدین، بھائی، بہن یا قریبی رشتے دار ہوں جو اہل علم ہوں وہ انھیں تعلیم دیں یا کوئی معلم ان بچوں کے لئے ہی خاص طور پر رکھ لیا جائے وغیرہ۔

غرض کہ ایڈز کا یہ مرض جو اپنے ذہریلے اثرات کے پھیلانے میں برق رفتاری سے بھی سریع رفتار ہے ایسے مرض میں مبتلا بچے بالکل کسی تعلیمی ادارے میں داخل نہ کئے جائیں۔

#### ۸۔ مریض ایڈز کے ساتھ اہل خانہ اور سماج کا کردار

جو ایڈز کے مرض میں گرفتار ہو چکے ہیں۔ ان کے ساتھ اہل خانہ اخلاقی پسلو کے ماسوا جس طرح رہا کرتے تھے رہا کریں اور ہر اس طریقہ سے اجتناب کریں جس کے نتیجے میں یہ مرض متعدی ہوتا ہے اور مریض کو بالکل حیر بھی نہ سمجھا جائے بلکہ قدرت کا ایک فیصلہ سمجھا جائے۔ ممکن ہو اس کو اللہ تعالیٰ گناہ کا کفارہ بنادے۔ اس لئے سماج اور معاشرہ کے لوگ بھی وہ طریقہ اختیار کریں جو وہ اور لوگوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ یعنی اخوت، باہمی، حسن سلوک وغیرہ اور ان سے وہ طریقہ اختیار کرنے میں بچتے رہیں جو مرض کے متعدی ہونے کا سبب بنے کیوں کہ قاعدہ شرعیہ ہے۔ ”الضرر يزال“ لہذا اس پر عمل ضروری ہے۔

#### ۹۔ ایڈز، کینسر وغیرہ کیا مرض الوفا ت ہیں؟

”ایڈز“ کا مریض اپنی نوعیت کے اعتبار سے جداگانہ ہے لہذا اس پر مرض الوفا ت کے احکام جاری نہ کئے جائیں گے۔ کیوں کہ اس میں یہ احتمال قوی نہیں ہے کہ وہ اسی مرض کے نتیجے میں مرض رخصت ہو جائے گا اور یہاں پر یہ قرینہ غالب نہیں ہے کہ یہ مرض ہی اس



کے لئے۔ اس صیت ہے۔ جب کہ مرض الوفا میں ضروری ہوگا کہ قریب غالب ہو کہ یہ مرض صیت ہو۔ لہذا ایذا میں مبتلا مریض پر، مرض الوفا کا حکم جاری نہیں کیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح "کینسر" اگرچہ یہ لاعلاج مرض ہے مگر ایسا بھی نہیں کہ آدمی اسی کا ہو کر مر جائے۔

باقی "طاعون" کی صورت رہ جاتی ہے تو چوں کہ یہ وبا جس کے ساتھ بھی لاحق ہوتا ہے اکثر ان میں اسی کے تدر ہو جاتے ہیں لہذا جو اس وبا کے نتیجے میں اس دارفانی سے رخصت ہو جاتے ہیں ان کا عمل وصیت وغیرہ کے سلسلے میں ایسا ہی ہے جیسا کہ مرض الوفا کے مریض کا ہوتا ہے۔ صرف نفس طاعون پر مرض الوفا کا حکم جاری نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ بہت سارے افراد باوجود اس کے بچ بچا جاتے ہیں تو پھر ان کے لئے مرض الوفا کا حکم کیوں کر نافذ ہوگا۔ ہاں جس کے بارے میں یقین یا غالب گمان ہو جائے کہ وہ اسی کی تدر ہو کر رہ جائے گا تو اس پر مرض الوفا کے احکام جاری کئے جائیں گے اور ہں۔

### ۱۰۔ متاثرہ علاقہ میں آمدورفت

طاعون سے متاثر علاقے میں نہ باہر سے آنے والے داخل ہوں اور نہ ہی اندر سے کوئی باہر جائیں۔ باقی ضرورت کی صورت اس سے مستثنیٰ ہے۔

حدیث کے الفاظ میں "لا تخرجوا افراداً منہ آیا ہے" اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص موت سے فرار کے لئے نہیں بلکہ اپنی کسی دوسری ضرورت سے دوسری جگہ چلا جائے تو وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کا عقیدہ اپنی جگہ پختہ ہو کہ یہاں سے دوسری جگہ چلا جانا تجھے موت سے نجات نہیں دے سکتا۔ اگر میرا وقت آگیا ہے تو جہاں جاؤں گا موت لازمی ہے اور وقت نہیں آیا ہے تو یہاں رہنے سے بھی موت نہیں آئے گی۔ یہ عقیدہ پختہ رکھتے ہوئے محض آب و ہوا کی تبدیلی کے لئے بھی چلا جائے تو وہ بھی ممانعت سے مستثنیٰ ہے۔

اسی طرح کوئی آدمی کسی ضرورت سے اس جگہ میں داخل ہو جہاں وبا پھیلی ہوئی ہے اور عقیدہ اس کا پختہ ہو کہ یہاں آنے سے موت نہیں آئے گی اگر مقدم میں نہ ہوگی وہ اللہ کی مشیت کے تابع ہے۔

محور سوم

### جواب ہر پچ سوالات (۱-۵)

ڈاکٹر کی حیثیت راہی کی ہے۔ اس لئے لوگوں کو ضرر سے بچانے کے لئے جو بھی طریقے ماقبل میں ذکر کئے گئے ہیں اس کا اپنانا اور اس کو دفع کرنا ضروری ہے۔ کیوں کہ اگر ضرر مریض خاص لوگوں میں محدود ہے تو بھی ڈاکٹر کو قاعدہ شرعیہ "الضرر یزال" کے تحت افشاء کرنا ضروری ہے۔ لہذا ڈاکٹر اگر مریض کے عیب کو دوسرے فریق کے سامنے ظاہر کر دیتا ہے تو غیبت میں داخل نہ ہوگا۔

حق کو ادا کیا ہے۔ فریق کے معلومات کرنے پر تو بتانے کی ذمہ داری اور برہ جاتی ہے۔

حضرت امام غزالی اربعین میں فرماتے ہیں کہ:

"اگر کوئی شخص کسی سے نکاح یا غریہ و فروخت کا معاملہ کرتا ہے اور تم کو معلوم ہوا کہ اس معاملہ میں ناواقفیت کی وجہ سے اس کا نقصان ہے تو اس نقصان سے بچانے کے لئے اس کا حال بیان کر دینا بھی جائز ہے۔ اسی طرح قاضی کی عدالت میں کسی گواہ کا کوئی عیب اس



نیت سے ظاہر کرنا کہ صاحب حق کو اس مقدمہ میں میرے خاموش رہنے سے نقصان نہ پہنچے جائز ہے۔ البتہ صرف اس شخص سے نہ کرنا جائز ہے جس کے نقصان کا اندیشہ ہو۔ یا جس پر فیصلہ اور حکم کا مدار ہو۔ (زررشہ مسی بہ تبلیغ دین ص ۸۰ نسبت کا بیان)

اور اگر ایسا ضرر ہے کہ یہ ضرر خود مریض سے بھی ہے اور عام لوگوں سے بھی وابستہ ہے یعنی ڈاکٹر اگر افشاء راز کرتا ہے تو خود مریض کی ملازمت وغیرہ کے ترک کا ضرر ہے لیکن عدم افشاء کی صورت میں کثیر انسانی کی جان ہلاکت کے نذر ہو جانے کا پورا پورا خطرہ ہے تو ایسی صورت میں بھی ڈاکٹر کو متعلقہ محکمہ کو اطلاع کر دینا ضروری ہے ورنہ عند الشرع قابل گرفت ہوگا۔ کیوں کہ قاعدہ فقہیہ ہے۔ بدفع الضرر العام یتحمل الضرر الخاص (ضرر عام کو دفع کیا جائے گا اور ضرر خاص کو گوارا کر لیا جائے گا)

(۶) سو یہ صورت اگر ہندوستان اور اس جیسے ممالک سے متعلق ہے تو ڈاکٹر چشم پوشی سے کام لے اور آئندہ ایسی حرکت سے باز آنے کے بارے میں وعدہ صحیح کروائے اور معصوم بچہ کے بارے میں بغیر تفصیل کے محکمہ میں اس کی اطلاع کر دے مثلاً ڈاکٹر محکمہ میں یہ کہے کہ ابھی ابھی فلان جگہ سے آلے والے حضرات نے فلان چوراہے کے متعلق بتایا کہ اس جگہ ایک زندہ بچہ ہے جس کے والدین کا کچھ پتہ نہیں ہے آپ اپنے محکمہ کے ذریعے اس کی تحقیق و تفتیش کیجئے۔ اس تدبیر سے دونوں کام ہو جائے گا۔

لیکن اگر اسلامی حکومت ہے تو ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ متعلقہ محکمہ میں اس کی اطلاع کر دے تاکہ اس کے متعلق حکم شرع نافذ کیا جاسکے اور اس سے ابھرنے والے فتنے جو اس قسم کے ہیں دب جائیں گے اور اسلامی طرز پر لوگ زندگی گزاریں گے۔ اس لئے یہاں چشم پوشی درست نہیں ہے۔

### (۷) شراب کا دوا استعمال

”الاشباه والنظائر“ میں علامہ سیوطی نے اسی طرح علامہ ابن نجیم نے بھی اسباب تخفیف میں سے ایک سبب سبب ترخیص ذکر فرمایا ہے۔ مثلاً شراب کا پینا لقمہ ادا کرنے کے لئے اور نجاست کا کھانا دوانی کے لئے (الاشباه والنظائر ص ۸۰) الاشباہ والنظائر میں جو ابن نجیم کی ہے۔ اس کو المصنف تجلب التیسر کے تحت بیان فرمایا ہے۔

لذا شراب کی عادت کو چھوڑنے کی خاطر اگر دوا مصلی والی دوانی میں اس کی آمیزش کر کے مریض کو استعمال کرایا جائے تو یہ جائز ہوگا تاکہ ہمیشہ کے لئے یہ مصیبت ختم ہو جائے۔

(۸) اس جیسے سوالات کے جواب ماقبل میں ذکر کر دیئے گئے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ ضرر عام کو دفع کیا جائے گا اور ضرر خاص کو نظر انداز اور گوارا کر لیا جائے گا۔ قاعدہ شرعیہ ہے بدفع اشد الضرر ینتقل اخطارہ۔ بدفع الضرر العام یتحمل الضرر الخاص۔ لہذا ڈاکٹر کے ذمہ لازم ہے کہ متعلقہ محکمہ میں اس کی اطلاع کر دے تاکہ عام لوگ ضرر سے محفوظ ہو جائیں۔ ہاں اگر ترک فیصلہ کر لیتا ہے تو پھر ڈاکٹر ایسی صورت میں رازداری سے کام لے گا۔

(۹) اس سوال کا جواب بھی تقریباً گزر چکا۔ مختصر یہ ہے کہ ڈاکٹر کے ذمہ محکمہ میں اطلاع کر دینا ضروری ہے تاکہ حق و ناحق کا فیصلہ ہو سکے

ارشاد باری ہے ”تعاونوا علی البر والنہی“۔

شرنگہ میں سیلان اور قروح عیار (ہنے والے زخم) بواسیر، ناسور، استخوان، سلس بول، غص یعنی خصبین کے متعلق ہونے اور سلس کے امراض میں نکل کھینچ ہو جائے گا یا وجہ کی حالت میں یعنی اس حالت میں جب کہ مرد عورت کا تعین کرنا مشکل ہو، یعنی نفی مشکل ہو۔

اور مطلق طور پر نکل کر لینے کا مطلب سلامتی ہے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے کسی عورت سے نکل کیا اور بچے پیدا کرنے کے قابل نہ ہو، تو چاہئے کہ عورت کو بتادے کہ میں نامرد ہوں اور اسے اختیار دے (کہ چاہے تو جدا ہو جائے)

قیاس یہی کہتا ہے کہ ہر وہ عیب جس کی وجہ سے فریق ثانی متفرق ہو جائے اور ولادت و محبت یعنی نکل کا مقصود حاصل نہ ہو تو اس صورت میں اختیار دینا واجب ہے اور یہ اختیار بیع سے زیادہ اولیٰ ہے جیسے نکل کے وقت کی طے شدہ شرائط ایسا سے شرائط بیع سے زیادہ واجب ہے اور اللہ و اس کے رسول نے کبھی بھی دعوہ کر کے گواہی پر اس قول کی ترجیح اور اقرب الی الشریعت معنی نہ رہے گا۔

عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ ہمیں معمر سے انھیں ایوب سے، انھیں ابن سیرین سے روایت ملی کہ ایک آدمی مقدمہ لے کر قاضی شریع کے عدالت میں گیا اور عرض کیا کہ ان لوگوں نے مجھ سے کہا کہ ہم تیرا حسین عورت کے ساتھ نکل کر دیتے ہیں چنانچہ ایک نابینا عورت کو لے کر آئے تو قاضی شریع نے فرمایا۔ اگر تیرے ساتھ کسی عیب کے باعث فریب ہوا ہے تو یہ جائز نہیں۔ اس فیصلہ پر غور کیجئے۔ ان کا قول اگر تیرے ساتھ کسی عیب کے باعث فریب ہوا۔ کس طرح اس بات کا متقاضی ہے کہ عورت جس عیب میں تدلیس کرے تو خاوند کو رد کرنے کا حق حاصل ہے اور زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ہر مرض نامر خوب کے باعث نکل رد ہو جائے گا اور جو بھی صحابہ اور سلف کے فتویٰ پر غور کرے گا وہ مجھے لے گا کہ انھوں نے کسی خاص عیب کو رد کے لئے مخصوص نہیں کیا تھا۔

(الموالد زاد المعاد اردو، ترجمہ مولانا رئیس احمد جعفری مطبوعہ دارالکتب دیوبند)

ایڈ کے مرض میں گرفتار عورت حاملہ ہو۔ دوران حمل یا ولادت و رضاعت بچے کی طرف مرض کے منتقل ہونے کا پورا یقین ہو تو عورت کو اسقاط حمل کا اختیار ہوگا۔ عورت اسقاط حمل کے لئے تیار نہیں ہے تو شوہر یا حکومت کا ٹھکر صحت عورت کو اسقاط حمل پر مجبور کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ حمل چار ماہ کی مدت سے زائد نہ ہو اور نفخ و روح کے آثار پیدا نہ ہوتے ہیں، بچے میں زندگی اور حرکت پائے جانے کی صورت میں اسقاط حمل حرام اور سخت ترین گناہ ہے، عالمگیری میں ہے:

”دودھ پلانے والی عورت میں حمل کی علامت نظر آئے اور اس کا دودھ (پستان) خشک ہو رہا ہو، اور اپنے لڑکے کی ہلاکت کا خوف ہو اور شوہر کے پاس اتنی طاقت نہ ہو کہ وہ کسی دایہ کو خدمت کے لئے رکھ سکے۔ تو عورت کے لئے مباح ہے کہ وہ اسقاط حمل کرے جب تک کہ وہ نقطہ، بستہ خون اور گوشت کے لوتھرے کی شکل میں موجود ہو۔“

ایڈز میں مبتلا بچے اور بچیوں کو مرض کے پھیل جانے کے اندیشہ سے تعلیم سے محروم کرنا، اسکولوں اور مدارس میں ان کو داخلہ دینے سے گریز کرنا جائز اور درست نہیں ہے، والدین اور اساتذہ کو چاہئے کہ ان کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کریں۔ اور ان کی اخلاقی احتساب کریں بعض ڈاکٹروں سے احقر نے اس سلسلہ میں استفسار کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ عام حالات میں یہ مرض دوسروں میں منتقل نہیں ہوتا۔ مریض کے خون کو مس کرنے یا چھو لینے سے مرض کے پھیلنے اور منتقل ہونے کی جو بات سوائز میں ہے، اس کو نادرست قرار دیا، ہاں جنسی عمل سے اور غون کے ساتھ خون کے مل جانے سے یہ بیماری ضرور پھیلتی ہے۔

ایڈز، طاعون، کینسر جیسے لاعلاج مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے کسی پر مرض الموت کے احکام صادر نہیں ہوں گے۔



ایڈ کے مریض کو چاہئے کہ وہ کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے مرض کے دوسروں میں سرایت کرنے کا اندیشہ ہو۔ مرض کی نوعیت سے بخوبی واقفیت کے باوجود اگر کوئی اپنی بیماری کو کسی دوسرے میں منتقل کرنے کے ارادہ سے عدا کوئی ایسا کام کرے، مثلاً بیوی سے ہم بستر کرے یا کسی مریض کے لئے دانستہ اپنا خون پیش کرے جس کی وجہ سے یہ بھی ایڈ کے شکار ہو گئے تو ایسی حرکت موجب سزا ہوگی۔ اگر کوئی مرض کے منتقل ہونے کو تو جانتا ہو۔ مگر مریض کے انتقال کے ارادہ سے اپنی بیوی سے مجاہمت کی نہ اس ارادہ سے دوسرے کو خون پیش کیا تب بھی اپنے اس فعل کی وجہ سے وہ گنہگار ہوگا۔

در محمد میں ہے۔ شوہر یا بیوی میں عیب پائے جانے کی وجہ سے فریق ثانی کو حق خیار حاصل نہیں ہوگا۔ چاہے وہ عیب فاحش ہو جیسے پاگل پن، کورہ، سفید داغ اور عورتوں کی مخصوص بیماری قرن، ورتق جس کی وجہ سے جماع دشوار ہو جاتا ہے، اندر ثلاثہ نے مطلقاً ان سب صورتوں میں اختلاف کیا ہے اور محمد نے شروع کی تین صورتوں میں حق خیار دیا ہے، امام محمد کے نزدیک اس سلسلہ میں توسیع ہے۔ امام محمد کہتے ہیں کہ اگر مرد میں کوئی کھلا ہوا ایسا عیب ہو، اس کے باوجود اس کے ساتھ رہا نہ جاسکتا ہو تو عورت نکاح رد کر سکتی ہے اس لئے کہ اس بیماری کی وجہ سے اس کے لئے اپنا حق حاصل کرنا مشکل ہو جائے گا تو اس طرح یہ محبوب اور نامردی کے حکم میں ہوگا۔ اس لئے اول تو خود امام محمد کے ہاں صرف جذام، جنون اور برص کی بیماریوں کی تخصیص نہیں ہے بلکہ وہ تمام بیماریاں موجب فسخ ہیں جن کی موجودگی میں مرض کے متحدی، قابل نفرت ہونے کے باعث ذوجین کا ایک ساتھ رہنا دشوار ہو جائے گا اور اگر امام محمد کی رائے ایسی نہ بھی ہو تو بھی مصلحت شرعی کے تحت متاخرین کو اس مسئلہ میں توسیع سے کام لینا پڑا۔ چنانچہ طحاوی نقل کرتے ہیں۔ والحق بہا القہستانی کل عیب لا یمنی المقام معہ الا بضر۔ خلاصہ بحث، اس لئے ہمارے خیال میں ان تین امراض کے علاوہ دوسرے تمام حکلیفہ، متحدی اور قابل تصور امراض بھی موجب فسخ ہیں اور عورت ان کی وجہ سے فسخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے جیسے سوزاک، آتشک وغیرہ۔ البتہ اس حق کا استعمال وہ اس وقت کرے گی جب کہ خود عورت اس مرض میں مبتلا نہ ہو۔ نکاح سے پہلے وہ اس سے باخبر نہ ہو، پھر نکاح کے بعد اس سے مطلع ہو جانے کے باوجود اس نے اپنی رضامندی کا صریح اظہار نہ کر دیا ہو۔ جیسا کہ نامرد کے مسئلہ میں ہے یا یہ کہ نکاح کے بعد یہ امراض پیدا ہوتے ہوں۔ (از: جدید فقہی مسائل، مرتبہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، ص ۲۰۷، ۲۰۸)

مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں ایڈ کو عیوب منفردہ میں شمار کرتے ہوئے عورت کو فسخ نکاح کا اختیار دیا جائے۔ بشرطیکہ وہ خود بھی اس مرض میں مبتلا نہ ہو۔ اگر ایڈ کے مریض نے اپنا مرض چھپا کر کسی عورت سے نکاح کر لیا تو بدرجہ اولیٰ اسے نکاح کے فسخ کا اختیار حاصل ہوگا اور وہ قاضی کے سامنے فسخ کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

علامہ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں تفصیلی بحث کی ہے، فرماتے ہیں:

مسند احمد میں یزید بن کعب مجرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عقیلہ کی ایک عورت سے نکاح کیا لیکن اس کی بغل میں برص کا اثر دیکھ کر اس سے خلاصگی اختیار کر لی۔ موطا امام مالک میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا جس عورت کو کسی مجنون، جذامی یا مبروص کی بیوی ازراہ فریب بنادیا جائے تو وہ مہر کی حق دار ہے، پھر جدائی کرادی جائے گی اور مرد کا مہر اس پر ہوتا ہے جو دھوکہ دے۔ اس روایت کے دوسرے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مبروص، جذامی اور مجنون عورت کے متعلق فرمایا ان کے درمیان تفریق کرادی جائے اور اس کے مس کرنے کے باعث مہر واجب ہوگا اور وہ اس عورت کے ولی پر لازم ہوگا آگے لکھتے ہیں۔ امام شافعی اور مالک نے فرمایا ہے کہ جنون، برص، جذام، شرمگاہ اور منہ کی بدلو پیشاب گاہ کے انحراف۔



ایک طبیب حاذق جو اس فن میں صحیح طور پر ماہر ہو اور اس نے قصداً زیادتی نہ کی ہو بلکہ شارع اور مریض کی جانب سے وہ ماذون ہو اس سے کوئی عضو یا جان ہلاک ہو جائے یا کوئی صفت، سماعت، بصر، وغیرہ منافع ہو جائے تو اس پر بالاتفاق کسی طرح کا ضمان نہیں کیوں کہ فی الحقیقت ہر طرح سے ماذون (اجازت یافتہ) ہے اسی طرح کسی ماہر اور کاردان طبیب کی جانب سے شکاف دہ آپریشن دیگیا اور اتفاق سے یہ فعل اس وقت انجام پایا کہ ابھی اس کا موقع نہیں تھا اور مریض ہلاک ہو گیا تو بھی اس پر ضمان نہ ہوگا۔ اسی طرح ہر ماذون کا فعل جو فاعل کی (قصداً) زیادتی پر مبنی نہ ہو جیسے حد لگانے والا بالاتفاق غیر ضامن ہے۔ (زاد العادۃ، ترجمہ مولانا نعیم احمد جعفری مطبوعہ دارالکتب، بیروت)

بعض اوقات مریض پر بے ہوشی طاری ہوتی ہے وہ اجازت دینے کے لائق نہیں ہوتا ہے اور اس کے ارعہ زیر غفلت مقام سے بہت دور ہیں ان سے فی الفور رابطہ دشوار ہو اور ڈاکٹر کے نزدیک فی الفور آپریشن لازمی ہو۔ تاخیر کی صورت میں مریض کی جان یا عضو کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہو تو اولیاء کی اجازت کے بغیر اسے آپریشن کا حق ہوگا۔ ورنہ تاثر یا ق از عراق آدرہ شود مارگزیدہ مردہ شود کے مصداق اگر ڈاکٹر ارعہ کی اجازت کے لئے تاخیر کر دے خدا نخواستہ اس درمیان مریض فوت ہو جائے یا اس کا عضو بیکار ہو جائے تو وہ خدا کے نزدیک جواب دہ ہوگا۔ اس صورت میں اگر آپریشن ناکام ہو گیا یا مریض ہلاک ہو گیا یا اس کا کوئی عضو ضائع ہو گیا تو ڈاکٹر ضامن نہ ہوگا اور اس پر شرعاً تادان لازم نہیں آئے گا۔

### مخوردوم

ایڈ ایک خطرناک اور مسلک مرض ہے۔ بے حجابی و بے شرمی کے اس دور میں انسانوں کی اخلاقی بے رہ روی کے خلاف اسے اللہ واحد القہار کی ایک انتقامی کارروائی کہیں تو نامناسب نہ ہوگا۔ فحش کاری، زنا، لواطت کے خلاف خدا نے تعالیٰ کی جانب سے ایک انتباہ اور درنگ ہے اس علاج مرض سے ساری دنیا سہم اور کانپ گئی ہے۔ ایڈ ایک خطرناک اور متعدی مرض ہے، بعض صورتوں میں تو یہ

برہمنی تیزی کے ساتھ پھیلتا ہے اور ہزاروں کو اپنی پلیٹ میں لے لیتا ہے۔ ایک ہی مجلس میں مریض کے ساتھ نشست و برخاست سے یا اس کے بدن میں ہاتھ ڈال کر یا اس کا پس خوردہ کھانے سے اور عام اختلاط سے یہ مرض نہیں پھیلتا بلکہ جنسی عمل اور مریض کا خون دوسرے کے خون سے مل جانے سے یہ بیماری پھیلتی ہے اور چند ہی برسوں میں انسان کو موت کے بھیانک قار میں دھکیل دیتی ہے۔ بعض اخبارات سے یہ چلتا ہے کہ ڈاکٹروں نے انتھک محنت کے بعد ایک ایسے وائرس کی دریافت کی جو ایڈز کے کیڑے اور جراثیم کو دفع کر کے اس کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ تاہم بازار میں اب تک اس قسم کی کوئی دوا دستیاب نہیں ہے۔ ویسے مستقبل قریب میں اس کی توقع ہے کہ یہ دوا عام طور پر فراہم ہوگی۔

(۱) مریض کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ گھر اور سماج میں اچھوت بن جانے کے خوف سے اس مرض کو پوشیدہ رکھے۔ چاہئے کہ والدین اور ارعہ کو اس کی خبر کرے تاکہ وہ احتیاطی تدابیر کر سکیں۔

(۲) ڈاکٹر کو چاہئے کہ زیر علاج ایڈز کے مریض کے بارے میں اس کے اہل خانہ اور متعلقین کو خبردار کرے۔ چاہے مریض اسے رازداری کے لئے مجبور ہی کیوں نہ کرے۔

ایڈ جیسے متعدی امراض اگر کسی میں موجود ہوں تو ان کے والدین اور قریبی رشتہ دار کو چاہئے کہ ان کی نگرانی کریں۔ اس سے لئے چلنے والوں کو آگاہ کریں، ونیز لاطینی اور دھوکہ میں رکھ کر کسی سے اس کا علاج نہ کریں۔ مریض کے ساتھ نرمی اور خوش خلقی سے پیش آئیں انھیں اچھوت سمجھ کر ان کی تحقیر و تذلیل نہ کریں۔

کہ جناب رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جس کسی نے اپنے آپ کو طبیب ظاہر کیا حالانکہ طب کا علم اور فن حاصل نہ کیا ہو تو وہ ضامن ہے۔ جابل طبیب پر ضمان ڈالنے کا سبب یہ ہو کہ جب اس نے طب کا کام شروع کر دیا اور اس نے اس سے قبل علم طب نہیں سیکھا تو گویا اس نے لوگوں کی جان سے کھیلنا شروع کر دیا۔ وہ گویا ایسے کام کا مرتکب ہونا چاہتا ہے جس کا اسے ذرا علم نہیں وہ مریض سے دھوکا کرتا اور اسے مبتلائے قریب کرتا ہے لہذا اس پر ضمان لازم آئے گی۔ اس مسئلہ میں اہل علم کا اجماع ہے۔ خطابی فرماتے ہیں میرا خیال ہے اگر مریض کی زیادتی کے باعث کوئی مریض ہلاک ہو جائے تو اس پر ضمان لازم آنے کے سلسلہ میں کسی کا اختلاف نہیں البتہ اگر کوئی شخص اس فن میں کچھ علم رکھتا ہو۔ لیکن تجربہ اور معرفت کے لحاظ سے کوئی مرتبہ نہ رکھتا ہو اس کے علاج سے اگر کوئی ہلاک ہو جائے تو اس پر دیت لازم آئے گی البتہ قصاص ساقط ہو جائے گا کیوں کہ وہ مریض کے اذن سے یہ فعل کر رہا ہے ایسا کوئی شخص جو قانوناً کسی مرض کا علاج کرنے کا مجاز نہیں ہے لیکن اپنے ذاتی مطالعہ اور تجربہ کی بنا پر دواؤں اور امراض کے بارے میں واقفیت رکھتا ہے اگر اس شخص نے کسی مریض کے کئے پر اس کا علاج کیا تو دیکھا جائے گا کہ اس مخصوص مرض کے علاج میں اسے سابقہ کامیاب تجربہ ہے یا نہیں۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو اس کا یہ علاج شرعاً درست ہوگا۔ ورنہ نہیں۔ بہر دو صورت اس کے علاج سے مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچا یا اس کا انتقال ہو گیا تو اس پر کوئی ضمان یا تاوان لازم نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ علاج کرتے ہیں مریض کی طرف سے ماذون ہے۔ زائد المعاد میں ہے دوسری قسم جابل طبیب کی یہ ہے کہ اگر کسی کا علاج کرتا ہے اور وہ ہلاک ہو جاتا ہے تو اس صورت میں وہ جہالت کا ایک حملہ کر گذرا ہے کیوں کہ طب نہیں جانتا۔ لیکن اسے علاج کی اجازت مریض کی جانب سے ہے۔ اس لئے اس پر ضمان لازم نہ ہوگی۔ احقر کہتا ہے یہ اس صورت میں ہے جب کہ مریض پہلے سے واقف ہو کہ یہ نیم حکیم ہے۔ اگر مریض کو دھوکہ میں رکھ کر کسی نے ڈاکٹر ہونے کا دعویٰ کیا۔ جیسا کہ آج کل اکثر مقامات پر ہو رہا ہے اور جعلی سرٹیفکیٹ اور سند ہلا کر جا بجا کلینک اور مطب کھولے بیٹھے ہیں تو اس قسم کے لوگ شرعاً قابل تعزیر ہیں ان پر تاوان لازم ہوگا۔

ایک ڈاکٹر جسے قانوناً علاج و معالجہ کی اجازت ہے۔ اس نے اگر کسی مریض کا علاج کیا لیکن اس نے طبی احتیاطیں ملحوظ نہیں رکھیں۔ مثلاً بعض ضروری جانچیں نہیں کروائیں یا مریض کی پوری طور پر دیکھ ریکھ نہیں کی اگر اس کے علاج کے باوجود مریض فوت ہو گیا یا اس کا کوئی عضو (مثلاً آنکھ) ضائع ہو گیا تو یہ ڈاکٹر مریض کو پہنچنے والے نقصان یا اس کی جان کے تاوان کا ضامن ہوگا۔ زائد المعاد میں ہے تیسری قسم ایسے طبیب حاذق کی ہے جو ماذون بھی ہے اس فن میں درک و مہارت بھی رکھتا ہے لیکن ہاتھ چوک گیا اور اس نے کوئی عضو صدمہ یا نکال کر دیا تو اس سے ضمان لیا جائے گا۔ اگر طبیب حاذق سے اجتہادی غلطی ہو گئی اور مریض ہلاک ہو گیا تو اس کے متعلق دو روایتیں ہیں

ایک یہ کہ مریض کی دیت بیت المال سے دی جائے گی دوسری یہ کہ دیت طبیب پر لازم آئے گی۔

اگر ڈاکٹر کی رائے میں زیر علاج مریض کا آپریشن ضروری ہے اور ڈاکٹر نے مریض یا اس کے قریبی امروہ سے اجازت لئے بغیر ہی آپریشن کر دیا۔ آپریشن کی ناکامی کی وجہ سے مریض فوت ہو گیا یا اس کا کوئی عضو بیکار ہو گیا تو ڈاکٹر پر ضمان لازم ہوگا۔ ڈاکٹر نے مریض کی جان بچانے میں ہر ممکن جدوجہد کی ہو تو مناسب یہ ہے کہ مریض کے اولیاء ڈاکٹر کو معاف رکھیں اس سے تاوان نہ لیں۔

علامہ ابن قیم اس سلسلہ میں لکھتے ہیں۔ ایسا طبیب جو حاذق ہے اس نے فن طب میں پورے طور پر مہارت حاصل کی ہے اب اس نے کئی آدمی یا بچے یا مجنون کا پھوڑا بغیر اس کے یا اس کے ولی کے اذن کے کٹ دیا یا ولی کے اذن کے بغیر بچے کا فتنہ کر دیا اور ضرر پہنچا گیا تو ہمارے اصحاب فرماتے ہیں کہ چون کہ اس نے غیر ماذون صورت میں تصرف کیا ہے اس وجہ سے اس پر ضمان لازم ہوگا اور اگر بالغ یا بچے اور مجنون کا ولی اذن دے دے تو ضمان نہ ہوگا اور اس کا بھی احتمال ہے کہ مطلقاً اس پر ضمان (کسی صورت میں بھی) لازم نہ آئے کیوں کہ وہ محسن ہے اور محسنوں کے خلاف کوئی حرکت نہ کرنی چاہئے۔



## طبی اخلاقیات

مولانا محمد فضل الرحمن رشادی  
(مدرسہ سبیل المومنین، انتہ پور)

علم الابدان کے ماہرین، ڈاکٹرس کی ضرورت ہر زمانہ میں رہی ہے، آج کے دور میں تو ڈاکٹرس زندگی کے جزو لازم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہر خاندان بلکہ ہر فرد کسی نہ کسی ڈاکٹر سے ضرور رابطہ قائم کئے ہوئے ہے، امراض و حوادث کی کثرت اور طبائع کی کمزوری نے اکثر لوگوں کو دائمی مریض اور دوا کا عادی بنادیا ہے۔ چاہے وقت پر کھانے کی پابندی ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو، دوا کھانے کی فکر اور پابندی تو ضرور ہوتی ہے، جابجا میڈیکل کالج اور دوا بنانے کی فیکٹریوں کی فراوانی، شہر و دیہات کے مختلف مقامات پر بکھرے ہوئے کلینک اور ڈسپنسریاں اس کے بین ثبوت ہیں، انبیاء، علیہم السلام بھی طب و حکمت جانتے تھے، روحانی امراض کے ساتھ وہ جسمانی بیماریوں کا بھی باذن اللہ ازالہ فرماتے تھے مگر کبھی انھوں نے اسے ذریعہ تجارت و معاش نہیں بنایا، اس کا مطلب یہ نہیں کہ مریضوں سے فیس لینا ناجائز اور حرام ہے، زیر علاج مریضوں سے معقول فیس لینے کے ساتھ ساتھ خدمت خلق اور ہمدردی کا جذبہ بھی دل میں موجزن ہو، رونا اس بات کا ہے کہ بعضوں نے اسے تجارت و کاروبار بنالیا ہے، اور اس لائن سے تعلق رکھنے والے، عوام کی مجبوریوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے خوب لوٹتے ہیں، میڈیکل کالج میں داخلہ کے لئے لاکھوں روپیہ کا عطیہ وصول کرتے ہیں، لاکھوں روپیہ رشوت دے کر تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ جب فراغت پا کر لکھتے ہیں تو اپنے کھوئے ہوئے رقم کو مختصر سے عرصہ میں اصل مع سود کے وصول کر لیتے ہیں، بلا امتیاز امیر و غریب خوب لوٹتے ہیں، اس سلسلہ میں بعض اخلاق سوز حرکتیں بھی کر جھٹکتے ہیں، کبھی ناموجود مرض کا ہوا کھڑا کر کے عوام کو بے وقوف بنایا جاتا ہے تو کبھی بلا ضرورت آپریشن کو لازم قرار دیا جاتا ہے، گردوں کی چوری کے واقعات تو آئے دن اخبارات کی سرخیوں کی زینت بن رہی ہیں طمع زر اور حصول دولت کے لالچ میں بعض ناخواندہ و غیر مستند افراد بھی علاج کرنے لگے ہیں، اس قسم کے نیم حکیم اور نام نہاد اطباء کی روک تھام کے لئے حکومت نے بہت سے قوانین وضع کئے ہیں، اور ایسے افراد ہی کو مطب کھولنے کی اجازت دی ہے جو مستند تعلیمی اداروں سے ڈگریاں حاصل کئے ہوں، سرکاری بلکہ اکثر پرائیویٹ ہسپتالوں میں بھی مختلف امراض کے لئے اس کے ماہرین ڈاکٹرس ہی کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں، مثلاً دانتوں کے لئے الگ، آنکھوں کے لئے الگ اور امراض جلد کے لئے الگ وغیرہ ڈاکٹر قوم کا مسیحا ہوتا ہے، یہ خدمت جتنی اونچی اور اعلیٰ ہے، اس کی ذمہ داریاں بھی بڑے نازک تر ہیں، ذرا سی بے احتیاطی جان لیوا ثابت ہو سکتی ہے، ایک حکیم کے لئے صرف چند دواؤں کا معلوم کر لینا کافی نہیں ہے بلکہ اسے بیک وقت علم الامراض و علم العلل دونوں پر مہارت تکرر حاصل ہونا ضروری ہے، زاد المعاد میں علامہ ابن قیمؒ نے ایک ماہر ڈاکٹر کے لئے بیس امور کی کم سے کم واقفیت و اہتمام ضروری قرار دی ہے، چند درج ذیل ہیں (۱) نوع مرض کہ وہ کس قسم سے متعلق ہے؟ (۲) مرض کے سبب کا خیال کرنا کہ کس وجہ سے ہوا اور اس کے پیدا ہونے کی علت کیا ہے؟ (۳) مریض کی قوت

کہ آیا وہ مرض کا مقابلہ کر سکتا ہے یا نہیں (۴) مرض کا مزاج بدن طبعی (۵) مزاج طبعی کے علاوہ حادث مزاج کیسا ہے؟ (۶) مریض کی عمر (۷) اس کی عادات و معلومات (۸) موسم (۹) مریض کا وطن اور جائے پیدائش (۱۰) وقت مرض، موسم اور آب و ہوا کی نوعیت (۱۱) اس مرض کے مقابلہ میں دوا کی تجویز (۱۲) دوا اور مریض کی قوت باہمی کا موازنہ (۱۳) طبی السیاقی اور نفسیاتی ہر قسم کا طریق علاج استعمال کرے (زاد المعاد اردو، مطبوعہ دارالکتب دیوبند) ملخصاً ابو داؤد، نسائی ابن ماجہ نے عمرو بن شعیب سے انھوں نے اپنے والد سے انھوں نے دادا سے روایت کی



جواب: سوال نمبر (۱۰)

طاعون اور دیگر متعدی امراض کے پھیلے ہوئے علاقوں میں حکومت کا آمدورفت پر پابندی لگانا جائز ہوگا اس لئے کہ ارشاد باری

ہے:

”لا تلتقوا بایہدیکم الی التہلکۃ“ (البقرہ-۱۹۵)

محور ثالث:

جواب: سوال نمبر (۲)

کوئی عورت اپنے ہونے والے شوہر کی بابت ڈاکٹر سے دریافت کرے اور ڈاکٹر کو اس کی بیماری کا پتہ ہو تو ڈاکٹر کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ اس کے عیب کی اطلاع اسے دیدے، چھپانا جائز نہیں ہوگا اس لئے کہ اس میں لڑکا اور لڑکی دونوں کے لئے عمومی مصلحت کا تحقق اور مفاسد کا ازالہ ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے:

”والفعلوا الخیر لعلکم تفلحون“ (سورۃ حج-۷۷)

اسی طرح ڈرائیور کی آنکھ کی بینائی کمزور ہوگئی ہو اور اس کے پاس ڈرائیونگ لائسنس بھی موجود ہو اور ڈاکٹروں کے کہنے سے وہ اپنے پیش سے باز نہ آئے تو چونکہ اس میں اجتماعی خطرات کے امکانات غالب ہیں اس لئے ڈاکٹر کے لئے ضروری ہوگا کہ فوراً اس کی بینائی کی کمزوری کے بارے میں حکومت کو باخبر کرے اور اس کا لائسنس منسوخ کرائے ورنہ بڑے سے بڑے حادثات کو جنم دے سکتا ہے، جہاں تک اس سے متعلقہ افراد کی پرورش کا تعلق ہے تو اس کے لئے اسے مجبور کیا جائے گا، محض اس خوف سے اجتماعیت کے نقصانات کو انگیز نہیں کیا جاسکتا۔

اسی طرح نشہ آور اشیاء کے استعمال کرنے والے ڈرائیور کے بارے میں بھی متعلقہ محکمہ کو رپورٹ دینا ڈاکٹر کے لئے ضروری ہوگا۔

جواب: سوال نمبر (۷)

خشیات کے عادی شخص کو اگر کوئی ماہر نفسیات ڈاکٹر جو علاج کے تمام طریقہ آزمایا ہو اور وہ ناکام ثابت ہو اور اس ڈاکٹر کے لئے جائز ہوگا کہ وہ اس میں تھوڑی تھوڑی سی شراب یا دیگر ممنوعہ اشیاء ملا کر بطور علاج پلائے اور اس کی عادت بد کا علاج کرے، اس لئے کہ وہ ڈاکٹر اس صورت میں شراب پلانے والا نہیں بلکہ شراب کے ساتھ ڈوز تیار کرنے والا سمجھا جائے گا جب کہ دیگر تمام طریقے ناکام ہو چکے ہیں اور اس کا جواز قرآن کریم کی آیت: ”لمن اضطر غیسر باغ و لا عاد فلاثم علیہ“ سے فراہم ہوتا ہے۔

جواب: سوال نمبر (۹)

کوئی شخص قتل وغیرہ کے جرم کا ارتکاب کر کے کسی ماہر نفسیات ڈاکٹر کے پاس آتا ہے اور اس کی وجہ سے کوئی دوسرا شخص اس جرم میں گرفتار ہے مین ممکن ہے کہ اس بے گناہ کو سزا مل جائے تو ڈاکٹر کو جرم کی صحیح صورت حال معلوم ہونے کے بعد فوراً اس کی اطلاع متعلقہ محکمہ کو دینا چاہئے تاکہ مجرم کو کیفر کردار تک پہنچایا جاسکے اور بے گناہ کو نجات ملے، اللہ کا ارشاد ہے:

”لیحق الحق و یبطل الباطل ولو مکرمہ المعجرون“ (انفال-۸)

## جواب: سوال نمبر (۴)

ایڈز کا مریض اس مرض کے خطرات اور تعدیہ کے جاننے کے باوجود اس نے اپنی بیوی سے مجامعت کر لی یا کسی کو اپنا خون دیا جس سے اسے بھی وہ مرض لاحق ہو گیا تو یہ خون دینے والا اور مجامعت کرنے والا شخص جنایت کا مرتکب اور مستحق تعزیر و سزا ہو گا۔  
اور اگر اس کے دائرے میں منتقل کرنے کا قصد نہ ہو تو اس کی اطلاع ضروری ہوگی کہ وہ ایڈز کا مریض ہے تاکہ خون لینے والے غور و فکر کے بعد فیصلہ کریں ورنہ گنہگار ہو گا۔

## جواب: سوال نمبر (۵)

کسی مسلمان عورت کا شوہر اگر ایڈز کے مرض میں مبتلا ہو جائے یا ایڈز کا مریض چھپا کر کوئی شخص شادی کر لے تو دونوں صورتوں میں عورت کو طلاق نکاح کے مطالبہ کا حق ہو گا اس لئے کہ ایسی کھش میں یہ بات عاۓ محال معلوم ہوتی ہے کہ کوئی عورت اپنے شوہر کے ساتھ رہے اور شریعت۔ ”و عاشروہن بالمعروف“ (النساء۔ ۱۹) کا حکم دیا ہے جو یکسر نظر انداز ہو گا۔

## جواب: سوال نمبر (۶)

کے مرض میں گرفتار عورت کو اگر حمل ٹھہر جائے تو بچے میں جان پڑنے سے پہلے اسقاط حمل جائز ہو گا اس لئے کہ اس بات کا غالب امکان ہے کہ دوران حمل یا ولادت یا دوران رضاعت ایڈز کے دائرے میں منتقل ہو جائیں اور وہ معصوم بچہ پیدائش کے بعد بے جا فساد خاندان کے کترانے اور نفسیاتی طور پر لوگوں کے اس سے بچنے کی وجہ سے وہ نوزائیدہ عذاب میں مبتلا ہو اور یہ بھی نفسیاتی بات ہوگی کہ سماج کے لوگ دائرے کی منتقلی کے خوف سے اس بچے کے قریب بھی نہ جائیں جس سے ایک طرف وہ سماج کے لئے گفتوں کا باعث ہو گا اور دوسری اس بچے کو ضرر پہنچے گا جس سے شریعت نے مندرجہ ذیل اصول سے منع کیا ہے:

”لا ضرار ولا ضرار“

اور ”لا تروعوا المسلم فان روعة المسلم ظلم كبير“ (المطہرانی فی الکبیر)

اور ”من ضرار ضرار اللہ بہ“ (ترمذی و ابن ماجہ)

نیز انہیں اصول اور ارشاد نبوی

”کلکم راع و کلکم مسؤول عن رعیتہ، الامام راع و مسؤول عن رعیتہ“ سے یہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ مصلحت عامہ کے پیش نظر حکومت کے لئے بھی یہ جائز ہو گا کہ ایڈز زدہ عورت کو اسقاط حمل پر مجبور کرے۔

## جواب: سوال نمبر (۷)

ایڈز زدہ بچے اور بچیوں کو اسکول اور مدارس میں داخلہ سے روکنا جائز نہیں ہو گا اس لئے کہ محض بچوں کے ایک ساتھ رہنے سے ایڈز کے دائرے میں منتقل نہیں ہوتے، البتہ اسکولوں کے ذمہ داروں اور حکومت کا یہ فرض ہو گا کہ اس پر فحشی کنٹرول اور نگرانی رکھیں تاکہ بچے کوئی ایسے کام نہ کر بیٹھیں جن سے غالب حد تک دائرے کا انتقال ہو تا ہو چونکہ شریعت کا اصول ہے:

”یا ایہا الدین آمنوا اخذوا حلیوکم“ (النساء۔ ۷)

## جواب: سوال نمبر (۹)

وہ تمام امراض جن کے ختم ہونے کی غالب حد تک امیدیں منقطع ہو جائیں اور ان کی وجہ سے عموماً موت واقع ہو جاتی ہو تو ایسے مرض زدہ اشخاص پر مرض الموت کا حکم لگے گا، لہذا ایڈز اور اس قسم کے دیگر تمام امراض میں مریض پر مرض الموت کے احکام جاری ہوں گے جب مریض زندگی سے ناامیدی کے مراحل میں داخل ہو جائے۔

## جواب سوال نمبر (۳-۴)

ڈاکٹر نے مریض کے آپریشن سے پہلے مریض یا اس کے اولیاء اور خویش واقارب میں سے کسی سے اجازت نہیں لی جبکہ اجازت کے بیشتر امکانات موجود تھے اور آپریشن کر ڈالا مریض ہلاک ہو گیا یا اس کا کوئی عضو فوت ہو گیا تو ڈاکٹر کے اس عمل کو کسی قرار دیا جائے گا اور ضامن ہو گا اس لئے کہ ارشاد باری ہے:

”و من يتعدى حدود الله فأولئك هم الظالمون“ (البقرة-۲۲۹)

”ولا تعتدوا ان الله لا يحب المعتدين“ (المائدہ-۸)

البتہ ڈاکٹر نے اگر نیک نیتی کے ساتھ مریض کا آپریشن کیا پھر بھی تاخیر حالات پیش آگئے تو ایسی صورت میں عمل اسلامی کا تقاضا ہے کہ ضامن نہ قرار دیا جائے اس لئے کہ اس نے انسانی ہمدردی اور کرامت انسان کا لحاظ کرتے ہوئے مریض کی جان کو غنیمت سمجھا چاہا جو بقضاء الہی کامیاب نہیں ہوا اور شادی نبوی ہے:

”من استطاع منكم ان ينفع اخاه فلينفع“ (مسلم)

مخبر دوم:

جو شخص ایڈز کا مریض ہو اور ایڈز کی خطرناکی اور اس سے معاشرے میں پیدا ہونے والے نقصانات کا اسے پتہ ہو تو اسے جانے کہ اپنے عزیز واقارب سے دور گھر کے ذمہ داروں کو اپنے اس مرض کے بارے میں فوراً بتائے تاکہ دوسروں کو اس سے نقصان نہ پہنچے، یہ تک ارشاد نبوی ہے:

”لا ضرر ولا ضرار“ (مسند احمد، ابن ماجہ)

۱۔ اگر مریض اپنی بیماری کی اطلاع اپنے گھر والوں، دوستوں اور رشتہ داروں کو دے، ڈاکٹر سے اسے چھپانے پر اصرار کرے تو ڈاکٹر پر ایسا سب ہو گا کہ مریض کے متعلقہ خاندان اور محکمہ کو فوراً اطلاع کر دے تاکہ دیگر لوگوں کو اس سے دور رکھا جاسکے، کیونکہ اخفاء کی صورت میں اجتماعی نقصان پہنچ سکتا ہے جو انفرادیت کے متبادل بہر حال قابل ترجیح ہے، ارشاد خداوندی ہے:

”و من يعظم حرمات الله فهو حبه عند ربه“ (آل عمران-۳۰)

نیز حدیث نبوی ہے:

”الخلق عبال الله فاحب الخلق الى الله من احسن الى عياله“ (بیہقی شعب الایمان)

اور: لا ضرار ولا ضرار (احمد، ابن ماجہ)

## جواب سوال نمبر (۳)

اگر کسی شخص کو ایڈز کا یا دیگر کسی متعدی امراض کا عارضہ لاحق ہو جائے تو اہل خاندان، احباب اور سماج کے لوگ اسے تنہا اور بے سہارا نہ چھوڑیں بلکہ اس کے مدافعت اور دواء کا انتظام کریں اور اس کے ساتھ نرمی اور حسن معاملگی کا برتاؤ کریں، ارشاد باری ہے:

”واخفض جناحك للمؤمنين“ (سورۃ الحجرات-۸۸)

مورخ حدیث رسول ہے:

”ارحموا امرؤحموا“ (بخاری فی ابواب المغرور، احمد، بیہقی)

”من لا يرحم الناس لا يرحمه الله“ (بخاری و مسلم)

”المسلم احب المسلم لا يظلم ولا يخذله ولا يحقره“ (مسلم)



## طبی اخلاقیات

ڈاکٹر بہاء الدین محمد ندوی کیرالہ

محور اول:

جواب: سوال نمبر (۱)

ڈاکٹر کی وہ ڈگریاں جو حکومت کی طرف سے آن کلید ملتی ہیں، اسلامی و شرعی نقطہ نظر سے کسی ڈاکٹر کو علاج و معالجہ کا اہل قرار دینے کے لئے ضروری نہیں ہیں، بہت اہلیت، صداقت علاج اور امراض و ادویہ کی تشخیص میں مہارت کو شریعت لازمی قرار دیتی ہے، لہذا اس کی روشنی میں راقم الحروف کہہ سکتا ہے کہ جو شخص اپنے مطالعہ اور دیرینہ تجربہ کی بنیاد پر ادویہ و امراض کی تشخیص کر لیتا ہے اور علاج کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے علاج و معالجہ نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ ارشاد ربانی "تعاونوا علی البر والنقوی" (مائیدہ ۲۵) اور ارشاد نبوی "من نفس عن مو من کربنہ من کذب الدنیا نفس عنہ کربنہ من کرب ہوم القیامۃ" (ترمذی) کی روشنی میں مستحب ہے کیونکہ وہ اس کی اہلیت رکھتا ہے۔

اور اگر اس کے علاج کے نتیجہ میں مریض کو کسی قسم کا ضرر پہنچ جائے یا اس کی موت واقع ہو جائے تو وہ ضامن قرار نہیں دیا جائے گا اس لئے کہ وہ طیب ہے اور طبابت میں اسے مہارت بھی ہے اور تجربہ و مہارت بھی، جس کی وجہ سے وہ خود کو اس کا اہل پاتا ہے، نیز حدیث نبوی بھی اس پر دال ہے کہ:

"من تطیب و لم یعلم منہ طب فہو ضامن"

اور دوسری روایت میں ہے:

"فاعت فہو ضامن"

امام شوکانی کہتے ہیں کہ اس میں دلیل ہے اس بات کی کہ ڈاکٹر کی یہ احتیاطی سے کے نتیجہ میں مریض کو پہنچنے والے نقصان کا وہ ضامن ہو گا اور جو طیب طب سے واقفیت رکھتا ہے اس پر ضمان لازم نہیں آئے گا (نیل الاوطار) اور جہاں تک دوران علاج اضافہ مرض اور مریض کو پہنچنے والے ضرر یا موت کا تعلق ہے تو اس کا ذمہ دار وہ ڈاکٹر ہی ہو گا اگرچہ ماہر اور تجربہ کار ہی کیوں نہ ہو، اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے

ارشاد:

"ولا تقف ما لیس لك به علم" (الاسراء ۳۶) سے بھی ہوتی ہے۔

نیز اسی سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ ڈاکٹر اگر اپنے علم اور تجربہ کی بنیاد پر علاج و معالجہ وغیرہ تشخیص ادویہ کرتا ہے تو وہ گنہگار اور عند اللہ ماجرہ نہیں ہو گا اس لئے کہ اس طیب کی مہارت و علم اور صداقت و تجربہ کا نصاب یہی ہے کہ وہ شرعی ممانعت کے دائرہ میں نہ آئے، یہی بات تقریباً ڈاکٹر احمد الشرباص نے بھی اپنی کتاب رسالہ لو تک فی الدین والحیاء (۳۹۱-۶۳) میں کہی ہے۔

جواب: سوال نمبر (۲)

ایسے ڈاکٹر جن کو قانوناً علاج و معالجہ کا تو حق حاصل ہے البتہ باضابطہ اس نے ڈاکٹری ڈگری نہیں لی ہے یا جس قدر مریض کے معاملہ میں جانچ اور احتیاطی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں اس نے نہیں کی اور نچھ مریض کا کوئی عضو تہہ ہو گیا یا اس کی موت واقع ہو گئی تو ڈاکٹر ضامن قرار پائے گا اس لئے کہ اس نے مریض کے ساتھ دھوکہ دہی اور خیانت سے کام لیا جو شرعاً خود بھی ایک ناقابل معافی جرم

حضرت امام غزالی فرماتے ہیں:

۔ اگر کوئی شخص کسی سے نکاح یا خرید و فروخت کا معاملہ کرتا ہے اور تم کو علم ہوا کہ اس معاملہ میں ناواقفیت کی وجہ سے اس کا نقصان ہے تو اس نقصان سے بچانے کے لئے اس کا حال بیان کر دینا بھی ضروری ہے۔ اسی طرح قاضی کی عدالت میں کسی گواہ کا کوئی عیب اس نیت سے ظاہر کرنا کہ صاحب حق کو اس مقدمہ میں خاموش رہنے سے نقصان نہ پہنچے جائز ہے۔ البتہ صرف اسی شخص سے ذکر کرنا جائز ہے۔ جس کے نقصان کا اندیشہ ہو یا جس پر فیصلہ کا مدار ہو۔

(اربعین ترجمہ، مسی بہ تبلیغ دین، نصیحت کا بیان)

(۱۰) اس سوال کا جواب بھی ماقبل میں گزر چکا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ اہل فائدہ متعلقین اور لوگوں کو اس کے مرض کے بارے میں اطلاع کر دینا ضروری ہے تاکہ وہ اس کے ضرر سے بچ سکیں۔ باقی اچھوت ہونے کا شریعت میں کوئی دخل و اثر نہیں ہے یہ جاہلانہ چیز ہے زمانہ جاہلیت کے ساتھ رخصت ہو گئی۔ پھر یہ کہ عام آدمی کے ضرر کو دفع کیا جائے گا اور خاص کے ضرر کو گوارا کر لیا جائے گا۔

مسلط کر دیتے ہیں اور یہ مومنین کے حق میں رحمت ہے، لیس من احد یعلم الطاعون فیمکت فی بلدہ صابرًا محتسبًا یعلم انہ لا یصیبہ الا ما كتب الله الامان له مثل اجر شهید۔ (رواہ البیہقی) جو شخص طاعون زدہ علاقہ میں صبر اور ثواب کی نیت سے ٹھہرا رہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ اللہ نے اس کے مقدر میں جو مصیبت رکھ دی وہ ضرور سچ کر رہے گی اس کی مرضی کے بغیر کچھ نہ ہوگا تو اس کے لئے شہید کا ثواب یا اس کے برابر ملے گا۔ طاعون میں مرنے والے کو شہید اور طاعون سے بھاگنے کو میدان جنگ سے بھاگنے کے مترادف قرار دیا ہے دراصل ایک مسلمان کا عقیدہ یہ ہونا چاہئے کہ سب کچھ اللہ ہی سے ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا عدوی ولا مطیورۃ نہ کوئی متعدی مرض ہے اور نہ بدفالی شریعت میں جائز ہے۔ بعض مقامات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے مریضوں سے کنارہ کشی بھی کی ہے صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ وفد ثقیف میں ایک شخص جذام کے مرض میں مبتلا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تم واپس جاؤ ہم نے تمہیں بیعت کر لیا ہے اور یہ بھی حدیث ہے من الحذام فوارس من الاسد جذامی سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو نیز ابو ہریرہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جذامی سے اس طرح کلام کرو کہ اس کے اور تمہارے درمیان ایک یا دو نیروں کا فرق ہو۔ (زاد المعاد اردو) بعض مواقع پر جذامی کے ساتھ ایک برتن میں ہاتھ ڈال کر کھانا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے دونوں میں علماء نے تطبیق کی ہے۔ کما کہ فرار کا حکم استحباب کے طور پر ہے اور اس کے ساتھ کھانا جواز کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہے، یا یہ قوی اور کمزور ایمان والوں کے اعتبار سے ہے، طاعون سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے اذا سمعتم بالطاعون بارض فلا تدخلوها واذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا فراداً منه، جب کسی بستی کے متعلق معلوم ہو کہ وہاں طاعون ہے۔ وہاں داخل مت ہوں اگر تم اسی طاعون زدہ بستی میں موجود ہوں تو وہاں سے بھاگو نہیں۔

طاعون زدہ علاقہ میں اگر حکومت کی جانب سے آمدورفت پر پابندی ہو یا محکمہ صحت ٹیکہ وغیرہ لگاتی ہے تو ضروری اور احتیاطی تدابیر میں ان سے معاونت کرنی چاہئے۔

ایک شخص تجارت یا کسی اور غرض سے اپنے وطن سے دور کسی مقام پر اقامت پذیر ہے۔ اس دوران وطن اصلی طاعون کی پلٹ میں آگیا۔ اہل و عیال کو اس کی سخت ضرورت ہے، اب وطن اقامت میں اسے ٹھہرنے کی ضرورت بھی نہیں رہی تو یہ اہل خانہ کی نگہداشت کے پیش نظر طاعون زدہ علاقہ میں داخل ہو سکتا ہے، اس کے برخلاف وہ آدمی جو کسی ضرورت سے یہاں آیا تھا اس کا کام بھی مکمل ہو چکا یا ایسا مریض جس کی مناسب نگہداشت اور علاج و تیمارداری کا یہاں انتظام نہیں ہو رہا، یا کسی وجہ سے دوسرے مقام پر اس کا موجود ہونا ضروری ہے تو یہ لوگ طاعون زدہ علاقہ سے نکل سکتے ہیں۔ بشرطیکہ فراد من الموت اور یہ عقیدہ نہ ہو کہ اب میں بیماری سے نجات پالیا، اسی طرح طاعون سے بچنے کے لئے ڈاکٹروں کی رائے پر عمل کیا جاسکتا ہے، حضرت عمرؓ کا یہ قول ہمارے لئے کافی ہے کہ آپ نے فرمایا افرعن قضاء اللہ الی قضاء اللہ بلا ضرورت طاعون زدہ علاقہ سے بھاگنا امت میں استشار پیدا کرنا ہے، اور بیماری سے بچنے کی غرض سے بھاگنا فسق اور گناہ کبیرہ ہے۔

ڈاکٹر اپنے زیر علاج مریضوں کا راز دار ہوتا ہے۔ لوگ ایسی باتیں جو دوسروں سے بلکہ خود رشتہ داروں سے کہتے ہوئے چھپکتے ہیں ڈاکٹر کے روبرو اس اعتماد پر کہ وہ اس کا افشاء نہیں کرے گا ظاہر کر دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس کی باتوں کو امانت قرار دیا ہے المجالس بالامانۃ۔ دوسری جگہ فرمایا اذا حدث الرجل بالحديث ثم التفت فہی امانۃ۔ ایک آدمی دوسرے سے کوئی اہم بات کرتا ہے تو



اس کے جانے کے بعد اسے لوگوں میں بیان نہ کرے کیوں کہ وہ امانت ہے، امانت کی پاسداری ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے، ڈاکٹر پر شرعی، قانونی اور اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ مریض کے عیوب اور راز کو پردہ میں رکھے۔ ہاں اگر اس سے کسی کا حق مارا جاتا ہو۔۔۔ یا اس سے کسی کا نقصان متعلق ہو تو متعلقہ افراد سے خیر خواہی کے طور پر اسے بیان کر سکتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے انہری عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پہلے اس عورت کو دیکھ لے کیوں کہ بعض انصاریوں کی آنکھوں میں کچھ خرابی ہے کیونکہ سعادۃ میں ہے کہ ہندہ نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر استفسار کیا کہ ہوسٹیاں ایک مرد بغیل ہے وہ میرے اور میرے بچوں کا خرچ پورا نہیں دیتا۔ اگر میں اس کی اطلاع کے بغیر اس کے مال میں سے کچھ لے لیں، کیا یہ میرے لئے جائز ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ضرورت کے موافق انصاف سے لے لو، یہاں حضرت ہندہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ طلب کرتے ہوئے اپنے شوہر کے عیب بحالت کا ذکر کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نکیر نہیں کی۔ زاد المعاد میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیس سے فرمایا جب انھوں نے امیر معاویہ یا ابی جہم سے نکاح کرنے کا مشورہ کیا تھا کہ معاویہ کنگھل ہے اور ابو جہم کاندھوں سے لائچی نہیں آتا اس سے معلوم ہوا کہ نکاح میں آنے والے شوہر کے عیوب کا افشاء کیا جاسکتا ہے، مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں سوالنامہ میں درج کردہ مسائل حل ہو جاتے ہیں۔

(۱) ایک ماہر امراض چشم مسلمان ڈاکٹر نے ایک نوجوان کی آنکھ کا علاج کیا اس کی ایک آنکھ میں قوت بینائی نہیں رہی لیکن ڈاکٹر نے اپنی فنی صلاحیت سے اس عیب کو چھپ کر کچھ ایسا علاج کیا کہ دیکھنے والوں کو بظاہر وہ آنکھ صحت مند اور سالم معلوم ہوتی ہے۔ اب یہ نوجوان کسی عورت سے رشتہ کر رہا ہے ڈاکٹر کو یقین ہے کہ اگر اس عورت کو نوجوان کے اس عیب کا علم ہو جائے تو وہ ہرگز اس سے نکاح کے لئے حیر نہیں ہوگی تو مسلمان ڈاکٹر کے لئے مناسب یہ ہے کہ اس خاتون سے یا والدین سے اس عیب کا ذکر کر دے تاکہ نکاح کے بعد عیب کے ظاہر ہونے پر اختلاف و نزاع نہ ہو، اگر لڑکی والوں کو خود معلوم ہو گیا کہ فلاں ڈاکٹر نے اس کے آنکھ کا علاج کیا ہے چلو اس سے حقیقت حال دریافت کر لیں۔ اگر وہ ڈاکٹر سے اس بارے میں سوال کریں تو ضروری اور واجب ہے کہ وہ اہل خانہ کو نوجوان کے عیب سے باخبر کر دے۔

اسی طرح ایک مرد اور عورت جن کے درمیان رشتہ نکاح کی بات چل رہی ہے کسی ڈاکٹر کے پاس طبی جانچ کے لئے آتے ہیں۔ بطور تنبیہ ڈاکٹر کو کسی ایک کا کوئی ایسا مرض معلوم ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ ناقص الاعضاء بچے پیدا ہوں

گے یا یہ کہ مرد یا عورت کے مادہ منویہ میں جراثیم تولید نہیں ہیں تو ڈاکٹر کو چاہئے کہ فریق ثانی کو باخبر کر دے ایک نامرد یا ایسا شخص جس میں ایسا مرض ہو جس کی وجہ سے اس کا نکاح بار آور نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح وہ عورت جو کسی ایسے اندرونی مرض میں گرفتار ہے جس پر مطلع ہونے کے بعد اس کا رشتہ نکاح کس ہونا بہت مشکل ہے، یہ لوگ اپنے عیب مرض کو چھپا کر نکاح کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر جو ان کے عیب اور رشتہ نکاح کی بات کو جانتا ہے تو اس کے لئے واجب ہے کہ وہ فریق ثانی کو اس سے آگاہ کر دے زاد المعاد میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو کسی جگہ بھیجا۔ وہاں اس نے کسی عورت سے نکاح کیا وہ نامرد تھا۔ حضرت عمر نے فرمایا کیا تم نے اسے بتایا تھا کہ میں نامرد ہوں۔ اس نے عرض کیا نہیں۔ راوی بتاتے ہیں کہ وہ چلا، اور جا کر اس عورت کو خبر دی پھر اسے اختیار دیا۔ دو صلحہ کے بعد علامہ ابن قیم لکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نکاح میں عیب کا ظاہر کر دینا اولیٰ اور واجب ہے، پھر اس کو پوشیدہ رکھنا اور تدلیس کرنا کس طرح

ایک شخص جس کے پاس ڈرائیونگ لائسنس ہے اس کی بینائی بری طرح متاثر ہو چکی ہے، ڈاکٹر کی رائے میں اس کا گاڑی چلانا اس کے اور دوسروں کے حق میں مضر اور مسلک ہو سکتا ہے، تو ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس کی بینائی کے بارے میں مطلع کر کے اس کے ڈرائیونگ لائسنس منسوخ کرنے کی سفارش کرے، چاہے وہ دو سپیہ کی اپنی خاص گاڑی (موٹر سائیکل) ہی کیوں نہ چلا رہا ہو، اس سے خود بخود کار، بس، ٹرک، ٹرین، ہوائی جہاز چلانے کی ممانعت بدرجہ اولیٰ معلوم ہو گئی، کیوں کہ مؤخر الذکر گاڑیوں کے ساتھ ہزاروں جانیں وابستہ ہیں، ایک شخص کے بے پناہ معاشی پریشانیوں میں گھر جانے کے خوف سے اس کی رازداری مدت کر ہزاروں کی موت کا سامان فراہم کرنا کمال کی دانشمندی ہے۔ اسی طرح ان گاڑی چلانے والوں میں شراب نوشی اور نشہ آور چیزوں کے استعمال کی عادت ہو، اور حالت ملذمت میں یہ ان چیزوں سے باز نہ آتے ہوں۔ ڈاکٹر کو ان کے خلاف کارروائی کرنا واجب (اور ضروری) ہوگا۔ ایک عورت اپنے ناجائز نومولود بچے کو سماج میں بدنای کے خوف سے پارک یا کسی مقام پر زندہ چھوڑ کر ڈاکٹر سے رابطہ قائم کرے تو ڈاکٹر کو چاہئے کہ عورت کی رازداری کرتے ہوئے معصوم بچے کے بارے میں حکومت کے متعلقہ محکمہ کو باخبر کرے۔

ایک شخص جو شراب اور مشیات کا رسیا ہے باوجود ہزار خواہش و کوشش چھوڑ نہیں پا رہا ہے، اس نے ایک ماہر نفسیات ڈاکٹر سے رجوع کیا۔ ہر طریقہ، علاج آزمائے کے بعد وہ ناکام رہا، اب اس کے پاس ایک ہی کامیاب طریقہ، علاج باقی ہے وہ یہ کہ مریض کو وقفہ سے وہی شراب یا نشہ آور چیز استعمال کرنے کی تجویز کرے جس کا وہ عادی ہے اور مریض کے علم میں لئے بغیر اس میں کوئی ایسی دوا شامل کر دے جو شراب یا نشہ آور چیز کے استعمال کے بعد مریض کو کافی دیر تک متلی یا قے وغیرہ کی شکایت میں گرفتار کر دے۔ جس سے مریض کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے گی کہ میں شراب یا نشہ آور چیز کا استعمال کروں گا تو متلی اور قے میں گرفتار ہو جاؤں گا۔ یہ طریقہ، علاج جب کہ مجرب بھی ہے، تو ڈاکٹر کے لئے ایسا طریقہ، علاج جائز ہے، شراب کی عادت جو اعظم ضرر ہے اس کا ازالہ چند دن کے شراب سے جائز ہے، قاعدہ ہے لو کان احدھا اعظم ضرر امی الاخر فان الاشد بیزال بالاحف۔ علاوہ ازیں شراب یا نشہ آور چیز کے استعمال کی تجویز کو ڈاکٹر

کی طرف کیوں منسوب کریں، جب کہ یہ حسب سابق پینے پر خود مجبور ہے، یہ تاویل مناسب ہوگی کہ ڈاکٹر شراب پینے کا تو مشورہ نہیں دے رہا ہے بلکہ جب وہ شراب پینے لگتا ہے تو خود ڈاکٹر یا مریض کے اعزہ اس کے علم میں آئے بغیر وہ مخصوص دوا شامل کر دیتے ہیں، اس صورت میں شبہ ہی پیدا نہیں ہوتا۔

وہ جراثیم پیشہ افراد جو لوگوں کے راز کو مختلف ذرائع سے حاصل کر کے، دوسرے افراد یا پارٹی کو پہنچا کر خطرہ رقم وصول کرتے ہیں، ان کی جاسوسی سے بے شمار لوگوں کا غیر معمولی نقصان ہو رہا ہے، اس قسم کے لوگ اکثر نفسیاتی الجھن کے شکار رہتے ہیں اور اپنی غریبی کے پیش نظر یہ پیشہ چھوڑنے کے لئے بھی تیار نہیں۔ یہ ڈاکٹر سے رجوع کرتے ہیں اور اپنے پیشہ اور جراثیم کے بارے میں بھی بتاتے ہیں تو ڈاکٹر کو چاہئے کہ اس کے شر سے لوگوں کو بچانے اور حکومت کے متعلقہ محکمہ کو اس کی اطلاع کر دے، سبب حمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام ایک مریض نے کسی کا قتل کیا یا اس طرح کی کوئی اور سنگین واردات کی اور ڈاکٹر کے سامنے اپنے اس جرم کا اقرار کر رہا ہے جب کہ اسی جرم پر شبہ کی بنیاد پر دوسرا شخص سلاخوں کے پیچھے ہے اس کے خلاف مقدمہ بھی چل رہا ہے اور اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ یہ معصوم شخص عدالت میں مجرم قرار دے دیا جائے اور سزا یاب ہو جائے تو ڈاکٹر کا فریضہ بنتا ہے کہ وہ عدالت میں حاضر ہو کر اصل مجرم کا پردہ چاک کرے تاکہ بے گناہ شخص کی رہائی ہو، ولا تکتُموا الشہادۃ ومن یکنہا فانہ انہ قلبہ، زیر علاج متعدی مریض کے بارے میں اس کے اہل خانہ کو تفصیل سے آگاہ کرے (تفصیل آگے گزر چکی ہے)



## جوابات سوالنامہ بابت طبی اخلاقیات

مفتی محمد سبزواری  
(سرکاری دارالافتاء، سرہنوار، لاہور، گلبرگ آباد)

### محور اول

۱۔ ایسا شخص جو قانوناً کسی مرض کا علاج کرنے کا مجاز نہیں ہے، لیکن اپنے ذاتی مطالعہ اور تجربہ کی بناء پر دواؤں اور امراض کے بارے میں واقفیت رکھتا ہے۔ اب اگر وہ کسی شخص کے کئے پر اس کا علاج کرتا ہے تو اس کا یہ علاج کرنا جائز ہے۔ البتہ اب اگر اس کے علاج سے مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچا ہو یا اس کا انتقال ہو چکا ہو تو اس کی دو صورتیں بنتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ دواؤں کے استعمال میں یا عمل بھرائی میں موانع معتاد یا مقدار متعین سے تجاوز کر جائے اور دوسری صورت یہ کہ وہ تجاوز نہ کرے۔ پہلی صورت میں وہ ضامن ہو گا اور دوسری صورت میں وہ ضامن نہیں ہو گا۔ (شامی ص ۳۲ ج ۵ باب ضمن الاجیر) اور پہلی صورت میں ایسے شخص کا یہ عمل شرعاً قابلِ تعزیر جرمِ شرار ہو گا۔

۲۔ جس ڈاکٹر کو قانوناً علاج معالجہ کی اجازت ہے اس نے اگر کسی مریض کا علاج کیا، لیکن اس نے طبی احتیاطیں ملحوظ نہیں رکھیں مثلاً بعض ضروری جانچیں نہیں کروائیں یا مریض کی پوری طور پر دیکھ رکھ نہیں کی اب اس کے علاج کے نتیجہ میں مریض فوت ہو جائے یا اس کا کوئی عضو (آنکھ وغیرہ) ضائع ہو جائے تو ایسا ڈاکٹر شرعاً اس مریض کو سچنے والے نقصان اور جان کے تاوان کا ضامن ہو گا۔

(شامی ص ۳۲ ج ۵ باب ضمن الاجیر)

۳۔ اگر کسی مریض کا آپریشن ڈاکٹر کی رائے میں ضروری ہے اور ڈاکٹر نے مریض یا اس کے قریبی امروہ سے اجازت لئے بغیر آپریشن کر ڈالا۔ آپریشن کامیاب ہونے کے بجائے مسلک ثابت ہوا، مریض فوت ہو گیا یا اس کا آپریشن شدہ عضو بیکار ہو گیا تو ایسی صورت میں ڈاکٹر اس مریض کو سچنے والے نقصان کا ضامن ہو گا چاہے وہ ڈاکٹر اس آپریشن کا مجاز ہو اور تجربہ رکھتا ہو۔ (شامی ص ۳۲ ج ۵ باب ضمن الاجیر)

۴۔ ایسا اوقات مریض پر بے ہوشی طاری ہوتی ہے وہ اجازت دینے کے لائق نہیں ہوتا ہے اور اس کے امروہ زیر علاج مقام سے بہت دور ہوتے ہیں ان سے فی الفور رابطہ قائم نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ایسی صورت میں اگر ڈاکٹر کی رائے میں آپریشن فوری ضروری ہے اور تاخیر کرنے میں اس کے نزدیک مریض کی جان یا عضو کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے اور وہ اجازت یافتہ ہو اور اپنے فن کا ماہر ہو، اب اگر وہ مریض

کے قریبی امروہ سے اجازت حاصل کئے بغیر آپریشن کر دے اور وہ آپریشن ناکام ہو جائے جس کے نتیجہ میں مریض فوت ہو جائے یا اس کا کوئی عضو ضائع ہو جائے تو اس صورت میں شرعاً ڈاکٹر ضامن قرار نہیں دیا جائے گا اور نہ ہی مریض کو سچنے والے نقصان کا تاوان اس پر شرعاً لازم ہو گا۔

### محور دوم

۱۔ جس مریض میں ایڈز کے جراثیم پائے گئے ہوں اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ (اپنے گھروالوں یا متعلقین سے اس خوف سے اس



مرض کو چھپانے کہ اس مرض کے ظاہر ہونے کے بعد وہ لکھر خاندان اور سماج میں اچھوت بن کر رہ جائے گا) اپنے اس مرض سے اہل خانہ کو اور متعلقین کو مطلع کر دے۔

۲۔ اگر ایڈز کا مریض اپنے اہل خانہ اور متعلقین سے اپنے مرض کو چھپا رہا ہے اور ڈاکٹر سے بھی اصرار کر رہا ہے کہ وہ اس کے اس مرض کو کسی پر ظاہر نہ کرے تو ایسی صورت میں شرعاً ڈاکٹر پر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس کو راز میں نہ رکھے بلکہ اس کا افشاء کر دے تاکہ دوسرے لوگ اس سے حتی الامکان احتراز کر سکیں۔

۳۔ ایڈز یا اسی طرح دوسرے خطرناک متعدی امراض مثلاً طاعون وغیرہ کے مریضوں کے بارے میں اہل خانہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے مریضوں کے فوری علاج کی طرف توجہ دیں اور احتیاطی تدابیر اختیار کریں تاکہ کم عقیدہ لوگ ان کے ساتھ رہنے یا ان کی اشیاء کے استعمال سے مرض متعدی کا عقیدہ نہ کر بیٹھیں جب کہ "لاعدوی" کہہ کے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض کے متعدی ہونے کو سرے سے ختم کر دیا۔

البتہ متعلقین اور سماج کے دوسرے لوگوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنا یہ عقیدہ پختہ رکھتے ہوئے کہ (کوئی مرض متعدی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ جب تک کسی کو کسی مرض میں مبتلا نہ کرنا چاہے تو ہرگز ہرگز وہ مرض دوسرے کو نہیں لگ سکتا) محتاط انداز میں ایسے مریضوں سے مخلصانہ و مشفقانہ برتاؤ کریں اور ان کو یہ نہ محسوس ہونے دیں کہ وہ معاشرہ میں یا گھر میں اچھوت ہیں اور عام سماج کا یہ فرض ہے کہ وہ ایسے مریضوں سے ہمدردانہ ہی نہیں بلکہ خصوصی اعانتوں کا معاملہ کریں اور ان کے اس مرض کے علاج معالجہ میں افراد خاندان کا حتی الامکان ہاتھ بٹائیں اور ان کی ہمت افزائی کریں۔

۴۔ ایڈز کا ایسا مریض جو کہ اپنے مرض اور اس کی نوعیت سے بخوبی واقف ہے اگر وہ کسی دوسرے تک اپنے مرض کو منتقل کرنے کی مرضی نہ کرے، ایسا کام کرے جس کی وجہ سے ایڈز کے جراثیم دوسرے تک منتقل ہو جائیں جس کے نتیجہ میں اس دوسرے شخص کو بھی وہ مرض لاحق ہو جائے تو ایسا شخص شرعاً قابل تہذیب قرار پائے گا اور اسے سزا دی جائے گی اس کے عمل کی نوعیت کے اعتبار سے چنانچہ اگر اس عمل کے مرتکب نے اس برے اور خطرناک مرض کو معاشرہ انسانی میں پھیلانے اور عام کرنے کا نہ صرف قصد بلکہ عمل کیا ہو تو اس کا یہ عمل قتل و ڈاکہ زنی اور فساد فی الارض میں شمار ہوگا اور اس کو ان سزاقوں میں سے ایک سزا دی جائے گی جو سورہ مائدہ میں صفحہ ۲۳ پر منصوص ہیں۔

البتہ اس نے مرض کے منتقلی کا ارادہ نہیں کیا مگر مرض کو اور اس کے منتقل ہونے کی بات کو جاننے کے باوجود اپنی بیوی سے محبت کر لی یا کسی اور کو اپنا خون دے دیا تو اس صورت میں اس پر لازم تھا کہ وہ اس سے اجتناب کرتا لیکن اگر ایسا کر لیا تو وہ مجرم ہوگا تو ضرور، لیکن ایسا نہیں کہ اسے کسی قسم کی سزا دی جائے۔

۵۔ اگر کسی مسلمان خاتون کا شوہر ایڈز کے مرض میں گرفتار ہو جائے تو شرعاً ایسی عورت کو فسخ نکاح کے مطالبہ کا اختیار ہے اسی طرح اگر ایڈز کے کسی مریض نے اپنا مرض چھپا کر کسی عورت سے نکاح کر لیا ہو تو عورت فسخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

(تیاجوز بن الاقوامی فقہی سیمینار منعقدہ ابو ظہبی زیر اہتمام مجمع الفقہ الاسلامی جلد)

۶۔ جو خاتون ایڈز کے مرض میں گرفتار ہو اگر اسے حمل قرار پا جائے اور اس مرض کا دوران حمل، یا دوران ولادت، یا دوران رضاعت بچے کی طرف منتقل ہونے کا طبی لحاظ سے پورا اندیشہ بھی ہو جب بھی ایسی خاتون بچے تک اس مرض کی منتقلی کے خوف سے اسقاط حمل شرعاً نہیں کر سکتی ہے اور نہ ہی اس کا شوہر یا حکومت کا محکمہ صحت اسے اسقاط حمل پر مجبور کر سکتا ہے اس لئے کہ کوئی ضروری نہیں کہ اس سے پیدا ہونے والا بچہ ایڈز کا مریض ہو اور حکومت کے لئے خطرہ اور سماج کے لئے بار بنے۔

۷۔ جو بچے یا بچیاں ایڈز کے مرض میں مبتلا ہیں ان کو مدارس اور اسکولوں میں داخلے سے محروم کرنا درست نہیں جب کہ یہ مرض مریض کو چھونے اور اس کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے متعلق نہیں ہوتا ہے۔ البتہ اہل مدارس پر لازم ہے کہ وہ ایسے بچوں اور بچیوں پر خصوصی توجہ رکھیں اور ان کے اس مرض کی منتقلی کی جتنی بھی صورتیں ہو سکتی ہیں نہ ہونے دیں بطور خاص جنسی بے راہروی۔

۸۔ اگر کوئی بچہ یا بچی ایڈز کے مرض میں گرفتار ہو جائے تو اسلامی تعلیمات کی رو سے والدین اور اہل خانہ پر لازم ہے کہ وہ اولین فرصت میں ان کے علاج معالجہ کی طرف توجہ دیں دوسرے یہ کہ وہ ایسے بچے اور بچیوں پر خصوصی توجہ دیں تاکہ وہ معاشرہ کے اور دوسرے صحت مند افراد میں اس موذی مرض کے منتقلی کا ذریعہ نہ بنیں۔

۹۔ ایڈز طاعون اور کینسر جیسے امراض اگر طبی لحاظ سے ناقابل علاج مرحلہ میں پہنچ جائیں تو ان کے لئے مرض الموت کا حکم ہوگا اور ایسے مریضوں کے لئے مرض موت اور مرض وفات کے احکامات جاری ہوں گے۔

۱۰۔ طاعون یا اس جیسے مسلک امراض کے پھیلنے کی صورت میں اگر کسی علاقہ کے اندر حکومت کی طرف سے آمدورفت کی پابندی لگتی ہے تو شرعاً وہ جائز ہے اور اس پر عمل کرنا لازم ہے۔

۱۱۔ البتہ ایسے لوگ جو اپنی ضروریات سے باہر گئے ہوئے ہیں اور پھر صورت حال یہ پیدا ہو گئی ہو اور ان کا قیام نہ ضروری ہو اور نہ ممکن اور دوسری طرف ان کے اہل و عیال طاعون زدہ علاقہ میں ہیں اور وہ ان کے محتاج ہیں تو ایسے لوگوں پر لازم ہیں کہ وہ ایسی صورت میں یہ پختہ یقین رکھتے ہوئے کہ کوئی بیماری ماحدی نہیں ہے اپنے اہل و عیال میں آجائیں۔

۱۲۔ اسی طرح وہ شخص بھی (جس کی نگہداشت مناسب طریقہ پر نہیں ہو رہی ہو اور علاج و تیمارداری کا یہاں انتظام نہیں ہو رہا ہو یا کسی وجہ سے اس کی دوسری جگہ ضرورت ہے) وہاں نہ رہے بلکہ فوری کسی ایسے مقام پر منتقل ہو جائے جہاں اس کا اچھے طور پر علاج ہو سکے بلکہ اس کے ذمہ لازم ہے کہ وہ وہاں سے کوچ کر جائے۔

### محور سوم

۱۔ اگر کوئی نوجوان اپنے کسی ایسے عیب کو چھپا کر کسی خاتون سے رشتہ نکاح کر رہا ہے جس کے ظاہر ہونے یا اس کے بارے میں معلومات حاصل ہونے کی صورت میں یہ خاتون برگز اس رشتہ کرنے کو راضی نہیں ہوگی اور وہ عیب ایسا ہے کہ اس سے ایک مسلم ڈاکٹر اس طور پر واقف ہے کہ مثلاً اس نے کسی نوجوان کی آنکھ کا علاج کیا۔ اس نوجوان کی آنکھ کی بصارت ختم ہو گئی۔ لیکن ڈاکٹر کی کوششوں سے اس مریض کی وہ آنکھ دیکھنے میں بالکل صحیح و سالم معلوم ہوتی ہے تو اب اس صورت میں اس مسلم ڈاکٹر کے ذمہ ضروری ہوگا کہ وہ اس راز کو راز ہی میں رکھے۔ البتہ لڑکی یا اس کے گھر والے معلومات حاصل کرنے اس ڈاکٹر کے پاس آئیں تو ایسی صورت میں ڈاکٹر پر لازم ہے کہ وہ لڑکی اور اس کے گھر والوں کو نوجوان کے اس عیب سے باخبر کر دے تاکہ نکاح کے بعد جب افشاء راز ہو تو نہ صرف ان کا آپس میں ازدواجی رشتہ میں منسلک رہنا دشوار ہو جائے بلکہ دو خاندانوں میں آپس میں ناچاقی و نااتفاق۔

۲۔ ایک مرد اور عورت کسی ڈاکٹر کے پاس طبی معائنے کے لئے آئیں جن کے مابین رشتہ نکاح کی بات چل رہی ہو۔ طبی علاج کے نتیجے میں دونوں میں سے کسی ایک کے ایسے عیب سے ڈاکٹر واقف ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں اس بات کا پورا اندیشہ ہے کہ ناقص الاعضاء بچے پیدا ہوں گے یا مادہ منویہ میں جراثیم تولید نہیں ہیں تو ایسی صورت میں ڈاکٹر پر یہ لازم نہیں کہ وہ از خود دوسرے فریق کو پہلے فریق کے عیب یا مرض سے باخبر کر دے بلکہ اس صورت میں اس طبی علاج کو راز میں رکھے۔ چوں کہ بچوں کا ناقص الاعضاء پیدا ہونا یا مادہ منویہ میں جراثیم تولید کا نہ ہونا اس کا اندیشہ ہے اور یہ بھی قوی امکان ہے کہ بچے صحت مند صحیح الاعضاء پیدا ہوں۔



ایک شخص کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے ڈاکٹر کو طبی جانچ میں یہ بات معلوم ہوتی کہ یہ شخص نامرد ہے یا اس میں کوئی ایسا عیب پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کا نکاح بار آور نہیں ہو سکتا۔ ڈاکٹر کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ شخص کسی عورت سے نکاح کا معاملہ طے کر رہا ہے اور اپنے عیب کو چھپا کر اس عورت سے نکاح کر لینا چاہتا ہے اسی طرح کوئی خاتون کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے وہ کسی ایسے اندرونی مرض یا عیب میں مبتلا ہے جس پر مطلع ہونے کے بعد اس کا رشتہ نکاح کہیں ہوتا بہت مشکل ہے اور وہ خاتون اپنے اس اندرونی مرض یا عیب کو چھپا کر کسی مرد سے نکاح کی بات چیت کر رہی ہے رشتہ نکاح کی بات چیت ڈاکٹر کے علم میں آچکی ہے ان دونوں صورتوں میں ڈاکٹر پر لازم ہے کہ وہ دوسرے فریق کو تمام حقائق سے واقف کر دے جب کہ دوسرا فریق ڈاکٹر سے اس مریض یا مریضہ کے بارے میں معلومات

حاصل کرنے کے لئے ڈاکٹر سے رابطہ بھی قائم کرتا ہے اس لئے کہ آدمی کا نامرد ہونا یا اسی طرح خاتون کا اندرونی کسی ایسے عیب میں مبتلا ہونا جس کے ظاہر ہونے پر اس رشتہ نکاح کا برقرار رہنا مشکل ہی نہیں ایک امر محال ہو تو کیوں نہ ڈاکٹر نکاح قائم ہونے سے پہلے ہی اس عیب سے آگاہ کر دے تاکہ ان دونوں خاندانوں کو آپس میں بعد نکاح ہونے والے افریق و انتشار سے بچ سکے۔

۳۔ اسی طرح کسی شخص کے پاس ڈرائیونگ لائسنس ہے اس کی بینائی بری طرح متاثر ہو چکی ہے۔ ڈاکٹر کی رائے میں اس کا گاڑی چلانا اس کے اور دوسروں کے لئے مسلک ثابت ہو سکتا ہے اب ایسا شخص اگر ڈاکٹر کے منع کرنے کے بعد بھی گاڑی چلاتا ہے تو ڈاکٹر کے ذمہ لازم ہوتا ہے کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس کی بینائی کے بارے میں اطلاع کرے اور ڈرائیونگ لائسنس منسوخ کرنے کی سفارش کرے اس کا رازداری مدت کر خاموشی اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں ہے اس لئے کہ فقہائے کرام نے یہ ضابطہ فقہی بیان کیا ہے کہ "یتحمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام" اس طرح "الضرر بزال بمثلہ" چوں کہ یہ شخص جو گاڑی چلانے کی ملازمت کرتا ہو بس وغیرہ چلاتا ہو اگر اس سے متعلقہ محکمہ کو اس کی اطلاع نہیں کی جائے تو بہت سے لوگوں کی جان ضائع ہونے کا پورا خطرہ ہے اور اطلاع کر دینے سے بہت سے بہت ڈرائیور کی ملازمت خطرہ میں پڑ سکتی ہے اور اس کے گھروالے معاشی پریشانیوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں تو جانوں کا ضائع ہونا ضرر عام و عام ہے بمقابلہ ڈرائیور کے اہل کے معاشی خطرہ میں مبتلا ہونے کے۔

۵۔ ایسے اگر کوئی شخص کسی ایسی ملازمت پر ہے جس سے بہت سے لوگوں کی زندگیوں کا تحفظ وابستہ ہے۔ مثلاً ہوائی جہاز کا پائلٹ یا ٹرینی یا بس وغیرہ کا ڈرائیور ہے اب یہ شخص شراب یا اور دوسری نشہ آور چیزوں کا بری طرح عادی ہے اور کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے نشہ کو ترک نہیں کرتا اور اس حال میں ملازمت کے فرائض انجام دیتا ہے تو ڈاکٹر پر لازم ہے کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس شخص کے بارے میں خبر کر دے اور اس سلسلہ میں ہرگز ہرگز رازداری نہ دے۔ فقہاء کے مذکورہ بالا دونوں فقہی ضابطوں کی وجہ سے بھی اور فقہاء کے ڈرائیور کے اس عمل شراب نوشی کی قباحت و شاعت کے اظہار کے پیش نظر بھی چنانچہ فقہاء نے تحریر کیا ہے کہ اگر کوئی شخص شراب کے نشہ میں اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو اس کی طلاق وقع ہو جاتی ہے وہاں اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ شراب محرم کی قباحت و شاعت کے پیش نظر لہذا یہاں بھی ڈاکٹر پر لازم ہے کہ وہ نہ صرف اس محکمہ کو اطلاع دے دے بلکہ حتی الامکان کوشش کرے تاکہ یہ شخص دوسروں کی جانوں کے ضائع کرنے کا ذریعہ نہ بن سکے۔

۶۔ کسی عورت کو ناجائز حمل تھا اس عورت سے بچہ پیدا ہوا اور وہ اس نومولود کو کسی شاہراہ یا پارک یا کسی اور مقام پر زندہ حالت میں چھوڑ کر چلی آئی تاکہ سراج میں بدنامی سے بیچ جائے اس لئے ڈاکٹر سے رابطہ قائم کیا اور ڈاکٹر کو تمام صورت حال سے مطلع کر دیا تو اب ڈاکٹر کا اخلاقی اور شرعی فرض ہے کہ وہ اس معصوم کی جان بچائے اور متعلقہ شعبہ حکومت کو اس کی فوری اطلاع کر دے ایسی صورت میں ڈاکٹر کا اس عورت کی رازداری برتانا نہ صرف قانوناً مجرم ہوگا بلکہ شرعاً اتلاف جان کے مترادف ہوگا۔



## طبی مسائل اور فقہ حنفی

مولانا ریاست علی قاسمی  
(دارالافتاء و عہدہ الاسلام پاپور، یو۔ پی)

عصر حاضر میں ڈاکٹری اور سرجنی کی موجودہ ترقیات نے علاج اور معالجہ میں بہت سی نئی نئی صورتیں پیدا کر دی ہیں ان سے جہاں بہت سے طبی فوائد حاصل ہوتے ہیں اس کے ساتھ ہی بہت سے شرعی مسائل حلال و حرام کے متعلق بھی پیدا ہو گئے ہیں مثلاً ایک انسان کا خون دوسرے انسان کے بدن میں منتقل کرنا، ایک کی کھال دوسرے کے بدن پر جھاننا، ایک شخص کی آنکھ، ناک، کان وغیرہ اعضا کو دوسرے کے جسم میں پیوست کر کے کام لینا وغیرہ اسی قسم کے چند مسائل کا حکم شرعی اس تحریر کے اندر بیان کیا جا رہا ہے۔

### ڈاکٹروں سے آپریشن کرانا اور نقصان کی صورت میں ضمان کا حکم

اگر کوئی ڈاکٹر، سرجن یا جراح یا مضابطہ سند یافتہ ہو اور مضابطہ کے مطابق اس کو آپریشن کرنے کی قانونی اجازت ہو، فرضی ڈگریاں اس نے حاصل نہ کی ہوں نیز معمولی تجربہ کی بنیاد پر وہ ڈاکٹر سرجن نہ بنا ہو بلکہ ماہر تجربہ کار کی نگرانی میں اس نے یہ کام سیکھا ہو اور کامل دسترس اور وافر معلومات اس کام کی اس کو حاصل ہوں اور پوری طبی تدابیر اور کامل احتیاط ملحوظ رکھ کر کسی مریض کا علاج یا آپریشن کرے اور اتفاقاً طور سے وہ ناکام ہو جائے یا مریض ہلاک ہو جائے تو شرعاً اس پر کوئی ضمان اور دیت واجب نہ ہوگی اور نہ ہی وہ مستحق تعزیر ہوگا کیوں کہ موت کا وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص پر موت واقع کرنے کے لئے سبب کے محتاج نہیں ہیں۔ ان اجل اللہ اذا جاء لابنہ خرا (سورہ فتح) اگر اطباء اور ڈاکٹرس کو اس قسم کے واقعات اور حادثات کے اندر ضمان قرار دیا جائے تو دنیا کے اندر اطباء اور ڈاکٹروں کا فہدان ہو جائے گا اور اس کا ضرر و نقصان خلق کثیر تک متعدی ہوگا جس سے عرج عظیم لازم آئے گا۔ فقہ کا مسلک اصول ہے کہ ضرر عام ضرر خاص کے مقابلہ میں اعظم اور بڑا ہے جس کی خاطر ضرر خاص کو برداشت کر لیا جائے گا۔ (الاشیاء ص ۳۸) لہذا ڈاکٹروں سے آپریشن کرانے سے اگر کوئی جان ضائع ہو جائے تو ڈاکٹر کو ضمان نہیں قرار دیا جائے گا اور نہ ہی وہ مستحق تعزیر ہوگا۔ مذکورہ مسئلہ کی کتب فقہ میں صراحت کے ساتھ نظیریں موجود ہیں۔ (حدایہ ص ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱

اور صورت میں جان کی ہلاکت ماذون فیہ اور غیر ماذون فیہ کے مجموعہ سے ہوتی ہے کیوں کہ زخم زدہ عضو کے آپریشن کی اجازت ڈاکٹر اور کو  
حالیہ طور پر تجاوز کی اجازت نہیں ہے اس لئے اس صورت میں کامل دیت کا نصف واجب ہوگا۔

(الدر المختار علی ہاشم رد المحتار ۵/ ۴۴۱، حاشیہ علی ہاشم فتح القدیر ۶/ ۱۰۷، الفتاویٰ الہندیہ ۴/ ۳۹۹، کتاب المیراث ۱/ ۲۰۷)

## ناگہانی حالت میں بلا اجازت اولیا، آپریشن کرنے کا حکم

اگر کسی مریض کا آپریشن فوری طور سے ضروری ہو اور مریض خود اجازت دینے کی پوزیشن میں نہ ہو اور اس کے امیر، اقربا، اور  
سرپرستان کسی دوردراز مقام پر رہتے ہوں ان سے اجازت کا حصول بھی ممکن نہ ہو مثلاً اچانک کوئی شخص ایکسڈنٹ جیسے حادثہ کا شکار  
ہو جائے اور آپریشن نہ کرنے کی صورت میں اس کی جان کے ضائع ہونے کا قریب غائب ہو تو ایسے موقع پر باہر تجربہ کار ڈاکٹر تمام طبی تدابیر اور  
ضروری احتیاطوں کا لحاظ کر کے اگر آپریشن کرنا چاہے تو شرعاً جائز ہے اور اتفاقی طور سے موت واقع ہونے کی صورت میں مناسبت نہ ہوگا  
کیوں کہ ایسے وقت میں اس نے اپنی اخلاقی ذمہ داری کو پورا کیا ہے اور موت کا آجانا حکم ربی ہے جس میں کسی انسان کے فعل کو دخل نہیں  
ہے۔ نیز موت کا آنا امر موبہوم ہے اور آپریشن کے ذریعہ صحت کی بحالی امر قیقین یا قریب غائب کے درجہ میں ہے اس لئے امر موبہوم کی خاطر  
آپریشن کے عمل کو ترک نہیں کیا جائے گا ورنہ ضرر عام للذم آئے گا جس کا ازالہ اور دفعیہ شرعاً ضروری ہے۔

## ایڈز کی تفصیلات اور اس کے شرعی احکام

ایڈز کا مرض زنا کی کثرت اور غیر اخلاقی جرائم کی بہتات کے نتیجہ میں نازل ہونے والے خدائی عذاب کا دوسرا نام ہے۔ یہ مرض  
دو آدمیوں کے ایک ساتھ رہنے سے نہیں پھیلتا ہے بلکہ اس کے پھیلنے کے مختلف اسباب ہیں مثلاً (۱) دو شخصوں کے درمیان کسی قسم کا  
استلذا یا باہمی تعلق ہو خواہ ایک برتن میں کھائیں، پیئیں، ایک دوسرے کا لباس پہنیں یا زین و شٹو کا باہمی اختلاط کریں وغیرہ (۲) ایڈز کے مرض  
میں مبتلا شخص کے خون یا اس کے مہلقات کا دوسرے شخص کے اندر منتقل کرنا (۳) استعمال شدہ انجکشن کی سوئیوں کا ایک دوسرے کے  
بدن میں استعمال کرنا مخصوصا ان کے لئے انجکشن لینے والوں کے درمیان (۴) بال صاف کرنے کا اسرہ اور بلیڈ وغیرہ کا استعمال کرنا (۵) ایڈز  
کے مرض میں مبتلا ماں سے حمل یا ولادت کے دوران بچہ کے اندر مرض کا منتقل ہونا وغیرہ۔ اس تفصیل کی روشنی میں ایڈز سے متعلق مندرجہ  
ذیل فقہی احکام مرتب ہوتے ہیں جن کا حکم مندرجہ ذیل ہے۔

## (۱) ایڈز کے مریض کا اپنے مرض کو چھپانا اور کنارہ کشی اختیار کرنا اور اس کا شرعاً حکم

ایڈز کے مرض اور اس کے جراثیم کی منتقلی سے متعلق موجودہ طبی معلومات اس بات کو بتاتی ہیں کہ یہ مرض محض دو شخصوں کے  
ایک ساتھ رہنے سے نہیں پھیلتا ہے بلکہ خاص وجوہات اور اسباب کی بنا پر پھیلتا ہے اس لئے ایڈز میں مبتلا مریض کے لئے اپنے گھر والوں  
سے چھپانا اور دوسروں سے کنارہ کشی اختیار کرنا شرعاً واجب نہیں ہے البتہ ڈاکٹر کی شرعاً ذمہ داری ہے کہ ایسے شخص کے مرض کو صید راز  
میں نہ رکھے بلکہ افشاء کردے اور خاندان اور معاشرہ والوں کو بچائے تاکہ وہ ایڈز کی صحیح صورت حال سے واقف ہو جائیں اور یہ مریض ان  
میں بالکل اچھوت نہ بن جائے اور اپنے شرعی حقوق سے محروم نہ ہو جائے اور پھر ایسے مریض کے لئے طبی ہدایات اور مشوروں کے مطابق  
عمل کرنا شرعاً ضروری ہے اور فریقین کے لئے ان تمام اسباب و وجوہات سے قطعی اجتناب کرنا شرعاً ضروری ہے جن کے ذریعہ یہ مرض  
متعدی ہوتا ہے اور اس مرض کو چھپانا اور ڈاکٹروں کا قصداً نہ بتانا ظلم کیسے کے مرض میں مبتلا ہونے کا سبب بن سکتا ہے جو عیناً برا عظم  
ہے جس کا دفعیہ اور ازالہ شرعاً ضروری ہے۔



## (۲) ایڈز کے مرض کو دوسرے شخص کے اندر عمداً منتقل کرنا اور اس کا حکم

ایڈز کے مرض میں مبتلا شخص کا اپنے مرض کو کسی صحت مند اور تندرست انسان کی طرف عمداً منتقل کرنا شرعاً حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ اس طرح کے عمل کا ارتکاب کرنے والا شخص اس عمل کی نوعیت اور اس کے فرد یا معاشرہ پر مذموم اثرات پڑنے کے حساب سے دنیوی سزا کا مستحق ہوگا۔ اگر مذکورہ عمل کے مرتکب شخص نے اس نصیبت مرض کو کسی معاشرہ میں پھیلانے کا قصد و ارادہ کیا تو اس کا یہ عمل فساد فی الارض کی سعی اور خدا اور رسول صلعم کے ساتھ محاربہ ہوگا اور اسلامی حکومت ہونے کی صورت میں قرآن کریم میں ذکر کردہ سزائوں میں سے کسی ایک سزا کا مستحق ہوگا۔ اِنما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویمون فی الارض فساداً ان یقتلوا ویصلبوا ویقطع ابدیمہم وارجلہم من خلاف او یسفلوا فی الارض ذالک لهم خیری فی الدنیا ولہم فی الآخرة عذاب عظیم۔ (سورہ ائمہ)

نیز اگر کسی شخص سے ذاتی عداوت کی بنا پر اس مریض نے اس مرض کو دوسرے شخص کی طرف منتقل کیا اور وہ اس مرض میں مبتلا ہو گیا لیکن اس کی موت نہیں ہوتی تو منتقل کرنے والے شخص کو حاکم وقت مناسب تعزیر کرنے کا مجاز ہے اور موت کے واقع ہونے کی صورت میں حاکم وقت سیاق قتل اور دوسری سزائوں پر غور کر سکتا ہے۔

## (۳) ایڈز کے مریض کا اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت اور جماع کا حکم

ایڈز کا مرض پھیلنے کا ایک سبب جنسی اختلاط بھی ہے اس لئے ایڈز کا مریض اگر اپنی بیوی کے ساتھ صحبت اور مباشرت کرے گا تو یقیناً وہ عورت اس مرض میں مبتلا ہو جائے گی اس لئے اس کے لئے اپنی بیوی سے شرعاً جنسی مشارکت رکھنا ضروری ہے پھر اگر بیوی کے لئے شوہر کے بغیر زندگی گزارنا سخت دشوار ہو تو حسن معاشرت کے ساتھ طلاق دینا ایسے شخص کے لئے شرعاً ضروری ہے۔

## (۴) شوہر کے ایڈز کا مریض ہونے کی صورت میں بیوی کے لئے مطالبہ تفریق کا حکم

اگر کسی خاتون کا شوہر ایڈز کا مریض ہو اور اس کی بیوی کو یہ مرض نہ ہو اور بیوی کے لئے بلا شوہر کے رہنے میں عصمت و عورت کا خطرہ ہے اور تنہائی کی زندگی گزارنا سخت دشوار اور پریشان کن ہے اور شوہر طلاق یا خلع پر آمادہ نہیں ہے تو ایسی عورت کے لئے قاضی یا محکمہ شرعیہ کے اراکین کے روبرو درخواست پیش کر کے تفریق کا مطالبہ کرنا شرعاً درست ہے اور قاضی یا محکمہ شرعیہ کے اراکین حسب اصول شرعی ایسی خاتون اور اس کے شوہر کے درمیان تمام معاملات کی تحقیق کر کے تفریق کرنے کے مجاز ہیں۔

## (۵) ایڈز میں مبتلا خاتون کے لئے اپنے حمل کو ضائع کرانے کا حکم

اگر طبی اعتبار سے ایسی تدابیر ہونے کا روالہ جائز ہو کہ دواؤں وغیرہ کے ذریعہ اس بچہ کو مذکورہ مرض سے محفوظ رکھا جاسکے تو ایسی عورت کے لئے اپنے حمل کو ضائع کرنا شرعاً ناجائز ہے ورنہ ایسی عورت مانع حمل تدابیر اختیار کر کے اور مانع حمل ادویہ استعمال کر کے خود کو حاملہ ہونے سے محفوظ رکھے اور اگر حاملہ ہو جائے تو بچہ کے اندر روج پڑنے سے پہلے استقاط حمل کی شرعاً اجازت ہے کیوں کہ فقہاء کرام اعداد و باب افتاء نے عورت کی خرابی صحت اور کثرت ولادت کی وجہ سے بچوں کی خرابی صحت کے پیش نظر ماہر تجربہ کار ڈاکٹروں کے مشورہ سے استقاط حمل کی اجازت دی ہے لہذا مذکورہ صورت میں بھی مانع حمل تدابیر اختیار کرنے اور بصورت دیگر استقاط کی اجازت ہوگی۔



## (۶) ایڈز کے مریض شخص پر مرض الموت کا حکم

اگر ایڈز کے مریض شخص کو اس مرض نے مکمل طور سے اپنی گرفت میں لے لیا ہو اور وہ معمولات زندگی کو ادا کرنے سے ہو گیا ہو اور کسی بھی وقت اس کی موت کا اندیشہ ہو تو ایسے شخص کو مرض الموت کا مریض تصور کیا جائے گا اگر وہ ایسی حالت میں اپنی بیوی، طلاق دے دے تو طلاق المریض کے احکام اس عورت پر عائد ہوں گے اور وہ شخص فار بالطلاق کہلائے گا۔ اگر عورت کی عدت کے دوران ہی وہ شخص وفات پا جائے تو یہ عورت شرعاً اس شخص کے ترکہ میں وارث ہوگی اور اگر انتضاء عدت کے بعد وفات ہو جائے تو وارث نہ ہوگی۔ (حدایہ ۲/۲۰۰)

اسی طرح اس کا حالت مرض میں جبہ کرنا یا اقرار کرنا وصیت کے حکم میں ہوگا اور ثلث مال کے اندر نافذ ہوگا۔ نیز اگر ایسے شخص پر حالت صحت کے دیون لازم ہوں پھر اس حالت میں کچھ دیون کا اقرار کرے تو حالت صحت کے دیون حالت مرض کے دیون پر مقدم ہوں گے اسی طرح وہ دیون بھی جن کا سبب معلوم ہو دیون مرض پر مقدم ہوں گے۔ وفی الهدایہ واذا اقر الرجل فی مرض موته بديون وعطيه ديون فی صحته وديون لزمته فی مرضه باسباب معلومة فدين الصحة والدين المعروفة الاسباب مقدم۔ (۲/۲۰۰ ص ۲۲۵)

## (۷) ایڈز کی مریضہ خاتون کے لئے حق حصانت اور حق رضاعت کا مسئلہ

عصر حاضر کی طبی معلومات یہ بتاتی ہیں کہ اس مرض میں مبتلا خاتون کے لئے اپنے صحت مند اور سدرست بچہ کو دودھ پلانے یا اس کی پرورش کرنے سے مرض کے منتقل ہونے کا خطرہ نہیں ہے اس لئے جب تک طبی رائے اس کے خلاف نہ ہو اس خاتون کا حق حصانت اور حق رضاعت شرعاً ساقط نہ ہوگا۔

## (۸) ایڈز کے مریض شخص کے بارے میں سماج کی ذمہ داریاں

اگر کوئی شخص ایڈز کا مریض ہے یا امراض متعدیہ میں سے دوسرے کسی مرض کے اندر مبتلا ہے تو اسلام کا عقیدہ واضح انداز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ بیان کیا گیا ہے: "تعدوی ولا مطبوء ولا حلة ولا مس"۔ (مشکوٰۃ ۲/۲۰۸) جس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کا مرض دوسرے کے اندر منتقل نہیں ہوتا بلکہ مرض کی تخلیق اور اس کا انتقال مشیت الہیہ ہے۔ حکم خداوندی سے ہوتا ہے کہ جس ذات خداوندی نے شخص اول کے اندر مرض کو پیدا کیا ہے وہی ذات دوسرے شخص کے اندر بھی مرض کو پیدا کر لے پر قادر ہے۔ مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعتیہ کی کو ختم کرنے کے لئے ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا: "من المجدوم فراری من الاسد"۔ (مشکوٰۃ ۲/۲۰۸) کیوں کہ معاشرہ میں کوئی فرد ایسا بھی ہو سکتا ہے جو یہ تصور کرنے لگے کہ اگر میں فلاں شخص کے پاس نہ بیٹھتا تو شاید یہ مرض نہ ہوتا اس لئے اس بدعتیہ کی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا ارشاد سے ختم فرمایا۔ نیز احادیث شریفہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جذامی کے ساتھ خود کھانا ثابت ہے اور دوسری طرف اپنے علاوہ دوسرے لوگوں کو فرار کا حکم دیا ہے۔ ان دونوں باتوں سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ تعدیہ کی ایک وجہ قوت ارادی بھی ہے۔ اگر قوت ارادی مضبوط ہے تو تعدیہ نہ ہوگا جیسے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت ارادی تھی اور بصورت دیگر تعدیہ ہوگا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایڈز سے متعلق خبر دینے سے معمولی طور سے امتلاء کا اندیشہ ہے لہذا طبائع دہشت زدہ ہو کر متاثر ہو جائیں گی لہذا ڈاکٹروں کو ایڈز کی خبر دینے کے بجائے حفاظت کے دوسرے ذرائع پر غور کرنا چاہئے تاکہ مریض بھی متاثر نہ ہوں اور دوسرے بھی محفوظ رہیں۔ اگر کوئی صورت نہ رہے تو مجبوری ہے پھر اس قسم کے امراض میں مبتلا شخص کے سلسلہ میں سماج کی ذمہ داری یہ ہوگی کہ طبی ہدایت کا لحاظ اور کامل احتیاط ہر دو فریق پر شرعاً لازم ہے تاکہ ضرر اور اضرار دونوں سے محفوظ ہو سکے جس کو حدیث

شریف کے اندر لا حدود و لا ضرار قرار دیا گیا ہے۔ ان کے قیام، خورد و نوش اور پوشاک وغیرہ میں مکمل احتیاط ہر دو فریق پر ضروری ہے یہی حکم ان تمام بچوں اور بچیوں کا ہے جو اس مرض کی شکار ہوں۔

### (۹) ایڈز کے اندیشہ سے مسلم لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کا مسئلہ

ایڈز کا مرض چوں کہ ایک ساتھ نشت و برخاست سے منتقل نہیں ہوتا بلکہ اختلاط اور خون وغیرہ کے منتقل کرنے سے منتقل ہوتا ہے اس لئے ایڈز سے متاثرہ مسلمان بچوں اور بچیوں کو دینی اور عصری تعلیم سے محروم کرنا شرعاً ناانصافی اور ظلم ہوگا اور حدود شرعیہ کے دائرہ میں ان کو عصری اور دینی تعلیم دلانا ضرورت کے مطابق شرعاً لازم اور ضروری ہے البتہ ان بچوں کے والدین، سرپرستان، اساتذہ کرام اور مربیوں کی ذمہ داری ہوگی کہ ان کی نگرانی کا مکمل خیال رکھیں اور اس میں کسی بھی قسم کی کوتاہی اور لاپرواہی سے کام نہ لیں تاکہ لازمی جھگڑے اور دوسرے اندیشوں کا سد باب ہو سکے۔

### (۱۰) ایڈز سے متاثرہ علاقوں میں آمد و رفت کا حکم

ایڈز کی حیثیت طاعون کی طرح نہیں ہے کہ اس مقام کے رہنے والوں کو اس مقام سے باہر جانا اور باہر والوں کے لئے اس مقام میں داخل ہونا ممنوع قرار دیا جائے بلکہ طبی معلومات کے مطابق خود بخود یہ مرض دوسرے کے اندر منتقل نہیں ہوتا بلکہ خاص وجوہات کی بناء پر منتقل ہوتا ہے اس لئے ایسے مقامات کے اندر لوگوں کے داخلہ پر پابندی عائد کرنا شرعاً درست نہیں ہے البتہ طبی تدابیر اور احتیاط کا لحاظ رکھنا ہر حال میں ضروری ہے۔ اسی طرح جو لوگ اس علاقہ کے دوسرے مقامات پر گئے ہوتے ہیں وہ داخل ہو سکتے ہیں اور وہاں کے لوگ بھی دوسری جگہ منتقل ہو سکتے ہیں۔ طاعون کا حکم اس سے جداگانہ ہے۔ طاعون زدہ علاقہ سے وہاں کے لوگوں کا باہر جانا اور دوسرے مقامات کے لوگوں کا طاعون زدہ علاقہ میں داخل ہونا دونوں یہ نفس حدیث ممنوع ہیں۔

### رشتہ نکاح کے لئے خاتون سے شوہر کی آنکھ کی خرابی کو ظاہر کرنے کا حکم

اگر کسی نوجوان کی آنکھ کی بصارت کمزور ہو مگر وہ دیکھنے میں بائیں صمغ معلوم ہوتی ہو اور کسی خاتون سے اس کے رشتہ نکاح کی بات چیت چل رہی ہے تو اگر مسلمان ڈاکٹر کے پاس یہ سلسلہ پہنچ جائے اور اس مریض کی ڈاکٹر کو یہ ہدایت ہو کہ میرا مرض صید راز میں رکھا جائے تو اس سلسلہ میں شرعی حکم یہ ہے کہ راز میں رکھنے کی صورت میں اس کا سرور اور نقصان فرد واحد صرف خاتون کو ہوگا اور صید راز میں نہ رکھنے کی صورت میں بھی اس کا نقصان اور ضرر فرد واحد مریض کو ہوگا تو دونوں قسم کے ضرر مساوی درجہ کے ہیں۔ ایسی حالت میں شریعت نے جہلی بہ شخص کو اختیار دیا ہے کہ وہ دونوں امور میں سے جس کو چاہے اختیار کر لے لہذا صورت مذکورہ میں مسلمان ڈاکٹر کو اس مرض کو صید راز میں رکھنے اور نہ رکھنے کے بارے میں اختیار ہے بشرطیکہ اس مریض کے اندر دوسرا کوئی ایسا خطرناک اور مسلک مرض نہ ہو جس کے ہوتے ہوئے وہ عورت حقوق زوجیت ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو لیکن مذکورہ صورت میں ایفاء عمد بہتر ہے اور اس کی رعایت کرتے ہوئے صید راز میں رکھنا بہتر ہے۔ (من المستطیع لسلطنتی و معاہدات و بیان یاخذ یا یتھما شاء، (الاشیاء و النکاح ۱۳۵)

### زوجین میں سے کسی ایک کو مہلک مرض ہونے کی صورت میں ڈاکٹر کی ذمہ داری

نکاح کے اہم مقاصد میں سے افزائش نسل اور توالد و تناسل بھی ہے احادیث شریفہ میں اسی مقصد سے نکاح کی ترغیب دی گئی ہے اگر کسی مرد اور عورت کے درمیان رشتہ مناکحت کی بات چل رہی ہو اور مسلمان ڈاکٹر کے پاس طبی جانچ کے لئے آئے۔ اولیٰ و دوم کے بعد ڈاکٹر کو ایسا مرض معلوم ہوا جس سے مقصد نکاح کا حصول دشوار ہے مثلاً ناقص الاعضاء، بچوں کی تخلیق کا اندیشہ ہو یا مرد اور عورت میں سے کسی



ایک کے مادہ منویہ میں جراثیم تولید نہ ہونے کی وجہ سے بالکل یہ تھلیق اولاد کے فقدان کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں مسلمان ڈاکٹر کے لئے افشاء راز کی شرعا اجازت ہے کیوں کہ اس کا ضرر متعدی ہے اور مقاصد نکاح کا حصول اور منشاء شریعت کی تکمیل عدم افشاء کی صورت میں پریشان کن مسئلہ ہے۔

### مرد کے عینین یا نامرد ہونے کی صورت میں ڈاکٹر کے لئے افشاء راز کا حکم

جب شریعت اسلامیہ نے شوہر کے نامرد اور عینین ہونے کی شکل میں عورت کو مطالب تفریق کا اختیار دیا ہے کیوں کہ اس سے عورت کی زندگی اجیرن اور جسم بن جاتی ہے تو قبل النکاح معلوم ہونے کی صورت میں ڈاکٹر کے لئے افشاء راز کی بدرجہ اولیٰ اجازت ہوگی لیکن اگر عورت کو کوئی ایسا مرض لاحق ہو جو مانع جملع ہے اور معلوم ہونے کی صورت میں اس کا نکاح ہونا مشکل اور دشوار ہو تو اس صورت میں ڈاکٹر کے لئے اس مرض کو صید راز میں رکھنا شرعا ضروری ہے بشرطیکہ وہ عورت کسی موذی مرض مثلاً ایڈز، سوزاک، آئٹک وغیرہ یا کسی متعدی مرض میں مبتلا نہ ہو کیوں کہ افشاء راز کی شکل میں اس عورت کے حرام کاری اور زنا کاری میں مبتلا ہونے کا غالب گمان ہے اور مسلمان کو امر مرام سے بچانا شرعا واجب ہے اور صید راز میں رکھنے کی صورت میں اگر شوہر کی ضرورت اس سے پوری نہ ہو سکے تو شریعت نے مزید تین عورتوں سے نکاح کی اس کو اجازت دی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے فاستحووا ما طلب لکم من النساء منی وثلث وربع حدیث شریف میں ہے کہ جب ایک خاتون نے آپ سے عرض کیا کہ ابو جہم اور معادیہ نے میرے پاس پیغام نکاح دیا ہے تو آپ نے ایک کے متعلق فرمایا کہ وہ عورتوں کے ساتھ سخت رویہ رکھتا ہے اور دوسرا پھکڑ ہے آپ نے بحیثیت مشیر دونوں کا عیب ظاہر فرمادیا اس کی وجہ یہی ہے کہ مقصد نکاح کی تکمیل ان حضرات سے دشوار ہے۔ (مشکوٰۃ ۲/۲۸۸)

### ڈرائیور، پائلٹ وغیرہ کے عیوب کو افشاء کرنے کا حکم

اگر بس کا ڈرائیور، ٹرین کا ڈرائیور، ہوائی جہاز کا پائلٹ وغیرہ شراب، پیرس، افیم اور دوسری مشیات کا عادی ہو یا ان کی آنکھ کی بصارت حدودہ کمزور ہو جس کی وجہ سے یہ لوگ اپنی منومند ذمہ داری کو نبھانے کی پوزیشن اور اہلیت میں نہ ہوں تو مسلمان ڈاکٹر کا فرض ہے کہ متعلقہ محکمہ کو ان کے بارے میں اطلاع کر دے کہ یہ لوگ اپنی منومند ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں اور لوگوں پر بھی ان عیوب کو ظاہر کرنا شرعا ضروری ہے کیوں کہ ان امراض اور عیوب کو صید راز میں رکھنے کی صورت میں اس کا ضرر اور نقصان خلق کثیر کو پہنچنے لگا اور بہت سے لوگوں کی جان کے مضائقہ ہونے کا قوی امکان ہے جو یقیناً ضرر اعظم ہے اور اس کا ازالہ اور دفعیہ شرعا ضروری ہے اور ضرر خاص کو اس ضرر عام کی خاطر برداشت کر لیا جائے گا۔ (تواہم الفقہ ۱۳۹، الاشیاء ۳۲) الضرر الاشد یزال بالضرر الاخف (تواہم الفقہ ۸۸) الضرورات تبیح المحظورات۔ (تواہم الفقہ ۸۹) اذا تعارض مفسدان روحی اعظمهما ضرر دین و کتاب اعظمهما (الاشیاء ۳۳) یہی بات اس ڈرائیور، پائلٹ وغیرہ کی معاشی پریشانی کی تو اس کو دوسرے طرق سے حل کیا جائے گا۔

### معصوم بچہ کی جان کی حفاظت کا مسئلہ

شریعت اسلامیہ کے نزدیک معصوم جان کی حفاظت کی بہت زیادہ اہمیت ہے حضانت اور تربیت کے سلسلہ میں وارد ہونے والی تصہیحات و نصوحن سے اس امر کی تائید ہوتی ہے اس لئے صورت مذکورہ میں مسلمان ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ معصوم بچہ کی جان کو بچانے کے لئے اس ذمہ بچہ کے بارے میں متعلقہ محکمہ کو اطلاع کرے ورنہ قتل نفس کے گناہ میں وہ ڈاکٹر بھی شریک سمجھا جائے گا جس کی



حرمت قرآن کریم کے اندر منصوص ہے - وَلَا تَقْبَلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ الْإِبْرَاقَ - (سورہ عن اسرائیل) البتہ عورت کے راز کو افشاء کرنے سے گریز کرے اور آئندہ عورت سے اس طرح کے جرم کے ارتکاب سے توبہ کراتے اور عمدے - حدیث شریفہ میں منقول علی مسلم فی الدنیاستر اللہ علیہ فی الدنیا والاخرۃ - (ترمذی شریف ۳۰۲)

## حرام اشیاء سے تداوی کا حکم

شریعت نے اضطرار اور ضرورت کے موقع پر حرام اشیاء سے تداوی کی اجازت دی ہے جب کہ مسلمان باہر تجربہ کار ڈاکٹر یہ مشورہ دے کہ اس مرض کا علاج اس کے علاوہ دوسرا نہیں ہے لہذا صورت مذکورہ میں اگر مسلمان ڈاکٹر مرض کے ازالہ کے لئے مختلف علاج کا طریقہ مریض پر آزما چکا ہے تو سوال میں ذکر کردہ طریقہ سے اس کا علاج کرنا شرعاً درست ہے - اس قسم کی تصریحات فقہ کی اکثر کتب میں موجود ہیں - (ملاحظہ ہو، حنفیہ ۳۵۱/۵)

## جرائم پیشہ افراد کے جرائم کو افشاء کرنے کا حکم

مسلمان ڈاکٹروں کی شرعاً ذمہ داری ہے کہ جرائم پیشہ افراد کے جرائم کو اگر ممکن ہو صید راز میں نہ رکھیں بلکہ حکومت کے متعلقہ محکمہ کے روبرو اور عوام الناس کے سامنے افشاء کر دیں تاکہ ضرر خلق کثیر سے محفوظ ہو سکے جس کا ازالہ شرعاً ضروری ہے - ضرر خاص کے مقابلہ میں اس کو کبھی ترجیح نہیں دی جاسکتی - (قواعد الفقہ ۱۳۹)

## غیر مجرم کے ماخوذ ہونے کی صورت میں مجرم کے جرم کو افشاء کرنے کا حکم

شریعت کا ضابطہ یہ ہے کہ دو صورتوں میں سے ایک صورت کے اندر حصول منفعت ہو اور دوسری صورت کے اندر دفع مضرت ہو تو دفع مضرت کی رعایت کی جائے گی اور حصول منفعت کا لحاظ نہیں کیا جائے گا لہذا صورت مذکورہ فی السؤال میں مسلمان ڈاکٹر کے لئے عزیمت یہ ہے کہ بے گناہ شخص کو جرم سے بچایا جائے اور مجرم کے راز کے افشاء کر دے - (اشباہ ۱۳۰)

نوٹ: من خواہت کی تصدیق اور تصحیح مولانا عبدالحق عمن، مولانا مشتاق احمد، مولانا محمد اسلم اور مولانا محمد منصور عالمی نے کی ہے۔



مولانا نذر توحید مظاہری  
(ماسٹر شریہ، چتر ۲ جلد)

### محور اول

- ۱۔ کسی شخص کو مطالعہ ہو اور تجربہ کی بناء پر دواؤں اور امراض کے بارے میں واقفیت رکھتا ہو تو اس شخص کا علاج کرنا جائز ہے اگر اس کے علاج سے مریض کو کوئی ضرر لاحق ہو یا انتقال ہو جائے تو شرعاً کوئی ضمان لازم نہیں اور نہ کسی طرح قابل تعزیر ہے۔
- ۲۔ جس ڈاکٹر کو قانوناً علاج کی اجازت ہو اگر مریض کے علاج میں طبی احتیاطیں ملحوظ نہیں رکھی اگر اس کے تجربہ میں بغیر ان احتیاطات کے مریض صحت یاب ہو جائے ہوں اس کے باوجود مریض فوت ہو گیا یا اس کا کوئی عضو ضائع ہو گیا تو شرعاً اس پر کوئی ضمان نہیں۔ ایسی جانچیں ایسے احتیاطات جس کے بدلتے بغیر علاج ناممکن ہو اس کے باوجود ان چیزوں کو نہ برحمتا تسلیل ہے اس لئے اس تسلیل پر وہ ڈاکٹر قابل تعزیر ہے۔
- ۳۔ جب ڈاکٹر آپریشن کا مجاز ہو اور تجربہ بھی رکھتا ہو اور قریباً عرصہ سے اجازت لئے بغیر آپریشن کر ڈالا اور وہ آپریشن مسلک ثابت ہو یا کوئی عضو بیکار ہو گیا تو ڈاکٹر شرعاً ضمان نہیں ہوگا۔
- ۴۔ آپریشن کے لئے مریض یا اس کے عرصہ سے اجازت شرعاً لازم و ضروری نہیں اگر مریض اجازت دینے کے قابل نہ ہو اور عرصہ دور مقام پر رہتے ہوں اور ڈاکٹر اسے ضروری سمجھتے ہوئے آپریشن کر دیا اور مریض کو کسی قسم کا نقصان ہو گیا تو ڈاکٹر کو شرعاً ضمان قرار نہیں دیا جائے گا اور ڈاکٹر پر شرعاً کوئی تہوان لازم نہیں ہوگا۔

### محور دوم

- ۱۔ جب یہ امر مسلم ہے کہ ایڈز کا مرض عام اختلاط سے منتقل نہیں ہوتا اور حدیث پاک میں ہے لا عدوی ولا طیرہ فی الحدیث۔ اب کسی مریض میں ایڈز کے جراثیم پائے گئے اپنے متعلقین سے اس کو اس خوف سے چھپائے ہوئے ہے کہ فساد زمان و عقیدہ کی وجہ سے وہ اچھوت بن کر رہ جائے گا تو ایسا کرنا اس کے لئے جائز ہے تاہم مزید اختلاط سے از خود احتراز لازم ہے۔
- ۲۔ اگر عام اختلاط سے مرض منتقل ہوتا اور ڈاکٹر بھی اس مرض کو راز میں رکھے اور اس کا افشاء نہ کرے تو جائز ہے مگر ایک مسئلہ ابانت و تدلیل نہ ہو۔
- ۳۔ ایڈز اور دوسرے امراض متعدیہ (عرقا) کے مریض کے بارے میں اہل خانہ اور متعلقین اور سہلج کی شرعاً ذمہ داری ہے کہ حتی المقدور اس کا علاج و معالجہ کرانے اور لا عدوی ولا طیرہ پر مکمل اعتماد و بھروسہ کرتے ہوئے اس کو اچھوت نہ سمجھیں۔
- ۴۔ ایڈز کا ایسا مریض جو اپنے مرض کی نوعیت سے بخوبی واقف ہو اور دانستہ طور پر اپنے مرض کو منتقل کرنے کی مرض سے کوئی ایسا کام مثلاً بیوی سے مجامعت کرنا یا کسی مریض کو خون دینا جو اس کے لئے ایڈز لاحق ہونے کا سبب بن جائے یقیناً ایسا کرنے والا قابل تعزیر ہوگا۔ اور اگر مرض کو منتقل کرنے کا ارادہ تو نہ ہو لیکن اس کے متعدی ہونے کو ڈاکٹروں کے کہنے کے مطابق جانتا ہو اس کے باوجود مجامعت وغیرہ ہو تو وہ شرعاً گناہ گار اور مجرم ہوگا۔

- ۵۔ اگر کسی مسلمان خاتون کا شوہر ایڈز کا مریض ہو گیا تو اس عورت کو شوہر کے اس مرض کی بناء پر فسخ نکاح کرنے کا شرعی اختیار ہو گا اسی طرح اگر ایڈز کے کسی مریض نے اپنے مرض کو چھپا کر کسی عورت سے نکاح کر لیا تو اس عورت کو بھی فسخ نکاح کے مطالبہ کا اختیار ہو گا۔
- ۶۔ جو خاتون ایڈز کے مرض میں گرفتار ہو گئی ہو اگر اسے حمل قرار پا گیا تو اس کا مرض دوران حمل یا دوران ولادت و رضاعت بچے کی طرف منتقل ہونے کا طبی لحاظ سے مکمل خطرہ ہو تو اس عورت کے لئے جائز ہو گا کہ اس مرض کے منتقل ہونے کے ذریعے سے اسقاط حمل کرائے اگر اس بچے میں جان نہ آئی ہو اگر عورت اس کے لئے تیار نہ ہو تو اس کے شوہر یا حکومت یا محکمہ صحت اس کو اسقاط حمل پر جان پڑنے سے قبل مجبور کر سکتے ہیں۔
- ۷۔ جب عام اختلاط سے ایڈز کا مرض منتقل نہیں ہوتا تو ایڈز کے مریض بچے و بچیوں کو مدارس اور اسکولوں میں داخلہ سے محروم کرنا درست نہ ہو گا اور جو شبہات مزید پیدا کئے گئے ہیں وہ لاشی کے درجہ میں ہیں۔
- ۸۔ مثل جواب ۳ مزید والدین اور اہل سہانہ کی ذمہ داری یہ ہے کہ ایسے بچے و بچیوں کی شادی نہ کریں۔
- ۹۔ ایڈز نیز طاعون و کینسر جیسے امراض جب طبی لحاظ سے ناقابل علاج مرحلہ میں پہنچ جائیں تو ان کے لئے مرض الوفات کا حکم ہو گا اور ایسے مریض کے لئے مرض موت و مرض وفات کے احکام جاری ہوں گے جب کہ اسی مرض میں مریض کا انتقال ہو گیا ہو۔
- ۱۰۔ طاعون یا اس جیسے امراض کے پھیلنے کی صورت میں اگر اس حکومت کی جانب سے آمدورفت پر پابندی لگتی ہے تو شرعی ایسی پابندی جائز ہے اور ایسی پابندیوں کو بردتا اور اس کا لحاظ رکھنا مناسب و ضروری ہے۔
- ۱۱۔ اگر فساد عقیدہ کا خطرہ نہ ہو اور لاعدوی پر مکمل اعتماد اور بھروسہ ہو اور اس کے اہل و عیال طاعون زدہ ہوں اور اہل خانہ اور کاروبار کی ضرورت بھی ہو تو ایسے لوگوں کو گھر لوٹنا جائز ہے اسی طرح انہیں شرائط مذکورہ کے ساتھ دوسری جگہ جاسکتے ہیں۔

### محور سوم

- ۱۔ ایک آنکھ کی بصارت زائل ہو جانے کے بعد دوسری آنکھ کی بینائی سے زندگی کے تمام مراحل طے کئے جاسکتے ہیں اور ایک آنکھ کی بصارت زائل ہو جانے سے حقوق زوجیت کی ادائیگی میں کوئی خلل و نقصان نہ نہیں ہے اس لئے ڈاکٹر اس کو راز میں رکھے تو مناسب ہے
- ۲۔ لالجب کہ دیکھنے میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کی خوبصورتی میں کوئی فرق آتا۔ اگر لڑکی کے گہر والوں کو یہ بھنک لگ گئی ہو کہ وہ فلان ڈاکٹر سے علاج کرتا ہے اور وہ ڈاکٹر سے معلومات کے لئے آئیں تو ڈاکٹر کو راز افاش نہ کرنا چاہئے۔
- ۳۔ اگر مرد و عورت کے مابین رشتہ نکاح کی بات چل رہی ہو اور وہ کسی ڈاکٹر کے پاس طبی معائنے کے لئے جاتے ہوں اور طبی معائنے سے ڈاکٹر کو کسی ایک کا ایسا مرض معلوم ہو جائے کہ بچے ناقص الاعضاء پیدا ہوں گے یا کسی کے مادہ منویہ میں جراثیم تولید نہیں ہیں تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ دوسرے فریق کو عیب یا مرض سے باخبر کرے چوں کہ وہ دونوں بغرض تفحیش عیب و مرض ڈاکٹر کے پاس گئے ہیں۔
- ۴۔ اگر کوئی شخص نامرد کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہو یا کوئی خاتون کسی ایسے اندرونی مرض یا عیب میں مبتلا ہو کہ جس کی اطلاع کے بعد اس کا رشتہ ہونا مشکل ہو تو ڈاکٹر کے لئے جائز ہے کہ دوسرے فریق کو اس عیب سے مطلع کر دے اگر دوسرا فریق اس مریض یا مریضہ کے بارے میں معلوم کرے تو ڈاکٹر پر واجب ہے کہ ان امراض کو ظاہر کر دے چوں کہ قاعدہ شرعی ہے الضرر یزال۔



۳۔ لائسنس یافتہ ڈرائیور کی بینائی اگر بری طرح متاثر ہو چکی ہو اور اس کا گاڑی چلانا ڈاکٹر کی رائے میں دوسروں کے لئے مہلک ہو اور شدید نقصان کا اندیشہ ہو تو ڈاکٹر کی یہ ذمہ داری ہے کہ متعلقہ ٹھکرہ کو اس کی اطلاع کرے اور اس کی لائسنس منسوخ کرنے کو کہہ دے اور اگر اس کے گھر والوں کو معاشی پریشانیوں میں بری طرح مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو ٹھکرہ سے اس کی سفارش کر دے کہ اس کی پنشن زائد کردی جائے۔

۵۔ اگر کوئی شخص ایسی ملازمت کرتا ہو جس کے لئے بہت سے لوگوں کی زندگیاں وابستہ ہوں مثلاً ڈرائیور و پائیلٹ وغیرہ اور وہ بری طرح نشہ کا عادی ہو اس کو ٹرک بھی نہیں کرتا اور وہ کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہو ڈاکٹر کی ہدایت کے باوجود نشہ ترک نہ کرتا ہو اور اس حالت میں اپنے فرائض کو انجام دیتا ہو تو مصلح کی ذمہ داری ہے کہ متعلقہ ٹھکرہ کو اس کی اطلاع دے دے۔

۶۔ اگر کسی عورت کو ناجائز حمل تھا اور اس سے بچہ پیدا ہوا اور وہ عورت نومولود کو کہیں پارک وغیرہ میں چھوڑ کر چلی آئی تاکہ بدنامی سے بچ جائے اور اس نے ڈاکٹر سے آکر رابطہ قائم کیا کہ ایسی بات ہے تو اب ڈاکٹر کا فریضہ ہے کہ متعلقہ ٹھکرہ کو اس کی اطلاع دے تاکہ نومولود کی حفاظت ہو سکے۔

۷۔ اشیاء محرمہ سے عام حالات میں علاج جائز نہیں اگر اشیاء مباحہ سے علاج ممکن نہ ہو اور اہل تجربہ کے تجربہ سے یہ بات ثابت ہو کہ شئی محرمہ سے علاج ہو جائے گا تو ایسی صورت میں اشیاء محرمہ سے علاج جائز ہے یہ صورت مذکورہ فی السوال میں ماہر نفسیات کا علاج کرنا شرابی کو شراب چھڑانے کے لئے شراب کے ساتھ ایسے ادویہ ملا دینا جو قے میں مبتلا کا باعث ہو جائز ہے۔

۸۔ جو جرائم پیشہ افراد ماہر نفسیات ڈاکٹر کے زیر علاج ہو اور مصلح کے ان کے جرائم کے بارے میں علم ہو اور ان کے جرائم سے بہت سے لوگوں کو نقصان ہونے کا خطرہ ہو تو اس کی اطلاع حکومت ٹھکرہ کو کرنا ڈاکٹر پر ضروری ہے کہ اسی طرح جاسوس اگر کسی ملک و حکومت کا ہو

جس پر حکومت ہو تو مضائقہ نہیں اور اگر وہ کسی ایسی پارٹی یا افراد کا جاسوس ہو جس کے جرائم پیشہ لوگوں کو جرائم میں تعاون ملتا ہے تو اس طرح کے جاسوس کی اطلاع بھی حکومتی ٹھکرہ کو کرنا مصلح پر ضروری ہے۔

۹۔ کوئی نفسیاتی مریض کسی جرم کا ارتکاب (مثلاً قتل) کیا ہو اور مصلح کے پاس اس جرم کا اقرار کیا ہو اور اسی جرم کے شبہ کی بنیاد پر مقدمہ چل رہا ہو اور اس کا شدید خطرہ ہو کہ وہ غلط سزا پا جائے تو اس صورت میں ڈاکٹر پر یہ ضروری نہیں کہ وہ اس کے راز کو فاش کرے اور اس کے خلاف عدالت میں جا کر بیان دے۔

۱۰۔ جب کہ عام حالات میں یہ مرض منتقل نہیں ہوتا تو اس مرض کو رازدہی میں رکھنا مصلح کے لئے مناسب و ضروری ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

## اسلام کا نظریہ طب و علاج

مولانا دلی اللہ مجید قاسمی

### واقف کار سے علاج

دینی اور دنیاوی تمام کاموں میں ماہر ترکی طرف رجوع کرنا چاہئے، قرآن و حدیث میں اسی کی ہدایت کی گئی ہے۔ زندگی اور صحت کی حفاظت مقاصد شریعت میں بنیادی اہمیت کی حامل ہے اور ”حفاظت دین“ کے بعد دوسرا درجہ ”حفظ نفس“ ہی کا ہے، اس لئے اس معاملہ میں بہت حساس ہونے کی ضرورت ہے اور دوا و علاج کے لئے کسی ماہر ڈاکٹر ہی سے رجوع ہونا چاہئے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ کسی صحابی کو زخم آگیا اور خون منجمد ہو گیا، انھوں نے ڈاکٹروں کو بلایا، دو ڈاکٹر حاضر ہوئے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا تم میں زیادہ ماہر کون ہے ابھٹا اٹھ۔ (۳۲۰/۳۲۱)

غیر ماہر ڈاکٹر کی حدیث میں حوصلہ شکنی کی گئی ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایسا شخص علاج کرتا ہے اور اس کی وجہ سے کوئی نقصان پہنچ جاتا ہے تو وہ ذمہ دار ہوگا۔ (ابوداؤد)

ایک ماہر قرن ڈاکٹر کسے کہا جائے گا اس کی کیا کیا خوبیاں ہیں؟ اس سلسلہ میں علامہ ابن قیم کا بیان ہے کہ واقف کار ڈاکٹر کو ان اوصاف کا حامل ہونا چاہئے۔

(۱) مرض کی نوعیت جانچنے کی صلاحیت، کہ بیماری کس قسم کی ہے اور مرض کا سبب کیا ہے؟ اس بیماری کے پیدا ہونے کی وجہ کیا ہے؟  
(۲) مریض کے بدن میں مرض سے مقابلہ کی صلاحیت اور قوت کا علم، اور جسم کا طبعی مزاج اور مرض کی وجہ سے پیدا ہونے والے غیر طبعی مزاج سے واقفیت۔

(۳) دوا کی قوت اور بیمار کے جسمانی قوت سے موازنہ اور دوا کے ری ایکشن اور اس کے توڑ کی صلاحیت۔

(۴) مریض کی عمر، عادت اور مرض کے وقت کے موسم کی رعایت، نیز اس بات کا علم کہ مریض جہاں کا رہنے والا ہے وہاں کی آب و ہوا کیسی ہے؟

(۵) ایسے طور سے مرض زائل کرنے کی کوشش کرے کہ اس دوا کی وجہ سے کسی دوسرے شدید مرض میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو۔  
(۶) مریض کے دل کی کیفیت اور اس کی بیماریوں سے مکمل طور پر واقفیت کہ جسم کے علاج میں دل بنیادی کردار ادا کرتا ہے، اور جسم کی طبیعت سے دل متاثر ہوا کرتا ہے۔

(۷) مریض کی خیر خواہی اور اس کے ساتھ شفقت و نرمی اور دلداری کا برتاؤ کرنا۔

(۸) طبعی، الہی (روحانی) نفسیاتی علاج میں سے ہر ایک کو ملحوظ رکھے، اس لئے کہ ماہر ڈاکٹر نفسیاتی علاج کے ذریعہ سے وہاں تک پہنچ سکتا ہے جہاں دوا کی پہنچ نہیں۔

(۹) سہل سے سہل تر علاج کی کوشش کرے، دوا اسی وقت دے جب کہ غذا سے علاج ممکن نہ رہے، ایسے ہی اگر مفرد دوا سے کام چل جائے تو مرکب دوا نہ دے۔

اگر کوئی شخص ان ذمہ داریوں کے نبھانے کا اہل نہیں ہے تو وہ ڈاکٹر شرار کے جانے کے لائق نہیں۔ (دوا و علاج ۳۳/۳۴-۳۳)  
واقعہ ہے ابن قیم نے ایک ڈاکٹر کی جن خصوصیات کا تذکرہ کیا ہے۔ "میڈیکل سائنس" کی ترقی نے اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا ہے۔  
آج بھی میڈیکل سائنس میں بنیادی طور پر تین باتیں زیر بحث آتی ہیں۔

(الف) مرض کی علامت اور سبب کی تشخیص۔

(ب) دوا اور اس کے مثبت و منفی اثرات۔

(ج) مریض کے جسم میں دوا کے قبول کرنے کی صلاحیت۔

یہ وہ باتیں ہیں جن کا تذکرہ خود علامہ ابن قیم نے کیا ہے اور ان کے سوا پیش کردہ شرائط کی بھی میڈیکل سائنس میں رعایت کی جاتی ہے۔

### ناواقف ڈاکٹر

جس ڈاکٹر کے اندر مذکورہ صلاحیت نہ ہو اسے فقہی اصطلاح میں "طیب جاہل" کہا جاتا ہے اور عوام کو تکلیف، مشقت، پریشانی، قریب اور دھوکہ دہی سے بچانے کے لئے اسلامی قانون ایسے افراد پر پابندی لگاتا ہے، چنانچہ درمختار میں ہے کہ تین قسم کے افراد پر پابندی عائد کی جائے گی۔ آوارہ فکر مفتی، طیب جاہل اور مفلس شخص جس کے پاس کچھ نہیں مگر وہ لوگوں سے کرایہ پر دینے کا معاملہ کرے۔ علامہ ابن عابدین اس کی تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں، کہ یہ تینوں شخص دین، بدن اور مال کو فاسد اور خراب کرنے والے ہیں اس لئے ان پر پابندی لگائی گئی، کیوں کہ عمومی نقصان کے مقابلہ میں انفرادی نقصان کو گوارا کر لیا جاتا ہے، گویا یہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے قبیل سے ہے۔

(درمختار ج ۱ ص ۱۳۶)

وہ ڈاکٹر جو ان خصوصیات کا حامل ہے مگر اس کے پاس کسی میڈیکل کالج کی سرٹیفکٹ نہیں ہے تو اس کا شمار "طیب جاہل" میں

نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اصل مقصود مہارت و مذاقت ہے نہ کہ سرٹیفکٹ کا حصول، تاہم چوں کہ سرٹیفکٹ اور طبی تصدیق نامہ آج کے دور میں مذاقت و مہارت کی پہچان بن چکا ہے اور اس کے بغیر کسی کی مہارت کا اندازہ لگانا مشکل ہوتا ہے، اس لئے اس کا حصول بھی ضروری ہے

### ناواقفیت کے باوجود علاج

ناواقف اور نااہل ڈاکٹر نے کسی کا علاج کیا اور مریض اس کی جہالت سے نا آشنا ہے، تو اس علاج کے نتیجے میں سچتے والے نقصان کا یہ شخص ذمہ دار ہوگا، چنانچہ حدیث نبوی ہے، جس ڈاکٹر نے کسی قوم کا علاج کیا حالانکہ وہ پہلے سے اس فن میں مشہور نہیں تھا اور اس کے نتیجے میں کوئی نقصان ہو جائے تو وہ ضامن ہوگا۔ (ابوداؤد ص ۳۰۷)

علامہ ابن قیم اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں، اگر مریض نے اسے ڈاکٹر سمجھ کر علاج کی اجازت دی ہے، تو اس علاج سے بچنے والے نقصان کا ذمہ دار ڈاکٹر ہوگا۔ یہی حکم اس وقت بھی ہے جب اس کے لئے کوئی دوا تجویز کرے کہ وہ اسے استعمال کر لے اور مریض نے اس خیال سے کہ یہ شخص واقف ہونے اور اس فن میں مہارت کی وجہ سے رہنمائی کر رہا ہے یہاں تک کہ وہ اس دوا کی وجہ سے ہلاک



ہو جائے تو طبیب اس کا ضامن ہوگا، حدیث اس سلسلہ میں ظاہر یا بالکل صریح ہے۔ (زاد المعاد ۲/۱۳۰)

لیکن چوں کہ اس میں ایک گونہ مریض کی رضا اور اجازت بھی شامل ہے اس لئے ہلاکت کی وجہ سے اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ خون بہا واجب ہے اور اس رقم کی ادائیگی میں اس کے خاندان والے یا شریک کار لوگ (عاقلہ) بھی شامل ہوں گے، علامہ غطانی کا بیان ہے:

جب ڈاکٹر زیادتی کر بیٹھے اور اس کی وجہ سے مریض ہلاک ہو جائے تو وہ ضامن ہوگا۔ میں نہیں جانتا کہ اس مسئلہ میں کوئی اختلاف ہے اور جو شخص ایسے علم یا عمل کو اختیار کئے ہوئے ہے جس سے وہ واقف نہیں تو ایسا شخص زیادتی کرنے والا ہے، لہذا اگر اس کے فعل سے کوئی ہلاک ہو جائے یا کوئی عضو تلف ہو جائے تو وہ خون بہا کا ضامن ہوگا، اور اس سے قصاص ساقط ہے کیوں کہ یہ علاج مریض کی اجازت سے خالی نہیں، اور نااہل ڈاکٹر کے جرم کا تاوان اکثر فقہاء کے نزدیک اس کے متعلقین (عاقلہ) پر ہے۔

ناواقف ڈاکٹر پر صرف تاوان کا واجب ہونا مریض کے حق کی وجہ سے ہے، لیکن اگر قاضی مناسب سمجھے تو اس کی سہیہ اور سرزنش و فمائش بھی کر سکتا ہے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو اور کوئی اس طرح کے علاج پر اقدام نہ کرے، علامہ ابن رشد فرماتے ہیں:

اور اگر وہ اس کا اہل نہ ہو تو اس کی پٹائی کی جائے اور قید میں ڈال دیا جائے اور اس پر تاوان واجب ہے، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ تاوان صرف اسی کے مال سے لیا جائے گا اور کہا گیا ہے کہ اس کے متعلقین بھی اس میں شریک ہوں گے۔ (بدایۃ المجتہد ۲/۲۳۳)

اگر مریض ڈاکٹر کی بہت سے واقف ہے اور اس کے باوجود علاج کی اجازت دے دینا ہے تو ڈاکٹر نقصان کا ذمہ دار نہ ہوگا۔

(زاد المعاد ۱/۱۳۰)

## علاج کی وجہ سے نقصان

اپنے فن میں مہارت اور قانونی طور سے علاج کی اجازت کے ساتھ ایک ڈاکٹر کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ علاج میں ہر ممکن تدبیر کو ملحوظ رکھے، مریض کی مکمل دیکھ ریکھ، چلچلی اور اس میں ڈاکٹری آلات سے مدد لینا اس کی ذمہ داریوں میں شامل ہے، ڈاکٹری اصول کا لحاظ کرتے ہوئے اور کسی کوتاہی و لاپرواہی کے بغیر اس علاج سے کوئی نقصان پہنچ جائے تو وہ ماخوذ نہیں ہوگا۔ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے، علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

ماہر ڈاکٹر جس نے علاج میں فن کا حق ادا کر دیا اور اس نے کوئی لاپرواہی نہیں کی تو اس کے اس فعل کی وجہ سے جس میں شریعت اور مریض کی اجازت شامل ہے کوئی عضو تلف ہو جائے یا جان چلی گئی یا کوئی صلاحیت زائل ہو گئی تو اس پر ضمان بہ اتفاق واجب نہیں ہے۔ (خوار سابق ۱/۱۳۹)

لیکن اگر اس نے اس سلسلہ میں کسی کوتاہی اور بے احتیاطی سے کام لیا ہے تو وہ اپنے فعل کا ذمہ دار ہوگا اور اس پر تاوان واجب ہے، علامہ ابن قدامہ حنبلی نے اس کے متعلق بڑی عمدہ بحث کی ہے اور بڑی تفصیل فراہم کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اجازت کے بعد تاوان واجب نہ ہونے کے لئے دو شرط ہیں، وہ اپنے فن میں مہارت اور عاقلانہ تدبیر ہو، دوسرے کوئی بے احتیاطی نہ کرے، اگر ایسے فن میں مہارت کے باوجود کوتاہی کر جائے، مثلاً تختہ کرنے میں "خشخ" یا اس کے بعض حصہ کو کاٹ دے یا ایسے آلات سے آپریشن

کیا کہ اس کی وجہ سے تکلیف بڑھ گئی یا ایسے وقت میں آپریشن کیا کہ اس وقت آپریشن مناسب نہ تھا ان تمام صورتوں میں وہ ضامن ہوگا۔ امام شافعی اور اصحابِ رای کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ اس مسئلہ میں کوئی اختلاف ہے۔ (السنن ۵/۴۴۰ کتاب البیارات)

### بے اجازت علاج

ذمہ داری اور تاوان سے بری ہونے کے لئے یہ بھی لازمی ہے کہ ڈاکٹر مریض کی اجازت سے علاج کرے۔ وہ اجازت دینے کی پوزیشن میں نہ ہو مثلاً پاگل، بے ہوش یا نابالغ ہے تو اس کے سر پرستوں سے اجازت لینا واجب ہے۔ اس اجازت میں کسی بھی طرح کا ذہنی اور نفسیاتی دباؤ نہ ہو۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے بلکہ بے اجازت علاج کرنے لگا اور اس علاج سے فائدہ کے بجائے نقصان ہوا تو ڈاکٹر ذمہ دار ہوگا گو وہ علاج اس کی نظر میں ضروری ہی کیوں نہ ہو۔ مشہور محقق اور پلغ نظر قسبہ علامہ ابن نجیم مصری حنفی اس کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

دوئوں رولتوں کے مجموعہ سے پتہ چلتا ہے کہ تاوان واجب نہ ہونے کے لئے دو شرط ہے۔ حد سے آگے نہ بڑھنا اور

اجازت کا ہونا۔ اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں شرطیں نہیں پائی گئیں تو تاوان واجب ہے۔ (البحر الرائق ۱۰/۱۹۶)

اس مسئلہ میں بھی تقریباً تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔ (دیکھئے کتاب الاموال ج ۱ ص ۱۰۰) امام احمد کے متبعین کا بھی یہی خیال ہے۔ (دیکھئے السنن ۵/۴۴۰) لیکن علامہ ابن قیم حنبلی کو اس سے اختلاف ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ ڈاکٹر کا احسان ہے اور احسان کرنے والے پر کوئی الزام نہیں۔ لہذا اس کی طرف سے علاج میں کوئی لاپرواہی نہ ہونی ہو تو اسے ضامن قرار دینے کی کوئی معقول وجہ نہیں۔ (زاد العلام ۴/۱۳۱)

اس تاوان کے واجب ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف اس صورت میں ہے جب کہ مریض اجازت دینے کی پوزیشن میں ہو یا اس کے سر پرست موجود ہوں۔ اگر وہ اجازت دینے کا اہل نہیں مثلاً بے ہوش ہو اور جانے حادثہ پر اس کے متعلقین اور رشتہ دار موجود نہ ہوں اور نہ ہی ان سے رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے، تو اس صورت میں اگر آپریشن یا علاج ضروری ہو کہ اس کے بغیر مریض کی زندگی یا جسم کے کسی حصہ کو خطرہ لاحق ہے، علاج کے بغیر کوئی چارہ نہیں تو اس وقت بے اجازت علاج درست ہے اور ناکافی کی صورت میں وہ ذمہ دار نہ ہوگا۔ کیوں کہ ہر انسان کا فریضہ ہے کہ وہ دوسرے کو نقصان اور ہلاکت سے بچانے کی بھرپور کوشش کرے، یہ اس کی ذمہ داری ہے اور اس کے واجبات میں شامل ہے۔ ایک انسانی جان کی کس قدر وقعت ہے اور اس سلسلہ میں وہ کس درجہ ماتخذ ہوگا؟ اس کا اندازہ اس مسئلہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ ابن قدامہ حنبلی نے لکھا ہے:

اگر کوئی اس حالت پر پہنچ گیا کہ دوسرے کا کھانا اور پانی لئے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا ہے اور دوسرے سے اس نے مانگا لیکن اس شخص نے کھانے سے اس وقت بے نیاز ہونے کے باوجود انکار کر دیا اور اس کی وجہ سے یہ شخص مر گیا تو دوسرا جس سے کھانا مانگا تھا ضامن ہوگا۔ (السنن ۵/۴۴۰)

نیز وہ فرماتے ہیں کہ کسی کو ہلاک ہوتے ہوئے دیکھ کر قدرت کے باوجود بچانے کی کوشش نہیں کی تو وہ گنہگار ہوگا بلکہ بعض فقہاء کے یہاں ایک فرض سے غفلت کی بنا پر تاوان بھی واجب ہوگا۔ (حوالہ سابق)

گویا ڈاکٹر اس حالت میں شریعت کی طرف سے اجازت یافتہ ہوتا ہے نیز وہ سر پرستوں کی طرف سے بھی اجازت ہوتی ہے کہ اگر وہ موقع پر موجود ہوتے تو ضرور اجازت دے دیتے۔

## مریض کا عیب ظاہر کرنا

غیبت حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ قرآن میں بہ صراحت اس سے منع کیا گیا ہے اور اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے کے مترادف قرار دیا ہے۔ کسی کے راز کو ظاہر کرنا بھی ایک طرح سے غیبت ہی ہے، کیوں کہ غیبت کی تعریف یہ ہے کہ کسی کا تذکرہ اس انداز سے کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہے ان نذیر احادیث سے (الحدیث)

ایک ڈاکٹر کی ذمہ داری اس سلسلہ میں اور بڑھ جاتی ہے، کیوں کہ لوگ اس سلسلہ میں اس پر اعتماد کرتے ہیں نیز وہ رازداری کا حلف

بھی اٹھاتا ہے، چنانچہ حلف نامہ "بقراط" میں ہے:

علاج کے دوران یا اس کے باہر میں مریض کی زندگی میں ایسی کوئی چیز دیکھوں گا جسے کسی صورت میں ظاہر نہیں کرنا چاہیے تو میں اس کا تذکرہ شرمناک تصور کروں گا۔ (دیکھئے ہدیہ حیات مسائل اور اسلام، تالیف ابو الفضل حسن ابراہیم) نیز کویت میں طب اسلامی پر بین قومی کانفرنس کے موقع پر ایک مسلم ڈاکٹر کے لئے جو حلف نامہ تجویز کیا گیا اس میں ایک دفعہ یہ بھی ہے:

میں لوگوں کے وقار کو ملحوظ رکھوں گا، ان کی نجی باتوں پر پردہ ڈالوں گا اور ان کے رازوں کی حفاظت کروں گا۔ اے اللہ تو اس حلف کے تیش گواہ رہنا۔ (دیکھئے ہدیہ حیات مسائل اور اسلام، تالیف ابو الفضل حسن ابراہیم)

لیکن کبھی اس سے اہم تر مقصد کے لئے راز کو ظاہر کر دینا بھی واجب اور ضروری ہو جاتا ہے، ہمیں اس سلسلہ میں احادیث میں متعدد واقعات ملتے ہیں۔

(الف) ایک صحابی آپ کے پاس آئے اور کہا کہ میں ایک انصاری عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک نظر اس لڑکی کو دیکھ لو کیوں کہ انصاری آنکھوں میں کچھ عیب ہے۔ (مشکوٰۃ ۱/۲۸۸)

(ب) خالد بن قیس فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ معاویہ اور ابو جہم نے مجھے نکاح کا پیغام دیا ہے، آپ کی کیا رائے ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو جہم تو ذرا کچھ سخت قسم کے آدمی ہیں اور معاویہ محتاج ہیں۔

(حوالہ سابق ۱/۲۸۸)

ان دونوں واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ عظیم تر مقصد کے پیش نظر غیبت کو انگیز کیا جاسکتا ہے، داننا، رموز شریعت فقہاء و محدثین نے ان احادیث کو سامنے رکھ کر اصول بنایا کہ کسی صحیح مقصد کے حصول کے لئے غیبت اور راز کو ظاہر کرنا جائز اور درست ہے، جیسے

☆ قالم کے ظلم کا تذکرہ تاکہ انصاف مل سکے۔

☆ منکرات اور برائیوں کو روکنے کی غرض سے۔

☆ مشورہ کے وقت اصل حقیقت کو ظاہر کرنا۔

☆ کسی مسلمان کو دھوکہ دہی سے بچانے کے لئے۔

☆ فتویٰ دریافت کرنے کے مقصد سے۔

☆ ذمہ داروں اور سرپرستوں کو ان کے ماتحتوں کے حالات سے باخبر کرنا، تاکہ ان کی تنبیہ کر سکیں۔



جدید میڈیکل قانون میں بھی اس اصول کی رعایت ہے، چنانچہ بیوجیمپ اور چائلڈریس کہتے ہیں کہ ڈاکٹر رازداری کو صرف اسی حالت میں توڑ سکتا ہے جب کہ اس کا توڑنا اس کے برخلاف اہم ترین ذمہ داری کی انجام دہی کے لئے ضروری ہو۔ (جدید حیاتی مسائل ۳۲)

### شادی کا مسئلہ

مذکورہ تفصیلات سے معلوم ہوا کہ کسی بڑے مقصد کے حصول کے لئے راز ظاہر کرنے کی اجازت ہے، اس لئے کسی عورت یا مرد میں ایسا کوئی عیب ہے کہ دوسرا فریق باخبر ہونے کی صورت میں اس عقد پر راضی نہیں ہو سکتا ہے تو ڈاکٹر یا ہر اس شخص کو جو اس عیب سے واقف ہے جائز ہے کہ وہ صاحب معاملہ کو اس سے آگاہ کر دے، گو صاحب معاملہ نے اس سے اس سلسلہ میں مشورہ طلب نہ کیا ہو، چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی کا بیان ہے:

کسی نے فریدار کو دیکھا کہ وہ بیچنے والے کو کھونے کے ادا کر رہا ہے تو وہ بیچنے والے سے کہہ دے کہ اس سے بچو۔

(رد المحتار ۱/۴۸۸)

اگر صاحب معاملہ نے اس سے مشورہ کیا ہے تو اس وقت اصل حقیقت سے آگاہ کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب اور ضروری ہے اور بصورت دیگر وہ گنہگار ہو گا، کیوں کہ صحیح مشورہ دینا واجب ہے، امام نووی شافعی لکھتے ہیں:

اور مشورہ دینے والے پر واجب ہے کہ اس کی حالت کو چھپائے نہیں، بلکہ جس کے متعلق مشورہ کر رہا اس کی مدائیوں کو خیر خواہی کے جذبہ کے ساتھ واضح کر دے۔ (ریاض السالین ۵۸)

یہی حکم جاسوس اور جرائم پیشہ افراد کا بھی ہے کہ اگر کوئی ان سے واقف ہو تو اس کی ذمہ داری ہے کہ حکومت کے متعلقہ محکمہ کو اطلاع کر دے تاکہ اس کے ضرر سے محفوظ رہا جاسکے، نیز متعدی امراض (جیسے ایڈز) کے حامل لوگوں کی بھی رازداری نہیں کرنی چاہئے بلکہ تمام لوگوں کو اس سے آگاہ کر دینا چاہئے تاکہ یہ مرض دوسروں کو لاحق نہ ہو۔

### ڈرائیور کی بینائی متاثر ہو یا وہ شرابی ہو

اصول یہ ہے کہ اجتماعی ضرر اور نقصان کے مقابلہ میں انفرادی ضرر کو گوارا کر لیا جاتا ہے، "ینتحمل الضرر الخاص لدفع ضرر العام" (الشہادۃ والنظار لابن قیم ۸۷) اس اصول کی روشنی میں ہمارے لئے یہ فیصلہ کرنا آسان ہے کہ اگر ڈرائیور کی بینائی کمزور ہے یا وہ نشہ کا عادی ہے تو ڈاکٹر کی ذمہ داری اور فریضہ ہے کہ متعلقہ محکمہ کو اس کی اطلاع کر دے گرچہ اس کی وجہ سے ڈرائیور کی ملازمت خطرہ میں پڑ جائے اور وہ معاشی پریشانیوں سے دوچار ہو جائے، کیوں کہ اس کی غاسوشی اور رازداری اس سے بڑے خطرہ کا پیش خیمہ بن سکتی ہے۔

### ڈاکٹر کسی کے جرم سے آگاہ ہو

شہادت (گواہی) ایک امانت ہے، جس طرح امانت کی واپسی ضروری اور اس میں خیانت بدترین گناہ ہے، اسی طرح سے گواہی دینا لازم اور اس کو چھپانا معصیت ہے، رب کائنات کا ارشاد ہے:

وَلَا تَكْسِبُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْسِبْهَا فَاِنَّهُ اَنَّمْ يَفْسُقُ - (سورہ بقرہ ۲۸۳)

اور گواہی مت چھپاؤ، جو کوئی گواہی چھپاتا ہے تو اس کا دل گنہگار ہے۔

نیز فرمان باری ہے :

واقبوا الشهادة لله . (۳۳: طلاق)

اللہ کے لئے گواہی قائم کرو۔

غرض یہ کہ گواہی ایک مذہبی اور دینی فریضہ ہے، اس سے پہلو تہی سخت ناپسندیدہ ہے۔ لہذا ڈاکٹر کسی مریض کے جرم سے آگاہ ہے، اور اسی جرم کی بنا پر دوسرا بے قصور شخص ماثوڈ ہے، مقدمہ زیر سماعت ہے اور پورا اندیشہ ہے کہ دوسرا شخص مجرم قرار دے دیا جائے اور اصل مجرم بری ہو جائے تو ایسی صورت میں ڈاکٹر (یا کوئی بھی جو اس جرم سے واقف ہے) کی ذمہ داری ہے کہ وہ اصل مجرم کے متعلق عدالت میں گواہی دے تاکہ بے گناہ رہا ہو سکے۔

## حرام و ناپاک چیزوں سے علاج

اسلام میں حرام اور ناپاک چیزوں سے علاج کی ممانعت ہے، چنانچہ پیغمبر اسلام کا فرمان ہے حرام سے علاج مت کرو، "ولاندواہ بالبحرم" نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے "نجیث دوا" سے ممانعت منقول ہے بھی عن الدواء الحبیث۔

لیکن یہ حکم عمومی حالت میں ہے بوقت ضرورت و حاجت حرام اور ناپاک سے علاج کی اجازت ہے، چنانچہ روایتوں میں آتا ہے کہ قبیلہ عربہ کے کچھ لوگ ہجرت کر کے مدینہ آئے مگر وہاں کی آب و ہوا انھیں راس نہ آئی اور استسقا کی بیماری میں مبتلا ہو گئے، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اونٹ کا پیشاب اور دودھ استعمال کرنے کا حکم دیا اور اس تدبیر سے وہ شفا پا گئے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں حال صلی اللہ علیہ وسلم لو حرجہم الی ابل الصدقة فشربہم من ابوالہا والبانہا فملوا، البتہ یہ ذہن نشین رہے کہ یہ ایک "انفرادی" حکم ہے، اس لئے اس کی قباحت ذہن میں رہنی چاہئے اور بکراہت و ناپسندیدگی، بدرجہ مجبوری گوارا کرنا چاہئے، اور ساتھ ہی مسلم ڈاکٹروں کی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داری ہے کہ حرام دواؤں کا کوئی متبادل تلاش کرنے کی کوشش کریں، ورنہ تو وہ اس کے وبال کے ذمہ دار ہوں گے۔

## متعدی امراض

بعض بیماریاں ایسی ہیں جن کے بارے میں قدیم زمانے سے یہ تصور چلا آ رہا ہے کہ ان میں منتقل ہونے کی صلاحیت ہے یہ چھوٹی چھوٹی بیماری ہے، مریض کے ساتھ میل جول سے صحت مند انسان بھی اس مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے، فن طب میں بھی بعض بیماریوں کو متعدی خیال کیا جاتا ہے، لیکن کیا اسلام بھی اس نظریے سے مستثنیٰ ہے؟ احادیث سے اس کا جواب "ہاں" میں ملتا ہے چنانچہ ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

مر من المحدثوم كالفرار من الاسد۔ (بخاری ۵۰۹/۱) کورہی سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔

نیز ارشاد ہے :

لا تودد المرض علی المصح۔ (نوار ماہی ۸۵۹/۱) بیماروں کو شدہ سختوں پر نہ لادو۔

جن احادیث سے اس کے برخلاف معلوم ہوتا ہے اس کی توجیہ کرتے ہوئے ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ "کلامتہ" تھا کہ مرض میں خود منتقل ہونے کی صلاحیت ہے، خاصیت طبعی لازمی ہے کہ ضرور متعدی ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنے ارشاد و عمل سے اس عقیدہ کی تردید فرمائی کہ مرض کے اندر ذاتی طور پر متعدی ہونے کی صلاحیت نہیں ہے (عوارض سامعہ)۔ مسلم ۱۰/۱۰۰ اور عملی طور پر اس پر اعتقادی کو ختم کرنے کے لئے ایک جذائی کے ساتھ کھانا تناول فرمایا اور ارشاد ہوا، اللہ پر اعتماد اور تبحر دے کر کے کھاؤ کہ مرض و شفا اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ (ترغیب اللہ ۳/۱۰۰) لیکن اسباب کے درجہ میں اللہ نے بعض بیماریوں میں متعدی ہونے کی صلاحیت رکھ دی ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جذائی سے اس طرح دور رہو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔ دونوں طرح کی حدیثوں میں موافقت پیدا کرنے کے لئے اگر مصلیٰ نے اسی توجیہ کو اختیار کیا ہے۔ (فتح الہدیٰ ۱۰/۱۰۰، طبری ۱۰/۱۰۰) تاہم بعض لوگوں کی رائے یہ بھی ہے کہ امراض متعدی نہیں ہوتے ہیں اور جن حدیثوں سے متعدی ہونا معلوم ہوتا ہے وہ ان لوگوں کے لئے ہے جو کمزور دل اور کمزور ایمان رکھتے ہیں کہ جن بیماریوں کو وہ متعدی سمجھتے ہیں ان میں مبتلا شخص سے میل جول نہ رکھیں کیوں کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ اتفاقی طور سے انھیں بھی یہ مرض لگ جائے تو ان کا اعتقاد خراب ہوگا کہ اس مرض کے اندر متعدی ہونے کی صلاحیت ہے، اور اس طرح سے ان کا ایک وہم اعتقاد کا درجہ اختیار کر سکتا ہے۔ (فتح الہدیٰ ۱۰/۱۰۰)

یہاں اس بحث کی ضرورت نہیں کے دلیل کے اعتبار سے ترجیح کس کو ہے؟ کیوں کہ یہ مسئلہ اب نظری نہیں بلکہ مشاہداتی ہے۔ عقل و دل کی نگاہوں سے نہیں بلکہ سر کی آنکھوں سے "ایڈ" وغیرہ کے جراثیم منتقل ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس لئے اب اس سے انکار مشاہدہ اور تجربہ کا انکار ہے اور مان لینے میں نہ تو روح شریعت مجروح ہوتی ہے اور نہ حدیث کا انکار لازم آتا ہے۔

### مریض کی ذمہ داری

جو شخص کسی متعدی مرض مثلاً ایڈ وغیرہ میں مبتلا ہو تو اس کی ذمہ داری ہے کہ اپنی بیماری اور اس کی نوعیت کے بارے میں گھر والوں اور دوسرے متعلقین کو آگاہ کر دے ایسا کرنا واجب اور ضروری ہے، ایسے امراض کو چھپانا اور پردہ پوشی کرنا گناہ ہے، کیوں کہ اس کے نتیجہ میں دوسروں کو ضرر اور نقصان پہنچ سکتا ہے، اور اگر پہلے سے اطلاع ہوگی تو احتیاطی تدبیریں کو اپنایا کر اس ضرر سے بچا جاسکتا ہے۔

### متعلقین کا فریضہ

بیمار شخص محبت، شفقت، نرمی اور مہربانی کا حق دار ہوتا ہے، اسلام میں مریض کی تیمارداری اور دیکھ و بیکھ کی بڑی فضیلت اور اہمیت بیان کی گئی ہے، لیکن ساتھ ہی اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ بعض بیماریوں سے لوگوں کو طبعی کرابت ہوتی ہے، کثرت احتیاط کی وجہ سے مرض کے متعدی ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے، اس لئے ایسے امراض کے حامل لوگوں کو عوامی مجلسوں میں جانے سے احتیاط کرنا چاہئے کہ اس میں مریض اور دیگر لوگوں کے لئے عافیت ہے، اسی میں دونوں کے لئے سولت اور ذہنی سکون کا سامان ہے، کیوں کہ اگر ان مجلسوں میں جائیں گے تو لوگ ان سے دور بھاگنے کی کوشش کریں گے جس سے ان کے اندر احساس بچھاگی پیدا ہوگی، اسی مقصد کے تحت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق منقول ہے کہ انھوں نے کورہ کے مریضوں کو عوامی اجتماع سے روک دیا تھا۔ (فتح الہدیٰ ۱۰/۱۰۰)

دوسری طرف اہل فناء کا فریضہ ہے کہ انھیں بے یار و مددگار تنہا چھوڑ دیں بلکہ احتیاط کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی تیمارداری اور نگرانی کریں، ان کے اندر جینے کا حوصلہ پیدا کریں، ان کے سامنے ایسی کوئی نہ کی جائے جس سے ان کا دل ٹوٹ جائے وہ اپنے کو بے بس اور لاچار اور ایک بوجھ محسوس کریں۔

### مرض منتقل کرنا

بعض بیماریوں کو متعدی مان لینے کے بعد ہمارے لئے یہ فیصلہ کرنا آسان ہے کہ مرض کو منتقل کرنے کے مقصد سے کوئی نہ



احتیاط کرنا گویا زہر پلانا ہے اور زہر خوردانی کے سلسلہ میں یہ تفصیل بیان کی گئی ہے۔

کسی نا مجھ بچے یا پاگل کو زہر آمیز کھانا کھلادیا گیا، اور کھانے والے کے علم میں ہے کہ یہ قاتل زہر ہے اور کھانے والا اس سے ہلاک ہو جائے تو جسور قصاص کے نزدیک قصاص ہے۔

کسی بالغ اور عاقل انسان کو زہر آمیز کھانے پر مجبور کیا گیا، اور مجبور شخص کو معلوم نہیں کہ کھانے میں زہر ہے، تو ہلاکت کی صورت میں مجبور کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا، اگر مجبور شخص کو زہر کے متعلق علم ہے تو پھر قصاص نہیں (بلکہ خون ہے) کیوں کہ ایک گونہ اس کے اختیار کو دخل ہے)

کسی کے حلق میں زہر ڈال دیا تو قصاص ہے، اگرچہ وہ بالغ ہو، کیوں کہ اس میں اس کے اختیار کو کوئی دخل نہیں۔

عقل مند اور بالغ شخص کے سامنے زہر آمیز کھانا پیش کیا گیا اور وہ جاننے کے باوجود کہ کھانے میں زہر ہے اسے کھالے تو قصاص ہے اور نہ خون بہا، اس لئے کہ وہ خود ہی قاتل ہے، اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، لیکن اگر اسے معلوم نہیں ہے تو اس صورت میں قصاص واجب ہونے کے سلسلہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، امام شافعی کے نزدیک خون بہا واجب ہے، مالکیہ اور حنبلیہ کی رائے کے مطابق قصاص ہے ایک قول شوافع کا بھی اسی کے موافق ہے، حنفیہ کے یہاں زہر خوردانی سے ہلاکت کی وجہ سے نہ قصاص ہے اور نہ خون بہا بلکہ قید وغیرہ کے ذریعہ سرزنش کی جائے گی، لیکن کسی کے حلق میں زہر ڈال دیا یا اسے زہر کھالے پر مجبور کیا تو قاتل کے متعلقین (عائد) پر دیت واجب ہے۔ (یہ تفصیل الموسوعۃ الفقہیہ ۲۵/۵۸، ۵۹، ۶۰ سے لیا ہے)

فقہ حنفی کتابوں میں زہر کے سلسلہ میں یہی بیان کیا گیا جو موسوعہ کے مرتبین نے لکھا ہے، لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ کھانے والا اس سے واقف ہو، اور واقعیت کے باوجود کھانے یا میزبان کے علم میں نہیں کہ کھانے میں زہر ہے، کیوں کہ فقہ حنفی کا اصول ہے کہ اگر کوئی کسی کی موت کا سبب ہو تو اس پر دیت واجب ہے۔ (المعتمد ۱۱۳/۱۱) چنانچہ کوئی راستہ میں کنواں کھودے، پتھر رکھ دے، پانی کا چمڑ کاؤ کر دے اور اس سے کوئی ہلاک ہو جائے تو خون بہا واجب ہے، زہر خوردانی میں بھی کھانے والا موت کا سبب بن رہا ہے لہذا اس اصول کے اعتبار سے اس پر دیت واجب ہوگی۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص بھروسہ وارادہ متصدی مرض کو متعلق کرتا ہے تو انہرہ کے یہاں ہلاکت کی صورت میں قصاص ہے اور فقہ حنفی کے اصول کے مطابق دیت ہے، لیکن یہ حکم اس وقت ہے کہ جب اسے مرض کی نوعیت معلوم ہو کہ اس میں متعلق ہونے کی صلاحیت ہے اور اگر مرض کی نوعیت ہی سے واقف نہیں تو پھر اس پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

### طاعون زدہ علاقہ میں آمدورفت

طاعون اور دیگر وبائی امراض کے سلسلہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہمارے لئے مشعل راہ ہے کہ

اذا سمعتم به فادعوا عليه واذا وقع بدار من وامنتم بها فلا تخرجوا غراراً منه۔

جب کسی جگہ کے متعلق مشکوک وہاں طاعون ہے تو وہاں مت جاؤ، اور اگر تم جس جگہ ہو وہیں طاعون پھوٹ پڑے تو وہاں سے

فرار مت اختیار کرو۔ (بخاری ۱۵۲/۲)

طاعون زدہ علاقوں میں جانے کی ممانعت کیوں ہے؟ اس سلسلہ میں علامہ ابن قیم کہتے ہیں کہ جن علاقوں میں بیماری پھیلی ہوئی

ہے دبار جانا اپنے آپ کو اس بلا کے سامنے پیش کرنا ہے جہاں موت منہ کھولے کھڑی ہے، اس آمادہ جاں ستانی علاقہ میں جانا خود اپنے خلاف موت کی مدد کرنا ہے، وہاں داخل ہونا خود کشی کے مترادف ہے، اور عقل و خرد کے اعتبار سے نادرست اور شرع و ذہانت کے

خلاف ہے۔ (الطب النبوی ۳۳ باختصار)

طاہر زہد علاقے سے بھاگنے سے کیوں روکا گیا؟ حالانکہ وہاں رہنا اپنے آپ کو ہلاکت کے لئے پیش کرنا ہے، اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ:

اس کی دو وجہ ہو سکتی ہے، پہلی وجہ یہ ہے کہ انسان کا تعلق ان مشکلات میں بھٹنے ہوئے لوگوں کے ساتھ رہ کر اللہ سے مضبوط ہوتا ہے، وہ اللہ پر بھروسہ کرتا ہے، اور اس کے فیصلہ پر راضی رہتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو وبا سے چنا چاہتا ہے وہ اپنے بدن سے فاسد رطوبات نکلنے کی کوشش کرے، اور اس کے لئے سکون و آرام کی ضرورت ہے وہاں سے بھاگنا اور دور دراز مقام کا سفر کرنا سنگین قسم کی حرکات کا متقاضی ہے جو مذکورہ اصول کی روشنی میں سخت نقصان دہ ہوگا۔ (الطب النبوی ۳۳)

امام غزالی نے فرار سے ممانعت کی جو وجہ بیان کی ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کی نگاہوں نے مستقبل کے اکشافات کو دیکھ لیا ہو وہ کہتے ہیں۔

ہوا جسم کے ظاہری حصہ سے لگتے ہی نقصان نہیں پہنچاتی ہے بلکہ اس وقت ضرر رساں ہوتی ہے جب کہ سانس کے ذریعہ بار بار جسم کے اندر پہنچے، اگر ہوا میں عفونت ہے اور وہ بار بار سانس کے ذریعہ دل، پھیپھڑا اور آنت کے اندرونی حصہ تک پہنچ کر اثر انداز ہو جائے تو پھر بھی اس کا اثر نمایاں نہیں ہوگا، مگر یہ کہ وہ اندرونی حصہ میں دیر تک اثر انداز رہے، لہذا کسی شہر سے نکلنا اگر اس اثر سے خالی نہیں ہوگا جو کہ اس کے اندرونی حصہ میں جڑ پکڑ چکا ہے۔ (احیاء علوم الدین ۴/۲۹۱ مکتب التوحید والنوکل، بیان الرد علی ترک اعداوی)

حاصل یہ ہے کہ بسا اوقات ایک شخص وبائی جراثیم کا حامل ہوتا ہے مگر اس پر مرض کے آثار ظاہر نہیں ہوتے اور اس سے دوسروں تک منتقل ہو جاتے ہیں، اس صورت حال میں اکثر شہر دست اور صحیح لوگوں کو بھی اس مقام سے قرار کی اجازت دی جائے تو یہ ہر جگہ مرض پھیلانے رہیں گے، اور ہر جگہ سرا سمگی اور خوف و ہراس کی فضا بن جائے گی۔

علاوہ ازیں ممانعت کی وجہ خود حدیث کے الفاظ میں موجود ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ طاہر زہد سے بھاگنا اور میدان جنگ سے پشت پھیرنا برابر ہیں۔ (رواہ احمد و ابن خزیمہ، فتح الباری ۱۰/۲۳۱) کیوں کہ اس کی وجہ سے وہاں باقی رہ جانے والوں کی ہمت ٹوٹ جاتی ہے، قوت مدافعت جواب دے جاتی ہے، زندہ رہنے کی رہی سہی امید ختم ہو جاتی ہے، اور وہ دشمن جاں کا لقمہ تر ثابت ہوتا ہے، حقیقت ہے کہ یہ حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہے کہ چودہ سو سال طویل ریسرچ اور تحقیق کا نتیجہ اس کے سوا نہیں جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا، حدیث کے الفاظ اور لب و لہجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر عمل کرنا واجب اور ضروری ہے، اسی کے قائل اکابر علماء ہیں۔ (عون الموعود ۸/۳۹۹، فتح الباری ۱۰/۲۳۱)

لہذا حکومت کی طرف سے آمد و رفت پر کوئی پابندی لگائی جاتی ہے تو وہ شرعی حکم کے نفاذ ہے اس کی تعمیل واجب اور ضروری ہے البتہ یہ ضرورت آمد و رفت کی اجازت ہوگی، مثلاً کچھ لوگ اپنی ضروریات کی وجہ سے باہر گئے ہوں اور ان کے اہل و عیال کو ان کی ضرورت ہے تو آنے میں کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ بہتر اور پسندیدہ ہے۔



ایسے ہی ذاکمروں اور رلیف کے لوگوں کا طاعون زدہ علاقے میں جانا بھی لائق اجر اور قابل ثواب ہے چنانچہ امام غزالی محضے ہیں۔  
طاعون زدہ شہر میں جانے سے روکا نہیں جائے گا کیوں کہ مسلمان جس تکلیف میں مبتلا ہیں اس سے نجات دلانے کے لئے ایک مریض ضرر کے خطرہ کو گوارا انگیز کر لیا جائے گا۔ (احیاء العلوم مع الامتداد ۱۰/۲۰۰) ایسے ہی جو لوگ یہاں کے باشندے نہ ہوں، کسی کام کی وجہ سے عارضی طور پر آنا ہوا ہو اور اب وہ ضرورت باقی نہ رہی، اور دوسری جگہ ان کی ضرورت ہے، یا اسی شہر کے لوگوں کے مقصد اور ضرورت سے باہر جانا چاہتے ہوں تو ان کے لئے یہاں سے نکلنا جائز ہے بشرطیکہ وہ اپنا طبی معائنہ کرالیں، چنانچہ امام نووی لکھتے ہیں:

انتقوا علی جوار الخروج بسفل وغرض غیر المراد ودلیلہ صریح الاحادیث۔ تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ فرار کے سوا کسی کام یا مقصد سے نکلنا جائز ہے اور اس کی دلیل صریح احادیث ہیں۔ (شرح نووی ص ۲۰۹/۱۰)

اس کی تائید حضرت عمر کے اس عزم عمل سے بھی ہوتی ہے کہ انھوں نے خط لکھ کر طاعون زدہ علاقے سے حضرت ابوجہیدہ کو بلا بھیجا تھا گو انھوں نے آنے سے انکار کر دیا، حضرت عمر کا بلانا کسی مقصد سے تھا؟ اس کی بہت سی وجہیں بیان کی گئی ہیں، جن میں ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انھیں حضرت ابوجہیدہ سے کوئی ضروری کام تھا۔

ولعلہ كانت له حاجة بابي عبدة في نفس الامر فلهذا استدعاہ۔ (فتح الباری ۱۰/۲۲۲)

## متعدی امراض کی وجہ سے فسخ نکاح

امراض و عیوب کی وجہ سے عورت فسخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں فقہاء کی رائیں مختلف ہیں، امام ابوحنیفہ و ابویوسف کی رائے ہے کہ مرد کے مطلق الذکر اور نامرد ہونے کی وجہ سے عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہے، ان دو کے علاوہ کسی اور مرض و عیب کی وجہ سے مطالبہ فسخ کا حق نہیں، امام محمد اور احمد ثلاثہ کے یہاں جنون، برص اور جذام کی وجہ سے بھی عورت کو یہ حق حاصل ہو گا۔ (انکحی النکاح الاطلاق ۱۰/۱۰۰) امام محمد کے مسلک کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) یہ امراض نکاح سے پہلے ہی سے موجود ہوں لیکن عورت اس سے باخبر نہ ہو بے خبری میں دھوکہ دے کر نکاح کیا گیا، نیز نکاح کے بعد عورت زبان و عمل سے رضامندی کا اظہار نہ کیا ہو۔

(۲) نکاح کے بعد یہ مرض پیدا ہوا ہو۔

(۳) خود عورت اس مرض میں مبتلا نہ ہو۔

ان تمام شرطوں کے ساتھ عورت فسخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے، اور مطالبہ کا یہ حق صرف مذکورہ امراض کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر وہ مرض جو جنسی تسکین میں حائل بنے، قابل نفرت و کراہت ہو وہ فسخ نکاح کا باعث ہے، ذیل میں لکھتے ہیں:

امام محمد کہتے ہیں کہ عورت نکاح کو ختم کر سکتی ہے جب کہ شوہر میں کوئی ایسا فاش عیب ہو کہ اس کی وجہ سے ساتھ

میں رہنا نہ جاسکتا ہو، اس لئے کہ عورت کے لئے اس عیب کی وجہ سے اپنا حق وصول کرنا دشوار ہو جانے کا لہذا یہ

عیب بھی محبوب اور نامردی کی طرح ہے۔ (تبيين الفتاوى ۲/۱۵۰)

چوں کہ امام محمد کی رائے شریعت کے مخرج و مذاق اور روح و مقاصد سے ہم آہنگ اور قریب تر ہے اس لئے بعد کے فقہاء کے امام محمد ہی کی رائے کو اختیار کیا ہے ہندیہ میں ہے۔



اگر جنون حادث ہو تو نامردی کی طرح ایک سال کی مہلت دی جائے گی (کہ اس دوران اپنا علاج کر سکے) اور اگر مستقل پاگل ہو تو وہ کئے ہوئے شرمگاہ کی طرح ہے اور اس کو ہم اختیار کرتے ہیں۔ (المندہ ۵۲۶/۱ بیروت)

لہذا اگر کوئی شخص شادی کے بعد ایڈز کے مرض میں گرفتار ہو جائے یا ایڈز کے مریض نے اپنا مرض چھپا کر کسی عورت سے نکاح کر لیا اور عورت نے باخبر اور مطلع ہو جانے کے بعد صراحتہ رضامندی کا اظہار نہ کیا ہو، نیز وہ خود اس مرض میں مبتلا نہ ہو تو اسے فسح نکاح کے مطالب کا حق حاصل ہے۔

### استقاط حمل

استقاط حمل کی دو صورتیں ہیں:

(۱) نفس روح کے بعد (۲) نفس روح سے قبل

(۱) جدید طبی ذرائع اور حدیث کے مطابق بار آوری کے ایک سو بیس دن بعد جنین میں زندگی کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں ارشاد نبوی ہے:

تم میں سے ہر ایک رحم مادر میں چالیس دن تک نطفہ کی شکل میں برقرار رہتا ہے پھر اتنی مدت "علقہ" میں رہتا ہے، پھر

وہ "مضد" میں تبدیل ہو جاتا ہے، چالیسویں دن فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے۔ (مسلم شریف ۳۲۶/۲)

نفس روح کے بعد بہ اتفاق فقہاء استقاط حرام اور ناجائز ہے احمد عیش مالکی کے الفاظ میں:

جان پڑ جانے کے بعد استقاط کی کوشش بالاجماع حرام ہے اور یہ کسی زندہ وجود کو قتل کرنے کے ہم معنی ہے۔

(فتح المصلیٰ ۳۹۹/۱)

ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ استقاط حمل اور بچوں کو زندہ دفن کر دینے میں باہم کوئی فرق نہیں، وہ لکھتے ہیں:

استقاط حمل اجماعی طور پر حرام ہے اور یہ زندہ درگور کرنا ہے جس کے سلسلہ میں اللہ کا ارشاد ہے اور جب کہ زندہ دفن

کی گئی بچیوں سے پوچھا جائے گا کہ انھیں کس جرم میں قتل کیا گیا۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ۳۱۷/۲)

اور یہ حقیقت ہے کیوں کہ وہ جنین جس میں زندگی کے آثار پیدا ہو چکے ہوں اس میں اور ایک زندہ انسان میں اس کے سوا فرق

نہیں کہ ایک پردہ رحم میں لپٹا ہوا ہے اور دوسرا اس دنیا سے آب و گل میں آچکا ہے "لہذا روح پڑ جانے کے بعد استقاط کی کوئی بھی

کوشش اسلام کے خلاف ہے گو وہ بچہ ناقص الخلقت اور متعدی امراض کا حامل ہی کیوں نہ ہو، اس لئے کہ اگر اس طرح سے استقاط کی حوصلہ

دہرائی کی جاتی رہے تو مظلوم افراد اور بوڑھوں کی زندگی کو ختم نہ کرنے کی کیا وجہ باقی رہ جائے گی آخر وہ بھی تو سراج اور متعلقین کے لئے بار

ہوتے ہیں۔

(۲) نفس روح سے پہلے بھی استقاط ناجائز ہے گواہی ابتدائی مہلہ ہی کیوں نہ ہو چنانچہ درر الاحکام میں ہے:

وہ جنین جس کے بعض اعضا ظاہر ہو چکے ہو وہ مکمل جنین کے حکم میں ہے۔ (درر الاحکام ۱۰۹/۲)

اور علامہ شامی رقم طراز ہیں:

یہ بات پوشیدہ نہیں ہے اگر غفلت کس ہو چکی ہو اور عورت کے کسی فعل کی وجہ سے بچہ مر جائے تو وہ عورت قتل کی طرح گنہگار ہوگی۔ (ردالمحتار ۱۰/۱۸۹)

یہی وجہ ہے کہ فقہاء ابتداء غفلت سے پہلے بھی محل ساقط کرانے میں وہی ضمان واجب قرار دیتے ہیں جو ایک مکمل جنین کو ساقط کر دینے کی صورت میں واجب ہوتا ہے سرخصی لکھتے ہیں:

جب تک کہ منی رحم میں پڑنے کے بعد غراب نہ ہو اس کے اندر حیات کی صلاحیت ہے، لہذا اس کو تلف کرنے میں زندہ شخص کی طرح ضمان واجب قرار دیا جائے گا، جیسا کہ حالت احرام میں کوئی شکار کے انڈے کو توڑ دے تو اس پر وہی ضمان ہے جو کسی شکار کی وجہ سے ہوا ہے۔ (السبوح ۲۰/۸۰)

تاہم یہ جہایت اس درجہ کی نہیں ہے جو ایک زندہ جنین کے بارے میں لہذا ضرورت و حاجت کے وقت اور حالت عذر میں اس کی اجازت دی جاسکتی ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں:

اگر عورت نفح روح سے پہلے محل کو ساقط کرنا چاہے تو کیا اس کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، فقیر ابو موسیٰ کی رائے کے مطابق مکروہ ہے وہ کما کرتے تھے کہ منی رحم میں پڑنے کے بعد

آخر کار ایک زندہ وجود بنے گی، لہذا اس پر زندگی کے احکام جاری ہوں گے جیسا کہ حرم کے شکار کے انڈا کے بارے میں مسئلہ ہے۔

ابن حبان نے کہا ہے کہ اس رائے کے مطابق جن لوگوں سے جواز مستول ہے وہ حالت عذر پر معمول ہے یا یہ کہ عورت کو اس کی وجہ سے قتل گناہ نہیں ہوگا۔ (ردالمحتار ۱۰/۲۸۰)

لہذا اگر جہین ناقص الخلق ہو یا متعدی امراض کا حامل ہو تو آئندہ زندگی پیدا ہونے سے پہلے اسقاط کی اجازت ہوگی کیوں کہ فقہاء اس سے کم تر ہونے کی بنا پر اسقاط کی اجازت دیتے ہیں۔

### تعلیم کا مسئلہ

بچوں کے ایڈز کا مرض چھوٹے یا ساتھ اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے سے منتقل نہیں ہوتا ہے، اس لئے ایڈز کے مریضوں کو مدارس و اسکولوں میں داخلہ سے محروم نہیں کیا جائے گا، شاید یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جذامی کے ساتھ کھانا تناول فرمایا تھا کیوں کہ جذام کے اثرات ان کے اندر بہت کم تھے جو عام طور سے متعدی نہیں ہوتے، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اس کا بھی احتمال ہے کہ جس جذامی کے ساتھ آنحضرتؐ نے کھانا کھایا تھا اس میں یہ مرض بہت کم تھا اور اس جیسا عام طور پر متعدی نہیں ہوتا ہے۔ (فتح الباری ۱۰/۱۹۸)

ربا یہ اندیشہ کہ ”مریض بچہ کو چوٹ لگ جائے، بچوں کی آپسی لڑائی میں اس کے جسم سے خون نکل کر دوسرے بچوں کو لگ جائے یا باہم جنسی تعلق قائم کر لیں۔“ تو اس اندیشہ کی وجہ سے تعلیم جیسی نعمت سے ان کو محروم نہیں کیا جاسکتا ہے، کیوں کہ ایسا بہت کم ہوتا ہے جس کا اعتبار نہیں، نیز احتیاطی تدبیروں کے ذریعہ سے روک تھام بھی کی جاسکتی ہے۔

## مرض وفات کے احکام

وہ انسان جو اپنے مال و جائداد میں بلا شرکت غیر تصرف کا مالک ہوا کرتا ہے جب اپنی عمر کی آخری منزل پر پہنچتا ہے تو اس کے ان تصرفات پر یک گونہ پابندی لگادی جاتی ہے تاکہ ورثہ کو ممکنہ نقصان سے بچایا جاسکے فقہی اصطلاح میں اس منزل کو "مرض الموت" سے تعبیر کرتے ہیں۔ "مجلد احکام عدلیہ" میں مرض الموت کی یہ تعریف کی گئی ہے۔

جس مرض کی وجہ سے انسان اپنے روزمرہ کے کام انجام نہ دے سکے اور مریض ہونے کے بعد سال گزرنے سے پہلے ہی انتقال کر جائے تو وہ مرض الموت ہے بشرطیکہ مرض میں زیادتی یا کوئی تبدیلی نہ ہو، اگر مرض بدلتا رہے تو جس تبدیلی سے مرض شدید ہوا ہے یا اس میں تبدیلی ہوئی ہے اسی دن سے مرض موت کا اعتبار کیا جائے گا اگرچہ وہ سال بھر

سے زیادہ رہے۔ (الفقہ الاسلامی وادلہ ۵ / ۲۵۰)

فقیر ابو اللیث کی رائے ہے کہ روزمرہ کے کاموں سے عاجز ہونا یا صاحب فراش ہونا مرض کے "مرض الموت" ہونے کے لئے ضروری نہیں بلکہ ہر وہ مرض جس سے عام طور سے لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں زندہ باقی نہیں رہتے "مرض الموت" شمار ہوگا، علامہ شامی کہتے ہیں کہ مناسب ہے کہ اس قول پر "اعتماد کیا جائے" وینبھی اعتمادہ "دیکھئے رد المحتار ۲ / ۲۵۰-۲۵۱" (بیچ ایم سعید کمپنی پاکستان) علماء مالکیہ کی بھی یہی رائے ہے "القوانین الفقہ" میں ہے:

مریض دو طرح کے ہیں، ایک وہ مریض جو عام طور پر اس مرض سے ہلاک نہیں ہوتے جیسے سفید داغ اور کوڑھ کا مریض ان پر کوئی پابندی نہیں، دوسرے وہ مریض جن کے موت کا اندیشہ ہو جیسے شدید بخار، دق اور نمونیا وغیرہ۔

(الفقہ الاسلامی وادلہ ۵ / ۲۵۱)

مرض یہ کہ وہ امراض جو لاعلاج ہوں اور اکثر ان کی وجہ سے موت واقع ہو جاتی ہو ان کے لئے "مرض الموت" کا حکم ہوگا بشرطیکہ اس مرض کی وجہ سے ایک سال کے اندر اندر ہی انتقال ہو جائے، اگر کسی اضافہ و زیادتی کے مرض جوں کا توں سال بھر بمرورہ قرار دیا تو اس پر "مرض الموت" کا حکم نافذ نہیں ہوگا اور اس کے تمام تصرفات درست سمجھے جائیں گے، ہندیہ میں ہے:

ہمارے اصحاب نے طوالت کی تحدید ایک سال سے کی ہے لہذا اگر کسی مرض میں سال بھر بمرورہ ہے تو سال گزرنے کے بعد اس کے تصرف کا وہی حکم ہے جو صحت مند لوگوں کا ہے۔ (ہندیہ ۱ / ۲۳۳)

لہذا ایڈ نیز طاعون و کینسر جیسے مسلک امراض میں مبتلا شخص پر "مرض وفات" کے احکام جاری ہوں گے، اگر سال کے اندر ہی انتقال ہو جائے ورنہ تو پھر ان کے تصرفات درست سمجھے جائیں گے۔

یہاں اس بات کی وضاحت مناسب ہے کہ "مرض وفات" کی وجہ سے صرف ان ہی تصرفات پر پابندی لگائی جائے گی جو تبرعات کے قبیل سے ہیں، مثلاً ہبہ، صدقہ، وصیت، وقف وغیرہ، نیز یہ تصرفات ایک تہائی مال سے زائد میں نافذ نہ ہوں گے، ہا ایک تہائی مال تو اس میں اس کے تمام مذکورہ تصرفات درست ہوں گے۔

وہ "تصرفات" جو ضروریات زندگی میں شامل ہیں اس پر کوئی پابندی نہ ہوگی، یہاں تک کہ اگر وہ شادی کی ضرورت محسوس کرتا ہے تو اس کی بھی اجازت ہے۔ البتہ اگر وہ بیوی کو طلاق اس مقصد سے دیتا ہے کہ وہ وراثت سے محروم ہو جائے تو درست نہیں، اور بیوی وراثت کی حق دار ہوگی بشرطیکہ عورت اس طلاق پر راضی نہ ہو اور شوہر نے اپنی مرضی سے بلا اکراہ طلاق دی ہو۔ (دیکھئے رد المحتار ۲ / ۲۵۱)



## تجربات یابست طبی اختلاقیات

مولوی محمد نور الحق سی  
(دارالعلوم سہیل السام، حیدرآباد السہ)

### محور اول

(۱) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کسی بھی عاقل بالغ آزاد شخص پر جبر کا حکم لگانا جائز نہیں ہے، چنانچہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں،  
جان لو کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عاقل بالغ آزاد شخص پر جبر کا حکم لگانا جائز نہیں ہے۔ (رد المحتار، ۳۰/۱)  
لیکن اس میں سے بعض افراد مستثنیٰ ہیں، مثال کے طور پر وہ مفتی جو حیلہ کرتا ہو، یا وہ ڈاکٹر و حکیم جو جاہل ہو اور وہ کرایہ پر جانوروں کو دینے والا شخص جو خود دیوالیہ ہو، ان پر جبر کا حکم لگایا جائے گا۔ علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں،  
لیکن حیلہ کرنے والے مفتی، طبیب جاہل اور ایسے کرایہ پر دینے والے شخص پر بالاتفاق جبر کا حکم لگایا جائے گا جو خود دیوالیہ ہو گیا ہو۔ (البر الوافی، ۸/۱۱۸)

اب اگر کوئی شخص جو قانوناً عللج و معالجہ کا مجاز نہیں ہے لیکن ذاتی مطالعہ کی بناء پر دواؤں اور امراض کی اچھی تشخیص کرتا ہے اور اس کے متعلق واقفیت رکھتا ہے، اگر اس نے کسی مریض کے کسے پر اس کا عللج کیا، تو اس کا ایسا کرنا درست ہے، اس تجربہ کار شخص کو مجبور قرار نہیں دیا جائے گا، اس لئے کہ تجربہ کی بناء پر وہ طبیب جاہل کے حدود سے باہر ہو گیا، اس لئے کہ طبیب عاقل کہتے ہی ہیں اس کو جو مرض کی صحیح تشخیص کرتا ہو اور مناسب دوائیں تجویز کرتا ہو، اور یہ صلاحیت تجربہ سے بھی حاصل ہو جاتی ہے۔

اب رہی یہ بات کہ طبیب جاہل کس کو کہتے ہیں؟ تو علامہ زبیلی اس کی تعریف یوں کرتے ہیں،  
طبیب جاہل وہ ہے جو مریض کو مسلک دوا پلاوے لیکن جب اس کی وجہ سے مرض بڑھ (ری ایکشن ہو) جائے تو اس کے ضرر کو دفع کرنے پر قادر نہ ہو۔ (تہمین العفاق، ۵/۱۹۳)

لہذا ماہر تجربہ کار شخص کو عللج کرنے سے نہیں روکا جائے گا، شرعاً اس کا عللج کرنا جائز ہے۔ اب رہی یہ بات کہ اس کے عللج سے مریض کو کچھنے والے نقصان کا یہ ضامن ہوگا یا نہیں؟ تو اس کے بارے میں جانتا چاہئے کہ اگر بغیر اجازت کے عللج کرنے کے بعد نقصان ہوا ہو تو وہ ضامن ہوگا اور اجازت کے بعد عللج کرنے سے کچھنے والے نقصان کا ضامن نہیں ہوگا، اس لئے کہ اجازت ملنے کے بعد وہ مجاز ہو جاتا ہے، اس مسئلہ کی مثال فقہاء کے اقوال میں ملتی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں فتاویٰ سراجیہ سے جزیہ نخل کرتے ہوئے لکھا ہے،

صاحب معاملہ سے اجازت لینے کے بعد کھننا لگانے والے نے کھننا لگایا، یا نشتر لگانے والے نے نشتر لگایا یا فتنہ کرنے والے نے فتنہ کیا، اور اس کا یہ عمل ہلاکت کا سبب بن گیا تو یہ لوگ ضامن نہیں ہوں گے۔ (ہندیہ، ۳۳/۱)

اس جزیئہ میں جو عدم ضمان کی بات کہی گئی ہے وہ اسی لئے کہ اس کو صاحب معاملہ کی جانب سے اجازت مل چکی تھی — اس لئے ماہر تجربہ کار شخص کا یہ عمل شرعاً قابل تعزیر بھی شمار نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے کہ اس میں اس کی کوئی غلطی نہیں ہے۔

(۲) ڈاکٹر کی جانب سے پائے جانے والے خطا اور تساہل کی صورت میں ضمان واجب ہوگا اگرچہ ڈاکٹر قانوناً عللج و معالجہ کا مجاز ہو اور ماہر تجربہ کار ہو۔ اس لئے کہ عللج کے موقع پر تو اس کے لئے تساہل برحق گویا مریض پر زیادتی کرنے کے مرادف ہے، فقہاء نے جب خطا کی صورت میں ضمان کو واجب قرار دیا ہے، تو حکماً اور تساہل کی صورت میں بدرجہ اولیٰ ضمان واجب ہونا چاہئے۔ چنانچہ علامہ علاء الدین نے ایک جزیئہ نقل کیا ہے:

بچہ کے فتنہ کرنے کے لئے فتنہ کرنے والے کو حکم دیا گیا، فتنہ کرنے والے نے فتنہ کرتے وقت بچے کا حشفہ ہی

کٹ دیا جس کی وجہ سے بچہ مر گیا تو فتنہ کرنے والے کے عاقلہ پر آدمی دیت لازم ہوگی۔ (الردالمحتار ۱۰/۲۲۲ کرہی)

یہاں پر جو ختان کے عاقلہ پر ضمان واجب ہو رہا ہے وہ اسی لئے کہ اس ختان کی جانب سے خطا واقع ہوئی کہ فتنہ کرنے کے ساتھ اس بچے کا حشفہ بھی قطع کر دیا، لہذا جب مریض نے ڈاکٹر سے آپریشن کرنے کو کہا تو ڈاکٹر کے لئے ضروری تھا کہ وہ مریض کی پوری جانچ کرے، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا اور طبی احتیاطیں ملحوظ نہیں رکھیں جس کے نتیجہ میں مریض فوت ہو گیا تو اس پر ضمان لازم ہوگا اور اس کا فصل قابل تعزیر شمار ہوگا۔ صاحب تہذیب شریعہ منہج محمد نبیب المصطفیٰ اسی صورت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جب ڈاکٹر نے مریض کے حواس کو کلور افارم کے استعمال کے لئے جانچ کئے بغیر بے ہوش کر ڈالا اور مریض مر گیا تو ڈاکٹر اس کا ضمان ہوگا، اسی طرح اگر مریض کو پینسلین کے ذریعہ انجکشن لگایا جب کہ اس کا جسم پینسلین کو قبول نہیں کرتا ہے اور وہ مر گیا تو ڈاکٹر کا ضمان ہوگا، اس لئے کہ ڈاکٹر کو پہلے ہمزے کے اوپری حصہ کی جانچ کر لینا ضروری تھا، لیکن جانچ کرنے کی جگہ سرخ ہو گئی اور اس میں ورم آگیا تو معلوم ہو گیا کہ اس کا جسم اس کو قبول نہیں کر رہا ہے، اسی طرح جب ڈاکٹر نے مریض کی آنکھ کا آپریشن کیا جب کہ مریض کا بلڈ پریشر بانی تھا، جس کی وجہ سے مریض کی بینائی ختم ہو گئی یا وہ مر گیا تو ڈاکٹر اس کا ضمان ہوگا، اس لئے کہ ڈاکٹر پر لازم تھا کہ وہ اس وقت تک آپریشن پر اہتمام نہ کرتا جب تک کہ اس کا بلڈ پریشر معتدل نہ ہو جائے۔ خلاصہ یہ کہ ہر وہ نقصان یا جہالت جو کوتاہی اور لاپرواہی کی وجہ سے ہو اس پر ضمان واجب ہوتا ہے۔ (المجموع ۱۵/۳۵۵)

نیز یہ کہ ڈاکٹر کی حیثیت اجیر کی ہوتی ہے اور معلوم ہے کہ اجیر کی جانب سے قصیر اور اہمال کی بنا پر وہ مستاجر کے مال کا ضمان ہوتا ہے، جیسا کہ فقہاء کہتے ہیں:

مستاجر کے مال کی حفاظت میں بغیر عذر کے کوتاہی کرنا، مثل کے طور پر بکری اپنے ریوڑ سے نکل کر بھاگ گئی اور چرواہا اپنی بے اعتنائی اور فکاسل کی وجہ سے اس کو واپس کرنے کے لئے نہیں گیا تو چرواہا اس بکری کا ضمان ہوگا، اس لئے کہ وہ کوتاہی کرنے والا ہے۔ (حوالہ سابق ۱۱/۲۲۸)

(۴) کسی بھی ڈاکٹر یا طبیب کے لئے ضروری ہے کہ وہ مریض کے آپریشن یا عللج سے پہلے مریض یا اس کے قریبی اعزہ سے ممکن حد تک اجازت لے۔ اگر اس امر کی رعایت نہ کی گئی اور ڈاکٹر نے مریض یا اس کے اعزہ سے اجازت لئے بغیر مریض کا آپریشن کر ڈالا اور یہ آپریشن مسلک ثابت ہوا یا کوئی عضو بے کار ہو گیا تو ڈاکٹر اس نقصان کا ضمان ہوگا، گو ڈاکٹر ماہر و تجربہ کار ہی کیوں نہ ہو، چنانچہ فتاویٰ خانہ میں ایک جزیئہ موجود ہے:



کسی مرد نے یا کسی عورت نے اپنے بچہ کی زائد انگلی کاٹ ڈالی، اس بارے میں بعض فقہاء کہتے ہیں کہ وہ ضامن نہیں ہوں گے اس لئے کہ ایسا کرنا بطور عللج ہے اور ماں باپ کو اپنے بچہ پر معالجہ کا اختیار ہے۔ اگر اسی کام کو ماں باپ کے علاوہ کسی اور نے بغیر اجازت کے کیا تو وہ ضامن ہوگا اس لئے کہ غیر کو ایسا کر لے کا اختیار نہیں ہے۔

(الفتاویٰ القانین مع السند ۳۱۱/۲ نوح دیکھئے رد المحتار ۱۰۰۰/۹)

خلاصہ یہ کہ اجازت نہ ملنے کی بنیاد پر ڈاکٹر اس کا مجاز نہیں ہوگا۔ مثل کے طور پر فتاویٰ عالمگیری کا جزیہ ملاحظہ ہو۔  
فصد لگانے والے نے کسی کو سونے کی حالت میں نشر لگایا جس کی وجہ سے خون بہہ گیا اور وہ مر گیا تو فصد لگانے والے پر ضمان واجب ہوگا۔ (بندیہ ۱۰۰/۶)

یہاں پر جو فصد لگانے والے پر ضمان لازم ہوتا ہے وہ اسی بنا پر کہ اس کو ناہم کی طرف سے اجازت حاصل نہیں ہے۔

(۳) محور اول کا چوتھا سوال اور اس کا جواب در حقیقت انسانی ہمدردی سے تعلق رکھتا ہے، انسانی ہمدردی کا تقاضا ہے کہ اگر کسی شخص کی جان خطرہ میں ہو تو اس کو کسی بھی طرح بچایا جائے۔ یہاں علت، حرمت اور کراہیت وغیرہ کو درگزر کرتے ہوئے انسانی ہمدردی کا اظہار کرنا ضروری ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہے، اسی دوران کوئی نابینا شخص اس کے سامنے سے آگ یا کنواں کی طرف جا رہا ہے، جس کی وجہ سے اس اندھے کی ہلاکت گویا یقینی ہے، تو نمازی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی نماز جو انتہائی اہم فریضہ ہے، کو توڑ کر اس

اندھے شخص کو آگ یا کنواں وغیرہ کی طرف جانے سے روکے اور باز رکھے، خواہ وہ نابینا مرد ہو یا عورت، چنانچہ عالمگیری میں ہے:

نماز میں مشغول شخص نے کسی اندھے شخص کو کنواں کے پاس دیکھا نیز اس کے کنواں میں گر جانے کا خوف ہے تو

اس کو بچانے کے لئے نماز کو توڑ دینا ضروری ہے۔ (الفتاویٰ السند ۱۰۹/۱ نوح دیکھئے رد المحتار ۱۰۰۳/۱ اور ماشیہ المطاوی ۲۰۳)

اب اگر نمازی یہ سوچے کہ کنواں یا آگ کی طرف جانے والی نابینا عورت اجنبی ہے اور غیر محرم ہے، اس کو ہاتھ لگانا حرام ہے، یہ سوچ کر اس کو چھوڑ دے اور وہ ہلاک ہو جائے، تو یہ نماز پڑھنے والا شخص گنہگار ہوگا۔

نہیک اسی طرح صورت مسؤلہ بھی ہے، اگر ڈاکٹر بے ہوش مریض کا یہ سوچ کر عللج نہ کرے کہ اس کے امروہ جو کافی دور ہیں، سے اجازت تو ملی نہیں ہے اور مریض اسی حالت میں ہلاک ہو جائے تو ڈاکٹر گنہگار ہوگا۔

خیر اگر اس نے اجازت حاصل کئے بغیر صرف اور صرف انسانی ہمدردی کی بنا پر اس بے ہوش مریض کا عللج کیا یا آپریشن کیا اور کامیاب ہونے کے بجائے ناکام ثابت ہوا تو اس پر ضمان لازم نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ ضمان و تاوان ڈاکٹر کی جانب سے پائے جانے والی تقصیر اور لاپرواہی کی صورت میں واجب ہوتا ہے، صاحب کتاب المجموع نے لکھا ہے کہ جو شخص لاپرواہی اور بے احتیاطی کی وجہ سے ہو اس پر ضمان واجب ہوتا ہے۔ (۲۵۵/۱۵)

نیز علامہ حصفی فرماتے ہیں:

بر محفوظ الدم شخص کو قتل کرنے کی وجہ سے قود یعنی قصاص واجب ہوتا ہے جب کہ یہ قتل جان بوجھ کر کیا گیا ہو۔

(در مملکت مع الطائی ۵۳۲/۶)

اور اس ڈاکٹر کا عمل صرف انسانی ہمدردی پر مبنی ہے، نہ تو اس میں اہمال و تقصیر کی صورت پائی جا رہی ہے اور نہ ہی قتل عمد و



## محور دوم

(۱) پہلے سوال اور اس کے جواب کا تعلق اس بات سے ہے کہ کیا بڑے درجہ کے ضرر سے بچنے کے لئے کم درجہ کے ضرر کو اختیار کیا جاسکتا ہے؟ تو یہ مسلک اصول ہے کہ ضرر عام کی وجہ سے ضرر خاص کو برداشت کیا جاسکتا ہے۔ علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

يُتَحَمَّلُ الضَّرَرُ الْخَاصُّ لِأَجْلِ دَفْعِ الضَّرَرِ الْعَامِ. (الاشباہ والنظائر ۴۷۷، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

ضرر عام کو دفع کرنے کے لئے ضرر خاص کو برداشت کیا جائے گا۔

مثال کے طور پر اگر کسی قلعہ میں کفار جمع ہیں وہ مسلمانوں کے تیرے بچنے کے لئے مسلمان بچوں کو سامنے لاکر دھال کے طور پر

استعمال کرتے ہیں تو کیا مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ ان پر تیر برساتے؟ فقہاء نے لکھا ہے کہ تیر برسایا جائے گا اور مسلمان بچوں کا لحاظ نہ کیا جائے گا۔ علامہ ابن نجیم آگے لکھتے ہیں کہ اسی قاعدہ پر مبنی یہ بھی ہے کہ ایسے کفار کی طرف تیر چلانا جائز ہے جو مسلمانوں کے بچے کو بطور دھال استعمال کر رہے ہوں۔ (دیکھئے کتاب مذکور)

اب دیکھئے کہ مریض ایڈز اپنے مرض کو اچھوت بننے کے خوف سے چھپاتا ہے اور اپنے اہل خانہ کو اطلاع نہیں دیتا ہے، تو یہ ضرر عام ہے یا اس طور کہ اگر وہ ظاہر نہ کرے گا تو اس سے بعض احتیاطی تدابیر اختیار نہ کئے جانے کی صورت میں مرض کا تعدیہ لازم آسکتا ہے۔

اگر وہ اپنے عیب کو ظاہر کرتا ہے تو اس میں بھی ضرر ہے لیکن یہ ضرر خاص ہے جس کی وجہ سے ضرر عام کو اختیار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ پھر یہ کہ وہ اپنے مرض کو اچھوت بننے کے خوف سے چھپاتا ہے تو یہ تو ظن و گمان ہے، اور صرف گمان کی وجہ سے ضرر عام کو کیسے برداشت کیا جاسکتا ہے؟ خلاصہ یہ کہ مریض کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اہل خانہ کو اس مرض کی اطلاع کر دے تاکہ وہ احتیاطی تدابیر اختیار کرتے رہیں اور مرض کا تعدیہ لازم نہ آئے۔

(۲) کسی کے عیب کو ظاہر کرنا بالاتفاق غیبت اور نمیسہ ہے،

حقیقة النعیمة افشاء السوء وحک السوء عابکرہ منشفہ. (کتاب الفقہ علی المذاهب الاربعہ ۳۵۱/۵)

نمیسہ کی حقیقت کسی کی اس پوشیدہ غصلت کو ظاہر کرنا ہے جس کے افشاء کو ناپسند کیا جاتا ہو۔

غیبت کی حرمت کتاب اللہ اور حدیث سے ثابت ہے اور غیبت کرنا بالاتفاق حرام ہے۔ فقہاء نے غیبت کی چند صورتیں بیان فرمائی ہیں جن میں سے صرف ایک صورت کو مباح قرار دیا ہے، وہ یہ ہے کہ کسی کے عیب کو اس لئے ظاہر کیا جائے تاکہ لوگ اس کے ضرر سے محفوظ رہیں یا اس کے ظاہر کرنے میں مسلمانوں کا فائدہ ہو، نیز کسی معصیت سے روکنا مقصود ہو، چنانچہ علامہ شامی غیبت کی قسمیں بیان کرتے ہیں:

غیبت کی چار صورتیں ہیں، ایک صورت تو کفر کی ہے، اور وہ یہ ہے کہ اس سے کہہ دیا جائے کہ غیبت مت کرو لیکن وہ شخص کہتا ہے کہ یہ غیبت نہیں ہے میں تو اس میں سچا ہوں، تو گویا اس شخص نے ادلہ قطعیہ سے ثابت شدہ حرام چیز کو حلال سمجھا، اور اسی کو کفر کہتے ہیں، دوسری صورت نفاق کی ہے وہ یہ ہے کہ کسی شخص کی ایسے آدمی کے پاس غیبت کرتا ہے جو اس کو جانتا ہے لیکن یہ غیبت کر لے والا شخص اس کا نام نہیں لیتا ہے اور اپنے آپ کو پاکدامن ظاہر کرتا ہے تو یہ نفاق ہے، ایک صورت معصیت کی ہے کہ وہ کسی خاص آدمی کی غیبت کرتا ہے اور جانتا ہے کہ ایسا کرنا گناہ ہے، تو ایسے شخص پر تو بہ کرنا ضروری ہے، اور ایک صورت میں غیبت کرنا مباح ہے وہ یہ کہ ایسے شخص کی غیبت کرے جو علی الاعلان فسق کرتا ہو یا صاحب بدعت کی غیبت کرے اس بیت سے کہ لوگ اس کے فسق اور بدعت سے

معمولاً رہیں، تو مباح ہی نہیں بلکہ اس پر اس کو ثواب ملے گا اس لئے کہ یہ منی عن المنکر کے قبیل سے ہے۔

(رد المحتار ۶/۲۰۹)

اب مسؤل صورت میں اگر کوئی شخص جو ایڈز کا مریض ہے وہ مرض کو چھپاتا ہے اور ڈاکٹروں سے بھی کتا ہے کہ وہ اس عیب کو دوسروں پر افشاء نہ کرے، اب ڈاکٹر کی شرعاً ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اس کے عیب کو ظاہر نہ کرے۔ کیوں کہ اس میں دوسروں کا فائدہ مضمر نہیں ہے۔ الایہ کہ اس ڈاکٹر سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا جائے تاکہ اس سے کوئی شرعی تعلق قائم کیا جائے مثلاً شادی وغیرہ، تو اس صورت میں ڈاکٹر پر اس کے عیب کو ظاہر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، علامہ عبدالرحمان الجزیری لکھتے ہیں:

یسبغی ان یسکت عنہ الا فی حکایتہ فائدۃ المسلم اودفع للمعصیۃ۔ (کتاب الفقہ علی مذاہب الاربۃ ۵/۲۵۱)

مناسب یہ ہے کہ اس کے بارے میں سکوت اختیار کرے الایہ کہ اس کے بیان کر دینے ہی میں لوگوں کا فائدہ ہو یا کسی معصیت کو دفع کرنا مقصود ہو۔

اگر اس صورت میں ڈاکٹر اس کے عیب کو بلا فائدہ بیان کرے تو وہ گنہگار ہوگا، کیوں کہ وہ ڈاکٹر کو افشاء عیب سے منع کر رہا ہے۔

(۳) ایڈز اور دوسرے خطرناک امراض مثلاً طاعون وغیرہ کے مریض کے بارے میں اس کے اہل خانہ اور سماج کی یہ ذمہ داری ہوتی چاہئے کہ وہ اس کو اپنے پاس ہی رکھیں اور ممکنہ حد تک علاج معالجہ کراتے رہیں اس کے ساتھ ایسا نہ کیا جائے کہ اس کو سماج اور شہر سے باہر نکال دیا جائے تاکہ اس کے مرض سے دوسروں کو نقصان نہ ہو۔ ایسا کرنا انسانی ہمدردی کے بالکل خلاف ہے، نیز اگر باہر نکال دیا جائے گا تو اس کی دیکھ ریکھ اور علاج و معالجہ کون کرے گا؟ اس لئے اس کو گھر اور سماج ہی میں رکھا جائے گا، البتہ یہ ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ اس سے ایسا اختلاط نہ ہو، ایسی بہ احتیاطی نہ ہو جو امراض کے منتقلی کا سبب بنے بلکہ احتیاطی تدابیر کا لحاظ کرنا ضروری ہے، اس لئے کہ ارشاد ربانی ہے:

لَا تَقْبَلُوا لَهُمْ دِيَارَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (البقرہ ۱۷۵)

اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔

اس آیت میں بھی یہی فرمایا گیا ہے کہ ہلاکت کی جگہوں سے اجتناب کرتے رہو اور احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو۔

(۴) کیا مسبب تلف پر ضمان لازم آتا ہے؟ جناب سلیم رستم لبنانی شرح الجملہ میں فرماتے ہیں کہ مسبب پر ضمان اس وقت لازم آتا ہے جب کہ اس مسبب کی جانب سے تعدد اور تعدی پائی جائے، "المنسب لا یضمن الا بالتعدد والتعدی"۔ (شرح الجملہ ۲/۲۰۱) مسبب اس وقت ضامن ہوتا ہے جب کہ اس کی جانب سے تعدد اور تعدی پائی جائے۔

مسبب اس کو کہتے ہیں جو کسی ایسی چیز کو پیدا کرے جس سے عادی کسی دوسری شے کے تلف ہونے کا قوی امکان ہو:

اتلاف بالمسبب کا مفسوم یہ ہے کہ کسی شے کے اندر کوئی ایسی چیز پیدا کر دینا جس سے اکثر وہ چیز ختم ہو جاتی ہو اور ایسا کرنے والے شخص کو مسبب کہتے ہیں۔ (کتاب نکور)

پس وہ مریض جس کے اندر ایڈز کے ہراثیم پائے گئے اور وہ جان بوجھ کر دوسرے تک ہراثیم پہنچاتا ہے مثلاً اپنی بیوی سے مجامعت کرتا ہے یا کسی کو خون دیتا ہے، اس پر ضمان واجب ہوگا۔ لیکن اگر وہ مرض کی منتقلی کا ارادہ تو نہیں کرتا ہے البتہ مرض کے منتقل ہونے کی بات کو جانتے ہوئے مجامعت کیا یا کسی کو خون دیا تو سخت گنہگار اور مجرم ہوگا۔



(۵) کن عیوب کی وجہ سے فسخ نکاح کا اختیار ہوتا ہے اور کن عیوب کی وجہ سے فسخ کا اختیار نہیں ہوتا؟ اس سلسلہ میں فقہاء کرام کی رائیں مختلف ہیں۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ وہ عیوب جن کی وجہ سے فسخ نکاح کا اختیار ہوتا ہے وہ تین قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جو زوجین کے درمیان مشترک ہوتے ہیں، مثلاً جذام، برص اور فضیٰ مشکل ہونا، دوسری قسم وہ ہے جو صرف مرد کے ساتھ خاص ہوتے ہیں جیسے خصی ہونا، نامرد ہونا اور مقطوع الذکر ہونا، تیسری قسم وہ ہے جو عورتوں کے ساتھ خاص ہوتے ہیں مثلاً شرمگاہ میں ہڈی کا ہونا، دونوں شرمگاہوں کا کھلا ہوا ہونا، جماع کا راستہ بند ہونا، عفل ہونا اور بخر ہونا یعنی شرمگاہ وغیرہ کے اندر برہنہ کا ہونا۔

(فسخ الزواج ۲۸۵، الخیاتی ۲۲۵/۱، شرح الکبریٰ ص ۱۲۸/۲)

امام شافعیؒ ان عیوب میں سے چند کا استثناء کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جن عیوب کی بنا پر فسخ نکاح کا حق ہوتا ہے وہ جذام، برص، عین ہونا، مقطوع الذکر ہونا اور رقی و قرن ہیں۔ (فسخ الزواج ۲۸۵، کتاب النکاح ص ۱۸۳/۳)

امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب کی بابت علامہ ابن قدامہؒ نے لکھا ہے:

اور وہ جس کو عرقی نے آٹھ ذکر کیا ہے وہ تین قسم کے ہیں ایک وہ جس میں میاں بیوی شریک ہیں اور وہ جنون، جذام اور برص ہیں اور دوسرے مرد کے ساتھ خاص ہوتے ہیں اور وہ مقطوع الذکر ہونا اور عین ہونا ہے اور تین عورتوں کے ساتھ خاص ہیں وہ قتی قرن اور عفل یعنی اندام شانی میں گوشت کا لکڑا ہونا ہے جو جماع سے منع ہو۔ (المغنی، ۱۳۱/۱)

نیز ابن تیمیہؒ کا بھی مسلک جمہور کی طرح ہے کہ ان عیوب کی بنا پر جو کمال استماع میں مانع ہو اس کی بنا پر فسخ کا اختیار ہوگا۔ ابن تیمیہؒ نے -الاختبارات العلییہ- کے اندر لکھا ہے کہ عورت کو ہر اس عیب کی وجہ سے ٹوٹا دیا جائے گا جو کمال استماع سے منع ہو۔ (فسخ الزواج ۲۸۵)

ایڈ کے اندر بھی یہی صورت پائی جاتی ہے بلکہ دوسرے تمام عیوب و امراض کے مقابلہ میں اس کے اندر زیادہ ہی نفرت پائی جاتی ہے، اگر یہ مرد کو لاحق ہو جائے تو عورت بالکیہ اس سے اجتناب کرنے کی کوشش کرے گی اور استماع کی تکمیل سے دونوں محروم ہو جائیں گے۔

امام ابوحنیفہؒ جمہور سے اختلاف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ زوجین میں سے کسی کو بھی عیب کی بنا پر فسخ کا اختیار نہیں ہوگا سوائے عیوب ثلاثہ یعنی مقطوع الذکر ہونا، خصی ہونا اور عین ہونے کی صورت کے کہ اس میں اختیار ہوگا۔ علامہ ابن نجیم مصریؒ لکھتے ہیں:

ان دونوں میں سے کسی کو عیب کی وجہ سے اختیار نہیں ہوگا یعنی زوجین میں سے کسی کو دوسرے میں پائے جانے والے عیب کی وجہ سے اختیار نہیں ہوگا اس لئے کہ عقد کا مقصد ہی دلی کرنا ہے اور عیب کی وجہ سے مقصد دلی فوت نہیں ہوتا ہے بلکہ ایک قسم کا قفل واقع ہوتا ہے، سپرد کرنے سے پہلے موت کی وجہ سے دلی کا فوت ہونا عیب کو واجب نہیں کرتا ہے تو اختلال کی وجہ سے بدرجہ اولیٰ اختیار نہیں ہونا چاہئے۔ (البرہان ۱۰۰/۲)

لیکن اصناف میں سے امام محمدؒ کا کہنا ہے کہ چند امراض کی وجہ سے فسخ نکاح کا حق ہوگا، جیسے برص، جذام اور جنون، اگر یہ کسی کو زوجین میں سے لاحق ہو گئے تو دوسرے کو فسخ نکاح کا اختیار ہوگا۔ (البرہان ۱۰۰/۲)



لذا موجودہ زمانہ میں ایڈز جیسی مسلک بیماریوں کی وجہ سے عورت کو قسح نکاح کا اختیار ہوگا۔ چونکہ اس میں نفرت بھی پائی جاتی ہے اور اس لئے بھی قسح کا اختیار ہوگا کہ اس مرد کے ہر اہم ایک دوسرے میں منتقل ہو کر دوسرے کی ہلاکت کا سبب نہ بن جائے۔

(۶) استقاطِ حمل کے سلسلہ میں اولایہ جانتا چاہئے کہ ہر حمل کی رائے علی الاطلاق معتبر نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ حمل متین ہو جانے کے بعد بغیر کسی شرعی عذر کے گرا دینا مکروہ تحریمی و ناجائز ہے اور حرام و ناجائز فعل کے احکام کی اجازت یا حرام و ناجائز وغیرہ چیز کے استعمال کی اجازت بغیر اضطراری حالت اور بغیر کسی شدید ضرورت کے نہیں ہوتی ہے۔ — حمل متین ہو جانے کے بعد اس کی دو صورتیں ہیں: اس کی خلقت ظاہر ہوگئی ہوگی یا نہیں، اگر اس کی خلقت ظاہر نہ ہوئی ہو تو اس صورت میں استقاط کرنا مباح ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن عابدین نے لکھا ہے،

ہاں اس وقت تک استقاط کرنا مباح ہے جب تک کہ اس کی کچھ بھی تخلیقِ حمل میں نہ آئی ہو اور یہ عمل ایک سو بیس (۱۲۰) دن کے بعد ہی ہوتا ہے۔ (رد المحتار ۲/۱۰۶)

نیز عالمگیری میں بھی ہے کہ اگر اس کی تخلیق ظاہر نہ ہوئی ہو تو استقاط کرنا جائز ہے۔ (۲۵۶/۵)

اور اگر اس حمل کی تخلیق ظاہر ہوگئی ہو مثلاً بال، ناخن وغیرہ بن گئے ہوں تو بغیر عذر شرعی کے استقاط کرنا جائز نہیں ہے۔

جب اس کی تخلیق ظاہر ہو جائے مثلاً بال، ناخن وغیرہ ہو جائے تو استقاط کرنا جائز نہیں ہے۔ (الکلب ذکر)

نیز علامہ شامی نے لکھا ہے،

علی بن موسیٰ فرمایا کرتے تھے کہ جب پانی رحم میں پہنچ جاتے تو اس کا انجام زندگی ہی ہوتی ہے، لہذا اس پر زندہ کے

احکام جاری ہوں گے۔ (رد المحتار ۲/۱۰۶)

لیکن اگر شرعی عذر ہو تو خلقت کے ظاہر ہونے کے بعد بھی استقاط کر سکتے ہیں مثلاً خود بال کا دودھ ختم ہونے کا خوف ہو اور باپ اتنی استطاعت نہیں رکھتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کو کرائے پر رکھ کر اس بچے کو دودھ پلواتے دوسرا عذر یہ ہے کہ خود بچے کی ہلاکت کا خوف ہو تو استقاط کر سکتے ہیں۔ (دیکھئے حوالہ ذکر)

اب زیر بحث صورت میں بھی شرعی عذر پایا جاتا ہے، وہ اس طرح کہ اگر بچہ پیدا ہوگا تو اس کو بھی ایڈز کا مرض لاحق ہوگا، جیسا کہ طبی لحاظ سے پورا پورا اندیشہ ہے اور اس کے بعد اس کی موت واقع ہونا گویا یقینی ہے، لہذا اس شرعی عذر کی بنا پر استقاطِ حمل کرانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۷) یہ بات معلوم ہے کہ ایڈز کا مرض صرف جنسی تعلقات قائم کرنے کی وجہ سے یا خون دینے، لینے کی وجہ سے ایک دوسرے میں منتقل ہوتا ہے۔ ساتھ انھنے بیٹھنے کی وجہ سے یا ساتھ کھانے پینے کی وجہ سے اس مرض کا تعدیہ نہیں ہوتا ہے۔ اب اگر کسی ایڈز کے مریض بچہ یا بچی کو صرف اس لئے ماریں یا اسکولوں یا کسی ادارہ میں داخلہ سے محروم کیا جائے کہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ مریض کو چوٹ لگ جائے اور خون نکل جائے اور دوسرا بچہ اس کو چھو لے گا یا آپس کی لڑائی کی وجہ سے ایک کا خون دوسرے کے خون کے ساتھ مل جائے گا یا جنسی بے راہ روی کی وجہ سے مرض ایک دوسرے میں منتقل ہو جائے گا، تو درست نہ ہوگا اس لئے کہ یہ صورت اندیشہ محض ہے جس کی وجہ سے علم جیسی عظیم دولت سے محروم کرنا درست نہ ہوگا۔

(۸) اگر کوئی بچہ یا بچی جو ایڈز کے مرض میں گرفتار ہے اس کے تین اہل خانہ، سماج اور والدین پر اسلامی تعلیمات کے • سے یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس بچی یا بچہ کو اپنے سے دور ہرگز نہ کریں بلکہ اپنے ساتھ ہی رکھیں اس لئے کہ یہ مرض محض ساتھ رہنے سے متعدی نہیں ہوتا ہے، لیکن اس سے احتیاط نہ سنا بھی نہایت ضروری ہے مثلاً اس سے اختلاط نہ ہو جس کی بنا پر مرض دوسرے تک منتقل ہو جائے، بیسے خون وغیرہ کا چھونا، لہذا احتیاطی تدابیر اختیار کرنا بے حد ضروری ہے۔

(۹) ایڈز، طاعون اور کینسر جیسے مسلک امراض جب طبی لحاظ سے ناقابل علاج مرحلے میں پہنچ جائیں تو اس مریض پر مرض الموت کے احکام جاری ہوں گے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں فقہاء کرام کی جزییات مختلف ہیں، نیز مرض الموت کی تعریفات بھی مختلف ہیں، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ ایڈز، طاعون اور کینسر کے مریض پر مرض الموت کے احکام جاری نہیں ہوں گے، جیسا کہ عالمگیری میں خزانۃ المفتیین سے نقل کیا گیا ہے کہ مرض الموت کا مریض وہ ہے جو اپنی ضروریات پوری کرنے کے واسطے بھی گھر سے باہر نہ نکلتا ہو۔ (ج ۲/۱۷۶)

اس سے پتہ چلا کہ ایڈز وغیرہ کے مریض پر مرض الموت کے احکام جاری نہیں ہوں گے، اس لئے کہ وہ مریض تو ہے لیکن بازار وغیرہ جاتا ہے اور اپنی ضروریات بھی پوری کرتا ہے۔ — دوسری طرف مفتی بہ قول یہ نقل کیا ہے کہ وہ بیماری جس سے اکثر موت واقع ہوتی ہے اس پر مرض الموت کے احکام جاری ہوں گے، خواہ وہ مریض صاحب فراش ہو یا صاحب فراش نہ ہو بلکہ گھومنا پھرتا ہو۔ چنانچہ اسی کتاب میں آگے لکھا ہے:

مرض الموت کی تعریف کے بارے میں اختلاف ہے، مگر قول یہ ہے کہ مرض الموت اس مرض کو کہتے ہیں جس سے اکثر و بیشتر موت واقع ہو جاتی ہو، خواہ وہ مریض صاحب فراش ہو یا نہ ہو، مضمرات میں ایسا ہی لکھا ہے۔ (ج ۲/۱۷۶)

نیز علامہ شامی، نور العین سے فقہ ابو اللیث کا قول نقل کرتے ہیں:

مرض الموت کا صاحب فراش ہونا شرط نہیں ہے بلکہ غلبہ کا اعتبار ہے یعنی اگر اس مرض سے اکثر موت واقع ہو جاتی ہو تو وہ مرض الموت سمجھا جائے گا، گو وہ اپنے گھر سے باہر نکلتا ہو، صدر الشیخ کا فتویٰ اسی پر ہے۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

امام محمدؒ نے کتاب الاصل کے اندر چند ایسے مسائل ذکر کئے ہیں جو صرف اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ شرط ہلاکت کا خوف ہونا ہے نہ کہ صاحب فراش ہونا۔

بلکہ امام شافعیؒ تو یہ کہتے ہیں کہ اس علاقہ میں رہنے والے پر بھی مرض الموت کا حکم لگایا جائے گا جہاں طاعون پھیل گیا ہو۔

(رد المحتار ج ۲/۱۷۶)

علامہ شامیؒ کہتے ہیں کہ مناسب یہ ہے کہ ہلاکت کے غلبہ ہی کا اعتبار کیا جائے نہ کہ صاحب فراش اور غیر صاحب فراش ہونے کا جیسا کہ اوپر کی عبارتوں سے پتہ چلتا ہے۔

ان ساری عبارتوں کو دیکھتے ہوئے پتہ چلتا ہے کہ مریض ایڈز، طاعون، کینسر جو طبی لحاظ سے ناقابل علاج مرحلے میں پہنچ گئے ہوں، ان کے لئے مرض الموت کا حکم لگایا جائے گا اور مرض الموت کے احکام جاری ہوں گے۔

(۱۰-۱۱) طاعون یا دوسرے مسلک امراض پھیلنے کی صورت میں اگر کوئی حکومت اس جگہ جانے پر پابندی لگا دے تو حکومت کے لئے ایسا کر:



جائز ہے، مگر چ حکومت کا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی شخص اس جگہ جانے گیا وہاں سے نکلے گا تو دوسروں کو بھی یہ مرض لاحق ہو جائے گا۔ لیکن حدیث میں جو دخول و خروج کی ممانعت وارد ہوئی ہے وہ اعتقادات سے تعلق رکھتی ہے، لیکن نفس ممانعت میں دونوں عا

ہیں اس لئے حکومت کی جانب سے لگائی گئی پابندی کا پاس و لحاظ کرتے ہوئے وہاں دخول و خروج سے باز رہنا نہایت ضروری ہے۔ حدیث میں جو خروج عن بلد الطاعون اور دخول سے منع کیا گیا ہے اس سے وہ خروج مراد ہے جس سے فرار عن الموت مقصود ہو، البتہ اگر وہاں سے باہر آنا یا وہاں جانا ضروری ہو اور فرار عن الموت کا ارادہ نہ ہو، خواہ وہ دخول یا خروج اہل و عیال کی وجہ سے ہو یا کسی اور وجہ سے، تو منع نہیں کیا گیا ہے چنانچہ علامہ امام نووی، شارح مسلم شریف حدیث طاعون پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ ساری حدیثیں جو "باب الطاعون" میں ذکر کی گئی ہیں اس میں طاعون زدہ شہر میں جانے اور وہاں سے نکلنے سے اس وقت منع کیا گیا ہے جب کہ اس سے مقصد فرار عن الموت نہ ہو، بہر حال کسی عارض کی وجہ سے نکلنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

نیز آگے لکھتے ہیں کہ فقہاء نے غرض کی وجہ سے خروج کے جواز پر اتفاق کیا ہے جب کہ فرار مقصود نہ ہو۔ (نووی ج ۱ ص ۱۲۸) اسی خروج پر قیاس کرتے ہوئے ضرورت و حاجت کی بنا پر دخول کی بھی اجازت ہوگی، کسی شخص کا طاعون زدہ علاقہ میں اس لئے جانا کہ باہر کی ضرورت ختم ہونے کے بعد اب وہاں ٹھہرنا ممکن نہ ہو یا اہل و عیال، گھر و بار کی نگہداشت مقصود ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور کسی ضرورت سے یہاں سے نکلنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ نیز مریض کے علاج اور تیمارداری کا معقول انتظام نہ ہونے کی صورت میں دوسری جگہ منتقل کرنا بھی درست ہے، یہ تمام صورت غرض شرعی ہی کے تحت ہیں۔

### محمور سوم

(۱) غیبت کی تعریف محمور دوم کے جواب نمبر دو میں آپ کی ہے کہ غیبت کہتے ہیں، یعنی کسی کے عیب کو ظاہر کر دینا جس کو صاحب عیب ناپسند کرتا ہو، اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس کی حرمت کتاب اللہ اور حدیث شریف سے ثابت ہے، لیکن ایک صورت میں غیبت جائز ہو جاتی ہے جب کہ اس میں کسی کا حق پوشیدہ ہو جس کے فوت ہونے کا خوف ہو یا کسی کو شر سے بچانا مقصود ہو، اب اصل جواب کی جانب آئیے کہ اگر بصارت کھودینے والا شخص کسی لڑکی سے اپنے اس عیب کو چھپا کر نکاح کرنا چاہتا ہے تو یہ تو ایک قسم کا دھوکہ ہے جو جائز نہیں ہے۔ نیز اگر شادی ہو بھی گئی تو اس عیب کی وجہ سے دونوں کے اندر منافرت پائی جائے گی اور جھگڑا پیدا ہوگا جس کی وجہ سے محبت و محبت کا وجود ہی نہ ہو پائے گا، جس کی وجہ سے نکاح کے مقاصد فوت ہوں گے، تو اس سے بچانے کے لئے ڈاکٹر اس کے عیوب کو لڑکی والے پر افشا کر سکتا ہے اور اگر لڑکی والے ڈاکٹر سے اس لڑکے کے بارے میں دریافت کرنے کو آئیں تو اس صورت میں تو عیب کو ظاہر کرنا ضروری ہوگا۔ امام نووی، غیبت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لیکن غیبت کرنا مرض شرعی کی وجہ سے مباح ہو جاتا ہے، اور اس اباحت کے چھ اسباب ہیں، ایک ظلم ہے، دوسرا تغیر منکر اور معاصی کو طاعت میں بدلنے پر استقامت کے وقت ہے، تیسرا استقامت، یعنی پوچھے جانے کے وقت اور چوتھا

مسلمانوں کو شرور و فتن سے بچاتے وقت، اس کی کئی صورتیں ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ مشورہ کے وقت





علامہ زبیلی بھی اپنی کتاب تبیین المقانی میں یہی لکھتے ہیں۔ (تبیین المقانی ۶/۲۲)

اب اگر کوئی باہر نفسیات ڈاکٹر جو مسلم بھی ہے کسی ایسے شخص کا علاج نشہ آور چیز سے کرتا ہے جو نشہ کا بڑی طرح عادی ہے اور خواہش کے باوجود نہیں چھوڑ رہا ہے تو یہ جائز ہے۔ اگر اس نشہ آور چیز کے علاوہ کوئی اور دوا نہیں ہے جس سے اس مریض کا علاج کر سکے۔ یہاں پر گرچہ نشہ آور شے، شراب حرام ہے لیکن اس کی حرمت ضرورت اور حاجت کی وجہ سے ختم ہو جائے گی، جیسا کہ اوپر فقہاء کی عبارت سے معلوم ہوا۔

(۸) اس سوال کا جواب بھی ضرر خاص اور ضرر عام کے مشورہ قاعدہ پر مبنی ہے۔ اس کے بارے میں تفصیلات گزر چکی ہیں کہ کب ضرر خاص کو اختیار کیا جاسکتا ہے؟ کسی ڈاکٹر کو جراثیم پیشہ افراد کے بارے میں معلوم ہے تو اس ڈاکٹر کے لئے ضروری ہے کہ اس ایک شخص کے مفاد کو درگزر کرتے ہوئے اس کے جرم کی خبر متعلقہ محکمہ کو دے دے تاکہ اس عظیم ضرر سے لوگوں کی حفاظت ہو سکے۔ نیز ڈاکٹر کا ان جراثیم پیشہ افراد کے بارے میں متعلقہ محکمہ کو باخبر کرنا غیبت کی اس قسم میں داخل ہوگا جو مباح ہے اور جس کے کرنے پر ثواب ہی کی بات کسی گنی ہے۔ علامہ نوویؒ لکھتے ہیں:

الروابع تحذیر المسلمین من الشر۔ چوتھی وجہ یہ ہے مسلمانوں کو شر سے بچانے کے لئے غیبت کی جائے۔ (نووی رحمہ اللہ ۱۲/۳۲۲)

(۹) اگر کسی مریض نے مثلاً کسی شخص کو قتل کر ڈالا اور اس واقعہ کی خبر ڈاکٹر کو معلوم ہے۔ اور اسی جرم میں شبہ کی بنا پر دوسرا شخص گرفتار ہے اور سزا متین ہے تو اس صورت میں اس ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ عدالت کو اسل مجرم کے بارے میں اطلاع دے دے اور غیر مجرم شخص کو جس کا کوئی گناہ نہیں ہے، کو بچالے اس لئے کہ یہاں اگر رازداری سے کام لیتا ہے تو اس سے ایک ناحق خون کا ضیاع لازم آئے گا، مجمع الانہر میں ہے:

جس کے پاس شہادت ہو اس کے لئے بغیر طلب کے اس وقت گواہی دینا ضروری ہے جب کہ صاحب حق کو اس کے بارے میں معلوم نہ ہو یا اس کے حق کے فوت ہونے کا خلاف ہو۔ (مجمع الانہر ۱۲/۱۸۳)

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں بہترین گواہوں کی نشاندہی نہ کر دوں؟ وہ وہ لوگ ہیں جو پوچھے جانے سے پہلے ہی گواہی دے دیتے ہیں۔ (مسلم ۱۱/۷۷)

اور عقل کا بھی یہی تقاضہ ہے کہ مجرم اور غیر مجرم دونوں میں سے ایک کی جان تو ضرور جائے گی، تو کیوں نہ مجرم ہی کی جان جائے اور غیر مجرم شخص کی رہائی ہو جائے اور وہ بچ جائے۔ اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ وہ ڈاکٹر جس کو یہ راز معلوم ہے، عدالت میں جا کر اس کی اطلاع دے دے۔

(۱۰) یہ سوال محرم دوم کے سوال ۲ کے قبیل سے ہے اور اس کا تفصیلی جواب گزر چکا ہے، یہاں بھی ضرر عام کو دفع کرنے کے لئے ضرر خاص کا تحمل کیا جائے گا اور ڈاکٹر کی ذمہ داری ہوگی کہ مریض کے راز کو افشاء کر دے اور اس کے ضرر سے لوگوں کو محفوظ رکھے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔



## جدید طبی مسائل اور ان کا حل

مولوی سید اسرار الحق سیلی (ایم اے)  
دارالعلوم سیل السلام حیدرآباد

یہ ایک حقیقت ہے کہ موجودہ دور میں میڈیکل سائنس نے کافی ترقی حاصل کی ہے اور اس سائنسی انقلاب کی وجہ سے بہت سے ایسے جدید مسائل پیدا ہو گئے ہیں جن کا شرعی حل تلاش کرنا علماء و ارباب افتاء کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہندوستان میں بلکہ بیرون ملک بھی علماء اور ارباب دانش کی ایک ایسی جماعت اس کے لئے تیار ہو گئی ہے جو اپنے علمی مقام اور تقویٰ و توسعہ بردہ اعتبار سے ہر طرح قابل اعتماد ہے اور امت کو دور حاضر کے جدید مسائل کے شرعی حل سے واقف کرا رہی ہے۔ خدا کرے یہ مبارک سلسلہ ہمیشہ جاری رہے اور اس کے فیض کا سونا کبھی بند نہ ہو۔

### محمور اول

#### (۱) ناتجربہ کار ڈاکٹر کا حکم

لوگوں کو چاہئے کہ وہ ماہر اور تجربہ کار ڈاکٹروں سے اپنا علاج کرائیں، تاکہ صحت جسمانی جو ایک بہت بڑی نعمت ہے، کی اچھی طرح حفاظت ہو سکے۔ امام مالکؒ (۱۷۹ - ۲۶۳ھ) نے اپنی مؤطا میں ایک روایت نقل کی ہے، جس سے ماہر طبیب سے علاج کرائے کی ترغیب ملتی ہے:

امام مالک زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں ایک آدمی زخمی ہوا، جس کی وجہ سے بدن کے اندر خون جمع ہو گیا، اس آدمی نے بنو انصار کے دو آدمیوں کو بلایا، ان دونوں نے آپؐ کی طرف دیکھا اور انھوں نے سمجھا کہ حضورؐ نے ان دونوں سے فرمایا: "تم دونوں میں کون علاج کرنے میں زیادہ ماہر ہے؟" ان میں سے ایک نے کہا: اللہ کے رسولؐ! کیا طب میں بھی کوئی خیر ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: جس نے مرض پیدا کیا ہے، اسی نے اس کا علاج بھی پیدا کیا ہے۔ (موطا امام مالک ۲/۴۰۵، اشرفی بک ڈپو دیوبند)

اس حدیث کو علامہ ابن قیم جوزی (۷۵۱ - ۷۹۱ھ) نے بھی نقل کیا ہے، اس حدیث کے ذیل میں وہ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بستر یہ ہے کہ ہر علم و فن میں ان کے ماہرین سے رجوع کیا جائے، کیوں کہ ماہر فن اپنا

کام درستگی سے کر سکتا ہے۔ (الطب النبوی ۱/۱۵۰، دارالکتب العربیہ بیروت ۱۹۸۸ء)

ایسا ڈاکٹر اور طبیب جس نے کوئی سرکاری ڈگری حاصل نہیں کی ہو، محض ذاتی مطالعہ اور تجربہ کی بنیاد پر مریض کا علاج کرتا ہو، تو دیکھا جائے گا کہ مریضوں پر اس کا تجربہ اکثر صحیح ہوتا ہے یا اکثر غلط۔ اگر اس کا تجربہ علاج اکثر غلط ثابت ہوتا ہے، تو ایسے ڈاکٹر کو علاج کرنے سے روکا جائے گا، چنانچہ امام قرطبیؒ (۴۲۰ - ۵۰۲ھ) لکھتے ہیں:



امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ قاضی آزاد اور عاقل بالغ شخص پر جرقہ قائم نہیں کرے گا۔ لیکن جب اس کا ضرر عام ہو جائے۔  
یہ زمین آدمی ہیں: (۱) جاہل طبیب جو لوگوں کو مضر اور مسلک دوائیں پلاتا ہو اور سمجھتا ہو کہ یہ شافی دوا ہے۔

(فتاویٰ قاضی علق علی ہاشم سند: ۳۳۱/۳)

اسدانا تجربہ کار اور جاہل ڈاکٹر کو قاضی یا اہل حکومت علاج کرنے سے روکیں گے۔ نیز شرعی طور پر بھی ان کا علاج کرنا جائز نہ ہوگا۔ اور  
ایسے ڈاکٹر سے اگر نقصان پہنچ جائے تو وہ نقصان کا ضامن ہوگا۔ چنانچہ ابن قدامہ (م: ۶۶۰) کا بیان ہے:

ڈاکٹر دو شرطوں کے ساتھ ضامن نہیں ہوگا، ایک شرط یہ ہے کہ وہ اپنے فن میں ماہر ہو اور اس کو اس فن میں  
بصیرت اور تجربہ ہو۔ اگر اس میں یہ بات نہ پائی جائے تو اس کے لئے آپریشن کرنا جائز نہیں ہوگا۔ اگر اس نے  
آپریشن کیا تو اس کا یہ فعل حرام ہوگا اور زخم اگر جان لیوا ہو گیا تو وہ ضامن ہوگا۔ جس طرح کوئی عضو کاٹ دینے سے  
ضامن ہوتا ہے۔ (المنی، ۳۱۱/۵، دار الفکر)

چنانچہ اس سلسلہ میں آپ کا ارشاد بھی موجود ہے، ابو داؤد کی روایت ہے،

ایضا طبیب تطیب علی قوم لا یعرف له تطیب قبل ذلك فاصحت فهو ضامن۔ (ابو داؤد، ۳۰۷/۲، ابن ماجہ، ۲۳۸/۲)

جو طبیب کسی آدمی کا علاج کرے اور لوگ پہلے سے نہ جانتے ہوں کہ وہ علاج کرتا ہے اور اس نے مریض کو نقصان پہنچا دیا تو وہ  
ضامن ہوگا۔

اور دوسری جگہ آپ کا ارشاد ہے:

من تطیب ولم یعلم منه قبل ذلك العطب فهو ضامن۔ (ابو داؤد، ۳۰۷/۲)

جس نے کسی کا علاج کیا اور لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ وہ علاج بھی کرتا ہے تو وہ ضامن ہوگا۔

ان احادیث سے بھی اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ جس آدمی نے باضابطہ طب کی تعلیم حاصل نہیں کی اور نہ ہی اس کو اس  
میں کوئی تجربہ ہے ایسا طبیب علاج کرنے پر ضامن ہوگا۔

## (۲) ڈاکٹر کی بے توجہی

ایسا ڈاکٹر جس کو قانونی طور پر علاج و معالجہ کی اجازت ہے اگر اس نے بھی مریض کی ٹھیک سے دیکھ رکھے نہیں کی بے توجہی برتی  
یا بعض ضروری جانچ (Test) نہیں کروائی تو ان تمام صورتوں میں مریض کو پہنچنے والے نقصان کا ڈاکٹر ضامن ہوگا۔ چنانچہ ابن قدامہ کا بیان

ہے:

اگر ماہر طبیب نے زیادتی کی مثلاً: قہقہہ کرنے میں حشہ تک کاٹ دیا یا کلنے کی جگہ کے علاوہ دوسری جگہ کاٹ دی  
یا کسی آدمی کے زخم کا آپریشن کیا اور ضرورت سے زیادہ کاٹ دیا یا ایسے آلہ سے کاٹا جس سے زیادہ تکلیف پہنچتی ہے  
یا ایسے وقت کاٹا جو اس کے لئے مناسب نہیں تھا تو اس جیسی تمام صورتوں میں جراح ضامن ہوگا۔ (المنی، ۳۱۱/۵)

## (۳۰۳) آپریشن کے لئے اجازت لینا

شریعت میں بالغ شخص کو اپنے اوپر خود ولایت حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی سے تمام امور انجام دے سکتا ہے۔ لیکن شریعت نے

کسی انسان کو ہرگز یہ حق نہیں دیا ہے کہ وہ اپنے جسم و بدن کا جس طرح چاہے استعمال کرے، اسی وجہ سے اسلام میں خودکشی کو ایک ممنوع اور حرام فعل قرار دیا گیا ہے، اسی طرح کسی انسان کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی آدمی کی اجازت کی وجہ سے اس کا قتل کر دے، اگر اس نے قتل کر دیا، تو اس پر پوری دیت واجب ہوگی، چنانچہ علامہ اوزجدی لکھتے ہیں:

وان قال، الفتنی، مطلقہ کماں علیہ الدیۃ، (نہایہ ۳/۲۳۱)

اگر کسی نے کہا: مجھے قتل کر دو، اس نے اجازت دینے والے کو قتل کر دیا، تو قاتل پر دیت واجب ہوگی۔

اسی طرح اگر کوئی کہے کہ میرے باپ کو قتل کر دو، اس نے قتل کر دیا، تو قاتل مقتول کے بیٹے کو دیت ادا کرے گا۔

(فتاویٰ غانیہ ۳/۲۳۱)

فقہاء کی ان تصریحات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسانی جان پر نہ کسی کی ولایت ہے اور نہ کسی کی ملکیت۔ لہذا ڈاکٹر کے پاس جو مریض زیر علاج ہے، وہ اپنی صوابدید پر مریض یا اس کے اقرباء سے اجازت لینے بغیر آپریشن کر سکتا ہے، اگر آپریشن کامیاب نہ ہوا اور مریض فوت ہو گیا، یا اس کا کوئی عضو تلف ہو گیا تو ڈاکٹر مٹامن نہیں ہوگا، البتہ اگر ڈاکٹر نے بغیر اجازت آپریشن کیا اور آپریشن کرنے میں زیادتی سے کام لیا، جب ہر صورت وہ مٹامن ہوگا، اس لئے کہ شریعت نے ضمان کے معاملہ میں تعدی اور عدم تعدی کا اعتبار کیا ہے، نہ کہ اجازت اور عدم اجازت کا، چنانچہ اگر ڈاکٹر اجازت لے کر آپریشن کرے جب بھی وہ مٹامن ہوگا، اجازت کی وجہ سے ضمان ماقط نہیں ہوگا۔

(المنی، ۳/۲۳۱)

## محمور دوم

### ایڈز کا مرض چھپانا

ایڈز کے مریض کے لئے اپنے مرض کو چھپانے کی گنجائش ہوگی، اس لئے کہ یہ ایسا مرض نہیں ہے کہ مریض کے اختلاط سے یہ مرض دوسروں پر اثر انداز ہو، نیز اگر مریض اپنا یہ مرض اپنے گھریبا باہر کے لوگوں پر ظاہر کر دے، تو لوگ نہ مریض کی دیکھ ریکھ کریں گے، اور نہ ہی اپنے قریب آنے دیں گے، اسی طرح مریض کا جینا دو بھر ہو جائے گا، لیکن ایڈز کے مریض کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ ہر ایسے عمل سے باز رہے، جس کی وجہ سے اس کا مرض متعدی ہو سکتا ہے، مثلاً ایڈز کے مریض کے لئے جائز نہیں ہوگا کہ وہ اپنی بیوی سے ازدواجی رشتہ قائم کرے۔

(۱۰) اسی طرح ڈاکٹر کے لئے بھی مناسب نہیں ہوگا کہ وہ خواہ مخواہ کسی ایڈز کے مریض کا راز افشا کرے، بلکہ ڈاکٹر ایسے مریض سے وعدہ لے کہ وہ نہ کسی سے جنسی رشتہ قائم کرے گا، نہ اپنا خون کسی کو دے گا، اور نہ ہی اپنا خون کسی کو چھونے دے گا، تاکہ کسی کو نقصان بھی نہ پہنچے، اور مریض باعزت طور پر زندگی گزار سکے۔ اسی طرح ڈاکٹر ایڈز کے مریض کی بیوی کو اپنے شوہر سے جنسی رشتہ قائم نہ کرنے کا مشورہ دے سکتا ہے۔

### (۳) سماج والوں کی ذمہ داری

ایڈز، طاعون اور دوسرے متعدی امراض میں مریض کے اہل خانہ اور سماج والوں کی شرعی و اخلاقی ذمہ داری ہوگی کہ وہ ایسے مریض کا خصوصی علاج کرائیں، ان کے لئے دوا، علاج اور کھانے پینے کا انتظام کریں، اس کی مزاج پرسی کرتے رہیں، نہ کہ اس کو اچھوت، چھوڑ دیں، یا ایسے مریضوں کو چھوڑ کر لوگ دوسری جگہ منتقل ہو جائیں، چنانچہ طاعون کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے:

اذا سمعتم بالطاعون في ارض فلا تدخلوها، واذا بارض وانتم بها فلا تخرجوا منها۔ (بخاری ۴۰۳/۲)

جب تمہیں معلوم ہو کہ کسی جگہ طاعون کی وبا پھیلی ہوئی ہے، تو تم وہاں مت جاؤ، اور اگر تم طاعون زدہ علاقہ میں ہو تو وہاں سے مت نکلو۔

اس پاک ارشاد میں سراج والوں کو ہدایت ہے کہ وہ مریض کو چھوڑ کر نہ بھاگیں، بلکہ مریض کی خبر گیری کریں۔ امام محمد الغزالی (۵۰۵)۔

اگر حدود ست لوگوں کو شہر سے جانے کی اجازت دے دی جائے تو شہر میں سوائے مریض کے کوئی نہیں رہے گا، جو مریض کی وجہ سے کہیں جانے سے قاصر ہیں، لہذا ان کا دل ٹوٹ جائے گا، اور کوئی ان کی دیکھ ریکھ کرنے والا نہیں رہے گا، شہر میں ایک آدمی بھی نہیں ہوگا جو مریضوں کو دوا پلانے، کھانا کھلانے، جب کہ وہ خود کھانے پینے سے محجور

ہیں۔ ایسا کرنا گویا ان کو مزید ہلاکت کے قریب پہنچا دینا ہے۔ (احیاء علوم الدین ۳/۲۹۱ ط، دار المعرفہ بیروت)

اسی طرح سراج والوں کی ذمہ داری ہوگی کہ اگر ایسا کوئی مریض فوت ہو جائے، تو وہ اس کی تجسیر و تکلیف کا انتظام کریں۔

### (۳) مریض کا خون پیش کرنا

ایڈز کے مریض نے مرض منتقل کرنے کی مرض سے کسی کو اپنا خون چڑھانے کے لئے دیا، یا اپنی بیوی سے ہم بستری کی، جس کی وجہ سے دوسرے لوگ بھی ایڈز کے شکار ہو گئے، تو ایسا شخص شرعاً گنہگار ہوگا اور تہمید و سزا کا مستحق ہوگا۔

لیکن اس نے بے خیالی میں اور مرض منتقل کرنے کا ارادہ کئے بغیر ہم بستری کی یا دوسرے کو خون پہنچایا، تو وہ گنہگار تو نہیں ہوگا، البتہ قانونی طور پر مجرم ضرور قرار پائے گا۔

### (۵) فسخ نکاح کا حق

کسی عورت کا شوہر ایڈز کا مریض ہو، تو عورت کو فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق ہوگا، جیسا کہ جذام اور دوسرے موذی و مستعدی امراض میں امام محمد کے نزدیک عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوتا ہے۔ (فتاویٰ غائبہ ۱/۳۳) لیکن امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک ان ہی صیوب کی بناء پر فسخ نکاح کا حق ہوگا جن کی وجہ سے جنسی تعلق ممکن نہ ہو، نیز ان دونوں کے نزدیک اگر ایک مرتبہ شوہر نے بیوی سے جنسی رشتہ قائم کر لیا تو اب عورت کا جنسی حق ختم ہو گیا، لہذا جذام یا ایڈز کی وجہ سے شیخین کے نزدیک عورت کو فسخ نکاح کا حق نہیں ہوگا۔

امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ جذام وغیرہ بھی منجملہ وطی سے ملحق ہے، نیز نامردی وغیرہ کی بناء پر عورت کو جو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوتا ہے، وہ اس وجہ سے کہ عورت سے ضرر دور کیا جائے اور جذام، برص وغیرہ امراض میں اس سے زیادہ ضرر موجود ہے۔ (بدن الصالح ۲/۳۰۷)

امام محمد کی دلیل قرن قیاس بھی ہے اور فقہی قاعدہ "الضرر يزال" (ضرر کو دور کیا جائے) کے مطابق بھی، نیز احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ مؤطا کی روایت ہے:

عن سعید بن العسیب انه قال ابغار حل تزوج امرأة وبه جنون او ضرر تخيرت، ان شاءت فرت وان شاءت فارت۔ (موطا امام محمد ۲۴۸)

حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: جس آدمی نے نکاح کیا اور اس کو جنون یا اور کوئی موذی امراض ہے تو عورت کو اختیار ہوگا، اگر چاہے تو نکاح پر باقی رہے اور چاہے تو تفریق کر لے۔



جسور علماء و فقہاء کا مذہب بھی یہی ہے کہ ایسی صورت میں عورت کو فسخ نکاح کا اختیار ہوگا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر (۸۵۲-۸۷۳ھ) کا بیان ہے:

کوڑھی سے بھاگنے والی روایت سے زوجین کے درمیان فسخ نکاح پر استدلال کیا گیا ہے، جب کہ ان میں سے کسی کو یہ

مرض لاحق ہو۔ یہ جسور علماء کا مذہب ہے۔ (فتح الباری ۱۰/۱۳)

علامہ علاؤ الدین ابوالحسن علی لکھتے ہیں:

جب شوہر نابالغ ہو، یا اس کو جنون، جذام یا برص کا مرض ہو، تو کتاب الرضاع کے مسئلہ کے مطابق یہاں بھی

عورت کو فسخ نکاح کا حق ہوگا۔ (الاختیارات الطبریہ ۲/۱۲۰)

## (۶) اسقاط حمل

فقہاء نے عذر کی بنا پر اسقاط حمل کی اسی وقت تک اجازت دی ہے، جب تک بچہ کی خلقت ظاہر نہ ہوئی ہو، چنانچہ اوزجدی فرماتے ہیں:

دودھ پلانے والی عورت کو جب حمل قرار پا جائے اور اس کا دودھ خشک ہو جائے، اور بچہ کا باپ دایہ رکھنے کی

استطاعت نہیں رکھتا ہے، بچہ کی ہلاکت کا خوف ہے، تو فقہاء کہتے ہیں، ایسی صورت میں اسقاط حمل جائز ہے، جب

تک کہ حمل نطفہ، بستہ خون اور لوتھرے کی شکل میں ہو اور کوئی عضو نہ بنا ہو، اس کی مدت چار مہینے متعین کی گئی ہے

عورت کے لئے ایسی صورت میں اسقاط حمل جائز ہوگا، اس لئے کہ اس مدت میں حمل انسان کے حکم میں نہیں ہے

(غالبہ ۲/۳۸)

لہذا چار مہینے پورے ہونے کے بعد اسقاط حمل جائز نہیں ہوگا، کیوں کہ اس وقت نطفہ انسانی شکل اختیار کر چکا ہوتا ہے، چنانچہ

اگر کسی نے خلقت ظاہر ہونے کے بعد اسقاط حمل کیا تو "غرہ" واجب ہوگا، وان اسقط بعد ما استبان خلقه وجبت القرۃ، (عزالدین سابق)

## (۷) تعلیم سے محروم کرنا

ایڈ کے مریض بچے یا بچیوں کو اسکول میں داخلہ سے محروم کرنا صحیح نہیں ہوگا، اس لئے کہ اسکول میں بچوں کے ساتھ بیٹھنے سے یہ

مرض دوسروں کو منتقل نہیں ہوتا ہے، نیز بچوں کا جنسی بے راہ روی میں مبتلا ہو جانا یا آپس میں لڑائی کی وجہ سے ایک کو دوسرے کا خون

لگ جانا، یہ محض امکانی درجہ کی بات ہے، جس کی وجہ سے بچوں کو پڑھائی سے روکنا مناسب نہیں — البتہ مغربی ممالک جہاں کلچر اور

اسکول کے بچوں میں بھی جنسی بے راہ روی عام ہے، حکومت ایسے بچوں کو اسکول اور کلچر جانے سے روک سکتی ہے۔

## (۸) والدین کی ذمہ داری

کوئی بچہ یا بچی ایڈ کے مرض میں مبتلا ہو گیا ہو، تو اس کے والدین اور اہل خانہ کی ذمہ داری ہوگی کہ ایسے بچوں کے علاج معالجہ کا

اہتمام کریں، اس کی مزاج پر سی کرتے رہیں، نہ کہ اس کو بالکل اچھوت بنا کر چھوڑ دیں، اسی طرح سہلج والوں کی بھی ذمہ داری ہوگی کہ وہ ایسے

بچوں کو اچھوت نہ سمجھیں، بلکہ اس کو بھی معاشرہ میں جینے کا حق دیں۔

## (۹) مرض الموت کا حکم

ایڈم طاہمون اور کینسر کے مریض جب ناامیدی کے درجہ میں پہنچ جائیں اور موت کا غالب گمان ہونے لگے، تو ان کے لئے مرض الموت کا حکم لگایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

مریض موت ایسا شخص ہے جو اپنی ذاتی ضروریات کے لئے نہ نکل سکے، یہ زیادہ صحیح قول ہے جیسا کہ "خواتم الغتیین" میں ہے، مرض الموت کی تعریف میں مختلف اقوال ہیں، فتویٰ کے لئے بہتر قول یہ ہے کہ اگر موت کا غالب گمان ہو، تو مرض الوفا کا حکم لگایا جائے گا، خواہ مریض بسر پر پڑا رہتا ہو یا نہیں، جیسا کہ "مضمرات" میں ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ ۱۷۶/۳)

## (۱۰) آمدورفت پر پابندی

حکومت اگر طاہمون اور دوسرے مملکت امراض میں لوگوں کو وہاں آنے جانے پر پابندی لگاتی ہے، تو حکومت کا ایسا کرنا شرعی نقطہ نظر سے صحیح ہے کیوں کہ حدیث میں طاہمون زدہ علاقہ میں جانے سے بھی منع کیا گیا ہے اور وہاں سے نکلنے سے بھی۔ (مسند احمد ۱۸۸/۱)

## (۱۱) ضرورت کے تحت نکلنا

مستور نے طاہمون زدہ علاقہ میں جانے سے منع فرمایا ہے۔ شارحین حدیث کے اس سلسلہ میں کئی اقوال ہیں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپؐ نے بطور سد ذریعہ منع فرمایا ہے، تاکہ لوگوں کا عقیدہ غراب نہ ہو جائے کہ اگر میں وہاں نہیں جاتا تو اس مرض میں مبتلا نہ ہوتا، لہذا ایسے لوگوں کو طاہمون زدہ علاقہ میں جانے کی اجازت ہو جن کو پورے طور پر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہو، حافظ ابن حجر نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے، لکھتے ہیں:

آپؐ کا منع فرمانا بد شگونی کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ اس میں اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنے سے ممانعت ہے، یا یہ طور سد ذریعہ ہے کہ جو طاہمون زدہ علاقہ میں جائے، اس کو یہ اعتقاد نہ ہو جائے کہ اس کو ذہن و صبروں کا مرض اثر کر گیا ہے، کیوں کہ شریعت میں ایسا خیال رکھنے سے منع کیا گیا ہے، جیسا کہ آئندہ بھی اس کا ذکر آئے گا، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ ممانعت خنزیری ہے، اور ایسے آدمی کو طاہمون زدہ علاقہ میں جانے کی اجازت ہے، جس کو پورے طور پر اللہ پر بھروسہ ہو اور اس کا یقین پختہ ہو۔ (فتح الباری ۱۸۸/۷)

لہذا ایسے لوگوں کو طاہمون زدہ علاقہ میں جانے کی اجازت ہوگی، جو کسی کام سے باہر گئے ہوں اور ان کا کام ختم ہو گیا ہو، اور اپنے وطن آنا چاہتے ہوں، یا طاہمون والے علاقہ میں ان کے اہل و عیال ہوں اور اہل خانہ کو ان کی ضرورت بھی ہو۔

اسی طرح وہ لوگ جن کو اب طاہمون زدہ علاقہ میں رہنے کی ضرورت نہیں ہے، وہ اپنے وطن جانا چاہتے ہیں، تو ان کو اس علاقہ سے

اپنے وطن جانے کی اجازت ہوگی، چنانچہ حافظ ابن حجر کا بیان ہے:

جو شخص کسی ضرورت کی بنا پر نہ کہ طاہمون سے بھاگنے کے ارادہ سے نکلے، مثلاً کچھ لوگ کسی شہر میں جانے کے لئے تیار تھے اور طاہمون آ رہا، گویا اتفاق تیاری کے دوران طاہمون آن پڑا، چوں کہ ان لوگوں کا ارادہ طاہمون سے بھاگنے کا نہیں ہے، اس لئے وہ لوگ ممانعت میں داخل نہیں ہوں گے اور ان کا نکلنا جائز ہوگا۔ (فتح الباری ۱۸۸/۷)

اسی طرح جن لوگوں کو طاعون والے علاقے سے باہر علاج و معالجہ یا کسی دوسرے کام کے لئے جانے کی ضرورت ہو، تو ان کے لئے طاعون زدہ علاقے سے باہر دوسری جگہ جانے کی گنجائش ہوگی، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

جس کو کوئی ضرورت پیش آجائے، اور وہ طاعون زدہ علاقے سے نکلنے کا ارادہ کرے، اس صورت میں اختلاف ہے، جن لوگوں نے ناجائز کہا ہے، ان کا کہنا ہے کہ یہ بھی فی الجملہ فرار کی ایک صورت ہے۔۔۔ جن لوگوں نے اجازت دی ہے، ان کا کہنا ہے کہ فرار سے یہ صورت مستثنیٰ ہے، اس لئے کہ اس نے محض فرار کا ارادہ نہیں کیا ہے، بلکہ دوا علاج کے واسطے نکلنا چاہتا ہے۔ (فتح الباری ۱۸۸/۷)

## محور سوم

### (۱) ڈاکٹر کا افشاء راز

ایک ماہر چشم ڈاکٹر نے ایک نوجوان کے ساتھ معاملہ کیا، معلوم ہوا کہ اس کی ایک آنکھ کی بصریت ختم ہو چکی ہے، لیکن یہ ظاہر وہ آنکھ بالکل صحیح معلوم ہوتی ہے، لڑکی والوں کے دریافت کرنے پر اگر ڈاکٹر صحیح بات بتا دیتا ہے تو لڑکی والے ایسے لڑکے سے شادی نہیں کرائیں گے، ایسی صورت میں ڈاکٹر کے لئے مناسب نہیں ہوگا کہ وہ لڑکی والوں کو صحیح بات بتائے، اس لئے کہ ایک آنکھ کی خرابی سے کسی کو کوئی نقصان پہنچنے والا نہیں ہے۔

(۲) ڈاکٹر کی طبی جانچ میں یہ بات معلوم ہوتی کہ فلان مرد و عورت (جن کے درمیان رشتہ کی بات چیت چل رہی ہے) کے مادہ منویہ میں تولید کے جراثیم نہیں ہیں، جس کی وجہ سے اولاد پیدا نہیں ہو سکے گی، یا ناقص الاعضا، اولاد ہوگی، ایسی صورت میں ڈاکٹر کو اختیار ہوگا کہ اس صورت حال سے دونوں کے گھر میں کو مطلع کر دے، علامہ حصکفی (م ۱۰۸۸ء) لکھتے ہیں:

فتیاح غیبہ مجهول و منظر بقیع و لمصاهرة۔ (رد المحتار ۲۸۹/۵)

مجهول آدمی، برائی کا مظاہرہ کرنے والے اور رشتہ کی دریافت کی خاطر غیبت جائز ہے۔

(۳) اسی طرح ڈاکٹر کو طبی جانچ کے نتیجے میں یہ معلوم ہوا کہ فلان شخص نامرد ہے، یا اس میں ایسا عیب ہے، جس کی وجہ سے اس کا نکاح بار آور

نہیں ہو سکتا، یا عورت میں ایسا مرض ہے جس کی وجہ سے اولاد پیدا ہونی ناممکن ہے، ڈاکٹر سے اگر ایسے مریض کے بارے میں رشتہ کی خاطر پوچھا جائے، تو ڈاکٹر کا مرض بتانا صحیح ہوگا، علامہ شامی (۱۲۵۲-۱۱۹۸ء) غیبت کے بیان میں فرماتے ہیں:

کوئی آدمی چود یا زانی غلام خرید دیا ہو، تو دوسرے کو غلام کا عیب بتانا جائز ہوگا، اسی طرح اگر کسی نے دیکھا کہ خریدار بیچنے والے کو کھوٹے سکے دے رہا ہے، تو وہ کہہ دے کہ کھوٹا سکہ لینے سے بچو۔ (رد المحتار ۲۹۰/۵)

(۴) اگر کوئی ڈاکٹر بصریت کھوجانے کے باوجود گھڑی چلتا ہو تو ڈاکٹر کا اخلاقی فرض ہوگا کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس کی بینائی کے بارے میں اطلاع دے، اگرچہ ڈاکٹر سرکاری ملازم ہو، اور خطرہ ہو کہ نوکری ختم ہونے کے بعد اس کے گھر والوں کو تنگی کا سامنا کرنا پڑے گا، کیوں کہ انسانی جان کے مقابلہ میں معاشی پریشانی کا ضرر کم تر ہے اور فقہ کا قاعدہ ہے:

الضرر الاشد یزال بالضرر الاخف۔ (الاشباہ والنظائر لابن نجیم ۸۸)

کم تر ضرر کے مقابلہ شدید تر ضرر کو دور کیا جائے۔



(۵) جو لوگ جہاز، ٹرین یا بس نشہ کی حالت میں چلتے ہیں، جس کی وجہ سے لوگوں کو خطرہ پہنچنے کا شرمندہ اندیشہ ہو، تو ڈاکٹر اور دوسرے لوگوں کی بھی ذمہ داری ہوگی کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس کی اطلاع کریں، تاکہ لوگوں کو خطرات سے بچایا جاسکے، علامہ عبد الرحمن جزیری لکھتے ہیں:

ہر وہ عیب جس کو لوگ ناپسند کریں، مناسب ہے کہ اس سے خاموشی اختیار کی جائے، مگر جب اس کے بیان کرنے میں کسی مسلمان کا فائدہ ہو یا کسی معصیت کو دور کرنا ہو، تو اس کا بیان کرنا درست ہوگا۔ (الذہب للدرہ ۵/۳۸۱)

(۶) کسی عورت نے اپنی ناجائز اولاد کو کہیں راستہ پر ڈال دیا اور ڈاکٹر کو اس کی اطلاع دے دی، تو ڈاکٹر کے لئے اس کی رازداری ضروری ہوگی، البتہ بچہ کے بارے میں حکومت کو اطلاع دے سکتا ہے، چنانچہ علامہ غزالدین اوزجدی کا بیان ہے:

بچہ کو اٹھانے والے شخص کے لئے جائز ہے جب کہ وہ اپنی ذاتی رقم اس پر خرچ کرنا نہیں چاہتا ہے کہ وہ اس معاملہ کو حاکم کے سامنے پیش کرے۔ (فتاویٰ غازیہ ۲/۲۹۹)

#### (۷) شراب سے علاج

ماہر نفسیات ڈاکٹر کو یقین ہو کہ کثرت سے شراب کے عادی شخص کو اگر شراب میں کوئی مصلیٰ آنے والی دوا ملا کر مریض کو پلائی جائے، تاکہ مریض شراب سے نفرت کرتے ہوئے شراب نوشی چھوڑ دے گا، اور اس کے علاوہ دوسری چیزوں سے علاج ممکن نہ ہو، تو شراب سے علاج کیا جاسکتا ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

اگر ڈاکٹر نے مریض کے لئے شراب سے علاج کا مشورہ دیا، ائمہ ملحق کی ایک جماعت سے مسئول ہے کہ اگر اس سے

صحت کا حین ہو، تو اس کے لئے شراب سے علاج درست ہوگا۔ (فتاویٰ ہندیہ ۵/۲۵۵)

#### (۸) جرائم پیشہ لوگوں کا افشاء راز

جرائم پیشہ اور جاسوسی کرنے والے افراد اگر ڈاکٹر کو اپنا راز بتادیں، اور ان کے پیشہ سے لوگوں کو ضرر پہنچتا ہو، تو ڈاکٹر کے لئے جائز ہوگا کہ وہ لوگوں کو اور حکومت کے متعلقہ افراد کو اس کی اطلاع کرے، تاکہ لوگ ان کے ضرر سے محفوظ رہیں۔ (الفتاویٰ للذہب للدرہ ۵/۳۸۱)

#### (۹) حدود کے باب میں گواہی دینا

جس طرح دیکھنے کے بعد گواہی دینے کا حق (تحمل شہادت) ہو جاتا ہے، اسی طرح اقرار کو سننے کے بعد بھی گواہی دینے کا حق حاصل ہو جاتا ہے، چنانچہ علامہ غزالدین سمرقندی (م: ۵۵۳۹) فرماتے ہیں:

معاملہ کا مشاہدہ کرنے یا مجرم کا اقرار سننے کے بعد گواہی دینا صحیح ہو جاتا ہے۔ (مجموع الفتاویٰ ۳/۳۷۷)

حدود و قصاص کے باب میں گواہوں کو اختیار ہوتا ہے کہ اگر چاہیں تو پردہ داری کریں اور چاہیں تو حاکم کے پاس گواہی دے دیں، لیکن فقہاء نے صراحت کی ہے کہ اگر حدود کے ساتھ کسی کا مال یا کوئی حق متعلق ہو جائے، تو گواہی دینی ضروری ہو جاتی ہے، علامہ ربیع الدین مرغینانی (م: ۵۵۹۳) فرماتے ہیں:

حدود کے باب میں گواہی دینے کی بابت گواہوں کو اختیار ہے، کہ چاہیں تو پردہ پوشی کریں یا افسار کر دیں، مگر مال کے سرقة میں گواہی دینی ضروری ہے، چنانچہ وہ کہے گا، چور لے قفل مال لیا، تاکہ صاحب حق کے حق کو بچایا جاسکے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حدود میں بھی اگر کسی کا مالی یا جانی حق متعلق ہو جائے، تو گواہی دینی ضروری ہو جاتی ہے، لہذا اگر کسی قاتل نے ڈاکٹر کے پاس اپنے جرم کا اقرار کر لیا، اور حکومت نے حقیقی قاتل کی بجائے کسی دوسرے شخص کو گرفتار کر لیا ہے، پورا اندیشہ ہے کہ وہ بے گناہ شخص سزا کا مستحق ٹھہر جائے گا۔ ایسی صورت میں ڈاکٹر کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ حکومت کو حقیقی مجرم کی نشاندہی کرائے، تاکہ اس معصوم شخص کی رہائی ممکن ہو سکے۔

### (۱۰) ایڈز کے مرض کا افشاء

اگر ڈاکٹر کو ایڈز یا طاعون وغیرہ دوسرے متعدی امراض کے بارے میں خطرہ ہو کہ اس کا مرض دوسروں کو لاحق ہو جائے گا، تو ڈاکٹر اس مریض کے گھر والوں کو اس کے مرض سے واقف کرا سکتا ہے، تاکہ لوگوں کو اس کے مرض سے بچنا ممکن ہو سکے، کیوں کہ فقہی قاعدہ ہے کہ ضرر عام سے بچنے کے لئے ضرر خاص کو قبول کیا جائے گا۔ (بتحمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام) (الاشباہ والنظائر ابن نجیم ۸۰)

هذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

## طبی استلائیات

مولوی نعیم اختر قاسمی  
(دائر العلوم سہیل السلام، حیدرآباد)

### محمور اول

#### ذاتی مطالعہ کی بنا پر علاج کرنا

اس مسئلہ کا تعلق باب الجرح سے ہے کہ اگر کوئی ڈاکٹر کسی مریض کا علاج کرنے کا قانوناً مجاز نہ ہو مگر اپنے ذاتی مطالعہ اور تجربہ کی بنا پر دواؤں اور امراض کی بابت اسے واقفیت ہو، اور کسی شخص کے علاج کرنے میں مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچے یا اس کا انتقال ہو جائے، تو اس طبیب کے اوپر کوئی ضمان یا تاوان عائد ہوگا یا نہیں؟

فقہاء کے نزدیک طبیب جاہل، مفتی ماجن اور مکاری مفلس پر بالاتفاق مجرباً نہ ہے۔ (البحر الرائق ۱/۸) گویا طبیب جاہل پر پابندی لگائی جاسکتی ہے کہ وہ کسی مریض کا علاج نہ کرے، اور علاج کرنے پر ضرر لاحق ہونے کی صورت میں اس پر ضمان عائد کیا جائے، کیوں کہ ”جرح“ کا اثر صرف اقوال تک محدود ہوتا ہے افعال جن کا تعلق حس سے ہوتا ہے ان میں جرح کا کوئی اثر کارفرما نہ ہوگا، محمد ابن حسین صاحب تکملہ البحر الرائق تحریر فرماتے ہیں:

اگر یہ لوگ کوئی چیز تلف کر دیں تو ضمان ہوں گے اس لئے کہ افعال کے اندر یہ لوگ مجبور نہیں ہیں کیوں کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ قتل کو قتل نہ سمجھا جائے یا قطع کے وجود کو قطع متصور نہ کیا جائے، لہذا اس کے حق میں معتبر ہے، تو اس کے اوپر اس کا موجب ثابت ہوگا، کیوں کہ سبب اور اہلیت وجوب یعنی ذمہ پایا گیا، کیوں کہ انسان کی پیدائش ایک ایسے ذمہ کے ساتھ ہوتی ہے جو حق کے واجب ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ (البحر الرائق ۱/۸)

اب مسئلہ یہ ہے کہ سوال میں مذکورہ صورت میں ڈاکٹر کو طبیب جاہل قرار دے کر مجبور قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ — فقہاء نے طبیب جاہل کی جو تعریف کی ہے وہ یہ ہے:

الذی یسعی الناس الدواء ویحوت المریض۔ جو لوگوں کو دوا پلاتا ہے اور مریض کو مار ڈالتا ہے۔ (غرر مبین البصائر ۱/۲۸۱)

سوال میں مذکورہ صورت ”طبیب جاہل“ کی تعریف میں داخل نہیں ہے، کیوں کہ اسے ذاتی مطالعہ اور تجربات کی بنا پر امراض اور اس کی دوائیں تجویز کرنے میں پوری واقفیت حاصل ہے۔ لہذا جس طرح ایک ماہر اور قانوناً مجاز ڈاکٹر کے علاج سے بعضہا الہی کوئی فوت ہو جائے یا اسے کوئی ضرر لاحق ہو جائے تو وہ ضمان نہیں ہوتا اسی طرح یہ طبیب بھی شرعاً ضمان نہیں قرار دیا جائے گا اگرچہ ایسا شخص

حکومت کی جانب سے بطور سد ذریعہ قانوناً مجاز نہ ہو، علامہ ابن عابد بن شامی کی عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے لکھتے ہیں:

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بعض اہل صنعت و حرفت دوسرے شخص کو اپنا پیشہ اختیار کرنے سے جو روکتے ہیں اگرچہ اس میں وہ باکمال ہو اور اسے سیکھنا چاہے، ان کا یہ روکنا جائز نہیں اور نہ ہی ان پر پابندی لگانا درست ہو سکتا ہے جیسا کہ حامد یہ میں اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ (رد المحتار ۱/۴۴۱، کتاب الجرح)



اور اگر اسے تجربہ نہیں اور علم طب میں رسوخ بھی نہیں اور کسی مریض کا علاج کرنے لگا تو جو بھی ضرر لاحق ہوگا اس کا یہ طبیب ضامن ہوگا۔ علامہ جزیری لکھتے ہیں:

اگر طبیب وغیرہ اپنے پیشہ میں مہارت نہ رکھتا ہو جیسے وہ لوگ جو بواسیر یا رگ کھٹے یا آنکھ کا پردہ دور کرنے کی جانکاری کا دعویٰ کرتے ہیں یا وجود یہ کہ وہ طبی قواعد سے نااہل ہوتے ہیں تو ان لوگوں کے علاج سے جو بھی ضرر لاحق ہوگا ان کے یہ ضامن ہوں گے۔ (آب الہی فی الذابب للفرج ۱۳۲/۲)

### ڈاکٹر کا طبی احتیاطیں ملحوظ نہ رکھنا

ڈاکٹر کے اوپر واجب ہے کہ زیر علاج مریض کی پورے طور پر نگہبانی اور دیکھ ریکھ کرے۔ اگر اس کے باوجود مریض کا کوئی عضو تلف ہو گیا یا اس کا انتقال ہو گیا تو باتفاق فقہاء اسے ضامن نہیں قرار دیا جائے گا۔ علامہ جزیری نے اسے صراحتاً بیان کیا ہے۔ (اعمال سابق ۱۲/۱۳۰-۱۳۱) اور امام شافعی نے بھی کتاب الام میں اسے ضامن نہیں ٹھہرایا ہے۔ (کتب الام ۱۰۶/۱۰۷) لیکن اگر مریض کی طبیب نے اچھی طرح دیکھ ریکھ نہیں کی اور طبی احتیاطیں ملحوظ نہیں رکھی تو اس نے اپنے فریضہ میں کوتاہی سے کام لیا ہے۔ لہذا ایسی صورت میں اگر مریض کا کوئی عضو بیکار ہو گیا تو اس پورے عضو کی دیت طبیب پر لازم ہوگی اور اگر مریض ہلاک ہو گیا تو نصف دیت لازم ہوگی۔

امام مالک و احمد کی بھی یہی رائے ہے۔ (اعمال سابق ۱۳۰/۱۳۱) اور امام شافعی کے نزدیک بھی تعدی کا نہ پایا جانا شرط ہے۔

(کتب الام ۱۰۶/۱۰۷)

### مریض یا اس کے اولیاء کی اجازت کے بغیر علاج کرنا

یہاں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ مریض کے اولیاء اور قریبی امراء کی اجازت مریض کی اجازت کبھی جائے گی یا نہیں؟ — یہ مسئلہ دراصل ولایت علی النفس سے متعلق ہے اور اس میں مسئلہ یہ ہے کہ ولی کو نابالغ پر ولایت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن عاقل بالغ شخص خود مختار ہوتا ہے کسی دوسرے شخص کو اس کی ذات پر ولایت حاصل نہیں ہوتی۔ اس لحاظ سے بالغ مریض کی جانب سے اس کے قریبی امراء کی اجازت کافی نہ ہوتی چاہے جب تک کہ مریض علاج کی خود اجازت نہ دے دے۔

لیکن چوں کہ مریض کے عزیز و اقارب اس کے علاج کے سلسلہ میں جو بھی اقدام کرتے ہیں وہ اپنے مریض کی خیر خواہی کے لئے ہی کرتے ہیں اور علاج کے سلسلہ میں وہ مریض سے بہتر سوچ سکتے ہیں اس لئے مریض عاقلہ اس پر راضی ہوتا ہے کہ اس کے اہل خانہ علاج کے سلسلہ میں جو بھی اقدام کریں گے وہ قابل قبول ہوگا۔ اس لئے مریض کے قریبی امراء کی اجازت مریض کی جانب سے صراحتاً تو نہیں البتہ دلائل اجازت کبھی جائے گی اور جو حکم خود مریض کے حکم دینے کا ہوگا وہی حکم اس کے رشتہ داروں کی اجازت کا ہوگا۔ اس مسئلہ کو ایک فقہی جزیئہ پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔ وہ جزیئہ یہ ہے کہ ولی اگر اپنی بالغ لڑکی کی شادی کسی سے کر دے اور لڑکی خبر پاکر خاموشی اختیار کرے تو یہ اس کی جانب سے نکاح کی اجازت کبھی جائے گی۔ (پایۃ ۱۱/۲۰۰ باب فی الولیۃ والکفایۃ) تو یہاں پر بھی چوں کہ بالغ عورت یہ سمجھتی ہے کہ اس کا باپ اس کے نکاح سے متعلق جو بھی فیصلہ کرے گا وہ سراسر دور اندیشی اور خیر خواہی پر مبنی ہوگا۔ اس لئے وہ خاموشی اختیار کرتی ہے اور اس کی یہ خاموشی دلائل اجازت کبھی جاتی ہے۔

سوال میں ذکر کردہ صورت یہ ہے کہ ڈاکٹر نے کسی سے بھی اجازت حاصل نہیں کی اور آپریشن کر ڈالا، پھر مریض کو غیر معمولی ضرر سے دوچار ہونا پڑا یا اس کی جان تلف ہو گئی تو آیا ڈاکٹر اس کا ذمہ دار ہو گا یا نہیں؟

اس سلسلہ میں یہ بات جانتی چاہئے کہ ڈاکٹر پر تاوان لازم نہ ہونے کے لئے فقہاء دو شرط لگاتے ہیں، ایک تو ڈاکٹر کی جانب سے تعدی کا نہ پایا جانا، دوم مریض یا اس کے ولی کی جانب سے اجازت کا حاصل ہونا۔

”کافی“ میں ہے کہ قہوری کی عبارت سے عدم تجاوز کی شرط تو معلوم ہوتی ہے لیکن اجازت کا ذکر نہیں اور جامع وغیرہ کی عبارت سے اذن کا ثبوت ہوتا ہے مگر عدم تجاوز کی شرط سے خاموش ہے لہذا ایک کا ثبوت دوسرے کے سکوت کا بیان ہو گا اور دونوں رولتوں کے مجموعہ سے جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ضمان واجب نہ ہونے کے لئے عدم تجاوز اور حصول اجازت دونوں شرط ہیں اگر ایک شرط نہ پائی جائے گی تو ضمان لازم آئے گا۔ (البرالرائق ۱۲۹/۸)

امام احمدؒ بھی اجازت کو ضروری قرار دیتے ہیں چنانچہ علامہ جزیریؒ ان کا مذہب نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں،

اگر کوئی ماہر ڈاکٹر کسی نابالغ بچے کا علاج بغیر اس کے ولی کی اجازت کے کر ڈالے پھر اس کو ضرر لاحق ہو تو ڈاکٹر اس ضرر کا ضامن ہو گا۔ (الفتاویٰ الذہب الاربعہ ۱۲/۱۵۳)

امام شافعیؒ کی عبارت سے بھی اجازت کا وجوب معلوم ہوتا ہے، چنانچہ ڈاکٹر پر تاوان لازم نہ ہونے کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں،

وجہ اس کی یہ ہے کہ طبیب اور حجام کا علاج مریض کی شفا کے لئے اس کی اجازت سے ہوا ہے۔ (کتب الام ۱۰۹/۶)

لیکن یہاں پر یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ ڈاکٹر جو مریض کا علاج اس کی یا اس کے ولی کی اجازت کے بغیر کر رہا ہے یہ محض خیر خواہی

اور نیک نیتی پر مبنی ہے، کیوں کہ مریض کی جان بچانے کے لئے وہ علاج کر رہا ہے اس کا تو شکر گزار ہونا چاہئے۔ لہذا ”حل جزاء الاحسان والا احسان“ کے قاعدہ کے بموجب ضرر لاحق ہونے کی صورت میں اسے ضامن کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں جب کہ مریض اجازت دینے کے قابل ہے یا اس کے رشتہ دار سے رابطہ قائم کرنے میں کوئی دشواری بھی نہیں ہے تو پھر اجازت حاصل کرنے میں کیا مضائقہ اور کیا دشواری؟ گو وہ اپنی نیت میں قفلص ہو اور جذب خیر خواہی کے تحت مریض کی جان بچانے کی غرض سے علاج کر رہا ہے، لیکن اجازت نہ لینے کی وجہ سے جب مریض کو غیر معمولی نقصان پہنچے تو ڈاکٹر کو ضامن قرار دیا جانا چاہئے۔ اس کی مثل یوں سمجھنی چاہئے کہ اگر کوئی شخص پڑی ہوئی چیز (لقطہ) راستہ میں پائے اور قدرت کے باوجود اس پر گواہ نہ بنائے تو طرفین کے بقول اسے غاصب قرار دے کر ضامن ٹھہرایا جائے گا، گو وہ چیز خیر خواہی کے جذب کے تحت ہی کیوں نہ اٹھایا ہو، البتہ اگر گواہ نہ ملیں اور ”لقطہ“ کے حیلے کا اندیشہ ہو تو یہاں چوں کہ مجبوری ہے اس لئے گواہ نہ بنانے کی صورت میں اگر وہ چیز ہلاک ہو گئی تو اٹھانے والے کو ضامن نہیں قرار دیا جائے گا۔ (المتادی قاضی علی ۲۰۷/۲) چنانچہ اگر یہی مجبوری ڈاکٹر کو بھی درپیش ہو کہ مثلاً مریض پر بے ہوشی طاری ہو جس کی بنا پر وہ خود اجازت دینے کے قابل نہیں ہے، یا اس کے قریبی امراہ ایسی جگہ ہیں جہاں تک فی الفور رابطہ قائم کرنا ممکن نہ ہو اور قہوری آپریشن نہ کرنے کی صورت میں مریض کی جان کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو اور اس صورت میں ڈاکٹر آپریشن کر دے تو پھر آپریشن یا علاج ناکام ہونے اور کسی عضو یا جان کے تلف ہوجانے کی صورت میں ڈاکٹر پر بھی ضمان لازم نہیں ہونا چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

## مخوردوم

### ایڈز کے مریض کا اپنے مرض کو چھپانا

ایڈز کا مرض دیگر وبا سے مختلف ہوتا ہے۔ کیوں کہ جذام اور طاعون وغیرہ کے براہیم آپس کے اختلاط اور سخت و بر خاست سے پھیل سکتے ہیں، لیکن ایڈز کا مرض اس طرح نہیں پھیلتا بلکہ ایڈز کے مریض کے خون چھونے یا جنسی عمل سے پھیلتا ہے۔ اس لئے ایڈز کا مریض اپنے مرض کو اپنے گھر والوں اور متعلقین سے چھپا کر رکھنا چاہیے تو جائز ہونا چاہئے۔ البتہ بیوی یا شوہر کو خبردار کرنا ضروری ہے کیوں کہ نہ ملنے کی صورت میں جنسی عمل سے مرض کے دوسرے تک منتقل ہونے کا قوی اندیشہ ہے، بیوی یا شوہر کے علاوہ دوسرے لوگوں تک اس مرض کے متعدی ہونے کا اندیشہ نادر ہے اس لئے معاشرہ اور سماج میں اچھوت بن جانے کے خوف سے اس مرض کو اپنے گھر والوں اور دیگر متعلقین سے چھپا سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

### ڈاکٹر کا ایڈز کے مریض کے مرض کو چھپانا

شرعی نقطہ نظر سے ڈاکٹر کو بھی چاہیے کہ اگر ایڈز کا مریض اپنے اہل خانہ سے اپنے مرض کو چھپا رہا ہے تو اس کے اس راز کو افشاء نہ کرے۔ البتہ اس کی بیوی یا شوہر کو مطلع کر دے تاکہ بیماری کے منتقل ہونے کے اندیشہ کے پیش نظر دونوں محتاط رہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ڈاکٹر سے اس مریض کے بارے میں مشورہ طلب کرے مثلاً نکلح وغیرہ کا ارادہ ہو تو ڈاکٹر کو اس مرض سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔ فقہاء کی عبادت سے یہی ثابت ہو رہا ہے۔

لہذا بھول، فسق کے اعتقاد کرنے والے کی اور رشتہ نکلح کے لئے نصیحت مباح ہے، لہذا بطور نصیحت اس کی حالت

بیان کر سکتا ہے۔ (رد المحتار ۱/ ۲۹۰)

علامہ نوویؒ لکھتے ہیں:

جس سے مشورہ طلب کیا جا رہا ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ بطور نصیحت اس کی برائیوں سے آگاہ کر دے، انھیں

چھپانا جائز نہیں۔ (ریاض الصالحین ۵۸۱)

علامہ جزیریؒ تحریر فرماتے ہیں:

نمبر کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کے بھید کو ظاہر کر دیا جائے اور اس کے ان احوال سے آگاہ کر دیا جائے جس کا ظاہر ہونا

اس کے نزدیک پسندیدہ نہ ہو۔ لہذا انسان کے عیوب کی بابت خاموشی اختیار کرنا بہتر ہے الا یہ کہ اس کے بیان

کرنے میں کسی مسلمان کا فائدہ ہو یا کسی گناہ کو دور کرنا مقصود ہو۔ (الفتاویٰ النازہب اللہ ۱/ ۳۸۱)

### ایڈز، طاعون اور دیگر امراض کے پھیلنے کی صورت میں عوام کا موقف

ایک حدیث میں ہے:

جب تم کسی سرزمین میں طاعون پھیلنے کی اطلاع پاؤ تو وہاں نہ جاؤ اور اگر تمہارے علاقہ میں طاعون پھیل جائے تو

وہاں سے نہ نکلو۔ (بخاری ۵۸۲/۲)



حدیث شریف بالکل واضح ہے، جس میں طاعون کے خوف سے وطن چھوڑنے کی صراحتاً ممانعت وارد ہوئی ہے، اسی طرح طاعون سے متاثرہ علاقہ میں داخلہ سے بھی روکا گیا ہے۔

دوسری طرف یہ مسئلہ ہے کہ طاعون اور اس طرح کی دیگر وباء جب کسی علاقہ میں پھیلتی ہے تو بسا اوقات تھوڑے وقت میں پورے شہر یا علاقہ کا صفایا کر دیتی ہے اور بے انتہا جانی نقصان ہوتا ہے جس کی بنا پر انسان یہ سمجھ کر اپنے وطن کو چھوڑنا چاہتا ہے یا چھوڑ دیتا ہے اور کسی دوسرے محفوظ علاقہ میں پناہ جاتا ہے کہ وہ اس وباء سے محفوظ رہ سکے گا۔

علماء نے تفصیلات اور واقعات کی روشنی میں طاعون وغیرہ سے فرار ہونے کی تین صورتیں بیان کی ہیں جن کی تفصیل ابن جریر مستقلی نے یوں بیان کی ہے:

(۱) کوئی شخص محض فرار کی نیت سے سفر کرے یہ ہر حال ممنوع ہے۔

(۲) سفر کے پیش نظر محض اپنی ضرورت ہو طاعون سے فرار ہونے کا کوئی ارادہ نہ ہو، مثلاً کسی شخص نے سفر کا ارادہ کیا اور پھر سفر کی تیاری کی حالت ہی میں اس کے اپنے شہر میں وبا پھوٹ پڑی تو اب اس کا دوسرے شہر کی جانب سفر کرنا جائز ہوگا ممنوع نہ ہوگا۔

(۳) طاعونی وباء کے دوران اسے سفر کی ضرورت درپیش ہوئی، مگر ساتھ ہی ساتھ طاعون سے نجات پانے کی بھی نیت ہے، یہ صورت علماء کے مابین مختلف فیہ ہے، ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ بھی فی الجملہ صورتاً فرار ہے اور جواز کی وجہ یہ ہے کہ یہ صرف فرار کی نیت سے نہیں بھاگ رہا ہے بلکہ مداوی کی بھی نیت ہے لہذا یہ صورت ممانعت سے مستثنیٰ ہوگی۔ (فتح الباری ۱۲/۱۰۳۱)

لہذا احادیث اور فقہاء و محدثین کی عبارات کی روشنی میں محور دوم کے تیسرے آٹھویں اور گیارہویں سوال کا جواب یہ ہے کہ سرریض کے اہل خانہ اور متعلقین اس کی دیکھ ریکھ کریں، اسے بے آسرا، بے یار و مددگار اور کس سپرسی کے عالم میں نہ چھوڑیں، یہ اسلامی تعلیم اور انسانی ہمدردی کے یکسر مخالف ہے خصوصاً جب کہ اس سے خونی رشتہ ہو، کیوں کہ اس میں انسان کو یہ امید بندھی رہتی ہے کہ مصیبت کے وقت کام آئے گا۔ اور اگر کوئی شخص کسی ضرورت کے تحت باہر گیا ہو اور اس کے اہل خانہ طاعون کے شکار ہو جائیں اور ان کی نگہداشت اور گھریلو ضروریات پوری کرنے کے لئے انھیں اس کی ضرورت ہو تو اسے واپس پہنچ کر ان کی دیکھ ریکھ کرنی چاہئے۔ انھیں اپنی حالت پر چھوڑ دینا اور نظریں پھیر لینا، بے وفائی اور بددیانتی کی بدترین مثال ہوگی، ایسے دوست یا رشتہ دار سے کیا فائدہ جو مصیبت میں کام نہ آئے اور راہ فرار اختیار کرے، یا مصیبت سے دوچار ہونے پر بھی ان کی خاطر کوئی اہم نہ کرے بلکہ اپنے مفاد کے پیش نظر ہاتھ پر پاتا تو دھرے بیٹھا رہے۔

دیکھئے حضرت عمرؓ کو جب شام میں طاعون پھیلنے کا علم ہوا اور شام کے حاکم کا خط موصول ہوا تو مسلمانوں کی خبر گیری کرنے کے لئے دورہ کے ارادہ سے نکلے، اور جب مقام "سرغ" میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ وباء پہلے سے زیادہ شدت اختیار کر چکی ہے تو پھر صحابہ کرام کے مشورہ سے واپس ہوئے، طاعون کے خوف سے واپس نہ ہونے، کیوں کہ وہ فرمایا کرتے تھے: ان الناس قد دخلونی ثلاثا انا وبراہمک منہن

زعموا انی مورت من الطاعون وانا ابراہمک من ذلک و ذکر العلاء والمکس۔ (فتح الباری ۱۲/۱۰۳۲)

اور جو لوگ باہر سے آئے ہوں اور ان کا کام ختم ہو گیا ہو وہ اگر اپنے وطن جانا چاہیں تو جاسکتے ہیں کیوں کہ اسے فرار سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح جس شخص کا علل مرض طاعون میں مناسب نہ ہو یا اچھی طرح نگہداشت نہ ہو سکتی ہو یا اس کی دوسری جگہ ضرورت ہو تو ان کے لئے بھی انتقال جائز ہونا چاہئے بشرطیکہ مفسدہ یعنی دوسری جگہ بھی طاعون پھیلنے کا اندیشہ نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## طاعون وغیرہ میں حکومت کی جانب سے آمدورفت پر پابندی

طاعون یا اس جیسے مسلک مرض پھیلنے کی صورت میں اگر کسی علاقہ کے اندر حکومت کی طرف سے آمدورفت پر پابندی عائد کی

جائے تو ترعائے جائز ہونا چاہئے کیوں کہ شریعت نے بھی اس سے روکا ہے۔

## مریض کا اپنے مرض کو دوسرے میں منتقل کرنا

ایڈز کا مریض جو اپنے مرض اور اس کی نوعیت سے بخوبی واقف ہے اگر کوئی ایسا کام کرے جس سے دوسرے تک اس کا مرض منتقل ہو جائے تو وہ ضامن ہوگا اور شرعاً و قانوناً اسے مجرم قرار دیا جائے گا۔ جس طرح ایک شخص تیز ہوا میں اپنی زمین کی گھاس یہ جالتے ہوئے جلا رہا ہے کہ آگ اس کے پڑوسی کھیت کو بھی اپنی پلیٹ میں لے لے گی تو وہ ضامن قرار پاتا ہے۔ (قاضی ندوی ۲۴/۲) اسی طرح اگر اپنی زمین میں پانی یہ جالتے ہوئے بہا رہا ہے کہ دوسرے کی زمین تک پہنچ جائے گا تو اس پر بھی ضمان عائد کیا جاتا ہے۔ (قاضی ندوی ۲۴/۲)

اور اگر اپنے مرض کو منتقل کرنے کی غرض سے کوئی کام کرے تو اس میں تو نسبتاً زیادہ تعدی ہے اس پر ضمان عائد کرنے کے ساتھ ساتھ قانوناً مجرم قرار دے کر سزا بھی دینی چاہئے۔

زیر بحث مسئلہ ایڈز سے متعلق ہے کہ ایڈز کی بنا پر فسخ نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟

حنفیہ کے نزدیک ایک مرتبہ جنسی حق وصول کر لینے کے بعد اگر شوہر کو کوئی ایسا مرض لاحق ہوا جس کی بنا پر فسخ نکاح جائز ہوتا ہو تو اس کا اختیار نہیں اور بیوی کو فسخ نکاح کی اجازت نہ ہوگی، کیوں کہ ایک مرتبہ جنسی حق وصول کر لینے کے بعد مقصد نکاح حاصل ہو گیا، علحدہ کاسانی تحریر فرماتے ہیں:

نکاح فسخ کرنے کا اختیار اس شرط کے ساتھ ہے کہ شوہر نکاح کے بعد عودت تک بالکل نہ پہنچا ہو، چنانچہ اگر ایک مرتبہ عودت سے استفادہ کر چکا ہو تو اب عودت کو فسخ کا اختیار نہیں، کیوں کہ عودت کا حق نکاح ایک مرتبہ وحلی کرنے سے حاصل ہو گیا اور فسخ کا اختیار حق مستحق کے فوت ہونے کی وجہ سے تھا اور وہ پایا نہیں گیا۔

(بدائع الصلت ۲۲۵/۲)

البتہ مریض نے اگر اپنا مرض چھپا کر شادی کر لی اور بعد کو وہ مرض عورت پر منکشف ہوا تو امام محمدؒ کے نزدیک جنون، جذام اور برص کے مرض میں عودت کو فسخ کا اختیار حاصل ہے، کیوں کہ جس طرح ”جب“ اور ”عذ“ میں حق نکاح وصول کرنا دشوار تھا اور اس کی بنا پر فسخ کی اجازت دی گئی، اسی طرح ان عیوب کے ہوتے ہوئے بھی دشوار ہے، لہذا جب وہی علت پائی گئی تو حکم بھی وہی ہونا چاہئے۔

(مناہج علی الدایہ ۲۰۲/۲)

امام محمدؒ کے قول سے گنجائش معلوم ہوتی ہے اور بات بھی معقول معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ جو علت ”جب“ اور ”عذ“ میں اختیار فسخ کی ہے یعنی حق نکاح کا عدم وصول وہی علت یہاں پر بھی پائی جاتی ہے، کیوں کہ عودت ایڈز یا جذام کے مریض سے اس اندیشہ کے پیش نظر احراز کرے گی کہ کہیں اس کو اور پھر اس کی اولاد کو بھی یہ مرض لاحق نہ ہو جائے، چنانچہ اسی بات کے پیش نظر علما، خواہ زم نے اس

شخص کی بابت اس کی بیوی کو فسخ نکاح کا اختیار دیا ہے جسے جماع کے وقت دست آلے لگے۔ (فتاویٰ رضویہ ۱۵۲/۲) اور فتاویٰ عالمگیری میں امام محمدؒ کے قول کو راجح قرار دیا گیا ہے۔



اگر شوہر کو جنون، بدص یا جذام کا مرض لاحق ہو تو عورت کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں، امام محمدؒ کے نزدیک اگر جنون طاری ہو تو عین کی طرح ایک سال کی صلت دی جائے گی پھر شفاء نہ پانے پر عورت مختار ہوگی، اور اگر جنون دائمی ہو تو وہ محبوب کے حکم میں ہوگا اور یہی ہمارا مختار مذہب ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ ۲/۵۲۶)

### ایڈز کے خوف سے استقاط حمل

اعضاء بننے سے پہلے بلائند استقاط حمل مکروہ اور باعث گناہ ہے، اعضا، مثلاً بال، ناخن وغیرہ پیدا ہو جانے کے بعد عذر کی بنا پر بھی استقاط حمل جائز نہیں، چنانچہ اگر اعضا بننے کے بعد عورت حمل ساقط کر دے تو اس کے عاقل پر غرہ واجب ہوگا، مفتی ابن عابدین شامی تحریر فرماتے ہیں:

اگر عورت روح بھونکے جانے کے وقت سے پہلے حمل ساقط کرنا چاہے تو یہ جائز ہوگا یا نہیں اس میں علماء کا اختلاف ہے، فقیر علی بن موسیٰ کی رائے یہ ہے کہ مکروہ ہے اور وہ نطفہ جو رحم میں پہنچ گیا ہے مال کے اعتبار سے ذی روح ہے۔ لہذا اس کے لئے حیاء ہی کا حکم ہوگا، جیسا کہ حرم کے پرندہ کے انڈہ کو زندہ ہی تصور کرتے ہیں، ایسا ہی ظمیرہ میں ہے، ابن وہبان فرماتے ہیں کہ استقاط کی اباحت حالت عذر پر معمول ہے اور یہ اس کو قتل کرنے کا گناہ نہ ہوگا۔ (ردالمحتد ۲/۳۳۳)

اور علامہ اوزجدی تحریر فرماتے ہیں:

دودھ پلانے والی عورت حاملہ ہوئی اور دودھ آنا بند ہو گیا اور بچہ کی بلاکت کا اندیشہ ہے اور باپ کے پاس بھی اتنی وسعت نہیں کہ وہ دایہ دے سکے تو عورت کے لئے جائز ہے کہ اعضا پیدا ہونے سے پہلے جب کہ وہ نطفہ ہو یا منعقد یا علقہ ہو حمل ساقط کر دے، اور اگر اعضا پیدا ہونے کے بعد حمل ساقط کر لیا تو غرہ واجب ہوگا۔

(فتاویٰ ہندیہ ۱۰۵۶/۵، قاضی خاں ۲/۳۳۹)

فقہاء کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ ایڈز کے بچہ کی طرف منتقل ہونے کے خوف سے اعضا مکمل ہو جانے کے بعد استقاط حمل نہ عورت کے لئے جائز ہے اور نہ شرعی لحاظ سے حکومت کا ٹھکر صحت استقاط پر مجبور کرنے کا مجاز ہے۔ واللہ اعلم

### ایڈز کے مریض بچوں کو اسکول و مدارس سے محروم رکھنا

ایڈز کے مرض کی جو نوعیت اور اس کے منتقل ہونے کے جو اسباب ہیں وہ محدود ہیں، اور کبھی خون نکل جانے پر دوسرے بچہ کا اسے چھونا یا جنسی بے راہ روی میں مبتلا ہونا نادر الوقوع ہے اس لئے اس اندیشہ کے پیش نظر ایڈز کے مریض بچے یا بچیوں کو اسکول و مدارس سے محروم رکھنا مناسب نہیں، جذام جو انتقال کے اعتبار سے ایڈز سے زیادہ خطرناک ہے اس کے مریض کے بدلے میں علماء کی رائے یہ ہے کہ اگر وہ جمعہ پڑھنا چاہے یا ایسی مجلس میں شرکت کرنا چاہے جو کبھی کبھی منعقد ہوتی ہو تو اس سے نہیں روکا جائے گا، البتہ عمومی حالات میں انہیں لوگوں سے باز رکھا جائے گا یا نہیں اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ (فتح البدی ۱۰۰/۱۰)

علامہ مجاوی مقدسی تحریر فرماتے ہیں:

جذام کے مریضوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ عام حالات میں صحیح لوگوں سے اختلاط کریں اور نہ بلا اجازت کسی متعین صحیح شخص کے ساتھ رہیں اور سیر کی آزادی ہے کہ وہ ان کو صحیح لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے سے روکے اور ان



کے رہنے کے لئے کوئی علاحدہ جگہ تجویز کرے۔ (الحکم ۱۲/۲۰۰۲)

کیا ایڈز اور طاعون وغیرہ کے مریض پر مرض وفات کے احکام جاری ہوں گے؟

مسئلہ یہ ہے کہ ایڈز، طاعون اور کینسر جیسے امراض جب طبی لحاظ سے ناقابل علاج مرحلہ کو پہنچ جائیں تو کیا اسے مرض الموت قرار دے کر مریض کے لئے مرض وفات کے احکام جاری ہوں گے؟

علامہ شامی نے طلاق مریض کے باب میں یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ طاعون پھیلنے کی صورت میں اگر شوہر طلاق دے تو اسے طلاق فار نہیں قرار دیں گے پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ طاعون جب کسی ایسے محلہ یا گھر میں داخل ہو جس میں رہنے والوں پر ہلاکت کا اندیشہ غالب ہو جیسا کہ سخت لڑائی کی حالت میں، برخلاف اس محلہ اور گھر کے جس میں طاعون داخل نہ ہوا ہو تو یہ تفصیل مناسب ہے کیوں کہ یہ بات معلوم ہے کہ اعتبار ہلاکت کے اندیشہ کے غالب ہونے کا ہے۔ پھر یہ معنی نہیں ہے کہ یہ تمام صورتیں اس شخص کی بابت ہیں جو طاعون کا شکار نہ ہوا ہو۔ (رد المحتار ۱۲/۵۹۹)

علامہ شامی کی عبارت سے معلوم ہوا کہ طاعون کا مریض اگر اپنی بیوی کو طلاق دے تو اسے طلاق فار قرار دیں گے لیکن اس سے یہ تفصیل معلوم نہیں ہوتی کہ طاعون کس مرحلہ میں پہنچ جائے تو اس کے مریض پر مرض الموت کے احکام جاری ہوں گے۔

اس سلسلہ میں فقہاء کے یہاں جو صراحت ملتی ہے وہ اپلوچ اور مفلوج کے بارے میں ہے کہ اگر اس کی بیماری میں اضافہ ہوتا رہے تو غالب گمان یہی ہے کہ بدستور یہ اضافہ بالآخر جان لیوا ثابت ہوگا اس لئے اس پر اس حالت میں مرض الموت کے احکام نافذ ہوں گے

اس کے برعکس اگر اضافہ ہوتا بند ہو گیا تو اسے صحیح قرار دیں گے اور اس پر مرض الموت کے احکام جاری نہ ہوں گے۔ (مہدیہ ۱۲/۲۰۰۲) کتنی مدت کے دوران اگر اضافہ ہوا تو اسے مستبر قرار دیا جائے گا؟ اس کی تحدید علماء نے ایک سال سے کی ہے۔

ہمارے اصحاب نے طویل مدت کی تحدید ایک سال سے کی ہے، چنانچہ بیماری پر ایک سال گزرنے کے بعد مریض کے تصرف کو صحیح کا تصرف قرار دیں گے۔ (ہندیہ ۱۲/۳۳)

ایڈز، طاعون، کینسر اور اس طرح کے دیگر امراض کا بھی یہی حکم ہونا چاہئے کہ ناقابل علاج مرحلہ کو پہنچ جانے کے بعد اگر بلا اضافہ ایک سال تک زندہ رہا تو اسے صحیح قرار دیں گے ورنہ اس پر مرض الموت ہی کے احکام جاری ہوں گے۔ واللہ اعلم

### محمور سوم

فضیلت اور چغلی گناہ کبیرہ میں سے ہیں، یہ گناہ کتنا قبیح اور شنیع ہے اس کو قرآن نے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تعبیر کیا ہے اس کی وجہ سے انسانی معاشرہ میں جو فساد اور تباہی رونما ہوتی ہے وہ کسی پر معنی نہیں — لیکن بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی آدمی کا عیب نہ بیان کرنے میں کوئی دوسرا شخص نقصان اٹھاتا ہے اور وہ کسی بڑے قریب کا شکار ہو جاتا ہے، ایسی صورت میں شریعت نے بطور نصیحت اس کے عیب بیان کرنے اور اس سے محتاط رہنے کی اجازت دی ہے، چنانچہ فاطمہ بنت قیس کو جب ان کے شوہر ابو عمر بن حفص نے طلاق دے دی تو حضرت معاویہ اور ابو جہم نے شادی کا پیغام بھیجا، ان دونوں میں انتخاب کرنے کے لئے یہ آنحضرتؐ کی خدمت میں مشورہ کی غرض سے حاضر ہوئیں تو حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:

معاویہ تو وہ کنگال ہیں۔ ان کے پاس کوئی مال نہیں اور رہ گئے ابو جہم تو وہ اپنے کاندھے سے اپنی لائچی نہیں رکھتے (تفسیر قرطبی ۳۳۰/۱۶) پھر آنحضرتؐ نے ان کی شادی حضرت اسامہ بن زیدؓ سے کرادی۔ (سیر اعلام النبلاء ۲/۲۱۹) یہاں پر آنحضرتؐ نے ان دونوں صحابیوں کے حالات سے حضرت فاطمہؓ کو باخبر فرمادیا تاکہ آگے چل کر وہ مشت و پریشانی سے دوچار نہ ہوں۔

اس طرح بعض اوقات کسی کے عیوب کو ظاہر کرنا واجب ہو جاتا ہے مثلاً کسی شخص کی بابت معلوم ہو کہ وہ فلان شخص پر ناحق ظلم کرے گا تو اس کے حالات سے واقف کرانا لازم ہوگا تاکہ وہ اپنے بچاؤ کا سامان کر کے اس کے ظلم سے محفوظ رہ سکے۔ (فتح البدی ۱۰/۵۰۰) گویا ہر شرعی صحیح غرض کی بنا پر غیبت جائز ہے، حافظ عسقلانیؒ نے اسے مفصل بیان فرمایا ہے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

علماء نے فرمایا کہ غیبت ہر شرعی غرض صحیح کی بنا پر جائز ہے جب کہ اس غرض صحیح تک پہنچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہو، مثلاً ظلم برداشت کرنا، برائی دور کرنے کے لئے مدد چاہنا، فتویٰ طلب کرنا، حاکم کے پاس فیصلہ لے جانا، برائی سے ڈرانا، مراءلوں اور گواہوں پر جرح کرنا، والی کا اپنے تحت رہنے والے شخص کے حالات کی خبر دینا، نکاح اور دوسرے عقود میں مشورہ طلب کرنا، کسی علم فقہ کے طالب کو دیکھنا کہ وہ کسی بدعتی یا فاسق کے پاس آتا جاتا ہے اور اس کی اقتداء کا اندیشہ ہو، ان تمام صورتوں میں غیبت درست اور مباح ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص فسق، ظلم اور بدعت سے معروف و مشہور ہو تو اس کی برائی بیان کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ (فتح البدی ۱۰/۵۰۰)

بعض مرتبہ صورت حال یہ پیدا ہو جاتی ہے کہ کسی شخص کا حال بیان کرنے میں نقصان اور نہ بیان کرنے میں بھی نقصان ہوتا ہے ایسی صورت میں دیکھا جائے گا کہ دونوں نقصان یکساں اور ایک درجہ کے ہیں یا ایک میں ضرر دوسرے کی بہ نسبت زیادہ ہے۔ اگر دونوں طرف کا ضرر برابر ہو تو اس کا راز افشاء کرنا جائز نہیں کیوں کہ فقہی قاعدہ ہے کہ "الضرر لا یزال بالضرر" یعنی ایک ضرر کو اسی جیسے دوسرے ضرر کے ذریعہ دفع نہیں کیا جائے گا، مثلاً کسی شخص کو یہ دھمکی دی گئی کہ اگر فلان شخص کو قتل نہیں کرو گے تو تمہاری جان بخشی نہیں کی جائے گی تو اس کے لئے جائز نہیں کہ دوسرے کو قتل کر دے۔ (ہندیہ ۳۹/۵)

لیکن اگر راز افشاء نہ کرنے کی صورت میں پیدا ہونے والا ضرر افشاء کرنے کی صورت میں پیدا ہونے کے ضرر سے بڑھا ہوا ہو تو پھر یہاں پر یہ فقہی قاعدہ ملحوظ رکھا جائے گا یعنی "الضرر الاشد یزال بالضرر الاخف" یعنی ہلکے ضرر کا ارتکاب کر کے شدید ترین ضرر کو دفع کیا جائے گا۔ اسی طرح یہ قاعدہ بھی پیش نظر رکھا جائے گا کہ "یتحمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام" (الاشیاء والنظار ۸۰۰/۸۰۰) یعنی عمومی ضرر کو دور کرنے کی خاطر خصوصی ضرر کو قربان کیا جائے گا، مثلاً لشکر کفار میں کوئی مسلمان قیدی یا تاجر ہو تو اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے تیر اندازی کی جائے گی۔ (ہندیہ ۵۳۱/۲)

ان تفصیلات و قواعد کی روشنی میں پوچھے گئے سوالات کے جوابات حسب ذیل ہوں گے۔

(۱) اگر علل کے ذریعہ مریض کی آنکھ دیکھنے میں بالکل صحیح و سالم معلوم ہوتی ہو اور ڈاکٹر کے علم میں اس کا کسی خاتون کے ساتھ رشتہ طے نہ ہو تو ڈاکٹر کو یہ راز افشاء نہیں کرنا چاہئے، بلکہ اس کے عیب کو صیوراز میں رکھنا ہی مناسب ہے، البتہ اگر لڑکی کے گھر والے معلومات کے لئے اس ڈاکٹر کے پاس آئیں تو انھیں باخبر کر دینا چاہئے۔

(۲) طبی جلج کے ذریعہ اگر مرد یا عورت کے متعلق کوئی ایسا مرض معلوم ہو جائے جس کے نتیجے میں ناقص الاعضاء بچے پیدا ہونے کا قوی اندیشہ ہو تو ڈاکٹر پر لازم ہے کہ دوسرے فریق کو اس کی خبر کر دے تاکہ اس کی زندگی مصائب و آلام کی نذر نہ ہو جائے۔



(۳) اسی طرح اگر طبی علاج کے ذریعہ کوئی ایسا مریض ظاہر ہوا جس کی بنا پر علاج باآورد نہیں ہو سکتا اور ڈاکٹر کے علم میں یہ بات ہو کہ اس کا کسی رشتہ طے ہو رہا ہے تو ڈاکٹر کو اس کے عیب سے باخبر کر دینا جائز ہے۔ اور اگر دوسرا فریق معلومات کے لئے ڈاکٹر کے پاس آئے تو ڈاکٹر کو اس کا راز چھپانا جائز نہیں بلکہ اس کے بارے میں مطلع کر دینا ضروری ہے۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:

مشورہ طلب کئے جانے والے شخص پر اس کی پردہ داری جائز نہیں بلکہ بطور نصیحت اس کے حالات سے باخبر کرنا ضروری ہے۔ (ریاض الصالحین ص ۱۵۱)

(۴) یہ سوال ”نحمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام“ سے متعلق ہے، ایسی صورت میں ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس کی صنف بینائی سے آگاہ کر دے، تاکہ آگے چل کر اس کی صنف بصارت سے گاڑی کسی حادثہ کا شکار ہو کر بست سی جانوں کی صلیح کا پیش خیمہ نہ ثابت ہو۔ جہاں تک اس کی ملازمت اور معاش کا مسئلہ ہے یہ ضرر خاص ہے جس کا ضرر عام کے مقابلہ میں اعتبار نہیں۔

(۵) اسی طرح اگر کوئی شخص ٹرین، بس یا ہوائی جہاز کا ڈرائیور ہے اور نشہ کا عادی ہے اور کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے تو ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ متعلقہ محکمہ کو اس کی حالت سے باخبر کر دے، کیوں کہ اس کی پردہ داری کرنے میں بے شمار لوگوں کی جان کے تلف ہونے کا اندیشہ ہے۔

(۶) ناجائز حمل سے بچ پیدا ہوا اور بدنائی کے خوف سے عورت نے اس نو مولود کو کسی شاہراہ یا پارک وغیرہ میں چھوڑ کر ڈاکٹر کو اس کی اطلاع دی تو ڈاکٹر کو اس عورت کی راز داری کرنے اور نہ کرنے کا اختیار ہے، لیکن پردہ داری کرنا ہی زیادہ مناسب ہے، ہدایہ میں ہے:

حدود کے باب میں گواہوں کو اختیار ہے چاہیں تو اسے صید راز میں رکھیں یا اظہار کر دیں، لیکن پردہ داری افضل ہے، کیوں کہ آنحضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ داری کرے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کے عیوب کو چھپائیں گے۔ (ہدایہ ۲/۱۵۴)

البتہ اس معصوم بچہ کے بارے میں حکومت کے متعلقہ محکمہ کو خبر کرنا ضروری ہے تاکہ وہ معصوم نفس ضائع نہ ہو جائے، اور اگر اس کی حفاظت کی راہ میں عورت کی نشاندہی کرنی پڑے تو پھر راز داری درست نہیں۔

(۷) اس صورت میں جب کہ نشہ کے عادی شخص پر تمام نفسیاتی تجربات ناکام ہو چکے اور علاج کی یہی ایک صورت رہ گئی کہ شراب میں جس کا وہ عادی ہے متلی یا قے لانے والی دوا ملا کر دی جائے جائز ہوتا چاہئے کیوں کہ اس میں اگرچہ ایک حرام چیز کے استعمال کا مشورہ دیا جا رہا ہے مگر یہ مشورہ ایسا ہے کہ اگر نہ سمجھ دیا جاتا تو بھی وہ اس کا عادی تھا ترک نہ کرتا، اور ڈاکٹر کے اس علاج سے اس کے مریض کے دور ہونے کی امید ہے، لہذا اس قسم کے طریقہ علاج کو جائز ہونا چاہئے، خصوصاً جب کہ ایسی صورت میں تداوی بالحرک علماء کی ایک جماعت نے اجازت دی ہے، عالمگیری میں ہے:

اگر ڈاکٹر کسی مریض کو شراب پینے کا مشورہ دے تو ائمہ بلخ کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ اگر اس کے ذریعہ

صحت کا یقین ہو تو استعمال جائز ہے۔ (التداوی السدیہ ۲۵۵/۵)

(۸) ایسا جاسوس جس سے عام لوگوں کا غیر معمولی نقصان ہوتا ہو اور اس کا یہی پیشہ بن چکا ہو ایسی صورت میں لوگوں کو ضرر سے بچانے کے لئے ڈاکٹر کو اس کی پردہ داری نہیں کرنی چاہئے بلکہ حکومت کے متعلقہ محکمہ کو اس سے باخبر کر دینا چاہئے۔

(۹) مستور صورت یہ ہے کہ کسی مریض نے جرم کا ارتکاب کیا اور ڈاکٹر کے پاس اس جرم کا اقرار بھی کیا اور اسی جرم پر شہسہ کی بنا پر دہر



شخص مانگو ہو گیا جو دراصل اس جرم سے بری ہے تو ڈاکٹر کا اس مریض کی بابت کیا رویہ ہونا چاہئے ؟

باب الشہادۃ میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنے اوپر کسی حق کا اقرار کیا تو اس کے اوپر گواہی دینا جائز ہے ۔ نیز یہ مسئلہ بھی ہے کہ اگر مدعی کی دانست میں اس کا کوئی گواہ نہ ہو حالانکہ ایک آدمی اس کا گواہ ہے اور اندیشہ ہے کہ اگر یہ شخص گواہی نہ دے گا تو مدعی کو اپنے حق سے ہاتھ دھونا پڑے گا تو اس گواہ پر گواہی دینا لازم اور ضروری ہے :

مگر جب کہ حق دار کو معلوم نہ ہو اور (گواہی نہ دینے میں) اس کے حق کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو بلا طلب گواہی دینا لازم ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے ۔ (الباب ۲ / ۷۳)

یہاں پر جب ایک حق کے فوت ہونے پر بلا طلب شہادت لازم ہے تو جان کا معاملہ تو اس سے اہم ہے یہاں پر بھی ڈاکٹر کو مریض کے جرم کے بارے میں باخبر کرنا ضروری ہے ۔ گو ڈاکٹر تنہا ہو پھر بھی گواہی نہ دینا درست نہیں ۔ یہ اور بات ہے کہ قاضی یا حاکم اس کی بات قبول نہ کرے ۱۰ ابن نجیم لکھتے ہیں : اگر اطلاق دینے والا ایک عادل آدمی ہو تو اس کے لئے جائز نہیں کہ گواہی کو چھوڑ دے ۔ (البرہان، ۱ / ۷۰)

(۱۰) اس مسئلہ پر محور دوم کے سوال نمبر دو پر روشنی ڈال دی گئی ہے ۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم ۔



اقتصادیات

## طبی اخلاقیات

مولوی محمد عارف منگھڑی  
(دارالعلوم سیل السلام حیدرآباد)

اللہ کے پیغمبر آخر الزماں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے تمام گوشوں میں امت کی رہنمائی کی اور ان کو اس کے نفع و ضرر سے آگاہ کیا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ طبابت کے متعلق آپ کو کچھ نہ فرماتے اور اس میدان کو بالکل خالی چھوڑ جاتے، چنانچہ کتب احادیث میں ایک مستقل باب محمد ثن نے قائم کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے اس سلسلہ میں معتبر احادیث منقول ہیں اور بعد کے لوگوں نے طب نبوی کے عنوان سے تحقیقات اور تجربات کئے ہیں۔ انھیں ارشاد کردہ احادیث میں ایک حدیث جسے امام مالک (۱۷۹-۹۳) نے اپنی موطا میں ذکر کیا ہے۔

ان رجلا فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصابہ حرج فاحتلی الدم وان الرجل د عار جلیس من بسی انصار فینظر الیہ فرعہ ان  
رسول علیہ السلام قال لہا ایکنما امل فقال امی الفطب خبر رسول اللہ فرعہ زید ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انزل الدواء الذی  
انزل الداء۔ (موطا امام مالک ۲۰۵)

زمانہ نبوی میں ایک شخص کو زخم لگ کر خون جم گیا اس شخص نے بنو انمار کے دو لوگوں کو برائے عللج بلا بھیجا۔ ان دونوں نے آپ کی طرف دیکھ کر یہ سمجھا کہ آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ عللج میں تم دونوں میں سے زیادہ ماہر کون ہے؟ اس میں سے ایک نے تعجب سے پوچھا کہ کیا طب میں بھی کوئی خیر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مرض پیدا کرنے والے نے اس کا عللج بھی پیدا فرمایا ہے۔

اس حدیث میں ماہر طبیب کے بارے میں آپ نے سوال فرما کر امت کو اس بات کی تعلیم دی کہ اس طبابت میں بھی تم ماہر اور تجربہ کاروں ہی سے فائدہ اٹھانا اور تمہاری منفعت اور تمہارا فائدہ انھیں سے استفادہ کرنے میں ہے ورنہ تا تجربہ کار کے استفادہ سے تم صحت جسمانی جو نعمت عظمیٰ ہے اس کی حفاظت بہتر طریقہ پر نہ کر سکو گے۔

ایسا شخص جو قانوناً کسی مرض کے عللج و معالجہ کا مجاز نہیں، لیکن ذاتی مطالعہ اور تجربہ کی بنا پر واقفیت رکھتا ہو تو صرف تھوڑی واقفیت تو ہر شخص دوا سے متعلق رکھتا ہے لیکن یہ تھوڑا تجربہ یا مطلق تجربہ اسے اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ عللج پر اقدام کرے جب تک کہ وہ اس میں ماہر نہ ہو اسی سبب سے احمد بن قدامہ حنفی فرماتے ہیں کہ ضمان سے بری اسی وقت طبیب ختم یا قیام ہو سکتے ہیں جب کہ ان کے اندر مذکورہ ذیل دو شرطیں پائی جائیں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ وہ ماہر فن ہوں اور انھیں اس میں سرفرت و بصیرت حاصل ہو کیوں کہ اس کے بغیر یہ اقدام ان کے لئے جائز نہیں اور اگر اس کے بعد بھی انھوں نے جرات کر ہی ڈالی تو یہ فعل محرم کے مرتکب ہو کر ضامن قرار پائیں گے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ مطلوبہ محل سے تجاوز نہ کریں جب یہ دونوں شرطیں پائی جائیں گی تو وہ ضمان سے بری ہوں گے۔

اگر اس شخص پر یہ دونوں مذکورہ شرطیں عائد نہ کی جائیں تو ہر کس و ناکس اپنی واقفیت اور تجربہ کا دعویٰ کرے گا اور ذاتی تجربات



میں اور خود حاصل شدہ کسی بھی علم میں جس میں کسی راہنما کی رہنمائی نہ ہو غلطی کرنا اور اکثر غلطیوں کا پایا جانا بدیہی ہے اور بہت سی چیزیں ہر فن میں ایسی ہوا کرتی ہیں جو بغیر کسی کو استاد یا نگران بنائے جو اس فن کا ماہر ہو کو حاصل ہو نہیں سکتی۔ اور نا تجربہ کار ڈاکٹر یا عیال وغیرہ کے فعل سے حاصل شدہ ضرر کے ذمہ دار یہی نیم حکیم قرار پائیں گے۔ علامہ جزیریؒ لکھتے ہیں:

ڈاکٹر وغیرہ جو اپنے پیشہ میں مہارت نہیں رکھتے وہ ایسے ہی ہیں جو دعویٰ تو بواسیر کے کھٹے اور آنکھ کے آپریشن کا کرتے ہیں پر ان کو اس میں مہارت نہیں تو ان کی ذات سے بچنے والے ضرر کے وہ ذمہ دار ہوں گے ان پر ضمان آئے گا۔ (النفق علی الذی سب الذی ۱۳۱ - ۱۳۲)

تیز فکالہ میں اس بات کی صراحت ہے کہ اس ضمان کے عائد کرنے پر علما کا اتفاق ہے۔ (فقہ السہ ۱۰۸/۲)

## ڈاکٹر کی بے توجہی

قانونا عللج و معالجہ کی اجازت یافتہ ڈاکٹر نے مریض کے ساتھ وہ تمام تدابیر اور احتیاطیں نہ کیں جو اسے مطلوب تھیں۔ نیز اس کی نگرانی اور دیکھ بھال میں بھی تساہل سے کام لیا تو مریض کو بچنے والے ہر نقصان کا ذمہ دار وہ ڈاکٹر قرار پائے گا جس کے غیر ذمہ دارانہ عللج کے سبب مریض کو یہ نقصان برداشت کرنا پڑا ہے۔ چنانچہ ابن قدامہ فرماتے ہیں:

اگر ڈاکٹر ماہر ہو لیکن اس نے فتنہ کی صورت میں حشہ یا مقام ختن سے آگے کاٹ دیا یا آدمی کے آپریشن میں اس نے ضرورت سے زیادہ کاٹا یا کندہ ہتھیار سے کاٹا جس سے تکلیف زیادہ ہوتی ہے یا ایسے وقت اس کا آپریشن کیا جب کہ وہ اس لائق نہیں ہوتا تھا تو ان جیسے تمام صورتوں میں ڈاکٹر ضامن ہوگا۔ (المنی ۱۰۲/۱)

اور اس ضمان میں اس سے دیت لی جائے گی جب کہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ڈاکٹر پر نہ قصاص ہے اور نہ دیت ہے۔

(فقہ السہ ۱۰۸/۲)

چنانچہ صاحب بحر الرائق علامہ ابن نجیمؒ نے احتیاط کا بھی ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:

اگر مریض ڈاکٹر کی ایسی جراحات سے فوت ہوا کہ موضع معاد سے تجاوز نہ کیا اور ڈاکٹری رو سے تمام احتیاطیں ملحوظ رکھیں لیکن اگر ان مذکورہ افعال میں سے کسی بھی فعل میں تساہل ہوئی اور اس کے سبب اس کا کوئی عضو ناکام ہو گیا یا جان چلی گئی تو اس کو تاہ ڈاکٹر پر ضمان ہوگا۔ (البحر الرائق ۱۰۲/۱)

## آپریشن کے لئے اجازت

ذیر عللج مریض جس کا آپریشن ضروری ہو گیا ہے اگر وہ خود آپریشن کی اجازت دے دیتا ہے تو ڈاکٹر اس کے آپریشن کا حق دار ہوگا۔ (بدائع الصنائع ۱۰۲/۱) اور یہی حکم ان قریبی رشتہ داروں کا بھی ہے جو اسے ہاسپٹل تک لے گئے ہیں کیوں کہ اگر ان کی اجازت کو مریض کی جانب سے دلالت اجازت تسلیم نہ کی جائے تو بسا اوقات کافی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا اور جو لوگ اسے ہاسپٹل تک لے آئے ہیں کیا وہ ایسے اقدام کر سکتے ہیں جو اس وقت مریض کے لئے ضرر رساں ہوں یا اس کی جان پر بن پڑے تو جب صحت کی حالت میں دلی کا کیا گیا فعل اپنے بالغ اولاد کی حق میں جب کہ وہ خاموش رہ جائے تو اجازت تصور کیا جاتا ہے تو یہاں تو مریض کی خاموشی ہی نہیں بلکہ خود سپردگی ہے تو یہاں بھی اس کے حق میں دل اور امروہ کو ولایت۔ اصل ہوگا اور ان کی دی ہوئی اجازت مریض کی دی ہوئی اجازت کا درجہ رکھتی ہے۔

اجازت اور ضمان کا مسئلہ ایک اصول پر مبنی ہے جس کو ابن قدامہ حنبلی نے - المنی - میں ذکر کیا ہے کہ ضمان کا تعلق اجازت اور غیر اجازت سے کم بلکہ تعدی اور عدم تعدی پر موقوف ہے کیوں کہ اگر اذن کے بعد تعدی پائی جائے گی تو بھی ڈاکٹر پر ضمان لازم ہوگا۔ (المنی - ۳۳/۵) اور اجازت ولی بھی ضروری ہے چنانچہ الفقہ علی مذاہب الاربعہ میں امام احمد کے مذہب کو ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے:

کسی بچہ کا علاج بغیر اجازت ولی ہوا تو ضرر کا ضمان ڈاکٹر پر ہوگا۔ (المنی علی مذاہب الاربعہ ۱۴۳/۲)

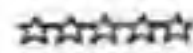
امام شافعی بھی اجازت کو ضروری قرار دیتے ہیں اور ضمان سے بری ہونے کی وجہ انصافاً للمصلح بامر المصلوب بہ فرماتے ہیں۔

(کتاب الام ۱۱۶/۶)

محمود اول کی چوتھی صورت میں جب کہ خود مریض اس لائق نہیں جو اجازت دے سکے اور اس کے امرو بھی موجود نہیں تو اس صورت حال میں فوری ضروری آپریشن کردہ مریض کو اگر کوئی نقصان پہنچتا ہے تو ڈاکٹر پر اس کا ضمان نہیں ہونا چاہئے۔ کیوں کہ لفظ جو کہ مال ہے اگر کسی کو پڑا ہوا لے تو اس کے اٹھانے کی شرعاً اجازت ہے جب کہ اشہاد و اعلان کا ارادہ ہو لیکن وہی لفظ اگر ضائع ہونے کے کنارے پر ہو جب کہ اسے نہ اٹھایا جائے تو اس کا اٹھانا واجب ہے۔ تو نفس جو کہ حفاظت کے اعتبار سے مال سے بڑھا ہوا ہے اس کے اٹھانے پر جب کہ آج کل لاوارثوں کا علاج کرنے والا وہ بھی اتنی سیریس حالت میں کون ہے۔ ذمہ دار اور ضمانت دار نہ ہوگا کیوں کہ ایسے لفظ کے بارے میں جن کے بارے میں مالک یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اٹھانے والے نے اس کو اپنے فائدہ کے لئے اٹھایا ہے اور آخذ کا دعویٰ یہ ہے کہ اس نے مالک کے لئے اس کو اٹھایا ہے تو سوا ابوحنیفہ کے تمام ائمہ شافعی، مالک، احمد اور حنفیہ میں صاحبین اس آخذ کو ضمان قرار نہیں دیتے تو اس شخص کا آپریشن کرنے والا ڈاکٹر جس کو کہ آپریشن کرنے میں کسی بھی قسم کا ذرہ براہر بھی کوئی نفع نہ فی الحال ہے

اور نہ ہی وہ فی الحال اس کی امیہ رکھ سکتا ہے کیوں کہ امرو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے کوئی اجازت تھوڑی ہی دی تھی جو ہم اس کے علاج وغیرہ کے ذمہ دار ہوں یہ آپریشن اس ڈاکٹر کا محض احسان ہے لہذا اس کو ضمانت دار نہیں قرار دیا جاسکتا۔ واللہ اعلم

غیر فقہاء نے جو ضمان سے براءت کی دو شرطیں ذکر کی ہیں وہ مکمل طور پر اس جگہ پائی جا رہی ہیں ایک شرط اجازت کی ہے جو اگرچہ صراحت یہاں نہیں پائی جا رہی ہیں لیکن دلائل پائی جا رہی ہے اور بست کم ممکن ہے کہ ایسی صورت میں امرو کسی قسم کا دعویٰ ڈاکٹر پر کریں دوسری تعدی تو یہ شرط تو بالکل واضح ہے کہ اگر ڈاکٹر کو تعدی مقصود ہوتا تو وہ اس کا علاج کرنے کے بجائے اس کو یوں ہی چھوڑ دیتا۔ لہذا تعدی کا الزام اس پر عائد نہیں کیا جاسکتا۔ ایک مرض یا حادثہ میں گرفتار شخص گویا زبان سے گویا ہوتا ہے کہ میں لائق مدد ہوں میری مدد اور مجھے اس مرض اور حادثہ سے چھڑکاؤ دلایا جائے۔ لہذا ایسے مریض کا فی الفور رابطہ دلانے والا شخص ذمہ دار نہ ہوگا۔



مولوی حقیق الرحمن سیوالی  
(دارالافتاء، امدت شریعہ سہل و آسرا)

## طیب جاہل و عاذق کون

سب سے پہلے ضروری ہے کہ طیب جاہل و عاذق کی پہچان کر لی جائے تاکہ مسئلہ کا حل کرنا آسان ہو جائے۔ طیب جاہل و عاذق کسے کہتے ہیں اس سلسلہ میں فقہاء کی تصریحات مختلف ملتی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ طیب کے متعلق لوگوں کو معلوم ہو کہ علم طب کا جاننے والا ہے اور وہ دواؤں کے معنی اثرات کو زائل کرنے پر قدرت رکھتا ہو یا دوسرے ڈاکٹرس اس کی تائید و توثیق کرتے ہوں یا دور



حاضر میں کسی کلج کا سند یافتہ ہو، ان تمام صورتوں میں اس ڈاکٹر پر طبیب حاذق کا حکم عائد کیا جائے گا۔ اگر اس کے خلاف ہو یعنی بسا اوقات وہ ایسے ادویات اپنے مریضوں کے لئے تجویز کر دیتا ہے جس کو دوسرے ڈاکٹرس ایسے مریض کے لئے مضر سمجھتے ہیں یا اگر مضر ثابت ہوتا ہے اسی طرح ادویات کے مضر اثرات کو زائل کرنے پر قدرت نہیں رکھتا یا کوئی معتبر سند یافتہ نہیں ہے تو اس کو طبیب جاہل شمار کیا جائے گا۔ اب ایک مسئلہ یہ اٹھتا ہے کہ کیا اس زمانہ میں سرکاری طور پر سند یافتہ ہونا مابہر ڈاکٹر ہونے یعنی طبیب حاذق ہونے کے لئے ضروری ہے تو یہ بات ذہن کو نہیں لگتی کیوں کہ شریعت اسلامی میں طبیب حاذق پر بہت سارے احکام شرع کی بنیاد ہے اس لئے ضروری ہے کہ طبیب حاذق قرار دینے میں شرع کو بنیاد بنایا جائے ورنہ ایک دوسرا مسئلہ پیدا ہو جائے گا وہ یہ کہ ایک ڈاکٹر سرکاری طور پر سند یافتہ ہے مگر شرعاً وہ طبیب حاذق کی صفت سے خالی و عاری ہے تو کیا اس سے سرزد ہونے والے نقصان کا ضامن قرار دیا جائے گا؟ اور دیکھا جاتا ہے کہ ایک شخص سرکاری سند یافتہ نہیں ہے مگر مہارت و مذاقت موجود ہے۔ لہذا فن طبابت کی بنیاد علم کے ساتھ تجربات کو بھی قرار دیا جائے جو شرعاً مطلوب بھی ہے اور یہ چیز ایک مابہر طبیب یا ڈاکٹر کی صحبت میں رہ کر بھی حاصل کیا جاسکتا ہے اور چوں کہ عہد نبوی میں اطباء موجود تھے باوجود یہ کہ حکومت وقت کی جانب سے کسی توثیق کی بات نہیں ملتی اور فقہاء نے بھی مہارت و مذاقت ہی کو بیان کیا ہے۔

(۱) علم طب کا جاننے والا ہونے کے باوجود علاج و معالجہ کرنے کا مجاز نہ ہونا دو اعتبار سے ہو سکتا ہے، ایک تو یہ کہ وہ ڈاکٹر شرعاً علاج کرنے کا مجاز نہیں ہے اگر ایسے ڈاکٹر سے مریض کو کوئی نقصان پہنچتا ہے تو وہ ضامن ہوگا، کیوں کہ از روئے شرع یا تو مجبور ہے یا جاہل ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر وہ ڈاکٹر دنیاوی قانون کے اعتبار سے علاج کرنے کا مجاز نہیں تو اب دیکھا جائے گا کہ وہ شرعاً اس کا مجاز ہے یا نہیں اگر شرعاً بھی مجاز نہیں ہے تو اس سے سرزد ہونے والے نقصان کا ضامن ہوگا اور شرعاً مکلف تھا تو اب اس کو از روئے شرع ضامن قرار دینا درست نہیں ہے کیوں کہ وہ ڈاکٹر اس کا مکلف ہے اور اس کا حق ہے۔ جس کی وضاحت اوپر آپکی ہے البتہ ضامن عائد ہونے کی دلیل پیش خدمت ہے: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایما طبیب تعطب علی قوم لا یعرف لہ تعطب قبل ذالک فاعنت فهو ضامن۔ (مشکوٰۃ ۲/۳۰)

(۲) جب اتنی بات معلوم ہوگئی کہ قانوناً کس کو معالجہ کی اجازت ہوتی ہے تو اسی جگہ اس مسئلہ کو بھی حل کر لیا جائے کہ ایک مابہر فن ڈاکٹر پر ضامن کب واجب اور ثابت ہوگا۔ اس سلسلہ میں فقہاء نے صراحت کی ہے کہ دو شرطیں ایسی ہیں جن کے عدم موجودگی میں حکیم حاذق و ڈاکٹر مابہر پر ضامن عائد ہوتی ہے۔ (۱) اولیائے مریض یا خود مریض کی اجازت کا ہونا ضروری ہے اگر اجازت مفقود ہے تو از روئے شرع ضامن قرار دیا جائے گا۔ (۲) اسی طرح دوسری شرط طبی احتیاط و تدابیر کا ملحوظ رکھنا بھی ہے اب جب کہ سوالنامہ میں ڈاکٹر کی بد احتیاطی اور لاپرواہی کی وجہ سے کسی مریض کا کوئی عضو تلف ہوتا ہے یا مریض فوت ہو جاتا ہے تو ڈاکٹر ضامن ہوگا کیوں کہ دوسری شرط مفقود ہے ڈاکٹر نے اپنا فریضہ اور ذمہ داری قبول کرنے کے باوجود ادا نہیں کیا ہے۔ غلام شامی نے باب الاجیر کے تحت اور علامہ کاسانی نے ۲۰۵/۴ پر پوری مفصل بحث کی ہے۔ (ملاحظہ ہو رد المحتار ۵/۲۳۷، مواہب الجلیل ۶/۲۲۱)

(۳) قرآن و حدیث کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ایک جان کی قیمت بہت اہمیت رکھتی ہے اور انسانوں کو اپنی قدرت و استطاعت کے مطابق بچانے کی کوشش بھی کرنی چاہئے یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی بھوک کی بنا پر حالت اضطرار میں پہنچ گیا ہے اور وہ ایک ایسے شخص سے کھانے کا سوال کرتا ہے جو اس کے انتظام پر قدرت رکھتا ہو اور پھر بھی اس کو کھانا نہیں دیا جس کے سبب اس کی جان چلی گئی تو ایسا شخص عند الشرع مجرم قرار پائے گا بعینہ یہی سوال اس صورت میں موجود ہے کہ ایک مریض اگر جان



حکمتی کہ عالم میں ہے اور ڈاکٹر کے پاس بچانے کی تدبیر موجود ہے مگر اجازت نہ ہونے کی وجہ سے اس تدبیر کو استعمال نہیں کرتا تو کیا اس ڈاکٹر کو بھی ضامن قرار دیا جائے گا اس سلسلہ میں کتب احصاف کی اگر ورق گردانی کی جائے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ضامن قرار نہیں پائے گا اس وجہ سے اجازت کا نہ ہونا معقول عذر ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ تداوی کے باب میں شطایابی ظنی ہے اور بھوک کی شدت میں کھانا کھلانا یا کنویں میں گرنے سے بچانا یقینی رستگاری ہے جیسا کہ فتاویٰ یزازیہ میں یہ جزئیہ صراحت موجود ہے ۔

(دیکھئے فتاویٰ یزازیہ ۱۹/۲۰۷)

البتہ احقر کی رائے اس سلسلہ میں یہ ہے کہ اگر مریض لاوارث ہے یا وارث ہیں مگر معلوم نہیں یا بست دور ہیں جن سے اجازت

ممکن نہیں یا ممکن تو ہے مگر مریض کے یا اس کے کسی عضو کا مصلحت ہونا یقینی ہے اور مریض خود اس قابل نہیں کہ اجازت دے سکے یا اس ڈاکٹر کے ہسپتال میں لا کر رکھ دیا گیا ہے اور ڈاکٹر کو تشویش ہے کہ اگر فوراً آپریشن نہ کیا گیا تو ہلاکت کا سبب ہوگا ایسی صورت میں اگر ماہر ڈاکٹر نے بلا اجازت کے آپریشن کر دیا۔ مگر سوء اتفاق مریض شفاء یا ب نہ ہو سکا تو اب ڈاکٹر کو ضامن قرار نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ وہ محسن شمار ہوگا اور اس کی کوئی غلطی بھی نہیں ہے بلکہ معقول عذر بھی ہے جیسا کہ علامہ ابن قیم اور دیگر کتب فقہ میں اس کی صراحت موجود ہے ۔

(ملاحظہ ہو زاد المسالہ ۳/۳۶۱ احکام بلراجہ الطبیہ ۲۳۲)

## طبی اخلاقیات

مولوی سعید الرحمن قاسمی  
دارالعلوم حمید آباد

### مخبر اول

ہر زمانے میں حکومت لوگوں کی آسانی کے لئے ایک قانون مقرر کرتی ہے تاکہ وہ لوگ جو اس قانون کے حامل نہ ہوں ایسے کام سے رک جائیں جس سے لوگوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اور علاج معالجہ کا معاملہ چوں کہ ذرا سنگین ہے اس لئے اس کے لئے بھی کچھ قوانین و شرائط مقرر کئے جاتے ہیں تاکہ لوگ طبیب جائل اور ناواقف ڈاکٹر کے علاج سے ہونے والے نقصانات سے بچ سکیں۔

اسی طرح کا حکم اور تصور شریعت اسلامیہ میں بھی ملتا ہے کہ ایک آدمی ڈاکٹری اور طبی معلومات سے ناواقف ہے تو اس پر جبر کا حکم لگایا جائے گا جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔ (۱۸۷/۸)

اس لئے ایک ایسا ڈاکٹر جسے قانوناً علاج کا حق نہیں ہے پھر بھی لوگوں کا علاج کرتا ہے اور اس سے کوئی نقصان پہنچتا ہے مثلاً جان پھلی جائے یا کوئی عضو تلف ہو جائے تو اس پر ضمان آئے گا۔ (حوالہ سابق)

گویا قانونی اجازت حاصل کئے بغیر صرف تجربہ سے ڈاکٹری کر لے والے کو ان ڈاکٹروں کے زمرے میں رکھا جائے گا جو طبی معلومات سے ناواقف ہے۔ ظاہر ہے کہ جو طبی معلومات سے ناواقف ہو اس کو علاج و معالجہ کا حق حاصل نہیں ہو سکتا انھیں تفصیلات کو حضورؐ نے اپنی ایک حدیث میں سمودیا۔

ومن تطیب ولم یعرف الطب فهو ضامن۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۰)

یعنی ایسا علاج نہ جانتا ہو جس سے عام طور پر صحت حاصل ہو جائے۔ اسی سے معلوم ہو گیا کہ صرف اپنے طور پر تھوڑا علاج کرنا جان لے تو اس کو علاج کا حق نہ ہوگا۔

### فقہاء کرام کے ذکر کردہ شرائط

امام مالکؒ نے اس شرط کی صراحت فرمادی ہے کہ جب تک ڈاکٹر حاکم وقت کی اجازت (تحریری تصدیق) حاصل نہ کر لے اس وقت تک اس کے لئے ڈاکٹری پیشہ کرنا درست نہ ہوگا اور اگر بے غیر اذن حاکم اور سرٹیفکیٹ (تحریری تصدیق) کے لپنا پیشہ شروع کر دیا تو نقصان کی صورت میں وہ ضامن ہوگا۔

ان کے علاوہ دوسرے فقہاء کرام اگرچہ ڈاکٹری پیشہ کے جواز کے لئے دوسرے شرائط لگاتے ہیں لیکن آج کل جو صورت حال ہے خاص کر انگریزی دوائیوں اور علاجوں کے غلبہ کے وقت اگر اجازت حاکم اور سرٹیفکیٹ شرط نہ ہو تو کتنے لوگوں کی جانیں ہلاک ہوں گی۔ اس لئے کہ انگریزی دوائیاں جلد شفا یاب ہونے کے ساتھ ساتھ تھوڑی بے احتیاطی سے بہت بڑے ہلاکت کا سبب بن جاتی ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ ڈاکٹری کے جواز اور نقصان کی صورت میں ڈاکٹر پر ذمہ داری عائد نہ ہونے کے لئے دو شرطیں لگاتے ہیں۔

(۱) ضرورت عامہ (۲) اذن مریض یا اس کے ولی کی اجازت۔

اور امام شافعی، بشمول امام احمد، فرماتے ہیں کہ مریض کی اجازت اور مریض کی اصلاح کی نیت ہو تو نقصان کی صورت میں ڈاکٹر ذمہ دار نہ ہوگا۔

ان حوالوں کی روشنی میں خاص کر امام مالک کے قول اور آج کل کی دوائیوں میں بے احتیاطی کی صورت میں ہونے والے ہلاکتوں کے پیش نظر کہا جاسکتا ہے کہ ایسا ڈاکٹر جسے قانوناً علاج کا حق نہ ہو اگرچہ تجربہ کی روشنی میں وہ صحیح علاج کر سکتا ہے پھر بھی اس کو علاج کا حق نہیں دیا جائے گا ورنہ بہت سے لوگ اپنے آپ کو طبیب ظاہر کر کے لوگوں کا علاج کریں گے نتیجتاً اس سے بہت سے لوگوں کا نقصان ہو جائے گا۔ اس لئے ڈاکٹر کے مابہر ہونے کا معیار یہی ہوگا کہ وہ سرٹیفکیٹ حاصل کرے اور قانوناً اجازت بھی۔

(۲) ایک ایسا ڈاکٹر جسے اگرچہ قانوناً علاج کا حق تو ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ جس طرح چاہے بے احتیاطی سے مریض کا علاج کرے بلکہ مریض کا جسم گویا اس کے لئے امانت ہے اس لئے ڈاکٹر پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ علاج و معالجہ میں پوری احتیاط کرے اگر احتیاط کے باوجود کوئی نقصان پہنچتا ہے تو ڈاکٹر پر شرعاً کوئی ذمہ داری (تاوان وغیرہ) نہیں آئے گی۔

کتب فقہ کے اوراق گردانی سے اس کی نظیر امانت کے مسئلہ میں ملتی ہے کہ ایک آدمی کسی کے پاس امانت کے طور پر کوئی چیز رکھی اگر امانت دار اس سامان کی حفاظت میں بے احتیاطی نہیں برتی اس کے باوجود نقصان پہنچا تو امین پر ضمان نہیں آئے گا لیکن اس نے بے احتیاطی برتی اور اس کے نتیجہ میں سامان کا نقصان ہوا تو امین پر ضمان آئے گا۔

ولا تضمن بالهلاك من غير تعد - (در مختار ۲/۵۸۱)

اس تعلق سے التشریع الجنائی میں ایک صریح عبارت موجود ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی ڈاکٹر نے حسن نیت کے ساتھ علاج کیا پھر بھی مریض کو کسی طرح کا نقصان پہنچا تو وہ ذمہ دار نہ ہوگا۔

لیکن احتیاط کے باوجود اگر ایسی غلطی ہو جائے جسے اصول طب سے موافقت نہ ہو یعنی اصول طب کے مطابق یہ غلطی نہیں ہونی چاہیے تو اس صورت میں ڈاکٹر ضامن ہوگا۔

غیر فاحش غلطی کی وضاحت کے لئے ایک مثال واقعہ کی صورت میں بیان کی گئی ہے کہ ایک بچہ جھٹ سے گرا اور اس کا سر پھول گیا بہت سے ڈاکٹروں نے تو مشورہ دیا کہ اگر سر کو شق کیا گیا تو بچہ کی موت واقع ہو جائے گی لیکن ایک ڈاکٹر نے کہا کہ اگر آج اسے شق نہ کیا گیا تو بچہ مرجائے گا اور میں اس کا علاج کروں گا۔ چنانچہ اس نے شق کیا پھر وہ بچہ دو تین روز میں مر گیا تو اس زمانہ کے فقہاء کرام نے فتویٰ دیا کہ اگر شق اجازت اور معاد طریقہ سے کیا گیا ہو نیز شق فاحش نہ ہو تو ڈاکٹر ضامن نہ ہوگا۔ (التشریع الجنائی ۱/۵۳۳)

اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ اگر ڈاکٹر قصداً یا اس کی بے احتیاطی سے مریض کو کوئی نقصان پہنچتا ہے تو ڈاکٹر اس کا ضامن ہوگا چاہے نقصان فاحش نہ ہو۔

(۳) اگرچہ شریعت میں مابہر ڈاکٹر کی اسے کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے اسی لئے اگر آپ فقہاء کی عبادت کا جائزہ لیں گے تو علاج کے باب میں جگہ جگہ اس کا تذکرہ ملے گا کہ فحل حرام اور ناجائز چیز اس وقت استعمال کرنا جائز ہے جب کہ اور شرائط کے ساتھ ساتھ مابہر ڈاکٹر کی رائے میں اس حرام سے شفاء حاصل ہونا غالب ہو تو اس کو استعمال کرنا جائز ہوگا۔ (جواہر الفقہ ۱/۲۰۰)



کفایت الملتی میں ہے۔ کسی انسان کا خون علاج کی مرض سے دوسرے انسان کے جسم میں داخل کرنا جب کہ اس کی شفاء یا بی اس پر بقول طبیب ماذق مسلم منحصر ہوگئی ہو تو مباح ہے۔ (کفایت الملتی ۱۹/۱۳۲)

ڈاکٹر کی رائے کی اس اہمیت کے باوجود اس کو یہ حق نہیں ہے کہ بغیر اذن مریض یا اس کے ولی کے اس کا آپریشن کرے اور اگر بے اذن ایسا کیا تو نقصان کی صورت میں ڈاکٹر ضمان ہوگا۔

(۴) ہاں اگر ایسی صورت پیش آجائے کہ کوئی اپنے وطن سے کہیں دور سعودیہ وغیرہ میں ہو اور خدا نخواستہ اس کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آجائے مثلاً بس حادثہ میں ایکسیڈنٹ کر جائے جس کے نتیجے میں اس کا آپریشن یا کوئی اہم علاج لازم ہو اور اس کے اقرباء اور خاندان والے ایسے علاقہ سے تعلق رکھتے ہوں جہاں فون وغیرہ کے ذریعہ فی الفور ربط قائم نہیں کیا جاسکتا اور اور ہر ماہر ڈاکٹر کی رائے میں اس کا آپریشن وغیرہ ضروری ہے ورنہ اس کی جان یا کسی عضو کے ہلاک ہونے کا قوی اندیشہ ہے تو اذا تعارض احدہما فان رعی اعظمہما ضرر ابادہما کتاب اخفہما کے قاعدہ کے تحت اس کا آپریشن کر دینا چاہئے اس لئے کہ جان یا عضو کا بچانا زیادہ اہمیت رکھتا ہے اجازت حاصل کرنے کے مقابلہ میں۔

### محمود دوم

(۱) خدا نخواستہ اگر کسی کو ایڈز کا مرض لاحق ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ اپنے مرض کو دوسرے لوگوں سے بچھپائے رکھے تاکہ لوگ اس کی وجہ سے پریشانی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ جہاں تک اس کے متعدی ہونے کی بات ہے تو یہ خدا کے قبضہ قدرت میں ہے کہ کس کو بیمار کرے اور کس کو نہیں، البتہ اپنے طور پر احتیاط کرے یہ حکم اس وقت تک ہے جب تک یہ مرض اطباء کی نظر میں لاعلاج مرض ہے لیکن جب

اس کا علاج ہونے لگے تو اس صورت میں اپنے خاندان اور رشتہ داروں پر اپنے مرض کو ظاہر کرے تاکہ اس کے دافع کے لئے مناسب اقدامات کئے جاسکیں اس لئے کہ شرعاً ایسے مرض کا علاج کرنا ضروری ہے جس سے جان جانے یا کسی عضو کے تلف ہونے کا قوی اندیشہ ہو چل کہ انسان کا جسم محترم ہے اسی وجہ سے بعض مرتبہ چند شرائط کی موجودگی میں حرام چیز کا استعمال بھی جائز قرار دے دیا گیا۔ خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسے وقت کے لئے ارشاد فرمایا۔ فمن اضطر فی مخصمة غیر منجانف لائم فان الله غفور رحیم (آلۃ سورہ بقرہ) مفتی شفیعؒ جو اہل اللہ میں اس پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں۔

بائس نے ایڈز کے مریض کو چاہئے کہ اس کے علاج کی موجودگی میں اپنے مرض کو رشتہ داروں پر ظاہر کرے تاکہ اس کا مناسب علاج کرایا جاسکے۔

(۲) اگر ایڈز کا مریض زیر علاج ہو اور وہ ڈاکٹر سے کہہ رکھا ہو کہ اس راز کو وہ کسی پر ظاہر نہ کرے تو ڈاکٹر کو چاہئے کہ اس مرض کو دوسروں سے بچھپائے رکھے اس لئے کہ ظاہر کرنے میں خواہ مخواہ دوسرے لوگوں کو پریشانیاں ہوں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اذا حدث الرجل الحدیث فہم الثلاث فہی امانة۔ (ترمذی شریف ۱۰/۲)

(۳) اگر کسی آدمی کو ایسا مرض لاحق ہو جو متعدی امراض کہلاتے ہیں تو اس کے متعلقین کو چاہئے کہ اس سے نفرت کرنے کے بجائے اس کا علاج اور دیکھ بھال کرے اسی طرح مغل کے لوگوں کو چاہئے کہ اس کی وجہ سے اس کو چھوڑ کر اس خیال سے نہ بھاگیں کہ ہم کو بھی یہ مرض لاحق نہ ہو جائے اس لئے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ طاعون کی جگہ سے مت بھاگو اسی طرح ہر وہ مرض جسے متعدی

بجھا جاتا ہو اس سے بھگانا صحیح نہیں ہے۔ درحقیقت کسی کو مریض کرنے والا یا صحت دینے والا صرف خدا کی ذات ہے اس لئے کسی مرض کے متعدی ہونے کا عقیدہ رکھنے سے بچنا چاہئے۔

دوسری بات قابل توجہ یہ ہے کہ ایڈز کا مرض اور امراض کی طرح صرف بدن لگنے یا ساتھ رہنے سے نہیں لگتا بلکہ خون نکل کر لگ جائے یا بیوی سے ہمبستر کرے جب یہ مرض کسی کے لئے سبب بن سکتا ہے اس لئے لوگوں کا اس سے بھگانا یا مریض کو اپنے سے جدا رکھنا صحیح نہیں ہے۔

(۴) کسی آزاد عورت سے جب آدمی نکاح کرتا ہے تو وہ اس کے بضد کا مالک بن جاتا ہے اور اس نکاح کا مقصد حق زوجیت (وطی) حاصل کرنا ہے گویا اصل مقصد نکاح کا یہی ہے۔ اب اگر کوئی شخص عورت کے ساتھ ایسا معاملہ کرے جو اصل مقصد نہیں ہے بلکہ وہ ممنوع ہے جیسے مارنا پیننا اس انداز میں کہ اس کا کوئی عضو تلف ہو جائے تو اس کا ضمان لازم ہوگا۔ مثلاً عورت کو اس طرح مارا کہ وہ مستقام نہ ہوگئی تو اس پر ضمان آئے گا جب کہ ایک سال کی مدت ملنے کے بعد بھی وہ اچھی نہ ہو سکی۔ (عالمگیری ۱۰/۲۸)

لیکن اگر اپنی بیوی سے قصد یا بغیر قصد کے اس انداز سے جماع کیا کہ اس کا نقصان ہو یا مثلاً وہ مرگئی یا مفضا ہوگئی تو اس صورت

میں شوہر پر کچھ لازم نہ ہوگا امام محمد کے نزدیک یہی قول امام صاحب کا بھی ہے اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اس پر ضمان آئے گا۔ قاعدہ کے مطابق فتویٰ طرفین کے قول پر ہوگا اس لئے کہ صاحبین میں سے جس کے ساتھ امام صاحب ہوں اس قول پر فتویٰ ہوا کرتا ہے۔

اس جزیہ کی روشنی میں ایڈز کے مریض کے بارے میں کہا جاسکتا ہے اگر وہ اپنے مرض پر واقفیت رکھتے ہوئے بیوی سے جماع کرتا ہے جس کی وجہ سے بیوی کو وہ مرض لاحق ہو جاتا ہے تو شوہر پر کچھ لازم نہ ہوگا۔

(۵) اس سوال کے حل کرنے سے قبل فقہاء کی صراحت کردہ مختلف امراض کے احکام پر نظر ڈال لی جائے۔ مرد کا عین ہونا ہے عین ایسے مریض کو کہتے ہیں کہ جس کی وجہ سے مرد عورت سے جماع پر قدرت نہ رکھتا ہو چاہے جادو کا اثر ہو یا اور کوئی وجہ۔ (رد المحتار ۱۰/۴۲)

اس مرض کی وجہ سے مرد کو ایک سال کی صلت دی جائے گی تاکہ علل کے ذریعہ اپنا مرض صحیح کرانے اس صلت کے باوجود یہ مرض ختم نہ ہو سکا تو زوجین کے درمیان حاکم تفریق کر دے گا جب کہ عورت اس کی مانگ کرے۔

عین کے بارے میں ایسا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ اس کے رہتے ہوئے بیوی کو زوجیت کا مقصد حاصل نہیں ہو پاتا جس کی وجہ سے اس کی زندگی اجیرن بن کر رہ جائے گی۔ ظاہر ہے کہ یہ چیز عورت کے لئے بہت بڑی تکلیف شمار ہوگی۔ اس لئے عورت کو اس تکلیف سے بچھڑکا دلانے کے لئے شریعت نے عورت کو اختیار دیا ہے کہ وہ شوہر کے ساتھ رہے یا نہ رہے۔ اس کے علاوہ دوسرے امراض مثلاً بزازم اور بے وس و غیرہ کی وجہ اگرچہ شوہر بیوی سے ان امراض کے باوجود مجامعت پر قادر ہوتا ہے اور کر بھی سکتا ہے لیکن یہ امراض ایسے ہیں کہ جس سے عورت کو کمزورت ہوتی ہے کہ کہیں قریب رہنے کی وجہ سے عورت کو بھی یہ مرض لاحق نہ ہو جائے۔

خلاصہ یہ کہ عین کی وجہ سے عورت کو دلی تکلیف ہوتی ہے کہ شوہر مجامعت پر قادر نہیں اور دوسرے امراض سے جسمانی تکلیف ہوتی ہے کہ عورت کو بھی مرض لگ سکتا ہے۔

ان دونوں قسموں کے مریضوں کے بارے میں فقہاء کرام کا فیصلہ یہ ہے کہ عین اگر لاعلاج ہو جائے تو عورت کو خیار حاصل



ہوگا لیکن دوسرے امراض کے متعلق امام محمدؒ کے علاوہ کوئی بھی خیال دینے کے حق میں نہیں ہیں امام محمدؒ رحمہ اللہ ضرور عورت کو خیال دینے کے قائل ہیں۔ (فتاویٰ مبراہنی ۱/۲ ص ۵۶۰-۵۶۱ ج ۱ ص ۳۸۰-۳۸۱ سبوت السرفس ۱/۵ ص ۹۰)

اس تفصیل کو سامنے رکھتے ہوئے ایڈز کے مریض کا جائزہ لیا جائے کہ کیا اس کو حنین کے زمرہ میں داخل مانا جائے کہ اس مرض کی وجہ سے اگر بیوی سے مجامعت نہیں کرے گا تو اس کو دلی تکلیف پہنچے گی یا اگر وہی کرے گا تو جسمانی تکلیف پہنچنے کی وجہ سے جذام اور دس کے زمرہ میں داخل مانا جائے۔

میرے خیال میں ایڈز کے مریض کو دوسرے قسم کے امراض کے زمرہ میں داخل مانا جائے اس لئے کہ کسی مرض کا متعدی ہونا نہ ہونا خدا کی قدرت میں ہے اس رائے کے مطابق عورت کو شرعاً عام فقہاء کرام کے نزدیک خیال حاصل نہ ہوگا البتہ امام محمدؒ کے قول کے مطابق خیال حاصل ہوگا اور فی الوقت اس مرض کے بظاہر لاعلمی ہونے کی وجہ سے عورت کو ضرر سے بچانے کے لئے امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے بشرطیکہ مجامعت سے عام طور پر عورت کو یہ مرض لاحق ہو جاتا ہو اور خدا کرے وہ وقت جلد آئے کہ اس کا علل کثرت سے ہونے لگے یہاں تک کہ اس مرض کی حیثیت ایک عام مرض کی طرح ہو جائے پھر تو امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ ہونے کا کوئی معنی نہیں ہوگا اور یہ خیال عورت کو اسی وقت حاصل ہوگا جب کہ اس کو پہلے سے اس مرض کا علم نہ ہو ورنہ خیال حاصل نہیں ہوگا۔ (فتاویٰ ۱/۲ ص ۱۳۳)

(۶) قبل اس کے کہ اس جزیئہ پر کوئی حکم لگایا جائے اسقاط حمل کے جرم کی تصوری وضاحت کر دی جائے۔ اسقاط حمل دراصل ایک مکرم نفس کو قتل کرنا ہے بلکہ رحم مادر میں نطفہ جانے کے بعد ہی فقہاء کرام نے اس پر زندہ شخص کو قتل کرنے کے مثل بتایا ہے جیسا کہ شمس الانر سرخسی نے مال کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کو نفس کشی کے مترادف قرار دیا ہے۔ (دیکھئے سبوت السرفس ۱/۲ ص ۸۰)

یعنی عورت کے رحم میں جا کر نطفہ جب تک خراب نہ ہو زندگی کی صلاحیت رکھتا ہے اس لئے اس کو ضائع کرنے کی صورت میں اسے ایک زندہ شخص قرار دیا جائے گا اور اس کا ضمان واجب ہوگا۔ جیسے کوئی شخص حالت احرام میں شکار کا انڈا توڑ دے تو اس پر وہی جزا (تاوان) واجب ہوگی جو ایک شکار کے مار ڈالنے پر ہوتی ہے۔

یہ حکم تو اس نطفہ سے جسم بننے اور اس میں روح پڑنے سے پہلے کا ہے لیکن جب جسم میں روح اور آئندہ زندگی پیدا ہونے کے بعد اسقاط حمل کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب جسم میں روح پڑ چکی تو اس کے بعد اس کو گرانا ایک زندہ شخص کو قتل کرنا ہے فرق صرف یہ ہے کہ ایک پردہ رحم میں لپٹا ہوا ہے اور دوسرا اس دنیا سے اب و گلی میں آچکا ہے لا تعقلوا اولادہم کے مخاطب اگر بچوں کو زندہ درگور کر دینے والے ہو سکتے ہیں تو آخر وہ اس سے کیوں کر دامن کش ہیں جو رحم مادر میں پلنے والے بچوں کو زندگی کی نعمت سے محروم کریں اس لئے تمام فقہاء بالاتفاق اس فعل شنیع کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ (رد المحتار ۱/۲ ص ۴۱۸)

اور یہ بات ظاہر ہے کہ آئندہ خلقت کے تصور کے بعد اگر پیٹ کا بچہ عورت کی حرکت سے مرگیا تو اس کو قتل کا گناہ ہوگا۔ قاضی خان نے اس کے متعلق بڑی عمدہ بات لکھی ہے کہ اگر اسقاط حمل زندگی پیدا ہو جانے کے بعد ہو تب تو ظاہر ہے کہ اس میں کلام نہیں لیکن اگر زندگی پڑنے سے پہلے اسقاط کیا جائے تو بھی ناجائز ہے اس لئے کہ زندگی پڑنے سے قبل وہ عورت کے بدن کا ایک جزو ہے اور انسان کو اس کا حق نہیں ہے کہ اپنا کوئی جزو کاٹ کر پھینکے۔ (فتاویٰ قاضی خان کتاب النکاح ص ۱۸۱)

اس کے علاوہ ایک بات یہ ہے کہ تمام مخلوقات کے مقابلہ میں انسان کو مکرم بنایا گیا ہے۔ اس لئے اس کے مکرم کا تقاضا بھی یہی ہے کہ کوئی آدمی کسی کو قتل نہیں کر سکتا۔



اس لئے ان تمام تفصیلات کے بعد ایک نفس کو صرف اس امکان کی وجہ سے کہ وہ بچہ پیدا ہوگا تو معاشرہ کے لئے بار ہو سکتا ہے

اور اس کے وجہ سے دوسرے اس مرض میں مبتلا ہو سکتے ہیں شرما یہ حق نہیں ہوگا کہ اسقاط حمل کیا جائے، البتہ عمل کی اجازت بعض ناگزیر صورت میں دی گئی ہے۔

نزع شریعت میں کسی انسان کو قتل کرنے کا حکم اس وقت ہے جب کہ وہ فساد فی الارض کا ارتکاب کرتا ہو یہی وجہ ہے کہ اگر کسی نے کسی کو قتل کیا تو قاتل کو شرعاً قتل کیا جائے گا۔ یہ حکم اگر صادر نہ کیا جائے تو ہر آدمی اس جرم کی جرأت کرے گا اس طرح فساد فی الارض کا پتہ گرما ہو جائے گا اور اس قاتل کو قتل اس وجہ سے کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے ارادے سے اس طرح کا جرم کرتا ہے۔ لیکن ایک بچہ جس کے اندر ایڈز کے مرض کا امکان ہے اور اس کی وجہ سے معاشرہ میں بربادی آ سکتی ہے اس بچہ کو اس وجہ سے قتل نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ یہ مرض اس کے ارادے اور قدرت سے بالاتر ہے۔

(۷) اگر کسی بچے یا بچی کو ایڈز کا مرض لاحق ہو تو اس کی وجہ سے اس کو فرض تعلیم کے حصول کے لئے مدارس سے روکا نہیں جاسکتا اس لئے کہ جب یہ مرض صرف بدن کے گلنے یا چھوٹنے سے دوسروں کو نہیں لگتا بلکہ چوٹ لگنے کے بعد غون سے یا کسی اور سبب سے لگ سکتا ہے تو اس بعید امکان کی وجہ سے فرض تعلیم سے اس کو روکا نہیں جاسکتا اور فرض تعلیم کے علاوہ فرض کفایہ اور جائز تعلیم سے بھی اس امکان کی وجہ سے کہ بچوں میں لڑائی ہو یا غلط تعلق کی وجہ سے یہ مرض دوسروں کو لاحق ہو جائے گا۔ روکنا شرعاً کوئی وجہ نہیں رکھتا اور اگر ان بچوں کو سب سے الگ رکھنے کا حکم دیا گیا تو لوگوں کا عقیدہ بھی خراب ہوگا کہ اس مرض کو بذاتہ متعدی سمجھیں گے۔

(۸) اگر خاندان کے کسی فرد کو یہ مرض لاحق ہو تو لوگوں کو چاہئے کہ اس کو آپس میں محتاط انداز سے رکھے اس عقیدہ کے ساتھ کہ یہ مرض بذاتہ متعدی نہیں ہو سکتا ایسا نہ ہو کہ اس مریض کو اچھوت بنا کر رکھا جائے یعنی بالکل اس مریض کو الگ نہ کیا جائے اس خوف سے کہ یہ مرض ہمیں بھی نہ لگ جائے اور بالکل بے احتیاطی نہ کی جائے کہ اگر مرض لگ گیا تو عقیدہ یہ بن جائے گا کہ اس مرض کی وجہ سے ہی ایسا ہوا ہے۔ چنانچہ حضورؐ نے دونوں کے درمیان کارستہ اختیار کرنے کا سبق دیا ہے۔ فرمایا:

لَا تُعَدُّوهُ وَلَا تُفَرِّقُوهُ وَلَا تَصْرَفُوهُ فَرَمَنِ الْمَجْدُومِ كَمَا تَفَرِّقُونَ الْأَسَدَ۔ (بخاری شریف ۸۵/۱)

اس حدیث میں ایک طرف امراض کے متعدی ہونے کی نفی ہے تو دوسری طرف اس سے دودھ دہنے کی ترغیب ہے۔ شراح حدیث نے ان کے درمیان یوں تطبیق دی ہے کہ لاعدوی سے مراد یہ ہے کہ وہ مرض اپنی ذات کے لحاظ سے متعدی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے متعدی ہوتا ہے اگر خدا چاہے تو متعدی ہوگا ورنہ نہیں۔ (اور المسائل ۲۱۹/۱)

یعنی بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضورؐ کی مراد لاعدوی سے متعدی ہونے کو باطل کرنا نہیں ہے بلکہ بذاتہ اس کے متعدی ہونے کی نفی کرتی ہے اس لئے کہ بیماریاں یقیناً متعدی ہوتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپس میں میل جول کو سبب قرار دیا ہے لیکن ہمیشہ میل جول سے مرض لاحق نہیں ہوتا بلکہ کبھی اس کے خلاف ہوتا ہے اس لئے کہ اس وقت خدا کا حکم نہیں ہوتا ہے۔ گویا اس حدیث کے ذریعہ زمانہ جاہلیت کے عقیدہ کو ختم کرنا ہے۔

اور اجتہاد کے اسرے مراد امر استنباطی ہے ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے مجذوم کے ساتھ کھانا تناول فرمایا گویا اس فعل کے ذریعہ حضورؐ نے جواز کو ثابت کیا ہے۔

اس تفصیل کے بعد اگر ایڈز کے مرض پر نظر کیا جائے تو یہی حکم اس کے متعلق بھی ہوگا بلکہ اس سے بھی آسان ہوگا اس لئے کہ ہڈیام جلدی مرض ہے اور ایڈز جلدی مرض نہیں ہے کہ اس کا تعلق جسم کے اندرونی مادے سے ہے اس لئے تھوڑے احتیاط کے ساتھ اس مریض کو رکھنا چاہئے۔ بالکل اسے اچھوت نہ بنایا جائے۔

(۹) ایڈز کے مریض پر مرض الموت کا حکم صادر کرنے سے قبل اس بات کی تفصیل ضروری ہے کہ کس نوعیت کا مرض کسی کو لاحق ہو تو اس پر مرض الموت کا حکم لگایا جائے۔

مرض الموت کی دو تعریفیں فقہاء میں ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ کسی کو ایسا مرض لاحق ہو جائے جس کی وجہ سے وہ اپنا کام نہ کر سکے اگر مرد ہو تو گھر سے باہر جا کر اپنا کام (آسی اونچی جگہ پر چڑھنا یا اس سے اترنا) نہ کر سکے اور عورت ہو تو گھر کا کام نہ کر سکے تو اس کو مرض الموت کے مرحلہ میں شمار کیا جائے گا۔ گویا وہ صاحب فراش ہو چکا۔ (دیکھئے شبی ۱/۵۷۷)

دوسری تعریف یہ ہے کہ مرض ایسا شدید ہو کہ اس کی وجہ سے اس مرض میں ہی اس کی موت کا غالب گمان ہو چاہے صاحب فراش نہ ہو ان دونوں قول میں مختلف قول دوسرے کو جتایا گیا ہے۔ (درمکذح ۱/۵۷۷)

ان تعریفوں کو سامنے رکھتے ہوئے ایڈز کے مریض کو موجودہ حالت کی وجہ سے طور کیا جائے کہ فی الحال یہ مرض تقریباً لاعلاج مرض ہے اس لئے کہ اس مرض کی وجہ سے انسان کی قوت مدافعت سلب ہو جاتی ہے پھر اس کے بارے میں غالب گمان یہ رہتا ہے کہ اس کی موت واقع ہو جائے گی۔ اس طرح اس کو دوسری تعریف کے تحت لایا جاسکتا ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں مرض الموت کے جو احکام ہیں وہ تمام احکام اس پر جاری ہوں گے۔ یہی تفصیل طاعون اور کینسر کی ہے۔ البتہ جب ان امراض کے لئے معقول علاج مہیا ہو جائے تو پھر احکام میں تبدیلی آسکتی ہے اس زمانے میں طاعون اور کینسر کا علاج اگرچہ ایجاد ہو چکا ہے لیکن اب تک اس کے کامیاب ثمرات سامنے نہیں آ رہے ہیں۔ اس لئے یہ امراض بھی دوسری تعریف کے تحت آسکتی ہے۔

(۱۰-۱۱) اگر کسی مقام پر طاعون یا اس جیسے مسلک امراض کے پھیلنے کی وجہ سے حکومت وقت وہاں آمدورفت پر پابندی لگا دے تو شرعاً اس کی پابندی ضروری ہے اس لئے کہ شریعت کا حکم بھی یہی ہے کہ اگر کسی مقام پر طاعون پھیل جائے تو وہاں کے لوگ نہ باہر جائیں اور نہ باہر کے لوگ وہاں آئیں۔ چنانچہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا سَمِعْتُمُ بِالطَّاعُونِ فَلَا تَدْخُلُوْهُ وَاِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ وَاَنْتُمْ بِهَا فَلا تَخْرُجُوْا مِنْهَا۔ (ترمذی شریف ۲/۸۷۲)

اس طرح کا حکم شریعت نے اس لئے دیا ہے کہ مقام طاعون میں جانا گویا اپنے آپ کو وہاں کے حوالہ کرنا اور اپنے نفس کے خلاف مدد کھانا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جسم اس کی امانت میں دیا ہے اس لئے حتی اللعائن اس امانت کی حفاظت کرنا ضروری ہے چوں کہ اپنے آپ کو ہلاکت کے منہ میں ڈالنا شرعاً و عقلاً دونوں اعتبار سے ممنوع ہے۔ (زوالعلا ۲/۳۷)

اور اس جگہ سے نکلنے کو اس لئے ممنوع قرار دیا گیا تاکہ اپنے آپ کو قضاء و قدر کے حوالہ کر دینا چاہئے اور اللہ پر پورا بھروسہ کرنا چاہئے کہ نہ اچو کرے گا وہ ہو کر رہے گا چاہے ہم دنیا کے کسی حصہ میں چلے جائیں۔ مقام طاعون سے بھاگنا گویا یہ سمجھنا ہے کہ ہم یہاں سے بھاگ جائیں گے تو مرض سے بچ جائیں گے حالانکہ یہ توکل کے خلاف ہے۔

اور شرعی ممانعت کے ساتھ اطباء کی رائے کے پیش نظر دیکھا جائے تب بھی مقام طاعون سے نکلنا جائز نہیں ہے چوں کہ یہ مرض ایسا ہے جو سکون کو چاہتا ہے اگر ہم اس جگہ سے کوچ کریں گے تو یہ چیز حرکت شدیدہ کے بغیر ناممکن ہے۔ جس طرح حضور کا حکم اور طریقہ روح اور قلب کے لئے علاج کا کام کرتا ہے ویسے ہی جسمانی امراض کے لئے بھی معالج ہے۔ زاد المعاد میں یہی مذکور ہے۔

ان تمام شرعی و عقلی ممانعت کے باوجود خود شریعت نے ناگزیر حالات اور حاجات کی وجہ سے اس بات کی اجازت دی ہے کہ اگر کوئی آدمی مقام طاعون سے باہر ہو لیکن اس کے اہل و عیال مقام طاعون میں رہ گئے ہوں اور ان کے انتظامات کرنے والا کوئی نہ ہو یا اسی طرح ایسی پریشانی ہو جو ضرورت سے کم درجہ ہی کیوں نہ ہو انتظامی امور وغیرہ کے لئے وہاں جاسکتا ہے۔ حکیم الامت مولانا تھانویؒ اس سوال کے جواب میں کہ مطلق دخول منع ہے یا جائز ہے اور ہے تو کسی مجبوری کی وجہ سے یا بغیر مجبوری مثلاً دوسرے موضع سے طاعونی مواضع میں جا کر مریض کو دیکھنا یا جمعہ پر مہنا یا تکفین یا عبادت کرنا وغیرہ جائز ہے یا نہیں فرمایا:

حاجت کے وقت جائز ہے گو وہ درجہ مجبوری تک نہ پہنچی ہو۔ (امداد الفتاویٰ ۳/۲۸۳)

اسی طرح علاج و معالجہ کے لئے ڈاکٹر اور اس کے معاون کا جانا شرعاً درست ہے۔ بلکہ بعض ایسی مجبوری کی وجہ سے جانا کہ جس کے بغیر طاعون زدہ علاقہ کے لوگوں کی جان جاسکتی ہے جیسے خوراک وغیرہ پہنچانے کے لئے حکومت کے لوگ یا عوام کا جانا ضروری ہونا چاہئے۔  
(عاشیہ زاد المعاد ۳/۲۸۶)

اور اگر کوئی شخص مقام طاعون میں پھنسا ہو حالانکہ وہ وہاں کا باشندہ نہیں ہے اس کے لئے ایسی ضرورت کی وجہ سے وہاں سے نکلنا ضروری ہو جائے تو اس حالت میں شرعاً اس کو اجازت ہوگی کہ وہ اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے اپنے وطن جائے جب کہ وہ عارض قوی ہو اور اس عقیدہ سے نکلے کہ جو ہوتا ہے وہ صرف خدا کے کرنے سے ہوتا ہے ہمارا یہاں سے نکل جانا مرض سے بچنا یقینی نہیں ہے۔ اور اگر کوئی عارض نہ ہو تو پھر وہاں سے نکلنا صحیح نہ ہوگا اس لئے کہ ایسے وقت میں اس کا نکلنا صرف اس لئے ہوگا کہ ہم اگر یہاں سے نکل گئے تو مرض سے بچ جائیں گے اور یہ شرعاً درست نہیں ہے۔ (دیکھئے درمختار ۵/۵۳۳)



## معالج کی ذمہ داریاں

### شریعت اسلامی کی نظر میں

مولوی محمد نسل الدین قاسمی  
(اسٹنک لٹریچر بھٹوری شریف پٹنہ)

ایسا کوئی شخص جو قانوناً کسی مرض کا علاج کرنے کا مجاز نہیں ہے لیکن ذاتی مطالعہ اور تجربہ کی بنا پر دواؤں اور امراض کے بارے میں واقفیت رکھتا ہے اگر اس شخص نے کسی مریض کے کہنے پر اس کا علاج کیا تو شرعاً اس کا علاج کرنا جائز ہے۔

ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کی حدیثیں اس سلسلے میں راہ نما اصول ہیں۔

عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من تعطب ولا يعلم منه طب فهو ضامن۔

(ابوداؤد کتاب الطب)

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیقات بذیل المجموع میں علامہ الموفق کا قول نقل کیا ہے کہ انھوں نے دو شرطوں کے ساتھ رفع ضمان کا حکم لگایا ہے۔ وہ دو شرطیں یہ ہیں۔

احدهما ان يكونوا ذوي حذق والممارسة في صناعتهم، فان لم يكن كذلك لم يحل له مباشرة القطع واداءه مع هذا يضمن۔ الثاني لا تجس ابديهم في تجاوزوا ما ينبغي ان يقطع ولا تعلم فيه اختلاف۔ (بذل المجموع ج ۱ ص ۱۰۹)

حضرت مولانا غلیل احمد سارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی جو تشریح کی ہے وہ بہت خوب ہے اس سے مذکورہ شرائط کی خوب وضاحت ہو جاتی ہے۔ (بذل المجموع ج ۱ ص ۱۰۸)

ان مذکورہ شرائط کی وضاحت کے بعد یہ جانتا ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص طبی مہارت رکھتا ہے مگر حکومتی سطح سے باضابطہ طریقے پر اجازت حاصل نہیں ہے تو غیر ماہرین اور غیر معتمدین کی ضرر سے بچنے کے لئے اس شخص کا خود علاج کرنا درست نہ ہوگا البتہ مریض خود علاج کے لئے آئیں اور اپنا علاج فوائد عامہ کی وجہ سے کرائیں تو اس کا علاج کرنا جائز ہوگا ورنہ لوگ عرج اور پریشانی میں مبتلا ہو جائیں گے جو خود جائز نہیں ہے۔

حضرت مولانا عبدالرشید صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے جب ایک صاحب نے اس قسم کا سوال کیا تو آپ نے جواب دیا۔ سوال و جواب معارف ہے۔

سوال جو شخص فارسی پڑھا ہو طب کا علاج مریضوں کا کرے اور طب بھی کیا ہو اور تشخیص مرض بھی بخوبی کرتا ہو مگر سند اس زمانے کے حکماء کی نہ ہو تو بغیر سند اگر وہ علاج کرتا ہے تو گنہگار ہوتا ہے یا نہیں اور اس شخص نے اپنے استاذ سے بخوبی علم طب فارسی میں پڑھا ہے۔

جواب ایسے شخص کو جس کا حال درج سوال ہے علاج کرنا درست ہے ہرگز گناہ نہیں اور سند کی حاجت نہیں ظن طب سے ماہر ہونا چاہئے۔

اور پھر اس نے شرائط کا مطالبہ اس طریقہ پر کیا۔

سوال: حضور نے لکھا ہے کہ علل مریض جب جائز ہے جب کہ ظن غالب صواب ہو ورنہ جائز نہیں تو یہ ظن کس درجہ کے طبیب کا ہے  
جواب: یہ ظن غالب اسی شخص کا معتبر ہے جو فی الجملہ علم اور تجربہ بھی رکھتا ہو جاہل محض اور ناواقف کا ظن معتبر نہیں ہے میں ایسے طبیب کے شروط اور تعریف کیا لکھوں جو اہل علم اور واقف ہے وہ طبیب ہے اور اس کے ظن ظن کا اعتبار ہے۔

(فتاویٰ رضویہ کتب خانہ / دارالعلوم دیوبند)

### مسئلہ ضمان

ضمان اس ضرر کا عوض ہے جو اس کو غیر سے پہنچتا ہے پھر ضرر کی دو قسمیں ہیں (۱) ضرر نفس (۲) ضرر مال۔ پہلا جیسے جان یا اس کے عضو کا تلف کرنا دوسرا مال یا اس کے جز کا تلف کرنا۔ پھر ضرر جس طرح اپنے محل کے اعتبار سے دو قسموں پر ہے اسی طریقے سے اپنے سبب کے اعتبار سے بھی دو قسموں پر ہے ایک یہ ہے کہ متعدی اور متعدی علیہ کے درمیان اختلاف ہو دوسرا یہ ہے کہ غیر ملکیت پر بطریق قمر قلب حاصل ہو اور غیر غیر کے مال کا تلف کرنا ہے۔

اسی بنیاد پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ضمان کے لئے غیر کے حق میں غل یا ضرر کا تحقق ضروری ہے تو اگر غیر کے حق میں غل یا ضرر نہیں ہے تو ضمان بھی نہیں ہے۔ اسی بات کو ہم قرآن سے اس طریقے سے سمجھ سکتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصِّدْقَ إِنَّهُ حَرَامٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ۔

(آیت ۹۰ سورہ البقرہ)

اس آیت میں ضرر کو تعدی کے ساتھ مقید کیا ہے اور قتل عظام میں صید سے متعلق حق کو اس طرح ثابت کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَمَنْ قَتَلَ مَوْمِنًا مَخْطِئًا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مَوْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ۔ (آیت ۹۰ سورہ النساء)

پھر حدیث میں کئی طریقوں سے انسانی حقوق سے متعلق ضمان ذکر کیا گیا ہے ان میں سے اہم اس جگہ وہ ہے جو اس موضوع سے

متعلق ہے کہ وہ طبیب جو علاج کا اہل نہیں اس نے علاج کیا تو جان تلف کرنے پر ضامن ہوگا کما مر الحدیث لابی داؤد۔

اس حدیث کے ذیل میں علامہ خطابی نے معالم السنن میں لکھا ہے کہ وہ معالج جس نے علاج میں تعدی کی اور مریض کی جان تلف کیا تو وہ ضامن ہوگا چنانچہ اگر اس کے فعل سے جان تلفی ہو تو ایسی صورت میں دیت کا ضامن ہوگا اور قصاص اس لئے ساقط ہو جائے گا کہ یہ علل مریض کی اجازت کے بغیر ممکن نہیں ہے امام بغوی نے شرح السنہ میں بھی یہی تحریر فرمایا ہے۔

### سبب ضمان اور اس کے درجات

سبب اسے کہتے ہیں جسے شارع نے مسبب پر علامت قرار دیا ہو اور مسبب کے وجود کو سبب کے وجود پر اور اس کے عدم کو سبب کے عدم پر موقوف رکھا ہو۔ (اصول الفقہ عبد الوہاب ۱۰)

اور شرط اسے کہتے ہیں کہ حکم شرعی کا وجود موقوف ہو شرط پر اور شرط کے مفقود ہونے سے حکم بھی مفقود ہو جاتا ہو۔

(اصول الفقہ عبد الوہاب ۱۰)

پھر جنایت کے اسباب ارکاب معاصی ہیں یعنی محرمات کا ارتکاب کرنا جسے شریعت نے حرام قرار دیا ہے اور جب شریعت نے ارتکاب معاصی کو جنایت کا سبب قرار دیا ہے تو اس کے اندر دو شرطوں کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے (۱) ادراک (۲) اختیار



جب دونوں شرطیں مقتود ہوں گی تو حکم بھی مقتود ہوگا اور ان دونوں کے وجود سے ضمان کا وجود ہوگا چنانچہ سرقہ معصیت ہے شریعت نے اسے حرام قرار دیا ہے اور قطع یہ کہ عتوبت قرار دیا ہے تو جو شخص اس فعل کا ارتکاب کرے گا تو وہ دیت کا سبب بنے گا لیکن شرعاً اس میں دو چیزیں پائی جائیں گی تو وجوب ضمان کا سبب ہوگا ورنہ نہیں وہ ہے اداک اور اختیار اگر وہ غیر مدرک ہو تو اس پر کوئی ضمان نہیں جیسے مجنون اور اگر مدرک ہو اور غیر مختار ہو تو اس پر بھی کوئی ضمان نہیں۔

پھر عصیان شریعت میں خطا کے مقابلے میں بولا جاتا ہے اور عطاء قوانین وضعیہ میں سے ہے لیکن عطاء کے مقابلے میں عصیان کی تشریح معنی مقتود پر دلالت کرنے کے اعتبار سے زیادہ باریک ہے اور سابق میں گزر چکا ہے کہ ضمان کی وجہ شرعی عصیان پر موقوف ہے تو فطری طریقے پر ضمان درجات عصیان کی تابع ہوگی اور درجات عصیان کے معاملے میں شریعت نے اعمال کو نیت پر مقرر کیا ہے اور ہر ایک کو اس کی نیت پر حصہ دیا ہے جس کی تمثیل نبی کی حدیث انما الاعمال بالنیات و انما لكل امرئ ما نوى (بخاری باب کیف یکن ید المؤمن من رسول اللہ) ہے اور نیت کا محل قلب ہے جس کے معنی قصد کے ہیں اور انما الاعمال بالنیات قاعدہ کی تطبیق دیتے ہوئے شریعت جہالت کی خاطر صرف جانی (جہالت کرنے والا) پر نظر نہیں رکھتا ہے البتہ جہالت پر اولاً اور جانی پر ثانیاً نظر رکھتی ہے پھر اسی بنیاد پر جہالت اور وہ معاصی مرتب ہوتے ہیں جو ممکن ہوتا ہے کہ انسان مدرک اور مختار کی طرف متسوب کیا جائے پھر اس سے اس جہالت کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے جو دو قسموں پر ہے۔ (۱) ایک قسم وہ کہ انسان کوئی فعل کرے اور اسی نیت سے کرے اور شریعت کی نافرمانی کا قصد بھی ہو۔ (۲) ایک

قسم وہ ہے کہ انسان کوئی فعل انجام دے اور اسی نیت سے انجام دے اور شریعت کی نافرمانی کا قصد نہ کرے۔ تو نوع اول یہ ہے کہ انسان عمد اور جان بوجھ کر کرے۔ اور نوع ثانی یہ ہے کہ وہ عطاء اور بھول چوک سے وہ کام کرے اور شریعت اسلامیہ جب انما الاعمال بالنیات پر مشتمل ہے جیسا کہ ہم نے تحریر کیا تو مسؤلیت جہالتیہ متعمدا اور مسؤلیت جہالتیہ عطاء میں فرق کیا جائے گا۔

اس طریقے سے کہ مسؤلیت جہالتیہ متعمدا اغلظ اور مسؤلیت جہالتیہ عطاء اخیف ہوگا اور علت تغلیظ تعد ہے کہ اس نے جرم کا ارتکاب بالفعل قلب سے کیا ہے اس لئے اس کا جرم کامل ہے اور علت تخفیف عطاء ہے کہ عصیان اس کے دل میں نہیں تھا البتہ اس کے فعل سے ایسا ہو گیا تو اس کا جرم غیر کامل ہے اور قرآن نے عامہ اور غامی کے درمیان فرق کیا ہے و لیس علیکم جناح فیما اخطاتم بہ و لکن ما نصدت قلوبکم۔ (آیت ۵ سورۃ الاحزاب) اس طریقے سے مسؤلیت جہالتیہ کئی قسم کے اور کئی درجے کے ہوں گے اور عصیان اور اس کے درجے بھی اسی کے مطابق ہوں گے۔

اس قسمید۔ بعد اگر محور اول کے مسئلہ اولیٰ میں اس طبیب غیر مستعد نے جو ذاتی تجربہ رکھتا ہے علاج کیا اور مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچی یا اس کا انتقال ہو گیا تو اس پر کوئی ضمان یا تاوان لازم نہیں آئے گا اور نہ ہی اس کا عمل شرعاً قابل تعزیر جرم ہوگا اس لئے کہ شریعت علاج و معالجہ کی تاکید کرتا ہے اور انسان کو اس کا پابند بناتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالے تو گویا کہ علاج ذمہ و جرم یہ شارع کے اعراض میں سے ہیں تاکہ ضرر کا دفاع اور مرض کا علاج و معالجہ کرایا جائے اور نفس کو ہلاکت سے بچایا جائے۔

اور جب کسی مصلحت کے تحت فعل حرام (ضرر) کو مباح قرار دیا گیا ہے تو یہ خود بخود ثابت ہو جاتا ہے کہ فعل حرام کا ارتکاب کسی مصلحت کے تحت مباح ہے البتہ فعل حرام (ضرر) ہی قصد ہو تو یہ ایک جرم اور قابل تعزیر شمار ہوگا تو وہ طبیب جو مریض کا چیسہ بھڑا کرتا ہے علاج کے غرض سے تو وہ واجب کو ادا کرتا ہے جس کا وہ مکلف ہے لیکن جب مریض کو اس کے قتل یا نقصان کے غرض سے علاج کرتا ہے یا جرح کرتا ہے تو وہ قاتل اور مجرم ہے اس کا عمل جرم ہے۔



## محور اول کا مسئلہ دوم

جس ڈاکٹر کو قانوناً عللج و معالجہ کی اجازت حاصل ہے اس نے کسی مریض کا عللج کیا لیکن اس نے طبی احتیاطیں ملحوظ نہ کی اس کی کئی صورتیں اور کئی جہتیں ہو سکتی ہیں۔ (۱) اسے اپنی تشخیص پر تجربہ کی بنا پر کامل اعتماد ہو۔ (۲) مذکورہ صورت کے ساتھ بھول ہو جائے۔ (۳) مریض کو نقصان پہنچانے کی غرض سے یہ حرکت عمداً کیا ہو پہلی دونوں صورتوں میں فعل حرام کا ارتکاب کسی مصلحت کے تحت مباح بلکہ ضرورت شرعی ہونے کی وجہ سے قابل مؤخذہ نہیں ہے لیکن تیسری صورت میں طبی بے احتیاطی اس کے قتل یا نقصان پہنچانے کی غرض سے ہے تو وہ قاتل اور مجرم ہے اس کا عمل قابل جرم و تعزیر ہے اور جیسا کہ میں امام عطاء بن ابی ریحان کا قول نقل کر چکا ہوں انھوں نے کہا ہے کہ اس سلسلے میں کوئی اختلاف نہیں جانتا کہ معلن جب تعدی کرے اور مریض کو تلف کر دے تو ضامن ہوگا اور بغیر علم و عمل

کے کسی کام کا کرنے والا متعدی ہوتا ہے چنانچہ جب اس کے فعل سے تلف ہوا ہے تو دیت کا ضامن ہوگا۔

وجبات المطب علی عاقلته فی قول عامة الفقهاء۔ (الفتاویٰ لابن قدامہ ۲/۲۳۹، زاد المعاد ۳/۱۳۹)

## محور اول کا مسئلہ سوم

اگر ڈاکٹر کی رائے میں زیر عللج مریض کا آپریشن ضروری ہے اور ڈاکٹر نے مریض یا اس کے قریبی امروہ سے اجازت لئے بغیر آپریشن کر ڈالا آپریشن کامیاب ہونے کے بجائے مہلک ثابت ہوا مریض فوت ہو گیا یا اس کا آپریشن شدہ عضو بیکار ہو گیا تو ایسی صورت میں ڈاکٹر اس مریض کو بچانے والے نقصان کا ضامن ہوگا۔ خواہ وہ ڈاکٹر آپریشن کا مجاز ہو۔

اس لئے کہ حاشیہ الطحاوی، جامع الفصولین اور الفتاویٰ لابن قدامہ کی عبارتوں میں صاف طور پر ڈاکٹر کے عللج کو اذن سے مقید کیا گیا ہے۔ (حاشیہ الطحاوی ۲/۲۳۹، الفتاویٰ لابن قدامہ ۲/۲۳۹، جامع الفصولین ۱/۸۳)

## محور اول کا مسئلہ چہارم

بعض اوقات مریض پر بے ہوشی طاری ہوتی ہے وہ اجازت دینے کے لائق نہیں ہوتا ہے اور اس کے امروہ زیر عللج مقام سے بہت دور ہوتے ہیں ان سے فی الفور رابطہ قائم نہیں کیا جاسکتا ہے ایسی صورت میں اگر ڈاکٹر کی رائے میں آپریشن فوری طور پر ضروری ہے اور تاخیر ہونے میں اس کے نزدیک مریض کی جان یا عضو کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے اس لئے اس نے مریض اور اس کے قریبی امروہ سے اجازت حاصل کئے بغیر مریض کا آپریشن کر دیا اور یہ آپریشن ناکام رہا مریض کی جان چلی گئی یا اس کا عضو بیکار ہو گیا تو اس صورت میں ڈاکٹر کو ضامن قرار نہیں دیا جائے گا اگر اس نے اخلاص کے ساتھ، محبت کے ساتھ، ہمدردی کے ساتھ اس کا عللج کیا ہے۔ خواہ کسی عضو کا معاملہ ہو یا پورے جسم کا معاملہ ہو۔ اس لئے کہ کسی ایسے فعل کا ارتکاب کرنا جو باعث دیت و ضمان بنتا ہو وہ ضرر کی وجہ سے ہے اور ضرر فعل حرام ہے عصیان کو دعوت دیتا ہے اور عصیان کا دار و مدار نیت پر ہے۔ غلام ابن قیم نے اپنی کتاب اعلام الموقعین عن رب العالمین فی مجتہد بریان العرف مجری النطق میں اس کو واضح فرمایا ہے۔ (اعلام الموقعین عن رب العالمین ۲/۲۲)

اس لئے کہ نیک نیتی کے ساتھ اچھے کام کے اندر مدد کی اجازت ہی نہیں بلکہ شرع نے اس کا حکم دیا ہے۔ وتعاونوا علی

البر ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ (آیت النامہ)

چنانچہ مریض جب ایسی حالت کو پہنچ جائے اور ڈاکٹر بے وقار نہ ہو یا حاکم یا حکومت کو اس کی اطلاع دے دے کہ یہ ہاتھ اچھا ہونے کی امید نہیں ہے تو قاطع عضو پر کچھ نہیں بلکہ اس نے اچھا کیا، قابل صد تحسین ہے اور اگر اس کی وجہ سے وہ ہلاک ہو گیا تو وہ قابل تعزیر بھی نہ ہوگا۔ وما علی المحسنین من سبیل۔

## کچھ اہم طبی مسائل عصر حاضر کے تناظر میں

مولوی محمد نسیم رشیدی  
(دارالعلوم سہیل اسلام حیدر آباد)

چوں کہ اس محور کے مسائل کا تعلق زیادہ تر نصیبت کے باب سے ہے، اس لئے یہاں پر مختصر اچند باتیں نصیبت سے متعلق سپرد قلم کی جاتی ہیں۔ پھر بالترتیب جوابات تحریر کئے جائیں گے، نصیبت کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی آدمی دوسرے کے سامنے کسی شخص کا ایسا تذکرہ کرے کہ اگر وہ شخص اس پر مطلع ہو جاتا تو تکلیف اور اذیت محسوس کرتا۔ (مسلم ۱/۲۳۳)

اور اگر وہ وصف اس شخص میں موجود نہ ہو تو یہ بہتان کہلانے کا جیسا کہ احادیث میں اس کی بھی صراحت موجود ہے۔

نصیبت کے عوام ہونے پر علماء امت کا اتفاق ہے اور احادیث میں اس کی مذمت اور نہایت سختی سے اس کی ممانعت و عید وارد ہوتی ہے، قرآن مجید میں نصیبت کی قباحت کو علمیت کے کھانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

غرض یہ کہ نصیبت نہایت ہی مذموم صفت ہے، جس سے ہر مسلمان کو احتراز لازم ہے، لیکن ساتھ ساتھ شارحین حدیث اور فقہاء امت نے اس سے بعض مواقع کو مستثنیٰ بھی قرار دیا ہے۔

اب اس اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے سوالات مذکورہ کو بتاسانی حل کیا جاسکتا ہے، جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے سو اس کے متعلق یہ بات سامنے آتی ہے کہ مذکورہ صورت جواز نصیبت کے مواقع میں سے ایک ہے، کیوں کہ اٹلح کے بعد اگر اس پر مطلع ہو جائے تو چوں کہ انسانی فطرت ہے کہ وہ ہر عیب سے متنفر ہوتی ہے، اس لئے یہاں بھی زوجین کے درمیان کا وہ بندھن جو محبت و مودت کے ستون پر قائم ہے، منہدم ہو کر رہ جاتا ہے اور ان میں نااتفاق اور نفرت کی ایک ایسی فضا قائم ہو جائے گی کہ جس میں زوجین اپنی زندگی میں مطلوبہ چین و سکون سے محروم ہو جاتے ہیں اور نوبت طلاق تک بھی آسکتی ہے، لہذا ایسی صورت میں اس ڈاکٹر کو صحیح صورت حال سے آگاہ کر دینا چاہئے، اگرچہ وہ لوگ استعدا معلوم بھی نہ کرے ممکنہ حد تک عیب پر مطلع کر دینا ضروری ہوگا علامہ آلوسی کی عبارت سے یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ (دیکھئے روح البانی ۱/۲۶۶)

اس سے خود بخود اس شق کا بھی جواب نکل آیا جب کہ ڈاکٹر سے بطور مشورہ آگاہی حاصل کر کے آتے ہوں تو ظاہر ہے ایسی صورت میں مطلع کر دینا جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہوگا۔

معلوم ہوا کہ ڈاکٹر یہاں پر بھی عیب پر بغرض مصلحت ان لوگوں کو مطلع کر دے گا اور مخفی رکھنا جائز نہ ہوگا۔

ظاہر ہے کہ یہ صورت اعذار مذکورہ کے دائرہ میں آجاتی ہے، جہاں اطلاع عیب کو جائز رکھا گیا ہے اور مطلع کرنا ضروری اس وجہ سے ہوگا کہ اس میں دوسرے فریق کا نقصان ہے، مزید یہ کہ مادہ منویہ میں جراثیم تولید نہ ہونا ایسی صورت ہے، جو حفظ نسل سے متعلق ہے، اس لئے ڈاکٹر کو چاہئے کہ اس عیب پر مطلع کر دے، تاکہ معاملہ کی نوعیت پہنچ ہو کر کھنک کی صورت اختیار نہ کرے۔



پہلی صورت میں ڈاکٹر کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ مرد کے عیب پر مطلع کر دے کیوں کہ اس صورت میں نکاح کا جو اصل مقصد ہے، وہ بالکل ہی مفقود ہے، لہذا کرام نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص غلام خرید رہا ہے اور ایک شخص کو معلوم ہے کہ وہ غلام چور ہے، تو خریدنے والے کو اس صورت حال سے باخبر کر دے تاکہ وہ اس نقصان سے محفوظ رہے۔ (شالی ۱/۶۹)

دوسری صورت سو اس میں دونوں پہلو قابل غور ہیں کہ اگر وہ عورت کے عیب کو واضح کرتا ہے، تو اس کی بھی زندگی کا سوال ہے کہ کس رشتہ نکاح کا ہونا مشکل ہے اور اگر عیب کو مخفی رکھتا ہے تو دوسرے لوگوں کو بھی نقصان ہے، اب اس صورت میں یہ دیکھا جائے کہ نقصان کس صورت میں زیادہ ہے اور کس میں تعدی ضرر پایا جاتا ہے تاکہ قاعدہ فقہ کی رو سے مسئلہ کو حل کیا جاسکے کہ ضرر اشد کے مقابلہ میں ضرر اخف کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور ترجیح ضرر اشد ہی کو دی جاتی ہے، اس نقطہ نظر سے جب ہم دیکھتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ اخفاء عیب کی صورت میں زیادہ ضرر رساں ہے اور اسی صورت میں جانین کو ضرر سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اس لئے کہ اس عورت سے رشتہ نکاح قائم ہو جائے، اور پھر عیب ظاہر ہو جائے تو یہ عین ممکن ہے کہ تنجہ طلاق تک آسکتا ہے اور ظاہر ہے اس صورت میں ایک طرف شوہر والوں کو بھی ضرر ہے، اور دوسری طرف خود عورت کو بھی کہ اس میں عورت کے عیب ظاہر ہو جائے اور لوگوں میں پھیل جانے کی نہایت ہی خطرناک صورت ہے اور اگر پہلے ہی عیب پر اطلاع کر دیا جائے تو اس میں اگرچہ عورت کا نقصان ہے لیکن دوسرے لوگ اس ضرر سے محفوظ ہو جاتے ہیں، لہذا مذکورہ صورت میں ڈاکٹر عورت کے عیب پر مطلع کر دے گا تاکہ دوسرے لوگ ضرر سے محفوظ ہو جائیں۔

الجواب ۵-۳ جب کہ ڈاکٹر کی رائے میں ڈرائیو کی بینائی بری طرح متاثر ہو چکی ہے اور ڈاکٹر اس کو اس سے منع بھی کرتا ہے، باوجود اس کے اس کا نہ مانتا ایک عام خطرہ کا پیش خیمہ ہے، اور ہر وقت خطرہ کا اندیشہ رہ سکتا ہے، جس سے بہت سے لوگوں کی زندگی وابستہ ہے تو ایسی صورت میں قاعدہ "الضرر الادنیٰ یسحق بالضرر الاعلیٰ" کے تحت ڈاکٹر ایسی صورت میں لائسنس منسوخ کرنے کی سفارش کرے گا یا پھر متعلقہ محکمہ کو اطلاع کر دے گا، دونوں صورتوں میں اخفاء راز کرنا بہت سے لوگوں کی جان ضائع ہونے کے قوی اندیشہ کو نظر انداز کر دیتا ہے، جو شرعی اصول کے خلاف ہے۔

دبا اطلاع کر دینے کی صورت میں اہل غنا کا معاشی پریشانیوں میں مبتلا ہو جانے کا مسئلہ سو وہ اس طرح دور ہو سکتا ہے کہ اس کا

تدارک کسی اور طرح ممکن ہے اور ہر حال بمقابلہ اس ضرر شدید کے کستر ہے۔

رہا پانچواں سوال سو اس کے متعلق اس قدر تفصیل ہوگی کہ اگر وہ نشہ آور اشیاء کے استعمال کا اس قدر خوگر ہو گیا ہے کہ اس کے استعمال سے اس کی طبیعت متغیر نہیں ہوتی ہے تو ایسی صورت میں مخفی رکھنے کی گنجائش ہے کہ اس میں خطرہ کا احتمال نہیں ہے اور اگر اس کی طبیعت متغیر ہو جاتی ہو اور خطرہ کا قوی اندیشہ ہے تو ایسی صورت میں ڈاکٹر متعلقہ محکمہ کو اس کے مرض سے باخبر کر دے، تاکہ لوگ اس سے متعلقہ خطرہ سے محفوظ رہ سکے! واللہ اعلم

ناجائز حمل کی وجہ سے اس بچہ کو کوئی عورت شاہراہ وغیرہ پر چھوڑ کر چلی آئے اور ڈاکٹر کو بھی اس صورت حال کی اطلاع دی تو اس صورت میں اگرچہ عورت نے نہایت غلط اقدام کیا ہے، لیکن بغیر افشاء راز متعلقہ محکمہ کو خبر دے دے گا اس لئے کہ یہاں پر افشاء راز کے بغیر بھی تحفظ جان کا فریضہ انجام دیا جاسکتا ہے، ہاں اور اگر کوئی صورت حال ایسی پیدا ہو جائے کہ تحفظ جان بغیر افشاء راز کے ممکن نہ ہو تو پھر افشاء میں توقف و تردد نہیں کیا جائے گا۔



مسئلہ کا تعلق تداوی یا محرم سے ہے، جس کے متعلق فقہاء کرام کی عبادات میں یہی ہے کہ نجس اشیاء سے تداوی اور علاج ہے، لیکن صورت حال ایسی پیدا ہو جائے کہ ڈاکٹر علاج کے مختلف طریقوں کو آزما چکا ہے، لیکن اب اس کے لئے سوائے تداوی یا محرم کے اور کوئی دوا موجود نہیں ہے اور اس طریقہ علاج میں کامیابی بھی مجرب ہے، تو ایسی صورت میں فقہاء کرام لے تداوی یا محرم کی اجازت دی ہے۔ (دیکھئے تبیین المصابیح ۱/۳۲)

لہذا صورت مسئلہ میں جب کوئی اور مباح طریقہ علاج ممکن نہیں ہے تو اب حرام شئی کے ذریعہ علاج درست ہوگا! جب کہ اس شخص سے دوسروں کو غیر معمولی ضرر پہنچ رہا ہے، تو اولاً ڈاکٹر اس مریض کو ایسے پیشے سے باز آنے کی تجویز اور نصیحت کرے گا کہ وہ اس سے باز آجائے اب اگر وہ باز نہیں آئے تو اس احتمال کی بنا پر کہ "زندگی کا معاشی نظام اسی پیشے سے ملحق ہو چکا ہے اور اس کو اب چھوڑنے کا فیصلہ نہیں کر سکتا" عام لوگوں کے ضرر کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا ڈاکٹر اس مریض سے دوسرے جائز پیشے کو اختیار کرنے تک کی مسلت دے گا اگر اس شخص کا اس ناجائز پیشے کو ترک کرنے کا ارادہ نہیں ہے تو اب ڈاکٹر متعلقہ محکمہ کو خبر کر دے تاکہ لوگ اس کے ضرر سے محفوظ رہ سکیں۔

جب اصل مجرم محفوظ اور بری ہے، لیکن اس جرم کی بنیاد پر دوسرا شخص مجرم قرار دیا جا رہا ہے، اور سزا یاب ہو سکتا ہے، تو یہ صورت میں ڈاکٹر کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ عدالت میں جا کر حقیقت حال کی عقدہ کشائی کرے، اس لئے کہ شریعت میں یہ گوارہ نہیں کیا گیا۔ کہ اصل مجرم بری ہو اور اس جرم کی پاداش میں دوسرا بے گناہ شخص سزا کا مستحق قرار دے دیا جائے، اب رہا یہ کہ حقیقت حال بیان کر کے بعد اصل مجرم بھی تو سزا کا مستحق قرار دیا جائے گا، تو کسا جائے گا کہ مجرم کے حق میں تو ایک واجب امر ہے، اس لئے کہ یہ ایک بے قہ

شخص کے سزا پانے سے کتر ہے، مثال کے طور پر فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کا حق جو ناحق کسی دوسرے کی ظلم و زیادتی کی بنا پر تلف ہو رہا ہے، اور اس پر صاحب حق کو کوئی گواہ میر نہیں ہے تو جو شخص حقیقت حال سے واقف ہے، اس کو شہادت واجب ہوگی۔

\*\*\*\*\*

مولوی محمد ہادی قاسمی  
(دارالعلوم سہیل اسلام)

(۱) ایک ماہر چشم مسلمان ڈاکٹر نے ایک نوجوان کا علاج کیا، اس نوجوان کی آنکھ کی بصارت ختم ہو چکی ہے، لیکن ماہر ڈاکٹروں کی کوشش سے اس مریض کی وہ آنکھ دیکھنے میں بالکل صحیح و سالم محسوس ہوتی ہے، اس نوجوان کا رشتہ کسی خاتون سے طے پا رہا ہے، ڈاکٹر کو یقین ہے کہ اگر اس خاتون مریض کے اس عیب کا علم ہو گیا، تو یہ ہرگز رشتہ کو تیار نہیں ہوگی، نوجوان یہ عیب چھپا کر اس خاتون سے رشتہ نکال طے کر رہا ہے، ایسی صورت میں ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس خاتون یا اس کے گھر والوں کو اس نوجوان شخص کے عیب سے باخبر کر دے، اس کے لئے نوجوان کے اس راز کو پردہ راز میں رکھنا ضروری نہیں ہے، اگرچہ اسلام نے امانت کے بارے میں کافی زور دیا ہے اور امانت کے بارے اسلام کا تصور کافی وسیع تر ہے، کیوں کہ بعض حالات میں مریض کی راز داری اور پردہ پوشی کی صورت میں اس سے متعلق دوسرے کثیر افراد یا سماجی نقصان کا خطرہ ہوتا ہے، اور بعض دفعہ مریض کی پردہ داری بے شمار افراد کی تباہی کا پیش خیر ثابت ہوتی ہے اور مضابطہ یہ ہے: "یتحصل الضرر الادنی لدفع الضرر الاعلیٰ (الاشیاء مع) راز داری کی صورت میں فرد واحد کا نفع ہے، اور نکاح کے بعد تفریق کی صورت میں دو خاندانوں عزت و ناموس کا مسئلہ ہے، لہذا فرد واحد کے ضرر کو برداشت کر کے کثیر افراد کے ضرر کو دور کیا جائے گا۔"

(۲) ایک مرد عورت کے مابین رشتہ رنج کی بات چل رہی ہے، جن میں سے کوئی کسی ڈاکٹر کے پاس طبی جانچ کے لئے آتا ہے، طبی جانچ کے نتیجہ میں ڈاکٹر کو کسی ایک کے بارے میں ایسے مرض کا علم ہو جاتا ہے، جس کے نتیجہ میں اس بات کا پورا اندازہ ہے کہ ناقص الاعضاء بچے پیدا ہوں گے، یا یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مرد عورت میں کسی ایک کے جراثیم میں مادہ تولید نہیں ہے، ایسی صورت میں اذروئے شرع ڈاکٹر کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ خاموش رہے، اور فریقین میں سے کسی ایک کو دوسرے کے راز یا عیب سے باخبر نہ کرے۔

(۳) ایک شخص کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے، ڈاکٹر کو طبی جانچ کے نتیجہ میں یہ بات معلوم ہے کہ یہ شخص نامرد ہے، یا اس میں کوئی ایسا عیب ہے، جس کی وجہ سے اس کا نکاح بار آور نہیں ہو سکتا، ڈاکٹر کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ شخص کسی سے رشتہ نکاح کی بات کر رہا ہے اور اپنے اس عیب کو چھپا کر اس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے، یا کوئی خاتون کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے، وہ کسی اندرونی مرض یا عیب میں مبتلا ہے، جس پر مطلع ہونے کے بعد اس کا رشتہ نکاح کہیں ہونا دشوار ہے، اور وہ خاتون اپنے اس مرض یا عیب کو چھپا کر اس شخص سے

نکاح کر لینا چاہتی ہے، رشتہ نکاح کی بات ڈاکٹر کے علم میں آگئی ہے، ان دونوں صورتوں میں ڈاکٹر پر واجب ہے کہ وہ دوسرے فریق کو اپنے مریض کے مرض یا عیب کے بارے میں باخبر کر دے، اور اگر دوسرا فریق اس مریض یا مریضہ کے بارے میں معلومات کرنے کے لئے آئے، تو ڈاکٹر اس کے سلسلہ میں اپنی معلومات سے متعلق صاف مرض کر دے، تاکہ دونوں کی زندگی تلخیوں باہمی رنجشوں سے دور رہ سکے، ورنہ مستقبل قریب ہی میں ایسی صورت میں باہمی نزاع اور دوری کا خطرہ ہے، لہذا الضرر بڑا (الاشباہ ۱۰۰) کے تحت اس ہونے والے ضرر کو دور کیا جائے گا اور ڈاکٹر کا یہ عمل غیبت شمار نہ کیا جائے گا، اس لئے غیبت عیوب لازمہ کے بیان کو کہتے ہیں اور یہ عیوب متعدیہ ہیں، جن کا اثر دوسروں پر بھی پڑتا ہے۔

(۴) ایک شخص کے پاس ڈرائیونگ لائسنس ہے اور اس کی بینائی بری طرح سے متاثر ہو چکی ہے ڈاکٹر کی رائے میں اس کا گاڑی چلانا اس کے لئے اور دوسروں کے لئے منک ہو سکتا ہے، ایسا شخص اگر ڈاکٹر کے معج کرنے کے باوجود گاڑی چلاتا ہے، تو ایسی صورت میں شرعاً ڈاکٹر کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ حکومت کے متعلقہ محکمہ کو اس کے بارے میں باخبر کر دے، اور ڈرائیونگ لائسنس منسوخ کرانے کی سفارش کرے، راز داری برت کر خاموشی اختیار نہ کرے، اس لئے کہ ڈاکٹر کا یہ عمل اس شخص کی ہتک کے لئے نہیں کہ اس کو غیبت شمار کیا جائے، بلکہ فائدہ عام کے لئے ہے، اس پر ثواب ملنے کی امید ہے، اس لئے کہ غیبت کی دو قسمیں ہیں، غیبت لازمہ، غیبت متعدیہ۔

غیبت لازمہ کسی شخص کے عیوب و نقائص اس لئے بیان کرنا کہ اس کی ہتک ہو، اور وہ اس کی ذات کے ساتھ خاص ہوں، دوسروں پر ان کا اثر نہ پڑتا ہو، جیسے ڈرائیونگ لائسنس کا منسوخ ہونا، یا ایسے عیوب ہیں جن سے دوسروں کو نقصان نہیں پہنچتا لہذا ان عیوب کا بیان کرنا کھلی غیبت اور نہ سچ گناہ ہے۔

غیبت متعدیہ: کسی متعدی معنی دوسروں پر اثر پڑے عیوب کو اس وجہ سے بیان کرنا کہ دوسرے لوگ اس کے برے اثر اور غلط نتائج سے بچ سکیں، مثلاً چوری کا عیب، جاسوسی اور زنا وغیرہ کا عیب، اس لئے کہ ان کے اثرات دوسروں پر بھی پڑتے ہیں اور صورت مسؤلہ کو بھی صورت ہذا میں داخل کرتے ہوئے ڈاکٹر اس سے حکومت کے متعلقہ محکمہ کو باخبر کرے گا۔

(۵) اگر کوئی شخص ایسی ملازمت پر ہے، جس سے بہت سارے لوگوں کی زندگیوں کا تحفظ وابستہ ہے، مثلاً ہوائی جہاز کا پائلٹ یا ٹرین وغیرہ کا ڈرائیور اور وہ شراب اسی طرح دوسری نشہ آور چیزوں کا عادی ہے، اور کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے، نشہ کو ترک نہیں کرتا،



یہ ملازمت کے فرائض انجام دیتا ہے، تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کی شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ مریض کے اس عیب کو راز نہ سمجھتے ہوئے حکومت کے متعلقہ محکمہ کو باخبر کر دے، اس لئے کہ یہ ڈاکٹر اس شخص کی فضیلت و رسوائی کے لئے یہ عمل انجام نہیں دے رہا ہے، بلکہ قاعدہ عامہ کے لئے یہ سب کچھ کر رہا ہے، جو معاشرہ میں رہنے والے ہر فرد بشر کی ذمہ داری ہے، ڈاکٹر مریض کی راز داری اور

پردہ داری کرتا ہے تو گنہگار ہوگا اور معاون ظلم شمار کیا جائے گا۔

(۶) اگر کسی عورت کے ناجائز حمل تھا، اس سے بچہ پیدا ہوا، اور وہ عورت اس نو مولود کو کسی شاہراہ یا پارک یا کسی اور مقام جنگل وغیرہ میں ڈال آئی، تاکہ سماج میں بدنامی سے بچ سکے اور پھر وہ عورت ڈاکٹر سے رابطہ قائم کرتی ہے، اور ڈاکٹر کو اس صورت کی خبر ہو جاتی ہے، تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس عورت کی راز داری نہ کرتے ہوئے، اس کے غلط اقدام کے بارے میں کسی کو یا حکومت کے متعلقہ محکمہ کو باخبر کر دے، تاکہ ایک نفس کو بچا کر اس کے احترام کو برقرار رکھا جاسکے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْوُجُوهِ وَالْبَحْرِ الْمَحْ (سورۃ الاسراء)

اور ڈاکٹر کے اس عمل کو بھی غیبت قرار نہیں دیا جائے گا، بلکہ ایک نفس کی صیانت و حفاظت پر محمول کیا جائے گا، کیوں کہ فقہاء کا اصول ہے۔

يَتَحَمَّلُ الضَّرَرُ الْاَدْنٰى لِدَفْعِ الضَّرَرِ الْاَعْلٰى۔ (اصول الفقہ ذہرہ ۲۹۸) ظاہریات ہے کہ عورت کی پشیمانی ادنیٰ و اقل ہے، بہ نسبت اس معصوم بچہ کی جان کی ضیاع کے، لہذا ہر وہ شخص جو اس صورت حال سے واقف ہو، اس پر واجب ہے کہ وہ حکومت کے متعلقہ محکمہ کو باخبر کر دے۔

(۷) ایک شخص شراب کا یا اسی طرح کسی نشہ آور چیز کا بری طری عادی ہے اور اس بری عادت کو خواہش کے باوجود چھوڑ نہیں پا رہا ہے، اس شخص نے یا اس کے گھر والوں نے ایک ماہر نفسیات ڈاکٹر سے اس کا علاج کرانے کے لئے رابطہ قائم کیا، ڈاکٹر نفسیاتی علاج کے مختلف طریقے اس پر آزما چکا، لیکن اسے کامیابی نہیں ملی اور یہ شخص شراب یا مشیات کا اس طرح عادی رہا، اس ماہر نفسیات ڈاکٹر کے پاس ایک ہی طریقہ علاج باقی رہا، وہ یہ کہ مریض کو وقفہ وقفہ سے وہی شراب یا نشہ آور چیز استعمال کرنے کی تجویز کرے، جس کا وہ عادی ہے، لیکن مریض کے علم میں لائے بغیر اس میں کوئی ایسی دوا شامل کر دے، جو شراب اور نشہ آور چیز کے استعمال کے بعد وہ مریض کافی دیر تک متلی یا قے وغیرہ میں گرفتار ہو جائے، اس طرح مریض کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو جائے کہ اگر میں شراب یا نشہ آور چیز کا استعمال کروں گا، تو متلی اور قے میں گرفتار ہو جاؤں گا، جب کہ یہ طریقہ علاج بہت سارے مریضوں پر کارگر ثابت ہوا ہے، مختلف نفسیاتی طریقہ علاج کے ناکام ہونے کے بعد ایک مسلمان ڈاکٹر اپنے مریض پر طریقہ علاج استعمال کر سکتا ہے۔

مریض کے لئے پیشاب، خون اور مردار کا استعمال بطور تراوی جائز ہے جب کہ مسلمان طبیب اس بات کی خبر دے

کہ اس میں شناہ ہے، اور مباح اور جائز الاستعمال اشیاء میں سے کوئی اس کے قائم مقام نہیں ہے۔ لہذا صورت ہذا اس

جزئیہ پر کامل طور پر منطبق ہوتی ہے تو یہ بھی اس کا حکم اختیار کرے گی۔ (فتاویٰ السنیہ ۲۸۵/۵)

(۸) بہت سے جرائم پیشہ افراد ڈاکٹر کے زیر علاج ہوتے ہیں، یہ لوگ اپنے جرائم پیشہ ہونے کو حد درجہ چھپاتے ہیں کہ ان کے عیوب



سے کوئی بھی مطلع نہ ہو سکے، مثلاً ایک شخص جاسوس ہے، اور لوگوں کے حالات مختلف ذرائع سے حاصل کر کے دوسرے افراد تک پہنچاتا ہے، اس کی جاسوسی سے بہت سارے لوگوں کا نقصان ہوتا ہے، ایسا جاسوس بسا اوقات نفسیاتی الجھن میں مبتلا ہو جاتا ہے، اس شخص کا ضمیر اسے مجبوراً اور ملامت کرتا ہے، نفسیاتی الجھن کی وجہ سے بسا اوقات اسے بے خوابی اور دوسری شکایتیں ہو جاتی ہیں، اور وہ ڈاکٹر سے رابطہ قائم کرتا ہے، اسے اپنے بڑے پیشہ اور جرائم کی خبر دیتا ہے۔ ایسے بعض لوگ اپنے پیشے کو غایت درجہ غلط سمجھتے ہیں، لیکن چوں کہ ان کے معاشی مفادات اس سے وابستہ ہو گئے ہیں، اس لئے اسے ترک کرنا بھی کافی دشوار ہے، ایسی صورت حال میں ڈاکٹر کی اذروئے شرع یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ ان جرائم پیشہ افراد کے عیوب کی پردہ داری نہ کرتے ہوئے اور ان کے ان نقائص کو صیدِ راز میں نہ رکھتے ہوئے عوام اور معاشرہ کو ان سے باخبر کر دے، یا اس سے متعلق حکومت کے متعلقہ محکمہ کو مطلع کر دے، تاکہ عوام الناس ان کے شر اور ضرر سے مامون و محفوظ رہ سکیں اور ڈاکٹر کا یہ عمل اور رویہ حدیث شریف میں ستر عورة اخیه ستر الله عورته يوم القيامة ومن كشف عورة اخیه كشف الله عورته يوم القيامة (ترغیب و ترہیب ۲/۲۰۲) کے معارض نہیں ہو گا۔ اس لئے کہ اس ڈاکٹر کا یہ عمل مفادِ عام کی خاطر ہے، تاکہ ان اشخاص کی ہتک و تذلیل کے لئے۔

(۹) کسی نفسیات سے مبتلیہ مریض نے کسی جرم کا ارتکاب کیا، مثلاً کسی کو قتل کر دیا، یا اس جیسی کوئی اور سنگین واردات کی اور ڈاکٹر کے پاس آکر اپنے ارتکابِ جرم کا اقرار کر لیتا ہے اور شبہ جرم کی بناء پر دوسرا شخص گرفتار ہو گیا ہے اور اس کے خلاف مقدمہ چل رہا ہے اس بات کا قوی احتمال ہے کہ دوسرا شخص جو اصلاً جرم سے بری ہے عدالت میں مجرم قرار دیا جائے جس کی بناء پر سزایابی ہو جائے۔ اس جیسی صورت میں ڈاکٹر اس اصل مجرم سے متعلق راز داری اور پردہ داری سے کام نہ لیتے ہوئے اس سے متعلق عدالت میں جا کر بیان دے، تاکہ بے قصور و بے گناہ شخص کی رہائی ہو سکے، کیوں کہ ارشاد باری ہے:

يا ايها الذين آمنوا اتقوا قوم امنين باللفظ شهداء لله ولو على انفسكم او الوالدين والاقربين الابية۔ اسے ایمان والوں انصاف کے ساتھ گواہی دو اللہ تعالیٰ کو شاہد و حاضر جانتے ہوئے اگرچہ وہ شہادت تمہارے اپنے نفسوں یا تمہارے والدین یا تمہارے عزیز و اقرباء اور متعلقین کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، جب اللہ تبارک و تعالیٰ شہادت سے متعلق اتنی سخت تاکید فرما رہے ہیں، تو اس طرح کی صورت میں کسی ڈاکٹر یا شاہد کے لئے راز داری سے کام لینا قطعاً روا اور جائز نہیں ہوتا، بلکہ ان عیوب و جرائم سے مطلع اور باخبر گردینا نہایت لازمی ہو جاتا ہے، تاکہ بے قصور و بے گناہ شخص ظلم و زیادتی اور سزایابی سے بچ سکے اور اصل مرتکب جرم سزایاب ہو سکے، جس کی بناء پر وہ اپنے جرائم سے باز آجائے اور اس طرح برائیوں کا سدباب ہو سکے۔

(۱۰) اگر کوئی شخص متعدی امراض مثلاً ایڈز یا طاعون وغیرہ میں مبتلا ہے، اور کسی اہل نظر ڈاکٹر کے زیر علاج ہے، مریض کا اصرار ہے ڈاکٹر اس کے مرض کے متعلق کسی کو مطلع نہ کرے حتیٰ کہ اس کے اہل خانہ سے بھی اس کے مرض کو پردہ خفایں رکھے ورنہ وہ معاشرہ اور سماج میں اچھوت بن کر رہ جائے گا، کوئی بھی اس سے ملنا جلنا گوارہ نہیں کرے گا، ایسی صورت حال میں اذروئے شرع ڈاکٹر کا اس مریض کے ہمیں یہ رویہ ہونا چاہیے کہ وہ اس مرض کو خفایں نہ رکھتے ہوئے اس کے اہل خانہ اور متعلقین کو اس سے باخبر کر دے، تاکہ اس کے اولیاء، ڈاکٹر کے پاس علاج نہ ہونے کی صورت میں کسی دوسری جگہ معالجہ کرا سکیں اور مریض کی حفظانِ صحت سے متعلقہ کافلی و دوائی دیکھ کر رکھ کر سکیں، اور اگر ڈاکٹر وقتی طور پر اس مرض کو پردہ خفایں رکھ کر اس شخص کو ضرر سے بچانا چاہتا ہے تو یہ ڈاکٹر کے لئے مناسب نہیں ہو گا، اس لئے کہ ایسی صورت میں مستقبل قریب ہی میں اس شخص سے متعلق ایک بڑے اور قوی ضرر کا اندیشہ ہے۔ ابھی ممکن

ہے کہ مرض کے نوخیز ہونے کی بنا پر اس کا بہ سولت انسداد ہو سکے، اور بعد میں خطرناک صورت اختیار کرنے کے بعد لا علاج یا ناقص علاج بن جائے اور مریض ایک امتلاً عظیم سے دوچار ہو جائے، اور اس کا سبب ڈاکٹر کی ظاہراندہ اور وقتیانہ خیر خواہی بنے، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد گرامی ہے:

عَنْ تَائِشَةَ فَطَلَتْ مَا خَصِرَ بَيْنَ اَمْرَيْنِ الْاِخْتَارُ اَيْسَرُ هَذَا عَالِمٌ يَكُنِي انْشَاءً - (اصول الفقہ ۲۹۸)

جب تم دو آزمائشوں میں مبتلا ہو جاؤ، یا تمہیں دو معاملات کے درمیان اختیار شرعی دیا جائے تو تم آسان و سہل کو اختیار کرو، صورت ہذا میں بھی ڈاکٹر ہی دو معاملات سے دوچار ہے، اولاً مریض کے ضرر کو دفع کرنا جس سے وہ اچھوت نہ سمجھا جائے، ثانیاً اس کے اہل خانہ اور متعلقین کو باخیر کرنا اور فائدہ عام کے لئے سماج کو اس سے متعلق ضرر کے انسداد کی راستے دینا، لہذا ڈاکٹر شخصی فائدہ کو ترک کرتے ہوئے عمومی مفاد کو پیش نظر رکھ کر اس کے اولیاء اور اہل خانہ کو اس کے مرض سے مطلع کر دے، تاکہ اس کے اولیاء اس کے علاج و معالجہ کا صحیح بندوبست کر سکیں اور حفظانِ صحت سے متعلق مکمل دیکھ ریکھ کر سکیں، اور مثلاً یہ مریض ایک گونہ راحت و انس کی زندگی گزار سکے۔

\*\*\*\*\*

مولوی محمد عطاء قاسمی  
(دارالعلوم سہیل اسلام حیدر آباد)

## ۱۔ ڈاکٹر کا افشاء راز

اس قسم کے مسائل کے بارے میں دیکھا یہ جائے گا کہ ان کے ظاہر کردینے سے غیبت ہوگی یا نہیں؟ غیبت کہتے ہیں کسی کی برائی کو اس کے سامنے بھیجے بیان کرنا، جس کو وہ نہ تو پسند کرے، اس کی کتاب اللہ اور سنت رسولؐ دونوں سے ممانعت آتی ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ کسی بھی شخص کا کون سا عیب غیبت ہے اور کون سا بیان کرنا غیبت نہیں ہے، چنانچہ اگر کسی کا حق کسی سے متعلق ہے اور وہ اس کو نہیں جانتا اور دوسرا شخص جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ اگر ظاہر نہیں کیا تو اس کے حق کے فوت ہونے کا خوف ہے تو اس جلتے والے شخص پر لازم اور ضروری ہے کہ وہ اس کو اس سے (صاحب حق) سے واضح کر دے یہ غیبت جائز ہے اگر اس سے کسی کا حق متعلق نہ ہو تو غیبت حرام ہے۔

چنانچہ اس مسئلہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ نوجوان کی آنکھ کی روشنی ختم ہو چکی ہے، اگرچہ دیکھنے وغیرہ میں صحیح و سالم معلوم ہو رہی ہے۔ اب اسی حالت میں اس کا کسی خاتون سے رشتہ طے ہوا، لڑکا اپنا عیب چھپا رہا ہے اور ڈاکٹر کو یقین ہے کہ اگر خاتون کو اس کا عیب معلوم ہو جائے گا تو اس رشتہ پر ہرگز راضی نہیں ہوگی تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کو چاہئے کہ اس شخص کا عیب اس خاتون یا اس کے گھر والوں پر ظاہر کر دے، اس نوجوان کے عیب کو نہ چھپائے، اس لئے کہ اس سے دوسروں کے حق کے فوت ہونے کا خوف ہے اور اگر لڑکی یا اس کے افراد خانہ اس ڈاکٹر سے معلوم کریں تو اس صورت میں بدرجہ اولیٰ اس کے راز کو ظاہر کر دے، اس ڈاکٹر کی اخلاقاً بھی یہ ذمہ داری ہے کہ اس راز کو ظاہر کر دے، اس نکلجے کا مقصد محبت و مؤدت ہے اور تسکین ہے جو کہ عیب کی صورت میں باقی نہیں رہے گا۔

(۲) ایسے وقت میں جب مرد و عورت کے درمیان نکلجے کی بہت چل رہی ہو تو اپنی طبی جانچ کے لئے کسی ڈاکٹر کے پاس آتے ہیں، جس کے نتیجہ میں یہ بہت سارے آتی ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو ایسا مرض ہے، جس کے نتیجہ میں یہ اندیشہ ہے کہ بچے ناقص الاعضاء پیدا ہوں گے، یا یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مرد یا عورت کے مادہ منویہ اس قابل نہیں ہیں کہ اس سے تولید ہو تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کی یہ انسانی حدود کی ناطے اخلاقی ذمہ داری ہے کہ ان کو آگاہ کرے، کیوں کہ نکلجے کا ایک مقصد جہاں محبت و مؤدت اور تسکین قلب ہے



تو میں پر دوسری جانب توالد و تحاسل بھی ایک اہم مقصد ہے جو کہ اس بیماری کی صورت میں فوت ہو رہا ہے اس لئے ان کو ایک دوسرے کے عیب سے آگاہ کرنا بھی ضروری ہے، تاکہ بعد میں اگر جلتے کے بعد بھی کر لیں تو لڑائی جھگڑے کی نوبت پیش نہ آئے، اس کو ڈاکٹر کے لئے راز میں رکھنا بہتر نہیں۔

(۳) اس سوال کا جواب محور سوم کے پہلے جواب سے ملتا جلتا ہے، اس صورت میں ڈاکٹر کے لئے حقیقت حال کو بتانا جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے، اور اگر دوسرا فریق اس مریض یا مرض کے بارے میں معلوم کرے تو اس وقت بدرجہ اولیٰ صاف صاف واضح طور پر بتادینا چاہئے۔

(۵-۳) شریعت اسلامی کا ایک قاعدہ مسلم ہے کہ ینتحمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام۔ کہ ضرر عام کے دفع کرنے کے لئے ضرر خاص کو برداشت کیا جائے گا۔

اس صورت میں ڈاکٹر کا فریضہ ہے کہ ضرر عام کو دفع کرنے کی غرض سے متعلقہ محکمہ کو اس کی بینائی کی بابت صحیح اطلاع دے دے، اور ڈرائیونگ لائسنس کی منسوخی کی سفارش کرے۔

اسی طرح سوال (۵) میں بھی ضرر عام کو دفع کرنے کے لئے ضرر خاص کو برداشت کیا جائے گا اور متعلقہ محکمہ کو اس کی حرکتوں سے آگاہ کر دینا ضروری ہوگا۔

(۶) مسئلہ صورت میں ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ اگر بچہ کی جان بچانا اس کے راز کے افشاء کئے بغیر ممکن ہو تو وہ متعلقہ محکمہ کو آگاہ کر کے بچہ کی جان بچائے۔ لیکن اگر افشاء راز کے بغیر ممکن نہ ہو تو جان بچانا اصل ہے بدنامی اصل نہیں ہے، اسلام میں جان کا بچانا زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

#### ۷۔ شراب سے عللج

شراب کے ذریعہ شراب کے عللج کی مسئلہ صورت میں فقہائے کرام کی عبارتوں سے جواز معلوم ہوتا ہے۔

(دیکھئے تبیین المعانی ۱/۲۲۶)

#### ۸۔ جرائم پیشہ لوگوں کا افشاء راز

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ضرر عام کو دفع کرنے کے لئے ضرر خاص کو برداشت کیا جائے گا۔ لہذا ایسے افراد کے بارے میں ڈاکٹر کو چاہئے کہ اس کا راز افشاء کر دے، اور حکومت کے محکمہ کو خبر کر کے لوگوں کو ضرر عظیم سے بچائے۔

یہاں پر اگر حکومت کا محکمہ اس کو کوئی سزا وغیرہ دیتا ہے اور اسے جیل میں ڈالتا ہے، تو یہ ضرر خاص ہوگا، اور لوگوں کو جو اس سے نجات ملے گی وہ ضرر عام میں شمار کیا جائے گا۔

#### ۹۔ حدود کے باب میں گواہی دینا

یہاں غیر مجرم جس کو سزا ملنی چاہئے، اس کو سزا مل رہی ہے اور جو اصل مجرم اور گنہگار ہے وہ بچ رہا ہے لہذا ڈاکٹر پر واجب ہے کہ حقیقت حال کا اظہار کر دے۔



(۱۰) یہ سوال محور دوم کے سوال (۲) کے قبیل سے ہے اور اس کا مفصل جواب گزر چکا۔ یہاں بھی ضرر عام کو دفع کرنے کے لئے ضرر خاص کو برداشت کیا جائے گا اور ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ اس مریض کے راز کو ظاہر کر دے تاکہ لوگ اس ضرر سے اور اس مرض سے محفوظ رہیں۔

\*\*\*\*\*

مولوی نظام الدین قاسمی  
(درا العلوم سہیل اسلام حیدر آباد)

### افشاء راز

غیبت حرام اور گناہ کبیرہ ہے، قرآن میں بہ صراحت اس سے منع کیا گیا ہے اور اسے اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے کے مترادف قرار دیا ہے اور حدیث میں نہ صرف غیبت کرنے بلکہ سننے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ (دلیل ۴۱/۲) لیکن اس کے ساتھ ہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہمیں بعض واقعات ایسے ملتے ہیں جن سے بہ ظاہر معلوم ہوتا کہ آپ نے خود غیبت کی ہے مثلاً (۱) ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک انصاری عورت سے شادی کرنا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا ایک نظر اس لڑکی کو دیکھ لو کیوں کہ انصاری لڑکیوں میں کچھ عیب ہے۔ (مشکوٰۃ ۲/۲۸۸)

(۲) فاطمہ بنت قیس فرماتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا کہ ”معاویہ“ اور ”ابو جہم“ نے مجھے نکاح کا پیغام دیا ہے آپ کی کیا رائے ہے؟ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ ابو جہم تو اپنی بیوی کو بست مارا کرتے ہیں، رہے معاویہ تو وہ بالکل دست نگر اور قلاش ہیں۔ (۱۶۱ سابق)

ان دونوں طرح کے نصوص کو سامنے رکھ کر رمز آشنا شریعت فقہاء و محدثین نے اصول بنایا کہ صحیح مقصد کے لئے غیبت مباح ہے

مثلاً:

☆ ظالم کے ظلم کا تذکرہ کرنا تاکہ انصاف مل سکے۔

☆ منکرات اور برائیوں کو روکنے کے غرض سے کسی سے اس کی شکایت کرنا۔

☆ مشورہ کے وقت اصل حقیقت کو ظاہر کر دینا جیسا کہ مذکورہ دونوں حدیثوں میں ہے۔

☆ کسی مسلمان کو دھوکہ دہی سے بچانا مقصود ہو، جیسے خریدار بیچنے والے کو کھوٹا سکہ دے رہا ہے اور وہ اس سے ناواقف ہے، کوئی تیسرا اس سے باخبر ہے تو وہ بیچنے والے کو اس سے آگاہ کر سکتا ہے علامہ شافعی لکھتے ہیں: *مدالواری المشتري يعطى البائع درهم منسوخة فيقول احتوز منه*۔ (مدالواری ۱/۲۳)

معلوم ہوا کہ ہر موقع پر غیبت ناجائز نہیں بلکہ بعض مواقع پر کسی بڑے مقصد کے حصول کے لئے اس کی اجازت ہے، افشاء راز بھی ایک طرح سے غیبت ہی ہے، کیوں کہ غیبت کی تعریف یہ کی جاتی ہے ان ذمہ خواص بسابک (اپنے بھائی کے ان چیزوں کا تذکرہ کرنا جسے وہ ناپسند سمجھتا ہے) اور یقینی طور سے کوئی اسے پسند نہیں کرتا کہ اس کے راز کا افشاء کیا جائے۔

مذکورہ تفصیلات سے معلوم ہوا کہ کسی بڑے مقصد کے حصول کے لئے افشاء سر کی اجازت دی جاسکتی ہے اس لئے اگر کسی

عورت یا مرد میں ایسا کوئی عیب ہے کہ دوسرا فریق باخبر ہونے کی صورت میں اس عقد پر راضی نہیں ہو سکتا تو ڈاکٹر یا ہر وہ شخص جو اس عیب پر مطلع ہے۔ کی ذمہ داری ہے کہ وہ صاحب معاملہ کو اس سے آگاہ کر دے خصوصی طور سے یہ ذمہ داری اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب کہ صاحب معاملہ اس سے مشورہ کرے یا اس کے متعلق چھان بین۔ پوچھ گچھ کرے۔ ایسے ہی اگر کوئی غلط جاسوسی کرتا ہے یا جرائم پیشہ ہے اور کسی کو اس کی اطلاع ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کے بارے میں لوگوں کو یا حکومت کے متعلقہ محکمہ کو باخبر کر دے تاکہ اس کے ضرر سے محفوظ رہا جاسکے۔ نیز متعدی امراض کے حامل لوگوں کی بھی رازداری نہیں کرنی چاہئے بلکہ گھر والوں اور اس کے متعلقین کو آگاہ کر دینا چاہئے تاکہ یہ مرض دوسروں کو لاحق نہ ہو۔

### اگر ڈرائیور کی بینائی متاثر ہو یا وہ شرابی ہو

(۵.۳) اصول یہ ہے کہ عوام کے ضرر کے مقابلہ میں خواص کے ضرر کو گوارا کر لیا جاتا ہے بنحمل الضرر الخاص لدفع ضرر العام۔ (الاشیاء ۸۰) فقہاء یہاں تک لکھتے ہیں کہ اگر کفار کچھ مسلمانوں کو ڈھال بنالیں اور خدشہ ہو کہ اس طور وہ مسلمانوں پر فتح پالیں گے تو ان مسلمان قیدیوں کو تیروں سے ہلاک کرنا جائز ہوگا۔ کیوں کہ ان کے بچانے میں اس سے عظیم خطرہ کا اندیشہ ہے کہ ان کے توسط سے وہ تمام مسلمانوں پر فتح پالیں اور ان کو قیدی بنالیں یا قتل کر دیں۔

اس اصول اور مسئلہ کی روشنی میں ہمارے لئے یہ فیصلہ کرنا آسان ہے کہ اگر ڈرائیور کی بینائی کمزور ہے یا وہ نشہ آور اشیاء کا عادی ہے تو ڈاکٹر کی ذمہ داری بلکہ فریضہ ہے کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس کی اطلاع کر دے گو اس کی ملازمت خطرہ میں پڑ جائے اور وہ معاشی پریشانیوں میں مبتلا ہو جائے۔ کیوں کہ اس کی خاموشی اور رازداری اس سے بڑے خطرہ کا پیش خیر بن سکتی ہے۔

(۶) - فحشاء - مثلاً زنا و چوری وغیرہ کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظریہ ہے کہ ممکن حد تک اس کی اشاعت نہ ہو اگر کوئی مومن شامت اعمال سے اس میں مبتلا ہو جائے تو جلتے والے کے لئے بہتر ہے کہ اسے ہچپالے اپنے تک محدود رکھے، عدالت تک اسے نہ لے جائے۔

اس طرح کی روایتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان معاملات میں شریعت کا نقطہ نظر اخفاء، پوشیدگی اور رازداری کا ہے تاکہ مبتلا شخص معاشرہ میں بدنام نہ ہو، اس کی حیثیت عریٰ برقرار رہے، اس طرح ممکن ہے کہ اللہ اسے توبہ کی توفیق دے دیں اور دوبارہ ایسی ہجرات نہ کر سکے۔ اس لئے اگر کوئی عورت اپنے ناجائز بچے کو کسی شاہراہ وغیرہ پر زندہ چھوڑ دے تاکہ سماج میں بدنامی سے بچ سکے اور کوئی شخص اس سے واقف ہے تو اس کے لئے بہتر ہے کہ اخفاء سے کام لے، تاہم اگر مصلحت اس میں ہو کہ متعلقہ محکمہ کو اس سے باخبر کر دیا جائے تاکہ اس طرح کے حادثات کی روک تھام ہو سکے تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔

### (۷) علان میں حرام اشیاء کا استعمال

ضرورت و حاجت کی بناء پر شریعت نے ازراہ علان حرام چیزوں کے استعمال کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بفرض علان عریٰ کے لوگوں کو اونٹ کا پیشاب پینے کا حکم دیا۔ (بہقی ۸۸/۲) ابو جحظہ کو سولے کی تاک بنانے کی اجازت دی، ایسے ہی حضرت زبیر و عبدالرحمن کو کھجلی کی وجہ سے ریشم کا کپڑا پہننے کو جائز قرار دیا۔ (بہقی ۸۸/۲) حالانکہ یہ دونوں مردوں کے لئے حرام ہیں۔ اس طرح کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ علان کے معاملہ میں اسلام نے یک گونہ وسعت اور سہولت سے کام لیا ہے اور ایسی ہی روایتوں کو سامنے رکھ کر فقہاء نے بہ غرض علان مختلف مواقع پر حرام اشیاء کی اجازت دی ہے۔ (دیکھئے ہدیہ ۲۰۰/۱۰)

نہیں اور پیشاب کی ناپاکی مسلم ہے، مردار کی حرمت پر اتفاق ہے، لیکن اس کے باوجود دوسری دواؤں کی عدم موجودگی میں ان کے استعمال کی اجازت ہے۔ (ہندیہ ۵/۲۵۵)

معلوم ہوا کہ اگر عوام چیزوں کے استعمال کے بغیر علاج ممکن نہیں تو بہ طور دوا، عوام چیزوں کے استعمال کی اجازت ہے، اس لئے اگر کوئی شخص شراب کا عادی ہے اور اس کے بغیر علاج ممکن نہیں کہ وقفہ وقفہ سے وہی شراب یا نشہ آور چیز کا استعمال کرایا جائے جس کا وہ عادی ہے اور مریض کے علم میں لائے بغیر کوئی ایسی دوا شامل کر دی جائے کہ اس کی وجہ سے وہ متلی یا قے وغیرہ کی شکایت میں گرفتار ہو جائے اور اس طرح شراب کی لت چھوڑ دے تو ایسا کرنا جائز ہے۔

(۹) شہادت ایک امانت ہے، جس طرح امانت کی واپسی ضروری ہے، اس میں خیانت بدترین جرم ہے، اسی طرح گواہی و شہادہ لازم ہے اور اس کو چھپانا معصیت ہے، رب کائنات کا ارشاد ہے وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبًا۔ (سورہ بقرہ ۲۸۳)

میں وجہ ہے کہ فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی معاملہ کا گواہ ہو لیکن صاحب معاملہ اس سے واقف نہ ہو، مقدمہ عدالت میں پیش ہو، خطرہ ہے کہ گواہ نہ ہونے کی بناء پر مقدمہ خارج کر دیا جائے گا اور صاحب معاملہ کا حق مارا جائے گا تو اس گواہ کے لئے بلا طلب حاضر ہو کر گواہی و شہادہ ضروری ہے۔ (الدر المختار ۲/۳۹۹)

لہذا اگر کسی مریض نے کسی جرم کا ارتکاب کیا اور ڈاکٹر کے پاس اپنے اس جرم کا اقرار کیا، اور اسی جرم کی بناء پر دوسرا بری شخص مانوڑ ہے، اور مقدمہ زیر عدالت ہے، پورا اندیشہ ہے کہ دوسرا شخص جو دراصل بری ہے مجرم قرار دے دیا جائے تو ایسی صورت میں ڈاکٹر یا اور کوئی جو اس جرم سے واقف ہے، کی ذمہ داری ہے کہ وہ اصل مجرم کے بارے میں عدالت میں آکر گواہی دے تاکہ بے گناہ شخص رہا ہو سکے۔



## طبی اخلاقیات

مولوی محمد مجتبیٰ مظاہری، بکرات  
(ادارت شریعہ پبلواری شریف، پٹنہ)

### محمود اول

### طبیب جاہل کا معالجہ

اس مسئلہ کے حل کے لئے اولاً طبیب ماذق و جاہل کا مضمون متعین کرنا ہوگا اس سلسلہ میں کتب فقہاء کی تصریح مختلف ملتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کا مدار عرف پر ہے لیکن اس کے باوجود اس کا ایک جامع مضمون بعض حضرات نے نقل کیا ہے جو ہر دور میں منطبق ہو سکتا ہے مثلاً علامہ محمد بن محمد فرشی المستوفی ۳۹۰ھ نے اپنی کتب معالم القریہ میں بیان فرمایا ہے کہ طبیب وہ شخص ہوتا ہے جو بدن کی ساعت اور اعضا، مختلفہ کی مزاج کے ساتھ طاری ہونے والے امراض کے مزاج کی واقفیت رکھتا ہو اور اس کے اسباب، علامات نیز اس کے ادویہ جس سے مرض کو دور کیا جاسکے سے واقف ہو اور امراض کے مطابق ادویہ کے انتخاب کی مہارت ہو اور انکھنے سائنس (طبیہ ۱۰۰)

اس سے معلوم ہوا کہ طبابت میں مہارت کے لئے امراض اور ابدان کے مختلف مزاج اور اس کے مختلف رد عمل کی واقفیت کافی ہے باقاعدہ سند یافتہ ہونا ضروری نہیں بلکہ تجربہ بھی کافی ہے۔ (انکھنے ماشیہ تلویبی و میرہ ۱۸۱/۳)

دہی یہ بات کہ سرکاری سند کے غیر ضروری قرار دینے کی صورت میں طبیب ماذق ہونے کے لئے معیار کیا ہوگا اس کے لئے علامہ ابو الضیاء نور الدین شہر اہلمسی نے اپنے حاشیہ پر نہایت المحتجج الی شرح السنن میں تصریح فرمائی ہے کہ دو ماہر طبیب کا اس کی معرفت کے متعلق گواہی دینا کافی ہے، جس کی تصریح کمرث شفاء کے ذریعہ کی جاسکتی ہے۔ فرماتے ہیں: "و یعلم ہونہ عارفاً بالطلب للہادۃ عدلین عا لیس ناظر" (۱۰۰) و بسببی الاستناد للستادۃ بالمعرفۃ بذلك لکن لکن حصول الشفاء للمعالجہ (۳۲/۸) اس کے علاوہ ابن قیم نے بھی ماہر طبیب کی شناخت کے لئے زاد المعاد کے ۱۳۳/۲ پر میں امور ذکر کئے ہیں جس میں بیسواں امر قابل دید و ملاحظہ ہے۔ فرماتے ہیں: "علاۃ امر العیسیٰ ان یجعل علاۃ ۱۰ امر اعلیٰ منہ او کان"۔ آگے ان چھ امور کی تصریح فرمائی ایک موجودہ صحت کی حفاظت، (۲) صحت مافات کی تلافی، (۳) حتی الامکان مرض کو بالکل ختم کرنا، (۴) یا کم از کم کمی پیدا کرنا، (۵) بڑے مرض کو ختم کرنے کے لئے چھوٹے مشدہ کو برداشت کرنا، (۶) مصلحت عظیمہ کے لئے معمولی فائدہ کو نظر انداز کرنا۔

اس کے بعد حکم ملاحظہ ہو، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسے جاہل طبیب پر پابندی اور ضمان کے سلسلہ میں قہر و عقل و قہس سبھی تصریحات ناظر ہیں۔

نقل

حدیث میں ہے "عن عمرو بن شعب عن ابيه عن جده ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من تعطب ولا يعلم منه طب فهو ضائع" (البدایۃ ۱۰۶۳۰/۲ ابن ماجہ ۲۵۹/۲ مستدرک ۱۳۹/۳)

## ڈاکٹر کی کوتاہی

اگر عاذق طبیب اصول کی رعایت کرنے کے بعد کوتاہی واقع ہو جائے تو اس پر ضمان نہیں۔ بیشتر عبارات فقہاء اس بات پر وال ہیں۔ (دیکھئے فتاویٰ ہندیہ ۱۰/۱۰۰)۔ مکتد میں قبیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ بچی اگر چھت سے گر جائے اور سر پر سخت چوٹ آئے اور اکثر ڈاکٹروں نے آپریشن کو اس کے حق میں نقصان دہ ہونا بیان کیا، لیکن ان تمام کے خلاف کسی ایک طبیب نے یہ رائے ظاہر کی کہ اگر سرج آپریشن نہ ہوا تو جان کا خطرہ ہے چنانچہ اس کے بعد اس کا آپریشن کرنے کی وجہ سے بچی کا انتقال ہو گیا تو وہ ضمان نہ ہوگا۔ معلوم ہوا کہ اصول کی رعایت پوری طور پر کرنے کے باوجود واقع ہونے والی غلطی موجب ضمان نہیں۔ البتہ اگر اصول کی رعایت نہ ملتی اور کوتاہی ہوتی تو ضمان ضرور عائد ہوگا۔ چنانچہ حسب ذیل عبارات فقہاء میں اس کی نشاندہی کی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔

ڈاکٹر نے مریض کے علاج کے لئے وہ طریقہ اپنایا جو قن طلب کے ماہرین کے اصول کے اعتبار سے مریض کے لئے مفید ہے لیکن اس کے باوجود غلطی ہو گئی تو ضمان نہیں ہے البتہ اصول کی رعایت نہ کرنے میں اس پر ضمان ضرور عائد ہوگا۔ (۱۰۰/۱۰۰۸)

نیز ابن قدامر ضلی لکھتے ہیں عاذق طبیب نے معتاد آل یا مناسب وقت یا معروف حدود تک جراحی و آپریشن وغیرہ میں رعایت نہیں کی جو اصول طلب کے اعتبار سے استثنائی ضروری اور لازمی ہے اور نتیجہ حد تجاوزی ہوگی تو ان ساری صورتوں میں اس ڈاکٹر کو تاوان اور ضمان دینا پڑے گا۔ (المنی ۱۰/۱۰۰)

اس سلسلہ میں صاحب البحر الرائق کا بیان کردہ دو شرطوں کا نفل کرونا کافی ہے فرماتے ہیں۔ ضمان کے واجب نہ ہونے کے لئے اجازت کی شرط کے علاوہ معتاد طریقہ سے علاج و معالجہ کرنا ضروری ہے۔ (دیکھئے ۱۰۰/۱۰۰)

## بلا اجازت آپریشن شدت و ضرورت کے وقت

نکاح اور اموال کی طرح جسمانی تصرف کے باب میں شریعت نے ولایت کو غیر معمولی اہمیت دی ہے۔ لہذا جراحات و معالجات میں بھی خود مریض کی (جب کہ وہ بالغ ہو) یا اس کے ولی کی اجازت ضروری ہے، فتاویٰ ہندیہ کے ۳۳/۶ پر ہے "الحجام او الفصاد او الختان اذا سجم او قصداً بزرع او ختنی باذن صاحبه فیسری الی النفس و مات لم یضمن۔ یعنی ان سارے حضرات کے عمل جراحات کی وجہ سے مریض کی موت ہو گئی تو ان پر ضمان نہ ہوگا کیوں کہ اجازت موجود ہے۔ اس کے علاوہ ابن نجیم کا بیان کردہ منابط (جو دو شرطوں پر مشتمل ہے) ابھی گزرا۔ جس میں ۲ میں اذن کو مشروط قرار دیا، البتہ یاد رہے کہ اجازت کے لئے اگر وہ بالغ ہے تو اس کی اجازت کافی ہے ورنہ ولی کی اجازت ضروری ہے۔ (دیکھئے فتاویٰ ۳۱۱/۲)

## مناسب تجویز

ہاں اگر مریض بچہ ہے یا بے ہوش ہو چکا ہے (جیسا کہ تیسرے سوال میں ہے) نیز اس کی نظر میں آپریشن استثنائی ضروری ہے تو اس صورت میں حکومت وقت سے یا امام المسلمین سے اجازت طلب کر کے آپریشن کر سکتا ہے۔

اس سلسلہ میں دیگر مذاہب کے فقہاء کی کچھ تصریحات ملتی ہیں مثلاً امام مالکؒ سے "البیان والتفصیل لابن رشد" میں مستول ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ آپریشن وغیرہ کے معاملات میں اطباء کی بے جا جرات کے روک تھام کے لئے امام مالکؒ نے یہ تجویز بیان فرمائی کہ ایسے معاملات بھی حاکم وقت کے حوالہ ہونا چاہئے اور اس سلسلہ میں انھوں نے اطباء کی سنی ہوئی زیادتیوں کا بھی حوالہ دیا ہے۔ مذکورہ

علامہ خطابی نے اس حدیث کی تشریح میں کہا کہ طبیب جاہل کی ضمانت کا حکم اجماعی ہے۔ (دیکھئے مرقات ۲/۲۴۱) البتہ یہ یاد رہے کہ یہ ویت عاقلہ کے ذمہ ہوگی۔ (مرقات ۲/۲۴۱)

لیکن یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ مریض نے علاج کی اجازت دی ہو اور اس کو اس کے عدم اہلیت کا علم نہ ہو ورنہ اگر عدم اہلیت کا علم ہونے کے باوجود اس سے علاج کرایا تو طبیب بالاتفاق ضامن نہ ہوگا۔ جیسا کہ زاد السعد میں ابن قیم نے صراحت فرمائی ہے (دیکھئے زاد السعد ۲/۱۳۰) اور اگر مریض نے بالکل اجازت ہی نہ دی ہو تو وہ موجب قصاص ہوگا، جیسا کہ مرقات کی عبارت ولا قوۃ لانه لا یستبدد دون اذن العربی (ص ۲۴۱ ج ۲) کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے۔

### عقلا

شریعت نے ہر مقام پر اہلیت کی شرط کو ملحوظ رکھا ہے جو ممکن بیان نہیں، لہذا معالجہ کو شرط اہلیت سے مشروط کرنے میں کوئی دو رائے نہ ہونی چاہئے بلکہ خود حضرت امام ابوحنیفہؒ سے مجبور علیہ کی تفسیر میں جن تین حضرات کا ذکر ملتا ہے ان میں سے ایک طبیب جاہل کو بھی شمار کیا ہے۔ (البدل ۱/۱۹۹، الشیخ ۱۳۳)

یہ اور بات ہے کہ یہاں جرح شرعی۔ تصرفات کا عدم نفاذ والا مضمون مراد نہیں ہے لیکن اس کا جرح شرعی (ازراہ خیر خواہی حکومتی طور سے پابندی عائد کرنا) ہونے بھی انکار نہیں۔

### فقہاء کی تصریحات

فتاویٰ ہندوستان میں ہے کہ باصلاحیت طبیب نے آشوب چشم کے علاج کے لئے مخصوص سرمد استعمال کیا جس سے جینیائی نازل ہوگئی تو طبیب ضامن نہیں ہوگا جب کہ اس میں اہلیت موجود ہو حتیٰ کہ طبیب کی اہلیت میں اختلاف ہو اور اگر شریعت یا مساوی طور پر اس کو لوگ اہل سمجھتے ہوں اور کچھ اختلاف ہو تو ضامن نہیں ہوگا، اور اگر سرے سے طبیب ہی نہ ہو تو ضمان عائد کیا جائے گا۔

(الذیہ ۸۹/۶۶ دیکھئے خلاصۃ الفتاویٰ ۱۳۰/۲)

ابن قیم نے بھی زاد السعد میں یہی بات کہی ہے (دیکھئے ۱۳۰/۲) نیز صاحب نوآرک دوائی بھی یہی رائے ہے۔ (دیکھئے نوآرک دوائی ۱۳۹/۲) البتہ یہ یاد رہے کہ جاہل طبیب کے ضمان کی نوعیت اور کیفیت میں اختلاف ضرور رہا ہے کہ آیا اس کی علاج کے سلسلہ میں اثرات ضروری ہے یا زبانی یا تحریری طور پر نسخہ کے تجویز کرنے پر نقصان کی صورت میں ضامن ہوگا، روایت کے الفاظ سے تو یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ زبانی یا تحریری طور پر نسخہ کی تجویز پر بھی ضمان عائد ہونا چاہئے کیوں کہ ابوداؤد کی دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں "ابا طبیب تعطب علی قوم لا یعرف لہ تعطب قبل ذلک فاعتق فہو ضامن" اس میں لفظ عنت میں وصف بالکتاب وصف باللسان دونوں شرط ہے۔ اسی لئے علامہ ابن قیم نے ومذاک ان وصف لہ دواء یستعملہ ارا سے اسی معنی کی تائید فرمائی ہے جب کہ ابوداؤد میں حضرت عمر بن عبدالعزیز سے "عت کی تفسیر میں یہ نقل کیا گیا ہے "اعانہ (الوصف باللسان والکتاب) لیس بالعت انما هو قطع العروق والکلی" (۱۳۰/۲) وبتلہ فی مصنف ابی ابی شیبہ (۱۳۰/۲) جس سے معالجہ کے ضمان میں مباشرت کا شرط ہونا ثابت ہوتا ہے۔ صاحب بدل کا بھی یہی رجحان ہے۔



اجازت سے معلوم ہوا کہ طبی اہم و ضروری امور کو حاکم وقت کے حوالہ کیا جاسکتا ہے۔ (دیکھئے حوالہ جواہر الخیر ۲/۲۰۱)

نیز ایسے ہنگامی حالات میں اگر مذکورہ بیان کردہ تجویز کے بغیر بھی ڈاکٹر نے اذراہ خیر خواہی اقدام کر لیا تو نقصان پر ذمہ دار نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ اگرچہ سراحۃ اولیاء کی طرف سے اجازت نہیں لیکن اس کے ماتحتی میں علاج و معالجہ کرانا اذن کی دلیل ہے۔ لیکن مصالحہ کے پیش نظر حکومت وقت سے اجازت لے لینا زیادہ مناسب ہوگا، اس کے ذریعہ سے دونوں سوالوں کا جواب واضح ہو گیا۔ کہ ضرورت کی بنیاد پر پیش قدمی جائز ہے ورنہ نہیں۔

### محمور دوم

اس میں مندرجہ مسائل کے حل کے لئے دو تمسیدی باتوں کا گنجنا ضروری ہے۔

(۱) مرض میں تعدی ہے یا نہیں

(۲) ایڈز کی حقیقت

### تعدیہ کی بحث

اس سلسلہ میں علماء کی مختلف رائے ہیں، بعض حضرات تو سرے سے تعدی کے قائل ہی نہیں، مثلاً امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ انھوں نے بہت زور و شور سے قائلین تعدی کے دلائل مشورہ کو نقل کرنے کے بعد اس پر نقد کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے تعدیہ پر استدلال صحیح نہیں، مثلاً حضرت عبدالرحمان بن عوف کی روایت کا جواب دیتے ہوئے فرمایا، جس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح تعدیہ کے احتمال کے بنیاد پر دوسرے حضرات کو طاعون زدہ شہر میں آنے سے روکا جا رہا ہے تو اسی شہر کے وہ حضرات جو طبی تحقیق کے اعتبار سے طاعون کے اثر سے بالکل محفوظ ہیں ان کو بھی اس وبائی شہر سے منتقل ہونے کا حکم بدرجہ اولیٰ ہونا چاہئے، وغیرہ ذالک۔ (طحاوی ۲/۲۰۱)

لیکن اس سلسلہ میں یہ بیان کر دینا زیادہ مناسب ہے کہ روایات چلیں کہ ہر دو طرح کی ملتی ہے جہاں "لا نورہ و العرض علی المصح" (بخاری ۲/۵۵۹ و مسلم ۲/۱۲۰) اور "فر من المجزوم فالفراد من الاسد" (بخاری ۲/۵۵۰) کی روایات ہیں وہیں "لا عدوی ولا طیور" (بخاری ۲/۵۵۲ و مسلم ۲/۲۳۱ و ترمذی ۲/۲۰۱) جیسی روایات بھی ہیں جس کی تطبیق کے لئے جو جوابات فتح الباری ۱۰/۱۹۸ اور نووی ۲/۲۳۰ میں دیئے گئے ہیں ان میں سب سے بہتر اور اصح تطبیق یہ ہے کہ نفی کا تعلق اعتقادِ تائید سے ہے یعنی یہ سمجھنا کہ بیماری دینے میں نمو باطن اللہ کو اختیار نہیں بلکہ وہ بذات خود مؤثر ہوتے ہیں تو لاء ہی سے اس کی نفی فرمائی برخلاف اثبات پر مشتمل روایات سببیت سے متعلق ہیں یہی سب سے بہتر توجیہ ہے جس پر شاہر شراح حدیث کا تصدیقی دستخط ہے۔ (دیکھئے شرح نووی ص ۲۲۰)

### ایڈز کی حقیقت

یہ ان سلک و تباہ کن امراض میں سے ہے جو مغرب کی خباثت آمیز تہذیب و کفر کا نتیجہ ہے جس کی ابتداء آج سے تقریباً سولہ سترہ سال پہلے ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ تحقیقات کے مطابق مقام بلجیکا میں سب سے پہلے اس مرض نے جنم لیا، ابتداء میں اس کی حقیقت سے ناواقفیت کی بنیاد پر کوئی مستقل نام نہ تھا بعد میں ختم و توضیح کے ذریعہ ۱۹۸۱ء میں ایڈز کے نام سے اسے پہچانا گیا، یہ ایک ایسا پرخطر مرض ہے کہ جس میں طبی و مشاہدتی اعتبار سے صاحب مرض کا بچپنا شاذ و نادر ہوتا ہے، نیز اسے محققین اطباء نے متعدی امراض میں داخل کیا ہے، اسی بنیاد پر بہت ہی قلیل مدت میں ایسے صاحب مرض کی تعداد میں روزمرہ تیزی سے اضافہ ہونے لگا، چنانچہ ولایات متحدہ میں ۱۹۸۲ء کے ۸۸۳ اس

عمر مئی کے شکار کی بڑھتی ہوئی تعداد تین سال کے بعد ۱۹۸۵ء میں ۱۷۰۵۰ ہو گئی۔ اس کے علاوہ اس مرض کے امراض سے متاثرہ مرنے والے لاکھوں بیان کی جاتی ہے۔ اس مرض کے درد و کرب بے چینی و تکلیف کا اندازہ خود صاحب مرض کی زبانی سنئے۔

ایسا مریض قطعاً اپنے تکلیف میں مبتلا ہو کر پریشان نہیں ہوتا بلکہ معاشرہ میں بھی اس کو اندیشہ رہتا ہے کہ اس کے خلاف لوگ بے مروتی کا ثبوت دیں گے حتیٰ کہ اس کی تجسیر و تکفین کا انتظام بھی نہ ہو پائے گا۔ (العیاذ باللہ) (دیکھئے الامراض الجسدية) حقیقت ایسے امراض کا جنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا مصداق ہے جو آپ نے اخیر زمانہ کے ان جیسے ہی امراض کے متعلق فرمائی تھی "لم تظہر الا حنة

فی قوم قط حتی یعلموا بها الاغشایہم الطاعون والواجع التی لم تکن معنت فی اسلافہم الذین منہم۔" (ابن ماجہ ۱۶/۲۰۰ من ابن مر)

اس کے بعد اس کے اسباب کو ملاحظہ فرمائیں۔ ماہرین اطباء نے اس کے چار اسباب بیان کئے ہیں۔

(۱) جنسی اتصال و اختلاط (۲) ایسے مرض سے آلودہ خون یا اس کے اثرات اس دوسرے تک منتقل ہونا (۳) ایسے مریضوں کے لئے استعمال شدہ انجکشن کو دوسرے کے لئے استعمال کرنا (۴) اس مرض میں مبتلاں کے رحم میں بچے کا متاثر ہونا۔ حقیقتاً درود اسباب کا حاصل یہ ہے کہ کسی نہ کسی صورت میں ایڈز کے مادہ دھوی سے بے احتیاطی اس مرض کے تعدی کا سبب ہے۔ اطباء نے جن سات امراض کو متعدی شمار کیا ہے ان کے ساتھ اس کو بہت قریبی مشابہت ہے۔ ملا علی قاری نے "وذاک علی ما یذهب الیہ المتطببة فی علل سبع کے تحت ان سات امراض کو بیان فرمایا (۱) جذام (کوزہ) (۲) برص (خارش) (۳) جدری (چھچک) (۴) حصیہ (بخار کی ایک مخصوص قسم جس میں کانسی و زکام کا بھی اثر رہتا ہے) (۵) بخر (گندہ دہنی) (۶) اند (آشوب چشم) (۷) برص قسم کے عام وبائی امراض۔ (مرقاۃ ۱/۲۰۹)

اس تمسیدی گفتگو کی روشنی میں محدود دوم میں دریافت کردہ مسائل کا حل حسب ذیل ہے۔

ایسے مسلک مرض میں گرفتار شخص کے لئے واجب و ضروری ہے کہ اپنے گھر والے اور متعلقین کو اس مرض کی اطلاع کرے بلکہ ڈاکٹر کی بھی شرعی ذمہ داری ہے کہ اس مرض کو بیان کر دے تاکہ احتیاطی تدابیر اختیار کرنے میں کوئی کوتاہی نہ ہو۔ اگرچہ اس صورت افشاء میں مریض کو نقصان ہو گا لیکن شریعت کا یہ بھی مسلک ضابطہ ہے کہ ینحصل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام۔ (الشباہ ۳۲)

نیز "اذا اتعازض المسلمون روحی اعظمها ضرراً یبارکناک اخطاها" (الشباہ ۳۵) ثابت ہے اور ظاہری بات ہے کہ عدم افشاء میں پوری جمعیت و سملج کا نقصان ہے اور افشاء میں شخصی و انفرادی ضرر ہے اس لئے اھون ضرر کو برداشت کیا جائے گا بلکہ اھون ضرر کا وقع ہونا) سملج میں خاصہ اقارب میں اچھوت ہو جانا) غنی ہے یقینی نہیں ہے جیسا کہ سملج کو نقصان پہنچنا یقینی نہیں ہے گویا دونوں ضرر غنی ہے البتہ ایک شخصی ہے اور دوسرا اجتماعی لہذا اھون ضرر کو برداشت کرتے ہوئے نظر انداز کیا جائے گا۔ اور فقہ میں اس سلسلہ کی بے شمار جزئیات ملتی ہیں بخوف طوالت اس کے ذکر سے گریز کیا جا رہا ہے۔ البتہ وجوب افشاء کی صورت میں جہاں تک نسبت کا تعلق ہے اس کا تفصیلی جواب محدود سوم میں ص ۱۹ پر آ رہا ہے۔

### مسلک امراض میں اہل خانہ اور سملج کی شرعی ذمہ داری

اگرچہ تفصیل سابق سے مرض میں تعدی کو سبب کے درجہ میں ثابت کرتے ہوئے وجوب افشاء کا حکم دیا گیا اور احتیاطی تدابیر کو برقرار رکھنا لازم قرار دیا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان مریضوں کی تیمارداری بھی شرعاً فرض کفایہ کے درجہ میں ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے: "عن ابی

موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اطعموا الجائع وعودوا المریض وقلوا العافی" (بخاری ۲/۲۲۲ ابوداؤد ۲/۲۳۱)

مسند ابی یعلیٰ ۱/۲۰۹ اس حدیث میں عیادت کو واجب قرار دیا ہے۔ اسی لئے امام بخاری نے "باب وجوب العیادة" میں اس کا اندراج کیا ہے۔



بالتیہ رتبہ کفائی کے درجہ میں ہے اسی لئے ملا علی قاریؒ نے اس حدیث کے اوامر کے سلسلے میں شرح فرمائی ہے "وہذہ الامور اللو جوب علی الکفایۃ فاذا امتثل بعض سطح علی الباقی"۔ (مرقاۃ ۱/۲۸۶) ہاں جن کے حق میں الاقرب فالاقرب کی ترتیب کے مطابق تیمارداری ضروری ہوں گی وہ وجوب مہینی کے درجہ میں ہوگی۔ یا اگر کوئی نہ ہو اور تیمارداری کے لئے کوئی شخص متعین ہو جاتا ہو اس کے لئے بھی وجوب مہینی کا حکم ہوگا۔ چنانچہ ذخیرہ کے صلو ۳۱۰ جلد ۱۲ پر صورت اولیٰ کے سلسلہ میں تحریر ہے "التعویض فرض کفایۃ صونا للبریعین من الضیاع فاولی الناس الغریب ثم العاصب ثم الجار ثم سائر الناس" اور دوسری صورت کے معلق شرح الصغیر کے ص ۶۳ جلد ۳ پر ہے "وہل المذنب اذا کان عندہ من یقوم بہ لانہا فرض کفایۃ حیث تعدد من یقوم بہ والاعمین"۔ تیمارداری کی اس شرعی ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لئے عمل پیرا ہونا انتہائی ضروری ہے قطع نظر اس سے کہ مرض مسلک و متعدی ہو یا نہ ہو، مسلک و متعدی کا غدر لنگ پیش کرنا شرعاً درست نہیں، کیوں کہ ہم نے تعدی کو سبب کے درجہ میں تسلیم کیا ہے، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بعض شدید و متعدی امراض میں تیمارداری فرمائی ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آشوب چشم کی بیماری میں عیادت ثابت ہے، (حالانکہ یہ آشوب چشم بیان سابق کے مطابق سات امراض متعدیہ میں سے ہے)۔ (دیکھئے فضل اللہ احمد فی شرح اللہ العزیز ۱/۲۹۹ و بیہقی ابی داؤد ۱/۲۳۶ فتح مبدی ۲/۳۸۰) ہر حال ہر قسم کے مرض میں مذکورہ شرعی ذمہ داری سمجھنا ضروری ہے۔ یہ جو مشہور ہے "قلۃ لیس لہم العبادۃ، العین والدمل والعصر"۔ (رواہ البیہقی) یہ منکلم فیہ روایت ہے جس کی تصریح فضل اللہ احمد میں موجود ہے، اسی بنیاد پر خاص ایسے ہی (ایضہ وغیرہ) امراض کے متعلق "المعبار المغرب" میں جامع فتاویٰ علمائے افریقہ احمد بن یحییٰ نے تیمارداری کے حکم و وجوب کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے "اللہام بحقوق المسلمین من التعویض والفعل والدقن فرض لا یجوز اہمالہ وكذلك عیادۃ المرضى فعارض الشریع وحسن علیہ فلاشیء ترک ذلک۔ الی۔ وکف بترک الفرض افترض الشارع اوشیء رغبت فیہ وحسن علیہ؟ لہذا ذکر من العدوی وحوالہ الموعوم عن الامور القبیہ"۔ لہذا مذکورہ تفصیل کے مطابق ان مہیضوں کی تیمارداری حسب تقاضہ شارع ضروری ہے۔

### تیمارداری کا طریقہ

بالتیہ تیمارداری کا طریقہ ایسا اختیار کرے جس میں احتیاط کا پہلو بھی فوت نہ ہوئے پائے، اس کی صورت یہ ہے کہ اس کے لئے مستقلاً آبادی ہی میں علیحدہ رہنے کا نظم و نسق کیا جائے اور اختلاط کثیر سے پرہیز کرایا جائے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے بھی اپنے دور حکومت میں ایک مجذوم کو موسم حج میں لوگوں کے مجمع کثیر میں دیکھا تو اس کو اختلاط سے روکتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی بندی، گھر کیوں نہیں بیٹھی رہتی، خلیق خدا کو اذیت نہ پہنچاؤ۔ (دیکھئے سوطی ج ۲ ص ۲۷۲)

اسی اثر عمر بن الخطابؓ کی بنیاد پر مذکورہ تدبیر بیان کی جا رہی ہے بلکہ علامہ ذرقانیؒ اور علامہ ابوالولید باہجی مالکیؒ نے اس پر تفصیلی شرح فرمائی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مجذوم کو لوگوں کی حفاظت سے روکنا شرعی ذمہ داری ہے کہ ایذا، ناس جو کہ حرام ہے اس پر عمل ہو سکے

اور کیوں نہ ہو جب کہ صد نبویؐ میں رانجہ کریمہ کی بنیاد پر مسجد سے جنت البقیع تک نکال دیا جاتا تھا، تو ہذا م کی بنیاد پر تو بدرجہ اولیٰ مخالفت سے پرہیز کا اہتمام کرنا چاہئے، کیوں کہ اگر یہ متعدی مرض نہیں (معاذ اللہ) تو اس کے موذی ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں؟

(دیکھئے شرح ذرقانی ۱/۲۸۰)

اور علامہ باہجی مالکیؒ نے اس کی مزید شرح کرتے ہوئے یہ تحریر فرمایا ہے کہ ایسے مریض کا مرض اگر خفیف ہو تو علیحدہ رہائشی انتظام کی ضرورت نہیں اور اگر افراد اور نوعیت دونوں میں اضافہ ہو تو ان کے لئے مستقلاً آبادی سے باہر رہنے کا انتظام کیا جائے مثلاً کدہ کے



مریض کے لئے تعیم میں انتظام ہو اور ان کے لئے اگر امام عادل کی جانب سے روزنہ و نفقہ کا انتظام ہو تو بازار اور لوگوں کے مجالس کی آمد و رفت سے روکا جائے گا۔ بلکہ اگر اس پر عمل پیرا نہ ہو تو قید بھی کر سکتا ہے۔ البتہ: گاہے گاہے خوشی کے موقع میں جمع عام میں شرکت کر سکتا ہے۔ فرماتے ہیں۔ مسئلہ و یسمع المجدوم من المسجد ولا یسمع من الجسفة الخ (المفتی شرح موطاء / ۲۵)

حاصل یہ ہے کہ ایڈز میں شرعاً تیمارداری ضروری ہے، البتہ: طبی احتیاط بھی ملحوظ رہے جیسا کہ مریض جذام کی تیمارداری میں احتیاط کی تدابیر علمائے مقدسین کے حوالے سے ابھی ذکر کی گئیں اور کیوں نہ ہو جب کہ ایڈز تو اس سے (جذام سے) کئی گنا مسک و شدید مرض ہے، ایسا قیاس خود این بطل سے مقول ہے کہ نظریہ لگانے والے پر مخالفت سے پابندی لگائی جائے گی کیوں کہ اس کا ضرر مجذوم کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ ضرر رساں ہے۔ (دیکھئے فتح ابوری / ۱۰ / ۲۵۲)

ان پوری تفصیلات سے سماج کی نیر اہل خانہ کی ذمہ داری بخوبی واضح ہو گئی۔

### قصد مرض کو منتقل کرنا

مریض کے مرض کو قصداً منتقل کرنے کی کئی شکلیں متصور ہیں، ایک پوری آبادی کو اپنے جیسے مرض میں مبتلا کرنے کا ارادہ ہو، (۲) کسی فرد واحد کو مبتلا کرنے کا قصد ہو اور وہ شخص معین اس مرض سے متاثر ہو کر مر چکا ہو، (۳) کسی فرد معین کو مبتلا کرنے کا قصد تو کیا ہو لیکن وہ مرا نہ ہو۔ اول دونوں صورتوں میں مریض پر قصاص واجب ہوگا، چنانچہ نظریہ والے شخص پر پابندی کے باوجود اس کی بے احتیاطی کی وجہ سے نظرزدہ کی موت پر قصاص کا ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے جیسا کہ فتح الباری میں اس کی صراحت ہے (۱۰ / ۲۴۵) البتہ تیسری صورت میں قصاص نہ ہوگا اور اسی طرح اگر اس کے متعلقین میں سے کسی نے باوجود علم کے اس کے ساتھ اختلاط کو گوارا نہ کیا ہو، جس میں مریض کا کوئی دخل نہ ہو تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے اور گنہگار نہ ہوگا، چنانچہ بدائع میں ہے۔ "ولو اطعم غیرہ سفافات فان كان تناول بنفسه فلاحسان علی الذی اطعمه لانه اكله باختياره فان اوجره السم فطیبه الدیۃ عندنا"۔ (بدائع / ۱۰ / ۲۴۵)

### ایڈز کی بنیاد پر فسخ نکاح

یہ مسلم ہے کہ تفریق کا حق عورت کو ہے نہ کہ مرد کو، بلکہ اس کو تو شریعت نے طلاق کا اختیار دیا ہے، لہذا اگر عورت ایڈز میں

مبتلا ہو تو طلاق دے کر علاحدہ کر سکتا ہے۔ (دیکھئے مسودہ / ۱۰ / ۹۵) اس کے بعد قول راجح کے مطابق عورت کو دیئے ہوئے حق تفریق کے اسباب غیر مختصر ہیں، جس کا مدار اجتہاد و ضرورت پر ہے، چنانچہ "المفصل فی احکام العراۃ" میں اس کی وضاحت ہے "والراجع القول الثانی فالعیوب النبی تجیز فسخ النکاح غیر محصورۃ بعد ذمین او بنوع معین او بانواع معینۃ عن العیوب" (۱۰ / ۲۶) بلکہ امام محمدؒ کے مسلک کا تقاضا بھی یہی ہے، آپ نے مؤطا محمدؒ میں تحریر فرمایا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ نامردی اور مقطوع الذکر کی صورت میں عورت کو بہر حال اختیار ہے اور اس کے علاوہ کے امراض میں منابط یہ ہے کہ شوہر کے اس عیب کے ساتھ عورت کا قیام ممکن ہو تو اختیار نہیں ہے، ورنہ اس کو اختیار ہے کہ اس کے ساتھ رہے یا نکاح فسخ کرالے (مسودہ / ۱۰ / ۲۵۵) امام محمدؒ سے مقول مذکورہ منابط اس بات کی دلیل ہے کہ فسخ نکاح کے اسباب غیر مختصر ہیں۔ (دریہ تفصیل کے لئے دیکھئے الحلی / ۱۰ / ۱۱۱۱ الاختیارات المفیدۃ) (بحوالہ المفصل فی احکام العراۃ / ۱۰ / ۲۶)

ربایہ مسئلہ کہ اس غیر مختصر اسباب فسخ نکاح کا معیار کیا رہے گا، تو اس کے لئے مذکورہ عبارات اندر سے مدد لینے کے علاوہ کاسانی کی

بیارت سے بھی سدا لیا جاسکتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں "خلوه من کل عیب لا یحکمها القیام معہ الا بضرر کالجئون و الجذام والبرص"۔ (بدائع / ۱۰)

۲۰۰) یعنی شوہر کا ہر ایسا عیب جس کے ہوتے ہوئے اس کے ساتھ قیام ضرر اٹھانے بغیر ممکن نہ ہو تو نکاح فسخ ہو جائے گا بعینہ یہ ضابطہ العجمین علامہ زبیلی نے امام محمد کی طرف نسبت کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔

وقال محمد ترد المرأة اذا كان بالرجل عيب فاحش بحيث لا تطبق المقام... لانها تعتذر عليها الوصول الى حق للمعنى فيه (۱/۲) ۲۰۰ و بصر فی السبوط ۱/۲۰۰) اور یہی مفتی بہ قول ہے جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے، ایسا جنون جو وقفہ سے طاری ہوتا ہو اس میں فوری طور پر عورت کو فسخ نکاح کا اختیار دینے کے بجائے شوہر کو ایک سال کی عدالتے معالجہ مصلحت دی جائے گی جیسا کہ عجمین میں ہوتا ہے اور اگر دائمی جنون سوار ہو تو مقطوع الذکر کے مانند فوری طور پر نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اس مسئلہ کو وہ ماخذ سے مفتی بہ قرار دیا ہے۔ (ہندیہ ۱/۲۲۶)

رہا حضرات شیخین کا نظریہ سوان کے نزدیک لفظ جب و غیبت میں فسخ کا اختیار ہے ورنہ نہیں، اس کے علاوہ کسی بھی عیب میں حق تفریق حاصل نہیں ہے۔

اس ضابطہ کے بعد "ایڈز" کو ملاحظہ فرمائیں کہ کیا اس مرض میں مبتلا مریض کے ساتھ عورت رہ سکتی ہے یا نہیں، اگر قیام ممکن ہے تو خیال نہیں ہے ورنہ اختیار رہے گا۔ ظاہری بات ہے کہ ایڈز کی حقیقت سابقہ کے پیش نظر اس کا قیام استثنائی مشکل ہے حتیٰ کہ جذام اور مرض سے بھی خطرناک مرض ہے۔ لہذا ایڈز میں بطریق اولیٰ حق حیار حاصل رہے گا، البتہ اگر عورت خود راضی ہو وہ اور بات ہے چنانچہ فتاویٰ ہندیہ میں تحریر ہے، ان علمت المرأة وقت النکاح انه عنین لا یصل الى النکاح لایکون لها حق الفسخ، (ہندیہ ۱/۲۲۶)

## ایڈز کے سبب اسقاط حمل

اسقاط کا اصل ضابطہ یہ ہے کہ نفخ روح کے بعد قطعاً حرام ہے اس کا مرتکب قتل نفس کا مجرم ہوگا، شامی میں ہے: یبطل فیہا نہما نہ

انہما القتل لو استبان خلطه و مات بخلطه (۲۰۹/۵) نزع - فتح المللی الالکی - میں اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ - التنبہ فی اسقاط بعد نفخ الروح - یہ محرم بالاجماع (۲۰۹/۱) اور واضح رہے کہ مدت نفخ چار ماہ یعنی ایک سو بیس دن ہے۔ (شامی ۵/۲۰۹) البتہ نفخ روح سے پہلے اسقاط کی دو صورتیں ہیں (۱) بلاعذر اسقاط (۲) عذر کے پیش نظر حمل کو ساقط کر دینا۔ پہلی صورت میں مرتکب کے گنہگار ہونے میں کوئی شبہ نہیں، البتہ ضمان کے سلسلہ میں اختلاف ہے۔ صاحب فتاویٰ غانیہ نیز علامہ سرخسی موجب ضمان قرار دیتے ہیں۔ (دیکھئے شامی ۵/۲۰۹، فتاویٰ غانیہ ۲/۲۰۰، السبوط ۲۰۹/۱) جب کہ دیگر حضرات جائز لیکن مکروہ کہتے ہیں ضمان کے قائل نہیں، مثلاً ابن وہبان اور فقہ ابو موسیٰ وغیرہ، ابن وہبان فرماتے ہیں انہما لا تانہ انہما القتل (شامی ۲/۲۰۰) اور فقہ ابن موسیٰ کے متعلق شامی میں صراحت ہے۔ - وكانوا اللطیف ابن موسیٰ یقول انه مکروہ فان الماء بعد ما وقع فی الرحم ماله الحیاة فیکون له حکم الحیاة - (شامی ۶/۲۸۰)

اور دوسری صورت یعنی بحالت عذر و ضرورت حمل ساقط کرنا جائز ہے اور اس کے اعذار بھی دو طرح کے ہیں ایک تو ماں کی جانب سے عذر ہو مثلاً یہ کہ تصور حمل کے بعد اس کی جان کے ہلاکت کا خوف ہو یا اس کے دودھ کے منقطع ہونے کا اندیشہ ہو۔ (شامی ۶/۲۸۰) یا کبھی عذر بچے کی جانب سے ہوتا ہے مثلاً ماں کے رحم میں موجود بچے پر عود و ثی مرض کے یا کسی مسلک مرض کے سرایت کا اندیشہ ہو جو ولادت کے بعد قوی درجہ میں جان لیوا ہو۔ چنانچہ زیر بحث مسئلہ یعنی ایڈز کی بنیاد پر اسقاط بھی اسی صورت میں داخل ہے، بہر حال ایڈز کی وجہ سے بعد از نفخ اسقاط بالکل جائز نہیں، البتہ نفخ روح سے پہلے بوجہ عذر جائز ہے۔



## ایڈز میں مبتلا لڑکوں کا اسکول میں داخلہ

اگر کوئی ایسے مرض میں مبتلا افراد معدود سے چند ہوں تو انہیں داخلہ سے محروم کرتے ہوئے تعلیم سے روکا نہ جائے گا، بلکہ داخلہ کر دیا جائے اور احتیاطی درجہ میں دیگر طلباء کو مناسب جیسے کی جائے کہ ایسے طلباء سے طبی اصول کی روشنی میں احتیاط برتیں، البتہ اگر ایسے افراد زیادہ ہوں تو لازمی طور پر علیحدہ رہائشی انتظام کے ساتھ تعلیمی نظم و نسق کیا جائے جیسا کہ شرح متحقی و شرح زر قافی کے حوالہ سے اس کی تفصیل ص ۱۳ پر گزر چکی۔ بلکہ اسی تحریر کو ”الموسوعة الطبية“ میں انرٹمش کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ (دیکھئے الموسوعة الطبية ۱۴/۳۰)

(۸) یہ سوال غالباً مکرر ہے، تفصیل اس سے قبل بیان کی جا چکی ہے۔

## ایڈز اور طاعون جیسے مرض میں شکار مریض پر مرض الموت کا حکم

اس کا حکم درحقیقت مرض الموت کے مصداق کو متعین کرنے پر مبنی ہے، لہذا اندہ کے رجحانات سپرد قلم ہیں۔

(۱) مرض مسلک ہو جس میں ہلاکت کا غالب اندیشہ ہو خواہ اس مرض کے سبب صاحب فراش ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ اصح قول یہی ہے بلکہ یہی۔ علامہ سمرقندی کا قول معتد ہے۔ (دیکھئے البدیہ ۱۰/۱۰۸) اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ فقہاء نے مبارزہ وغیرہ کو مریض الموت قرار

دیا ہے جس میں موت کا غالب اندیشہ تو ہوتا ہے۔ لیکن صاحب فراش کا مغموم نہ ارد۔ (شامی ۱۱/۵۲۱) البتہ شرط یہ ہے کہ سال کے اندر اندر اس کا انتقال ہو جائے۔ (ہندیہ ۱۱/۳۳) غرض اصح قول کے مطابق محض ہلاکت کا یقین مرض الموت سے عبارت ہے۔

(۲) علامہ حصکفی نے غلبہ ہلاکت کے ساتھ صاحب فراش ہونے کو لازم قرار دیا ہے۔ یعنی ہلاکت کے اندیشہ کے علاوہ اپنی ضروریات کے لئے باہر نہ نکل سکتا ہو اور یہ تعریف علامہ علاء الدین کے نزدیک اصح الحدود کا درجہ رکھتی ہے اسی لئے اخیر میں آپ نے موالا ص فرمایا ہے نیز علامہ زبیلی نے بھی ان کی موافقت میں اس تعریف کی تصحیح فرمائی ہے۔ (دیکھئے الجبین ۱۲/۲۳۸)

بہر حال اسی اصح تعریف کے مطابق ایڈز کے مریض پر مرض الموت کا حکم لگانے میں کوئی حرج و تامل نہیں کیوں کہ اس مرض میں مشابہ ہلاکت و بربادی یقینی امر ہے۔

## وبائی شہروں میں آمدورفت پر پابندی

حکومت کی طرف سے اس طرح کی پابندی لگانا درست ہے خود آپ نے بھی ایسی پابندیاں عائد فرمائی ہیں جیسا کہ عبدالرحمان بن عوف کی مشہور حدیث ہے ”اذا استعجم بالطاعون فی ارض فلا تدخلوها وان وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا منها“ (بخاری ۱۰/۵۵۴) البتہ یہ پابندیاں طبعی مفاد سے متعلق ہونے کی وجہ سے ازروئے شرع درجہ حرمت میں نہیں ہے بلکہ کراہت کے درجہ میں ہے جس کو نبی ارشادی کہتے ہیں جیسا کہ فتح الباری کے ۱۰/۵۵۱ پر ہے، البتہ بعض شوافع نے اس قول کی تردید فرمائی ہے۔

## ضرورت کی بنیاد پر طاعون زدہ شہر کی آمدورفت

اس مسئلہ کو کل تین صورتوں میں تقسیم کیا جائے جن میں سے ہر ایک کا علاحدہ حکم ہے۔

(۱) جو خود اس وبائی مرض میں مبتلا ہو اس کا شہر سے اٹکنا سو وہ بالکل جائز نہیں، احتیاطاً تو کل ہر دو کے خلاف ہے ہاں اگر علاج و معالجہ کی غرض سے دوسری جگہ منتقل ہو رہا ہو تو اس کی رخصت ہے، چنانچہ اصحاب مرنبین کے سلسلہ میں علامہ طحاوی فرماتے ہیں کہ مرتہ کے وباء عام میں متاثر ہونے کے باوجود ان حضرات کو آپ نے بلائے معالجہ دوسری جگہ منتقل فرمایا۔ (طحاوی ۱۲/۳۰)



(۲) مرض کے علاوہ دوسرے صحت مند حضرات کے لئے تفصیل یہ ہے کہ طاعون زدہ شہر سے برائے ضرورت نکل سکتا ہے، بشرطیکہ مدت ابتداء تک فرار کی نیت کا دخل نہ ہو۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط کے ذریعہ حضرت ابوجہیدہ کو طاعون زدہ شہر سے بلانا اسی ضرورت پر مبنی تھا۔ (دیکھئے فتح الباری ۱/۲۲۲) ارشاد کا ایک حصہ نقل کیا ہے۔

(۳) اور اگر دوسرے نمبر پر ذکر کردہ صورت حال کے پیش نظر نکل رہا ہو، لیکن نیت میں فرار کا بھی دخل ہو تو اس کے حکم میں اختلاف ہے۔ عند البعض مباح ہے بعض کے نزدیک مکروہ ہے۔ (فتح الباری ۱/۲۲۲)

نیز انھیں صورتوں پر مشتمل مجموعی ایک حکم علامہ نووی نے اپنے شرح مسلم میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وفی هذه الاحادیث منع القدم علی بلد الطاعون ومنع الخروج منه فرارا عن ذلك، اما الخروج لعارض فلا بأس به وهذا الذي ذكرناه هو مذهبنا ومذهب الجمهور۔ (نووی ۲/۲۲۸)

مہر حال اپنی ضروریات سے باہر نکلنے کے بعد اہل و عیال میں طاعون پھیل جانے پر ان کی تیمارداری اور خبرگیری کے لئے طاعون زدہ علاقہ میں داخل ہونا بلا کسی کراہت جائز بلکہ فرائض شرعی کی سبکدوشی کے لئے یہ داخلہ ہو رہا ہے، لہذا موجب ثواب بھی ہے۔

## محور سوم

### اظہار عیوب کی حقیقت اور اس کے موقع

یہنا شرعی طور پر ڈاکٹر اور طبیب امین ہوتا ہے اس کے لئے رازداری کرنا ضروری ہے لیکن اس کے باوجود بعض مقامات پر اس کی شرعی ذمہ داری یہ ہو جاتی ہے کہ اپنے زیر علاج افراد کے عیوب کا حدود شرعی میں رہ کر اس کا اظہار کر دے۔ اصلاً یہ مسئلہ غیبت کی تفصیل پر مبنی ہے کہ راز کے افشاء کی صورت میں غیبت کا تحقق ہوتا ہے یا نہیں، اس سلسلہ میں کتب فقہیہ و احادیث میں یہ تفصیل موجود ہے کہ غیبت حرام ہے لیکن بعض مواقع پر مصلحت شرعی کی بنیاد پر جائز بلکہ واجب ہے، چنانچہ محققین و فقہاء نے قرآن و حدیث کی روشنی میں حسب ذوق ان مقامات کی تعیین فرمائی ہے امام نووی نے ریاض الصالحین کے ۵۸۳ پر اور شرح مسلم میں ۲/۲۲۲ پر چھ اسباب ذکر کئے ہیں اسی طرح علامہ آلوسی نے بھی ۱۶۱/۲۶ پر روح المعانی میں قدرے فرق کے ساتھ چھ اسباب کو ذکر کیا ہے، جب کہ صاحب ذخیرہ نے ذخیرہ کے ۱۳/۲۳۰ پر پانچ مقامات کا استثناء کیا اور ابن عابدین شامی نے کل گیارہ مقامات رد المحتار کے ۵/۲۶۲ پر تحریر فرمائے ہیں۔ ان تمام میں علامہ نووی اور علامہ آلوسی نے اعتدال کے ساتھ بڑے جامع انداز میں حسب ذیل کلی امور تحریر کئے ہیں۔

- (۱) ظلم یعنی استغاثہ کے لئے ظالم کے ظلم کو بیان کرنا، (۲) منکرات کے سدباب کے لئے بصورت استخانت برائی کا تذکرہ کرنا،
- (۳) برائے استغاثہ، (۴) مسلمانوں کو کسی کے شر سے بچانا، (۵) اعلانیہ فسق و بدعت کرنے والے شخص کے فسق و بدعت کا اظہار،
- (۶) تعریف۔

ان تمام مذکورہ بالا مقامات پر برائی کا ذکر غیبت سے خارج ہے۔ بلکہ علامہ آلوسی کے قول کے مطابق ان تمام ہی مقامات پر عیب کو ظاہر کر دینا ضروری اور واجب ہے، چنانچہ انھوں نے شروع ہی میں بیان فرمایا "وقد تجب الغیبة لقرض صحیح شرعی لایتم وصل الیہ الا بها" و"تختص فی سنة اسباب" خصوصاً (۴) یعنی تحذیر المسلم عن الشر کو تو تمام ہی نے واجب قرار دیا ہے بلکہ علامہ آلوسی نے "یحوز اجماعاً" بیل تحب "فرما کر وجوب کی تعیین کے ساتھ مجمع علیہ قرار دیا ہے۔

بہر حال اس تفصیل کی روشنی میں سوال بذکو حل کرتے ہوئے یہ کہنا ہوگا کہ مریض کے مرض کے متعلق اگر لڑکی والوں نے ڈاکٹر

سے براہ راست رابطہ قائم کرتے ہوئے ڈاکٹر سے دریافت کیا تو بلا کسی شبہ ڈاکٹر کے ذمہ ضروری ہوگا کہ وہ اس کا اظہار کردے چوں کہ یہ ایک قسم کا مشورہ ہے اور مشورہ میں - الاستشار مؤتمن - شرعی حکم کے تحت جوں کا توں بلا کسی جانب داری کے حقیقت حال سے مشورہ خواہ کو مشورہ دینا فرض اور واجب ہے اور اسی طرح صاحب درمختار نے "تبایح غیبة المجهولة ومنظاهر بقیع والمصاهرة ولسوء اعتقاد تحذیر ائمہ" سے ۲۶۲ / ۵ پر جس مصارت کا ذکر کیا ہے وہ اسی مذکورہ صورت سے متعلق ہے، نیز یہ یاد رہے کہ یہاں اباحت بمعنی وجوب ہے چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں "اقول والاباحة لاتنافی الوجوب فی بعض المواضع" - (۲۳ / ۵) اسی لئے علامہ شامی نے شرح کی ہے - "الاولی التعمیر بالمسورة ای فی مکاح" لہذا صراحت فقہاء کے جزیئہ سے بھی اس کا حکم واضح ہو رہا ہے، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شادی بیاہ کے معاملات میں مشورہ کے موقع پر کسی کی جانب داری کے بغیر حقیقت حال سے مطلع فرماتے تھے، چنانچہ فاطمہ بنت قیس کے خطبہ کا قصہ اس کی بہترین نظیر ہے کہ جب حضرت فاطمہ نے آپ سے معاویہ اور ابو جہم رضی اللہ عنہما کے پیغام نکاح کا تذکرہ کرتے ہوئے مشورہ فرمایا تو آپ نے فرما کر کہ "معاویہ تو تنگ دست ہے اور ابو جہم ازواج کے معاملات میں سختی فرماتے ہیں" حقیقت اور صورت واقعہ سے فاطمہ کو آگاہ کیا۔

ربا یہ مسئلہ کہ ڈاکٹر از خود فریق ثانی کے دریافت کئے بغیر راز کا افشاء کر سکتا ہے یا نہیں تاکہ ہونے والے عقد نکاح میں اس کی رعایت کی جائے اس سلسلہ میں بھی ہندے کی رائے یہی ہے کہ اس کو بھی ظاہر کرنا چاہئے اور اس کی تائید اس طور پر ہوتی ہے کہ مذکورہ علماء محققین نے "الراجع تحذیر المسلمین عن الشر" کے تحت متعدد مثال بیان کرتے ہوئے یہ مثال بھی نقل کی ہے، یعنی کسی مشتری کو اگر عیب دار غلام مثلاً زانی یا چور کو خریدتے ہوئے دیکھے تو ضروری ہے کہ مشتری کو اس کے عیب سے مطلع کرے (شامی ۲۳ / ۵، نووی ۲۲۲ / ۱) نیز آپ نے بھی از خود شادی بیاہ کے معاملات میں یہ طریقہ اختیار فرمایا ہے - عن ابی ہریرۃ - الی - فان فی امین الانصار ضینا - (مشکوٰۃ ۲۶۸ / ۲) اسی لئے ملا علی قاری نے نووی کے حوالہ سے نقل کیا ہے - وفی هذا دلالة علی جواز ذکر مثل هذا للنصيحة - (مرقات ۲ / ۳۰۸) البتہ اس صورت میں دو باتوں کا لحاظ انتہائی ضروری ہے - (۱) حاجت اور ضرورت ہو، (۲) جتنا عیب ہو اتنا ہی بیان کرے بڑھ چڑھ کر نہیں - جیسا کہ صاحب ذخیرہ نے اپنے بیان کردہ پانچ مقامات میں سے سرفہرست پہلے مقام میں نصیحت کا عنوان قائم کرتے ہوئے فاطمہ بنت قیس کی روایت کو مثال میں پیش کرنے کے بعد شرائط ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے "الاولی النصيحة - الی - ويشترط فی هذا القسم مسبب الحاجة لذلك والاقتصار علی ما يتعلق بتلك المصلحة المشاور فيها والتي يعتقد ان المنصوح يسارع فيها إل" - (ذخیرہ ۱۳ / ۲۳۰)

بہر حال مشورہ طلب کرنے کی صورت میں اظہار واجب ہے اور از خود عیب کا اظہار تو واجب نہیں، لیکن اخلاقی ذمہ داری

ضرور ہے۔

## (۲) اندیشہ مرض پر اظہار عیب

اس کا حکم بھی تقریباً اول ہی کے مانند ہے البتہ فرق یہ ہے کہ یہاں از خود عیب کا اظہار کرنا درست نہ ہوگا کیوں کہ یہ محض اندیشہ

ہے یقین نہیں، ہاں اگر دریافت کرنے پر بتلا دے تو اس صورت میں بیان کرنا واجب ہوگا، کیوں کہ یہ ایک قسم کا مشورہ ہے جس میں حقیقت حال سے مطلع کرنا مستشار کی ذمہ داری ہوتی ہے - امام نووی فرماتے ہیں ویجب علی المتاورات لا یعنی حالہ بل یدکر المساوی النبی



(۲) اس کا حکم بعینہ صورت اولی کے مانند ہے یعنی از خود بتلا ناجائز ہے اور مشورہ کی صورت میں واجب ہے۔

(۳-۵) چوں کہ شریعت کا یہ مسلک مضابط ہے ینحصل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام - (الاشیاء ۳۶) لہذا ۴ اور ۵ میں ڈاکٹر کی شرعی ذمہ داری ہوگی کہ اس شخص کے لیے خطرناک عیب سے مطلع کرے۔

## (۲) ناجائز حمل میں پیدا ہونے والے بچے کا حکم

اگرچہ شرعاً پردہ پوشی مندوب بلکہ واجب ہے، جیسا کہ حدیث "من ستر مسلمته الله فی الدنيا والاخرہ" کا تقاضا ہے لیکن یہ بھی شرائط کے ساتھ مشروط ہے، منجملہ یہ کہ کوئی حق عہد منقطع نہ ہو رہا ہو اور ظاہر ہے کہ صورت مسئولہ میں رازداری کرنے پر بے قصور مسموم نفس انسانی کا ضیاع لازم آتا ہے حالانکہ اس کا تحفظ محکم شرعی از حد ضروری ہے لہذا کسی حال میں بھی ڈاکٹر کے لئے رازداری کرنا جائز نہیں بلکہ اگر ہلاکت واقع ہوگئی تو قتل نفس کا مرتکب ہوگا، کیوں نہ ہو جب کہ شریعت نے نفخ روح کے بعد اسقاط کی کسی حال میں اجازت نہیں دی اور یہاں تو عورت کا ضرر موبوم ہے اور نفس انسانی کا وجود یقینی ہے۔ بہر حال ڈاکٹر کے لئے رازداری کرنا درست نہیں ۱۰ اسے حکومت کے متعلق محکم کو مطلع کر دینا چاہئے۔

## (۴) تداوی بالخر کا حکم

حضرات متقدمین کے یہاں یہ مسئلہ اختلافی رہا ہے کہ کسی صورت میں بھی اکثریت نے معالجہ کے لئے اس کے استعمال کی اجازت نہیں دی، چنانچہ امام شافعی نے بھی "الام" کے ۲/۲۶۹ پر علل و معالجہ کے لئے دیگر محرمات کے استعمال کی تو اجازت دی ہے البتہ شراب اور مسکرات سے ممانعت فرمائی ہے، خود احناف میں امام طحاوی کے علاوہ امام ابوحنیفہ کا بھی مذہب معروف یہی رہا ہے، چنانچہ فتاویٰ غانیہ میں - (دیکھئے غانیہ ۲/۲۰۴)

مگر بعد میں حضرات متاخرین نے علی العموم تداوی بالمحرم کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ لیکن چند شرائط بھی ذکر فرمائی ہیں:

(۱) شفاء یحتمل، ہو (۲) اس کے علاوہ دوسرا کوئی طریقہ علل نہ ہو، (۳) طبیب حاذق مسلم نے اس کی اطلاع دی ہو، (۴) بقدر ضرورت ہی استعمال کیا جائے۔ (دیکھئے ہندیہ ۵/۲۰۰)

رہا یہ مسئلہ کہ حدیث میں تو آپؐ نے "ان الله لم يجعل شفاءً فی الحرام" صراحۃ شفاء کی نفی فرمائی ہے تو پھر معالجہ کے لئے

اجازت کیسی ہے؟

اس کا جواب صاحب غنیہ نے یہ دیا ہے کہ حاجت اور ضرورت کے وقت ان اشیاء کی حرمت ختم ہو جاتی ہے گویا یہ چیز حلال ہو جاتی ہے لہذا معالجہ حلال چیزوں سے لازم آئے گا نہ کہ حرام سے۔ (غنیہ ۱۰/۹۰)

یہ ممانعت اس وقت کی ہے جب کہ اس کا کوئی دوسرا بدل موجود ہو، فرماتے ہیں (غنیہ ۱۰/۹۰) اور جب بدل موجود نہ ہو تو یہ ممانعت کے دائرہ سے خارج ہے۔ بہر حال علل کے لئے صورت مسئلہ میں بیان کردہ تدبیر کو اختیار کرنا جائز ہے۔

(۸) اس صورت میں بمرض دفع ضرر اطلاق کرنا مناسب ہے البتہ ضروری نہیں ہے، ہاں مگر ایسے مجرم کو آئندہ کے لئے اس جرم کے ارتکاب نہ کرنے کی تاکید کرے۔



(۹) اس مسئلہ کا تعلق درحقیقت شہادت کے ساتھ ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ صاحب حق اگر اپنے لئے کسی واقف احوال کو گواہی دینے کے لئے طلب کرے تو گواہی دینا فرض ہو جائے گا۔ (ایضاً ۱۴۵/۲) لیکن بعض حالات میں از خود گواہی دینا بھی فرض ہو جاتا ہے وہ صورت یہ ہے کہ صاحب معاملہ کو اپنے احوال سے واقف شخص کا علم نہ ہو اور گواہی کے لئے پریشان ہو یا اس طور کہ بینہ پیش نہ کرنے پر اس کا ضرر ہو رہا ہو تو واقف شخص پر از خود گواہی دینا فرض ہے۔ (دیکھئے حایہ، ۱۴۴/۲) لہذا اسی جزیئہ کے تحت اس مسئلہ کو حل کرتے ہوئے یہ کہا جائے گا کہ غیر مجرم سے دفع ضرر کے لئے از خود ڈاکٹر کا مجرم کے متعلق رپورٹ دینا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## ایڈز اور طاعون و کینسر

### احکام و مسائل

مولانا شبیر عالم ندوی  
(سراج العلوم محبوب نگر، اے پی)

#### ایڈز کو چھپانا

ایڈز کی بیماری چوں کہ مسلک اور گھناؤنی ہے اور اس سے انسانی شرافت پر دھبہ آتا ہے۔ خواہ اس کی پیدائش کی کوئی بھی وجہ ہو۔ اس لئے معاشرہ میں اپنی ساکھ کو برقرار رکھنے اور زندگی کو اجیرن ہونے سے بچانے کے لئے اگر کوئی شخص اپنے مرض کو چھپانا چاہتا ہے اور گھر والوں کو اس سے واقف نہیں کرتا ہے، تو اس کا چھپانا مناسب اور درست ہے، بغیر کسی کو اطلاع دینے ہوئے علین و معالجہ کرتا رہے، ڈاکٹروں سے رجوع کرے اور ڈاکٹر بھی رازدارانہ طریقہ پر علین کرتا رہے، اور ان کے گھر والوں تک اطلاع نہ دے۔ ایک مسلم بھائی کے عیب کو چھپانے میں مدد بھی ہو جائے گی۔

اس میں ایک تو خود مریض کسپر ہی کے عالم میں ہوتا ہے اور اپنی ہی اندرونی کیفیات سے وہ کافی پریشان ہوتا ہے، پھر اگر لوگوں کو اطلاع ہو جائے گی تو مزید کھفتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لہذا ”ہی مستورہ مستورہ اللہ“ کے ارشاد کی بنا پر مناسب یہ ہے کہ عیب کا افشاء نہ کرے۔ لیکن ساتھ ساتھ وہ ڈاکٹر ان تمام تدابیر کو استعمال کرے جس سے مرض متحدی نہ ہو اور دوسرے لوگ اس سے بچ بھی سکیں۔ ڈاکٹر اسے اس بات کی تاکید کر دے کہ نہ تو اس کا خون دوسروں تک منتقل ہو اور نہ ہی اسے اس کی اجازت دے کہ وہ اپنی بیوی سے مقاربت کرے اس لئے کہ خون کے ذریعہ اور جنسی مقاربت کی بنا پر یہ مرض دوسروں تک منتقل ہوتا ہے۔ لہذا اس طرح کی اور دوسری چیزوں سے بھی احتیاط لیتے۔

#### مریض کی انگہ بانی

مریض خواہ کیسے ہی ہوں ان کے متعلقین اور اہل خانہ کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ اس کی انگہ بانی کریں اور جس چیز کی ضرورت ہو دوا دار و وغیرہ فراہم کریں، تمام امراض میں خطرناک طاعون کی بیماری جو بہت ہی قہیم اور مسلک ہے، ایسے مرض کے پائے جانے کی صورت

میں آپ نے اس ہستی میں جانے سے منع فرمایا، لیکن وہاں بھی اس کی ہیکہ فرمائی کہ مہیضوں کی تیمارداری کے خوف سے اسے بے یار و مددگار چھوڑنا درست نہیں، بلکہ جو لوگ مریض کے قریب ہیں وہ اس کی دیکھ رکھ کر بھی گے۔ طب نبوی کے ذیل میں حدیث نبوی مذکور ہے۔ بخاری نے روایت کی ہے:

”اذا سمعتم بالطاعون فی ارض فلا تدخلوها، واذ بارضی وامنتم بها فلا تخرجوها“ (بخاری کتاب الطب)

جب تم کسی سرزمین میں طاعون کی خبر سنو تو وہاں مت جاؤ اور اگر وہیں موجود ہو جہاں تم موجود ہو تو وہاں سے نہ لگنا۔

## مرض کا منتقل ہونا

ایڈ کے مریض نے کوئی ایسا عمل کیا جس سے اس کی بیماری دوسروں تک منتقل ہوگئی اور دوسروں تک براہیم پہنچ گئے، مثلاً کسی ضرورت مند کو خون دے دیا جس کی بناء پر وہ بھی ایڈ کا شکار ہو گیا یا اور کوئی ایسی صورت اختیار کی جس سے یہ مسلک مرض دوسروں تک ہو گیا۔ حالانکہ وہ مریض اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ اس طرح کے عمل سے مرض دوسروں تک منتقل ہو جاتا ہے، جب کہ اس کا ارادہ بھی تھا کہ اسی طرح دوسرا شخص بھی اس مسلک مرض میں مبتلا ہو جائے تو ایسی صورت میں شریعت کی نگاہ میں وہ شخص گنہگار ضرور ہوگا، اس لئے کہ ایک بھائی کے لئے خیر خواہی کے بجائے بد خواہی کا معاملہ کیا۔ اس بدعتی کا گناہ اس کو ہوگا۔

لیکن یہ شخص سزا کا مستحق اور قانونی پکڑ میں نہیں آئے گا۔ اس لئے کہ وہ اس کا قائل نہیں ہے۔ لہذا سزا نہیں دی جائے گی، البتہ گنہگار ضرور ہوگا۔

## فسخ نکاح

اس سلسلہ میں فقہائے کرام کے یہاں ثبوت موجود ہے اور آئمہ صحابہ سے بھی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اگر شوہر کو مسلک مرض درپیش ہو جائے جس سے حقوق زوجیت ادا کرنا مشکل ہو رہا ہو تو ایسی صورت میں عودت اس شوہر سے جدا ہو سکتی ہے۔ مولا کی حدیث ہے۔

عن سعد بن السبب انه قال ايمار جل نزوج امرأة وبه جنون او ضرر تحير ان شاعت قوت وان شاعت غارفت۔ (۱۲۸۱ امام محمد ۲۸۸)

حضرت سعید بن السبب سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ وہ شخص جس سے کسی عودت کی شادی ہوتی اور اس شوہر کو جنون یا اور کوئی مرض لاحق ہو تو اس عودت کو اختیار ہوگا چاہے اس شوہر کے پاس رہے یا جدا ہو جائے۔

فقہاء نے ان آئمہ و قرآن کی بناء پر چند مخصوص قسم کے امراض کے لاحق ہو جانے کی صورت میں فرقت کو درست قرار دیا ہے۔ جیسے جنون یا مجبوب و مقطوع العنق ہے، یعنی ان ہی امراض کو قابل فسخ قرار دیا جو بظاہر زوجین کے مقاربت میں حرج واقع کر سکتا ہو، باقی

اور دوسرے ایسے امراض جس سے مقاربت ممکن ہو خواہ دوسرے مسلک امراض پیدا ہوں رہے ہوں۔ بعض فقہاء نے اس کی رعایت نہیں کی ہے۔

امام محمدؒ کے نزدیک کوئی خاص مرض متعین نہیں ہے، کوئی بھی بیماری جس کے پائے جانے کی صورت میں فسخ نکاح درست ہے اس میں اصل وجہ ضرر ہے۔ چنانچہ تاکہ دوسرے افراد اس سے محفوظ رہ سکیں۔ لہذا ایڈ میں یہ بات مکمل صادق آتی ہے، اس میں ضرر اشد کا قوی امکان ہے لہذا یہاں بھی عودت کو ہر دو صورتوں میں فسخ نکاح کا اختیار ہوگا جب کہ شادی کے بعد ایڈ پایا ہوا ہو۔ یہ قہر نے بغیر بتائے ایڈ کی حالت میں نکاح کر لیا ہو۔ دونوں صورتوں میں عودت جدا ہو سکتی ہے۔ اس مسئلہ میں امام محمدؒ کی رائے ہی مناسب ہے ملاحظہ فرمائیں۔

امام محمدؒ کا قول عیوب فخر میں نکاح فسخ کرنے کا اختیار اس لئے ہے تاکہ عودت سے ضرر کو دفع کیا جاسکے اور یہ

عیوب ضرر کہنے میں اس سے بھی زیادہ قوی ہیں اس لئے کہ عام طود سے یہ مرض متعدی ہے، جب ان میں اختیار

حاصل ہوا تو اس میں بدرجہ اولی اختیار ثابت ہوگا۔ (ایضاح الصلاح ۱۰/۲۸۸)



## استقاط حمل

جب کسی عورت کے بارے میں یہ علم ہو گیا کہ اسے ایڈ کی بیماری ہے، ایسی خاتون کو ابتدائی مرحلہ ہی میں اپنے شوہر سے مقاببت سے دور رکھنا چاہئے۔ بالفرض اگر حمل قرار پا گیا تو اب آئندہ نسل کے لئے اس مرض میں مبتلا ہونے کا قوی امکان ہوگا، ایسی صورت میں اگر حمل باقی رکھا جائے تو مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا اور اگر استقاط کیا جائے تو یہ بھی غیر شرعی عمل ہوگا جو کسی طرح بھی مناسب نہیں ہوگا۔

لیکن استقاط حمل کے سلسلہ میں اس قدر دلیل ملتی ہے کہ اگر دورانِ رضاعت حمل پایا جاتا ہو جس کی وجہ سے ماں کا دودھ خشک ہو جائے اور باپ اس قدر سر پایہ دار بھی نہ ہو جس سے بچہ کے لئے دودھ کا نظم کر سکے، تو ابتدائی مرحلہ میں اگر اس حمل کو ساقط کر دیا جائے تو اس کی اجازت ہے۔

یہاں بھی یہی صورت ہے کہ اگر بچہ پیدا ہو گیا تو اپنے کو اور دوسروں کو ہلاک کرنے کا سبب بنے گا اس لئے قبل اس کے کہ حمل میں صورت گری ہوئی ہو استقاط درست ہوگا۔ اس لئے کہ اس وقت کسی انسان کو قتل کرنا لازم نہیں آئے گا۔ ہاں اگر رحم میں تخلیق ہو چکی ہے تو استقاط حرام ہوگا۔ قاضی خاں میں ہے،

دودھ پلانے والی عورت اگر حمل سے ہو، جس کی وجہ سے اس کا دودھ آنا بند ہو گیا ہو اور بچہ کے والد کے پاس سر پایہ بھی نہیں کہ دودھ پلانے والی کا نظم کر سکے اور بچہ ہلاکت کے قریب ہو تو فقہاء رحم سے مادہ کو یا خون نکلنے کی

اجازت دیتے ہیں جب تک کہ نطفہ یا علقہ یا مضغ ہو، اس لئے کہ اسے آدمی نہیں کہہ سکتے۔ (احسن خاں ص ۱۲۰)

اس بناء پر یہ ضروری ہوگا کہ بچہ کی صورت بننے سے قبل جس کی مدت اندازاً سو دن یا ایک سو بیس دن ہے، اس کے اندر ہی استقاط کر دے تو قابلِ مواخذہ نہیں ہوگا، اس کے بعد درست نہیں ہے۔

## اسکولوں میں شریک کرنا

ایسے مریض بچے جو ایڈ میں مبتلا ہیں اگر انھیں تعلیم دینے کا مسئلہ درپیش ہو تو جو مناسب اسکول ہو، جہاں جنسی سبب نہ ہو اور وہی نہ ہو اس کا اندیشہ کم ہو کہ لڑائی وغیرہ کی بناء پر خون خرابا ہوگا اور اس سے مرض دوسروں تک سرایت کر جائے گا تو ایسے اسکولوں میں شریک کرنا نامناسب نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر اسکول میں شریک درس ہے تو وہاں سے نہ نکلے۔ ہاں اگر ایسا اسکول ہے جہاں سرطانی کی تہذیب ہے اور خون خرابا کا بھی واقعہ آئے دن رونما ہوتا رہتا ہے تو پھر ایسے اسکول میں شریک نہ کرے، بلکہ اسکول بدل دینا مزید بہ ہوگا۔

## تیمارداری ضروری ہے

اولاد سے انسان کا غوثی تعلق ہوتا ہے اسے بے یار و مددگار چھوڑ دیا جائے کوئی ماں باپ گوارہ نہیں کر سکتے۔ طاعون والی حدیث میں جہاں بستی چھوڑ کر بھاگنے سے منع کیا گیا ہے اس سے یہی مراد ہے کہ اس بستی کے باشندے کا خوف کھا کر یا مریضوں کی تیمارداری سے بچا کر نکلنا درست نہیں ہے۔ لہذا یہ توجہ اول ثابت ہو گیا کہ جس کے گھر اس کی اولاد میں سے اس طرح کے مہلک مرض میں مبتلا ہو اس کی دیکھ ریکھ اور تیمارداری ضروری ہوگی۔ بخاری کی حدیث ہے۔

جب کسی سرزمین میں طاعون کی اطلاع ملے تو اس جگہ مت جاؤ اور جہاں یہ مرض ہو وہاں سے مت نکلو۔

## مرض الموت کا حکم

ایڈز، طاعون اور کینسر وغیرہ جیسے مہلک بیماری جب آخری مرحلہ میں پہنچ جائیں اور وہ لاعلاج ثابت ہو جائیں، ڈاکٹر بھی مکمل ناامیدی ظاہر کر دے کہ اب یہ مریض قابو سے باہر ہو چکا ہے اب اس کا علاج موت ہی ہے، تو ایسے وقت چوں کہ ظاہری علامات موت کا پیش خیمہ ہیں، ایسے مریض کے بارے میں مرض الموت کا حکم لگانا درست ہے۔ اس لئے کہ فقہاء کے نزدیک مریض الموت کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ صاحب فراش ہو، بلکہ جس میں ظاہری اسباب موت کے لئے قوی تر ہو چکے ہوں تو ایسے افراد کو بھی مرض الموت میں مبتلا سمجھا جائے گا۔ ہندیہ میں ہے:

قول مفتی بہ وقول متحد یہ ہے کہ جب موت یقینی ہو جائے تو ایسے شخص کو مرض الموت میں شمار کریں گے خواہ وہ

شخص صاحب فراش ہو یا نہ ہو۔ (فتاویٰ ہندیہ ۱۰۶/۳)

لہذا ایڈز، طاعون اور کینسر وغیرہ امراض جب اس حد کو پہنچ جائیں کہ ڈاکٹر ناامید ہو جائے تو ایسے مریض کے لئے مرض الموت کا حکم لگایا جائے گا اور اس پر وہ تمام احکام جاری ہوں گے جو کسی مرض الموت والے مریض پر عائد کئے جاتے ہیں۔

## آمدورفت پر پابندی

ایسے علاقہ میں جہاں طاعون یا ایڈز جیسے امراض ہوں اگر حکومت مسافروں کی آمدورفت میں پابندی لگا دے تو یہ درست ہے، اس لئے کہ حدیث طاعون اس بات پر شاہد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت فرمائی کہ جہاں طاعون ہو وہاں مت جاؤ اور اگر تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے مت نکلا۔ لہذا اس بات کے پیش نظر حکومت کا پابندی عائد کرنا درست ہو گا اور لوگوں کو اس کا پابند ہونا بھی ضروری ہو گا۔

## آمدورفت کی اجازت

طاعون اور علاقہ میں آنے جانے سے روکنے کی وجہ یا تو یہ ہو سکتی ہے کہ مریض کو لوگ وحشت میں ڈال کر بھاگ نکلیں گے پھر اس کا پرسان حال کوئی بھی نہ ہو گا، یا اس وجہ سے کہ مرض اور شفا تو اللہ کی قدرت میں ہے، لیکن وہاں ایک اجنبی شخص جانے کے بعد اگر مرض میں مبتلا ہو گیا تو اس کے اندر یہ بات پیدا ہو سکتی ہے کہ میں یہاں آکر اس مصیبت میں گرفتار ہو گیا، علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:

ما کہ کوئی شخص اعتقاد نہ کر بیٹھے کہ اگر اس بستی میں جہاں طاعون ہے وہاں جائیں گے تو مرض اسے متحدي ہو کر گرفتار کر لے گا، جو ممنوع ہے جیسا کہ مذکور ہے۔ (فتح الباری ۱۰۰/۱۸)

اس کے برخلاف جو شخص مہم کا مالک ہو اللہ پر پورا بھروسہ ہو ایسے شخص کے لئے جانا منع نہیں۔ لہذا ضرورت مند افراد کا وہاں سے نکلنا اور دوسرے ضرورت مند حضرات کا وہاں جانا درست ہے۔ فتح الباری میں ہے:

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ نہ کارو کنایہ نہی تحریمی پر معمول ہے۔ لہذا ایسے لوگوں کا نکلنا درست ہے جس کا اللہ پر مکمل بھروسہ ہو اور اس کا یقین پختہ ہو۔ (فتح الباری ۱۰۰/۱۸)

اس کی مزید وضاحت فتح الباری میں موجود ہے کہ ضرورت کے پیش نظر نکلنا درست ہے جب کہ فرار کی نیت نہ ہو، یا وہ تجارتی ضرورت یا علاج و معالجہ کی غرض سے نکلنا چاہے تو بلاشبہ درست ہے۔

جن حضرات نے نکلنے کی اجازت دی ہے وہ فرار کے ارادہ سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ فرار اختیار کرنے کی مرض سے نہیں نکل رہا ہے بلکہ دوا کے لئے، لہذا جو شخص ضرورت کی بناء پر نکلے فرار کا ارادہ نہ ہو ایسا شخص منع کئے ہوئے افراد میں شامل نہیں ہوگا۔ (حوالہ مذکور)

مولوی شمس الدین احمد نادر قاسمی  
(دراہم علوم سہیل السلام حیدر آباد)

### (۱) ایڈز کا مرض چھپانا؟

اولاً یہ مرض کر دینا زیادہ اہم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے یقیناً انسان کو صحت اور بیماری دونوں سے دوچار کیا ہے اور صحت مند و محدود است اور بیمار و علیل رہنا اللہ ہی کی چاہت سے ہوتا ہے اس لئے کسی بھی مرض کے بارے میں ایسا خیال اور عقیدہ رکھنا قطعاً درست نہیں ہے کہ وہ دوسرے تک متعدی ہوتا ہے، اگر واقعہ امراض میں متعدی ہونے کی صلاحیت ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود دنیا کی بھلائی و ہمدردی کے لئے مبعوث ہونے تھے ضرور اس سے بچنے کی رہنمائی فرماتے۔ یہی نہیں بلکہ آپؐ نے اس طرح کے فاسد نظریات کی بھرپور تردید فرمائی چنانچہ مسلم شریف کی روایت ہے: لا عدوی ولا مطیۃ ولا حاتمہ فی الاسلام۔

البتہ کسی مرض کے متعلق رضا الہی یہی ہو کہ اس میں اس بات کی صلاحیت پائی جائے کہ وہ دوسرے تک متعدی ہو جائے تو اس بارے میں اس سے زیادہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عذاب اور آزمائش ہے، اس اعتبار سے ایڈز واقعی ایسا مرض ہے بھلائی و اللہ اعلم، تو وہ ایک انسان کے لئے مسلک، خطرناک، ضرر رساں اذیت ہے اور صاحب مرض اس بات کو جانتا بھی ہے کہ یہ مرض دوسروں کے لئے بھی سم قاتل بن جاتا ہے تو اس صاحب مرض کا خود ذاتی فریضہ ہوگا کہ اپنے خاندان والوں اور گھر کے تمام افراد کو اطلاع ہی نہیں دے بلکہ اس سے بچنے کی تلقین بھی کرے ورنہ وہ دوسروں کی اذیت رسائی کا باعث قرار پائے گا جو قطعی مرام اور بالاتفاق واجب الاحراز ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

قال ابوہریرہ: دلنی علی عمل بد حلتی الجنة قال اعزل الاذی عن الطريق۔

ابوہریرہ کہتے ہیں کہ یا نبی اللہ مجھے ایسے عمل کی رہنمائی فرمادیں جو مجھے جنت میں داخل کر دے آپؐ نے فرمایا راستہ سے حکلیفہ وہ

چیز ہٹاؤ۔

(۲) ماقبل میں یہ بات ابھی ذکر کی گئی کہ شرعی نقطہ نظر سے ایڈز بھی ایک متعدی مرض ہے جو دوسروں کے لئے ضرر رساں اور اذیت کا سبب ہے اور شریعت نے اذیت سے بچنے کی شدید تاکید کی ہے اس لئے اگر ڈاکٹر کو یہ معلوم ہو جائے کہ فاسل شخص اس مسلک مرض کا مریض ہے تو اس کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ اس راز کو افشاء کرے کیوں کہ اگر ڈاکٹر اس کو راز میں رکھتا ہے تو اس کے عام ہونے کا قوی امکان ہے شریعت کا مشورہ مضابطہ ہے:

ضرر عام کی روک تھام کے لئے ہر ضرر خاص کو برداشت کیا جائے گا۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ امر میں ہر وہ چیز شامل

ہے جو عام مسلمانوں کے لئے نافع ہو یا ان سے ضرر کو روکی جائے والی چیز ہو۔ (نووی ج ۱ ص ۱۰۷)

(۳) اس کا تعلق بھی ماقبل کے جواب سے ہے کہ اس طرح کے امراض سے عام انسانوں کی ہلاکت کا اندیشہ ہے اس لئے اہل غلہ کی سب سے

پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ اس کا علاج و معالجہ کراتے، اس کو عام اختلاط سے روکے، اس کا کھانا چھینا، عروق و لباس سب دوسرے بچوں



سے الگ رکھے اور عام آدمی سے ملنے جلنے میں احتیاط برتتے کی تلقین کرے اور حکومت اگر اس طرح کے مریضوں کے ساتھ ناروا سلوک اختیار نہ کرتی ہو بلکہ اس کے دفعیہ کا انتظام کرتی ہو تو بہتر یہ ہے کہ حکومت کے عمل کو فوری اس کی اطلاع کرے تاکہ اس کو طبی مراعات فراہم ہو سکے۔ احتیاط اسی میں ہے اور شریعت بھی اسی کا حکم دیتی ہے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں:

یہ شک اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے احتیاط دورانہشی سے کام لینے اور اسباب ہلاکت سے بچنے کا۔ (نووی ج ۱/ ۱۲۹)

### (۳) ایڈز کے مریض کی زیادتی

ایڈز کے مریض کا کسی دوسرے کو خون دینا یا اپنی بیوی سے جماع کرنا اپنے اس مرض کے تعویہ کے جانتے کے باوجود یہ مسئلہ درحقیقت سبب اور مباشر کے باب سے متعلق ہے کیوں کہ وہ شخص جو ایڈز کا مریض ہے اپنے مرض کی صلاحیت کو جانتے ہوئے اپنی بیوی سے جماع کر رہا ہے یا دوسرے مریض کو خون دے رہا ہے خواہ اس کا ارادہ مرض کی منتقلی کا ہو یا نہ ہو ہر دو صورت سبب قرار پائے گا اور اس پر ضمان واجب ہوگا کیوں کہ وہ دوسرے کی جان کے تلف کا سبب بن رہا ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی آدمی کسی کو زہر پلانے سے چنانچہ علامہ کلاسانی فرماتے ہیں:

اگر کسی شخص نے کسی کو زہر پیش کیا تو وہ شخص جس کو کہ زہر پیش کیا ہے اگر خود سے پیا تو اس زہر دینے والے پر

ضمان واجب نہیں ہوگا اور اگر اس نے پلایا اس کے منہ میں ڈال کر تو اس پر دیت واجب ہوگی۔ (برنح، ۱۰/ ۱۲۵)

اس سے معلوم ہوا کہ وہ شخص جس کو ایڈز کا مرض ہے اپنی بیوی سے جماع کرے گا تو زہر پلانے والے کے مترادف ہوگا اور اپنی بیوی کی موت کا وہ سبب ہی نہیں ہوگا بلکہ مباشر ہوگا اس لئے کہ اس میں اس شخص کی جانب سے تعدی پائی جا رہی ہے جیسا کہ علامہ حموی کی مباشر کی تعریف سے معلوم ہوتا ہے۔

وحد المباشر ان يحصل التلف بفعله من غير ان يتدخل بين فعله والتلف فعل مختار۔

مباشر اس کو کہتے ہیں کہ ہلاکت حاصل ہوتی ہو کسی شخص کے ایسے فعل سے کہ اس کے فعل اور ہلاکت کے درمیان کوئی دوسرے

کا فعل خلل انداز نہ ہو۔ (الاشباہ ماثرہ حموی ۱/ ۱۳۳)

### ایڈز کے مریض کا خون پیش کرنا

ایڈز کا مریض اگر کسی کو خون پیش کرتا ہے اور کوئی ڈاکٹر اس مریض کو ایڈز زدہ خون پڑھاتا ہے تو کتب فقہ کی عبارتوں سے معلوم ہوتا

ہے کہ اس خون پیش کرنے والے پر کوئی ضمان واجب نہیں ہوگا۔ خواہ اس کا منشاء مرض کی منتقلی کا ہو یا نہ ہو۔

اور جب کہ زہر پیش کیا کسی شخص نے کسی آدمی کو پس اس نے پی لیا تو پیش کرنے والے پر نہ کوئی قصاص ہے اور نہ ہی دیت خواہ پینے والے کو اس کا علم ہو یا نہ ہو اسی طرح ذخیرہ میں ہے۔ اسی طرح کسی نے زہر ملا یا ہوا کھانا کے متعلق کسی سے کہا کہ یہ اچھا کھانا ہے اس نے کھالیا اور مر گیا تو اس پر ضمان واجب نہیں ہوگا جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ ۶/ ۶)

### (۵) ایڈز کا مرض چھپا کر نکاح کرنا

نکاح کا مقصد یہاں توالد و تناسل ہے اور ایک خوش گوار زندگی کی تشکیل ہے۔ وہیں شریعت نے زوجین کو بہت سے اختیارات

بھی دینے ہیں۔ تاکہ میاں اور بیوی دونوں کی زندگیاں کسی طرح کی کھفت میں قید ہو کر اجیر نہ بن جائے۔ بلکہ عدم بجاؤ و عدم بناؤ کی صورت میں اپنے دیے گئے شرعی اختیارات کو بروئے کار لا کر ایک دوسرے سے چھٹکارا حاصل کر سکیں۔ مثلاً شوہر کو شریعت نے طلاق کا حق دیا تو عورت کو خلع کا یا بصورت دیگر قاضی کی شرعی عدالت سے اپنا نکاح فسخ کرانے کا اختیار دیا۔ البتہ ان اختیارات کو استعمال کرنے میں زوجین کو شریعت نے آزاد بھی نہیں چھوڑا تاکہ رشتہ ازدواجیت ایک مذاق بن کر نہ رہ جائے، بلکہ ان دیے گئے اختیارات کے استعمال کے لئے زوجین کو کچھ شرطوں کا پابند بھی بنایا ہے چنانچہ عورت اپنے فسخ نکاح کا کب مطالبہ کر سکتی ہے اور اس کو یہ حق کب حاصل ہے۔ اس بارے میں علماء کرام کے چند اقوال ہیں۔

### قول اول

امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کی رائے یہ ہے کہ عورت کو مرد کے عین اور محبوب ہونے کی صورت میں فسخ نکاح کے مطالبے کا حق ہوگا۔ امام محمد کی رائے یہ ہے کہ جب مرد کو جنون یا برص یا جذام، عین، محبوب کے امراض میں سے کوئی مرض لاحق ہو تو عورت کو فسخ نکاح کے مطالبے کا اختیار ہوگا۔

جب کہ شوہر کو جنون یا برص یا جذام کا مرض تو امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف کے نزدیک فسخ کا اختیار عورت کو نہیں ہوگا۔ امام محمد کے نزدیک عورت کو اختیار ہوگا۔ (حدیث ۳۲۲/۲)

### قول ثانی

علامہ ابن قیم کا ہے صاحب فقہ السہ نے ان کی رائے ان الفاظ میں نقل کی ہے:-  
امام ابن قیم کی تحقیق غور و فکر کے اعتبار سے اس باب میں بہت عمدہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ شوہر کے نابینا، گونگا، مبرا، دونوں ہاتھ کٹا ہوا، دونوں پیر کٹا ہوا یا ایک ہاتھ یا ایک پیر کٹا ہوا اسی طرح اور جو چیز منافرت کا سبب بنے، ہونے کی صورت میں فسخ کے مطالبے کا اختیار ہوگا۔ (فتاویٰ ۵۸/۲)

امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک بھی ان امراض سے فسخ نکاح کا اختیار عورت کو حاصل ہوگا۔ البتہ امام احمد نے ایک اور قید کا اضافہ کیا ہے۔ (رحمہا)

اگر عورت اپنے شوہر کے ۱۔ مجنون ہونے یا محبوب ہونے یا جذام یا ابلہ (ایک قسم کی بیماری ہے جس سے جسم کا کوئی حصہ بڑ جاتا ہے) یا عین ہونے وغیرہ مرض لاحق ہو تو عورت کو اختیار ہوگا۔ امام مالک و احمد یہی کہتے ہیں۔  
(ملیۃ العلماء ۱۰/۲۰۰)

امام شافعیؒ مذہب فقہ رائے ہوئے علامہ زیلی ر قسطنطنیہ:

امام شافعیؒ نے فرمایا کہ عورت رد کر سکتی ہے نکاح کو جب مرد میں یہ پانچ عیوب پائے جائیں۔ جذام، برص، جنون، رقی، قرن۔ (نہجین المتائق ۲۰/۲)

حنفیہ کے یہاں امام محمد علیہ الرحمہ کے قول پر فتویٰ ہے چنانچہ ہندیہ میں ہے:

اگر شوہر کو جنون کا روگ لاحق ہو جائے اور اس کی مدت ایک سال تک ہو جائے تو وہ عین کی طرح ہے اور اگر جنون مطلق ہے تو وہ محبوب کی طرح ہے۔ (ہندیہ ۳۲۲/۲)

مذکورہ بالا فقہاء کی آرا اور امراض کی تفصیل سے یہ واضح ہوا کہ ان امراض سے فسخ نکاح کا حق محض منافرت کی بنیاد پر مل رہا ہے تو گویا یہ بات سامنے آتی کہ ہر وہ امراض جو واقعی میاں بیوی کے درمیان منافرت کا باعث بن سکتے ہوں ۱۰ ان سے عورت کو فسخ نکاح کرانے کا حق حاصل ہوگا۔ لہذا ایڈز کا مرض بھی انہیں امراض متناظرہ میں سے ہے؟ تو عورت کو فسخ کا حق ہوگا اور اگر کسی قاضی نے ان علل کی بنیاد پر ایڈز کے مرض کی بنیاد پر عورت کا نکاح فسخ کر دیا تو نافذ اور فیصلہ شرعی ہوگا۔ چنانچہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

اور ہم نے تحریر کیا ہے قواعد فقہیہ فی مذہب الحنفیہ میں کہ قاضی نے فسخ نکاح کا فیصلہ کر دیا۔ زوجین میں سے کسی کے

عیب کی وجہ سے تو اس قاضی کا فیصلہ نافذ ہوگا۔ (المبررات ۱۲۰/۳)

### (۶) ایڈز کے مرض میں گرفتار عورت اسقاط حمل کرا سکتی ہے یا نہیں؟

کسی بھی عارضہ کے وقت اسقاط کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں یا بچہ جو پیٹ کے اندر ہے اس میں روح پڑ گئی ہوگی یا نہیں۔ اگر روح نہیں پڑی ہوگی بلکہ ابھی علقہ یا مستندہ کی شکل میں ہوگا تو اس وقت اگر عورت چاہے تو اسقاط حمل کرا سکتی ہے اور اگر اس میں روح پڑ گئی ہوگی تو اس وقت اسقاط حمل قطعی جائز نہیں ہوگا۔ چنانچہ قاضی خاں لکھتے ہیں:

دودھ پلانے والی عورت کو جب حمل ظاہر ہو جائے اور اس کا دودھ اس کی وجہ سے منقطع ہو جائے اور اس بچہ کا باپ کسی دودھ پلانے والی عورت کو اجرت پر لینے کی بساط بھی نہ رکھتا ہو اور اس بچہ کے بلاکت کا بھی خوف ہو تو فقہاء کہتے ہیں کہ اس عورت کے لئے مباح ہوگا کہ اپنے خون آلودہ کا علقہ کرائے جب تک اس حمل میں انسانی عضو نہیں بنے ہوں بلکہ حمل ابھی نطفہ یا علقہ یا گوشت کا لوتھرا ہی ہو۔ جس کی مدت علماء نے ایک سو بیس دن بیان کی ہے اور اسرئال دم کے ذریعہ حمل اسقاط کرنے کو جائز اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ حمل ابھی پیٹ کے اندر آدمی نہیں بنا ہے۔ لہذا ایک آدمی کی جان بچانے کے لئے اس حمل کا اسقاط کرنا مباح ہوگا۔ (غانیہ ۳۱۰/۲)

اس عبارت سے پتہ یہ چلا کہ اگر اس ایڈز کی مریضہ کے حمل کی مدت ایک سو بیس دن سے کم ہے تو اس کو اسقاط حمل کرنا جائز ہوگا اور اگر مذکورہ مدت (۱۳۰) کو حمل کی مدت سمجھ گئی ہو یا اس سے متجاوز ہو گئی ہو تو اس عورت کو اسقاط حمل جائز نہ ہوگا۔ کیوں کہ وہ بھی ایک آدمی ہے جس طرح ایڈز زدہ مریض یا کسی آدمی کو قتل کرنا حرام ہے اسی طرح اس پیٹ کے بچے کی جان اسقاط کے ذریعہ لینا حرام ہوگا۔ ارشاد باری ہے وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ الْبَاطِلُ۔

اسی طرح ایک جزئیہ نکتہ بحر میں ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

اور نوادر میں ہے کہ ایک حاملہ عورت کے پیٹ میں بچہ اس طرح الٹ گیا کہ اس کو ٹکڑے ٹکڑے کئے بغیر اس کا پیدا ہونا مشکل ہو جائے، اگر اس طرح نہ کیا گیا تو اس کی ماں کی جان خطرہ میں پڑ جائے، تو کہتے ہیں اگر بچہ پیٹ میں مردہ ہے تو اس طرح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر زندہ ہے تو اس کا ٹکڑے کیا جانا بالکل جائز نہیں ہے کیوں کہ ایک جان کو قتل کر کے دوسری جان کی حفاظت، ایسا کوئی کلیہ شریعت میں وارد نہیں ہے۔ (مکملہ المبررات ۱۰۵/۸)

### (۷) ایڈز زدہ بچوں کا اسکولوں میں داخلہ

ایڈز کے مرض میں گرفتار بچے بچوں کا داخلہ لینا یا لینا یہ مسئلہ درحقیقت انسانی اور شہری حقوق سے وابستہ ہے، شریعت اسلامی



کایہ خصوصی اختیار ہے کہ ہر انسان کو بحیثیت انسان مساویانہ حقوق دینے کا پاس و لحاظ رکھا ہے۔ خواہ کسی درجہ کا انسان ہو، گنہگار ہو، لڑکا ہو، اپنا ہو، ہر اور اندھا ہو۔ ہر ایک کا درجہ حقوق کی ادائیگی میں برابر ہے اور اس کی ادائیگی کی شریعت سخت تاکید بھی کرتی ہے۔ اس لئے کسی بھی بچے اور بچیوں کو مدارس، اسکول، کالیں اور دیگر تعلیمی و تکنیکی ادارہ میں داخلے سے محروم نہیں کیا جائے گا خواہ ایڈز زدہ بچے ہوں یا نہ ہوں کیوں کہ ان اداروں میں تعلیم و تربیت حاصل کرنا ہر ایک کا انسانی، ملکی اور شہری حق ہے۔ اس لئے اس باب میں مستقبل کے امکانات (مثلاً سر وغیرہ پھوٹ کر دوسروں کو خون کا لگ جانا یا جلنی سے بے راہ روی میں مبتلا ہو کر دوسروں تک متعدی ہو جانا وغیرہ) کا قلعی اعتبار نہ ہو گا۔

### (۸) ایڈز کے مریضوں کے ساتھ احتیاطی تدابیر

ایڈز جیسے مسلک مرض میں گرفتار بچے، بچیاں اور دیگر افراد کے بارے میں بست سی اخلاقی اور احتیاطی ذمہ داری اہل خانہ اور متعلقہ افراد پر عائد ہوتی ہیں مثلاً اہل خانہ اس مریض کے ساتھ دیگر افراد جیسا مساویانہ برتاؤ کریں، الفت و محبت سے پیش آئیں، تاکہ مرض سے متاثر حضرات نیز بچے، بچیوں کی دل شکنی نہ ہو، اگر شیر خوار بچہ ہو تو بچانے وال کو اپنا دودھ پلانے کے لگتے، بھینس یا بڈاروں میں دستیاب اس طرح کی معیاریات کا انتظام کریں، اسی طرح ان سے الگ تھلک اس طرح نہ رہیں کہ وہ اچھوت پن کا احساس کرے، ساتھ ہی ساتھ ان کی دوا علاج کا انتظام ذات باری پر بھروسہ کرتے ہوئے کرتا رہے اور خدا کی ذات سے ناامید نہ ہوں لا تعظوا من رحمۃ اللہ، اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔

### (۹) مرض الموت کا حکم؟

علماء کرام نے تھوڑی بست کمی اور زیادتی کے ساتھ کتابوں میں دو طرح کی تعریضیں نقل کی ہیں۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے،  
مریض مرض الموت وہ ہے جو اپنی فطری ضروریات کے لئے بھی باہر نہ نکل سکے۔ یہی زیادہ صحیح ہے۔ (ہندیہ ۱۴۹/۳)  
اصحاب متون میں صاحب تنویر مرض الموت کی تعریف نقل کرتے ہوئے رقم طراز ہیں،

مرض موت اس کو کہتے ہیں جس مرض کی وجہ سے یا اس کے علاوہ کسی وجہ سے صاحب مرض کی ہلاکت غالب ہو، تو اگر اس کو مرض نے پکڑا اور اس مرض کی وجہ سے اپنی ضروریات پورے کرنے سے عاجز ہو گیا وہ مرض موت ہے۔

(در مختار ۲۸۱/۲)

ہندیہ میں دوسری تعریف اس طرح نقل کی گئی ہے اور اسی کو فتاویٰ کے لئے بھی اختیار کیا گیا ہے جو در مختار کی تعریف سے قریب تر ہے

اور فتاویٰ کے لئے مختار قول یہ ہے کہ جس مرض کی وجہ سے مریض کا مرنا غالب گمان ہو جائے تو وہ مرض موت ہے

خواہ صاحب فراش ہو یا نہ ہو۔ (ہندیہ ۱۴۹/۳)

مذکورہ بالا تعریضات سے یہ بات معلوم ہوتی کہ وہ امراض یا حوادث جس سے کہ انسان کی موت یقینی ہو وہ مرض موت ہے لہذا ایڈز، کینسر، طاعون اور اس طرح کے اور مسلک امراض جس سے کہ انسان کی موت یقینی ہو جاتی ہے اس میں مرض موت کا حکم لگے گا اور میت کے احکام جاری ہوں گے۔

### (۱۰) طاعون کی وجہ سے آمدورفت پر پابندی؟

طاعون یا اس جیسی دوسری کوئی وبا، کسی مقام پر آجائے تو اس مقام پر آدمی کا جانا یا وہاں سے بغیر ضرورت نکل بھاگنا شرعی نقطہ نظر

سے درست نہیں ہے۔ کتابوں میں جس طرح کی تفصیل ملتی ہے اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے جو منع کیا ہے (آمدورفت) سے اس کا مقصد دو خانوں کی طرف جانا ہے اولاً تو اس لئے کہ اس سے عام انسانوں کے ضرر میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو سکتا ہے ثانیاً اس لئے کہ اس سے اعتقاد پر ضرب پڑ سکتی ہے۔ ان دونوں باتوں کے پیش نظر شریعت نے وہاں کی آمدورفت سے منع کیا ہے چنانچہ اللہ کے نبی نے ارشاد فرمایا:

طاعون ایک پھنکڑ ہے جو عی اسرائیل یا تم سے پہلے جو قوم تھی اللہ تعالیٰ نے اس پر بھیجا تو جب سنو کسی جگہ کے بارے میں کہ وہاں یہ آندائش آگئی ہے تو مت جاؤ اور ایسی جگہ آجائے جہاں پر تم ہو تو وہاں سے مت بھاگو۔

(مسلم ۱/۲۸۸)

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کسی کی حکومت طاعون زدہ علاقہ میں آمدورفت پر پابندی لگاتی ہے اور اس کا مقصد لوگوں کی حفاظت اور اس ضرر کے پھیلنے سے بچانا ہو تو یہ پابندی درست ہوگی کیوں کہ پابندی خواہ اعتقاد کی خرابی کے اندیشہ پر مبنی ہو یا ضرر پر خود ایک درجہ میں مذکور روایت سے مفہوم ہے۔

## (۱۱) طاعون زدہ علاقہ سے نکلنا یا داخل ہونا

روایتوں میں جو طاعون زدہ علاقہ سے آنے اور وہاں جانے سے روکا گیا ہے وہ ایک مصلحت پر مبنی ہے لہذا ایسے لوگ جو اس مقام سے اس وبا کے آنے سے قبل باہر گئے تھے اور ان کے اہل و عیال کاروبار اس علاقہ میں ہیں اور ان کی ضروریات بھی پوری ہو گئیں ہیں تو وہ لوگ اس ممانعت کے محتاط نہیں ہوں گے اور ان کے لئے اپنے اس مقام پر جانا درست ہوگا کیوں کہ جن روایات میں جو ممانعت آئی ہے وہ اعتقادی ہے۔ اس طور پر کہ کوئی شخص اس طاعون زدہ علاقہ میں گیا اور برعکس، ایسی بیماری میں مبتلا ہو گیا تو اس کا اعتقاد اس طرح خراب ہو کہ میں وہاں نہ جاتا تو مجھے یہ وبال لاحق نہ ہوتی تو شریعت کا منشاء اس طرح کے عقیدہ کی خرابی سے بچانا ہے چنانچہ امام نووی فرماتے ہیں:

قدوم و خروج کی ممانعت نہ ہوتی لیکن لوگوں پر ہند کا اندیشہ تھا کہ لوگ یہ گمان نہ کر لیں کہ ہلاکت آنے کی وجہ سے ہوتی ہے اور سلامتی وہاں سے بھاگنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ (۴۱۰ سابق)

اسی طرح وہ حضرات جو اس مقام پر کسی ضرورت سے گئے یا وہاں ملازم پیشہ تھے اور ان کا کام اب نہیں چل رہا ہے اور بیوی بچے گھر کے متعلقہ افراد کی کفالت بھی اسی کے ذریعے یا وہاں پر دوا علاج کا بندوبست نہیں ہے تو اس طرح کے لوگوں کا وہاں سے آنا درست ہوگا اور فرار میں داخل نہیں ہوگا۔ علامہ نووی نے اس کو جمہور علماء کا مسلک قرار دیا ہے۔

اور ان روایات میں طاعون زدہ شہر میں آنا اور وہاں سے نکلنا فرار ہے البتہ کسی عارض کی وجہ سے نکلنے میں کوئی عرج

نہیں ہے۔ یہ تفصیل جو ہم نے ذکر کی ہے یہ ہمارا مذہب اور علماء جمہور کا مذہب ہے۔ (۴۱۱ سابق)

مذکورہ تفسیر سے یہ معلوم ہوا کہ اگر قدوم و خروج میں اعتقاد پر کوئی ضرب نہ آتی ہو تو ضرورتاً تو نکلنا جائز اور فرار میں داخل نہیں ہے ہی بلا ضرورت بھی نکلنا فرار میں داخل نہ ہوگا۔

اور اس پر علما کا اتفاق ہے کہ کسی وجہ سے وہاں سے نکلنا جائز اور قرار میں داخل نہیں ہے اور دلیل اس پر صحیح احادیث ہیں۔ جب کوئی شخص طاعون کے شر سے نکلا اور اس کا ایمان اس بات پر ہو کہ ساری چیزیں اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں تو کوئی حرج نہیں ہے وہاں سے نکلنے اور داخل ہونے میں۔ (درمک)

~~~~~

مولوی مجاہد الاسلام قاسمی  
(دور العلوم سہیل السلام حیدرآباد)

## غیبت کی تعریف و اس کا حکم

کسی آدمی کے پیچھے ایسی باتوں کا ذکر کرنا جو اسے مظلوم ہو جانے پر ناگوار خاطر ہو، یہ تعریف حضرت ابوہریرہ کی روایت سے ماخوذ ہے جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم لوگوں کو مظلوم ہے کہ غیبت کیا چیز ہے۔ تو صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے تو آپ نے فرمایا تمہارے اپنے بھائی کی ایسی باتوں کا ذکر کرنا جو اسے مظلوم ہو جانے پر ناگوار خاطر ہو، تو آپ سے کہنا اگر وہ بات میرے بھائی میں پائی جاتی ہو، تو آپ نے فرمایا کہ جو بات تم کہہ رہے ہو اگر اس میں موجود ہے تو یہی غیبت ہے اور اگر اس میں وہ بات نہیں ہے جو تم کہہ رہے تو یہ بہتان ہے۔ (مسلم ۱۲/۲۳۲)

غیبت کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے، قرآن نے غیبت کو اپنے مردار بھائی کے گوشت کے کھانے سے تشبیہ دی ہے، چنانچہ قرآن میں ہے۔

لَا يَغْتَابُ بَعْضُكُم بَعْضًا يَخْتَابُ الْمُنَافِقُ بَعْضُكُم بَعْضًا يَخْتَابُ الْمُنَافِقُ (سورۃ المائد)

تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی یہ بات پسند کرتا ہے کہ اپنے مردار بھائی کا گوشت کھائے؟

غیبت کرنے والا منکب مرام ہو گا البتہ ضرورت کے وقت غیبت کی اجازت ہے، چنانچہ شامی میں ہے،

فَلَا تَحِلُّ إِلَّا عِنْدَ الْغَائِبَةِ بِغَيْرِ حَاجَةٍ - غیبت بوقت ضرورت بقدر ضرورت جائز ہے۔

نیز امام نووی نے اپنی شرح مسلم میں بغرض شرعی غیبت کو مباح قرار دیا ہے اور انھوں نے چھ ایسے اسباب بیان کئے ہیں جہاں غیبت مباح ہے۔

غیبت شرعی غرض کی بناء پر مباح ہے اور اس کے چھ اسباب ہیں۔ پہلی ظلم، مظلوم کے لئے جائز ہے کہ وہ سلطان قاضی اور ان کے علاوہ سے ظلم کی شکایت کرے جس کو ولایت حاصل ہو یا انصاف پر قادر ہو کہ ظالم شخص نے ظلم کیا ہے یا ایسا کام کیا ہے، اور دوسری قسم منکر کے بدلے اور معاصی کے ختم کرنے پر فریاد رسی کرنا۔ پس اس شخص سے کہنا ہے جس کی قدرت کی امید کی جاسکتی ہے کہ وہ ایسا کام کرے گا، اور تیسری قسم استغناء سے متعلق ہے اس طرح کہ مفتی سے کہنا ہے کہ میرے باپ نے مجھ پر ظلم کیا ہے یا کہتی ہے کہ میرے شوہر نے مجھ پر ظلم کیا ہے، اور چوتھی قسم تحذیر مسلمین میں ہے۔ اس کی کئی وجہیں ہو سکتی ہیں اس میں سے یہ ہے کہ مشورہ کے وقت کسی کے عیب



کو ملتا بمرض خیر خواہی اور اسی میں سے ایک صورت یہ بھی ہے کہ جب تم کسی عیب دار چیز خریدتے ہوئے دیکر یا غلام سارق، زانی، فاسق اور شراب نوش اور مشرعی اس سے ناواقف ہے، تو مشرعی کو ان عیوب سے واقف کرادو جسد نصیحت، ایذا، مقصود نہ ہو، اور پانچویں قسم مجاہر فسق ہے جیسے شراب، اور چھٹی قسم جو نصیحت میں شمار نہ ہوتی ہے وہ تعریف ہے جب کہ وہ لقب کے ساتھ مشہور ہو جیسے امش، اعرج کہ یہ دو محدث کا لقب ہے۔

(نوی شرح مسلم)

حاصل یہ کہ غیبت شرعی ضرورت کی بناء پر مباح ہے اگر کوئی ایسے مواقع پر غیبت کرتا ہے تو وہ قابل گرفت نہیں ہوگا۔ اگر ایذا کا شکار مریض اپنے اہل خانہ اور متعلقین سے اپنا مرض چھپا رہا ہے اور ڈاکٹر سے بھی اصرار کر رہا ہے کہ وہ اس مرض کو پردہ خفا میں رکھے تو اس صورت میں شرعاً ڈاکٹر کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ اس مرض کو بھلے راز میں رکھنے کے افشاء کرے اس کے متعلقین کو اس کے مرض سے باخبر کرے تاکہ متعلقین اختلاط سے محفوظ رہیں۔ کیوں کہ غیبت بر بناء ضرورت شرعی مباح ہے دوسری بات یہ کہ فقہ کا مشہور قاعدہ ہے فلا یمنحل الا علی لدفع الادمی اب (الباب ۱۸/۱) ادنی ضرر یہ ہے کہ ڈاکٹر تھوڑی دیر کے لئے مریض کے سامنے شرمندہ ہوگا اور ضرر اعلیٰ یہ ہے کہ ڈاکٹر کے افشاء نہ کرنے سے عام لوگ اس مرض میں مبتلا ہو جائیں گے۔

اطباء نے مرض کو متعدی اور غیر متعدی میں تقسیم کیا ہے یعنی بعض امراض وہ ہیں جو کثرت اختلاط سے دوسروں کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں اور بعض امراض وہ ہیں جو دوسروں تک منتقل نہیں ہوتے ہیں ایسی بیماریوں کی تعداد کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ احادیث کی کتابوں کے مطالعہ سے دو طرح کی حدیث ملتی ہیں، ایک حدیث وہ ہے جو مرض کے غیر متعدی ہونے پر دال ہے جیسے لا یعدوی الخ اور دوسری حدیث مرض کے متعدی ہونے کو جاتی ہے جیسے فروع المجدوم الخ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں حدیث کا محمل الگ الگ ہے پہلی حدیث کا محمل ریح الایمان لوگ ہیں جن کے عقیدہ میں یقین ہوتی ہے جن کا توکل صرف اللہ پر ہوتا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ انسان جن

عادات سے دوچار ہوتا ہے وہ سب خالق کائنات پر پہلے ہی قلم بند کر چکا ہے جسے ایک دن وقوع پذیر ہونا ہے۔

چنانچہ شرح مسلم للنوی میں ہے۔

طاعون اللہ کا عذاب ہے جس کو اللہ جس پر چاہتا ہے بھیج دیتا ہے اور اسی طاعون کو عالین کے لئے رحمت بھی بنایا ہے، چنانچہ کوئی شخص طاعون میں مبتلا ہو گیا اور اسی حالت میں صبر کے ساتھ اپنے طاعون زدہ شہر میں ٹھہرا یا اس یقین کے ساتھ کہ ساری مصیبتیں اللہ ہی کی پیدا کی ہوئی ہیں تو ایسا شخص ابر شہید کا مستحق ہوگا۔ (شرح مسلم ۱۸/۱)

اور دوسری حدیث کا محمل وہ لوگ ہیں جن کے عقیدہ میں یقین نہیں اور جن کی نگاہیں اسباب پر ہوتی ہیں تو بطلان عقیدہ سے بچنے کے لئے ارشاد فرمایا گیا فروع المجدوم الخ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص ایذا یا کسی دوسری خطرناک بیماری میں مبتلا ہو گیا تو اس کے اہل خانہ اور متعلقین کو چاہئے کہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں ایسا نادر و اسلوک نہ پیش کریں جس سے اس کے دل کو ایذا پہنچے اور اپنے کو انسان کے بجائے کوئی دوسری چیز تصور کرنے لگے۔ البتہ کثرت اختلاط سے احتراز کرے، خصوصاً وہ متعلقین جن کا عقیدہ ناقص ہو، ایسے مسلک مرض میں والدین ہی اپنے مریض بچے کی دیکھ بکھ کرتے ہیں کیوں کہ بچہ سے والدین کی محبت دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ ہوتی ہے اس مسئلہ پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے آخری ٹکڑے سے روشنی ملتی ہے۔ چنانچہ مسلم میں ہے۔

جس سرزمین میں طاعون کی بیماری پھیل گئی ہو اور تم وہاں موجود ہو تو بلا ضرورت فساد عقیدہ سے بچنے کے لئے فرار مت اختیار کرو۔  
 ظاہر ہے کہ طاعون ایک مسلک مرض ہے جو انسان بھی اس مرض کا شکار ہوتا ہے اسے موت نظر آنے لگتی ہے حضورؐ نے فرمایا  
 جس سرزمین میں تم وقوع پذیر ہو اور وہاں طاعون کی وبا پھیل پڑے تو اس شہر کو چھوڑ کر دوسرے کی طرف منتقل مت ہو۔ جہاں اس نکلز کا  
 مطلب دوسرا لیا جاسکتا ہے وہیں یہ مطلب بھی لیا جاسکتا ہے کہ تم فرار کہاں کا اختیار کرتے ہو تم اپنی چھوٹی چھوٹی اولاد کو مبتلا مرض میں  
 چھوڑے کہاں بھاگے جارہے ہو۔ اس سے پتہ چلا کہ شرعاً مریض کی دیکھ ریکھ اہل خانہ کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

ایڈز کا ایسا مریض جو اپنے مرض اور اس کے مضر اثرات سے خوب اچھی طرح واقف ہو اگر وہ کسی دوسرے تک اپنے مرض کو  
 منتقل کرنے کی غرض سے کوئی ایسا کام کرے مثلاً بیوی سے مجامعت کی جس کی وجہ سے ایڈز کے جراثیم بیوی میں منتقل ہو گئے یا کسی مریض کو  
 خون کی ضرورت ہے، ایڈز کے اس مریض نے اپنا خون اس کے لئے پیش کیا اور مریض کو وہ خون چڑھایا گیا جس کے نتیجہ میں اس مریض کو  
 بھی ایڈز کا مرض لاحق ہو گیا تو ایڈز کا یہ مریض جو دانستہ دوسرے تک اس قاتل مرض کی منتقلی کا سبب بنا ہے تو اسے سزا دی جائے گی اور  
 اگر مریض مر گیا تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ چنانچہ شامی کی ذیل کی عبارت سے اس مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے۔

کسی شخص نے ایک آدمی کو زہر پلا دیا اور اس کی وجہ سے وہ شخص مر گیا تو جانیات البدن میں کسا ہے کہ قصاص واجب

ہوگا اس لئے کہ اس نے جہنمی جیسا عمل کیا ہے اور سر قندی نے اپنی شرح میں کسا ہے کہ ہمارے زمانے میں عمل  
 اسی روایت پر ہے کیوں کہ اس نے فساد پھیلانے کی کوشش کی ہے لہذا دفع شر کے خاطر قتل کر دیا جائے گا۔

(رد المحتار)

اگر اس نے اپنے مرض کو منتقل کرنے کا ارادہ تو نہیں کیا مگر اس کی حقیقت سے واقف ہونے کے باوجود بیوی سے مجامعت کرتا  
 ہے یا کسی مریض کو خون دیتا ہے تو وہ گنہگار اور مجرم ہوگا۔

ابن حزم کے ذکر کردہ روایات کی روشنی میں کئی صورتیں معلوم ہوتی ہیں۔ نکاح سے قبل فرجین میں سے کسی کو بھی دوسرے کے  
 عیب کا علم نہ ہو جب کہ شوہر یا بیوی کے اندر پہلے ہی سے عیب موجود ہو، چنانچہ عملی میں ہے۔

یعنی بن سعید انصاری سے روایت ہے کہ میں نے سعید بن مسیب کو کہتے ہوئے سنا کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے  
 فرمایا کہ کسی ایسی عورت کا نکاح کیا گیا جو جنون، جذام اور بدس کی مریضہ تھی تو شوہر اس سے جماع کے وقت اس کی  
 بیماری سے مطلع ہوا اور (الحلی ۱/۱۰۷)۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ امراض و عیوب کی بنا پر فسخ نکاح کے بارے میں ائمہ کے یہاں اختلاف  
 رہا ہے۔ امراض تین طرح کے ہوتے ہیں بعض مرض تو وہ ہے جس میں مرد و زن مشترک ہوتے ہیں مثلاً جذام، بدس، جنون۔ بعض مرض  
 وہ ہیں جو عورتوں ہی کے ساتھ خاص ہوتے ہیں مثلاً ترقق، قرن وغیرہ بعض وہ ہیں جو مردوں کے ساتھ مختص ہوتے ہیں جیسے خصاص، عنت۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک قریب قریب سبھی امراض سبب فسخ نکاح ہوتے ہیں۔ امام اعظمؒ کے نزدیک سبب فسخ نکاح صرف شوہر کا  
 نامرد اور متطوع الذکر ہونا ہے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں کے علاوہ جذام، بدس، جنون کو بھی اسباب فسخ نکاح میں سے شمار کرتے ہیں۔  
 چنانچہ علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں۔



امام محمدؒ نے تین امراض یعنی جذام، برص، جنون میں امام صاحب کی مخالفت کی ہے جب کہ جذام وغیرہ شوہر کو لاحق ہو تو عورت کو قسح نکاح کا اختیار ہوگا۔ برخلاف اس کے کہ جب یہ امراض عورت کے ساتھ لاحق ہو تو مرد کو قسح کا اختیار نہ ہوگا اس لئے کہ مرد اس پر قادر ہے کہ اپنی طرف سے طلاق کے ذریعہ ضرر کا دفعیہ کرے۔ (المواہرات ۱۲۱۲)

اور متاخرین احناف نے امام محمدؒ ہی کے قول پر فتویٰ دیا ہے اس لئے کہ امام محمدؒ کا نظریہ شرعی مصلحت کے تحت قریب ہے، چنانچہ صاحب بحر فہاتے ہیں۔

ہم نے قواعد فقہیہ میں امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے مطابق یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کسی قاضی نے کسی عیب کی بناء پر زوجین میں سے کسی ایک کے نکاح کو رد کر دیا تو اس کا یہ فیصلہ ناقد ہو جائے گا۔ (المواہرات ۱۲۱۲)

علماء لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں سب سے معتدل رائے امام محمدؒ رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ بحری عبادت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کا نظریہ صرف مذکورہ بالا تین امراض ہی میں خاص ہے جب کہ دیگر مصنفین کی عبادت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام محمدؒ کے ہاں اس مسئلہ میں توسیع ہے حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ عیب جس کی وجہ سے شوہر بیوی کا ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنا ضرر سے خالی نہ ہو تو وہ سبب قسح نکاح ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں یہ مسئلہ واضح ہو جاتا ہے کہ کسی مسلمان خاتون کا شوہر ایڈز کے مرض کا شکار ہو گیا تو عورت کو اختیار ہے کہ نکاح کے قسح کا مطالبہ کرے کیوں کہ یہ مرض جذام، برص وغیرہ سے بھی زیادہ مسک ہے اور چوں کہ فقہاء نے بتھائے مصلحت نکاح کے قسح کا فتویٰ دیا ہے تو ایڈز کی وجہ سے قسح نکاح کا فتویٰ دینا بدرجہ اولیٰ ہوگا اگر ایڈز کے کسی مریض نے اپنے مرض کو پردہ مخفا میں رکھ کر کسی عورت سے عقد نکاح کر لیا تب بھی فقہاء کے ارشاد کے روشنی میں عورت قسح نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

اسقاط حمل کے بارے میں فقہاء کرام نے صراحت کی ہے کہ اگر ماں کے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو اور بچے کے مادر رحم میں جان پڑی نہ ہو تو مباح ہے ورنہ جان پڑ جانے کے بعد فقہاء کرام نے ہم جو ان کی صراحت کی ہے اور اس کی مدت فقہاء نے قرآن کی روشنی میں چار مہینے میں دن متعین کئے ہیں، چنانچہ ثانیہ میں ہے۔

جب مریض حاملہ ہو جائے اور اس کا دودھ خشک ہو جائے اور صغیر کا والد بذریعہ اجرت دودھ پلانے والی عورت کے متعین پر قادر نہیں ہے اور بچہ کے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے تو فقہاء نے عورت کے لئے مباح قرار دیا ہے کہ اسٹرال دم کے لئے علاج کر دے جب کہ حمل نطفہ، ملتق اور مضغ کی شکل اختیار کیا نہ ہو اور اس کے لئے کوئی عضو بنایا نہ گیا ہو اور عضو کے پیدا ہونے کی مدت فقہاء نے چار مہینے میں دن متعین کئے ہیں اور اصل میں فقہاء نے اسٹرال دم کے ذریعہ اسقاط حمل کو مباح قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ ابھی آدمی کی شکل اختیار نہیں کیا ہے لہذا ایک آدمی کی جان کے خاطر اسقاط مباح ہو سکتا ہے۔ (غالبہ ۱۸۰/۲)

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ مسئلہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ ایڈز کی مریض عورت کے لئے چار مہینے کے بعد اسقاط حمل جائز نہیں ہے اور نہ شوہر کو اختیار حاصل ہوگا کہ عورت کو اسقاط حمل پر مجبور کرے، رہا دودھ کا مسئلہ تو آج کے ساتھی دور میں اس کے تحت سے دور ہے، لہذا ڈاکٹر کے امکان اور مفروضہ کی بناء پر ایک نفس کی صیانت کے لئے دوسرے نفس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔



انسان جس ملک کا باشندہ ہوتا ہے اسے کچھ ملکی و شہری حقوق حاصل ہوا کرتے ہیں خواہ شعبہ تعلیم کے قبیل سے ہو یا معاشیات کے قبیل سے ہو۔ اگر اسے اپنا حق حاصل کرنے سے روکا جاتا ہے تو اس شخص پر ظلم ہے لہذا جو بچے یا بچیاں ایڈز کے مرض میں مبتلا ہیں انہیں مدارس اور اسکولوں میں داخلے سے محروم کر کے تعلیم سے محروم رکھا جائے تو ایسے بچے یا بچیوں پر ظلم ہے اس لئے کہ اس قسم کے اداروں میں

تعلیم حاصل کرنا ان کا حق ہے البتہ ذمہ دار ادارہ اس قسم کے بچوں کے ساتھ اختلاف سے دوسرے بچوں کو تاکید کرے اگر ادارہ اس قسم کے بچوں کا الگ انتظام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو الگ انتظام کرے۔ یہ ممکن بعید ہے کہ ایسی سطح کی بنا پر کوئی عضو مجروح ہو جائے اور اس کے خون میں دوسرے بچے ملوث ہو جائیں۔

ایڈز طاعون اور کینسر جیسے امراض یا ان کے علاوہ دیگر امراض جن کا کوئی علاج نہ ہو اس پر مرض الموت کا حکم نافذ نہیں کیا جائے گا اور ایسے مریض کے لئے موت و فات کے احکام جاری ہوں گے کیوں کہ ایسی صورت میں اللہ کی رحمت سے مایوسی اور ناامید ہوگا۔ جب کہ حدیث میں ناامیدی کو کفر کہا گیا ہے نیز قرآن میں ہے:

لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ۔ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا نہیں چاہئے۔

### طاعون کی حقیقت

طاعون وہ زخم ہے جو جسم کے مختلف حصوں پر نکلتا ہے جیسے کسنی، انگلی، ہاتھ، انگلیاں اور جسم کے تمام نرم و گداز حصوں میں ظاہر ہوتا ہے انسان اس مرض کی شدت شورش کی وجہ سے عالم دنیا کو غیر یاد کئے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ بخاری اور مسلم کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون اللہ کی جانب سے عذاب ہے جو قوم بنی اسرائیل پر نازل کیا گیا تھا لیکن یہی طاعون مسلمانوں کے لئے رحمت ہے جیسا کہ بخاری و مسلم کی روایت ہے المصنوعون شہید اور دیگر روایتوں میں ہے۔

بلاشبہ طاعون اللہ کا عذاب ہے اپنے خشاء کے مطابق جس کو چاہتا ہے اس مرض دبا۔ میں مبتلا کر دیتا ہے لیکن یہی مرض ایسے مسلمانوں کے لئے رحمت کا باعث بن جاتا ہے جو طاعون میں مبتلا ہوا اور طاعون زدہ علاقہ میں صبر کے ساتھ قیام کئے رہا۔ اس یقین کے ساتھ کہ انسان کو جس حادثہ سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے وہ سب نوشتہ ہے جس کو ایک دن وقوع پذیر ہونا ہے تو اللہ ایسے شخص کو اجر شہید کا درجہ دیتے ہیں۔ (شہر نووی ۱/۲۲۸)

نیز حضرت اسامہ کی روایت ملاحظہ ہو۔

حضرت اسامہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون ایک عذاب ہے جو بنی اسرائیل پر بھیجا گیا یا یہ ارشاد فرمایا کہ (تم سے پہلے کے لوگوں پر) جب تم کسی جگہ کے بارے میں یہ سنو کہ وہاں طاعون پھیل چکا ہے تو وہاں مت جاؤ اور اگر تم کسی جگہ مقیم ہو اور وہاں طاعون کی دبا، پھیل رہی تو تم وہاں سے مت نکلو۔ (مسلم ۱/۲۲۸)

طاعون زدہ علاقہ سے نکلا اس یقین کے ساتھ کہ ہر چیز پر اللہ کی قدرت غالب ہے تو اس جگہ سے نکلنے میں اور داخل ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (اد ۱۵)

حضرت اسامہ کی روایت کی روشنی میں یہ مسئلہ واضح ہو جاتا ہے کہ اگر حکومت کی طرف سے آمدورفت پر پابندی لگائی جائے تو درست ہے مگر اس سے کچھ لوگ مستثنیٰ ہیں۔ مثال کے طور پر کوئی آدمی تجارت کے واسطے کسی علاقہ میں گیا اور اس کا کام بھی مکمل ہو گیا۔ اتفاق سے ابھی وہ علاقہ میں ہے کہ طاعون کی بیماری پھیل گئی تو ایسا شخص وہاں سے نکل کر اپنے وطن جاسکتا ہے اس لئے کہ اس طرح کے خروج کے جواز پر فقہاء کرام کا اتفاق ہے، چنانچہ علامہ نووی لکھتے ہیں:

کسی کام کی غرض سے نکلنے پر علماء کا اتفاق ہے بشرطیکہ اس سے مقصود فرار نہ ہو۔ (شرح نووی ۱/۲۲۹)

اگر ایسی جگہ سے کچھ لوگ اپنی ضروریات سے باہر گئے ہوئے ہیں اور پھر یہ صورت حال پیدا ہوگئی اور نہ ان کے قیام کی اب ضرورت ہے نہ ممکن ہے۔ پھر ان کا گھر، اہل و عیال سب اس طاعون زدہ علاقہ میں ہیں، اہل و عیال کو ان کی ضرورت ہے، نیز گھر و کاروبار کو بھی ان کی نگہداشت کی ضرورت ہے۔ تو ایسے لوگ کیا کریں؟

ایسے لوگ اپنے وطن، اہل و عیال کے پاس جاسکتے ہیں۔ اسی طرح وہ لوگ جو کسی کام کی غرض سے آئے ہوئے تھے اور ان کا کام ختم ہو گیا، نیز کسی سرریض کا علاج و تیمارداری پوری طرح نہ ہو پاتی ہو تو دوسری جگہ علاج کے لئے جاسکتا ہے اس لئے کہ اس طرح کی صورت میں طاعون زدہ علاقہ سے نکلنے کے جواز پر علماء کا اتفاق ہے، چنانچہ علامہ نووی لکھتے ہیں:

ضرورت کی وجہ سے طاعون زدہ علاقہ سے نکلنے پر علماء کا اتفاق ہے بشرطیکہ ارادہ فرار کا نہ ہو۔ (شرح نووی ۱/۲۲۹)

## HIV/ایڈز۔ عام معلومات

ترتیب و تخیض :- سید شاہد حسین انہاوی

### ۱۔ HIV/ایڈز کی ابتدا کب اور کہاں ہوئی؟

اس کے آغاز کے بارے میں کئی نظریات ہیں لیکن ان میں سے کسی کے بھی بارے میں سائنسی اتفاق نہیں ہے ممکن ہے کہ HIV معاشرہ میں صدیوں سے گمنام پڑا ہو اور حال ہی میں ایک طاقتور وائرس میں تبدیل ہو گیا ہو، بہر حال اس کے آغاز کی تلاش محض تضحیح اوقات کی عالمانہ بحث ہے، ہمارے لئے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ خواہ اس کی کوئی دوایا نیکہ دریافت بھی ہو جائے تب بھی یہ انفیکشن بیسیوں برس ہمارا سمیان رہے گا اور صرف فوری تدارک کی اقدامات ہی اس کے بڑھنے کو روک سکتے ہیں۔

### ۲۔ HIV انفیکشن زدہ اور ایڈز کے مریض میں کیا فرق ہے؟

HIV انفیکشن زدہ فرد (جس کو طبی اصطلاح میں HIV پوزیٹو (مثبت) کہا جاتا ہے) وہ ہوتا ہے جس کے جسم میں امیونو ذیلی فیسی وائرس ہو، ایسا انفیکشن زدہ فرد اپنی باقی ماندہ تمام زندگی انفیکشن زدہ ہی رہے گا تاہم آئندہ بہت برس تک وہ غیر علامتی رہے گا اور قطعی بارمل اور تندرست نظر آئے گا، غیر علامتی HIV انفیکشن زدہ فرد میں ایڈز نہیں ہوتا لیکن جب HIV پوزیٹو فرد کے T Lymphocyte (لالف: ایک اگلی مادہ پانی جیسا رقیق جو جسم کے اعضاء اور غلیات میں رہتا ہے) کی تعداد کم ہو کر ۰۰۰ یا اس سے بھی کم رہ جاتی ہیں تو اس کی علامات ابھرنی شروع ہو جاتی ہیں، ایڈز کے تمام مریض HIV انفیکشن زدہ ہوتے ہیں لیکن HIV زدہ سب ہی افراد کو ایڈز نہیں ہوتا، ایڈز اس انفیکشن کا صرف آخری درجہ ہوتا ہے۔

### ۳۔ HIV-۱ اور HIV-۲ کیا ہیں؟

یہ دونوں وائرس کے ایک ہی خاندان سے متعلق ہیں لیکن اپنے کردار کے (Genetic) اعتبار سے مختلف ہیں، HIV-۱۔ پہلی بار فرانس میں ۱۹۸۳ء میں دریافت ہوا تھا اور یورپ، اور امریکہ میں اس کا غلبہ زیادہ ہے، یہ دونوں انفیکشن ہندوستان میں بھی دریافت ہوئے ہیں اور دونوں ایڈز کے محرک ہیں۔

### ۴۔ کیا HIV-۳ بھی موجود ہے؟

نہیں HIV-۳ نام کا کوئی وائرس نہیں ہے اس کی دریافت میں غلطی ہوئی تھی اور اب اس کو مسترد کیا جا چکا ہے۔

### ۵۔ ہندوستان اور دنیا میں HIV انفیکشن کے بنیادی اعداد و شمار کیا ہیں؟

دسمبر ۱۹۹۲ء کے مطابق عالمی عظیم صحت کا عالمی سطح پر اندازہ ہے کہ

☆ ایک کروڑ تیس لاکھ افراد HIV مثبت ہیں۔

☆ دس لاکھ بچے HIV مثبت ہیں۔

☆ روزانہ ۵ ہزار نئے انفیکشن زدہ افراد وجود میں آتے ہیں۔

☆ ہر ۱۸ سیکنڈ کے بعد ایک نیا انفیکشن زدہ فرد بنتا ہے۔



اور ہندوستان میں ۱۱ ہزار HIV مثبت افراد دریافت ہوئے ہیں لیکن غیر سرکاری اندازہ کے مطابق ہر ایک دریافت شدہ فرد کے ساتھ ایک سو غیر دریافت شدہ افراد موجود ہیں اس لئے ان کی اندازہ تعداد گیارہ لاکھ ہے۔  
مہاراشٹر، تمل ناڈو اور مہاراشٹر کی ریاستوں میں انفیکشن کی شرح سب سے زیادہ ہے۔ شاید اس کی وجہ سے یہ ہو کہ ان ریاستوں میں جانچ کا کام زیادہ کیا جا رہا ہے۔

## ۶۔ ہندوستان میں ایڈز کیسے پہنچا؟

ہندوستان میں ۱۹۸۶ء میں پہلا HIV مثبت فرد دریافت ہوا، اس کا کیا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ وائرس ہندوستان میں کب اور کیسے آیا، شاید اس کی وجہ سیاحتی اور سفر کی سہولیات ہوں، لیکن یہ باتیں سائنٹیفک دلچسپی سے تعلق رکھتی ہیں ہمارے مطلب کی بات یہ ہے کہ اس کے پھیلنے کو کیسے روکا جائے اور ہندوستان میں اس متعدی وپاک کیا بندوبست کیا جائے۔  
۷۔ ایڈز کس کو ہو سکتا ہے؟

ایڈز ایسے کسی بھی فرد کو ہو سکتا ہے جس کو HIV انفیکشن ہو، اس کا ٹرانسمیشن (منقلی) صرف کسی انفیکشن زدہ پارٹنر (ساتھی) کے ساتھ غیر محفوظ جنسی اختلاط سے ہوتا ہے یا متاثر خون کے ٹرانسفیوژن سے یا جراثیم آلود خون کے پروڈکشن کے اتھوژن سے یا جراثیم آلود سرنجوں اور سونوئوں سے انفیکشن لینے پر یا انفیکشن زدہ ماں سے اس کے بچے میں دوران حمل، دوران پیدائش یا پیدائش کے فوراً بعد، لیکن چونکہ اس انفیکشن کی شرح کا زیادہ حصہ غیر محفوظ جنسی اختلاط کی راہ سے گزرتا ہے اس لئے اس کا شکار زیادہ تر ۱۵ سے ۴۰ سال کی عمر کے درمیانی گروپ کے افراد ہوتے ہیں جو جنسی طور پر فعال ہوتے ہیں، اس میں گروپ کے اعتبار سے کوئی مخصوص "خطرہ والا" گروپ نہیں بلکہ اصل چیز ہے فرد کا خطرناک طرز زندگی، آپ کون ہیں یا کہاں ہیں اس سے مطلب نہیں بلکہ یہ آپ کا عمل ہے جس کے باعث آپ یہ انفیکشن حاصل کرتے ہیں جو بالآخر ایڈز میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

## ۸۔ مرد یا عورت میں سے کس کو انفیکشن کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے؟

اس متعدی وپاک کے آغاز میں تو عورتوں کی بہ نسبت مرد ہی اس میں زیادہ مبتلا پائے گئے، لیکن مخالف جنسی اختلاط میں کثرت کے باعث عورتیں ہی اس میں زیادہ مبتلا ہوں گی، جس کی متعدد وجوہات ہیں۔

## ۹۔ کیا جانوروں کو بھی ایڈز ہو سکتا ہے؟

جانوروں میں خواہ وہ گھریلو یا تو جانور ہوں یا جنگلی HIV انفیکشن نہیں ہوتا، تاہم یہ علم میں آیا ہے کہ جانوروں میں بھی جسمانی قوت مدافعت کی معطلی واقع ہوتی ہے اور اس کی وجہ HIV سے متاثرہ کوئی وائرس ہوتا ہے لیکن انسانوں کے لئے اس سے انفیکشن کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔

## ۱۰۔ جسمانی مدافعتی نظام پر ایڈز وائرس کس طرح حملہ کرتا ہے؟

ایک بار جسم میں HIV داخل ہو جانے کے بعد یہ وائرس خون کی سفید نکیوں جنہیں ٹی لیمفو سائٹس (T. Lym) (phocte) کہتے ہیں، اور جو انسانی جسم کو "ٹی سیل" کی صورت میں انفیکشنوں سے محفوظ رکھتے ہیں، میں شامل ہو جاتا ہے اس کے بعد اس وائرس کا "آر۔ این۔ اے" تاسلی مادہ اس وائرس سے پیدا شدہ ایک اینزائم (اینزائم ایک مخلوط آئینک مادہ ہوتا ہے جو بذات خود تبدیل ہوئے بغیر دوسرے مادوں کی ہیئت بدل دیتا ہے) کے توسط سے DNA تاسلی مادہ میں تبدیل ہو جاتا ہے اور پھر یہ DNA خون کی سفید نکیوں میں رخیات میں خود کو پیوست کر دیتا ہے جہاں وہ اس فرد کی زندگی کے اختتام تک بجا رہتا ہے، یہ انفیکشن شدہ خلیہ مزید وائرسوں کے تیار کرنے کی ایک فیکٹری بن جاتا ہے اور مزید وائرس (HIV) پیدا کرنا رہتا ہے جو اس مادہ کی خلیہ سے برآمد ہو کر نئے سفید خلیہ اور حملہ آور کر

انہیں برباد کرتے رہے ہیں، وقت گزرنے کے ساتھ یہ انفیکشن شدہ فرد کے "ٹی۔ سیل" یعنی خلیات کو خطرناک حد تک  
ہیں اور جب ان کی سطح بہت زیادہ گرتی جاتی ہے تو فرد ایڈز میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

۱۱۔ HIV انفیکشن کو ایڈز میں تبدیل ہونے میں کتنا عرصہ درکار ہوتا ہے؟

اس کا تفصیلی جواب آگے "علامات" کے باب میں آئے گا، تاہم اتنا بتا دینا کافی ہے کہ ۱۴ تا ۸ سال اور بعض حالات میں  
اس سے کچھ زیادہ وقت غیر علامتی دور کا ہوتا ہے اس کے بعد علامات ابھرنے پر یہ ایڈز بن جاتا ہے۔

۱۲۔ انسانی جسم کے باہر یہ وائرس کتنی مدت تک زندہ رہ سکتا ہے؟

یہ وائرس (HIV) بہت نازک ہوتا ہے، انسانی جسم کے باہر (خلیات سے علیحدہ کر کے) سوکھی ہوئی صورت میں لائے جانے پر  
فوراً ہی اس کی موت واقع ہو جاتی ہے، ہم صورت میں بھی انسانی جسم سے باہر رکھے جانے پر یہ وائرس گرمی، جراثیم کش اور یہ پانچ انفیکشن  
لوویہ کے سامنے ذرا دیر بعد ہی ختم ہو جاتا ہے، بلڈ پیسوں میں ۳۰ سی (40 C) میں اسٹور کئے جانے کی صورت میں یہ تقریباً تین ہفتے  
یا اس سے کچھ زیادہ مدت تک زندہ رہتا ہے اس کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔

HIV ایڈز سے متعلق قابل بھروسہ معلومات کے لئے کہاں جانا چاہئے؟

HIV ایڈز سے متعلق درست معلومات کے لئے اپنے قریب ترین ایڈز پروگرام افسر، سرکاری اسپتال، کسی عام ڈاکٹر، ایڈز  
سروس آرگنائزیشنوں یا ان غیر سرکاری تنظیموں سے جو ایڈز پر کام کر رہی ہیں رجوع کیا جاسکتا ہے۔

## ۲۔ وائرس کی منتقلی

۱۔ کسی دوسرے فرد میں HIV کی منتقلی کیسے ہوتی ہے؟

یہ وائرس کسی متاثر فرد کے ساتھ غیر محفوظ جنسی اختلاط، متاثر خون اور خون سے تیار اور یہ کے استعمال، آلودہ سرنگوں اور  
سوتیلوں کے دوبارہ استعمال، اور دوران نس، دوران ولادت یا فوراً بعد از ولادت متاثر ماں سے اس کے بچے میں منتقلی، یہی اس انفیکشن کے  
نراسخون (منتقلی) کے خاص اسباب ہیں۔

۲۔ HIV کا ٹرانسمیشن کن صورتوں میں نہیں ہو سکتا؟

کسی بھی سطحی رابطہ کے باعث یہ وائرس دوسرے میں منتقل نہیں ہوتا جیسے ایک دوسرے کو چھونا، ہاتھ پکڑنا، تھامنا، پر جھوم  
پبلک مقام پر اجسام کا ایک دوسرے سے ٹکرائنا، ہاتھ ملانا، ساتھ کھیلنا، کھانا کھانے میں ساتھ شریک ہونا، بلکہ ایک ہی تھالی میں کھانا ایک  
دوسرے کے برتن یا کپڑے استعمال کرنا، متاثر فرد کے ہاتھ سے تیار کردہ کھانا کھانا، معمولی بوس و کنار، چھسروں یا کپڑوں کا کاٹنا، اور ایک ہی  
بیٹا لٹھلیا بنانے کے تالاب کا استعمال کرنا۔

۳۔ کیا جنسی اختلاط کے ایک سے زیادہ ساتھی رکھنے والے افراد کو HIV انفیکشن ہونے کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے؟

بالہ فرو کے جتنے زیادہ جنسی ساتھی ہوں گے قدرتی طور پر خطرہ بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا، کیونکہ ہر جنسی ساتھی کے جنسی کردار و  
واقفیت رکھنا مشکل ہے، تاہم اس کے یہ معنی بھی نہیں ہیں کہ جنسی یا رنر جتنے کم ہوں گے خطرہ اتنا ہی کم ہو گا یا خطرہ نہیں



رہے گا اس لئے ہر اختلاط کے دوران محفوظ اختلاط کا عمل زیادہ اہم ہوتا ہے۔

۴۔ انٹروئیس ڈرگز کیا ہوتے ہیں اور ان سے HIV کیسے پھیلتا ہے؟

کوئی بھی دوا یا نشہ آور چیز انجکشن کے ذریعہ براہ راست شریانوں میں داخل کی جائے انٹروئیس ڈرگز کہلاتی ہے، پہلے اس ذریعہ سے صرف اطباء ہی ادویات جسم میں داخل کرتے تھے لیکن بعد میں یہ طریقہ خشیات کے بدنام عادیوں نے بھی اختیار کر لیا اور مارفیا کو کین

ہیروئن کے محلول انجکشنوں کے ذریعہ شریانوں میں داخل کرنے لگے، اطباء کی حد تک تو یہ عمل محفوظ تھا لیکن خشیات کے عادی افراد ہذا اوقات بلکہ بیشتر کئی کئی افراد کے گروپوں کی صورت میں یہ نشہ جسم میں داخل کرنے کے لئے ایک دوسرے کی سرخین اور سوئیاں انہیں صاف کئے بغیر جراثیم سے پاک کئے بغیر ہی استعمال کرتے ہیں اور اس طرح یہ سوئیاں ایک دوسرے کے جسم کے جراثیم میں آلودہ ہو کر HIV کے ٹرانسمیشن کا ذریعہ بن جاتی ہیں کیوں کہ اگر اس گروپ میں ایک بھی فرد HIV میں مبتلا ہو تو گروپ کے باقی افراد کا اس دائرے سے متاثر ہو جانا یقینی ہے۔

۵۔ کیا ڈاکٹروں یا طبی عملہ کو HIV انفیکشن کا زیادہ خطرہ رہتا ہے؟

کسی متاثر فرد کے خون یا جسم سے خارج ہونے والے مادوں سے متعلق طبی امور میں ڈاکٹروں، طبی عملہ کو بے شک خطرہ کا کافی امکان ہوتا ہے، لیکن اگر انفیکشن زدہ مادوں یا اشیاء کے درمیان کام کرنے کے دوران ریز کے دستانے اپیرن، ماسک اور منہ کو بند رکھنے کی نقاب اور آنکھوں پر چشمہ لگانے کی احتیاطی تدابیر پر عمل کیا جائے تو یہ خطرہ برائے نام رہ جاتا ہے۔

۶۔ کیا خون کا عطیہ دینے سے کیا HIV انفیکشن ہو سکتا ہے؟

اس میں انفیکشن کی گنجائش نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے کیونکہ خون لینے میں استعمال میں آنے والے تمام اوزار، سامان جراثیم سے پوری طرح پاک کردہ ہوتا ہے، خون عطا کرنا ایک نیک کام ہے اور تمام صحت مند افراد خون کا عطیہ بلا کسی اندیشہ کے دے سکتے ہیں۔

کیا خون ٹسٹ کرانے کے دوران HIV انفیکشن ہو سکتا ہے؟

خون کی جانچ جراثیم سے قطعی مبرا حالات اور ماحول میں کی جاتی ہے، تاہم اگر آپ عام حالات میں اپنے خون کی جانچ کرانے جائیں تو اس بات کی تصدیق ضرور کر لیجئے کہ آپ کے خون کا نمونہ لینے کے سلسلے میں استعمال ہونے والی اشیاء جراثیم سے پاک کر لی گئی ہیں یہ آپ کو HIV انفیکشن کے کسی بھی امکانی خطرہ سے محفوظ رکھے گا۔

کیا مجھروں کے ذریعہ HIV کا ٹرانسمیشن ممکن ہے؟

ایسی کوئی شہادت نہیں ہے کہ مجھروں کے HIV کا ٹرانسمیشن ہوا ہو طبی معلوماتی اور تحقیقی سائنس کے نقطہ نظر سے ۱۵ اور چالیس سال کی عمر کے درمیان جنسی طور پر افراد میں HIV انفیکشن سب سے زیادہ واقع ہوتا ہے جبکہ مجھر ہر عمر کے گروپ کے افراد کو کاٹتا ہے اور اگر مجھر HIV انفیکشن کے ٹرانسمیشن کا ذریعہ ہوتے تو عمر کے تمام حلوں میں ایسا ہوتا ہے اور اسی لئے یہ یقین ہے کہ مجھروں سے انفیکشن ٹرانسمٹ نہیں ہوتا۔

کیا بوس و کنار سے بھی HIV منتقل ہو سکتا ہے؟

رخساروں یا ہونٹوں پر ہلکے سے بوسے کے باعث HIV انفیکشن کے ٹرانسمیشن کا کوئی خطرہ نہیں ہے، گہرائی سے بوسہ لینے میں البتہ کچھ اندیشہ ہو سکتا ہے، انفیکشن زدہ فرد کے لعاب دہن میں دائرے کے بہت کم تعداد میں ذرات ہوتے ہیں تاہم دہن احتیاط سے صاف نہ



رنے کے باعث منہ میں چھالے بھی ہو سکتے ہیں یا مسوڑوں سے خون کا رستا بھی ممکن ہو سکتا ہے اس لئے گہرا اور طویل بوسہ لینے والے افراد کے لعاب دہن کی آمیزش انفیکشن کا خطرہ پیدا کر سکتی ہے۔

کیا دوسرے فرد کا استرہ استعمال کرنے سے HIV ہو سکتا ہے؟

حجاموں کی دوکانوں یا گھروں میں ایک دوسرے کا استرہ یا شیوگ بلینڈ استعمال کر لیا جاتا ہے اور اگر استعمال سے قبل استرہ ربلینڈ کو صابن اور پانی سے بخوبی صاف نہ کر لیا جائے تو انفیکشن کا خطرہ معمولی طور پر موجود رہتا ہے کیونکہ استرہ کو دوسرے فرد کا شیو بناتے ہوئے خون بھی لگ سکتا ہے اور جلد کا کوئی انفیکشن بھی ہو سکتا ہے، اس لئے بہتر ہو گا کہ دوسرے کا استعمال شدہ استرہ استعمال میں نہ لایا جائے اور حجاموں سے کہا جائے کہ وہ ہر گاہک کے لئے نیا استرہ استعمال کرے یا ایک حجامت کے بعد استرہ کو پانچ منٹ تک ۷۰ فی صد الکوحل کے محلول میں رکھے اس کے بعد اسے دوسرے فرد کی شیوگ میں استعمال کرے۔

کیا ناک یا کان چھدوانے سے HIV ہو سکتا ہے؟

بے شک ہو سکتا ہے اگر سوراخ کرنے والا تار یا سوئی گراٹیم آلود ہو، تاہم اس صورت میں انفیکشن کا خطرہ بہت معمولی ہے اور اس کو اس صورت میں ختم کیا جاسکتا ہے کہ اس تار یا سوئی کو استعمال سے قبل آگ پر گرم کر کے گراٹیم سے پاک کر لیا جائے۔

کیا انفیکشن زدہ عورت کا MC بھی HIV پوزیٹو ہو سکتا ہے؟

جی ہاں، کوئی بھی خون جس میں HIV انفیکشن ہو یا HIV انفیکشن زدہ فرد کے جسم سے خارج ہوا ہو انفیکشن زدہ ہوتا ہے۔

کیا معالج و ندان کے پاس بھی HIV انفیکشن کا خطرہ ہو سکتا ہے؟

کیوں نہیں، لیکن دانتوں کے معالج یا و ندان ساز کے معاملہ میں یہ خطرہ بہت کم ہے، تاہم گراٹیم آلود اوزاروں کو ٹھیک طرح گراٹیم سے پاک نہ کرنے پر HIV انفیکشن ہو جانے کی کچھ متفرق رپورٹیں موجود ہیں۔

کیا عورتوں میں مصنوعی ختم کاری بھی HIV انفیکشن پھیلا سکتی ہے؟

مغربی ممالک میں اس نوعیت کے کافی تجربے کامیابی سے کئے جا چکے ہیں کہ جن افراد کے مادہ منویہ میں بچے پیدا کرنے والے گراٹیم (انڈے) نہیں ہوتے ان کی بیویاں کسی اور فرد کے مادہ منویہ کو انجکشن کے ذریعہ رحم میں داخل کروا کر حاملہ ہو جاتی ہیں اور بچے پیدا کرتی ہیں، یورپ اور امریکہ میں تو اب مادہ منویہ کے بینک بھی قائم ہو گئے ہیں، یہ قاعدہ مصنوعی ختم کاری کہلاتا ہے اور جانوروں کی فلیپس بہتر بنانے کے سلسلے میں بھی عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے، تاہم یہ بات صاف ہے کہ جو فرد HIV سے متاثر ہو گا اس کا مادہ تولید بھی اس انفیکشن کے گراٹیم کا حامل ہو گا۔

کیا سیر و پوزیٹو خشک خون سے بھی انفیکشن ہو سکتا ہے؟

نہیں، یہ وائرس انسانی جسم سے باہر نکلنے کے بعد زیادہ دیر زندہ نہیں رہتا اور خشک خون میں تو اس کے زندہ رہنے کا سوال ہی نہیں ہے۔

کیا HIV پوزیٹو ماں کے دودھ میں بھی انفیکشن موجود ہوتا ہے لیکن اس سے بچے میں انفیکشن کے ٹرانسمیشن کی مثالیں کم ہیں ماں کا دودھ بہترین غذا اور بچے کو متفرق انفیکشنوں سے محفوظ رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے، ہندوستان جیسے ملک میں اطفالی اموات کی شرح بہت اونچی ہے، یہ ضروری ہے کہ بچے کو ماں اپنا ہی دودھ پلائے تاکہ بچہ کی نشوونما ٹھیک ہو اور دوسرے انفیکشنوں سے محفوظ رہے، اس اعتبار سے بچے کو ماں کے دودھ کے فوائد HIV انفیکشن کے خطرہ کی بہ نسبت کہیں زیادہ ہیں۔

کیسے علم ہو گا کہ کسی HIV پوزیٹو عورت کے بچہ کو بھی HIV انفیکشن ہے؟

HIV پوزیٹو عورتوں سے پیدا شدہ بچوں میں ان کی ماں کے جسم سے HIV انفی باڈیز ساتھ ہوتی ہیں، یہ انفی باڈیز پندرہ ماہ کی عمر تک غائب ہو جاتی ہیں صرف اس کے بعد ہی HIV انفی باڈی (مخالف قوت جسم) ٹسٹ سے علم ہو سکتا ہے کہ بچہ انفیکشن بردار ہے یا نہیں، کم ترقی یافتہ ممالک میں HIV انفیکشن زدہ ماں کے بچہ میں بھی اس انفیکشن کے ہونے کے امکانات ۴۰ تا ۵۰ فیصد ہیں۔

ایک HIV پوزیٹو بچہ کتنی مدت زندہ رہ سکتا ہے؟

بچوں میں اس وائرس کا دور پرورش بہت مختصر ہوتا ہے اور بالغوں کی بہ نسبت وہ زیادہ جلد ایڈز کے درجہ پر پہنچ جاتے ہیں، HIV انفیکشن بردار بچے پانچ سال کی عمر سے زیادہ قطعی نہیں رہتے۔

ایڈز کے مرض سے مرنے والا فرد مرنے کے بعد کتنی دیر انفیکشن زدہ رہ سکتا ہے؟

اس کا انحصار لاش کو رکھے جانے کے درجہ حرارت پر ہے، اگر فرد کی موت کے فوراً بعد لاش کو سرد خانہ میں رکھ دیا گیا ہے تو ایسی صورت میں لاش میں ایک ہفتہ تک وائرس موجود رہنے کی رپورٹیں ہیں، اس لئے ایڈز سے مرنے والے فرد کو پوتھین کی دو چادروں کے اندر لپیٹا جانا چاہئے اور دونوں چادروں کے درمیان کلوراکس اور چونہ کے پاؤڈر کی تہہ ہونی چاہئے۔

کیا ایڈز موروثی ہوتا ہے؟

ایڈز قطعی موروثی نہیں ہوتا البتہ انفیکشن زدہ ماں سے پیدا ہونے والے بچے اکثر HIV انفیکشن بردار ہوتے ہیں اور وہ بھی زیادہ طویل عمر نہیں پاتے، پانچ سال کی عمر تک ختم ہو جاتے ہیں۔

## ایڈز کی علامات

۱۔ پوزیٹو فرد کی ایڈز کے درجہ میں پہنچنے کی کیا علامات ہوتی ہیں؟

جسم میں اس وائرس کے داخل ہونے کے چند ہفتے بعد کچھ افراد کو فلو، کی نوعیت کی علامات ظاہر ہوتی ہیں جیسے بخار، جسم کا تشنج، سر درد وغیرہ، تاہم ضروری نہیں کہ سبھی انفیکشن زدہ افراد ایسا محسوس کریں، کچھ مدت بعد یہ علامات غائب ہو جاتی ہیں، اس کے بعد ۱۲ تا ۱۳ سال کا ایسا دور شروع ہوتا ہے جو غیر علامتی دور کہلاتا ہے اور عموماً تشخیص میں نہیں آتا صرف سیرمی جانچ سے اس کا علم ہو سکتا ہے، اس دور ان میں سرلیض کا جسمانی مدافعتی نظام بتدریج کمزور ہوتا جاتا ہے اور پھر ایڈز کا آغاز ہوتا ہے، اس کی ابتدائی علامات ذیل میں ہیں:-

۱۔ تھکن کا ہر وقت احساس

۲۔ بہت کم وقت کے اندر بہت وزن میں تخفیف

۳۔ طویل بخار

۴۔ کھانسی

۵۔ ٹھنڈے پسینے

۶۔ ایک سے زیادہ مقامات پر خندو دوں کا پھولنا، وغیرہ

۷۔ مختلف انفیکشنوں بالخصوص تپ دق اور آنتوں کے ورم کا ہونا۔

بعد ازاں اس علاقہ میں موجود دوسرے انفیکشنوں کا غالب ہونا عام بات ہو جاتی ہے، جیسے تپ دق، ہرپیز زوسٹر، خارش اور جلد پر زخم ہو جانا، آنکھوں کا انفیکشن جو نابینا بھی بنا دیتا ہے، دماغی انفیکشن جو یادداشت کمزور کر کے نیم پاگل پن کی کیفیت پیدا کر دیتے ہیں، بعض



۲۔ ہم یہ بات بھی نوٹ کر لینی چاہئے کہ مذکورہ بالا امراض ان افراد کو بھی لاحق ہوتے ہیں جو ایڈز کے مریض نہیں ہیں۔

### ۲۔ HIV انفیکشن زدہ فرد میں علامات ظاہر ہونے میں کتنی مدت درکار ہوتی ہے؟

اس کا انحصار اس پر ہے کہ اس فرد کو انفیکشن کس ذریعہ سے ٹرانسمٹ ہوا اور اس کا طرز زندگی کیا ہے خون کے ٹرانسفیوژن کے ذریعہ متاثر افراد میں ۵۰٪ کے اندر علامات ظاہر ہو جاتی ہیں، دوسرے ذرائع سے ٹرانسمیشن میں اگر وائرس کی مقدار کم ہے تو مریض

۱۲ تا ۱۸ سال یا اس سے بھی کچھ زیادہ مدت تک سندرست رہ سکتا ہے، اگر کوئی HIV پوزیٹو مرد یا عورت محفوظ جنسی اختلاط کے طور طریقے اختیار کر کے اپنے طرز زندگی کو بہتر بناتا ہے، اچھی غذا استعمال کرتا ہے، پابندی سے ورزش کرتا ہے، طبیعت ذرا بھی بگڑنے پر فوراً طبی امداد حاصل کرتا ہے، ذہن اور جسم پر بوجھ اور تفکرات سے گریز کرتا ہے، فعال رہتا ہے اور خوش کن نظریہ رکھتا ہے تو زیادہ طویل مدت تک اس کے زندہ رہنے کا امکان ہے۔

### ۳۔ کیا HIV سے متاثر فرد اور غیر متاثر فرد کے درمیان بظاہر کوئی فرق محسوس ہوتا ہے؟

کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا، ایک HIV متاثر فرد جس میں ایڈز کا دور شروع نہیں ہوا ہے اور غیر علامتی ہے بالکل ایسا ہی نظر آتا ہے جیسے غیر انفیکشن شدہ کوئی فرد ہو، شکل صورت اور صحت کے اعتبار سے دونوں یکساں نظر آتے ہیں۔

### ۴۔ کیا HIV انفیکشن زدہ فرد صرف متوسط رہتا ہے اور کبھی ایڈز کا مریض نہیں بن سکتا؟

HIV اس صورت حال کو طاری ہوئے ابھی صرف چند رہی سال ہوئے ہیں اور یہ بتانے کی حالت قبل از وقت ہو گا کہ HIV پوزیٹو فرد ہمیشہ اس انفیکشن بردار ہی رہے گا اور کبھی ایڈز کے درجہ پر نہیں پہنچ سکے گا، تاہم ایسے افراد کی مثالیں موجود ہیں جو ۱۹۸۰ میں HIV پوزیٹو دریافت ہوئے تھے اور اب تک پوری طرح سندرست اور ایڈز کے درجہ سے دور ہیں۔

### ۵۔ اگر بخار دائمی، بد ہضمی، وزن میں کمی اور سر درد رہتا ہو تو کیا ایڈز کا اندیشہ ہو سکتا ہے؟

آپ نے اپنے جو امراض بتائے ہیں ان کے بہت سے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں، لیکن اگر آپ کا خیال ہے کہ آپ اپنے طرز زندگی کے اعتبار سے کسی خطرہ والا گروپ سے متعلق ہیں تو آپ کو کسی منظور شدہ جانچ سینٹر میں ضرور جانا چاہئے جہاں آپ کو مناسب مشورہ مل سکے گا اور اگر ضروری سمجھا گیا تو آپ کا ٹسٹ بھی کر لیا جائے گا۔

### ۶۔ ایڈز بردار فرد کی موت کس طرح ہوتی واقع ہوتی ہے؟

جیسے جیسے ایڈز بڑھتا جاتا ہے اور فرد کی CD 4 خلیات میں کمی ہونے لگتی ہے اور جسم کی قوت مدافعت میں تخفیف ہوتی چلی جاتی ہے پھر جسم میں نیکشوں سے لڑنے کی طاقت نہیں رہتی انفیکشن اس پر غالب آ جاتے ہیں اور وہ تپ دق، دست، بد ہضمی، پیچش، پیچھڑوں کی تکلیف، مانس لینے میں دقت، دماغی خلل اور کسی نہ کسی قسم کے کینسر میں مبتلا ہو جاتا ہے، کسی مرض کی کوئی دوا اس کا جسم قبول نہیں کرتا یہ ایک بہت تکلیف دہ صورت حال ہوتی ہے اور یہی اس کا انجام ہوتا ہے۔

### ۷۔ کیا کینسر اور ایڈز کے درمیان کوئی تعلق ہے؟

کچھ ایڈز مریضوں کو کینسر ہو جاتا ہے، ایڈز میں بعض مخصوص کینسر ہو جاتے ہیں جیسے Kaposi's Sarcoma جو ہندوستان میں عام نہیں ہے، یہ جلد کا ایک کینسر ہے جس میں جلد پر بڑے بڑے سرخ دھبے پڑ جاتے ہیں، اور یہ اعضا کو متحرک رکھنے والی نرم جھلی کے پکڑنے مادہ کو بھی متاثر کرتا ہے، اس کے علاوہ ایک دوسرا کینسر Non Hodgkin's Lymphoma بھی ہو جاتا ہے جو ایڈز



کے نتیجہ کے طور پر پیدا ہوتا ہے، یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ کینسر کے سبھی مریض ایڈز کے حامل نہیں ہوتے۔

۸۔ کیسے پتہ چلے گا کہ روزمرہ ملنے والے افراد میں سے کسی کو HIV انفیکشن ہے یا نہیں؟

صرف HIV انفیکشن کا ٹسٹ کرانے سے ہی پتہ چل سکتا ہے کہ کسی فرد کو HIV انفیکشن ہے یا نہیں کیونکہ HIV انفیکشن زدہ افراد دیکھنے میں بالکل تندرست اور نارمل نظر آتے ہیں اور انفیکشن زدہ فرد اور تندرست فرد میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔

## علاج اور معالجت

۱۔ کیا ایڈز کی کوئی دوا لیا جاسکتی ہے یا نہیں؟

نہیں۔ ایڈز یعنی اکوائرڈ امیون ڈیفیسی سنڈروم کا اب تک تو کوئی بھی دوا لیا جاسکتی ہے، کسی موثر ٹیکہ کی دریافت نہ ہو سکے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ وائرس بہت آسانی اور پھرتی سے اپنی بناوٹ بدل ڈالتا ہے اور اس طرح کسی بھی دوا لیا جاسکتی ہے کہ اس کا اپنے اوپر کارگر نہیں ہونے دیتا، اسی لئے اس کا کوئی موثر علاج دریافت ہونا فی الحال ناممکن ہے۔

۲۔ کیا HIV کا بھی کوئی علاج ہے؟

HIV ایڈز کو ختم کرنے کے لئے کوئی علاج اب تک دریافت نہیں کیا جاسکا ہے، کچھ ادویہ ضرور ہیں، جیسے: AZT (زیڈو ڈین) ddI اور ddC وغیرہ جن کا اس وقت استعمال کیا جا رہا ہے، لیکن ان کی خوبی اثر متفرق نوعیت کی ہے اور اس کے علاوہ اس کے بغلی اثرات بھی بہت سنگین ہیں، دوسری بات یہ کہ ادویہ بہت قیمتی ہیں اور بالخصوص ہندوستان جیسے ملک کے افراد کے لئے عموماً ناقابل مقذور ہیں، اور پھر دوسری بات یہ بھی ہے کہ ان کے ذریعہ مریض کی عمر میں بہت سے ایک دوسرے کا ہی اضافہ ہو سکتا ہے تاہم بعض مواقع پر سٹائٹائٹس کا علاج ضرور ہو سکتا ہے جو ان ایام میں مریض پر حملہ آور ہوتے ہیں، غیر ممالک کے سائنسدان ٹیکوں کی ایجاد پر براہ کام کر رہے ہیں اور کچھ نئے تجربات دور میں ہیں لیکن کم و بیش دس برس سے پہلے ان کا مارکٹ میں آنا ناممکن ہے۔

۳۔ HIV ایڈز کے لئے کیا کوئی علاج بھی ہے؟ کوئی بھی، کسی طریقہ علاج میں جیسے یونانی طب، آیور ویدک،

ہومیو پیتھک، سدھا، نیچر ویتھنی، یوگ یا اور کسی بھی نامعلوم طریقہ علاج میں؟

اس بارے میں ابھی کچھ کہنا قبل از وقت ہی ہوگا، طریقہ علاج کے بہت سے متبادلات ہیں جن پر کام کرنے والے ماہرین کا خیال ہے کہ وہ ایڈز کا کوئی موثر علاج دریافت کرنے میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے، دنیا کے مختلف ممالک میں مختلف انداز سے تجربات کئے

جہاں ہے جس لیکن تا حال سائنسی اعتبار سے کوئی بھی قابل بھروسہ دوا اس دعوے کے ساتھ پیش نہیں ہوئی ہے کہ یہ ایڈز HIV کی موثر اور شافی دوا ہے۔

۴۔ اگر ایک HIV پوزیٹو فرد اپنے جسم کا خون نکلو کر مرنے اور اچھے خون کا ٹرانسفیوزن کرالے تو کیا اس سے وہ ٹھیک ہو جائے گا؟

تعمی نہیں، بد قسمتی سے HIV پوزیٹو فرد میں یہ وائرس صرف اس کے خون میں نہیں بلکہ اس کے دوسرے خلیات اور اعضاء

جیسے بڑیوں کا گودا، جگر، دماغ، تلی و غیرہ میں بھی پوسٹ ہوتا ہے اور اس لئے اگر جسم کے تمام خون کو بدلوایا جائے تب بھی اس وائرس کو مکمل طور پر خارج کرنا ممکن ہے، ویسے اس نوعیت کا ٹرانسفیوژن ممکن ہوتا ہے اور اس کو ایک پیچ ٹرانسفیوژن کیا جاتا ہے لیکن HIV وائرس کے معاملہ میں بے کار ہے۔

۵۔ چونکہ کلورین، ہائیڈروجن، پروکسانڈ، عام پلچ وغیرہ مشہور جراثیم کش ہیں انہیں HIV وائرس کے لئے کیوں استعمال نہیں کیا جاتا؟

یہ کیمیائی محلول صرف بے جان اشیاء پر ہی آزمائے جاسکتے ہیں، یہ بہت زہریلے کیمیکلز ہیں اور انہیں کسی انسان کو نہ پایا جاسکتا ہے اور نہ انجکشن سے اس کے اندر داخل کیا جاسکتا ہے، اور اگر ایسا کیا گیا تو یہ اس کے تمام انسانی خلیات کو برباد کر دے گا۔

۶۔ HIV انفیکشن زدہ فرد اچھی صحت کیسے قائم رکھ سکتا ہے؟

اگر کوئی انفیکشن زدہ فرد اپنی زندگی کو جنسی امراض اور HIV کی دوبارہ انفیکشن زدگی سے احتراز کے لئے محفوظ ترین جنسی اختلاط کا راستہ اختیار کر کے بہتر بناتا ہے اچھا ٹریٹمنٹ (تفہیم) استعمال کرتا ہے روزانہ ورزش کرتا ہے اور صاف ہوا میں رہتا ہے کسی بھی تکلیف کے سلسلے میں فوراً طبی امداد لیتا ہے، ذائقہ اور جسم پر کوئی بوجھ نہیں ڈالتا، ضرورت پڑنے پر جذباتی امداد پاتا ہے، چست رہتا ہے اور خوش آئند نظریات کا حامل ہے تو وہ بلاشبہ زیادہ دنوں تک زندہ رہے گا، زیادہ تندرست و توانا ہو گا خواہ اس کو HIV وائرس ہی کیوں نہ ہو۔

## جنسی امراض اور HIV

۱۔ STD کیا ہیں؟

اس کے معنی ہیں سیکسوالی ٹرانسمیٹڈ ڈیزیز یعنی وہ امراض جو جنسی اختلاط کے ذریعہ دوسروں میں منتقل ہوتے ہیں ان کو پہلے مختصر طور پر VD یعنی وینرل ڈیزیز بھی کہا جاتا تھا، ان کو بعض حالات میں "بیماریوں" کے بجائے "انفیکشن" بھی کہا جاتا ہے، کسی جنسی مرض میں مبتلا فرد کے ساتھ کسی بھی نوعیت کا جنسی اختلاط کرنے پر یہ انفیکشن منتقل ہو سکتا ہے اور اس کا شکار مفعول فرد زیادہ ہوتا ہے یہ امراض بہت سنگین، بے حد تکلیف دہ اور جسم کو برباد کر دینے والے ہوتے ہیں جن کے ذریعہ فرد میں مختلف النوع بیماریاں، بانجھ پن، مختلف اقسام کی معذوری اور موت تک واقع ہو جاتی ہے بعض متاثرہ حاملہ عورتوں کے اندرون رحم بچوں میں بھی پیدا ہو سکتا ہے، یہ امراض ایک طرف سے مہروٹی بن جاتے ہیں، زیادہ عام جنسی امراض، آنتھک، سوزاک، ہرپیس، ہیپاٹائٹس بی، جینٹیل وارت، عموماً تناسل کا مسودہ وغیرہ ہیں، دوسری عام بیماریوں میں گوتھیاں چھانا، کھجلی، مونی لیاکس وغیرہ شامل ہیں۔

۲۔ جنسی ٹرانسمیٹڈ امراض اور HIV میں کیا فرق ہے؟

جنسی متعدی امراض کی طرح HIV بھی ایک بے حد متعدی مرض ہے، ہندوستان میں جنسی ذرائع سے اس کے ٹرانسمیشن کی شرح ۷۵ فیصد سے زیادہ ہے، لیکن ان دونوں امراض سے محفوظ جنسی عمل کے ذریعہ بچا جاسکتا ہے، محفوظ طریقہ استعمال کرنے سے یہ مرض دوسرے میں منتقل نہیں ہو گا اور اگر دوسرے میں ہے تو اس سے آپ میں منتقل نہیں ہو گا اور اگر دونوں میں سے کسی کو بھی نہیں ہے تب بھی دونوں امکانی خطرہ سے محفوظ رہ سکیں گے، تاہم HIV دوسرے متعدی جنسی امراض سے مختلف ہے کیونکہ اس کا اب تک کوئی علاج دریافت نہیں ہوا اور اس میں شرح اموات بہت اونچی ہے، دوسرے یہ کہ HIV انفیکشن زدہ فرد کو کسی مخصوص پیروینی پھوڑے

زخمیاں اس سے خارج ہونے والے مواد سے شناخت نہیں کیا جاسکتا۔

۱۰۔ کیا جنسی متعدی مرض کا علاج نہ کرانے پر HIV انفیکشن ہونے کا خطرہ ہو سکتا ہے؟

جی ہاں۔ کیوں کہ جنسی اختلاط کی راہ سے HIV انفیکشن کے خطرہ میں اضافہ کے اہم عوامل جنسی امراض بھی ہیں، بالخصوص ان افراد میں جن کے بہت زیادہ شریک ہوں HIV اور STD دونوں کے خطرات بہت زیادہ ہیں کیونکہ مرد اور عورت دونوں کے جنسی

اختلاطی اعصاب پر جنسی متعدی امراض کی وجہ سے جو خراشیں، دانے یا زخم ہو جاتے ہیں ان میں پلنے والے جراثیم HIV کے داخلہ میں سہولیات مہیا کرتے ہیں۔

۱۱۔ Cervities کیا چیز ہے؟

اس کے معنی ہیں Cervix کے متعلق عارضہ Cervix رحم کے منی کا زیر بن حصہ ہوتا ہے عورتوں میں اس سے متعلق مختلف نوعیتوں کے عارضات اکثر اور عام ہوتے ہیں، اور اس کی وجہ میں مانع حمل گولیوں کے بغلی اثرات یا بچہ کی ولادت کے دوران اس کی ضرورت سے زیادہ کھجاوٹ اور پھٹنے کا اندیشہ یا دوران اختلاط کوئی بے احتیاطی وغیرہ شامل ہیں، ان وجوہات سے یا تو یہ حصہ متورم رہنے لگتا ہے یا اس پر خراشیں آجاتی ہیں اور علاج نہ ہونے پر ان میں انفیکشن پیدا ہو جاتا ہے یا اس کی نوک کا کچھ حصہ گھس کر یا گل کر ختم ہو جاتا ہے اور اس مقام پر کچازخم ہو جاتا ہے جس پر خشکی نہیں آتی، یہ کیفیت تولیدگی اطفال کے دوران ۹۰ فی صد عورتوں میں واقع ہوتی ہے اس عمل کے باعث پھلے ہوئے، خراش آلود، متورم مقامات ہی HIV انفیکشن کے داخلہ اور وائرس کے پھنچ جانے کے مقامات ہوتے ہیں، اور جب Cervix سے متعلق کوئی تکلیف ہو اس کا فوراً علاج کرنا نہایت ضروری ہے۔

## HIV۔ آج اور مستقبل میں

HIV کے اینٹی باڈیز تو بعض کیاب خون کے نمونوں میں اب سے سولہ برس قبل ۱۹۵۹ء میں ہی دریافت کئے جاتے تھے لیکن افریقی ایڈز کے کیسوں کی دریافت پہلی بار ۱۹۸۰ء میں کی گئی تھی، یہ بات یقینی ہے کہ مرض مدت سے (شاید ہمیشہ سے) معاشرہ میں موجود ہو اور سویا ہوا ہو یا ایسی مخصوص نوعیت میں ہو کہ اس کی علیحدہ شناخت نہ کی جاسکے، ممکن ہے اب سے پانچ سو سال قبل انگلینڈ کے نوجوان بادشاہ ایڈورڈ ششم کی موت بھی ایڈز سے ہوئی ہو، ممکن ہے مشہور انگریزی شاعر لارڈ بائرن کو اپنے خوبصورت چہرے کے بگڑنے کا جو اندیشہ تھا اور جس کے تحت اس نے خودکشی کی شاید اس کی وجہ ایڈز ہو، لیکن اس کا متبادل نظریہ بھی قابل غور ہے کہ یہ مرض پہلے کبھی مہلک اور بھیاںک نہیں رہا، "طاقتور ہی زندہ رہتا ہے" اصول کے تحت شاید ان انفیکشن بھی مہرا نہیں ہیں، اور اپنی زیادہ سے زیادہ نسل انسانی جسم میں پیدا کرتے ہیں،

ایسا کوئی سوال نہیں کہ معاشرہ کی تبدیلیوں نے HIV کے پھیلاؤ میں تیزی پیدا کی، تو کیا پھر رسل و رسائل میں افسانہ سواصلات، تباہ آبادی، شہری آبادیوں میں اضافہ، جنسی سرگرمیوں اور جسم میں بذریعہ انجکشن داخل کئے جانے کے قابل اشیاء کے استعمال ان تمام باتوں میں اضافہ کے رجحانات نے ایک نسبتاً نرم مزاج لیکن دائمی انفیکشن کو قابل انفیکشن میں تبدیل کر دیا؟ اگر ایوانٹ کا نظریہ درست ہے اور اگر HIV کی موجودہ مہلک، قاتلانہ فطرت اس کے تیزی سے پھیلاؤ کا نتیجہ ہے تو پھر سب سے زیادہ مہلک اور وحیدہ اثرات کو آبادیوں



کے ان طبقات ہی میں موجود ہونا چاہئے جن میں بہت تیزی سے یہ انفیکشن گھوم رہا ہے، مختلف ماحولوں میں HIV متفرق شخصیت اختیار کر لیتا ہے اور عوام کے درمیان تیزی سے ستر کرتے وقت بہت جارحانہ انداز اختیار کر لیتا ہے، تحقیق میں دس سال اور اربوں ڈالر کے اخراجات کے بعد بھی HIV نے سائنسدانوں کو زچ کیا ہوا ہے اس کی کامیابی کے راز کو صرف ایک لفظ میں بیان کیا جاسکتا ہے اور وہ ہے "سیمابیت" جو اس کی فطرت بن چکی ہے۔

جب بھی کوئی دوا یا اس کو معطل کرنے کا ذریعہ دریافت کر کے اس کی ایک ویسٹ پر کامیابی سے حملہ کیا جاتا ہے تو اس کی جگہ لینے کے لئے کوئی اور ویسٹ اچاگر ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ اگر ایڈز کی کوئی دوا دیکھ اپنے اثرات کے اعتبار سے HIV کی نشوونما کے انسداد کے قابل ثابت ہو تا ہے تو دوا زیادہ دیر تک موثر نہیں رہتی۔

## ایڈز مسائل اور اعداد و شمار کے آئینہ میں

ترتیب و تخصیص:۔ سید شاہد حسین انبالوی

ہندوستان میں ایڈز کو آتشک جیسے جنسی مرض کی مانند ایک مرض تصور کیا گیا ہے، دونوں متعدی امراض ہیں دونوں کی ابتدا اور پھیلنے کے طریقے بھی بڑی حد تک یکساں ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ آتشک ایک قابل علاج مرض ہے اور ایڈز لاعلاج ہے اس کی ابتداء HIV سے ہوتی ہے (ایچ۔ آئی۔ وی) ہیومن ایسٹوٹوپیائی ٹیمنی وائرس کا مخفف ہے یعنی وہ انفیکشن جو انسانی جسم میں موجود بیماریوں کا مقابلہ کرنے والے قدرتی مدافعتی نظام کو مفلوج و معطل کر دیتا ہے جس کے بعد اس کو طرح طرح کی بیماریاں و بوج بنتی ہیں جس کی جانچ انسانی سیرم سے کی جاتی ہے، (اس جانچ کا نام سیروس ویلیٹس ہے، سیرم یا سیر وائسائی خون میں شامل دو شفاف اور معطریاتی جیسا مادہ ہوتا ہے جو کسی زخم پر کھرنڈ جم جانے کے بعد کچے کھرنڈ کناروں سے رستا ہوا نظر آتا ہے، فرد کا خون پمپکاری سے لے کر اس خون میں شامل مادہ کی جانچ کی جاتی ہے)، اگر مثبت ثابت ہو تو یہ HIV کی موجودگی کی علامت ہے، اس مرض کی اولین دریافت ۸۰ دہائی کے شروع میں امریکہ میں ہم جنسی اختلاط کرنے والوں اور انفیکشن کے ذریعہ شریانون میں ہیروئن نامی نشہ آور شے کے داخل کرنے والوں میں ہوئی، بعد میں یہ مرض یورپ اور بالخصوص وسطی اور مشرقی افریقہ میں پھیل گیا، ایشیا میں اس مرض کا داخلہ اس کے کئی برس بعد ہوا، یہ مرض مردوں سے عورتوں کو زیادہ اور عورتوں سے مردوں کو کم لگتا ہے، اس کی سب سے بڑی وجہ جنسی بے راہروی ہے جس میں ہم جنسی، بہت زیادہ عورتوں سے کسی مرد کا آزادانہ جنسی اختلاط یا کسی عورت کا بہت زیادہ مردوں سے جنسی تعلق، یہ مرض شوہر سے بیوی میں بھی منتقل ہوتا ہے اور حاملہ ہونے کی صورت میں عورت کے رحم میں پل رہے بچے کو بھی لگ جاتا ہے، اس کی ایک اور وجہ شریانون میں منشیات کا انفیکشن لینا بھی ہے اس طریقہ کے نشہ کے عادی یعنی امروٹیس ڈرگز لینے والے ایک دوسرے کی سرخیں اور سوئیاں بغیر انسیریلایٹز (یعنی اپال کر جراثیم پاک کئے بغیر) کئے ہوئے بلیاتامل استعمال کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر کو HIV انفیکشن ہوتا ہے، اس کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ انفیکشن سے متاثر فرد کا خون کسی ضرورت مند کے جسم میں ٹرانسفیوز کئے جانے پر بھی انفیکشن ٹرانسمٹ ہوتا ہے، منشیات کے عادی افراد اور بیسوں کے ضرورت مند اپنا خون بلڈ بینکوں اور خون جمع کرنے کے مراکز کو فروخت کرتے رہتے ہیں اگر یہ خون بغیر جانچ کئے ٹرانسفیوز یا ان فوڈز کیا جائے تو اس انفیکشن کا لگنا لازمی ہے، بے احتیاطی کی وجہ سے یہ مرض اسپتال کے دوسرے مریضوں یا تیماردار عملہ کو بھی لگ سکتا ہے،

ایڈز کے مریضوں کے خون اور پیپ کی بینیوں اور گندے کپڑوں یا انسیریلایٹز کے بغیر آلات کو استعمال کرنے سے بھی یہ مرض لگ سکتا ہے، ایڈز کے مریض کو دئے گئے انفیکشن کی سوئی اتفاقاً اگر کسی کو چبھ جائے تو اس کے جراثیم منتقل ہو سکتے ہیں، لیکن اس نوعیت کے صرف گنے پنے واقعات اطلاع میں ہیں، اسپتالوں میں زیادہ تر پلاسٹک کی سرخیں انفیکشن کے لئے استعمال ہوتی ہیں، جنہیں ابالنے پر ان کی شکل بگڑ جاتی ہے یہ سرخیں اور سوئیاں ایڈز کے مریضوں پر استعمال کے بعد کوڑے میں پھینک دی جاتی ہیں، بعض افراد ان کو دہاں سے لے آتے ہیں اور بغیر درست طریقہ سے انسیریلایٹز کئے اپنے استعمال میں لے آتے ہیں یا اسپتالوں کو فروخت کر دیتے ہیں، یہ بھی اس انفیکشن کے پھیلنے کا ایک راستہ ہے، یہ علم نہیں کہ اس مرض کا ٹرانسمیشن چھ مردوں کے ذریعہ بھی ہوتا ہے یا نہیں لیکن نوے فی صد امکان ہے کہ ایسا نہیں ہوتا۔

تاہم یہ بات واضح ہے کہ HIV یا ایڈز کے مریض کے ساتھ رہنے کھانے پینے سے اس کی اشیاء استعمال کرنے سے اس کے کپڑوں سے یا اس کی تیمارداری کرنے سے کبھی دوسرے کو نہیں لگتا یہ صرف اس کے ساتھ جنسی تعلق یا اس کے جراثیم آلود سرنج یا سوئی اپنے جسم میں چبھ جانے یا اس کا خون کسی کو چڑھانے سے یہ مرض لگ سکتا ہے، یعنی جب تک کسی کے خون سے اس کے جراثیم کا اتصال نہ ہو یا ہجاعت نہ ہو اس وقت تک یہ مرض دوسرے کو نہیں لگ سکتا۔

ایڈز بذاتہ خود مہلک مرض نہیں، ہلاکت کی وجوہات آگے بتائی جائیں گی، ایڈز کا آغاز HIV انفیکشن سے ہوتا ہے، جس کے اسباب اوپر بتائے جا چکے ہیں، کم و بیش پانچ تا دس سال اس مرض کی علامات ظاہر نہیں ہوتیں اور مریض پوری طرح تندرست نظر آتا ہے، یہ غیر علامتی دور کہلاتا ہے اور اس کے دوران اس کے جراثیم خون میں پرورش پاتے رہتے ہیں، علامات ظاہر نہ ہونے کے باعث یہ آزمی تشخیص میں نہیں آتا، اس کے معلوم کئے جانے کا طریقہ صرف سیرم کی جانچ ہے، غیر علامتی دور کے بعد یکایک اس کی علامات ظاہر ہو جاتی ہیں اور اس دور کو ایڈز کا دور کہا جاتا ہے، یہ مرض کا آخری دور ہوتا ہے جس میں اس کا وزن باوجود بہت تیزی سے کم ہونے لگتا ہے، متفرق متعدی امراض جیسے نمونیہ، تپ دق، آنتوں اور پیٹ کے امراض بد ہضمی، پیچش، جگر گردوں اور پیچھڑوں کا انفیکشن جیسے موقع پرست امراض اس کو جکڑ لیتے ہیں، بیماریوں سے لڑنے کی جو دفاعی قوت انسانی جسم کے نظام میں قدرت ودیعت کرتی ہے بالکل مفلوج ہو جاتی ہے، جسم پر پھوڑے پھنسیاں بھی نمودار ہو جاتے ہیں اور اس طرح مریض مختلف امراض کا شکار ہو کر ختم ہو جاتا ہے، چنانچہ ایڈز کا بنیادی عمل جسم کے قدرتی دفاعی نظام کو معطل کر دینا ہے، مریض جسمانی اور دماغی طور پر لاپنج بن جاتا ہے، موقع پرست وائرس پر جسمانی مدافعتی داخلی نظام کا قتل ہر دوا کے اثر کو بے کار کر دیتا ہے اور آج تک ایسی کوئی دوا ایجاد نہیں ہوئی ہے جو اس نظام کو بحال کر سکے، اس لئے یہ مرض ابتداء سے انتہاء تک لاعلاج ہے، علامتی دور زیادہ طویل نہیں ہوتا اس میں جسم تیزی سے کھوکھلا ہوتا چلا جاتا ہے اور مریض ختم ہو جاتا ہے، امریکہ اور یورپی ممالک میں اس وائرس کے تدارک کے لئے کئی ادویہ اور ٹیکوں کے تجربات کئے جا رہے ہیں لیکن یہ ابھی محض ابتدائی دور میں ہیں، تاہم کچھ ادویہ اور ٹیکے ایسے دریافت ہو چکے ہیں جو غیر علامتی دور میں دی جاسکتی ہیں اور جن سے غیر علامتی دور قدرے طویل ہو جاتا ہے لیکن ترقی پذیر ممالک میں یہ ادویہ قابل مقدار نہیں ہیں، ویسے بھی یہ ادویہ محض کچھ محدود مدت کے لئے مریض کی زندگی کے ایام کو بڑھا سکتی ہیں اور انجام ہر صورت میں ہلاکت ہے۔

انفیکشن سے متاثر عورتیں حاملہ بھی ہوتی ہیں، قرار حمل کا ان کی انفیکشن کی کیفیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا بہت سی عورتیں دوران حمل بھی متاثر ہو جاتی ہیں، انفیکشن کے جراثیم پر دور رحم میں داخل ہو جاتے ہیں اور رحم میں ہل رہے بچے کو بھی متاثر کر دیتے ہیں، یہ بچے سرایت شدہ پیدا ہوتے ہیں البتہ کچھ بچے غیر سرایت شدہ پیدا ہوتے ہیں جس کی وجہ شاید یہ ہو کہ قرار حمل کے وقت ماں غیر متاثر ہو اور دوران حمل متاثر ہوئی ہو، سرایت شدہ بچوں کا ظم نوماد کی عمر تک نہیں ہوتا، تاہم یہ بچے دو سال کی عمر تک کھینچے کھینچے ختم ہو جاتے ہیں ان کی زیادہ سے زیادہ عمر پانچ سال ہوتی ہے، اطفال ایڈز بھی ہر صورت میں مہلک ہوتی، تاہم بچے کو ماں کا دودھ پلانے سے بچنے کی نشوونما مار مل ہوتی ہے اور اس کی صحت اور طوالت عمر میں بہتری کے آثار رہتے ہیں، کم سے کم ایسے بچے پانچ تا دس سال کی عمر تک زندہ رہتے ہیں، ان بچوں کو وہ تمام ٹیکے لگانا ضروری ہیں جو عام بچوں کو عام طور پر دئے جاتے ہیں جیسے بی۔سی۔جی۔پی۔ایو، چیچک، شش و غیرہ کے ٹیکے، ماں کا دودھ HIV جراثیم سے کم متاثر ہوتا ہے تاہم احتیاط کے طور پر غیر متاثر بچوں کو اگر کسی رضائی ماں کا دودھ پلایا جائے تو زیادہ بہتر ہے، کیونکہ ایک دو کیس ایسے سامنے آئے ہیں جب متاثر ماں کا دودھ پینے والے غیر متاثر بچے کو انفیکشن ہو گیا، البتہ یہ ہے کہ بچہ اگر کچھ مدت زیادہ زندہ رہ جائے تب بھی اس کی متاثر ماں اور باپ کی موت آئندہ چند برسوں کے اندر یقینی ہوتی ہے اور یہ بچے تیمی کی بے سہارا زندگی گزارتے ہیں اس لئے ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ متاثر عورتوں کو تین ماہ کے اندر اندر اسقاط حمل کر دینا اس بچے پر رحم کرنے کے مترادف ہو گا، تاہم بہت سی عورتیں اسقاط حمل پر رضامند نہیں ہوتیں، اس سلسلے میں چند باتیں غور طلب ہیں (۱) بچہ اکثر مقررہ مدت سے قبل پیدا ہو جاتا ہے اس کا وزن کافی کم ہوتا ہے اور کافی لاغر ہوتا ہے (۲) اکثر بچے دماغی طور بہت کمزور ہوتے ہیں اور دس فی صد بچے دماغی کمزوری کے علاوہ جسمانی نقص کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں، (۳) چھ ماہ کی عمر تک بچے میں انفیکشن کا پتہ لگانا مشکل ہوتا ہے (۴) ماں کا دودھ یا رضائی ماں کا دودھ پینے والے بچے کی نشوونما اور موت مار مل ہوتی ہے (۵) متاثر بچہ کو دودھ پلانے سے رضائی ماں پر انفیکشن کا کوئی اثر نہیں ہو گا۔

ایڈز کا مرض HIV انفیکشن سے شروع ہو کر آخری تک لاعلاج ہے، انڈین کونسل آف میڈیکل ریسرچ کے تحت ہر شہر اور قصبہ



میں خون کی جانچ کے سنٹر قائم کئے گئے ہیں جہاں HIV کی دریافت کے لئے زیادہ خطرات میں مبتلا گروپوں (یعنی جن کو اس انفیکشن کے لگنے کا زیادہ خطرہ ہو جیسے طوائفیں، کال گرٹر اور عیاش مرد وغیرہ) کے سیرمی جانچ کے علاوہ رضاکارانہ طور پر بھی کوئی بھی اپنی جانچ کرا سکتا ہے۔ اگر ٹیسٹ میں اس کا سیرم مثبت علامات کا حامل ہو تو اس کو صلاح مشورہ کی سہولیات بہم پہنچائی جاتی ہیں، یہ ٹیسٹ جن آلات کے ذریعہ ہوتا ہے وہ "ایلیسا ٹیسٹ" کہلاتا ہے، اس ٹیسٹ پر مثبت ثابت ہونے پر اس کی توثیق کے لئے سیرم کا دوبارہ ٹیسٹ لیا جاتا ہے جو "ویسٹرن بلاٹ ٹیسٹ" کہلاتا ہے، یہ ٹیسٹ کافی مہنگے ہوتے ہیں اس لئے اب مقامی طور پر اس ٹیسٹ کے لئے آلات تیار کئے جا رہے ہیں جس سے اخراجات میں نمایاں کمی واقع ہوگی، انفیکشن کے غیر علامتی دور کو طویل تر کرنے کے لئے تغذیہ (نیوٹریشن) بہت ضروری ہیں تاکہ جسم میں طاقت بحال رہے اور جراثیم تیزی سے اثر نہ کر سکیں، اس دور میں بھی متفرق دائرس بالخصوص چپ دق، ہیٹ اور جگر کے امراض سے تحفظ کے لئے ادویہ کا استعمال ضروری ہے کیونکہ یہ متعدی امراض موقع دیکھ کر بار بار حملے کرتے ہیں، علامتی دور بہر صورت جلد پایہ پر نمایاں علامات کے دور میں تبدیل ہو جاتا ہے جس کے بعد تیزی سے مریض کی حالت گرنے لگتی ہے، متعدی امراض کے حملے تیز ہوجانے

ہیں اور ان کے تدارک کی ادویہ غیر مؤثر ثابت ہوتی ہیں، یہی دور ایڈز کا دور ہے جس کے بعد مریض کی موت جلد واقع ہو جاتی ہے، اس لئے یہ مرض شروع سے ہی لا علاج ہے۔

HIV انفیکشن یا ایڈز کے مریض کا خون چھونے سے یہ مرض نہیں لگتا لیکن اگر یہ خون کسی کے کھلے زخم کو چھو جائے تو انفیکشن ہو جاتا ہے، جراثیم آلود خون سے تیار ادویہ کے انتی زین سے بھی یہ مرض لگ جاتا ہے، سب سے زیادہ تعدد امیں یہ مرض جنسی ہے اور دوی سے پھیلتا ہے اور اس طرح اس کے پھیلنے کی شرح نوے فی صد ہے، چونکہ چمکائے جانے والے خون کی جانچ قانوناً لازم قرار دے دی گئی ہے اس لئے اب اس راہ سے اس کا لگنا مشکل ہے، تاہم اس مہلک مرض سے بچنے کا بہترین ذریعہ محفوظ جنسی اختلاط کے طریقوں کا درست اور مستقل استعمال ہے، متاثر عورتوں کو حمل سے بچنے کے لئے کوئی مانع حمل جو ادویہ سنٹروں میں بہ آسانی دستیاب ہیں، کچھ-Spermi-cides یعنی بچے پیدا کرنے والے جراثیم کو مارنے والی ادویہ بھی ملک میں عام طور پر دستیاب کرائی جا رہی ہیں، خارجی ذرائع سے انفیکشن سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ جسم میں انفیکشن کے ذریعہ مشیات داخل کرنے والوں کو اپنی سرنجیں اور سونیاں ہر استعمال کے بعد بخوبی ابال کر جراثیم سے پاک کر لینے چاہئیں، اسپتالوں اور زچہ خانوں میں عملہ کو دبڑکے دستانے اور ایپرن استعمال کرنا ضروری ہے تمام آلات اور سرنجوں وغیرہ کو قاعدہ کے مطابق ابال کر صاف کر لینا ضروری ہے، اگر پلاسٹک کی سرنجوں کے بجائے (جو سستی ہوتی ہیں) شیشے کی سرنجیں استعمال میں لائی جائیں تو ان کو تیز گر مپانی میں ابالنا آسان ہوتا ہے اور ان کی شکل نہیں بگڑتی، اسپتالوں کے وارڈوں اور زچہ خانوں میں ان احتیاطوں کے علاوہ جراثیم کش اینٹی بائیوٹکس کا چھڑکاؤ بہت ضروری ہے، زچہ خانوں میں بوقت پیدائش خارج ہونے والے خون اور پانی وغیرہ کی صفائی احتیاط کے ساتھ کی جانی چاہئے، مریضوں کے گندے کپڑے اگر جلدائے جائیں تو زیادہ بہتر ہو گا اور ایڈز کے مریضوں کو علیحدہ وارڈوں میں رکھا جانا بھی مناسب ہو گا، عوام میں اس انفیکشن کے متعلق وسیع پیمانے پر بیداری لانا بہت ضروری ہے خاص طور پر نوجوانوں میں جو جنسی تجربات کی جانب بہت راغب ہوتے ہیں، ہندوستان کی ۸۰ کروڑ کی آبادی میں کم سے کم ۱۵ فی صد مرد اور عورتیں جنسی عمل کے قابل ہیں اور ایک اندازہ کے مطابق ان میں سے کم و بیش چار لاکھ عورتیں HIV انفیکشن سے متاثر ہیں اور ان کی تعداد میں ہر سال اضافہ ہو رہا ہے، ہندوستان میں سالانہ ۲۵ کروڑ بچے پیدا ہوتے ہیں جن میں سے کم سے کم تین ہزار بچے HIV سے متاثر ہوتے ہیں۔

اعضاء کی پیوند کاری سے بھی ایڈز کا انفیکشن ہوتا ہے، اگر عضو کا دینے والا انفیکشن میں مبتلا ہو تو اس کا لینے والا بھی مریض بن جائے گا سب سے زیادہ ضروری عوام کی ذہنی تربیت ہے انہیں اس کے خطرات سے آگاہ کیا جائے اخلاقیات کا درس دیا جائے اپنا طریق زندگی بدلنے پر زور دیا جائے، عورتوں کو مانع حمل ادویہ اور آلات استعمال کرنا چاہئے تاکہ انفیکشن سے متاثر بچوں اور مستحقین کے بے سہارا اور یتیم بچوں کی تعداد میں کمی ہو، اگر عیاشی اور مشیات کے بین الشریائی استعمال سے عوام پر بیز کریں تو اس مرض کے پھیلنے کا زیادہ خطرہ

نہیں ورنہ اس مرض کے ساتھ جو سماجی رسوائیاں اور معاشی پریشانیاں وابستہ ہیں ان کا شکار ہو کر فرد پریشان حالی کی سخت تکلیف دہ زندگی گزار کر جلد یادِ بے عبرتاک موت سے ہم آغوش ہو جاتا ہے۔

## ایڈز پر سرسری نظر

ایڈز کیا ہے؟

ایڈز انگریزی کے Acquired Immune Deficiency Syndrome کا مخفف ہے، یہ مہلک عارضہ انسانی جسم میں واقع خود کار قدرتی دفاعی نظام کو جوہر نوعیت کے انفیکشن سے اس کا دفاع کرتا ہے مکمل طور پر مفلوج کر کے اس کے چہار جانب منڈلانے والے موقع پرست سرایتی عارضات چھوڑ دیتا ہے جس کے باعث کوئی بھی دو اس کے جسمانی نظام پر کارگر نہیں ہوتی اور کچھ مدت بعد ایک تکلیف دہ موت کی نیند سو جاتا ہے، یہ بیماری یوں تو مردوں اور عورتوں کو عمر کے کسی بھی حصہ میں اپنی گرفت میں لے سکتی ہے لیکن نوجوانوں میں یہ زیادہ عام ہے، مریض کی موت کا سبب عموماً نمونیا، کینسر، تپ دق وغیرہ ہوتا ہے، ایڈز کی ابتدائی صورت HIV انفیکشن (Human Immune Deficiency Virus) ہے جو پانچ تا دس سال غیر علامتی رہ کر بتدریج ارتقا کے ساتھ ایڈز بن جاتا ہے اور یہ اس کا آخری درجہ ہے۔

ایڈز کی ابتدائی علامات

(۱) بغیر کسی قابل فہم سبب کے وزن میں نمایاں کمی (۲) متواتر بخار (۳) متورم غدود (۴) دائمی اسہال و بد ہضمی (۵) بد خوابی اور جسمانی تھج (۶) منہ، حلق اور خوراک کی نالی میں سفید دھبے اور چھالے نمودار ہونا۔

ان علامات کے علاوہ مریض کو پیچیدہ وں کا انفیکشن اور مرکزی اعصابی نظام میں خلل بھی واقع ہوتا ہے تاہم چونکہ یہ علامات کئی دوسرے امراض میں بھی نمایاں ہوتی ہیں اس لئے ایڈز HIV کی تشخیص کے لئے خون / سیرم کی جانچ ضروری ہے۔

عارضہ کا دور پرورش و ارتقا

جسم میں HIV انفیکشن کے دخول اور ایڈز تک اس کے ارتقا کا درمیانی دور یعنی غیر علامتی دور کم سے کم چھ ماہ تا پانچ سال ہوتا ہے بعض حالات میں دس سال بھی علامات کے ظہور میں لگ سکتے ہیں، بچوں میں یہ دور اوسطاً بارہ ماہ اور زیادہ عمر کے بچوں میں ۲۹ ماہ کا ہوتا ہے۔

تشخیص

ایڈز کی تشخیص بہت دشوار ہے اس کا تعین صرف خون کی جانچ اور تجربہ گاہوں میں تجربات سے ہوتا ہے۔

دوسروں میں منتقلی

ایڈز متعدی مرض ہے دوسرے افراد میں اس کی منتقلی مہرے جنسی تعلقات سے ہوتی ہے مریض کے ساتھ نشست و برخاست چھونے ساتھ کھانے پینے وغیرہ سے نہیں ہوتی۔ دوسروں میں اس کی منتقلی کی وجوہ مندرجہ ذیل ہیں (۱) جنسی تعلق (۲) متاثرہ فرد کی استعمال کردہ سرنگوں اور سوئیوں کا استعمال (۳) متاثرہ فرد کا خون دوسرے کو چھانا (۴) دور ان حمل یا ولادت کے کچھ ہی دیر بعد بچے کے جسم میں متاثرہ ماں کے جراثیم کا داخلہ۔ تاہم مریض کی کھانسی، ہضم چھینک یا اس کے کپڑوں کے استعمال سے بھی یہ مرض منتقل نہیں ہوتا۔

زیادہ خطرات میں مبتلا افراد

مندرجہ ذیل نوبیتوں کے افراد کو دوسروں کی پ نسبت اس مرض کا شکار ہونے کا خطرہ زیادہ قوی ہے۔

(۱) ہم جنسی یا دونوں جنسوں کے ساتھ بہت زیادہ اشتراط کے عادی (۲) منشیات / انجمن میں ہیروئن شریانون میں انفیکشن سے داخل



کرنے والے افراد جو ایک دوسرے کے انجیکشن بلا تکلف بغیر انہیں جراثیم سے پاک کئے استعمال کرتے ہیں (۳) وہ افراد جو Hepatites جیسے کسی عارضہ میں مبتلا ہوں جس کے لئے ان کے جسم میں اکثر بیشتر خون چڑھایا جاتا ہو جس میں جراثیم آلود خون بھی شامل ہو سکتا ہے (۴) متاثرہوں کے بچے وغیرہ متعدد طریقوں (پارٹنروں) کے ساتھ جنسی تعلقات۔  
یاد رکھئے

اب تک ایڈز کا کوئی علاج دریافت نہیں ہوا ہے اور اس کا انجام ایک تکلیف دہ موت ہے۔ (۲) اس کی علامات فوراً ظاہر نہیں ہوتیں بلکہ ظاہر ہونے میں چھ ماہ تا پانچ سال اور بسا اوقات دس سال بھی لگ جاتے ہیں اور یہ دور علامتی دور ہوتا ہے۔ جب علامات ظاہر ہوتی ہیں اس وقت تک تمام راہیں اس کے تدارک کی مسدود ہو چکی ہوتی ہیں۔ (۳) ایڈز کے مریضوں کو کینسر نمونہ سپ ویل وغیرہ جیسی سرایتی بیماریاں بہت جلد لاحق ہو جاتی ہیں اور جسم کی دفاعی مشینری کے معطل ہو جانے کے باعث کوئی دوا کسی مرض کے لئے کارگر نہیں ہوتی۔ (۴) معمولی سے بھی شک پر فوراً خون کا ٹیسٹ کرائئے اور طبی ماہر سے مشورہ کرے۔ سب سے بہتر یہ ہے کہ شرافت کی زندگی گزارے۔

### HIV انفیکشن۔ عصری وسعتیں اور مستقبل کے اندیشے

چچک پر فتح و کامرانی کی تحسین کا شور و غوغا ابھی پوری طرح تھما تھا کہ نئی نوع انسان پر اس سے بھی زیادہ مہلک مرض نے یلغار کر دی جو چچک سے کہیں زیادہ متعدی اور جلد سرايت کرنے والا تھا۔ یہ مرض تھا جو من امیو نوڈی فیسی وائرس جس کو مختصراً HIV (ایچ۔ آئی۔ وی) کہا گیا۔ ایڈز اسی وائرس انفیکشن کا آخری درجہ ہے۔ ۱۹۸۱ء میں امریکہ میں پہلی بار اس مرض کی شناخت کی گئی تھی اور جب سے اب تک ایک براعظم کی جانب اس کا طوفانی کوچ جاری ہے۔

### عالمگیر تعدیت کا خاکہ

جولائی ۱۹۹۱ء تک مجموعی طور پر تمام دنیا کے ۱۶۸ ممالک سے عالمی تنظیم صحت کو ۵ لاکھ سے زیادہ ایڈز کے کیسوں کی رپورٹ دی جا چکی ہے لیکن اندازہ ہے کہ ان کی اصل تعداد ۷۰ لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ یہ بھی یقین کیا جا رہا ہے کہ ایڈز کے بالغ کیسوں کا نصف حصہ وسطی اور مشرقی افریقہ میں واقع ہوا ہے۔ مزید برآں یہ تخمینہ بھی لگایا گیا ہے کہ ۱۹۹۲ء تک اطفالی ایڈز کے پانچ لاکھ سے زیادہ کیس بھی اسی علاقہ میں ہوئے ہیں جو دنیا کے مجموعی اطفالی ایڈز کیسوں کا ۹۰ فیصد ہے۔

عصری دستیاب شدہ اور شمار کی بنیاد پر عالمی تنظیم صحت کا اندازہ ہے کہ اس مرض کے دریافت کی ابتدا سے ۱۹۹۲ء تک ایک کروڑ اور ایک کروڑ میں لاکھ کے درمیان بالغ اور دس لاکھ بچے HIV انفیکشن کا شکار ہوئے ہیں۔ وسطی اور مشرقی افریقہ میں اس وقت ۷۰ لاکھ افراد اس انفیکشن میں مبتلا ہیں۔ شمالی امریکہ، لاطینی امریکہ اور بحر اوقیانوس خطے میں مجموعی طور پر ۱۵ لاکھ، جنوبی اور جنوب مشرقی ایشیا میں ۱۵ لاکھ، یورپ، سابق کمیونسٹ ممالک، سابق سویت یونین میں ۵ لاکھ، شمالی افریقہ اور مشرق وسطیٰ میں ۵۰ ہزار، بحر الکاہلی خطے میں ۲۵ لاکھ اور آسٹریلیا میں تیس ہزار افراد HIV سے متاثر ہیں یہ بھی اندازہ ہے کہ ۱۹۹۲ء کے اول چھ ماہ کے دوران دنیا میں دس لاکھ نئے افراد اس انفیکشن میں مبتلا ہوئے ہیں اور یہ تعداد لگاتار بڑھتی جا رہی ہے۔ ان دس لاکھ نئے متاثرہ افراد میں سے تقریباً نصف تعداد افریقی ممالک ایک چوتھائی ایشیا اور بحر الکاہلی خطے میں (ان کا بڑا حصہ جنوبی اور جنوب مشرقی ایشیا میں) اور دسویں حصہ سے کچھ زیادہ لاطینی امریکہ اور کیریبین خطے میں آباد ہیں۔ یہ بھی یقین کیا جا رہا ہے کہ جملہ نئے بالغ افراد میں نصف تعداد عورتوں کی ہے۔ یکم نومبر ۱۹۹۲ء تک ایڈز کے جن نئے ۲۵۰ کیسوں کی رپورٹ ہوئی۔ ہے وہ جنوبی اور جنوب مشرقی ایشیا میں رہتے ہیں ان میں ۹۵ فیصد افراد ہندوستان اور تھائی لینڈ کے باشندے ہیں۔

ہندوستان میں سب سے پہلا سیروپوزیٹو (Sero positive) کیس مدراس میں دریافت ہوا۔ اس دریافت کے بعد جانچ کی سرگرمیاں تیز کر دی گئیں جس کے نتیجے میں اکتوبر ۱۹۹۲ء کے آخر تک پندرہ لاکھ افراد کا HIV انفیکشن کے دریافت کے لئے سیر و ٹیسٹ لیا گیا۔ ان جائزوں کا مرکز مشرقی مختلور گروپ تھے جن میں بکثرت جنسی تعلقات رکھنے والے مرد اور عورتیں انفیکشن کے ذریعہ خشیات کے حامل (انٹرو ویکس ڈرگ لینے والے) حاملہ عورتیں، خون کے عطیہ دہندگان اور خون کے پروڈکٹس کے گیرندگان وغیرہ شامل تھے۔ تمام گروپوں کے مشترکہ اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ HIV غلبہ کی شرح جو ۱۹۸۶ء میں ۰.۶ فیصد تھی اب ۱۹۹۲ء میں بڑھ کر ۰.۶ فیصد ہو گئی تھی۔ بمبئی میں پیشہ ور جنس فروش عورتوں میں انفیکشن کا غلبہ ۱۹۸۶ء کے ۲ فیصد سے ایک دم چھلانگ لگا کر ۱۹۹۲ء میں ۳۰ فیصد ہو گیا تھا۔ مئی پور میں انٹرو ویکس ڈرگ لینے والوں میں HIV کا غلبہ ۵۳ فیصد تھا۔ کریمین میڈیکل کالج ویلور کے جانچ سینٹر نے تین مختلور گروپوں طوائفوں، عیاش مردوں اور عورتوں کے جائزہ میں انفیکشن کی اداری رفتار میں ڈیڑھ گنا اضافہ بتایا۔ کیونکہ ۸۷-۸۸ میں یہ تعداد جو ۱۵ فی ہزار تھی ۹۲-۹۱ میں یہ بڑھ کر ۲۳ ہزار ہو گئی تھی۔ طوائفوں میں انفیکشن کی رفتار میں بارہ گنا اضافہ معلوم ہوا۔ ۸۷-۸۶ میں ان کی HIV کی شرح ۳ فی ہزار تھی جو ۹۲-۹۱ میں بڑھ کر ۳۵۲ فی ہزار گنا ہو گئی۔ جنسی متعدی امراض کے مریض مردوں اور عورتوں میں بھی اس انفیکشن کا غلبہ بڑھتا جا رہا ہے لیکن اس کی رفتار طوائفوں میں مرض کے اضافہ کی رفتار سے کم ہے۔ البتہ حاملہ عورتوں اور خون کے عطیہ دینے والوں میں اس کا غلبہ ایک نکتہ پر رکا ہوا ہے یا اگر اضافہ ہے بھی تو برائے نام۔

ان جائزوں سے دریافت ہوا ہے کہ مہاراشٹر اور تمل ناڈو کی جسم فروشوں اور ملک کی تین شمالی مشرقی ریاستوں مئی پور، میزورم اور ناگالینڈ میں انٹرو ویکس ڈرگ لینے والے انفیکشن کا سب سے بڑا مختلور گروپ بناتے ہیں یہ بھی اطلاعات ہیں کہ انٹرو ویکس ڈرگ لینے کا عمل نکلکتہ اور مدراس میں بھی ہو رہا ہے۔ بمبئی میں ہم جنسی اختلاط والوں کی بھی خاصی بڑی تعداد دریافت ہوئی ہے لیکن ابھی ان گروپوں میں HIV غلبہ کا مطالعہ نہیں کیا گیا ہے۔

### ہندوستان میں HIV انفیکشن۔ عصری اعداد و شمار

حکومت ہند کی فراہم کردہ رپورٹوں کے مطابق ۳۱ اکتوبر ۱۹۹۲ء کو یہ پوزیشن تھی کہ جملہ ۱۵۲۸۵۶ افراد کی اسکریننگ کی گئی تھی ان کے ۱۰۸۵۶ سیروپوزیٹو پائے گئے تھے جن کی شرح ۷.۱ فی ہزار ہے۔ ایڈز کے ۲۴۲ کیس سامنے آئے ہیں جن میں ۲۲۸ ہندوستانی اور ۱۴ غیر ملکی تھے۔ ۲۲۸ ہندوستانیوں میں ۷۷ مرد اور ۱۵۱ عورتیں تھیں۔ غیر ملکیوں میں دس مرد اور چار عورتیں تھیں۔

### ۹۲-۱۰-۳۱ کو ریاست واریڈز کے رپورٹ شدہ کیسوں کا نقشہ

#### سیروپوزیٹو افراد کی تقسیم

| مہاراشٹر  | ۳  | جنس خلاف سے بکثرت تعلقات والے افراد | ۲۲۸۳ | ۳۰-۱۰۰ فی صد |
|-----------|----|-------------------------------------|------|--------------|
| تمل ناڈو  | ۷۳ | ہم جنس کرنے والے افراد              | ۲۹   | ۰.۶۳         |
| دہلی      | ۳  | خون کے حاملی                        | ۱۹۸۲ | ۱۵.۵         |
| کیرالہ    | ۱۶ | ڈاٹکس کے مریض                       | ۳۴   | ۰.۶۵         |
| بنجاب     | ۸  | خون و اس کے پروڈکٹس کے گیرندگان     | ۲۰۹  | ۱۵.۹         |
| پانچ جیری | ۶  | ایڈز مریضوں کے رشتہ دار             | ۸۳   | ۰.۶۷         |
| مئی پور   | ۳  | مشتبہ ایڈز ARC کیس                  | ۳۸۳  | ۳.۵          |
| سکریننگ   | ۳  | انٹرو ویکس ڈرگ لینے والے            | ۱۹۳۷ | ۱۵.۲         |
| مرا       | ۲  | دوسرے مشرق                          | ۲۲۳۷ | ۲۰.۷         |

جنوں تقسیم (۱۰۰۰) فی ہزار



## انٹیکشن کی اختیار کردہ راہیں

آسٹریلیا، شمالی امریکہ اور مغربی یورپ۔ عالمی تنظیم صحت کے مرتب کردہ اختصار یہ کے مطابق آبادی کا بیشتر گروپ بدستور ہم جنسی اور دو جنسی اختلاط کرنے والوں اور انٹروینس ڈرگ لینے والوں پر مشتمل ہے اگرچہ جنس مخالف سے تعلقات رکھنے والے متاثر افراد کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ہم جنسوں اور انٹروینس ڈرگ لینے والے ایڈز کے کیسوں کے تقابلی تناسب میں نمایاں فرق جاری ہے کیونکہ ۸۰ کی دہائی کے وسط سے ہم جنسوں کی تعداد میں کافی تخفیف ہو رہی ہے۔ ۸۰ کے دہائی کے دوران ماں سے بچے میں انٹیکشن کا ٹرانسمیشن اہم تصور نہیں کیا جاتا تھا لیکن HIV انٹیکشن سے متاثر عورتوں کی تعداد میں اضافہ کے باعث اس راہ سے بھی اس کے پھیلاؤ میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

## وسطی اور مشرقی افریقہ

جنس مخالف سے آزادانہ جنسی تعلق HIV انٹیکشن کی توسیع کا غالب طریقہ بدستور بنا ہوا ہے جس کی وجہ سے مردوں اور عورتوں میں سرایت کا تناسب کم و بیش حاوی ہے۔ دیگر جنسی بیماریوں کے ساتھ عورتوں میں HIV کے انٹیکشن میں بھی معمولی اضافہ ہوا ہے جس کی کئی سماجی اور حیاتیاتی وجوہات ہیں ان ممالک میں مردوں اور عورتوں کا تناسب ۱:۱.۴ ہے متاثرہ حاملہ عورت سے اس کے اندرون رحم بچے میں یا شیر خوار بچے میں HIV ٹرانسمیشن بڑے پیمانے پر بڑھتا ہوا مسئلہ بن گیا ہے، جنسی بیماریوں کی اونچی شرح بھی ایک اہم معاملہ ہے جس نے اس خطے میں مرد سے عورت اور عورت سے مرد میں HIV ٹرانسمیشن کو آسان بنا دیا ہے، خارجی ذریعہ ٹرانسمیشن HIV متاثر خون ہے جو نسبتاً کم ہے اور تمام انٹیکشنوں کا دس فی صد ہے تاہم یہ مسئلہ اب کم ہوتا جا رہا ہے کیونکہ عطیہ شدہ خون HIV کی دریافت کے لئے ضابطہ کے مطابق براہ اسکرین کیا جا رہا ہے، اندازہ ہے کہ ۱۹۹۲ء تک وسطی اور افریقی ممالک میں HIV انٹیکشن سے متاثرہ سات لاکھ بچے پیدا ہو چکے ہیں۔

## جنوب اور جنوبی ایشیا

اس خطے میں اگرچہ انٹیکشن کا پھیلاؤ ۸۰ کی دہائی کے وسط یا آخر کے قریب ہوا تاہم اس کی توسیع کی رفتار کافی تیز ہے۔ جنوب مشرقی ایشیا خصوصاً سنگاپور، فلپائن، بھوٹان اور تھائی لینڈ و برما وغیرہ میں ٹرانسمیشن کا سب سے بڑا ذریعہ مردوں اور عورتوں کا آزادانہ باہم جنسی تعلق اور کسی حد تک انٹروینس ڈرگ بھی ہے حالانکہ اس خطے میں اس سے قبل انٹروینس ڈرگ لینے والوں کی تعداد زیادہ تھی لیکن اب کثیر السعد اور جنسی شریکوں کے ذریعہ HIV ٹرانسمیشن بڑھتا جا رہا ہے بالخصوص ۱۹۸۹ء سے اس \* نمایاں اضافہ ہوا ہے تاہم یہ وبا ابھی اس خطے میں ابتدائی دور میں ہی ہے لیکن اس کے تیزی سے پھیلنے کے آثار نمایاں ہیں اور اندیشہ ہے کہ یہ رفتار بالکل ویسی ہی ہو جائے گی جیسی ۸۰ کے دہائی میں وسطی اور مشرقی افریقی ممالک میں تھی لیکن اس خطے میں چونکہ بالغ آبادی کے لحاظ سے جنوبی اور جنوب مشرقی ایشیا میں انٹیکشن سے متاثر افراد کی تعداد افریقی ممالک کی بہ نسبت کہیں زیادہ ہوگی۔

## لاٹینی امریکہ اور کیریبین خطہ

محدود اور نامکمل اعداد و شمار کے باعث اس خطے میں HIV انٹیکشن کا مکمل اور درست تخمینہ لگانا مشکل ہے تاہم اندازہ ہے کہ وسطی امریکی عورتوں میں گزشتہ چار سال کے اندر کلیکل ایڈز کیسوں کی تعداد کی شرح میں چالیس گنا اضافہ ہوا ہے۔ حالیہ جائزہ کے مطابق لاٹینی امریکہ میں ۱۰ ہزار بچے انٹیکشن کے ساتھ پیدا ہوئے ہیں مردوں اور عورتوں کے جنسی آزادانہ اختلاط کے ساتھ منشیات لینے والوں کی تعداد بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ مجموعی طور پر ۱۹۹۲ء میں HIV انٹیکشن سے متاثر افراد کی تعداد کا تخمینہ دس لاکھ سے اوپر لگایا گیا ہے جبکہ ایڈز کے کیس ڈیڑھ لاکھ کے قریب ہیں۔



مشرقی ایشیا، بحر الکاہلی حنطہ، مشرقی یورپ، سابق سوویت روس، شمالی امریکہ اور مشرق وسطیٰ  
ان ممالک میں انفیکشن نسبتاً حال میں پھیلا ہے جس کی وجہ سے ان علاقوں میں اس انفیکشن کے غالب طریقوں کی جداگانہ شناخت  
بہت دشوار ہے اس لئے اس کے پھیلنے اور ایڈز کے کیسوں کے بہت محدود اور نامکمل اعداد و شمار دستیاب ہو سکے ہیں۔  
ایڈز کے بڑھنے کی تمثیل۔ تخمینہ جات اور خاکے

HIV ایڈز کے مستقبل کے لئے اس کی عصری و مستقبل صورت حال اور خاکے حفظان صحت کی منصوبہ بندی اور مرض کے  
تدارک کی حکمت عملی وضع کرنے کے لئے بہت اہم ہیں۔ اس نوعیت کے اندازے دستیاب اعداد و شمار (وہ کہتے ہی نامکمل کیوں نہ ہوں)  
کے استعمال اور ان کو آبادی کے مخصوص طبقات پر منطبق کر کے تیار کئے جاتے ہیں۔ نیز معلومات کے خلا کو پر کرنے کے لئے ریاضیاتی  
ماڈلوں کو استعمال میں لایا جاتا ہے۔ مستقبل میں وبا کے اختیار کرنے والی سمت کا مشترکہ شمار HIV کی ڈائنامکس (علم حرکت الاجسام) کے  
متعلق معروضات پر ہوتا ہے۔ اگر حالیہ معلومات میں تاخیر کے لئے ماضی کی معلوماتی تاخیر کے تخمینہ جات کی بنیاد پر کچھ ترقی اور عددی  
درستی کر بھی لی جائے تب بھی یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ اس نوعیت کی درستی حالیہ یا مستقبل کی معلوماتی تاخیر کے لئے مناسب حد تک صحیح  
ہو گی۔ ان حرکات اجسامی کی نمونہ سازی ان کی کثیر التعداد حیاتیاتی اور جینی تقاطعوں کے باعث (جن کی HIV پھیلاؤ کے بیان کے لئے  
ضرورت ہوتی ہے) بہت زیادہ مشکل ہے۔ اس مقصد کے لئے بہت سے نمونوں کی تعداد موجود ہے لیکن افادیت کی نقطہ نظر سے ان میں  
سے کوئی بھی سادہ نہیں بلکہ بیماری کے حقائق کا عکس پیش کرنے کے نقطہ نظر سے پیچیدہ ہے۔ HIV انفیکشن کا تخمینہ اس کے پھیلاؤ کے متعلق  
دستیاب اعداد و شمار کو مجموعی آبادی پر منطبق کر کے لگایا جاسکتا ہے۔ عام طور پر استعمال کئے جانے والے ایک اور نمونہ میں ایڈز کے کیسوں  
کی رپورٹ اور HIV انفیکشن کے ایڈز کی شکل اختیار کرنے کی سالانہ شرح تعداد کو معکوس شمار کر کے HIV انفیکشن کی سالانہ تعداد کا تخمینہ  
لگایا جاسکتا ہے اور بھی کئی طریقے ہیں لیکن ان سب میں خامیاں ہیں۔

۱۹۸۸ء میں عالمی تنظیم صحت نے ایک ”ڈبلیو سرورے“ ۲۰۰۰ء تک HIV کے پھیلاؤ کا خاکہ تیار کرنے کے لئے کیا تھا۔ ۱۹۹۲ء  
کے وسط میں امریکہ کے بارورڈ اسکول آف پبلک ہیلتھ کی جانب سے عالمگیر پیمانہ پر HIV کے امکانی انفیکشنوں میں تعداد کا تخمینہ اور خاکہ تیار  
کیا گیا تھا۔

### ہندوستان کے لئے تخمینہ اور خاکے

سیر وائرہ شخصیں سرگرمیوں سے دریافت شدہ اعداد و ہندوستان کے لئے بھی مستقبل کے امکانات اور تخمینوں کے لئے استعمال  
کئے گئے ہیں۔ ایک ماڈل پر عمل کرتے ہوئے یہ مندرجہ ذیل تاظر پیش کرتا ہے۔  
ہندوستان میں HIV انفیکشنوں کی تعداد کا تخمینہ کے مطابق سرورے اعداد و شمار ۱۹۹۱ء

| گروپ                            | اندازہ تعداد لاکھ میں | تغلب کی شرح | انفیکشن سے متاثر افراد اندازہ تعداد |
|---------------------------------|-----------------------|-------------|-------------------------------------|
| ۱۔ عورتیں                       | دس لاکھ               | ۱۵ فی صد    | ۱۵ لاکھ                             |
| ۲۔ طوائفوں سے تعلقات رکھنے والے | ۳۰ لاکھ               | ۷۰ فی صد    | ۲۱ لاکھ ۲۵ ہزار                     |
| ۳۔ انگریز خیم ڈرگ لے لے         | ۵۰ ہزار               | ۵۰ فی صد    | ۲۵ ہزار                             |
| ۴۔ ہم جنسی میلاد کر لے مرد      | ۱۵ لاکھ               | ۲۰ فی صد    | ۳۰ ہزار                             |
| ۵۔ ہم جنسی طور پر حامل          | ۳۰ لاکھ               | ۷۰ فی صد    | ۲۱ لاکھ ۲۵ ہزار                     |

|                                |                  |            |                  |
|--------------------------------|------------------|------------|------------------|
| ۱۔ جنسی طور پر حامل مرد        | ۵ کروڑ میں لاکھ  | ۳۳۔۰ فی صد | ایک لاکھ ۷۷ ہزار |
| ۲۰۱۵ سال کی عمر تک             |                  |            |                  |
| ۷۔ جنسی طور پر حامل دینی آبادی | ۲۶ کروڑ میں لاکھ | نامعلوم    | نامعلوم          |
| کل میزان                       | ۳۶ کروڑ ۵۲۴ لاکھ | -          | ۶۳۷۰۰۰           |

انسٹی ٹیوٹ فار سرچ ان میڈیکل انسٹیشن کے ویلی میٹر نے ہندوستان میں HIV انفیکشن سے متاثر افراد کی حالیہ تعداد کے تخمینہ کے لئے ریاضی پر مشتمل ایک ماڈل وضع کیا ہے۔ اس کے شمار کے مطابق ہندوستان میں ۹۴-۹۱ میں متاثر افراد کی تعداد ۳ لاکھ ۳۰ ہزار کے درمیان تخمینہ کی گئی ہے۔

حقیقت پسندانہ خاکوں کے لئے HIV غلبہ اور مخصوص مختلور گروپوں میں اس کی توسیع پورے پھر دوسرے متاثرہ افراد و شمار جمع کرنا ضروری ہے، جنسی کردار کے بارے میں بھی بہتر اطلاعات درکار ہوتی ہیں، انٹروئیکس ڈرگ لینے والوں کے حجم اور اس عمل میں سرخیاں اور سوئیاں باہم استعمال کرنے کے انداز، خشیات کے استعمال اور جنسی کردار کے درمیان تعامل پر بھی بہتر معلومات ضروری ہیں، اس کے علاوہ دوسرے انفیکشنوں، متاثر افراد کی انفیکشن کی کیفیت، وہ تمام عوامل جو حالت غیر علامتی حالت کی علامتی میں تبدیل کر دینے کے اہم

معاون ہوتے ہیں، نیز ان افراد کی شرح جو HIV انفیکشن کے دور سے بڑھ کر ایڈز کے دور میں داخل ہوتے ہیں ان سب تفصیلات کا حصول بھی بہت ضروری ہے۔

HIV انفیکشن کے بارے میں کوئی پیش گوئی کرنا یا اس کا خاکہ تیار کرنا ایک بہت پیچیدہ عمل ہے اس کا پورا انحصار اس کی نمونہ سازی کے لئے استعمال میں آنے والے اعداد و شمار کی درستی پر ہے، اس طور پر آبادی کے مخصوص گروپوں کی پھر دوسرے متاثرہ افراد و اطلاعات کی فراہمی اور تیاری کے لئے سیر و غلبہ کے مطالعات سنگ بنیاد کا کام کرتے ہیں، ہندوستان میں بنیادی اسکریٹنگ کے لئے "ایلیمنٹ" اور الحاقی اور توثیقی نیٹ کے لئے "ویسٹرن بلاٹ" نیٹ استعمال میں آتا ہے، لیکن ان نیٹوں کے ہارڈویئر اور سافٹ ویئر کی اونچی قیمتوں نے ملک میں سیر و جانچ سرگرمیوں کو وسیع کرنے میں رکاوٹ ڈالی ہوئی ہے اس لئے ضروری ہے کہ ان سرگرمیوں پر اخراجات میں تخفیف کے لئے اور انہیں عوام کے لئے قابل مقصد و رہنمائی کا متبادل طریقہ کار دریافت کیا جائے۔

سیر و جانچ کے لئے ملک میں جگہ جگہ مراکز قائم کئے گئے اور انہیں "ویسٹرن بلاٹ" کی تحلیل ٹیسٹنگ اور کوالٹی کنٹرول کے لئے استھوابی مراکز (ریفرنس سینٹروں) سے منسلک کیا گیا، سیر و جانچ نے ٹرانسمیشن کی راہوں کی بصیرت دی اور بڑے اور درمیانی و چھوٹے مختلور گروپوں کو شناخت کیا، اس کے بعد خون کے معاینوں اور عطا شدہ خون اور خون کے پروڈکشن کی اسکریٹنگ کو اس انفیکشن کی موجودگی کی جانچ کے پروگرام کے ذریعہ وسیع پیمانہ پر قابل عمل بنایا، ملک میں اسکریٹنگ کی سہولیات کے قیام میں انسانی وسائل کی تربیت و ترقی کو نسل کا ایک اہم حصہ ہے، سیر و جانچ سرگرمیوں نے اس حقیقت کو بھی نمایاں کیا کہ معاشرہ کا کوئی بھی جزو محفوظ نہیں ہے اور یہ کہ زیادہ اور زیادہ افراد اس انفیکشن سے متاثر ہو رہے ہیں اور اس طرح یہ وائرس تیزی سے ہر طرف پھیل رہا ہے، کو نسل کی مساعی سے دریافت شدہ اطلاعات کی بنیاد پر حکومت ہند نے HIV انفیکشن کی دریافت کے ایک سال کے اندر اندر ۱۹۸۷ء میں "نیشنل ایڈز کنٹرول پروگرام" وضع کر کے نافذ کیا، اس پروگرام کے تین خاص اجزاء تھے، یعنی سیر و جانچ، خون اور خون کے پروڈکشن کی اسکریٹنگ اور صحت سے متعلق تعلیم اور معلومات کی فراہمی، ۱۹۹۰ء میں عالمی تنظیم صحت کے مشورہ سے ایک تین سالہ وسط مدتی منصوبہ ہندوستان کے چار بڑے شہروں دہلی، کلکتہ، بمبئی اور مدراس کے علاوہ چار ریاستوں مہاراشٹر، تلہاڑ، مئی پور اور مغربی بنگال میں نافذ ہوا، اس دور ان اس انفیکشن کا تیز رفتار پھیلاؤ زیادہ واضح ہو گیا اور اس کو مد نظر رکھتے ہوئے ملک میں HIV ایڈز کے کنٹرول کے لئے ایک توسیع شدہ جامع منصوبہ تیار کیا گیا، یہ منصوبہ



سرگرمیوں کے زیادہ وسیع میدان عمل پر غور پر مبنی اور وسیع پیمانے پر اشتراک کا حامل تھا، چنانچہ ایڈز کے تدارک اور کنٹرول کے اہم منصوبہ کے تحت جولائی ۱۹۹۲ء میں ایک مستقل تنظیم ”نیشنل ایڈز کنٹرول آرگنائزیشن“ کا قیام عمل میں آیا، یہ تنظیم چند اجزاء مشتمل ہے۔

۱۔ پروگرام کے انتظامیہ، نگرانی، غور و خوض اور اندازہ قدرت کو مستحکم کرنا

۲۔ نگرانی اور تحقیق

۳۔ جنسی بیماریوں کے پھیلاؤ کا کنٹرول

۴۔ خون کا تحفظ

ملک میں تقریباً ۱۸ بلڈ بینک ہیں جو سالانہ اندازاً ۲۰ لاکھ یونٹ خون کا بندوبست کرتے ہیں اس کا سالانہ اوسط اسپتال کے فی بلڈ ۳۳ آٹا ہے جو عالمی تنظیم صحت کے معیار پیمانے یونٹ فی بلڈ سالانہ کے اوسط سے بہت کم ہے، ان ۱۸ بلڈ بینکوں سے ۶۰۸ بینک حکومت ہندوستان کے ماتحت ہیں، ۲۰۳ بلڈ بینکوں کی کثیر تعداد پر ایڈیٹ منافع ساز اداروں کے قبضہ میں ہیں جو تجارت کی بنیاد پر پیشہ ور خون فرو شوں سے خون حاصل کرتے ہیں اور ۵۶ بلڈ بینک ریڈ کراس جیسی رضاکار تنظیموں کے تحت چل رہے ہیں، ہندوستان میں اوسط سے لے کر خصوصی ضروریات مثلاً کارڈک (دل کی سرجری) اور نیوروسرجری کا بڑے شہروں میں بندوبست ہو جانے کی وجہ سے ہیلتھ سروسز میں چیزی سے توسیع ہو رہی ہے جس کے باعث خون اور خون کی پروڈکشن اور کیوٹیشن کی مانگ اور بھی زیادہ بڑھ جائیگی، خون کے تحفظی اقدامات کو بہتر بنانے کے لئے واحد اور سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ غیر سرکاری اور دوسری ایجنسیوں کے ذریعہ رضاکارانہ طور پر خون کا عطیہ دینے کے عمل میں بڑے پیمانے پر توسیع کی جائے اور خون کی پوری احتیاط کے ساتھ جانچ کی جائے۔

حکومت ہند نے HIV کی جانچ کے لئے خون نمٹ کرنے کے مراکز کا ایک نیٹ ورک تیار کیا ہے، یہ مراکز ہندوستان کے چاروں بڑے شہروں، ہر ریاست کے صدر مقام اور ہر اس شہر میں جس کی آبادی ۵ لاکھ سے زیادہ ہے قائم کئے گئے ہیں، اب خون کی جمع شدہ ہر یونٹ کو تحفظ کے نقطہ نظر سے جانچ کرانے کے اداروں سے ان مراکز کی توسیع کی جا رہی ہے، خون کے تحفظ کا یہ پروگرام بلڈ ٹرانسفیوژن کے قومی سسٹم کو فروغ اور استحکام دے گا، نیز خون اور خون سے تیار پروڈکشن کے گیرندگان کو تحفظ کی ضمانت دے گا، ساتھ ہی بلڈ سینٹروں کو خون کی وافر سپلائی کی یقین دہانی کرے گا، اس عمل میں موجود سینٹروں کے نظام کو بہتر بنانا، عملہ کو وسیع پیمانے پر تربیت دینا اور رضاکارانہ طور پر خون کا عطیہ دینے کے نظام میں توسیع کرنا شامل ہو گا، حکومت ہند نے ”ڈرگز اینڈ کاسمیٹکس ایکٹ“ میں اس امر کی ترمیم کی ہے کہ حاصل ہونے والا تمام خون اور خون کی پروڈکشن HIV سے مبرا ہونی چاہئیں، باہر سے درآمد ہونے والے بلڈ پروڈکشن کے ساتھ بھی اس امر کا سرٹیفکیٹ ہونا چاہیے کہ یہ HIV انفیکشن سے مبرا ہیں، ان اشیاء کی آمد رونا ملک تیاری کے عمل میں بھی احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں اس کے ساتھ ہی ساتھ خون کے جائز قابل فہم اور زیادہ سے زیادہ استعمال کے لئے کیوٹیشن کو علیحدہ کرنے والی سہولیات بھی قائم کی جائیں گی۔

۵۔ ایڈز HIV کے اثرات میں تخفیف

HIV اور ایڈز کے متاثر افراد کو ان تکالیف اور پریشانیوں میں مشورہ دینے کے عمل کو موجودہ حفظان صحت اور مشاورتی نظام میں ضم کر دیا جائے گا، ایڈز پر صلاح کارئی کی تربیت کو ترجیح دی جائے گی اس کے علاوہ مستقبل کے ایڈز کے مریضوں کے لئے گھریلو تیمارداری اسکیم کے امکانات کا بھی جائزہ لیا جائے گا، ایڈز کے مریضوں کی دیکھ بھال کے طریقوں پر ایک رہنمائیہ تیار کیا جا رہا ہے اور ان مریضوں کی تیمارداری وغیرہ کے فرائض کی انجام دہی کرنے والے ہیلتھ ورکروں کی تربیت کا کام جاری ہے۔

یہ منصوبہ ایک ہمہ جہتی عمل پر مشتمل ہے اور HIV انفیکشن کے ٹرانسمیشن کو جلد از جلد محدود کر دینے کی انتہائی نازک اور اہم





تپ دق کا مشترکہ شکار ہیں، ان میں سے ۲۳ لاکھ افراد وسطی اور مشرقی افریقہ میں آباد ہیں جہاں ایڈز کی سب سے زیادہ تباہ کاری ہو رہی ہے، گزشتہ چار پانچ برس کے دوران تپ دق کے مرض میں سو فی صد سے بھی زیادہ اضافہ ہوا ہے، تپ دق کے مریضوں کے درمیان HIV سیروپوزیٹو کی شرح یہاں مختلف علاقوں میں مختلف ہے یعنی ۵۵ تا ۷۵ فی صد تھائی لینڈ میں بھی ایڈز کے ہمراہ تپ دق عالمی ہوتا جا رہا ہے، اندر اس کے ٹی۔بی ریسرچ سینٹر میں HIV ۲۲۰ پوزیٹو مریضوں کی دیکھ بھال تپ دق کا مرض لگ جانے کے سلسلے میں کی جا رہی ہے، ان میں سے ۱۱۵ کے سینہ کارڈیو گراف بہت ہی خلاف معمول تھا، ۳۳ مریضوں کے تھوک میں مانگرو بیکٹیریم فی بی کے جراثیم مل رہے تھے، مزید ۱۳ افراد میں غیر تپ دق مانگرو بیکٹیریا پائے گئے، ۱۱۳ مریضوں میں جو وہاں کے مریضوں کی کل تعداد کا ۵۱ فی صد تھے ۱۲ ایم۔ایم یا اس سے بھی زیادہ کا بورہر کلم رد عمل پایا گیا، ۲۳ متاثر افراد میں سے ۳۳ مثبت بیکٹیریم فی بی اور ۸ کو ایکس رے پر سخت نوعیت کا خلاف معمول پایا گیا تھا، ان ۳۳ مریضوں کو فی الحال ۹ ماہ کے ننسر مدتی اینٹی ٹیوبرکلر تھیراپی کورس پر رکھا گیا ہے، پونہ کے نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف وائرولوجی میں بھی دریافت ہوا ہے کہ HIV ۲۹۶ پوزیٹو افراد میں سے گیارہ کو نمایاں نوعیت کا تپ دق ہو چکا ہے۔

تپ دق کے مریضوں میں HIV کی جانب جھکاؤ کے مطالعہ کے تپ دق کے ان تمام کیسوں کی جو TRC اندر اس ضلع ٹی بی سینٹر اور ٹی بی سینی ٹوریم ڈیلور میں داخل ہیں اسکریننگ شروع کر دی گئی ہے، ۱۹۹۱ء میں ۷۱۳۰ چانچ کردہ افراد میں سے ۱۲ وائرس ٹیسٹ پر مثبت ثابت ہوئے، NIV پونہ میں ۳۵۹ تپ دق انفیکشن کے مریضوں کی اسکریننگ پر ۴ کو وائرس ٹیسٹ پر مثبت پایا گیا۔ HIV انفیکشن سے متاثر افراد میں تپ دق ہو جانے کے خطرہ کا اندازہ کرنے کے لئے کئی ممالک میں PPD رد عمل استعمال میں لایا گیا ہے، HIV افراد میں ۱۵ ایم ایم یا اس سے زیادہ کی برداشت کی PPD پیدا کرنے والی پانچ ٹیوبرکلن یونٹوں کا ٹیوبرکلوسس چھٹی ٹیسٹ تجویز کیا گیا ہے تاکہ ایم۔ٹیوبرکلوسس انفیکشن دریافت کیا جاسکے، ہندوستانی حالات میں اس چانچ کی درستی کا تخمینہ کیا جانا ضروری ہے، اس کے لئے HIV مثبت افراد کی طبی دیکھ بھال میں اور ٹیوبرکلن ری ایکٹیو افراد میں کیو پرورائیکس (آئیو ٹیوڈ کو تھیا یا دوسری ادویہ کے ہمراہ استعمال کر کے) کے اثرات کے مطالعہ کے لئے رہنمائی خطوط تیار کئے جا رہے ہیں۔

### جزائر انڈمان و نکوبار میں HIV

پورٹ بلیر جیل انڈمان اور نکوبار جزائر کے قیدیوں میں جو ICMR کی جانب سے کی گئی حالیہ تحقیق پر تھائی لینڈ کے قیدیوں میں ۲۳ فی صد برما کے سو فی صد اور ایک پاکستانی قیدی کو HIV انفیکشن سے تیار پایا گیا، یہ غیر ملکی افراد اس علاقہ میں اسمگلنگ اور ناجائز طور پر مچھلیاں پکڑنے کے لئے داخل ہوئے تھے ان میں سے کافی قیدیوں نے مقامی لڑکیوں کے ساتھ جن میں بندرگاہ پر کام کرنے والی اور مختلف جزائر میں آباد قبائلی لڑکیاں شامل ہیں اپنے جنسی تعلقات کا اعتراف کیا ہے، اس لئے اب وہاں مختلف جزائر کے متعدد ذیلی گروپوں میں HIV انفیکشن کی سیروپوزیٹوٹی کے خطرہ کی جانچ کی جا رہی ہے، ابھی اس علاقہ میں انفیکشن کی تعداد کافی کم ہے اس لئے اس کو بڑھنے سے روکنے کے لئے جلد از جلد مداخلتی طریقوں کا اطلاق بہت ضروری ہے۔

### ۲۔ HIV کی دریافت

ابھی حال تک کی گئی وبائی امراض کی سائنسی تحقیقات سے علم ہوا تھا کہ HIV (۱) اور HIV (۲) نے کچھ نمایاں مستثنیات کے ساتھ مخصوص جغرافیائی علاقوں پر اپنا تسلط جمایا ہے، اس کے باعث ان کی باہمی تجرباتی تفریق اور اقسام کی جداگانہ شناخت کو اہم مسئلہ تصور نہیں کیا گیا تاہم HIV (۲) نے وسطی اور مشرقی افریقہ کے کئی ممالک میں جہاں پہلے HIV (۱) کا مکمل عمل دخل تھا بہت تیزی سے اپنی معقول جگہ بنالی ہے علاوہ ازیں سیر و جائزات کے لئے حالیہ HIV مشترکہ اسکریننگ ٹیموں اور ان کے ضوابط کار کے ذریعہ کئی ایسے ممالک علم میں آئے ہیں جہاں کافی تعداد میں HIV (۲) انفیکشن کی تشخیص کی گئی ہے جب کہ وہاں پہلے صرف HIV (۲) کی شناخت کی گئی تھی، یہ دونوں انفیکشن ایک منظور گروپ میں گردش کر رہے ہیں اور سرایت شدہ افراد کا ایک طبقہ مشترکہ طور پر ان دونوں سے ہی متاثر پایا گیا



ہے، دوسرے مقامات پر HIV (۱) کی بہ نسبت HIV (۲) انفیکشن میں تخفیف واقع ہو رہی ہے اور دونوں کے مشترک طور پر کسی فرد میں ہونے کے واقعات شاذ ہی اطلاع میں آرہے ہیں، مزید جغرافیائی خطوں میں HIV (۱) و (۲) کی بیک وقت گردش اور دونوں کے خلاف سیر و تجربات اور جانچ میں دوہری قوت و عمل کی کثرت کے اندازہ اور ترجمانی میں پریشانی پیدا کر رہی ہے۔

HIV (۱) و (۲) دونوں کے ٹرانسمیشن کے طریقے یکساں ہیں اور یہ دونوں وائرس یکساں طور پر جسمانی دفاعی قوت کو معطل اور ایڈز کو پیدا کرتا ہے، کچھ اندازہ شمار بتاتے ہیں کہ HIV (۲) کے لئے ایڈز کے جراثیم کی نشوونما کا دور زیادہ طویل ہو سکتا ہے نیز اس کا ٹرانسمیشن بالخصوص ماں سے اس کے رحم میں مل رہے بچے میں کم سرعت کے ساتھ ہوتا ہے تاہم HIV انفیکشن سے متاثر ماں کے انفیکشن سے بچے کو خطرہ کے ماسوائے تشخصی مرض اور تدارکی تدابیر کے مشوروں کے سلسلے میں اصلاحی اعتبار سے دونوں میں بہت حد تک یکسانیت ہے اور اگر کوئی معمولی تشخصی میں رفق ہے تو ان مقاصد کے لئے تقریباً بے معنی ہے۔

اس کے برعکس HIV (۲) کی وسعت کی نقشہ سازی کے اس کے انفیکشن کے غلبہ کے متعلق مخصوص اندازہ شمار بہت اہمیت کے حامل ہیں اور اسکریننگ جانچ متبادلات اور ان کی ضمنی حکمت عملی کو بھی موثر کریں گے HIV (۲) کی Pathognosis (بیماری کے آثار کی دریافت کی سائنس) اور HIV (۱) سے اس کے تقابلی کا دار و مدار ان دونوں سرائیوں کے علیحدہ علیحدہ نیز بیک وقت ہونے کے درست

اور مفید امتیاز پر مبنی ہے، یعنی مستقبل میں کیمو تھیراپی (علاج بذریعہ کیمیائے) اور امیونو تھیراپی پانیکلوں کے ذریعہ متوقع مداخلت کی افادیت کے جائز اور درست تجزیہ کا بیشتر امثال میں انحصار اس بات کی قطعی صحیح شناخت پر ہو گا کہ افراد HIV (۱) سے متاثر ہیں یا HIV (۲) سے یا بیک وقت دونوں ہی سے۔

پونہ ویلور بمبئی اور دوسرے مراکز میں کئے گئے مطالعات سے علم ہوا ہے کہ ہندوستان میں بھی HIV (۱) انفیکشن موجود ہے HIV پونہ میں ۹۲-۹۱ کے دوران HIV (۲) کی جانچ کے لئے خون کے دو سو نمونوں میں سے ۷۵ فی صد صرف HIV (۱) کے لئے ری ایکٹیو پائے گئے، ۱۳ نمونے یعنی ۷ فی صد صرف HIV (۲) کے لئے فی ایکٹیو دریافت ہوئے جب کہ نمونوں نے دونوں ہی انفیکشنوں کا رد عمل ظاہر کیا، HIV (۲) انفیکشن زیادہ تر طوائفوں اور جنسی بیماریوں میں مبتلا افراد میں پایا گیا، تمام HIV (۲) مثبت نمونے HIV (۱) کے ویسٹرن بلاٹ ٹیسٹ پر غیر ناظر پائے گئے اس لئے رائے دی گئی ہے کہ ویسٹرن بلاٹ پر HIV (۱) کے تمام غیر ناظر دریافت شدہ خون کے نمونوں کو HIV (۲) اینٹی باڈیز کی موجودگی کی دریافت کے لئے ٹیسٹ کیا جائے اس لئے جیسے جیسے HIV (۲) کی وسعت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے یہ ضروری محسوس ہو رہا ہے کہ تیر و جانچ کے لئے HIV (۱) و (۲) مشترک آلات کا استعمال کیا جائے۔

وائرس کی علیحدگی اور اس کی کرداری خصوصیات کی درجہ بندی

آل انڈیا انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز نئی دہلی اور نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف وائرولوجی HIV پونہ کی تجربہ بند گاہوں میں HIV کے وائرس کو علیحدہ کرنے اور اس کی کرداری خصوصیات کی درجہ بندی کی مساعی جاری ہیں جس کے لئے P3 سہولیات قائم کی جا رہی ہیں، HIV پونہ میں ۵۵ سیروپوزیٹو افراد کے خون سے وائرس کی علیحدگی کا اقدام کیا گیا، الا میں سے دو افراد معکوس انداز سے اینزائم جانچ پر تغیری مادہ ہوتا ہے جو بظاہر اپنے اندر کوئی تبدیلی لائے بغیر دوسرے مادوں میں حل کئے جانے پر ان میں کیمیکل تبدیلی لانا اور تھیراپیڈا کرنا ہے ابھی اس سلسلہ میں مزید تجربات جاری ہیں۔

سیروپوزیٹو (مثبت) افراد کی نگہداشت

آل انڈیا انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز نئی دہلی، کریمین میڈیکل کالج ویلور، نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف وائرولوجی پونہ اور IIH بمبئی میں سیر و مثبتی اور امیونو لوجیکل جانچ کے لئے زیر مطالعہ رکھا گیا ہے HIV پونہ میں سی ڈی ۸ کا کم سے کم تناسب اور سی ڈی ۳ غنیمت کی شرح فی صد صحت مند افراد کے مقابلہ میں آئی وی سیروپوزیٹو افراد میں نمایاں حد تک کمیائی گئی، CMC ویلور میں غیر ناظر معنی



HIV انفیکشن کے مراثی افراد، ایڈز کے مریضوں، سیروپوزیٹو افراد کے ان جنسی افعال کے شریکوں کو جو HIV منتقلی رہے ہیں اور مارمل کنٹرولڈ گونریہ مطالعہ رکھا گیا ہے اور ان کے CD ۴ اور CD ۸ کی شرح اور شمار کو جانچا گیا ہے، ان تین افراد کے مطالعہ میں CD ۴ کا شمار HIV انفیکشن کی علامات کے اظہار اور ان کے گھٹیلے بیماری کے درجہ تک ارتقاء اور مابعد نتائج سے قطعی طور پر مطابق دریافت ہوا، ایڈز کے نمایاں طبی کیسوں کی تشخیص کے لئے عالمی معیاری صحت کے معین کردہ اندازہ جانچ کے اصولوں کو آل انڈیا انسٹیٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز نئی دہلی میں ہندوستانی ایڈز مریضوں پر آزمایا گیا جس سے معلوم ہوا کہ غیر معمولی تاخیری جی قحص، CD ۴ خلیاتی شمار، اور CD ۴/CD ۸ کا تعداوی تناسب جسمانی مدافعتی نظام کے قحط کے اچھے مظاہر ہیں کمل (Lymphopenia ( Lymph ایک اعلیٰ سیال مادہ ہوتا ہے بظاہر پانی جیسا اور جسم کے خلیات اور اعضا میں پایا جاتا ہے نسوں میں سست رفتاری سے بہتا ہے نسبتاً بہت کم پایا گیا ہے ابھی مطالعات جاری ہیں۔

### سینیٹل (کڑی) چوکی

وقت کی مدت اور حالات کے ساتھ HIV انفیکشن کے جھکاؤ کی نگرانی کے لئے کونسل نے کڑی نگرانی کے مقصد کے تحت ایڈز اور HIV کی سختی سے جانچ پر عمل کا پروگرام تیار کیا ہے، اس "کڑی چوکی" میں کسی آبادی کے داخلی منتخب گروپ "پہرہ داری" کا کام انجام دیتے ہیں اور خیال ہے کہ اس سے حاصل کردہ اعداد و شمار HIV ایڈز کے تدارک اور اس کے کنٹرول کی سرگرمیوں، جانچ اور نشانہ سازی کے لئے بالکل درست اطلاعات فراہم کریں گے، جانچ کے عمل کا اس چوکی کے اندر کسی سے رابطہ نہیں رکھا گیا ہے اور پوری گمنامی اور رازداری کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔

تکمیل HIV جانچ کرنے والی لیبارٹریز میں تجربہ گاہوں کی اعلیٰ صفات اور کوالٹی کی مددگی کے مفید طریقوں اور اصولوں کو قائم رکھنا اشد ضروری ہے، نیز ان ضوابط پر بھی سختی سے عمل ضروری ہے جو HIV رد عمل والے سیرم کی حتی الامکان حد تک درست لیبارٹری تشخیص پیش کر سکیں اور جو HIV ایڈز کے تدارک اور کنٹرول کے لئے اشد ضروری ہے، داخلی اور خارجی دونوں پہلوؤں کی اعلیٰ خصوصیات پر حامل یقین دہانی اور مقامی تجربہ گاہوں کے معیار کی نگرانی کے لئے ان کی پابندی بھی لازم ہے۔

### ۹۰ کی دہائی کے لئے تخمینے اور نتائج

اس عالمگیر وبا کے عصری عالمی حالات پر دستیاب اعداد و شمار کی بنیاد پر عالمی تنظیم صحت نے تخمینہ لگایا ہے ۹۰ کی دہائی کے دوران بالغوں میں ایک اور دو کروڑ کے درمیان HIV انفیکشن کے نئے کیس لازمی طور پر ہوں گے، یہ بھی اندازہ ہے کہ اس عرصہ میں پچاس لاکھ اور ایک کروڑ بچے HIV انفیکشن کے ساتھ پیدا ہوں گے یہ باتیں زیادہ تر ترقی پذیر ممالک میں رونما ہوں گی اور ان کی اکثریت مشرقی اور وسطی افریقہ میں ہوگی، اس دہائی میں ایڈز کے کیسوں میں بھی بہت تیزی سے اضافہ ہوگا، ۱۹۹۳ء میں ان کی تعداد ۱۷ لاکھ تھی اور ۲۰۰۰ء تک ان کی تعداد کم سے کم ایک کروڑ تک پہنچ جائے گی، یہ اضافہ ناگزیر ہے کیونکہ اس وقت ایک کروڑ اور ایک کروڑ بیس لاکھ کے درمیان افراد HIV انفیکشن میں مبتلا ہیں جو بعد میں ایڈز میں تبدیل ہو جائیں گے اور اس طرح موجودہ صدی کے آخر تک ان کی تعداد میں ۳۳ گنا اضافہ ہو چکے گا، یعنی ان کی تعداد تین یا چار کروڑ کے درمیان پہنچ جائے گی علاوہ ازیں دس سال سے کم عمر کے کم از کم ایک کروڑ بچے جو زیادہ تر ترقی پذیر ممالک میں ہیں ایسے ہوں گے جو اس صدی کے آخر تک ایڈز کے باعث اپنے والدین کی موت کے باعث یتیم ہو چکے ہوں گے۔

۹۰ کی دہائی کے دوران آسٹریلیا، مغربی یورپ اور شمالی امریکہ میں ہم جنسی کارکناب کرنے والے اور انٹروینس ڈرگ لینے والے

افراد بدستور آبادی کے سب سے زیادہ متاثر گروپ بنے رہیں گے لیکن یہ امکان بھی ہے کہ نئے انفیکشن جنس مخالف سے رکھنے والوں نیز متحدی جنسی پارٹنرز کے ساتھ تعلقات رکھنے والوں میں زیادہ واقع ہوں گے۔

۹۰ کی دہائی کے آخر تک مشرقی اور وسطی افریقی ممالک میں HIV انفیکشن سے متاثر اطفال کی تعداد ۸۰ لاکھ تک پہنچ جائے گی، یہ اعداد والدین کے ذریعہ اولاد میں انفیکشن کے ٹرانسمیشن کی شرح (۳۰ فی صد) پر مبنی ہیں تاہم متاثر ماؤں کے ۷۰ فی صد بچے غیر متاثر شدہ ہوں گے، اور یہی وہ بچے ہوں گے جو قیموں کا سب سے بڑا گروپ بنائیں گے کیونکہ ان کی متاثر ماں یا متاثر باپ یا دونوں ان بچوں کی ۱۵ یا ۱۰ سال کی عمر کے درمیان مر چکیں گے، ان ہی ممالک میں ۹۰ کی دہائی کے دور ان ایڈز سے مرنے والے بچوں کی شرح میں پچاس فی صد کا اضافہ ہو جائے گا، بہت سے ممالک میں اطفال اموات کی شرح کم کرنے کی جتنی بھی کامیات مساعی گزشتہ بیس برس کے دور ان کی گئی تھیں اب سب پر پانی پھر جائے گا، ان ممالک کے بڑے شہری علاقوں میں ایڈز سے مرنے والے بچوں اور ۱۵ یا ۱۹ سال کی عمر کے درمیان کے بالغوں کی کثیر تعداد میں اموات کی وجہ سے ان علاقوں میں اضافہ آبادی کی شرح میں تیس فی صد تخفیف ہو جائے گی ان میں اموات بالغان کی شرح تین گنا سے بھی زیادہ ہوگی۔

قحطی لینڈ میں ایڈز کے پھیلاؤ سے نتیجہ نکالا گیا ہے کہ اگر موجودہ رفتار اور انداز میں تبدیلی واقع نہیں ہوئی تو ۹۰ کی دہائی کے آخر تک مجموعی طور پر ۲۰ اور ۳۰ لاکھ کے درمیان HIV کیس ہوں گے۔

ان اعداد و شمار کے برعکس ترقی یافتہ ممالک HIV اور ایڈز کے مسائل کے مقابلہ کے لئے زیادہ خواندگی، بہتر مالی وسائل اور جنسی بیماریوں کے کم غلبہ کے باعث زیادہ بہتر طریقہ سے تیار ہوں گے اس دوران کے اہم مسائل کا مرکز تحفظ صحت کی مد میں اخراجات اور بوجھ اور منافع جات میں توازن کا قیام ہوگا، لیکن ترقی پذیر ممالک میں اس بیماری کے باعث اقتصادی ڈھانچے میں بنیادی تبدیلیاں واقع ہوں گی، وجہ یہ ہے کہ اس بیماری کا زبردست اثر روزی کمانے والے محنت کش طبقہ کے علاوہ صنعتی اور کاروباری افراد پر بھی پڑے گا، افرادی قوت کی یہ گھروں کا کاروبار و بارودوں اعتبار سے بہترین پیداواری عمر ہوئی ہے، پیداواری عمر اور سب سے زیادہ انفیکشن کی شرح کی عمر کا گروپ بالکل یکساں ہے، علاقائی تجارت، مصنوعات کی تیاری اور زراعت سخت متاثر ہوگا، سرمایہ لگانے والے غیر ملکیوں کی ہمت شکنی ہوگی، سیر و سیاحت سے ہوتے والی ملکی آمدنی بہت زیادہ گر جائے گی اور ایڈز بہت زیادہ متاثر ممالک کی معیشت کی تباہی کا باعث ہوگا اس کے علاوہ HIV ایڈز مریضوں کی دیکھ بھال، تجارتی اور علاقہ و تغذیہ کے اخراجات قومی اور ذاتی وسائل پر بوجھ بن جائیں گے اور آخر میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ایڈز بعض ممالک کی معیشت کی بربادی کے ساتھ ان کے سیاسی استحکام کی جزیں بھی کھوکھلی کر دے گا۔

HIV اور دوسرے انفیکشنوں کے درمیان تعامل عوامی صحت کی بہت زیادہ پریشانی کا سبب ہے، ان انفیکشنوں میں تپ دق زیادہ اہم ہے، یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ بغیر HIV انفیکشن والے فرد کی یہ نسبت HIV انفیکشن والے فرد میں HIV اور تپ دق تیزی سے جسم پر اثر انداز ہوتا ہے، عالمی تنظیم صحت کا تخمینہ ہے کہ ۱۹۹۲ء تک چالیس لاکھ یا اس سے زیادہ افراد کی کافی اونچی شرح ہے یہ علاقے HIV انفیکشن کے غلبہ کے ساتھ ۹۰ کی دہائی میں تپ دق کی شکل میں ایک مہلک وبا کے غلبہ سے دوچار ہوں گے، بعض ممالک میں تپ دق کے جراثیم اس مرض کی

مخصوص مجرب اور موثر ادویہ کے استعمال کے باوجود ختم نہ ہو سکنے کی وجہ سے ایک اور اہم مسئلہ پیدا ہو رہا ہے اور اندیشہ ہے کہ اور بھی کئی ممالک اسی نوعیت کے سنگین عوامی صحتی مسئلہ سے دوچار ہوں گے۔

HIV کے مقابلہ کے لئے ادویہ

اس وقت HIV انفیکشن کا کوئی علاج دنیا کے کسی بھی گوشہ میں دریافت نہیں کیا جاسکا ہے تاہم بعض ادویہ کی مدد سے متاثر فرد کی زندگی کی مدت میں کچھ اضافہ کرنا اس کے غیر علامتی دور کو طویل تر کر کے ایڈز کی علامات کے غلبہ کو کچھ مدت کے لئے ملتوی کرنا ممکن ہو گیا ہے اس سلسلے میں جن ادویہ کے استعمال کی رائے دی گئی ہے ان میں AZTPD اور DDC شامل ہیں، یہ سب TOXIC یعنی زہریلی



ادویہ ہیں اور کافی قیمتی بھی ہیں، کوشش کی جارہی ہے کہ زیادہ محفوظ کم قیمت اور قابل مقدار ادویہ دریافت کی جائیں، اس کا متبادل نسخہ کھینچ (نمذہ خبیات کے داخلی لازمی اجزاء) کو نہ مارنے والا آر۔ ٹی۔ امپیڈر، ہیز وڈیز سے پائیز (جو TIBO کہلاتے ہیں) تیار کرنا ہے۔ یہ سب مخصوص اور زیادہ طاقتور ادویہ ہیں لیکن بد قسمتی سے HIV انفیکشن کے جراثیم بہت تیزی کے ساتھ ان کے خلاف اپنا دفاع کر لیتے ہیں اور انہیں بے اثر بنا دیتے ہیں، دوسرے درجات پر وائرس کی جوابی کارروائی کے خلاف عمل کرنے والی ادویہ مثلاً: Tat Inhibitors اور Protease Inhibitors بھی تجرباتی دور میں ہیں، علاوہ ازیں ان ادویہ کے اثرات کو زیادہ بہتر اور زیادہ مؤثر بنانے اور ان کے بغلی اثرات کو کم کرنے کے لئے AZT + DDC جیسی ادویہ کا مجموعہ آزمانے کے بھی تجربات کئے جارہے ہیں۔

### ٹیکہ کے امکانات

HIV انفیکشن کے خلاف کسی ٹیکہ کی ایجاد کے امکانات پر مبنی رائے مختلف ہے، کچھ اہلہاء کا خیال ہے کہ اس ٹیکہ کا تصور حقیقت بننے کے امکانات رکھتا ہے جبکہ کچھ کا خیال ہے کہ اس کی تیاری میں جو تکنیکی رکاوٹیں حائل ہیں وہ کبھی دور نہیں ہو سکیں گی، تقریباً ۱۵ یا ۱۶ امیدوار ٹیکے اس وقت تجربہ اور جانچ کے ابتدائی دور میں اور کچھ ٹیکے تجربہ گاہوں میں زیر تیاری ہیں، ان میں سے کچھ ٹیکے محفوظ نوعیت کے ہیں اور بتایا جاتا ہے کہ قدرتی دفاعی نظام میں بحالی کی اہلیت رکھتے ہیں، ابھی ان کا مطالعہ جاری ہے کہ یہ ٹیکے HIV انفیکشن اور ایڈز کی بیماری دونوں کے لئے مؤثر ثابت ہوں گے یا صرف کسی ایک کے لئے جہاں HIV انفیکشن اور ایڈز کے سب سے زیادہ کیس ہیں، عالمی تنظیم صحت کی نگہداشت HIV ایڈز کے لئے ٹیکہ کی تیاری کے قومی منصوبہ اور ان کے اندازہ قدر کی تیاریاں برائیل، روانڈا، قزاقی لینڈ اور یوگینڈا میں کی جارہی ہیں تاکہ دنیائے سائنس کے ماہرین HIV کے خلاف ٹیکوں کے تجربات کو اپنی باہمی تعاونی شرکت سے آسان بنا سکیں اور بہتر نتائج اخذ کر سکیں۔

### اینٹی باڈیز جانچ کی کم خرچ حکمت عملی

حال ہی میں عالمی ادارہ صحت نے HIV انفیکشن کی ایباریٹری جانچ کی کئی ایسی متبادل ترکیبیں تجویز کی ہیں جن میں بڑے پیمانہ پر جانچ کے لئے "وینرن بلاٹ" ٹیسٹ کا استعمال کیا جاتا ہے، ویسٹرن بلاٹ ٹیسٹ نسبتاً بہت مہنگا ہے اور تکنیکی اعتبار سے پیچیدہ اور مشکل بھی ہے، ٹیکنولوجی کی ترقی نے کئی ایسے ٹیسٹ ایجاد کئے ہیں جو تھپا یا مشترکہ طور پر آتے ہیں اور بالکل درست اور بھروسہ مند نتائج دیتے ہیں، افادیت اور بھروسہ مندی اور درستی کے اعتبار سے ایلیسا اور ویسٹرن بلاٹ کے مساوی ہیں لیکن قیمت اور اخراجات میں ان سے کہیں کم ہیں، زیادہ جدید ایلیسا ٹیسٹوں کے برعکس ان ٹیسٹوں میں "ہلڈ" اور "سادہ" ٹیسٹ بھی شامل کئے جاسکتے ہیں، اس سلسلے میں تین اقسام کی حکمت عملی تجویز کی گئی ہے اور یہ تینوں ایک دوسرے سے آزاد ہیں سلسلہ وار منسلک نہیں ہیں، اس میں حکمت عملی کی نوعیت کے انتخاب کا انحصار جانچ کے مقصد اور HIV انفیکشن کے غلبہ پر ہے۔

حکمت عملی (۱) سیرم کے نمونہ کو صرف ایک بار ٹیسٹ کیا جاتا ہے، HIV اینٹی باڈیز کی دریافت کے لئے سیرم کا ایک ایلیسا تیزر ساوہ ٹیسٹ لیا جاتا ہے جو ERS کہلاتا ہے اس میں جو سیرم ری ایکٹیو (رد عمل والا) پایا جاتا ہے وہ HIV مثبت تصور کیا جاتا ہے اور رد عمل ظاہر نہ کرنے والا HIV اینٹی باڈیز منفی کہلاتا ہے۔

حکمت عملی (۲) اس حکمت عملی میں مثبت سیرم کو ایک بار پھر ٹیسٹ کیا جاتا ہے کوئی بھی سیرم جو جانچ کئے جانے پر رد عمل پایا جائے اس کو دوبارہ ERS پر ایک مختلف اینٹی جن محلول اور مختلف جانچ اصول پر آزمایا جاتا ہے، جو سیرم ان دونوں ٹیسٹوں پر رد عمل دکھائے وہ HIV اینٹی باڈیز مثبت اور جو پہلے ٹیسٹ پر رد عمل ظاہر نہ کرے منفی کہلاتا ہے کوئی بھی سیرم جو پہلے ٹیسٹ پر رد عمل دکھائے اور دو سے ٹیسٹ پر رد عمل نہ دکھائے اس کو بھی اینٹی باڈیز منفی تصور کیا جاتا ہے۔

حکمت عملی (۳) کوئی سیرم جو ایک بار جانچ پر رد عمل دکھائے اس کو دوبارہ ٹیسٹ کیا جاتا ہے اسی حکمت عملی میں سیرم



ERS کے تین متوازن ٹیسٹ ہوتے ہیں اور جیسا کہ حکمت عملی (۲) میں ہے تینوں ٹیسٹ مختلف اینٹی جو مھلووں پر یا مختلف اصولوں پر مبنی ہوتے ہیں، جو سیرم پہلے ٹیسٹ میں رد عمل ظاہر نہ کرے وہ HIV اینٹی باڈیز منفی سمجھا جاتا ہے اسی طرح جو سیرم پہلے ٹیسٹ میں رد عمل والا اور دوسرے ٹیسٹ میں غیر رد عمل والا پایا جائے اسے مشتبہ قرار دے دیا جاتا ہے۔

حکمت عملی (۲) و (۳) میں استعمال کے لئے HIV اینٹی باڈیز ٹیسٹوں کے انتخاب میں پہلا ٹیسٹ زیادہ تخصیص والا ہونا چاہئے جبکہ دوسرے اور تیسرے ٹیسٹ کو پہلے کی بہ نسبت زیادہ تخصیص کا ہونا چاہئے۔

جہاں HIV ٹیسٹنگ کا مقصد غیر علامتی HIV متاثر افراد کی شناخت ہو وہاں حکمت عملی (۳) تجویز کی جاتی ہے (ایسی صورت میں جبکہ وہاں حکمت عملی (۲) کا استعمال درست ہو گا، جہاں HIV سے متعلق بیماری کی تشخیص کے لئے HIV اینٹی باڈیز کیفیت کی تصدیق درکار ہو وہاں بھی حکمت عملی (۲) آزمائی جائے، جانچ اور نگرانی کے مقصد کے لئے حکمت عملی (۲) کے استعمال کی رائے ان حالات میں دی ہے جہاں HIV غلبہ دس فی صد سے کم ہو اور حکمت عملی (۱) وہاں استعمال میں لائی چاہئے جہاں HIV کا غلبہ دس فی صد سے زیادہ ہو، جب مقصد ٹرانسمیوژن کا تحفظ اعضاء کی بیوند کاری کا تحفظ ہو وہاں تمام نوعیتوں کے HIV غلبوں میں حکمت عملی (۱) ہی استعمال میں لائی جائے، اس نوعیت کے متبادل جانچ تک عمل سے کافی مالی بچت ہو سکتی ہے، خیال کیا جاتا ہے کہ ۱۰ فی صد سے کم HIV غلبہ پر حکمت عملی (۳) کی جانچ کی قیمت ویسٹرن بلاٹ پر مبنی جانچ کی قیمت کے تقریباً نصف کے برابر یا اس سے کم ہوگی۔

نتیجہ: ۱۹۸۶ء سے اب تک کئے گئے مطالعات مندرجہ ذیل نتائج پیش کرتے ہیں۔

۱۔ ایڈز کے پروان چڑھنے کی مدت اور ہالغوں میں ایڈز عروج کے کئی کیس ملکی ٹرانسمشن کے نتیجہ کے طور پر ریکارڈ کئے جانے کے نتیجہ کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ سمجھا گیا ہے کہ ہندوستان سے HIV کا تعارف ۸۰ کی دہائی کے تقریباً آغاز میں ہوا تھا اور اس وائرس کا وہابی صورت میں غلبہ تقریباً ۸۶-۸۵ میں شروع ہوا (۲) یہ وائرس ۱۹۹۲ء تک ملک کی بیشتر ریاستوں اور یونین علاقوں تک پھیل گیا (۳) HIV ٹرانسمشن کے دو نمایاں طریقے ہیں (الف) شمالی مشرقی ہندوستان اور ملک کے کئی بڑے شہروں میں شریانونوں میں انجکشن کے ذریعہ غشیات لینے کے سلسلے میں ایک دوسرے کی سرنجوں اور سونٹیوں کا آزادانہ استعمال (ب) ملک کے باقی حصوں میں بہت سے افراد کے ساتھ جنسی تعلقات (۳) آبادی کے بعض مخصوص گروپوں میں جن کی شناخت کی جا چکی ہے HIV بہت تشویشناک تیز رفتاری سے ایک فرد سے دوسرے میں پھیل رہا ہے۔ بمبئی میں تین چار سال کے اندر ۳۰ فی صد طوائفیں اس انفیکشن سے متاثر ہوئی ہیں اور شمالی مشرقی علاقہ کے اجمال میں انٹرو ویکس ڈرگ لینے والوں میں ایک سال کے اندر اندر پچاس فی صد کا اضافہ ہوا ہے۔ ہندوستان کو دوسرے ممالک کے تجربات سے منسوب بندی کی حکمت عملی سیکھنے اور نیشنل ایڈز پروگرام کو کامیابی سے عملی حقیقت بنانے اور ان ممالک کی غلطیوں اور ناکام پالیسیوں اور طریق کار سے پہلو تھپی کرنے کا بھی فائدہ ہوا۔ ان فوائد کو رائیگاں جانے دینا نہیں چاہئے۔

یہ نظریہ کہ HIV ایڈز محض صحت سے متعلق ایک مسئلہ ہے جو ذرا اہم نوعیت کا ہے "اس کے وسیع تر نتائج کی جانچ کے لئے ایک بہت سی جگہ خاکہ ہے۔ اس کے اثرات کا جائزہ ان سماجی اور معاشی مسائل کے سیاق و سباق میں لینا چاہئے جو ملک کو براہ راست متاثر ہیں۔ اور جو خود اس انفیکشن کے ہی پیدا کردہ ہیں۔ HIV ایڈز کے پھیلنے کے امکان کو انسانی ترقی اور سماجی اور معاشی تبدیلیوں کے ساتھ اس کے تعامل کو ذہن میں رکھتے ہوئے سمجھنا چاہئے۔ HIV ایڈز ہمارے معاشرہ کی عمارت کو مسمار کر دینے کا خطرہ بن گئی ہے۔

کنٹرول پروگرام کے اطلاق کے لئے نیشنل ایڈز کنٹرول آرگنائزیشن کا قیام اور ایڈز میں کثیر الجہلو تحقیق کی قیادت کی فراہمی کے لئے ICMR کا قائم کردہ نیشنل ایڈز سرچ انسٹیٹیوٹ ایڈز اور HIV انفیکشن کے تدارک اور کنٹرول کے لئے اہم ذمہ داریوں کا منظر ہے۔ اس انفیکشن کی شناخت دس سال کے اندر اندر ایڈز اور HIV پر سائنسی تحقیق میں بے اندازہ ترقی علم و فہم کی نئی جہتوں کو تلاش کیا ہے جس نے کم قیمت تشخیصی طریقوں، علاج اور تدارک کی ٹیکوں کی دریافت کے لئے امید کا سامان بنجھایا ہے۔

لیکن آج ۱۹۹۲ء میں HIV انفیکشن کی راہ روکنے کے لئے کوئی چیز نہیں ہے اور بجز اطلاعات کی بھروسائی، ترسیل اور تعلیم کے اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ اس کے خلاف موثر ادویہ کی دریافت کے لئے عظیم پیمانہ پر تحقیقی پروگرام شروع کیا گیا ہے۔ کچھ ادویہ کے ہمت افزا نتائج سامنے آئے ہیں لیکن یہ ادویہ اول تو بہت قیمتی ہیں دوسرے یہ کی کافی مضر بعضی اثرات کی بھی حامل ہیں نیز ترقی پذیر ممالک کے لئے قابل مقصور نہیں اور عام استعمال میں مانع ہیں۔ اگر ایک موثر ٹیکہ اگر آئندہ کچھ برسوں میں ایجاد ہو بھی جائے تب ہی ٹیکہ کی اور مالی رکاوٹیں شاید اس کے استعمال کو محدود کر دیں گی اور اس متعدی مرض کے پھیلاؤ پر اس کا اثر محدود ہو کر رہ جائے گا۔ ۹۰ کی دہائی میں اس کے تیز سے آگے بڑھنے کی رفتار کو روکنا مشکل ہے تا آنکہ ان افراد کو جن کے سروں پر اس کا خطرہ منڈلا رہا ہے اپنی زندگیوں کے طور طریق بدلنے کی توفیق عطا نہ ہو۔ عصری وسعتیں اور مستقبل کے تخمینے بلاشبہ بہت خوفناک ہیں اس لئے سائنس کی مانند اقوام کو بھی اس چیلنج کے مقابلہ کے لئے کمر بست ہو جانا چاہئے۔ صرف قوم کی جانب سے پر جوش اور محکم جوابی عمل کے ذریعہ ہی ہم اس متعدی مرض ایڈز کے خلاف کامیاب ہونے کی توقع کر سکتے ہیں اگر باشندگان ملک نے شریفانہ طریقہ زندگی کا راستہ اختیار کر لیا تو یہ سب سے بہتر اقدام ہو گا اور سراسر قدم صحت کو ایک عظیم امانت اور خدا کا عطیہ کا تصور کرتا ہے۔

## مباحثہ بابت طبی اخلاقیات

قاضی صاحب

جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے کہ اس وقت جو ہمارا موضوع طبی اخلاقیات ہے جس کے کئی حصے ہیں، ایک حصہ تو وہ ہے جس کا تعلق اخلاقیات سے ہے، مثلاً ایک طبیب کی ذمہ داریاں کیا ہیں اور مریض کے حالات اور اس کی بیماری کو راز میں رکھنا اور اس طرح کے دیگر مسائل۔

اس کا دوسرا حصہ ڈاکٹر معالج اور طبیب کی اہلیت کا ہے کہ جو لوگ اہل نہیں ہیں ان کے لئے طب و معالج جائز ہے یا نہیں؟ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر نا اہل اور ایسا شخص جو کوئی فائدہ نہیں ہے اس نے معالجہ کا کام کیا تو وہ ضامن ہو گا یا نہیں؟ اگر اس کے علاج سے کوئی نقصان پہونچ گیا تو کیا ہو گا، اسی طرح بہت سے دوسرے مسائل ہیں جو آپ نے سوالنامہ میں پڑھے ہوں گے، ابھی سب سے پہلے میں جناب ڈاکٹر مسعود اشرف صاحب سے درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ وہ تشریف لائیں اور اس موضوع پر روشنی ڈالیں۔

ڈاکٹر مسعود اشرف صاحب (علی گڑھ)

صدر محترم علماء کرام معزز حاضرین!

میں آپ کا بے حد ممنون ہوں کہ آپ آج کے جن مسائل پر غور و خوض کر رہے ہیں، جن میں طبی اخلاقیات بھی شامل ہے، یہ مسئلہ وقت کے ساتھ ساتھ زیادہ سنگین صورت اختیار کرنا چاہا ہے، مریضوں کے تئیں ہمارا یہ بھروسہ کم اور تاجرانہ زیادہ ہے، لالچ اور طمع نے اس اچھے بھلے کام کو بھی منافع بخش کاروبار میں بدل دیا ہے یہ ایک افسوس ناک صورت حال ہے، قوانین، اخلاق پیدا نہیں کر سکتے، اس کام کے لئے مذہب کا سہارا اور رہنمائی ضروری ہو گئی ہے۔

حضرات!

اسلامی فقہ اکیڈمی کی طرف سے جو سوالنامہ مرتب کیا گیا ہے اور اس بارے میں علماء کرام نے جو رائے دی ہیں وہ اپنی جگہ بہت اہم ہیں اور میں اس کی طرف پہلے آپ کی توجہ مبذول کروں گا اور بعد میں مزید مسائل کی طرف، سوالنامہ کا پہلا مسئلہ رازداری ہے اس مسئلہ میں امراض کو تین قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ (۱) ایسے امراض جن سے دوسرے کو کوئی نقصان نہ ہو مثلاً کسی کی پت کی تھیلی میں یا گردہ میں پتھری ہو گئی یا اور کوئی دوسرا عضو متاثر ہے جس سے کسی دوسرے کو نقصان نہیں ہے، مگر مریض یہ چاہتا ہے کہ یہ کسی اور سے

نہ کہا جائے تو اس کو کسی اور سے نہ کہنے میں کوئی حرج نہیں معلوم ہوتا۔ (۲) دوسری قسم اس طرح کے امراض کی ہے جن سے دوسرے متاثر ہو سکتے ہیں جیسے کسی کو ایسی فی بی ہے جو دوسروں کو متاثر کر سکتی ہے، اب ایسے لوگ نماز یا جماعت پڑھیں یا تہنہ پڑھیں، دوسروں سے میس یا نہ میس، یا کوزہ کا عارضہ ہے جو مستقل ساتھ رہنے کی وجہ سے دوسروں کو لگ سکتا ہے۔ (۳) تیسری قسم ان امراض کی ہے جن سے معاشرہ کا بہت بڑا حصہ متاثر ہو سکتا ہے مثلاً اینڈز کی بیماری یا طاعون، ان حالات میں ڈاکٹر کا کیا فرض ہو گا؟ کیا وہ مریض سے متعلق اتھارٹیز (Authorities) کو مطلع کرے یا نہ کرے اور دوسروں کو اس سلسلہ میں بتائے یا نہ بتائے؟

دوسرا مسئلہ یہ زیر بحث ہے کہ دواؤں اور آپریشن میں ایسی چیزوں کے استعمال کا کیا حکم ہے جو شرعاً حرام ہیں مثلاً اسپرٹ، یا آپریشن میں ہم نوگ (Catgut) استعمال کرتے ہیں جو جانوروں کی آنت سے تیار ہوتی ہے اور تقریباً سارے آپریشن میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔



تیسرا مسئلہ غیر سند یافتہ ڈاکٹروں سے علاج اور ان کی ذمہ داری کا ہے کہ اگر کوئی خرابی ہوتی ہے تو اس کا ذمہ دار کون ہو گا اور وہ شخص جس نے علاج کیا ہے اسے تاوان ادا کرنا ہو گا یا نہیں؟ یہ وہ سوالات ہیں جن پر کافی غور و خوض کیا گیا ہے، اور کافی شقیں پیدا کی گئیں ہیں اور ان کے جوابات دئے گئے ہیں، میں جن دوسرے مسائل کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں وہ اعضاء کی پیوند کاری کا ہے کہ اس کی اجازت ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو اس کی کئی قسمیں ہیں، اس میں کس کی اجازت ہو گی اور کس کی اجازت نہیں ہو گی؟ ایک شکل جسے ہم لوگ آٹو ٹرانس پلانٹیشن Autotransplantation کہتے ہیں یہ ہے کہ اسی مریض کے جسم کا ایک حصہ لے کر دوسری جگہ لگا دیا جائے جیسے جلد کا ایک حصہ ایک جگہ سے لیا جائے، اور دوسری جگہ لگا دیا جائے، یا اگر ہاتھ کا انگوٹھا کٹ گیا ہے تو پیر کا انگوٹھا لے کر ہاتھ کے انگوٹھے کی جگہ لگا دیا جائے، دوسری شکل کا نام ہو موٹرانس پلانٹیشن Homo trnasplantatio کہ ایک انسان اپنے اعضاء دوسرے انسان کو دیدے، یا خرید لیا جائے، یا ایثار و قربانی سے دے دے یا مرنے کے بعد اس سے نکال کر دوسرے کو لگا دیا جائے، تیسرا مسئلہ غائبانہ ترانس پلانٹیشن (Heterotransplantation) کا ہے جس میں جانوروں کے اعضاء لے کر انسانوں کو لگائے جاتے ہیں، مثلاً دل کے والس (Valves) ہیں، وہ عام طور سے خنزیر سے لئے جاتے ہیں، خنزیر کے دلس تیار کئے جاتے ہیں، یا گائے کے دلس تیار کئے جاتے ہیں اور انسانوں میں لگائے جاتے ہیں، تو اس کی اجازت ہو گی یا نہیں ہو گی؟ غائبانہ مسائل پر اس سے پہلے گفتگو ہو چکی ہے، اس لئے میں اس کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا، ایک مزید مسئلہ اعضاء کی پیوند کاری ہی سے منسلک ہے جو بہت ہی اہم ہے اور وہ یہ ہے کہ موت کب واقع ہوتی ہے، آیا حرکت قلب بند ہو جائے تب موت واقع ہو جائے گی یا سانس رک جائے تب موت ہوتی ہے، یا اگر دماغ کام کرنا بند کر دے تب موت ہوتی ہے، یہ مسئلہ اس لئے اہم ہے کہ عام طور سے جو آج کل اعضاء تبدیلی کے لئے لئے جاتے ہیں، اس میں موت کا مسئلہ زیر بحث آتا ہے موت کی تعریف Definition میڈیکل سائنس میں کچھ مختلف ہے، اور عام صورت مختلف ہے، میڈیکل سائنس میں موت کی تعریف یہ ہے کہ اگر کسی کا برین یعنی دماغ بیکار ہو جاتا ہے تو پھر اس کی زندگی مشینوں کے ذریعہ قائم کی جاتی ہے ایسے انسان کو ہم لوگ Brain death کہتے ہیں یعنی مریض مر گیا اگر اس سے مشین جدا کی گئی تو وہ زندہ نہیں رہے گا، اس لئے اس کے اعضاء لئے جا

سکتے ہیں، مثلاً دل کی تبدیلی، دل اور پیچھڑے کی تبدیلی، جگر کی تبدیلی، گردہ کی تبدیلی، ہڈیوں کی تبدیلی، بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اگر مریض کا دماغ کام نہیں کر رہا ہے اور وہ آنوفیشیل لائف پر ہے، اور پھر چند ڈاکٹروں نے اگر یہ طے کر دیا کہ یہ مشین ہٹادی گئی تو موت واقع ہو جائے گی، تو اس صورت میں ڈاکٹرس کی ٹیم آتی ہے اور وہ تقریباً مختلف اعضاء نکالتی ہے، تاکہ دوسروں کو اس سے فائدہ پہنچایا جاسکے، اسی کے ساتھ ایک ضمنی مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر اعضاء نہ بھی لیے جائیں تو یہ سلسلہ کب تک قائم رکھا جائے، مشینوں سے زندگی کب تک قائم رکھی جائے، اس میں اخراجات کافی ہیں، اور کبھی کبھی یہ شک ہوتا ہے کہ کہیں یہ اسراف تو نہیں، ایک مسئلہ اور وہ-Invitro Furtill zition یعنی مادہ تولید کی منتقلی کا، اس کی چند مثالیں میں دے رہا ہوں، جیسے کسی کی اولاد نہیں ہے، اور بیوی یا شوہر میں اولاد کی صلاحیت نہیں ہے تو کیا وہ مرد یا عورت مادہ تولید دوسروں سے لے سکتے ہیں یا نہیں لے سکتے؟ اگر عورت میں مادہ تولید ہے مگر رحم میں کوئی خرابی ہے جس سے وہ بچہ جن نہیں سکتی، تو وہ سیر دگٹ مدرس یعنی کرائے پر مائیں بنتی ہیں مثلاً ایک ٹیسٹ ٹیوب میں بچہ Furtillize کر لیا گیا، بچہ بڑھتا گیا اور پھر اسے کسی دوسری ماں کے رحم میں رکھ دیا گیا اور پھر بچہ پیدا ہوتا ہے اگر اس کی اجازت ہے تو یہ بچہ کس کا ہو گا؟ اس کا ہو گا جس کے مادہ تولید سے یہ وجود میں آیا؟ یا اس کا ہو گا جس کے رحم میں اس بچہ نے پرورش پائی؟ اور اسی سے منسلک ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا تجربہ ہے، ایک نیا مسئلہ جنیٹک انجیرنگ کا ہے، جنس میں ایسی تبدیلیاں کی جاسکتی ہیں، جن سے بہت امراض سے چھٹکارہ حاصل کیا جاسکتا ہے، اس کی اجازت ہے یا نہیں؟ پھر کبھی کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ بعض حالات میں استقاط حمل کی اجازت ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ اس میں جان نہ آگئی ہو مسئلہ یہ ہے کہ بچہ میں کب جان آتی ہے؟، سائنسدان کہتے ہیں کہ عورت اور مرد کے مادہ تولید میں جان ہوتی ہے اور یہ وہی سلسلہ آگے بڑھتا ہے، جس وقت Furtillization ہوتا ہے یعنی جب سے بچہ کا سلسلہ شروع ہوا، اسی وقت سے اس میں جان

ہے، عورت کے مادہ میں بھی جان ہے اور مرد کے مادہ میں بھی جان ہے، تو جان تو شروع ہی سے ہو گئی تو پھر اس کا کیا مطلب ہے کہ بچہ میں اگر جان نہ ہو بعض حالات کے اندر تو اسقاط حمل کی اجازت ہو سکتی ہے، بس یہ چند مسائل تھے جن کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرنا چاہتا تھا، اس مسئلہ کا جو بھیک پیلو ہے وہ انسانی اعضاء کا بیوپار ہے، انسان کا جبراً استحصال، حصول ازدواجی کے بجائے کسی کی مجبوری سے مالی فائدہ اٹھانا، یا فن کا غلط استعمال کر کے دولت کمانا یہ سارے مسائل ہیں، علماء کا فرض منصبی صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ مسائل کا حل پیش کریں بلکہ اس سے لوگوں کو آگاہ کرنا بھی ضروری ہے، اس کام کے لئے اشتہارات اور کتابچوں کی اشاعت، اور ان مسائل پر جمعہ کے دن گفتگو کے ذریعہ ایک عام بیداری اور مسائل سے واقف کر لیا جاسکتا ہے، مذکورہ مسائل پر گفتگو کرتے وقت یا کسی حل پر پہنچنے سے پہلے اس پر بھی غور کرنا ضروری ہے کہ وہ حل کس حد تک قابل عمل ہے، اس کے ساتھ خود آپ کے یہاں اضطراب اور عموم بلوی کی اصطلاح موجود ہے، بہت سی باتیں عوام اپنا لیتی ہے اور مسائل میں گنجائش ہوتی ہے تو نرم پہلو اختیار کیا جاتا ہے، بہر حال جس طرح ہمدردی میں حد سے تجاوز کرنا غلط ہے، اسی طرح سختی بھی نامناسب ہے، دین میں الہام و تنہیم کے ذریعہ باتوں کو ذہن نشین کر لیا گیا ہے اور مسائل میں آسانی کو اختیار کیا گیا ہے، بہر حال ان چیزوں کو آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں، مجھے اللہ کی ذات سے پوری امید ہے کہ آپ کی یہ گفتگو پوری انسانیت کے لئے نتیجہ خیز ثابت ہوگی اور خواص و عوام کے لئے مفید، انشاء اللہ، شکر ہے۔

قاضی صاحب:

محترم حضرات!

فنی اخلاقیات کے موضوع پر جو سوالات کئے گئے تھے ان میں سے بیشتر سوالات کے جوابات آپ کے، آخری عرض جو مولانا انیس الرحمن صاحب کو پیش کرنا ہے، میں نے یہ محسوس کیا کہ اس میں کئی چیزیں وہ ہیں جو زیر بحث آچکی ہیں اس لئے مزید اس پر وقت خرچ کرنے کے بجائے موضوع پر مباحثہ شروع کیا جائے، میں اس وقت تھوڑی سی گفتگو یہ کرنا چاہتا ہوں کہ جو بحث ہمارے یہاں ایڈز کے مرض کی چل رہی ہے، سب سے پہلی بات جو اسی سمینار کو خصوصیت سے کرنی چاہئے وہ یہ ہے کہ ایڈز کا مرض کیوں پیدا ہوتا ہے؟ یہ اس دور میں جنسی آوارگی جو موجودہ تہذیب کا تختہ ہے اور اصل برائی کی جڑ ہے، اس پر پابندی کی کوشش کہیں بھی نہیں کی جا رہی ہے، ایڈز اس وقت بین الاقوامی طور پر بہت بڑے ہنگامے کا موضوع ہے، اور اس وقت اس کو ایک مہینا اور خوفناک چیز کے طور پر میڈیا اور علمی اور تحقیقی مجالس میں پیش کیا جا رہا ہے، بلاشبہ یہ اللہ کا عذاب ہے، جس تہذیب نے جنسی انار کی، بے قید و بند اور بغیر جائز اور ناجائز کا تصور کئے ہوئے ہوس نفس کی تکمیل کو اپنا خاص شعار بنالیا ہو اس کو تو یہ تحفہ ملنا ہی تھا، جو تہذیب آج اس پر غور کر رہی ہے کہ ہم جنسی کو جواز کی سند ملنی چاہئے، اور عورت عورت اور مرد مرد کے جنسی تعلق کو ایک قانونی حق کے طور پر ماننا چاہئے، جنیٹک انجینئرنگ والوں نے جب آگے بڑھ کر بات کی کہ خود انسان میں ہم جنسی کے جین موجود ہیں، انہوں نے بات کو اور بہت دور تک پہنچا دیا، اس مرض کے عموم کے پیچھے بہت بڑا دخل اور اس مرض کے پھیلنے کا بڑا سبب دراصل ناجائز جنسی رشتے ہیں، موجودہ تہذیب نے نیلی ویرن کے ذریعہ بلو فلموں کی طرح ذریعہ اور بیچاری ہماری ان معصوم خواتین کے ذریعہ اس مرض کو پھیلا دیا ہے جو بات کو سمجھتی نہیں اور آزادی نسوان کے نعروں کے تحت ان کی تصویریں اور ان کے جسموں کے اعضاء کی نمائش تجارتی مقاصد کے لئے اشتہارات اور عیش میں کی جا رہی ہے، یہ ہیں وہ بنیادی اسباب جو دراصل اس مرض کے پھیلنے کے اور اس عذاب کے مسلط ہونے کا باعث بن رہے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ اس سمینار کو صاف الفاظ میں، بنا کسی روایت، ساری دنیا کو مخاطب کر کے یہ بات کہنی چاہئے کہ تہذیب مغرب کی جنسی آوارگی اور جنسی انار کی، اور وہ بیچاری جنہوں نے پورے معاشرہ کو تباہ و برباد کر رکھا ہے اور تمام اعلیٰ اخلاقی قدروں کو اور اس کے پورے سسٹم کو برباد کر رکھا ہے، انسانیت کے تحفظ کے لئے سب کو آگے آنا چاہئے اور آگے آکر ان چیزوں پر پابندیاں عائد کرنی چاہئے جو اس مرض کا سبب ہوتے ہیں، اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ اجلاس اگر یہ سمینار سب سے زیادہ اس کا مستحق ہے کہ وہ اس بات کا اعلان صاف الفاظ میں کرے، دوسری بات یہ ہے کہ فقہ کی نظر حقیقت اور



واقعات پر ہوتی ہے، یہ واقعہ ہے کہ یہ مرض پیدا ہو چکا ہے اور اس مرض کے بہت سے معاشرتی نتائج ہیں، محرکات کی بات میں نے کی، معاشرہ میں بہت سے مسائل پیدا ہو رہے ہیں اسی ذیل میں یہ مسئلہ بھی ہے کہ ایڈز کے مریض کے ساتھ یا دیگر امراض خبیثہ کے مریضوں کے ساتھ عام انسانوں کا اور معاشرہ کا کیا برتاؤ ہونا چاہئے، میں سمجھتا ہوں کہ جہاں تک اسلامی تعلیمات کا تعلق ہے وہ ہم پر یہ ذمہ داری عائد کرتی ہیں کہ جس حد تک ممکن ہو ہم ایسے مریضوں کی تیار داری کریں، اگرچہ وہ اس کے کسی عمل بد کی وجہ سے آیا ہو، اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ہر شخص کو یہ مرض کسی عمل بد کی وجہ سے لگا ہو، ایک شخص ایڈز کا مریض ہے، وہ بلیڈ استعمال کرتا ہے، مرض منتقل ہو سکتا ہے،

استروں کے استعمال سے مرض منتقل ہو سکتا ہے خون کی منتقلی کے ذریعہ مرض منتقل ہو سکتا ہے، کچھ بے قصور اور معصوم لوگ بھی ہو سکتے ہیں جنہوں نے کسی گناہ کا ارتکاب نہ کیا ہو لیکن وہ اس مرض میں مبتلا ہو جائیں، اور بے گناہوں کے ساتھ گنہگاروں جیسا برتاؤ ہی کیا جاتا ہے، ہم فرق نہیں کر سکتے، اندر کی بات کو اللہ بہتر جانتا ہے، ہم کو اسلام کے نقطہ نظر سے ان کے ساتھ معاملہ کرنا چاہئے، اس سلسلہ میں جو سوالات آئے ہیں اور اس کی بابت عرض بھی سامنے آچکے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ بہت زیادہ اختلافی مسائل نہیں ہیں، اور یہ بات مان کر چلنا چاہئے کہ ضابطوں میں ڈاکٹر مریض سے اجازت لے لیں ٹھیک ہے، لیکن اگر ایسے حالات ہوں اور ضابطوں کی اجازت وہ نہیں لے سکیں، ایک ڈاکٹر یہ دیکھ رہا ہے کہ مریض مر رہا ہے، اور اس کے علم و فن کے اعتبار سے اس کو بچایا جانا ممکن ہے، اور اجازت کے ضابطہ کی تکمیل کی بظاہر کوئی صورت نہیں ہو تو ڈاکٹر کو اس کا حق ہونا چاہئے کہ اپنا انسانی فریضہ ادا کرے اور اپنے اور اپنی صلاحیتوں اور مہارتوں کے مکمل استعمال کے ساتھ اس انسان کو بچانے کی کوشش کرے، اس کے بعد اگر کوئی کامیابی نہیں ہوتی تو ناکامی میں اس کو ضامن نہیں ہونا چاہئے، الایہ کہ جب غفلت ہو، اور ڈاکٹر کا پیشہ ایک تجارت کے طور پر استعمال کیا جائے تو ظاہر ہے کہ غفلت کی بنیاد پر اس کو تعدی اور زیادتی قرار دینا صحیح یا غیر صحیح کا حکم اس پر لگایا جاسکتا ہے جیسا کہ بعض بزرگوں نے یہ بات لکھی ہے۔

ایک مسئلہ اس میں صیب اور راز کو چھپانے اور نہیں چھپانے کا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ بہت زیادہ اس میں بحث و تحقیق کی ضرورت نہیں، جو شریعت کا اصول ہے یعنی "لا ضرر و لا ضرار فی الاسلام" یہ دیکھنا چاہئے کہ اس مرض کے اعتبار میں زیادہ ضرر ہے یا اس کے اختلا میں زیادہ ضرر ہے دونوں صورتوں میں "اھون الضررین" جو اس میں کمتر ہو گا اس کو چھوڑا جائیگا اور جو بڑا ضرر ہو گا اس کو دفع کیا جائے گا، اس اصول پر مبنی ہے دو اصول جس کا ذکر مقالہ نگاروں نے کیا ہے کہ ضرر خاص اور ضرر عام اگر نکرائیں، ایک طرف کسی خاص فرد کا نقصان ہے، اور دوسری طرف پوری سوسائٹی کا نقصان ہے، تو سوسائٹی کا اجتماعی نقصان زیادہ اہمیت رکھے گا، فرد کے نقصان کو برداشت کیا جائے گا، لیکن سوسائٹی کو نقصان اور ضرر سے بچایا جائے گا، اس اصول پر ان سوالات کا فیصلہ ہم لوگ کر سکتے ہیں، اب اگر عموماً اولی بات ہے قصہ کسی شخص کو کسی شخص سے دشمنی ہے، وہ جانتا ہے کہ میں ایڈز کا مریض ہوں اور وہ اس لئے اسے اپنا خون دیدیتا ہے کہ اسے بھی یہ مرض لاحق ہو جائے، اس ذیل میں میں ایک بات عرض کر دوں، امر موہوم، امر موہوم کا لفظ بہت استعمال کیا گیا ہے، اور شاید خاص کر ہمارے طبقہ جو یہاں پر بیٹھا ہے وہ یہ محسوس کرتا ہو کہ آج کل ان امراض کے پھیلنے کا جو تناسب ہے وہ غیر معمولی ہے، اس کو شخص موہوم نہیں کہا جاسکتا، میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے علماء اور فقہاء نے جو امر موہوم کا لفظ استعمال کیا ہے، یہ شاید امکانات کے معنی میں ہے اور امکان، کوئی بھی ڈاکٹر یہ نہیں کہہ سکتا کہ ایک شخص کا مرض دوسرے کی طرف شور (بالیقین) منتقل ہو جائے گا، Possible ہے کہ منتقل ہو جائے، تو ایک پوسیبیلیٹی (Posiibility) اور اس کے مقابلہ میں شیورٹی (Surety) ہے تو جب پوسیبیلیٹی اور شیورٹی نکرائیں گے تو یہ پوسیبیلیٹی جس میں صرف امکان ہے اس کے مقابلہ میں دوسرا ضرر جو شیور اور یقینی ہے اس سے بچنے کی کوشش کریں گے، یہ اصول ہمارے یہاں فقہ میں ہے، اس میں ایک چیز اور سمجھنا چاہئے کہ ایک ہے سادہ پوسیبیلیٹی، سادہ امکان دونوں پہلو برابر ہیں، ہو بھی سکتا ہے، نہیں بھی ہو سکتا ہے، اور ایک ہے غالب امکان، تو غالب امکان تو غالب امکان (غلبہ ظن) کو فقہاء نے یقین کے معنی میں لیا ہے، اگر کسی شے کا غالب



امکان ہو اور اکثر و بیشتر احکام میں غلبہ ظن کو قائم مقام یقین مان کر حکم لگایا گیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ آپ جب کوئی فیصلہ کریں گے تو اس بات کو ذہن میں رکھیں گے کہ ایذا جیسے امراض کا پھیلنا اور اس کا منتقل ہونا محض امکان ہے یا امکان غالب ہے جیسا کہ آج کے اطباء اور اصحاب تحقیق کی رائے ہے، مسئلہ قسح نکاح کا تو بہت اہمیت اور تفصیل کے ساتھ اور بہت مدلل مولانا زید صاحب نے قسح نکاح کا سوال اٹھایا ہے، ان کے بحث کا بنیادی نقطہ یہ ہے کہ اگر کوئی مرض شوہر کو ایسا پیدا ہو جائے جو عورت کے لئے نقصان دہ ہے، مثلاً فلاں فلاں امراض تو عورت کو قسح نکاح کا حق ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ مرض بوقت نکاح اس شخص کو موجود ہو، نکاح کے بعد اگر اس کو یہ مرض موجود ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا، دوسرا نقطہ ان کا بہت اہم ہے کہ فقہاء نے جن امراض کی صراحت کر دی ہے انہیں کے ساتھ حکم مخصوص ہوگا، دوسرے امراض کو ان پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، میں سمجھتا ہوں کہ دونوں باتیں بہت اہم اور قابل غور ہیں، ہمارے یہاں قسح نکاح کے مسائل میں معمول فقہ مالکی پر ہے، اور جہاں تک فقہ حنفی کا تعلق ہے تو جیسا کہ آپ کو معلوم ہے شیخین یعنی امام ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ امراض کی صورت میں عورت کو حق تفریق نہیں دیتے، فقہ حنفی کے نقطہ نظر سے اگر عورت مان و نفقہ سے محروم ہو جائے اور شوہر نفقہ دینے سے عاجز ہو جائے، کما تا ہی نہیں معذور ہو گیا، کوئی اور وجہ ہو گئی جس کو فقہاء کی اصطلاح میں "معسر من النفقہ" کہتے ہیں اس صورت میں فقہ حنفی یہ کہتی ہے کہ تفریق نہیں کی جائے گی، اور وہ بتاتے ہیں کہ نفقہ ایک حق مالی ہے، اور حق ازدواجی مقصود بالزکاح ہے، اور حق مالی تابع ہے، تو تابع کے فقدان سے اصل شی ختم نہیں ہوتی، جب ان سے بحث کی گئی کہ نامردی کی صورت میں آپ کیا کہتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ یہاں اصل حق سے محروم ہوتی ہے، مقصود بالزکاح ختم ہو جاتا ہے، اور نفقہ کی صورت میں ایک تابع سے محروم ہے، اور تابع کے ختم ہو جانے سے مقصود متاثر نہیں ہو سکتا، پھر وہ کیا کرے؟ فقہاء نے کہا: "بقال لہا استدہنی علیہ" عورت سے کہا جائے گا کہ اس کے نام پر قرضہ لیتی رہ، اس بھوکا اور مفلس شخص کی بیوی کو قرضہ کون دیگا، ذرا سوچئے تو آپ؟ شاید اس زمانہ میں لوگ دیتے ہوں، لیکن آج کے زمانے میں تو ہر گز قرضہ دینے کے لئے اس کو تیار نہیں ہوں گے، پھر وہ عورت کیا کرے، اب یا تو وہ عورت نوگوں کے درمیان ایک کھیل کا ذریعہ بنے گی اور اس کی عفت و عصمت خطرے میں پڑے گی، یا پھر اپنے جسم و جان کو باقی رکھنے کے لئے اس کے پاس کوئی "قوت لایموت" نہیں ہوگا، اس لئے فقہاء شافعیہ کی اس رائے کو تسلیم کیا گیا کہ دلائل کے اعتبار سے اگرچہ امام ابو حنیفہ کا قول قوی ہے، لیکن معاشرتی مشکلات اور دشواریوں میں اس قول پر عمل کرنے کے نتیجہ میں جو حل نکالا گیا ہے وہ قطعی کافی نہیں ہوتا، اور ایک دوسری بات پیدا ہوتی ہے کہ جنسی تعلق میاں بیوی کا بے شک مقصود نکاح ہے، لیکن یہ مقصود ثانوی ہے، مقصود اولیٰ ہے عفت و عصمت کا حصول، اور اگر غربت و افلاس کی وجہ سے اور بے سہارگی کی وجہ سے اس کی عفت و عصمت کے بجر دج ہو جائے گا خطرہ ہو جیسا کہ آج کے معاشرہ میں اس کے امکانات بہت زیادہ ہیں تو ایسی صورت میں جو اصل مقصود نکاح ہے وہی ختم ہو جاتا ہے، لہذا اصل مقصود نکاح پر نظر رکھتے ہوئے اگر شوہر مفلس و دلیہ ہو چکا ہے، بیوی کے مان و نفقہ کو پورا نہیں کر سکتا تو بیوی کو حق تفریق دیا جائیگا، جہاں تک تعلق اس بات کا ہے کہ فقہ مالکی کو ہم معمول پر بناتے ہیں تو اس لئے کہ فقہ مالکی کی بنیاد حکم ضرر پر ہے، اور میں کوئی وجہ نہیں سمجھتا ہوں کہ جن امراض کو قدیم فقہاء نے ذکر کیا ہے اور وہ امراض جو ان کے زمانہ میں پیدا بھی نہیں ہوئے تھے آج ان کے حکم پر ہی ہم مجبور کریں کہ جن

پانچ سات آٹھ بیماریوں کی تفصیل قدیم فقہاء نے لکھ دی ہے وہیں تک حکم محدود رہے گا، اگر یہ چیز کتاب و سنت کی نصوص بھی ہو کہ فلاں فلاں مرض میں تفریق کی جائے گی تو بھی یہ حکم معطل بالعلہ ہے، یہ حکم خلاف قیاس نہیں، معطل بالعلہ ہے، موجب تفریق قرار دیتی ہے، فقہ مالکی حکم کی بنیاد ضرر پر رکھتی ہے، مدار علت پر رکھتی ہے، یہ ہمارے علماء کو خاص طور سے نظر میں رکھنی چاہئے، ایک قانون ۴۴۲ حضرت یہ محسوس کرتی ہے کہ میرا شوہر ایذا کا مریض ہے اور سب سے مؤثر اور قوی ذریعہ اس بیماری کے منتقل ہونے کا جنسی تعلق ہے، اور اس غلطی اور غیبت مرض میں مبتلا ہو جانے کا ایک عورت کو خطرہ ہے، وہ نفسیاتی طور پر خوف کے تحت مریض رہ رہی ہے اور امام محمد کا قول چاہے قبل الزکاح لیس یا بعد الزکاح کالیس، مجھے اس بحث میں نہیں پڑنا ہے، مگر لفظ ان کا جو "مجمع الاشرار شرح منہجی البحر" میں نقل کیا ہے وہ یہاں ہم لفظ

ہے، "اذا لم یکن لہا الحقام معہ الا بضرر"، بہترین اور بلیغ تعبیر ہے، ایک عورت کے لئے اس مرد کے ساتھ رہنا بغیر ضرر کے ممکن نہ ہو یہ "لا یمكن لہا الحقام لہ الا بضرر"، ایک عورت کے لئے بغیر ضرر کے اس کے ساتھ رہنا ممکن نہ ہو، وعظاً تو ہم بھی کر لیں گے، نصیحت کریں گے، عورت کو صبر اور توکل کی بات کہیں گے کہ گھبرامت، تیرے کو اللہ نے جتلا کیا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ اجر دے گا اور بے شک وہ اگر صبر کرے تو بہت بڑے درجہ والی بھی ہوگی، بے شک اس میں کوئی شک کی بات نہیں، یہی روح ہے ان احادیث کی، جن میں نکاح کے رشتہ کو دور تک اور دیر تک چلانے کا شریعت کا ایک حکم و مزاج ہے لیکن اسکے باوجود اگر دونوں میاں بیوی راضی ہوں ہر حال میں تو ہمیں کیا؟ میاں بیوی راضی تو قاضی کیا کرے، اس کو اس کا کوئی حکم وہاں پر نہیں، مسئلہ یہ ہے کہ ایک عورت کھڑی ہو کر کہتی ہے کہ میں اس شوہر کے ساتھ نہیں رہ سکتی، یہ فلاں مرض میں مبتلا ہے اور میں اس کے ساتھ جسمانی طور پر اور نفسیاتی طور پر خوف کا شکار ہوں اس لئے اس کے ساتھ رہنا میرے لئے ممکن نہیں ہے، اس صورت میں قاضی کیا کرے؟ یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے، اور میرے خیال میں ان امراض کی جو فہرست ہے، فقہاء کا ان پر حکم کو محدود کر دینا اور اس کو ایک امر تعبدی اور خلاف قیاس قرار دینا، چاہے ابن قدامہ نے لکھا ہو، مجھے کہنے دیجئے چاہے کسی اور بڑے محقق نے لکھا ہو، لیکن اس کے باوجود جو دین کی سمجھ اور جو کچھ فقہ کے اصولوں کے تقاضے ہیں میں نہیں سمجھتا کہ ان کا اگر یہی قول ہے تو یہ قول ان کا فقہ کے بنیادی اصول کے موافق ہے، میں اس کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوں، میں سمجھتا ہوں کہ یہ سارے احکام معطل یا اعلیٰ ہیں، اگر علت حکم پائی جاتی ہے تو حکم کا انتقال ہو گا، اور دوسری بات یہ ہے کہ جس طرح نکاح کے وقت مرض ہو اس سے جو ضرر عورت کو پہونچے گا نکاح کے بعد ہونے والے مرض سے بھی ضرر پہونچے گا، اور بعض مثالیں جو دی گئی ہیں دراصل یہ شاید اس قول پر مبنی ہیں جس میں یہ کہا گیا ہے کہ مرد و عورت کے درمیان ایک بار اگر زندگی میں جنسی رشتہ قائم ہو جائے تو مرد کی ذمہ داری پوری، میں اپنے دوستوں سے درخواست کروں گا کہ حضرت مولانا عبدالصمد رحمانی کی کتاب "کتاب الفسخ و الطریق" کا ضرور مطالعہ کریں، اس قول پر جو پوری بحث کی گئی ہے اور خود کتاب اللہ سے جو معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک دفعہ نہیں زندگی میں سو دفعہ جنسی تعلق قائم کیا لیکن اس کے بعد قسم کھالی کہ چار مہینہ اپنی بیوی سے نہیں ملوں گا، صورت ایلاء میں شریعت نے عورت کو علیحدہ کرنے کا حکم دیا، اگر اس نے قسم کھالی ہے کہ میں نہیں ملوں گا بنیادی روح اس کے پیچھے یہی ہے، اور اس کو بھی مت کہہ دیجئے کہ یہ خلاف قیاس ہے، اس مسئلہ میں فوجیوں کو کتنے دنوں تک گھر سے دور رہنا ہے اور کتنے دنوں کے بعد ان کو لوٹ آنا ہے، اس واقعہ ایلاء سے

سیدنا مرنے استدلال کیا، اس لئے یہ سوچنا چاہئے کہ آپ ایک عورت کو ایک بار جنسی رشتے قائم کر کے یہ سوچتے ہیں کہ اب زندگی بھر کا سہارا فرض پورا ہو گیا، اس لئے اگرچہ وہ مجبور ہو جائے اور اگرچہ وہ عنین ہو جائے لیکن اس کی تفریق نہیں ہوگی، صحیح نہیں ہوگا، یہ چند چیزیں تھیں جو مجھے عرض کرنی تھیں، میں سمجھتا ہوں کہ اور حضرات کو بحث کا موقع دیا جانا چاہئے، اس سلسلہ میں آپ نام پوچھ لیں علماء بھی یہاں بیٹھے ہیں، اطباء اور ڈاکٹرز بھی یہاں بیٹھے ہیں اس مسئلہ پر اظہار خیال کریں۔

حکیم ظل الرحمن صاحب

ایڈز کے بارے میں بہت پروپیگنڈہ ہے، کیا کسی کے پاس یہ اعداد و شمار ہیں کہ اب تک کتنے اور کس قدر آدمی اس سے مر گئے؟ یہ اعداد و شمار کسی کے پاس نہیں ہیں، اگر نہیں ہیں تو پھر اس کا ہوا کیوں بتایا جا رہا ہے، جبکہ ہمارا اعتقاد ہے کہ "لکل دام دواء" اور کل یہ تحقیق بھی ممکن ہے کہ جس مرض کو ہم نام علاج مرض سمجھتے تھے وہ قابل علاج مرض ہے۔

استطاحل کے مسئلہ میں ابھی یہ رائے دی گئی تھی غالب اطباء یہ تصدیق کریں کہ مریض کے اثرات پیدا ہونے والے بچہ میں منتقل ہونے کا شدید اندیشہ ہے، اول تو یہ تصدیق صرف غفی ہوگی اور یہ غن اس طویل پروپیگنڈہ کا نتیجہ ہے جو ایڈز کے سلسلہ میں کیا جا رہا ہے، ایسی حالت میں یہ تصدیق قابل تسلیم نہیں ہونی چاہئے۔



تیسری بات یہ تھی کہ حق جیسے امراض کو مرض الموت قرار دیا ہے، جبکہ آج بہت آسانی سے یہ قابل علاج مرض ہے اور ایک سال کا وہ علاج اس مرض کا ازالہ کر دیتی ہے اور یہی صورت کینسر کی ہے، کینسر کے سلسلہ میں ابھی میں ایک تازہ اطلاع دیدوں، جرمنی سے ایک کیمپوسل آیا ہے جس کی قیمت ۱۵ روپیہ ہے، اور ایک صاحب دلی میں اس کے زیر علاج تھے، دو مہینہ میں اس میں کافی Improve-ment ہوا ہے اور امید یہ ہے کہ تقریباً ٹھیک ہو جائیں گے، اور تیسری ایک تجویز ہے میری کہ طبی اخلاقیات کے موضوع پر ضروری ہے کہ فقہ اکیڈمی اسلامی ہدایات کی روشنی میں معالجین اور مریضوں کے لئے علیحدہ علیحدہ ایک ضابطہ اخلاق مرتب کرے اس مقصد کے لئے کمیٹی تشکیل دیجائے، اور چونکہ ضابطوں کی تیاری میں ایک وقت لگے گا، لہذا قاضی صاحب کو اس کا مختار بنایا جائے اور وہ کمیٹی کے اس مسودہ میں ترمیم و تفسیح کر کے اس کا اعلان فرمادیں۔

ڈاکٹر عبد القادر صاحب

ایڈز کے بارے میں جتنی باتیں ہوئی ہیں اس میں ایک بات قابل غور ہے جو مجھے ایسا لگتا ہے کہ جھوٹ گئی ہے، وہ یہ ہے کہ سارے لوگوں کا ڈسکشن (Discussion) اس پر رہا کہ مرد کو ایڈز ہو جائے جبکہ ایڈز عورت کو بھی ہو سکتا ہے، اس حالت میں مرد کے لئے کیا ہو گا جو جو باتیں اور جو جو حقوق عورت کو دئے جانے کا سوچا جا رہا ہے کہ دیا جائے یا نہیں دیا جائے تو عورت کو بھی ہوتا ہے ایڈز؟ ایک دوسری بات یہ ہے کہ ایڈز کا مریض ذاتی طور پر سماجی طور پر، خاندانی طور پر اپنے مرض سے پریشان ہو کر ڈاکٹر کو کہے کہ مجھے مار دو، کوئی نئی بات نہیں بول رہا ہوں، ایسا کہتا ہے مریض، مریض اگر کہے کہ مسٹر ڈاکٹر مجھے مار دو تو ڈاکٹر کو کیا کرنا چاہئے؟ یہ Eutha-

nasia ہے، وہ طرح کا طریقہ بتایا گیا ہے، ایک ایکٹیو، ایک پسیو، ایکٹیو تو یہ ہے کہ ایسا کام کر دیا جائے جس سے وہ مر جائے، پسیو یہ ہے کہ جو جو سپورٹ (Support) دے کر اس کی زندگی کو برقرار رکھا جا رہا ہے، اس سپورٹ (Support) کو روک لیا جائے، ہٹا لیا جائے تو خود بخود مریض مر جائے گا، اس کے بارے میں ہمارے مفتیان کرام علماء کرام کیا کہتے ہیں؟

تیسری بات جو ہمارے ذہن میں ہے وہ جان پڑنے والا مسئلہ ہے، میرے اپنے ذاتی خیال میں اب تک بات سمجھ میں نہیں آئی ہے کہ یہ جان کب پڑتی ہے، اسلامی نقطہ نگاہ کیا ہے؟ اور ہمارا میڈیکل سائنس جو کہتا ہے کہ مرد سے نکلنے والا اسپرم (Sperm) جاندار اور عورت سے نکلنے والا (Ovum) اوم جاندار ہے، دونوں پہلے سے جاندار ملے اور پھر تیسرا جاندار، پس جاندار تو شروع سے ہے، اب چار مہینہ میں جان پڑنے والی جو بات ہے تو میڈیکل سائنس سے شریعت کو کیسے کوری لیٹ (Corelate) کیا جائے، کس ایجنج پر کوری لیٹ (Corelate) کیا جائے، یہ تین باتیں میرے ذہن میں سوالات کے طور پر ہیں، ایک مزید جانکاری کے لئے میں بتاؤں کہ جو ایکسیڈینٹ کے مریض کے بارے میں ایک صاحب نے بیان فرمایا تھا کہ جب وہ آئے گا تب پولیس کیس ہو گا اور پولیس میں انفارمیشن دینا ہو گا، سپریم کورٹ میں ۱۹۹۳ میں سپریم کورٹ آف انڈیا نے ایک ڈیسیژن (Dicision) دیا تھا پہلے جب مریض آتا تھا تو ڈاکٹر لانے والے سے پوچھتا تھا کون لایا مریض کو؟ اور آپ کون لانے والے؟ اس ڈر سے کہ کیس مقدمہ میں نہ پھنس جائیں، ارکٹ فیمو مریض کو اسپتال کے گیٹ پر چھوڑ کر بھاگ جاتا تھا، یا لانے سے گریز کرتا تھا، سپریم کورٹ نے مریض کے حق میں ایک فیصلہ دیا کہ اب لانے والوں سے یہ سوال نہ پوچھا جائے، لیکن اس پر گورنمنٹ راضی نہیں ہوئی تو گورنمنٹ نے یہ کہا کہ نہیں پوچھا جائے ضرور، اگر بتا دے تو آگے مقدمہ میں مددگار ہو گا، نہ بتائے تو اس کو جانے دیا جائے، مثلاً آدمی کو لائے ہوئے کو آپ کا نام کیا ہے؟ نہیں بتائیں گے ہم، کون ہیں آپ؟ نہیں بتائیں گے ہم، ٹھیک ہے جاسکتے ہیں آپ، مریض اب ہمارے ذمہ ہو گیا، مریض کا ہم علاج کریں گے سپریم کورٹ نے یہ Decision دیدیا ہے، یہ مزید جانکاری کے لئے میں نے کہا، تین سوالات میرے ذہن میں تھے ان کا جواب مطلوب ہے۔



## مولانا آل مصطفیٰ مصباحی صاحب

فقہاء نے امراض "مزمنہ" اور "حادہ" کے سلسلہ میں تشریح فرمائی ہے تو ایڈز کی تفصیل میں یہ بات واضح ہونی چاہئے کہ یہ امراض مزمنہ میں سے ہے یا امراض حادہ میں سے ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ اس نقطہ پر بھی غور ہونا چاہئے جو فصیح نکاح کے سلسلہ میں بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ ایڈز کا مریض قابل جماع رہتا ہے یا نہیں، اور رہتا ہے تو ابتداء اور ابتداء دو توں یا صرف ابتداء ہی، اس لئے کہ اس کے بغیر یہ مسئلہ طے ہونا مشکل ہے کہ فصیح نکاح کے سلسلہ میں فقہاء نے جن امراض کو بنیاد قرار دیا ہے ایڈز کا مریض ان امراض میں شامل ہے یا نہیں؟

## یوسف امین صاحب

اس گفتگو میں جو سوالات اٹھائے گئے ان کا جواب دینا تو علماء کرام کا کام ہے لیکن طب کے ایک طالب علم کے طور پر چند باتیں

یہاں رکھنا میں ضروری سمجھتا ہوں جن کو ملحوظ رکھنے سے فیصلے کرنے میں مدد ملے گی۔

پہلی چیز تو یہ ہے کہ ہندوستان میں بھی اور چین وغیرہ میں بھی اس کا تجربہ کیا گیا ہے کہ بعض امراض کے علاج کی ٹریننگ دینے کے بعد لوگوں کو صرف ان امراض کے علاج کا اختیار دیدیا جائے تو ان امراض کا بہت پیچیدہ ہونا اور اس کے نتیجہ میں قانونی سند کا ہونا یہ مطلق علاج کی اجازت کے لئے تو ضروری ہے اور ہو سکتا ہے، لیکن اگر اس علاج کو محدود کیا جائے سادہ بیماریوں تک تو شاید یہ محدود نہ ہو اور شاید یہ دیگر ممالک میں کیا گیا ہے۔

دوسری چیز یہ ہے کہ جہاں یہ بحث کی گئی ہے کہ ایڈز کا مریض اپنے مرض کو بتائے دوسروں کو تو یہ تو ایک طبی بات ہے جو کہ مریض کے اختیار میں ہے، دوسروں کو اس مرض سے محفوظ رکھنا تو میرے خیال میں یہ ایک اہم طبی نقطہ ہے جس سے فنی جواب حاصل کرنے میں مدد ملے گی۔

تیسری چیز یہ ہے کہ اسکولوں میں بچوں کا جو اختلاط ہوتا ہے اس اختلاط کے نتیجہ میں ایڈز کے انتقال کا امکان کم ہے حالانکہ اس کی کوئی سائنٹیفک سروے کی رپورٹ میرے سامنے نہیں ہے، لیکن مجموعی مطالعہ سے میرا تاثر ہے، اس کی بنیاد پر میں نے یہ بات عرض کی ہے اگر اس سلسلہ میں کچھ سائنٹیفک رپورٹ ہوں تو اس کو بھی ملحوظ رکھا جاسکتا ہے۔

چوتھی چیز یہ ہے کہ ایڈز کے مختلف مراحل ہوتے ہیں اور ایڈز کے خلاف انٹی بوڈیز (Anti Bodies) کا جس میں (De-monstrat) کر دیا جاتا عام طور سے کسی آدمی کو ایڈز کا مریض قرار دینے کیلئے کافی ہوتا ہے لیکن ایکٹیو بیماری یعنی حقیقت میں بیماری یا علامات کا پھیلنا، پیدا ہو جانا جس کے چند مہینے یا چند سال کے بعد اس کا مرنا یقینی ہو جاتا ہے وہ بہت بعد میں پیدا ہوتا ہے، تو یہ تفریق کرنی چاہئے کہ ایڈز کے جو مختلف مراحل ہوتے ہیں ان میں سے غالباً بعض مرحلوں پر تو مرض الموت کا اطلاق ہو سکتا ہے لیکن صرف انٹی بوڈیز (Anti Bodies) کا ڈیمونسٹریٹ (Demonstrat) ہو جانا جس کی وجہ سے قانونی طور پر ایڈز کا مریض قرار دیا جاتا ہے غالباً اس کی صحیح بنیاد نہیں ہو سکتا کہ اسے مرض الموت کہا جائے، پھر یہ ایک پوسیبلیٹی ہے (Possibility) امکان جبکہ دوسرے پوسیبلیٹی بھی ہیں یعنی کتنا احتمال ہے کسی چیز کے پیدا ہونے کا تو حیاتیاتی سطح پر بھی اور بائیولوجیکل سطح پر بھی یہ بات احتمال طے کی جاتی ہے کہ کسی چیز کے ہونے کا احتمال کتنا ہے۔

پوسیبلیٹی (Probability) کتنی ہے اور جو سماجی واقعات ہیں ان کے وقوع پذیر ہونے کے لئے بھی احتمال طے کیا جاتا ہے تو صرف احتمال کو سامنے رکھنا غالباً مفید نہیں ہوگا بلکہ جو احتمال ہے وہ کسی حیاتیاتی واقعہ سے متعلق ہوگا کہ کسی مرض میں مرنے کے کتنے امکانات ہیں یا سماجی واقعہ سے متعلق ہوگا مثلاً اسکولوں میں جو عام اختلاط ہوتا ہے اس میں کتنا احتمال ہے ایڈز کے منتقل ہونے کا تو اس طرح

سے احتمالات کا جو مطالعہ کیا گیا اس کو سامنے رکھا جانا چاہئے اس وقت میرے سامنے اعداد و شمار نہیں ہیں لیکن یہ کہ نتیجہ کا یہ نچ ایک اہم چیز ہے آخری بات یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ طب جدید جس کو طب مغربی کہنا زیادہ مناسب ہو گا اس کے مطابق اسپرم (Sperm) اور اوم (ovum) دونوں جامدات ہوتے ہیں اور ان کے ملنے کے فوراً بعد بھی ان کو جامدات سمجھنا چاہئے تو اس سلسلہ میں مجھے عرض یہ کرنا ہے کہ طب مغربی کا ایک بہت بڑا سقم اور ایک بہت بڑی خامی یہ ہے کہ فلسفہ سے اس کا رشتہ جزا ہوا نہیں ہے، اس لئے اس قسم کے جو سوالات ہیں ان کا بہت تشکیکی بخش جواب طب مغربی میں نہیں مل پاتا، اس کے برعکس طب اسلامی جس کو ہم طب یونانی کے نام سے جانتے ہیں اس میں چونکہ سائنس کے ساتھ فلسفہ بھی ہے اس لئے وہاں ایسے سوالات کا بہت اچھا جواب ہے اور جیسا کہ کلیات نفیسی وغیرہ میں اس سلسلہ میں بحث کی گئی ہے کہ یہ جنین کے ساتھ نفس مطلق کا وابستہ ہونا ہے جبکہ اس میں جان پڑ جاتی ہے اور نفس مطلق کا وابستہ ہونا ایک ایسی چیز ہے جسے جتنی علامات کی بنیاد پر ہی اس کو طے کیا جاسکتا ہے کہ نفس مطلق جنین کے ساتھ کس وقت وابستہ ہوتا ہے؟

مولانا عبد العظیم اصلاحی صاحب

عرض مسئلہ سے میرے ذہن میں بہت سوالات آئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے قاضی مجاہد الاسلام صاحب کو کہ ان کی مختصر سی گفتگو سے بہت سے سوالات کا خود بخود جواب مل گیا، ایک چیز جس کی طرف میں توجہ دلاؤں گا وہ یہ ہے کہ ایڈز کے پھیلنے کے سلسلہ میں جو تجاویز عام طور سے پیش کی جاتی ہیں یا جن کی سفارش کی جاتی ہے تو اس سلسلہ میں اسلام کا کیا رویہ ہونا چاہئے وہ کہاں تک ممنوع ہے یا واجب؟ یا مستحب ہے؟ میرا خیال ہے اس سلسلہ میں بھی گفتگو آنی چاہئے تھی اور اگر اس پر گفتگو ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ بہت سی چیزوں کے جواب مل جائیں گے مثلاً ایک مسئلہ کے سلسلہ میں یہ کہا گیا اگر عورت مرد دھرم کے اس مرحلہ میں ہیں کہ وہ جماع کر سکتے ہیں تو یہ حکم ہو گا اور نہ ہوں تو یہ حکم ہو گا، میں سمجھتا ہوں کہ اس کے پھاؤ کی جوتہ ابیر کی جاتی ہیں اگر اس کے وجوب، لزوم، جواز پر بھی گفتگو ہوتی تو بہت سے سوالات کے جوابات مل جاتے، شکر یہ۔

مولانا مصطفیٰ مفتاحی حیدر آباد

مخبر اول سے متعلق عرض یہ کرنا ہے کہ جو آدمی علاج کرتا ہو اور باضابطہ وہ اجازت یافتہ سرکار کی طرف سے نہ ہو تو اس کے سلسلہ میں دورائے آئی ہیں، عرض یہ کرنا ہے کہ یہ مسئلہ اٹھایا کیوں؟ اصل میں یہ غور کرنا ہے کہ باواقف کا لفظ نہیں بلکہ اجازت کا لفظ کہ جن کو اجازت نہ ملی ہو وہ اگر علاج کرے تو اس سے مریض کا نقصان ہو گا اور یہ خود اس کے پیسہ کا استحصال کرے گا یا کوئی اور مقصد ہو گا اس پر غور کرتے وقت ایک چیز یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ دیہاتوں میں اور پہاڑی علاقوں میں جہاں شہری سہولتیں نہیں ہیں وہاں دیہات کے بوڑھے، فقیر اور جوگی، سنیاہی ایسا علاج کر دیتے ہیں جو ڈاکٹروں کے بس میں نہیں ہوتا اب اگر ایسے علاج کرنے والوں سے مریضوں کو روکا جائے تو ظاہر ہے کہ مریضوں کو نقصان ہو گا، اور اجازت یافتہ ڈاکٹرس جتنا مہنگا علاج کرتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ دیہات کے دھوؤں کے بس کا بھی نہیں ہے تو ان سب باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے میری رائے یہ ہے کہ ایسے لوگ جو ماہر ہیں علاج کرنے میں چاہے ان کو اجازت سرکار کی طرف سے حاصل نہ ہو اجازت دینی چاہئے ان کو گنہگار قرار نہیں دینا چاہئے، حدیث جو نقل کی ہے مولانا اختر امام مہول صاحب نے "من طب ولم یعلم منه طب" اس میں اجازت کی بات نہیں ہے بلکہ معاشرہ میں معروف ہونے کی بات ہے کہ وہ ڈاکٹری میں اور علاج کرنے میں ایک حیثیت رکھتا ہو بالکل ہی باواقف نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ خود حضور نے پچھن لگوا یا پچھن لگانے والے کے پاس کوئی اجازت

نامہ کہیں سے تو تھا نہیں، دوائے کا بھی علاج لوگ عہد نبوت میں کرتے تھے، وہ مٹی بات نقصان کی کہ اجازت والا اگر علاج کرے گا تو نقصان کم ہو گا اور بے اجازت کرے گا تو نقصان زیادہ ہو گا، میں یہ سمجھتا ہوں کہ سروے کر کے دیکھئے کہ اجازت والے ڈاکٹروں سے نقصان اب زیادہ ہے، بمبئی کے اسپتال میں علاج ہوا آپریشن کرنا تھا ایک آنکھ کا ہو گیا، دوسری آنکھ کا، چپارن کے رام نگر اسپتال میں ایک بچہ کا پلاسٹر کیا



گھپاؤں کا، نونا تھا، اپنا پاؤں پلاسٹر کر دیا یا میں پاؤں میں، پٹنہ کے اسپتال میں عورت کے پیٹ کا آپریشن ہو اور ڈاکٹر صاحب نے تولیہ اسی میں چھوڑ کر سی ویاور نہیں مٹا، وہ پارہ گیا تو اب قینچی اسی میں چھوڑ دیا تو اس طرح کے حالات تو اجازت والے اور بے اجازت والے دونوں سے ہیں لیکن سرورے کیجئے تو معلوم ہوتا ہے کہ جس ڈاکٹر کے پاس اجازت نامہ نہیں ہوتا ہے وہ ڈرتا ہے اور اخلاص کے ساتھ علاج کرتا ہے اسی لئے اس کا نقصان کم ہے اسی لئے اس کو گنہگار قرار نہ دیا جائے اس کو ڈاکٹری کی اجازت دی جائے۔

مولانا عبدالعلیم اصلاحی حیدر آباد

یہ مختلف بحثوں میں حکومت کا لفظ آیا ہے، ابھی پریم کورٹ کا لفظ اور اسی طرح حدیث جو پڑھی گئی "السلطان ولی من لا ولی له" تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں حکومت سے کون سی حکومت مراد ہے، اسلامی حکومت خلافت اسلامیہ یا اس وقت کی یہ ہماری حکومت مراد ہے، وہ سرورے لفظوں میں سوال اور واضح ہو سکتا ہے کہ "لم یکن فی الارض" جن مسلمانوں کو حاصل ہے ان کے لئے یہاں مسائل بیان ہو رہے ہیں یا مستضعفین کے لئے، شکر ہے۔

قاضی صاحب

الحمد للہ آپ حضرات نے بحثوں میں حصہ لیا جزاکم اللہ، اس ذیل میں چند سوالات بھی آئے ہیں ایک بہت اہم سوال ہمارا، ڈاکٹر صاحب کا ہے کہ جان کب پڑتی ہے؟ اس کا جواب تو خود ان کو زیادہ بہتر طور پر دینا چاہئے تھا اور ہم بہر حال ماہرین کی رائے کی زیادہ قدر کرتے ہیں اور اسلامی تعلیمات سے یہ بات محسوس ہوتی ہے کہ حیات نباتات میں بھی ہے چہ جائے کہ وہ شئی جو آگے چل کر ایک زندہ انسان بننے والی ہے اس میں بھی یہ بہت اہم بات ہے، حیات کے مختلف درجے ہیں یا نہیں اور عرف میں ہم کس چیز کو حیات کہتے ہیں یہ بات آپ کے غور کرنے کی ہے، ظاہر ہے یہ میرا موضوع نہیں ہے آپ کو زیادہ کہنے کا حق ہے لیکن میں نے آپ اطباء کی تحقیقات پڑھی ہیں تو وہ بتاتی ہیں کہ زندگی اور موت کے بارے میں پہلا درجہ سلس (Cells) کی لائف کا ہے، سلس (Cells) لائف ہے فی ٹیسیوز (Tissues) کی لائف ہے کہ فی ٹیوز میں لائف پیدا ہوتی ہے پھر اس کے بعد یہ زندگی آتی ہے قلب کی دھڑکن سے یا برین (Brain) سے اس کا رشتہ قائم ہونے کے بعد مغ (دماغ) سے جو حیات آتی ہے جسے عام طور پر ہم حیات کہا کرتے ہیں اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے کہ شاید آپ آلہ لگا کر کان سے بھی سنتے ہیں کہ یہ بچہ اب کس اسٹیج میں ہے اب تو خیر سونو گرافی (Sonography) کے ذریعہ اندر کی ساری کیفیت جان لیتے ہیں لیکن پہلے دن پہلے ہفتہ دوسرے مہینہ تیسرے مہینہ اور چوتھے مہینہ کے بعد آلات کے ذریعہ بچوں کے دلوں کی دھڑکن کا حال معلوم کرتے ہیں، موت کا بھی یہی قصہ ہے جس ترتیب سے آتی ہے اسی ترتیب سے جاتی ہے پہلے جسمانی زندگی مردہ ہو جاتی ہے پھر فی

ٹیسیوز (Tissue) مرتے ہیں پھر سلس (Cells) مرتے ہیں تو جس طرح آتی ہے اسی طرح جاتی بھی ہے میں نہیں جانتا مجھے ڈر لگ رہا ہے اس بات کو کہنے میں، لیکن چونکہ یہاں بہت سارے ڈاکٹرس موجود ہیں اس لئے میری بات میں اگر کوئی غلطی ہوگی تو اس کی تصحیح بھی کر سکتے ہیں تو ڈاکٹر صاحب نے جس زندگی کا ذکر کیا ہے مادہ منویہ اور اسپرمس (Sperms) کے بارے میں چاہے وہ مرد کا ہو یا عورت کا ہو وہ حیات کا ایک خاص درجہ ہے اور وہ شاید نباتات کی حیات سے کچھ اونچا درجہ ہو گا اور پھر سلس کی اس حیات کے بعد فی ٹیسیوز بنتے ہیں پھر جسم انسانی کی تصویر ہوتی ہے، قرآن نے ان سب ہی مراحل کو ذکر کیا ہے، "نطفہ ہے، پھر علقہ ہے پھر یہ اور وہ ہے، پوری تفصیلات موجود ہیں اور سورس بوکائی نے تو صاف لکھ دیا ہے کہ اسی طرح ہم نے اسلام کی حقانیت کو پہچانا ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ یہاں کا پڑھا لکھا مجمع ان چیزوں سے ناواقف ہو گا اس لئے عام طور پر جو ہمارے فقہاء نے لکھا ہے چار مہینہ کی بات اور جہاں تک مجھے معلوم ہے کہ اطباء بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں، یہ دلی کی دھڑکن اور یہ مغ (دماغ) سے رشتہ اور خون کی سپلائی اور اس کے پورے جسم میں ایک مجموعی طور پر ایک مخصوص قسم کے حیات کا پیدا ہونا جس کے ختم ہونے کے بعد ہم اس کا فیصلہ کرتے ہیں کہ یہ مریض مر گیا اور موت کے احکام ہم اس پر نافذ کرتے





وہ لکھتے ہیں یہ لفظ فتویٰ کے سلسلہ میں بھی بہت اہم ہے اور علاج کے سلسلہ میں، ”هو الذي يُعالج الناس من الكتب“، جاہل طبیب سے مراد خود ساختہ وہ شخص ہے جو کتابوں کا مطالعہ کر کے علاج کرتا ہو، ”من غير مراجعه الى المشايخ“ ماہرین سے مراجعت کے بغیر اور ان سے استفادہ کے بغیر ظاہر ہے کہ کوئی علم و فن محض مطالعہ سے نہیں آسکتا، صاحب کمال کی صحبت اور اس کے ساتھ تجربہ بہ حد ضروری ہے ولا وقوف على خواص الكليات ودرکيات کی باریکیوں کو جانتا ہے ”ولا معرفة بمطامع الادوية“ اور دواؤں کی جو طبی خصوصیات ہیں اور دواؤں کے ملنے سے جو مزاج بنتا ہے اور اس علاج میں کیا فرق پڑے گا؟ کیا اثرات پڑیں گے اس سے بھی نہیں واقف ہے ”ولا تشخيص الامراض العارضة“ اور نہ تشخيص امراض عارضہ کر سکتا ہے، جملہ یہ سنا ہے کہ ”ابناء هذا الزمان“ لگتا ہے کہ اس زمانہ میں حکومت کی پابندیاں تھیں آج کے دور کے لوگ ”الذين يحتلون وظائف الحكمة“ جو طبابت کی تجارتیں اور اس کے مناصب اور اس کے عہدے حاصل کر لیتے ہیں ”و رناستها بواسطة العمال و اعانة الظلمة“ ظالموں کی پیروی اور مال کی رشوت دیکر اپنے لئے وہ عہدہ حاصل کر لیتے ہیں ان کو اس میں شمار کیا گیا ہے تو کچھ پابندیاں تو تھیں بہر حال اور میں سمجھتا ہوں کہ ایسی پابندیاں ضروری ہیں عوام کی فلاح کے لئے اس کا استعمال ضروری ہے ان چند کلمات کے بعد اپنی بات ختم کرتا ہوں اور صاحب صدر سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے ارشادات سے ہم لوگوں کو فائدہ پہنچائیں۔

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی (ترجمہ مولانا محمد الرحمن صاحب)

مہمان گرامی نے مجمع الفقہ الاسلامی اور یہ یونیورسٹی جہاں یہ سیمینار ہو رہا ہے دونوں اداروں کا شکریہ ادا کیا پھر اس کے بعد مختلف موضوعات جو زیر بحث آئے ان میں سے بعض مسائل پر انہوں نے روشنی ڈالی، مرض موت کا مسئلہ جو ایڈز سے متعلق آیا تھا کہ اس پر مرض موت کا حکم لگایا جائے گا؟ تو انہوں نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ فقہاء کی صراحت ہے کہ ایک سال کے اندر اگر اس کی موت واقع ہو جاتی ہے تو اس سلسلہ میں یہ کہا جائے گا کہ مرض الموت ہے لیکن اگر وہ بیماری بہت دنوں تک جاری رہی تو اس پر مرض موت کا اطلاق نہیں ہوگا۔

اس بیماری سے عورت صبح کا مطالبہ کر سکتی ہے یا نہیں؟ تفصیل کے ساتھ آپ کے سامنے بحث آئی ہے اس سلسلہ میں مہمان گرامی نے عرض کیا کہ چونکہ یہ مرض ابھی تک لا علاج ہے اس لئے فقہاء کرام نے اس سلسلہ میں فتویٰ دیا کہ عورت کو صبح کا اختیار ہوگا لیکن اگر کوئی ایسا زمانہ آتا ہے اور آئندہ اس بیماری کا کوئی علاج اطباء اپنے تجربات کی روشنی میں نکالتے ہیں تو اس وقت عورت کو جو صبح کا حق دیا گیا تھا وہ حق نہیں دیا جائے گا۔

اسی طرح فقہ روح کے بارے میں مختلف سوالات آئے جیسا کہ مولانا قاضی مجاہد الاسلام زید مجدہم نے تفصیلی روشنی ڈالی، اس پر بحث کرتے ہوئے ہمارے مہمان گرامی نے یہ فرمایا کہ چار ماہ سے پہلے جو زندگی ہوتی ہے اس کو انہوں نے نباتات کی زندگی سے تشبیہ دی ہے اور پھر چار ماہ کے بعد جیسا کہ احادیث میں آتا ہے اور فقہاء کرام نے صراحت کی ہے اس کے بعد اس کی حیوانی زندگی کی ابتداء ہوتی ہے اس کے بعد انہوں نے دوسری بات یہ کہی کہ فقہی عصیت سے ہمیں پرہیز کرنا چاہئے، اور اگر دوسرے ائمہ یا دوسرے فقہی مذاہب میں اگر اس سے متعلق کوئی جواب ملتا ہے تو ہمیں اس کے لینے میں اور اس کے اوپر عمل کرنے میں اپنی عصیت کا اظہار نہیں کرنا چاہئے اسی طرح جہاں تک استقاط کا مسئلہ تھا شیخ نے یہ فرمایا کہ مطلقاً استقاط کی اجازت ایڈز کے مسئلہ میں نہیں دینی چاہئے، ہاں استثنائی صورتوں میں اگر ضرورت ہو ضرورت شدیدہ اور حاجت ہو تو استثنائی صورتوں میں اس کی اجازت دی جاسکتی ہے، ایک اہم بات انہوں نے فرمائی کہ فقہی جو آراء ہیں ائمہ کرام کی وہ ان کی آراء ہیں وہ شریعت نہیں ہے اس لئے اس میں سختی برتنا اور ایک رائے سے یا ایک فقہی مذہب یا رائے سے عدول کرنا بہر حال میں سمجھ نہ ہو یہ درست نہیں ہے بلکہ ہمیں اگر ان مسائل کا حل دوسرے فقہی مذاہب میں ملتا ہے تو اس کی طرف عدول کرنا چاہئے پھر اس کے بعد دوبارہ انہوں نے اس مجمع الفقہ الاسلامی العظمیٰ کا اور منتظمین کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ امام ابو حنیفہ کے قول کی

موجودگی میں صاحبین کے قول کو ترجیح دی ہے اس لئے قانون سازی کے مسئلہ میں سب سے اہم چیز ہمارے سامنے یہ ہونی چاہئے کہ شریعت کیا ہے؟ فقہاء کے اقوال ہوں یا ان کی آراء ہوں جو کتابوں میں موجود ہیں ان کو بالکل نص کی طرح سمجھنا اور ان پر اصرار کرنا اچھی بات نہیں ہے انہیں کلمات پر شیخ نے اپنی بات ختم کی۔



## مباحثہ دوران تجویز

قاضی صاحب

آپ لوگ بتائیں کیا آپ لوگوں کو اس سے واسطہ پڑتا ہے کیا؟

**ڈاکٹر۔** عام طور پر ابھی علاج میں ایسی دوائیں ہیں جن کے بارے میں عوام کو معلوم نہیں ہے کہ کہاں سے حاصل کئے گئے ہیں مثلاً لیا پٹکس کی بیماری ہے اس کے لئے انسولین (Insulin) تین طرح کا آتا ہے پورسائن (Porcine) جو خنزیر سے نکالا جاتا ہے، بو (Bo- (vin جو دوسرے جانوروں سے نکالا جاتا ہے اور ہیومن (Human) جو آدمی کے ذریعہ نکالا جاتا ہے، پورسائن انسولین جو خنزیر سے نکالا جاتا ہے وہ بہت عام ہے استعمال ہوتا ہے استعمال کرنے والے کو پتہ نہیں ہے کہ کہاں سے نکالا گیا وہ ہے چارہ استعمال کر رہا ہے بہت ساری اور دوائیں ہیں جن میں کہ حرام اجزاء ہیں لیکن اس مسئلہ کو چونکہ یہاں اٹھایا گیا ہے اس لحاظ سے ہم لوگوں نے ایک رائے دی اور عام ہو گیا ہے یہ علاج اس لئے کچھ لوگوں نے اس کو مناسب قرار دیا کہ ہاں ٹھیک ہے ایسا ہو سکتا ہے۔

قاضی صاحب

میں صرف اتنا پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ لوگ اپنی پریکٹس میں اس طرح کے سوالات سے دوچار ہوتے ہیں منشیات اور شراب جیسی دیگر حرام چیزوں کی عادت کو چھوڑوانے کے لئے جزوی طور پر دوسری حرام چیزوں کو دیکر آپ اس کو چھوڑواتے ہیں کیا؟ آپ حضرات کے یہاں ایسے واقعات پیش آتے ہیں کیا؟ یہ میں نے پوچھا۔

ڈاکٹر صاحب

شراب کے چھوڑوانے کا یہ ایک طریقہ ہے ویسے بہت سارے طریقے ہیں شراب چھوڑوانے کے لئے، کوئی ضروری نہیں ہے کہ کوئی ایک طریقہ آدمی پر کارآمد ہو جائے ایک کارآمد نہیں ہوتا تو دوسرا تو ان میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ تھوڑے تھوڑے مقدار میں شراب و دیگر عادت اس کی چھڑائی جاتی ہیں۔

مولانا اسماعیل منشی صاحب

ہمارے یہاں شراب سے زیادہ منشیات اور ڈرگ ہے اس کے علاج کے سلسلہ میں ڈاکٹروں کو سرکاری طور پر حکومتوں کی طرف سے بھی خاص طور سے یعنی ان کو ہدایت کی گئی ہے کہ اس کا علاج بہت آہستہ آہستہ طریقہ سے کیا جائے اس کے لئے خاصا طویل عرصہ اس کو گتہ دار پڑتا ہے تو اس لئے شراب سے زیادہ یہ منشیات اور ڈرگ کا جس کا اس وقت میں دنیا میں سلسلہ چل رہا ہے خدا کرے کہ یہاں نہ آئے مگر واجب عام ہوتی ہے تو آدمی بچ نہیں سکتا تو اس بارے میں سوچا جاسکتا ہے۔

قاضی صاحب

بد قسمتی سے ڈرگس کی یہ بیماری ہمارے ملک میں بھی آچکی ہے اور مزید بد قسمتی یہ ہے کہ بعض علاقوں میں مسلمان بچوں میں بھی آچکی ہے ظاہر ہے کہ انتہائی درجہ ہلاکت کی بات ہے ابھی جو سوال زیر بحث ہے اور جس میں جناب شمس جی زادہ صاحب کا اختلاف نوٹ کیا گیا ہے اس مسئلہ کی نوعیت جو ہماری سمجھ میں بھی آتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک مسلمان ڈاکٹر اس کے پاس منشیات، ڈرگس یا شراب جیسی حرام چیزوں کا ایک عادی مریض پیش ہوتا ہے اور اس کو حکمت عملی سے اس کے عادت کو چھڑانے کی کوئی ترکیب کرنی ہے اس کا فن ہے، ظاہر ہے مسلمان ڈاکٹر ہے اس لئے اولاً وہ یہ کوشش کرے گا کہ وہ کسی حرام شے کا ریکارڈ کئے بغیر اس کی وہ عادت بد چھڑائے، مصیبت

اس وقت کھڑی ہوتی ہے جب ایک مسلمان ڈاکٹر محسوس کرتا ہے کہ اس عادت بد کو دور کرنے کے لئے تدریجاً لبا مقدار گھٹانے کی بات ہو آہستہ آہستہ ختم کرنے کے لئے اس کو وہ دوا دیجاتی رہے گی تو کیا اس مسلمان ڈاکٹر کے لئے ایسا تجویز کرنا مناسب ہو گا یا نہیں؟ یا ایسا مشورہ دینے پر وہ گنہگار ہو گا بحث کو صرف اتنا رکھنا چاہئے یہ ضروری بھی نہیں ہے کہ یہ تجویز ہو ہی لیکن اگر ہے تو اس کا حل سوچنا چاہئے۔

شمس پیر زادہ صاحب

پہلی بات تو یہ ہے کہ جیسا کہ مجھے ایک ڈاکٹر نے بتایا کہ ایسے شخص کا علاج جو کیا جاتا ہے وہ دوسرے طریقہ پر یعنی اس کو شراب نہیں پلائی جاتی بلکہ وہ شراب پی کر آیا ہے اور اس کا وہ عادی ہے اور ڈاکٹر کے پاس آیا، کوئی نہ کوئی تو اس کی شکایت ہوئی ہے تو ڈاکٹر کرتا ہے کہ گولی ایسی دیتا ہے کہ جس سے اس کو تھوڑے ہوئے لگتی ہے اور اس کو یہ باور کر لیا جاتا ہے کہ تم نے جو شراب پی ہے اس کے یہ اثرات و نتائج ہیں لہذا تم شراب چھوڑ دو یہ اس قدر مہلک ہیں تو شراب اس کو پلائی نہیں جاتی بلکہ گولی دیجاتی ہے اور گولی گویا علاج کے طور پر دی جا رہی ہے لیکن ڈاکٹر یہ باور کرتا ہے کہ یہی صورت بہت مناسب ہے یہ ایک نفسیاتی علاج ہے اور اس میں حرام چیز استعمال کرنے کا سوال بھی نہیں ہے اور اس کے استعمال میں حرج نہیں دوسری بات یہ ہے کہ اگر شراب دے کر ہم اس کو چھڑانا چاہتے ہیں تو شریعت نے کب ہم کو اس کا مکلف کیا ہے کہ ایک حرام چیز کی عادت چھڑانے کے لئے ہم حرام چیز خرید کر اس کو پلائیں، شریعت نے تو اس کے لئے کوڑے تجویز کئے ہیں اور اگر کوڑے ہم اس پر نہیں لگا سکتے تو تزکیہ، نصیحت جیسے طریقے اختیار کئے جائیں گے حرام چیز کے استعمال کے بارے میں حدیث شریف ہے کہ ”ما جعل اللہ شفاء امتی بما حرم“ اللہ تعالیٰ نے میری امت کی شفا اس میں نہیں رکھی ہے جو چیز حرام کی گئی ہے سوائے اس کے کہ بالکل اضطراب کی بات ہو جس میں خنزیر کھانا جائز ہے تو ٹھیک ہے، حرام اشیاء کا استعمال کیا جاسکتا ہے لیکن یہاں کوئی اضطراب کی بات نہیں ہے، یہ عادت چھوڑنے کی بات ہے یہ سب احتمال کی باتیں ہیں لہذا اس کے لئے شراب خریدنا اس کو پلانا جائز نہیں ہو سکتا میرے نزدیک، واللہ اعلم بالصواب۔

ڈاکٹر صاحب

اس میں سے ایک میں نے بھی بتایا اور ایک ابھی بتایا گیا چونکہ سوال میں یہ بات صاف طور پر ہے کہ دوسرے سارے طریقے جب فیل ہو جائیں اس کے بعد ہم اس بات کی رائے دیتے ہیں یا ہم جو اسٹپ (Step) لیتے ہیں وہ سارے طریقے فیل ہونے کے بعد ایسا لیتے ہیں جب کوئی گنجائش ہمارے پاس نہیں ہوتی تو اب ہم کیا کریں چلو یہ آزمائیں پہلے ہم علاج کی شروعات یہاں سے نہیں کرتے پہلے تو نفسیاتی ڈاکٹر کرتا ہے جس میں کوئی دوا بھی نہیں دی جاتی صرف سمجھانے بھانے کی بات کی جاتی ہے اس سے آدمے گھنٹہ ایک گھنٹے دیر گھنٹے ڈاکٹر باتیں کرتا اور سمجھاتا ہے اس کو روزانہ ہفتہ میں بلا بلا کے، اس سے کامیاب نہیں ہوتا ہے تب دوا کا اسٹپ لیتا ہے، جب دوائیں کامیاب نہیں ہوتی تب جا کر کچھ ایسی کوئی تدبیر کی جاتی ہے اچھا چلو بھائی جب یہ بالکل ہی نہیں مان رہا ہے، کوئی طریقہ کامیاب نہیں ہو رہا ہے اس کے اوپر، تو جس چیز کا یہ عادی ہے اسی کو تھوڑی تھوڑی مقدار میں کسی طرح گھٹاتے گھٹاتے بہت دنوں میں کامیابی ملتی ہے لیکن آخری درجہ میں، شروع میں نہیں۔

قاضی صاحب

تو صورت مسئلہ یہ طے پائی کہ دیگر طریقہ علاج ناکام ہو چکا ہے اب ایک مسلمان ڈاکٹر جو ماہر بھی ہے اپنے فن کا وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کو تدریجاً چھڑانے کا یہ راستہ اختیار کرنا چاہئے، تو یہ مریض کو مشورہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ میں سمجھتا ہوں اس پر آپ حضرات رائے دینیے پوری جو تفصیل پڑھی میں نے سوال میں اس سوال کی روشنی میں اگر دیگر تمام طرق جو ڈاکٹر کی نگاہ میں علاج کے لئے ضروری ہیں وہ ناکام ہو گئے تو کیا تدریج کے ساتھ اس علاج پر وہ مشورہ کسی مریض کو ڈاکٹر دے سکتا ہے یا نہیں؟ تو یہ ڈاکٹر کا مسئلہ ہے کہ وہ یہ مشورہ دیکر گنہگار تو نہیں ہو گا، صرف اتنی سی بات ہے اس پر آپ حضرات غور کر لیں۔



مفتی عزیز الرحمن صاحب بجنوری

مختلف طریقے جہاں علاج ہیں یعنی الیہ پیتھ کا کچھ الگ طریقہ ہے، ہو میو پیتھ کا کچھ الگ طریقہ ہے، طبی علاج کچھ اور ہوتا ہے تو اس موقع پر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ کسی ایک ڈاکٹر سے پوچھنے سے دوسرے کی نفی نہیں ہوتی، میں نے خود یہ شراب میں کچھ اور دو املائے والا طریقہ قدیم طبی کتابوں میں پڑھا ہے کہ ایسی بھی دوائیں ہوتی ہیں جو شراب میں ملا کر پلا دی جائیں تو مریض کو نفرت ہو جاتی ہے شراب سے اب جو بھی ہوتا ہو بہر حال لکھنے والوں نے پہلے لکھا ہے اس لئے اس کی نفی نہیں کی جاسکتی۔

قاضی صاحب

آپ بحیثیت مفتی یہ رائے دیجئے کہ اس صورت میں دو ڈاکٹر جس نے یہ رائے دی وہ معذور تصور کیا جائے گا یا گنہگار ہوگا۔

مفتی عزیز الرحمن صاحب

میں اسی طرف آ رہا تھا کہ ایک علاج بالمثل بھی ہوتا ہے تو یہ شراب کے سلسلہ میں کہا جا رہا ہے تو علاج بالمثل کو تسلیم کیا گیا

ہے تو کیا یہ اس میں شمار نہیں ہو سکتا، ہاں اس شرط کے ساتھ جو سوال میں مذکور ہے کہ اگر اس قید کا لحاظ رہے تو جائز ہے اور کوئی علاج نہ ہو تو جان بچانے کیلئے ضروری بھی سمجھوں گا مگر یہ طریقہ یقینی ہو حضرت قانونی نے بھی یقین شفاء کے وقت تداویٰ ہال حرم کو جائز بتایا ہے۔

مفتی شبیر صاحب

یہ جو بدرجہ شراب کی عادت کو ختم کرنے کے لئے اس کی مقدار کو کم کرنے کا سلسلہ بتایا گیا ہے یہ شراب پلانا نہیں ہے بلکہ شراب کو کم کرنے کا سلسلہ بتایا گیا ہے یہ شراب پلانا نہیں، ترغیب دینا نہیں بلکہ بدرجہ اس کو کم کرنا ہے، پلانا نہیں ہے، اس لئے پلانے کا جو گناہ ہوتا ہے شاید اس دائرہ میں یہ نہیں آتا۔

کوئی صاحب

ایک عامی کی حیثیت سے ایک سوال ہے کہ شراب چھڑانے کے دو مقصد ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ وہ حرام ہے مسلمان کے لئے اجازت ہونی چاہئے، دوسری چیز یہ ہو سکتی ہے کہ مضر نہیں ہے اگر آپ نے حرام کو چھڑانے کے لئے حرام کا استعمال کیا تو وہ جائز کیسے ہو جائے گا، علماء کو اچھی طرح سے اس پر غور کر لینا چاہئے اس لئے جو دوسری شق ہے اس میں کچھ لکھا ہو۔

مولانا سلطان احمد صاحب

صورت مسئلہ کے سلسلہ میں جو بات کہی گئی ہے وہ درست معلوم ہوتی ہے، دو چیزوں سے اس کا ثبوت فراہم کیا جاسکتا ہے، دین میں جھوٹ بولنا منع ہے، سخت ترین گناہ ہے، لیکن حدیث میں صراحت کیا گیا ہے کہ بیوی اور شوہر کے درمیان جھگڑا چھڑانے کے مقصد سے یا صلح کرانے کے مقصد سے اگر کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو جائز ہے بلکہ پسندیدہ ہے، اسی طرح سے قرض لینا بہت بری بات ہے، لیکن آدمی نزاعات کے فیصلہ کے سلسلہ میں اگر مقروض ہو جاتا ہے تو ذکوہ کے مد سے اس کے قرضہ ادا کرنے کی قرآن نے صراحت کی ہے، اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ صالح مقصد سے اگر خلاف واقعہ بات کہی جاسکتی ہے، تو اس صورت میں جائز کے آگے اس کو مستحسن بھی کہا جاسکتا ہے، یہ بات اس صورت میں ہے جب کہ اس کو دوا کے ذریعہ سے گویا شراب پینے سے روکا جائے اور یہ ظاہر نہ کیا جائے کہ اس کو دوا پلائی جا رہی ہے اگر یہ صورت کامیاب نہیں ہوتی تو بدرجہ مجبوری شراب کی مقدار کو کم کرنے کے ذریعہ سے شراب کی عادت چھڑائی جاسکتی ہے تو اس کے حق میں بھی حضرت قانونی کا مشہور واقعہ موجود ہے کہ ان سے ایک صاحب نے یہ کہا کہ حضرت آپ مجھے یہ نہ بتائیں کہ شراب پینا منع ہے، میں خود جانتا ہوں لیکن میں شراب چھوڑ نہیں سکتا تو جہاں تک میں نے پڑھا ہے اور سنا ہے وہ یہی ہے کہ حضرت نے



اس کو بالکل منع کرنے کے بجائے یہ کہا کہ تم روزانہ اپنے شراب میں ایک قطرہ پانی ملا تے جاؤ، اور اگلے دن دو قطرہ ملا دو، تین قطرہ ملا دو، اور اسی طرح اس کی شراب چھوٹ گئی، یہ دونوں ہی صورتیں اختیار کی جاسکتی ہیں، اس میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا ہے۔

### قاضی صاحب

کیا ایسی کوئی حدیث ہے آپ لوگوں کی یادداشت میں کہ حضور کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ حضرت میں جھوٹ بول

ہوں، میں زمانہ میں جھٹا ہوں، میں شراب پیتا ہوں، آپ کے کہنے پر میں کوئی ایک چیز چھوڑ سکتا ہوں، تو حضور نے فرمایا کہ جھوٹ بولنا چھوڑ دو، پھر آگے تفصیلات ہیں، ایسی کوئی حدیث ہے آپ لوگوں کی یادداشت میں تو بتائیے جس میں آپ نے فرمایا: اچھا جھوٹ بولنا چھوڑ دو، وہ ایمان لے آیا، اور اس کے بعد اللہ نے ایمان کے نتیجہ میں اس میں حیا پیدا کی، وہ شراب کے قریب گیا تو اس کو حیا آئی کہ جب حضور کے سامنے معاملہ آیا تو کیسے کہوں گا کہ شراب پی کر آیا ہوں، وہی شخص جو آج جرأت سے کہہ رہا ہے ایمان کے بعد اور پھر حضور کے پاس آکر تائب ہوا، ایسی کوئی تدریج آپ لوگوں کے ذہن میں آرہی ہے۔

### مولانا سعید عالم قاسمی صاحب

اس سلسلہ میں اس مشہور روایت سے بھی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے جو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اسلام پہلے تدریجی طور پر آیا اور اس میں پہلے عبادات پھر یہ، اور پہلے شراب کی برائی بیان کی گئی پھر یہ کہا گیا کہ اس میں برائی ہے اور لوگوں کے لئے منافع ہیں، پھر لوگوں سے یہ کہا گیا کہ نماز کے وقت میں شراب ترک کرو، پھر فحلی شراب کو روک دیا گیا، تو حضرت عائشہ کی یہ حدیث تدریج کے سلسلہ میں آئی ہے کہ اسلام نے جو شراب سے روکا وہ یکبارگی نہیں روکا، پہلی مرتبہ میں نہیں کہا "لا تقربوا الصلاة و انتم سكارى" بلکہ پہلے اس کا مضر پہلو، مٹی پہلو بتایا، اور مثبت پہلو بھی بتایا تو اس مسئلہ میں کیوں نہ ہم اس بنیادی حدیث سے جو ہمارے اسلام کے اندر اور شریعت کے اندر بنیادی حیثیت رکھتی ہے فائدہ اٹھائیں۔

### قاضی صاحب

ایک تو کسی بیماری کے چھڑانے کی حکمت ہے جو آنحضور ﷺ نے اختیار فرمائی، وہ حدیث ذکر کی گئی اور علماء نے بتایا کہ ایسی حدیث ہے، اور دوسری طرف حرمت خمر میں خود جو تدریج رہی ہے جس کا تذکرہ مولانا سعید عالم قاسمی نے کیا کہ اگر علاج از خمر میں اس حدیث کو اظہارِ ملاحظہ رکھتے ہیں تو یہاں وہ نئی چیزوں سے ہمارے لئے یہ نظیر نہیں ملتی کہ اگر کوئی اور راستہ موجود ہو اس مرض کے چھڑانے کا، اگر ایک مسلمان ڈاکٹر یہ سمجھتا ہے کہ اس طرح اس کا یہ عیب اور یہ مرض دور ہو جائے گا تو اس کے لئے اس کا اختیار کرنا جائز ہو۔

### مفتی شبیر احمد صاحب

تذکرۃ الرشید میں حضرت گنگوہی کا ایک واقعہ ہے کہ ایک مرید کو بھنگ میں سے تھوڑی تھوڑی کم کرنے کی اجازت دی تھی کہ روزانہ دو آدھ یا پچیس پیسہ کم کر دیا کرو، پھر اس نے جا کر چھوڑ دی بالکل، وہ الگ مسئلہ ہے لیکن حضرت گنگوہی نے اجازت دی تھی بتدریج کم کرنے کی۔

### قاضی صاحب

بہر حال یہ ماننے کے ہمارے بزرگوں کی ایک حکمت ہے اس طرح کی برائیوں کے مٹانے کی، آپ اس سوال میں فتویٰ دیجئے، آپ حضرات سے فتویٰ چاہتا ہوں، ہاں یا نہیں کا فتویٰ دیجئے۔

### مولانا ابو بکر صاحب

میں یہ کہ رہا ہوں کہ یہاں پر ڈاکٹر پلانے کا مشورہ نہیں دے رہا ہے، بلکہ وہ چھوڑنے کا مشورہ دے رہا ہے، لیکن وہ کسی طرح سے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہے، وہ کہتا ہے ہم وہیں گے تو ڈاکٹر ان کے گھر والوں کو مشورہ دے کہ جب وہ گھر میں شراب خرید کر کے رکھے تو وہ تے والی دو ملا دیں۔

### قاضی صاحب

ڈاکٹر ہمارے مشورہ کا محتاج نہیں ہے، وہ تو دے گا، آپ یہ بتائے کہ ڈاکٹر اگر بتدریج طریقہ علاج اختیار کرتا ہے، تو وہ معذور ہوگا یا بے چارہ اللہ میاں کے یہاں پکڑ جائے گا۔

### مولانا امداد اللہ صاحب

یہ بہتر نظر آتا ہے کہ اس مسئلہ کو ہم جائز قرار دینے کے بجائے طیب کی حکمت پر چھوڑ دیں یہ کہیں کہ طیب اپنی حکمت عملی سے جو معاملہ کرے شرعاً اسے جائز قرار دیں تو بہتر ہے۔

### مفتی شبیر احمد صاحب

اگر طیب شراب چھوڑنے کے لئے طریقہ اختیار کرتا ہے تو ایسی صورت میں طیب گنہگار نہیں ہوگا اور یہ طریقہ اختیار کرنا جائز ہوگا۔

### مولانا عتیق احمد صاحب بستوی

اصل میں اس مسئلہ میں ظاہر بات یہ ہے کہ شراب پلانا مقصد نہیں اور تمام ذرائع اس کو چھڑانے کے ناکام ہو چکے ہیں، اس صورت میں سوال کیا گیا ہے کہ ڈاکٹر کے لئے اس طریقہ علاج کا اپنا کیسا ہے؟ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے فقہاء کے یہاں محرمات سے تداوی کا مسئلہ زیر بحث ہے اور ایک بڑی تعداد اس کی اجازت دیتی ہے، یہاں صورت حال یہ ہے کہ اور سارے علاج ناکام ہو چکے ہیں، اور ڈاکٹر کی رائے میں جو ماہر اور واقف بھی ہے اس کے لئے صرف یہی طریقہ علاج بچا ہے، اس لئے میرے خیال میں اس کو تداوی بالحرم کے دائرہ میں لائیں اور ہے تو بھی اس کی اجازت ہوگی، اور اس صورت حال میں ڈاکٹر گنہگار نہیں ہوگا۔

### مفتی حبیب اللہ صاحب

میں مولانا عتیق احمد صاحب کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں کہ یہ مسئلہ بھی تداوی بالحرم کے قبیل سے ہے، لہذا طیب نیک مسئلہ میں اگر یہ رائے دیتا ہے تو اس کو گنہگار نہ قرار دیا جائے۔

### مفتی شبیر احمد صاحب

ان حضرات نے جو رائے پیش کی ہے اس رائے سے ہمیں اتفاق نہیں، یہ جائز ہے، لیکن تداوی بالحرم کی رائے میں داخل نہیں، اس کو چھڑانے کا ایک طریقہ ہے یہ تداوی بالحرم نہیں، ہمارے اکابر کا بھی یہی طریقہ رہا ہے۔

### قاضی صاحب

بہت سا طریقہ رہا ہے، لیکن بہر حال اس کا صاف مطلب تو یہی ہے کہ ایک بیماری اس کو شراب پینے کی لگ گئی، اس کو آپ روزانہ قلیل مقدار میں گویا شراب کی اجازت دیتے ہیں جو حرام ہے، اور اس کی مقدار جو قلیل ہے وہی اس کا دراصل علاج ہے، یا اس میں کوئی اور چیز خلط کرتے ہیں تو ایک حرام شے کا ارتکاب بہر حال ہے، وہ نون طرح کی چیزیں موجود ہیں، ایک روایت ہے جس کو ہمارے علمبر

قرآن و صاحب نے پڑھا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حرام میں شفا نہیں رکھی، دوسری طرف یہ بھی بات ہے کہ حضور نے پیٹاب پینے کی اجازت دی ہے اور ہلکے بھجبا ہے لوگوں کو کہ جاء تم اس کو پی کر اپنے فلاں مرض کا علاج کرو، اور ان دونوں طرح کی سبھی روایتوں کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا گیا ہے، فیصلہ میں جو کیفیت ہے اس میں چند شرائط بہر حال ضروری ہیں، اگر کوئی متبادل موجود نہ ہو، سب سے بڑی بنیادی شرط یہ ہے کہ اگر کوئی متبادل موجود نہ ہو اور کوئی معجزہ مسلمان متدین ڈاکٹر یہ محسوس کرتا ہے کہ سوائے اس کے کوئی علاج کارآمد موجود نہیں ہے تو اس صورت میں وہ بقدر ضرورت اس کا استعمال کرے اگر اس کا علاج کر سکتا ہے، عام طور پر حضرت تھانوی کی ساری بحثوں میں اور فقہاء کی دوسری کتابوں میں یہ بحث موجود ہے، یہاں تو میں نے مسئلہ کو بہت محدود کیا تھا، مگر بہت مشکل ہے کہ میرے بار بار کہنے کے باوجود میرے سوال کی حد تک محدود نہیں رہے کہ ایک مسلم ڈاکٹر آپ سے یہ پوچھتا ہے کہ میں اس صورت حال میں جتنا ہوں، ایک مریض میرے پاس ایسا ہے کہ تمام طرق علاج استعمال کر چکا اب اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ میں اس قدر بچی عمل کے ذریعہ اس عادت کو اس سے چھڑا دوں، تو یا تو اجازت دیجئے کہ وہ بھر پیٹ شراب پیتا رہے ایک راستہ، دوسری شکل یہ ہے کہ اس کو بھر پیٹ شراب کے بجائے اس کو آہستہ آہستہ کم کرتے کرتے اس کو اس لائق بنادیا جائے اور اللہ تعالیٰ وہ دن لائے کہ وہ پورے طور پر اچھا ہو جائے، تو یہ اتنی اجازت دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ میں یہ چاہتا تھا کہ اس پر اتفاق رائے ہوتی تو زیادہ اچھا تھا۔

مفتی شبیر احمد صاحب

یہ شراب پلانا بہر حال حرام ہے، لیکن اس امر حرام کے اختیار کرنے میں ڈاکٹر مجبور نہیں ہے بلکہ مریض مجبور ہے، اس لئے ڈاکٹر کے لئے یہ تو جائز ہو گا کہ وہ علاج کے طور پر کم کرتا جائے وہ گویا کہ پلانا نہیں ہے، کم کرنا ہے۔

مولوی سعید الرحمن صاحب

ایک درخواست یہ ہے کہ فقہ کا ضابطہ ہے "اذا اہتلت ببلین فلبختر اھونھما" اس لئے اگر اس کو اجازت دی جائے کہ تم مستقل شراب پیتے رہو تو اھون نہیں بلکہ اس کی ہمت افزائی ہوگی، اور اگر بتدریج چھڑا دیا جائے تو اس ضابطہ کے تحت کیا حرج ہے؟ اس میں میں سمجھتا ہوں کہ اس ضابطہ کے تحت کوئی حرج محسوس نہیں ہوتا۔

قاضی صاحب

تو ٹھیک ہے آپ اس کو اس عبارت کے ساتھ لکھیں گے جو سوال میں مذکور ہے، اس صورت حال میں جب کہ کوئی متبادل موجود نہ ہو ڈاکٹر کا ایسے علاج کے لئے مریض کو مشورہ دینا، اس سلسلہ میں ڈاکٹر گنہگار نہیں ہو گا، وہ معذور سمجھا جائے گا۔

کوئی صاحب

اس سلسلہ میں مجھے عرض کرنا ہے، جس حدیث کے بارے میں شمس پیرزادہ صاحب نے کہا اس کے متعلق مجھے عرض کرنا ہے کہ وہ ایسے موقع کے لئے کہی گئی ہے جب کہ اس کے ذریعہ علاج ہو رہا ہے، یہاں اس کے ذریعہ علاج نہیں ہو رہا ہے بلکہ اس میں وہ پہلے سے جتنا ہے، اس میں رفتہ رفتہ بتدریج کمی کی جارہی ہے، اس لئے اس حدیث کو اس موقع کے لئے میرے خیال میں استعمال نہیں کیا جاسکتا۔

قاضی صاحب

بہر حال اب مسئلہ پر بحث نہیں کریں گے، بات ختم کر کے آگے بڑھنا چاہئے۔

اینز کے ایک طرف سے دوسری طرف منتقلی میں جنسی تعلق کو بہت بڑا دخل ہے بلکہ یہ لایا بھی جاتا ہے، دراصل اس طرح وہ لوگ جو مختلف عورتوں کے پاس جاتے ہیں یا ہم جنسیوں کا ارتکاب کرتے ہیں وہ اس مرض کو پیدا کرتے ہیں اور وہ اپنے ذریعہ جگہ جگہ ٹرانسفر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ حفاظت کرے اس امت کی اور انسانوں کی، کتنا بڑا عذاب ہے یہ ایسی صورت میں ایک عورت کو اس بات پر مجبور کرنا



کہ تم اس مرد کے ساتھ صبر کے ساتھ رہو، یہ بات صحیح نہیں ہوگی، صرف مجمع الفقہ الاسلامی نے اس کو ملوثی کیا ہے، اور چونکہ بعض اہلہام نے اس پر بحث کی کہ کیا ایسے کچھ امکانات ہیں؟ کچھ سوالات انہوں نے مزید ڈاکٹروں سے کئے ہیں اس کے بعد وہ آگے فیصلہ کریں گے، اور دیگر مسائل پر یہ فیصلہ ان کا ہو چکا ہے، اور میں سمجھتا ہوں یہ ایک بین الاقوامی رائے ہے تمام مسائل کے علماء کی، اس کو ہم لوگوں کو بھی قبول کرنا چاہئے با اتفاق رائے۔

مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحب

اس سے اختلاف ہے۔

قاضی صاحب

ایسا ہے کہ یہ لوگ مانتے ہیں کہ ایڈز میں مرض کا انتقال عام معاشرت سے نہیں ہوتا، ساتھ رہنے، ملنے، بیٹھنے، چھونے، چھلانے ان چیزوں سے نہیں ہوتا، صرف اتنا ہے کہ یا تو جنسی تعلق سے ہوتا ہے یا پھر ایک کا خون دوسرے کے اندر داخل ہو جائے جیسے خون جب چڑھایا جائے ایک کالے کرمریض کو یا پھر جیسے سترے والی بات جیسا میں نے عرض کی تھی، شاید یہ چیزیں انتقال مرض کا باعث بنتی ہیں، عام معاشرت میں یہ چیز نہیں ہے، تو اس لئے عام طور پر اسکولوں میں ایڈز زدہ بچوں کا آنا جانا پڑھنا لکھنا منع نہیں کیا جاسکتا، اب رباوہ احتمال

کہ شاید کسی کا سر پھوٹ جائے، یہ ذرا سا احتمال بعید ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس پر اس کی بنیاد نہیں رکھنا چاہئے، اور بہر حال یہ مزید بہت دور کی بات ہے، اس پر ابھی ہم فتویٰ نہ دیں تو اچھا ہے، کوئی بھی رائے ہاں یا نہیں کی کہ صاحب بہت بڑی تعداد ان کی بڑھ گئی تو ان کے لئے الگ کوئی گھر بنایا جائے، بچوں بھی بہت بڑا مسئلہ پیدا ہو جائے گا معصوم بچوں کے لئے، اس لئے میرا خیال ہے کہ اس حصہ کو ختم کر کے ساکت رہا جائے، بس آخری حصہ نکال دیا جائے۔

یہ حکومت جانے، ہمارے نزدیک یہ موجب تعزیر ہے کہ نہیں؟ اس پر فور کر لیں، جب کہ اس کے ظلم کی نوعیت کے ساتھ، ان حضرات نے جو وہاں طے کیا ہے وہ تو خیر اس سے بہت آگے کی بات ہے، وہ کہتے ہیں کہ پورے معاشرہ کو متاثر کرنے کیلئے ایسی کوئی صورت کی جائے اور آج کے دور میں دنیا میں کوئی بعید نہیں، جبکہ جراثیمی جنگ کا زمانہ ہے، اور آپ کو معلوم ہے کہ مختلف قسم کے جراثیم بھی ملکوں میں اس لئے پھوڑے جاتے ہیں کہ اس ملک کی آبادی ان امراض سے متاثر ہو کر معذور اور مفلوج ہو جائے، بلکہ یہ خود نشیات کو پھیلانے کی ایک بہت بڑی سازش ہے کہ نوجوان اور قوی نسل اس کی عادی ہو کر اس کی تمام قوتیں مفقود ہو جائیں، تو ایسی صورتوں کو وہاں مجمع الفقہ الاسلامی کی بحث میں اور وہ جو آیت ہے ذاکہ ذنی وغیرہ سے متعلق اس آیت کے تحت اس کا حکم نکالا ہے ان لوگوں نے، میں نہیں سمجھتا کہ اس حد تک جانے کی ابھی ہم کو ضرورت ہے، جتنا حد تک یہ آگیا مسئلہ کہ موجب تعزیر اس عمل کو مانا جانا چاہئے اگر عہد انوہ سامان اور معاشرہ اور کسی فرد کے ساتھ یہ حرکت کرتا ہے چاہے ذاتی صداقت و دشمنی میں کرے کہ میں تو مر رہی رہا ہوں تو بھی مر جاؤ۔

مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحب

اس پر عرض کرنا ہے کہ یہ تو تعزیر نہیں ہو سکتی، تعزیر تو مسلمان معاشرہ کر نہیں سکتا، اس کے لئے تواقفہ کی ضرورت ہے، اس لئے یہ الفاظ مناسب نہیں ہیں، یہ اضافہ کیا جانا چاہئے میری رائے میں کہ نظام وقت کے تعاون سے اس کو اس کی اس پاداش میں کہ اس سے اتنا کہ ہو نپایا جائے ایسا کچھ اضافہ ہونا چاہئے۔

قاضی صاحب

ایسا ہے مولانا سلطان صاحب اس میں آپ صرف اتنا لکھتے کہ یہ امر موجب تعزیر ہے، ہم کو اس سے کوئی بحث نہیں، تعزیرات



## فصلے

پیشہ طب سے چونکہ صحت انسانی کی حفاظت جیسا فریضہ متعلق ہے، اس لئے اہلیاء کی ذمہ داریاں بھی بہت بڑک ہیں، ہمدردی و ایکی خوئی، صبر و حلم، شخص کمزوریوں اور راز کی حفاظت، اجتماعی مفادات کا خیال اور اپنے فن میں مہارت و صداقت، بصیرت مندی و حاضر دماغی اور خدمت خلق کا جذبہ ان کے اخلاقی فرائض میں داخل ہے چنانچہ اس اہم موضوع پر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں غور و فکر اور بحث و تبادلہ خیالات کے بعد سمینار درج ذیل منظور کرتا ہے!

۱۔ (الف) علاج کرنے کا حق اس شخص کو حاصل ہے جو فن کا علم رکھتا ہو اور تجربہ کار ہو اور اس کے علم اور تجربہ کی کسی مستند و معتمد ذریعہ نے تصدیق کی ہو، صحیح علم و تجربہ کے بغیر علاج معالجہ کرنا جائز نہیں ہے۔  
(ب) جس شخص کو علاج معالجہ کی شرعاً اجازت نہیں ہے اگر اس کے علاج کی وجہ سے مریض کو غیر معمولی ضرر لاحق ہو جائے تو ضمان عائد ہو گا۔

۲۔ اگر کسی مستند معالج نے علاج میں کوئی کوتاہی کی اور اس کی وجہ سے مریض کو ضرر پہنچ گیا تو معالج ضامن ہو گا۔  
۳۔ اسی طرح قدرت کے باوجود مریض یا اس کے اولیاء کی اجازت کے بغیر اگر ڈاکٹر مریض کا آپریشن کر دے اور آپریشن مضریا مہلک ثابت ہو تو ضمان لازم آئے گا۔

۴۔ اگر مریض بے ہوش ہے، اور اس کے اولیاء وہاں موجود ہوں اور ڈاکٹر یہ محسوس کرتا ہو کہ اس کی جان یا عضو کی حفاظت کے لئے فوری آپریشن ضروری ہے، اور اس نے اجازت کے بغیر آپریشن کر دیا مگر مریض کو نقصان پہنچ گیا تو ڈاکٹر ضامن نہ ہو گا۔  
۵۔ اگر کسی شخص کے رشتہ نکاح کی بات چل رہی ہے اور وہ کسی مرض یا عیب میں مبتلا ہے جس پر مطلع ہونے کے بعد منقطعہ عورت اس سے نکاح کرنے پر راضی نہ ہوگی، ڈاکٹر کو اپنے مریض کے مرض یا عیب کا علم ہے، اس صورت میں اگر عورت یا اس کا ولی ڈاکٹر سے ملاقات کر کے مریض کے مرض یا عیب کے بارے میں رشتہ نکاح کے حوالہ سے مریض کی صحیح صورت حال معلوم کرنا چاہیں تو ڈاکٹر کے لئے ضروری ہے کہ صحیح صورت حال کی خبر دے دے، لیکن ڈاکٹر سے اگر اس بدلتے میں عورت یا اس کے اولیاء نے رابطہ قائم نہیں کیا تو اس کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ عورت یا اس کے اولیاء کو اس مرض یا عیب کی اطلاع دے۔

ذرا نیور کی حیثائی کے متاثر ہونے کی صورت میں ڈاکٹر پر ضروری ہو گا کہ وہ متعلقہ محکمہ کو باخبر کر دے، اسی طرح ہوائی جہاز کا پائلٹ یا ٹرین اور بس کا ڈرائیور اگر نشہ کا عادی ہو اور اس سے مسافروں کو خطرہ لاحق ہو تو ڈاکٹر پر لازم ہو گا کہ وہ متعلقہ محکمہ کو آگاہ کر دے۔

اگر ڈاکٹر کو اپنے مریض کے جرم کی اطلاع ہو اور جرم میں کوئی بے گناہ شخص مداخلت ہو رہا ہو تو اس بے گناہ شخص کی برائت کے لئے ڈاکٹر پر حقیقت حال کا اظہار ضروری ہے، ارادہ داری سے کام لینا اس کے لئے جائز نہ ہو گا۔



## اسلامی نقطہ نظر سے اطباء کے لئے ضابطہ اخلاق کی تدوین

اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا میں اس وقت جو مہلک اور خطرناک بیماریاں موجود اور معروف و مشہور ہیں ان میں "ایڈز" کو سب سے نمایاں مقام حاصل ہے، یہ مرض ہندوستان انسان کو گھلا دیتا ہے، جسم کی قوت مدافعت کمزور ہوتی چلی جاتی ہے، اور ہر نئی بیماری اپنے لئے انسانی جسم میں بڑی آسانی کے ساتھ راہ بناتی ہے، زندگی دراصل جوصل، نشاط اور انگ سے عبارت ہے، لیکن ایڈز کا مریض ان سے عاری و خالی ہو کر بے حس اور بے کیفی کی طرف تیزی کے ساتھ بڑھتا چلا جاتا ہے اس لحاظ سے ایڈز کیا ہے؟ وحشت ناک موت کا سفر اور زندگی کے عبرتناک خاتمہ کا نقیب ہے، اس لئے آج کی دنیا اس مرض سے سب سے زیادہ ڈری اور سبھی ہوئی ہے، اور معالجین اس کے اسباب و عمل پر غور و خوض کرتے ہوئے اس کے مدارک اور اسناد پر اپنی توانائیاں اور صلاحیتیں صرف کر رہے ہیں، لیکن سچی بات یہ ہے کہ اب تک دنیا بھر کے معالجین نے انکشافات، ایجادات اور طبی تحقیقات کے اس دور میں اس "زہر" کا کوئی "تریاق" دریافت نہیں کر سکے، اور اس وقت حال یہ ہے کہ

مرض بڑھتا گیا جوں جوں وہاں کی

مرض ایڈز کے بارے میں جو معلومات فراہم کی جا رہی ہیں اور گرد و پیش پر نظر ڈال کر جو نتائج سامنے لائے جا رہے ہیں ان کی روشنی میں اس مرض کو "عذاب الہی" سے تعبیر کیا جائے تو نامناسب نہیں ہو گا۔

خالق کائنات نے جنسی تسکین اور آسودگی کے لئے جو فطری ضابطے مقرر کئے ہیں، ان کی خلاف ورزی بلکہ باغیانہ روش اور طور طریقے، اسی نے دراصل اس خطرناک مرض کو جنم دیا ہے، اس سلسلہ میں مغربی ممالک میں مرد و عورت کا جو آزادانہ میل جول ہے، ٹی وی پر جو بے حیائی کے مناظر سامنے آ رہے ہیں، سینما کے پردے جس طرح غیر اخلاقی حرکتوں کی ٹریننگ کا کام انجام دے رہے ہیں، فحش لٹریچر اور عریاں اشتہارات ذہن و دماغ کو جس طرح پر آگندہ کر رہے ہیں، ایڈز دراصل ان مذموم اور ناپاک اعمال اور اخلاق کا لازمی نتیجہ ہے، جسے "خود کردہ" علاج نیست" کا مصداق بھی قرار دیا جاسکتا ہے، مرض ایڈز کے پھیلاؤ کو روکنے کا سوٹر ڈریو بھی یہی ہے کہ ماحول

اور سماج کو پاکیزہ بنایا جائے، جنسی آوارگی پر بندشیں لگائی جائیں، جنسی جذبات پر ایجنٹ کرنے والے مناظر پر پوری جرأت کے ساتھ پابندی عائد کی جائے اور جنسی تسکین کے اس راستے کی طرف دعوت دی جائے جو شریعت کی نظر میں مقصود اور مطلوب و محمود ہے، یہ اجماع مرض ایڈز کے اسناد اور روک تھام کے لئے اطباء، ڈاکٹرس، علماء، مصلحین، اہل قلم، اہل صحافت، عالمی ادارہ صحت عامہ، ذرائع ابلاغ، دفاتر ادارے اور حکومت کو توجہ دلانا چاہتا ہے کہ وہ اپنے اپنے لحاظ سے اس سلسلہ میں کوشش کریں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ علم ادیان اور علم ابدان کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اور یہی دو علم، علم کا نچوڑ اور خلاصہ ہیں، اس کے پیش نظر ضرورت اس کی محسوس کی جا رہی ہے کہ "پیشہ طبابت" کے سلسلہ میں اسلامی نقطہ نظر سے ایک ضابطہ اخلاق ترتیب دیا جائے، اس لئے مندرجہ ذیل افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جاتی ہے جو تمام پہلوؤں اور جہتوں کو سامنے رکھتے ہوئے طبی ضابطہ اخلاق مرتب کرے گی۔

۲۔ ڈاکٹر امان اللہ صاحب

۳۔ ڈاکٹر عبدالقادر صاحب

۶۔ مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحب

۱۔ ڈاکٹر سید مسعود اشرف صاحب

۳۔ پروفیسر سید علی الرحمن صاحب

۵۔ مولانا محمود عالم قاسمی صاحب

۷۔ ڈاکٹر یوسف امین صاحب

## ایڈز

- ۱۔ اگر رکی مرد ایڈز کا مریض ہو، مگر اس نے اپنا مرض ظاہر کئے بغیر کسی خاتون سے نکاح کر لیا تو ایسی صورت میں عورت کو نسخ نکاح کا حق حاصل ہو گا۔
- ۲۔ اور اگر نکاح کے بعد مرد اس بیماری میں مبتلا ہو جائے اور خطرناک حد تک پہنچ جائے تو خاتون کے لئے نسخ نکاح کا حق ہو گا۔
- ۳۔ ایڈز کی مریضہ اگر حاملہ ہو جائے اور مستند ڈاکٹروں کی رائے میں غالب گمان یہ ہے کہ بچہ بھی اس مرض سے متاثر ہو گا، تو ایسی صورت میں حمل میں جان آنے سے پہلے جس کی مدت فقہاء نے ۳۰ دن رکھی ہے، اسقاط کرانے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔
- ۴۔ ایڈز کے مریض کو اگر مرض نے پورے طور پر اپنی گرفت میں لے لیا ہو اور وہ زندگی کے معمولات کو ادا کرنے سے معذور ہو گیا ہو تو ایسے شخص کو مرض موت کا مریض سمجھا جائے گا۔
- ۵۔ ایڈز کے مریض کی یہ اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے گھر والوں یا متعلقین کو اس مرض سے مطلع کر دے اور خود بھی احتیاطی تدابیر ملحوظ رکھے۔
- ۶۔ ایڈز کا مریض اگر اپنے مرض کو چھپانے پر ڈاکٹر سے اصرار کر رہا ہے اور ڈاکٹر کی رائے میں اس کے مرض کو از میں رکھنے سے اس کے اہل خانہ، متعلقین اور سماج کو ضرر لاحق ہونے کا قوی اندیشہ ہے تو ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ محکمہ صحت اور متعلقہ حضرات کو اس کی اطلاع کر دے۔
- ۷۔ ایڈز اور دوسرے متعدی امراض میں مبتلا افراد کے بارے میں ان کے اہل خانہ، متعلقین اور سماج کی یہ ذمہ داری ہے کہ ان کو تنہا اور بے سہارا نہ چھوڑیں، جتنی احتیاطی تدابیر فراہم کرنے میں پورا تعاون کریں۔
- ۸۔ ایڈز زدہ بچوں کو تعلیم سے محروم کرنا درست نہیں ہے، ضروری احتیاطی جتنی تدابیر کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی تعلیم و تربیت کا نظم کیا جائے۔
- ۹۔ طاعون زدہ علاقہ میں آمدورفت پر پابندی مستحسن چیز ہے بلکہ ضرورت و مجبوری کے حالات مذکور چابندی سے مستثنیٰ ہیں۔
- ۱۰۔ ایڈز کے مرض میں مبتلا شخص کا اپنے مرض کی نوعیت سے واقف ہونے کے باوجود اس مرض کو کسی بھی صحت مند انسان کی طرف منتقل کرنا حرام ہے، اور ایسا کرنا گناہ کبیرہ ہے، اس طرح کے عمل کا مرتکب اس عمل کی نوعیت اور اس کے فرد یا معاشرے پر برے اثرات پڑنے کے اعتبار سے سزا کا مستحق ہے۔

## اطباء کرام رحمہ اللہ

مجوزہ

### اسلامی ضابطہ اخلاق

اسلامک فڈ اکیڈمی کے آٹھویں فقہی سمینار منعقدہ مورخہ ۲۲/۲۳ اکتوبر ۱۹۹۵ء بمقام مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں اطباء کے لئے اسلامی نقطہ نظر سے ضابطہ اخلاق مرتب کرنے کے لئے ایک کمیٹی مندرجہ ذیل افراد پر مشتمل تشکیل دی گئی تھی:

|                                  |                                    |
|----------------------------------|------------------------------------|
| جناب ڈاکٹر سید اشرف صاحب         | جناب ڈاکٹر علی وارثین صاحب         |
| جناب ڈاکٹر ایمان اللہ خان صاحب   | جناب ڈاکٹر عبدالقادر صاحب          |
| جناب ڈاکٹر یوسف امین صاحب        | جناب مولانا سلطان احمد اصلاحي صاحب |
| جناب ڈاکٹر مسعود عالم قاسمی صاحب |                                    |

اس کمیٹی نے شد و میثاقوں کے بعد مندرجہ ذیل تجاویز مرتب کیں، جو ذیل میں ہیں۔

پیشہ طب اعلیٰ و اشرف پیشوں میں سے ہے۔ انسانوں کے کام آنا، ان کی پریشانی دور کرنا، ان کی حاجت روائی کرنا اور ان کے دکھ درد میں سہارا جتنا ایسی اعلیٰ انسانی قدریں ہیں جنہیں ہر زمانے میں اور ہر مذہب میں بنظر تحسین دیکھا گیا ہے، اسلام نے ان قدروں کا نسبتاً زیادہ لحاظ کیا ہے ایک طبیب سے بجا طور پر توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنے پیشہ میں ان انسانی قدروں کو ملحوظ رکھے گا۔ زمانہ قدیم میں یونانی طبیب بقراط نے ایک حلف نامہ تیار کیا تھا جو پیشہ طب سے متعلق بعض اخلاقیات پر مشتمل تھا۔ وہ اپنے شاگردوں سے ان اخلاقیات کا حلف لیتا تھا اور ان سے عہد کروا تا تھا کہ وہ انہیں اپنی پیشہ ورانہ زندگی میں ہمیشہ برتیں گے۔ اس حلف نامہ کو ”حلف نامہ بقراط“ کے نام سے شہرت حاصل ہوئی۔ مسلم اطباء نے اسے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور اس میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بعض اخلاقیات کا اضافہ کیا۔

پیشہ طب ایک جانب ایک اعلیٰ انسانی خدمت ہے تو دوسری جانب اسلامی نقطہ نظر سے بھی باعث اجر و ثواب کام ہے۔ اسلام نے زندگی کے دیگر میدانوں کی طرح اس میدان میں بھی کچھ حدود اور آداب بتائے ہیں۔ مسلم اطباء کو انہیں ملحوظ رکھنا چاہئے۔ اس طرح ایک طرف وہ انسانوں کی جانب سے عزت و احترام کے مستحق ہوں گے تو دوسری جانب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اجر و ثواب سے بھی بہرہ ور ہوں گے۔

اس سلسلہ میں کچھ طبعی اخلاقیات کا آئندہ سطور میں تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

۱۔ طبیب کے لئے ضروری ہے کہ وہ فن طب سے کما حقہ واقفیت رکھتا ہو۔ اللہ کے رسول ﷺ نے بغیر جانکاری کے علاج و معالجہ کرنے سے سختی سے منع کیا ہے۔ فرمایا، جس شخص نے طب سے واقفیت کے بغیر علاج کیا تو وہ کسی بھی نقصان کا ضامن ہوگا (ابوداؤد) خاص طور پر وہ جس مرض کا علاج کرنا چاہتا ہے اس کی حقیقت اور مریض کے مزاج کو اچھی طرح سمجھ کر ہی علاج شروع کرے۔ اکثر علاج میں غلطی اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ طبیب مرض کو سمجھے بغیر علاج شروع کر دیتا ہے۔



طیب کو چاہئے کہ مریض کے راز کی حفاظت کرے۔ راز کی حفاظت آداب اور اخلاقیات سے ہے جنہیں اسلام نے عام زندگی میں برتنے اور ان کی پاسداری کرنے کا حکم دیا ہے۔ حدیث میں ہے!

”جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا (بخاری و مسلم)

”جس سے مشورہ لیا جائے اسے امانت دار ہونا چاہئے“ (ابوداؤد)

طیب کا کام معاملہ کی تحقیق و تفتیش اور محاکمہ نہیں بلکہ اس کی بنیادی ذمہ داری صرف علاج و معالجہ کی ہے۔

البتہ بعض مواقع پر انشاء راز کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ وہ ضروری ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں بنیادی اصول یہ ہے کہ جب راز

کو پھپھانے سے کوئی فساد لازم ہو یا اجتماعی مفاد متاثر ہو رہا ہو تو اس وقت اس کا انشاء طبی اخلاقیات کے منافی نہیں۔ مثلاً

☆ ذرا نیور کی نگاہ کمزور ہے یا وہ نشہ کا عادی ہے تو طیب کے لئے ضروری ہے کہ وہ دریافت کرنے پر متعلقہ محکمہ کو خبر کر دے۔

☆ کسی شخص کے رشتہ نکاح کی بات چل رہی ہے اور وہ کسی مرض یا عیب میں مبتلا ہے جس سے مطلع ہونے پر مخطوبہ

عورت اس سے نکاح پر راضی نہ ہوگی۔ ایسی صورت میں اگر عورت یا اس کا ولی طیب سے ملاقات کر کے رشتہ نکاح

کے حوالے سے مریض کی صحیح صورت حال معلوم کرے تو طیب کے لئے صحیح صورت حال بتا دینا ضروری ہے۔

لیکن اگر وہ لوگ دریافت نہ کریں تو طیب کے لئے انہیں باخبر کرنا ضروری نہیں۔

☆ اگر طیب کو معلوم ہو کہ مریض میں کوئی متعدی جنسی مرض ہے جو بیوی، شوہر یا دوسرے افراد خانہ میں منتقل ہو

سکتا ہے تو وہ بیوی، شوہر یا دوسرے متعلقہ افراد کو اس کی خبر دے سکتا ہے۔

☆ نقل دم (Blood Transfusion) کا بھی یہی حکم ہے۔ کہ حالت اضطرار میں ایک جسم سے دوسرے جسم میں

نقل کیا جاسکتا ہے۔ البتہ اس کی فروخت جائز نہیں۔

بدھیتی دور کرنے کے لئے پلاسٹک سرجری کی گنجائش ہے۔

۵۔ طیب کو چاہئے کہ بغیر کسی تاخیر و وجہ کے نہ اسقاط حمل کرے نہ کوئی ایسی دوا دے جس سے جنین ساقط ہو جائے اور نہ دوا یا عمل

جراثیمی کے ذریعہ پانچھ پن پیدا کرے۔ وہ ڈاکٹر جو سرکاری ملازم ہیں اور ان کو ایسا کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے وہ معذور ہیں، لیکن اگر طیب کی

رائے میں عورت کی صحت کو شدید ضرر لاحق ہو تو حمل میں جان آنے سے پہلے یعنی ”۱۳۰“ دنوں کے اندر حمل ضائع کیا جاسکتا ہے۔

عورت کا آپریشن کر دینا تاکہ، استقرار حاصل نہ ہو سکے جائز ہے!

عارضی مانع حمل کی تدابیر اور ادویہ کا استعمال بھی عام حالت میں جائز نہیں۔ البتہ اگر عورت بہت کمزور ہو اور حمل کی متحمل نہ

ہو سکتی ہو (حمل کی صورت میں اسے شدید ضرر لاحق ہونے کا قوی اندیشہ ہو) یا ولادت کی صورت میں ناقابل برداشت تکلیف اور ضرر میں

مبتلا ہو جانے کا خطرہ ہو یا جو بچہ موجود ہے اس کی پرورش، رضاعت اور نشوونما میں، ماں کے جلد حاملہ ہو جانے کی صورت میں نقصان کا خطرہ

ہے تو ایسی صورت میں مناسب وقفہ قائم رکھنے کی خاطر عارضی مانع حمل تدابیر اختیار کرنا جائز ہے۔

۶۔ طیب کو چاہئے کہ جنس مخالف کے علاج میں اسلامی تعلیمات کا خیال رکھے!

اسلامی تعلیمات میں اصل یہ ہے کہ مرد کا اجنبی عورت کو دیکھنا اور اس کا علاج کرنا (اسی طرح اس کے برعکس) جائز نہیں۔ لیکن بعض

صورتحال میں مسکنی ہیں مثلاً کوئی ایسی طبیعت نہ ہو جس پر مریض یا اس کے گھروالے اعتماد کر سکیں۔ یا وہ اس مرض کی ماہرہ نہ ہو جس میں وہ مریض

مبتلا ہے کہ اس مرض کا ماہر طیب موجود ہے۔ البتہ ضروری ہے کہ دوران علاج کوئی تیسرا بھی موجود ہو تاکہ خلوت میں وقت کا اندیشہ

۷۔ طبیب کو چاہئے کہ وقت ضرورت مریض کے ستر کا اتنا حصہ ہی دیکھے جتنا علاج کے لئے ضروری ہو۔ مرد کے لئے مرد کا ستر گھٹنے سے ناف تک ہے اور عورت کا مکمل جسم ستر ہے۔ عورت کے لئے عورت کا ستر وہی ہے جو مرد کے لئے مرد کا ہے۔ عام حالات میں کسی شخص کے لئے دوسرے کا ستر دیکھنا جائز نہیں۔

۸۔ طبیب کو چاہئے کہ مریض کو کوئی ضرر رساں دوا نہ دے۔ لاعلاج امراض میں، شفا سے مایوس مریضوں کی زندگی ختم کرنے کے لئے کوئی دوا نہ دے یا کوئی تدبیر نہ اختیار کرے۔ طبیب کا کام مریض کو دور کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ کسی مریض کی جان لینا اس کے لئے جائز نہیں ہے۔

طبیب کو چاہئے کہ مریض خواہ کتنا ہی سنگین ہو مگر مریض کو شفا کی امید دلاتا رہے اور مریض کے بارے میں اس کا خوف دور کرتا رہے۔ اگر حالات اجازت دیتے ہوں تو علامات موت ظاہر ہونے پر مریض کو حقیقت حال سے باخبر کر سکتا ہے۔ تاکہ وہ توبہ و استغفار کر سکے یا وصیت کر سکے۔

۱۰۔ طبیب کو یہ اعتقاد رکھنا چاہئے کہ وہ اپنے علاج سے تقدیر نہیں بدل سکتا وہ صرف حکم الہی کی تعمیل میں علاج کر رہا ہے۔ شفا دینے والا اللہ ہے۔ وہ شفا کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتا رہے۔  
درج ذیل صورتوں میں افشاء راز کیا جاسکتا ہے۔

☆ طبیب کسی لائف انشورنس کمپنی کا نمائندہ ہو اور وہ کمپنی اس سے دریافت کرے

☆ معاملہ عدالت یا متعلقہ محکمہ کی گواہی سے متعلق ہو مثلاً مریض نے جرم کا ارتکاب کیا ہو

☆ ایسا مریض ہو جو کسی نامہائی حادثہ کا سبب بن سکتا ہو مثلاً مرگی وغیرہ

۱۱۔ طبیب کو چاہئے کہ وہ حرام چیزوں کے ذریعہ علاج و معالجہ سے احتراز کرے۔ مثلاً شراب، الکحل یا الکمل آمیز دوائیں۔ اس لئے کہ اسلام میں تمام نشہ آور چیزیں حرام ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اللہ نے تمہارے لئے شفا ایسی چیزوں میں نہیں رکھی ہے جو حرام ہیں (بخاری) ایک صحابی نے آنحضرت ﷺ سے شراب کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ دوا نہیں مریض ہے (مسلم، ترمذی)

☆ البتہ الکحل آمیز دوا یا کسی حرام چیز سے بنی دوا کا استعمال ایسی صورت میں بکراہت جائز ہے جب اسے استعمال نہ کرنے کی صورت میں مریض کو خطرہ لاحق ہو اور اس دوا کا کوئی بدل بھی موجود نہ ہو۔

☆ اسی طرح عمل جراحی میں مریض کو بے ہوش کرنے، یا اعضاء کو سن کرنے یا درد کی تسکین کے لئے مخدرات (NARCOTICS) کا استعمال جائز ہے۔

☆ دانت و دیگر اعضاء کی درستی کے لئے سونے چاندی کا استعمال جائز ہے۔

۱۲۔ کسی انسان کا کوئی عضو کارہ ہو چکا ہو اور اس عضو کے عمل کو آئندہ جاری رکھنے کے لئے کسی متبادل کی ضرورت ہو تو

☆ غیر حیوانی اشیاء یا کولہم جانوروں (جن جانوروں کا گوشت کھانا جائز ہے) کے اعضاء کا استعمال عامہا میں جائز ہے۔

☆ غیر ماکولہم جانوروں کے اعضاء کا استعمال اسی صورت میں جائز ہے جب مریض کی جان کی ہلاکت یا عضو کے ضائع ہونے کا قوی خطرہ ہو اور مطلوبہ عضو کا بدلہ موجود نہ ہو۔

☆ انسان کے جسم کے کسی حصہ کا دوسری جگہ استعمال بوقت حاجت جائز ہے۔

- ☆ ایک انسان کا کوئی عضو کسی دوسرے انسان کے جسم میں بوقت حاجت جائز ہے۔
- ☆ ایک انسان کا کوئی عضو کسی دوسرے انسان کے جسم میں بوقت حاجت پیوند کیا جاسکتا ہے، مثلاً
- ☆ پیوند کاری نہ کرنے کی صورت میں مریض کے عضو کے ضائع ہونے یا مریض کی جان تلف ہونے کا قوی خطرہ ہو
- ☆ سوائے عضو انسانی کے کوئی دوسرا متبادل اس کمی کو پورا نہ کر سکتا ہو
- ☆ سوائے عضو انسانی کی پیوند کاری کے کوئی راستہ مریض کی جان بچانے کا نہ ہو
- ☆ عام حالات میں اعضاء انسانی کی خرید و فروخت حرام ہے۔
- ☆ مرتے وقت پیوند کاری کے مقصد سے اعضاء نکال لئے جانے کی وصیت کرنا جائز نہیں۔



## چند دیگر طبی اخلاقیات

طیب کو چاہئے کہ!

- ☆ ہر وقت مریضوں کی خدمت کے لئے تیار رہے۔
- ☆ مریضوں کے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی سے پیش آئے اور اس کے دل میں ان کی خیر خواہی کا جذبہ بیدار رہے۔
- ☆ اگر ضرورت ہو تو کسی ماہر کی طرف (Refer) کرنے میں شرم نہ محسوس کرے۔
- ☆ بغیر نسل، مذہب، علاقائی یا کسی دیگر امتیاز کے ہر طرح کے مریضوں کا علاج کرے۔
- ☆ مریض کی اجازت کے بغیر اس کے مرض و علاج سے متعلق اور اق بشمول فوٹو، سلائیڈ اور ایکسرے وغیرہ کی اشاعت بے ضرر محقق بھی نہیں کی جاسکتی۔

## مسلم ڈاکٹر کا حلف نامہ

(جسے بین الاقوامی کانفرنس برائے طب اسلامی، کویت "۱۹۸۱" میں منظور کیا گیا)

میں اللہ عز و جل کی قسم کھاتا ہوں کہ!

- ☆ میں اپنے پیشہ کی انجام دہی میں اللہ کو یاد رکھوں گا۔
  - ☆ میں تمام مراحل اور سبھی حالات میں انسانی زندگی کا احترام کروں گا۔ میں اسے موت، بیماری، درد اور بے چینی سے بچانے کی اپنی بھرپور کوشش کروں گا۔
  - ☆ میں لوگوں کے وقار کو ملحوظ رکھوں گا۔ ان کی نجی باتوں پر پردہ ڈالوں گا اور ان کے راز کی حفاظت کروں گا۔
  - ☆ میں بھر صورت قریبی اور دور کے لوگوں، نیک، گنہگاروں، دوست اور دشمن ہر کسی کو طبی امداد دیتے ہوئے اللہ کی رحمت کا ذریعہ بنوں گا۔
  - ☆ میں اپنے استاد کا احترام کروں گا۔ اپنے سے چھوٹوں کو سکھاؤں گا، اور میں تقویٰ اور احسان کی بنیادوں پر طبی پیشہ میں داخل اراکین کا بھائی رہوں گا۔
  - ☆ میں اپنے عقیدہ کے تئیں اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں وفادار رہوں گا۔ اور اللہ اس کے رسول نیز میرے مومن دوستوں کی نظروں میں جو چیزیں مجھے قابل ملامت بناتی ہیں میں ان سے اجتناب کروں گا۔
- اے اللہ تو اس حلف کے تئیں گواہ رہنا۔

## ادارة القرآن كراچى كى چند جديد و مفيد عربى مطبوعات

|                                     |                                                                                                                        |
|-------------------------------------|------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| فقه المشكلات (عربى)                 | جامع احاديث الاحكام (متن علماء السنن ۲ جلد)                                                                            |
| الفقه الحنفى وادلتہ ۳ جلد           | اعلاء السنن ۱۸ جلد مع فہارس                                                                                            |
| شرح الزیادات للامام محمد ۶ ج        | الاشباہ والنظائر ابن ملقن ۲ جلد                                                                                        |
| جمع الفوائد من جامع الاصول ۴ ج      | الاشباہ والنظائر ابن نجيم ۳ جلد                                                                                        |
| مجموعہ رسائل لکھنوى، ۶ جلد          | شرح طیبى ۱۲ جلد                                                                                                        |
| انوار المحمود شرح سنن ابى داؤد ۲ ج  | مصنف عبدالرزاق ۱۲ جلد                                                                                                  |
| اعلام الاعلام بمفہوم الدين والاسلام | الفتاوى تاتارخانيہ ۵ جلد                                                                                               |
| كتاب الرد على سير الاوزاعى          | ہدایہ حاشیہ عبدالحی لکھنوى ۴ جلد                                                                                       |
| شرح مقامات الحريرى للشريشى          | مجموعہ رسائل کشمیری ۴ جلد                                                                                              |
| شرح شرح المنار فى اصول الفقه        | الکوکب الدرى ۴ جلد                                                                                                     |
| فتح الغفار معجم رد المختار          | احکام القرآن تھانوى ۵ جلد                                                                                              |
| مجموعۃ الخطب اللمكنوية              | جدید فقہی مباحث اتامے (اردو)                                                                                           |
| معجم لغة الفقهاء                    | JESUS ..... (پیغمبر اسلام حضرت عیسیٰ)<br>(حجیت حدیث) The Authority of Sunnah<br>(تعارف اسلام) ISLAM AN INTRODUCTION    |
| مکاتہ الامام ابو حنیفہ بین المحدثین | (خطبات مدراس) The Life and Message.<br>(شماک ترمذی) SHAMAA-IL TIRMIDHI<br>(باکمل قرآن اور سائنس) BIBLE QURAN & SCIENCE |
| المدخل الى دراسة علم الکلام         | (اسوہ رسول اکرم ﷺ) "Life Example of P.U.H."<br>(احکام میت) "The Islamic way in the Death"                              |

# ادارۃ القرآن کراچی کی چند جدید اردو کتب

|                                                                                                                                                                  |                                                                                                                                                                                                                                                                 |                                                                                                                     |
|------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| <p><b>شیرز اور کمپنی</b></p> <p>تعارف، طریقہ کار اور شرعی احکام</p> <p>ترتیب</p> <p>حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی</p>                                          | <p><b>وقف املاک کے شرعی احکام</b></p> <p>ترتیب</p> <p>حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی</p>                                                                                                                                                                       | <p><b>جدید تجارتی تشکیلیں</b></p> <p>ترتیب</p> <p>حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی</p>                               |
| <p><b>ضرورت و حاجت</b></p> <p>کا احکام شرعیہ میں اعتبار</p> <p>ترتیب</p> <p>حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی</p>                                                  | <p><b>لڑکے اور لڑکیوں کے نکاح کا اختیار</b></p> <p>ولایت نکاح کا تعارف، اسکی حدود اور شرعی احکام</p> <p>حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی</p>                                                                                                                     | <p><b>حج و عمرہ</b></p> <p>کے جدید مسائل اور انکا حل</p> <p>ترتیب</p> <p>حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی</p>        |
| <p><b>اشرف المکتوبات</b></p> <p>بنام حضرت تھانویؒ و دیگر اکابرین مع جوابات از ڈاکٹر عبدالحی عارفیؒ</p>                                                           | <p><b>آپ کے مسائل اور انکے حل کیلئے سوال و جواب</b></p> <p>مولانا قاری عبدالباسط</p> <p>مقیم جدہ۔ سعودی عرب</p>                                                                                                                                                 | <p><b>طشت جواہر</b></p> <p>(علوم و معارف کا خزینہ)</p> <p>جناب نثار احمد خان فتنی</p>                               |
| <p><b>جدید فقہی مباحث</b></p> <p>اتامے اکمل سیٹ</p> <p>مولانا مجاہد الاسلام قاسمی</p> <p>جدید اسلامی معیشت و تجارت و دیگر اہم موضوعات پر انتہائی قیمتی مباحث</p> | <p><b>زکوٰۃ اور مسئلہ تملیک</b></p> <p>✽ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ✽<br/>✽ مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی ✽<br/>✽ مولانا عبدالداؤد ندوی ✽<br/>✽ مولانا عبداللطیف مودودی مرحوم ✽<br/>✽ مولانا امین احسن اسلامی ✽<br/>✽ مولانا شفیق احمد قاسمی ✽</p> <p>تحریر</p> | <p><b>عصر حاضر کے پیچیدہ مسائل کا شرعی حل</b></p> <p>رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ</p> <p>فقہ اکیڈمی کے فقہ فیصلے</p> |

ناشران قرآن مجید و اسلامی، عربی، اردو، انگریزی کتب مرکز مطبوعات پاکستان، بیروت و بلاد عربیہ، تفسیر، حدیث، فقہ، اعلیٰ معیار کی عربی، اردو، انگریزی، فارسی کمپیوٹر کمپوزنگ پبلشرنگی ادارہ اشرفی کی صورت میں بذریعہ پارسل پاکستان میں دستیاب کتب کی اندرون و بیرون ملک ترسیل کا انتظام ہے۔



## ادارة القرآن كراچى كى چند اهم اور مفيد مطبوعات

|                                                                                                                                                                                                                             |                                                                                                                                                                                                                                                 |
|-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| عصر حاضر كے پيچيدہ مسائل كا شرعى حل                                                                                                                                                                                         | دور نبوى كا نظام حكومت                                                                                                                                                                                                                          |
| احكام ميت                                                                                                                                                                                                                   | درود شريف كے فضائل                                                                                                                                                                                                                              |
| اسلامى عدالت                                                                                                                                                                                                                | رہنمائے سعادت                                                                                                                                                                                                                                   |
| اسوۂ رسول اكرم ﷺ                                                                                                                                                                                                            | متاع نور (سوانح مولانا نور احمد)                                                                                                                                                                                                                |
| تلخيص حجة اللہ البالغہ                                                                                                                                                                                                      | معلم الحجاج طبع اعلیٰ                                                                                                                                                                                                                           |
| تحفہ افواج اسلام دو جلد                                                                                                                                                                                                     | پردہ شرعى                                                                                                                                                                                                                                       |
| مذاہب عالم كا انسائيكلوپيڈيا                                                                                                                                                                                                | تحفہ سفر                                                                                                                                                                                                                                        |
| صحبت كے اثرات                                                                                                                                                                                                               | طريقہ حج و عمرہ                                                                                                                                                                                                                                 |
| فسطوں پر خريد و فروخت                                                                                                                                                                                                       | حكايات صحابہؓ                                                                                                                                                                                                                                   |
| برطانوى قوانين فروش جرائم كے ذمہ دار ہيں                                                                                                                                                                                    | زکوٰۃ اور مسئلہ تملك                                                                                                                                                                                                                            |
| مجموعہ قوانين اسلامى                                                                                                                                                                                                        | زکوٰۃ كے جديد مسائل ۲ جلد                                                                                                                                                                                                                       |
| عشر و خراج كے جديد مسائل ۲ ج                                                                                                                                                                                                | چالیس بڑے مسلمان                                                                                                                                                                                                                                |
| ہمہ مطبوعات پاكستان عربى، اردو، انگريزى<br>كتب كى وسيع پيمانے پرائيڪسپورٹ۔<br>ہمہ بذریعہ رجسٹرڈ پائل اندرون ملك<br>و بیرون ملك ترسیل<br>ہمہ ہر قسم كى اسلامى كتب كى طباعت كا انتظام۔<br>ہمہ تفصیلى فہرست كتب مفت حاصل كريں۔ | ناشران قرآن مجيد و اسلامى، عربى، اردو،<br>انگريزى كتب مركز مطبوعات پاكستان،<br>بيروت و بلاد عربیہ، تفسير، حديث، فقہ،<br>اسلامى قانون، تاريخ اسلام، اصلاحى،<br>تصوف، لغت، ادب عربى، اعلیٰ معيار كى<br>عربى، اردو، انگريزى، فارسى كمپيوٹر كمپوزنگ |

ادارة القرآن والعلوم الاسلاميه

# ادارۃ القرآن کراچی کی چند اہم مفید عربی، اردو مطبوعات

|                                                                                                     |                                                                                             |                                                                                                          |
|-----------------------------------------------------------------------------------------------------|---------------------------------------------------------------------------------------------|----------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| <p><b>المصنف</b><br/>لحمافط عبد الرزاق الصنعانی<br/>۱۲ جلد مع فہرست - قیمت = ۳۹۸۰/-</p>             | <p><b>إعلاء السنین</b><br/>ظفر احمد عثمانی الشہانوی<br/>۲۲ جلد مع فہرست - قیمت = ۶۵۰۰/-</p> | <p><b>شرح الطبری</b><br/>مسنکوی المصباح<br/>۱۲ جلد مع فہرست - قیمت = ۲۹۰۰/-</p>                          |
| <p><b>الحکام القرآن</b><br/>مولانا محمد الجہان آبادی<br/>۵ جلد مع فہرست - قیمت = ۱۸۰۰/-</p>         | <p><b>مکتبہ الکشمیری</b><br/>محمد رسول اللہ<br/>۴ جلد - قیمت = ۱۰۸۰/-</p>                   | <p><b>الفقہاء</b><br/>الشیخ خانیہ<br/>۵ جلد - قیمت = ۱۳۸۰/-</p>                                          |
| <p><b>جدید فقہی مباحث</b><br/>مولانا محمد اسلام قاسمی<br/>۵ جلد - قیمت = ۹۰۰/-</p>                  | <p><b>الکوکب الدری</b><br/>مختار الکوکب<br/>۴ جلد - قیمت = ۱۱۸۰/-</p>                       | <p><b>مسند ابوداؤد طیالسی</b><br/>ابوداؤد سلیمان ابن داؤد ابن الجہاد طیالسی<br/>۲ جلد - قیمت = ۳۳۳/-</p> |
| <p><b>أبو رسول اکرم</b><br/>اکبر عبد الحق - اردو = ۱۵۰/-، انگریزی = ۱۲۰/-</p>                       | <p><b>دوشرفیہ فضائل و آداب</b><br/>حضرت سید رضی الدین - قیمت = ۹۰/-</p>                     | <p><b>دور نبوی کا نظام حکومت</b><br/>حضرت سید رضی الدین - قیمت = ۱۵۰/-</p>                               |
| <p><b>تحفہ سفر</b><br/>مولانا سید احمد - قیمت = ۲۰/-، مسافر = ۵۳/-</p>                              | <p><b>نبیوں کی پسمنی کہانیاں</b><br/>حضرت سید رضی الدین - قیمت = ۱۲۰/-</p>                  | <p><b>معلم الحجاب جدید</b><br/>مولانا سید احمد - قیمت = ۱۵۰/-</p>                                        |
| <p><b>درس ترمذی</b><br/>مولانا محمد تقی عثمانی کی تقریریں تصانیف ترمذی<br/>۳ جلد - قیمت = ۶۸۰/-</p> | <p><b>تحفہ افواج اسلام</b><br/>کریم قاری ابو نعیم - قیمت = ۲۸۸۰/-</p>                       | <p><b>اسلامی عدالت</b><br/>مولانا محمد اسلام قاسمی - قیمت = ۱۵۰/-</p>                                    |

ادارۃ القرآن کراچی



## ادارة القرآن كراچی كى چند اہم اور مفید طبعوعات

|                                            |                                                                                                                                            |
|--------------------------------------------|--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| كیا آپ موت كیلئے تیار ہیں                  | اللہ كا خطاب (اہل ایمان سے)                                                                                                                |
| بنیادی فقہی احكام                          | اشرف المکتوبات                                                                                                                             |
| اجتماعی ختم قرآن كى شرعی حیثیت             | احكام وآداب طہارت، وضوء، نماز                                                                                                              |
| جدید تجارتی شكلیں                          | حج عمرہ اور انكے جدید مسائل                                                                                                                |
| سوال و جواب (آپكے مسائل اور انكے حل كیلئے) | شیئرز اور كمپنی طریقہ كار و احكام                                                                                                          |
| ضرورت و حاجت كا احكام شریعہ میں اعتبار     | لڑكے اور لڑكیوں كے نكاح كا اختیار                                                                                                          |
| وقف املاك كے شرعی احكام                    | ذكر سید الكونین ﷺ                                                                                                                          |
| اہم فقہی فیصلے                             | طبی اخلاقیات                                                                                                                               |
| تعلیم سیرت                                 | مسند ابوداؤد طیالسی ۲ جلد                                                                                                                  |
| بائبل قرآن سائنس                           | فضائل اعمال اعلیٰ                                                                                                                          |
| طشت جواہر                                  | نكاح مشروط                                                                                                                                 |
| جواہر حكیم الامت                           | نبیوں كى سچی كہانیاں                                                                                                                       |
| جدید فقہی مباحث ۷۱ جلد                     | JESUS ..... (تیسرا اسلام حضرت مسیحی)<br>The Authority of Sunnah (حجیت حدیث)<br>ISLAM AN INTRODUCTION (تعارف اسلام)                         |
| جو تم مسكراؤ تو سب مسكرائیں                | The Life and Message: (خطبات ہداس)<br>SHAMAA-IL TIRMIDHI (شامی ترمذی)<br>BIBLE QURAN & SCIENCE (بائبل قرآن اور سائنس)                      |
| دل كى دنیا                                 | "Life Example of P.U.H" (اسو رسول اللہ ﷺ)<br>"The Islamic way in the Death" (احكام میت)<br>COMPENDIUM OF ISLAMIC LAW (مجموعۃ النین اسلامی) |